وذكرهم بأيام الله إن في ذلك لآيات لكل صبار شكور

تاریخ ابنِ خلدون

سلجوقی اور خوارزم شاہی سلاطین

زنگی اور صلاح الدین ایوبی

تصنیف:

رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمٰن ابنِ خلدونؒ

(۷۳۲ھ - ۸۰۸)

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ ابن خلدون

ہفتم ہشتم

نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

تاریخ ابن خلدون

حصہ ہفتم

سلجوقی و خوارزم شاہی سلاطین اور فتنۂ تاتار

سلجوقی و خوارزم شاہی خانوادوں کے حالات و کوائف، خانہ جنگیوں، عیسائیوں کا مقابلہ، کفار کرج اور قفچاق کی جدوجہد، ترکوں کی یورش، تاجداران سلجوقیہ اور ملوک خوارزم کی مدافعانہ کوششیں، چنگیز خان کا خروج، تاتاریوں کا عالمگیر طوفان، ممالک اسلامیہ کی تباہی و بربادی کی عبرتناک داستان

حصہ ہشتم

زنگی اور خاندانِ صلاح الدین ایوبی کے سلاطین اور تاتاریوں کا زوال

ترجمہ: حکیم احمد حسین الہ آبادی، حافظ سید رشید احمد ارشد (سابق صدر شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی)

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

کتاب العبد و دیوان المبتداء والخبر
من احوال العرب والعجم والبربر و من عاصرهم من
ملوك التتر یعنی علامہ ابن خلدون کی کتاب التواریخ
کے

نام کتاب: ــــــ تاریخ ابن خلدون
مصنف: ــــــ رئیس المورخین علامہ عبدالرحمن بن خلدون
ناشر: ــــــ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی
طبع: ــــــ جدید کمپیوٹر ایڈیشن جنوری ۲۰۰۳ء
ایڈیشن: ــــــ آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

فہرست

سلجوقی خوارزم شاہی سلاطین اور فتنۂ تاتار

شاہانِ سلجوقی

اور

خوارزم شاہی سلاطین اور فتنۂ تاتار

از

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

سلجوقی اور خوارزم شاہی خانوادوں کے حالات وکوائف پر مشتمل زیر نظر اوراق یوں تو تاریخ ابن خلدون ہی کا ساتواں حصہ ہے لیکن سچ پوچھیے تو یہ علامہ عبدالرحمن ابن خلدون جیسے صاحب نظر محقق مؤرخ کے دردمند دل کی گہرائیوں سے نکلا اور خون جگر میں ڈوبا ہوا مرثیہ ہے انہوں نے یہ طویل' عبرت ناک مرثیہ عربوں کی عین عنفوان شباب ہی میں واقع ہونے والی موت پر کیا تھا۔

دارالخلافہ کے دمشق سے بغداد میں منتقل ہوتے ہی زوال کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ بنوعباس نے اپنے حریف عرب قبیلے بنوامیہ سے عجمی سپاہ کے بل بوتے پر اقتدار چھینا تھا اس لیے ان کی ہمدردیاں شروع ہی سے غیر عربوں کے ساتھ تھیں قلمدان وزارت سے لے کر سول فوج کے تمام بڑے بڑے عہدے ایرانیوں' خراسانیوں اور ترکوں کے ہاتھ میں چلے گئے تھے۔ یہیں سے عرب وعجم کے درمیان بغض اور بدظنی کی فضا پیدا ہوئی ایسی فضا جو مخبروں' چغل خوروں اور چاپلوسوں کو بے حد راس آئی۔

رفتہ رفتہ قصر خلافت کے معتمد محافظوں کو نا اہل حکمرانوں کی طبیعت میں اتنا اثر و دخل حاصل ہو گیا کہ خلیفہ وقت ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا اور وہ خلافت مآب کو اپنی انگلی کے اشارے سے نچانے لگے' چراغ کے نیچے پھیل جانے والے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں سے شورشوں' سرکشیوں اور بغاوت کے شعلے بلند ہوئے قسمت آزما' فوجی سرداروں نے ''عظیم الشان اسلامی ریاست'' کے چپے چپے پر لوٹ مار اور فتنہ وفساد کا بازار گرم کیا اور خلیفہ وقت کا اقتدار صرف بغداد کی فصیلوں کے اندر محدود ہو کر رہ گیا۔

ماوراء النہر سے مراکش تک پھیلی ہوئی سلطنت پیوند زمین ہو گئی اور اس کے کھنڈروں پر سلجوقی اور خوارزم شاہی خانوادوں نے اپنی اپنی آزاد خود مختار ریاستیں تعمیر کیں اگرچہ ان ملوک الطوائف میں طغرل' چغرالپ ارسلان جیسے اور محمد خوارزم شاہ جیسے بڑے پائے کے سپاہی سلطان پیدا کیے جن کے تیور اور تدبر کو دیکھ کر امید پیدا ہو گئی تھی کہ شاید عالم اسلام پر چھائے ہوئے ادبار کا طوفان ٹل جائے لیکن افسوس! یہ حریف ہم عصر ریاستیں بھی بیرونی دشمن کے خلاف مشترکہ محاذ قائم کرنے کی بجائے ایک دوسرے کی اکھاڑ پچھاڑ میں مصروف ہو گئیں اور ان کے تمام محدود وسائل باہم آویزش کی نذر ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ نظام الملک جیسا وزیر باتدبیر اور الپ ارسلان جیسا زمانہ شناس حکمران بھی اس موذی مرض کا کوئی علاج نہ کر سکا جو قومی اتحاد واشتراک کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھائے چلا جا رہا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ فطرت نے آج تک اپنا کوئی عمل ادھورا

نہیں چھوڑا ہے اور نہ ہی ان قوموں کو معاف کیا ہے جو نقصان و انتشار کی مجرم ہوں' سلطان اور وزیر کی ناکامیوں میں بھی ترکان خاتون کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے اس خود غرض اور عاقبت نا اندیش ملکہ نے سلطان کی موت کے بعد اپنے ہی ایک بیٹے کے پنجے سے اقتدار کی کرسی کھینچنے اور دوسرے بیٹے کو اس پر بٹھانے کی کوشش میں سامرہ سے سمرقند تک فتنہ و فساد کا ایسا دروازہ کھولا جس پر خان اعظم چنگیز خان کی عرصہ سے نظریں لگی ہوئی تھیں۔

الطائی کی برف پوش چوٹی سے نیچے بھانکتے وقت اسے ماژندران سے مکران اور بلخ سے بدخشاں تک اڑنے والے دھوئیں کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیا اور وہ اسی دبیز پردے کی آڑ لیتا خوں آشام تاتاری بھیڑیوں کے ساتھ ختن اور خطا کی ڈھلانوں سے اترا اور تاشقند سے تبریز تک جس جس راستے سے گذرا دہکتے ہوئے انگاروں اور جلے ہوئے انسانی ڈھانچوں کے انبار لگاتا چلا گیا یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمانوں کی مضبوط منظم حکومت کا نام و نشان مٹ چکا تھا صرف چند سرحدی قلعوں میں برائے نام اکا دکا دستے متعین تھے جنہیں تاتاری طوفان تنکوں کی طرح اڑاتا' خوش حال شہروں پر چنگھاڑتا' بے روک ٹوک بڑھتا چلا آیا۔

ہر شہر نے قلعہ بند ہو کر بھوکے بھیڑیوں سے محفوظ رہنے کے لاکھ جتن کیے لیکن قدرت کا اٹل فیصلہ صادر ہو چکا تھا شہروں پر شہر فتح کرتے چلے گئے عورتوں' مردوں' بچوں اور بوڑھوں کو قطار میں کھڑا کر کے موت کے گھاٹ اتارا گیا اور ایک عام شہری سے لے کر حاکم شہر تک کسی مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ رہی۔ مفتوحین سے پونجی بٹورنے کے لیے انہیں فولادی شکنجوں میں طرح طرح کا عذاب دیا گیا دفینوں کے لالچ میں بڑے بڑے بزرگوں' حکمرانوں' اولیاء اللہ کے مقبروں اور مسجدوں کو بھی ڈھا دیا گیا ماں باپ اور جوان بھائیوں کے سامنے عفت مآب بیٹیوں' بہنوں اور خاوندوں کے سامنے پردہ دار بیویوں کی بے حرمتی' معصوم بچوں کے سامنے ماں باپ کا قتل عام' گھر گھر سے اٹھنے والے شعلے' چیخیں' آہیں' فریادیں اور آنسو بھی وحشیوں کو انسانیت کا سبق نہ پڑھا سکے۔

ان کی ہیبت و دبدبے کا یہ عالم تھا کہ بقول علامہ ابن اثیر ''میں اصفہان کے ایک کمرے میں کھڑا کھڑکی سے دیکھ رہا تھا' چند سہمے سہمے سے مسلمان جان بچانے کے لیے گھروں سے نکل کر جامع مسجد کی طرف لپکے کہ ایک تاتاری کی ان پر نظر پڑ گئی وہ چلایا ''ٹھہرو'' اور بارہ پندرہ جوانوں کے قدم شل ہو گئے تاتاری نے دائیں بائیں دیکھا اور مسلمانوں کا کام تمام کرنے کے لیے اسے دور دور تک کوئی چیز دکھائی نہ دی پھر اس نے انہیں اوندھے منہ زمین پر لیٹنے کا اشارہ کیا اور خود ساتھ والے گھر کی طرف بھاگا ذرا دیر بعد ایک زنگ خوردہ درانتی ہاتھ میں اچھالتا نمودار ہوا اور ایک ایک کر کے سب کو ذبح کر ڈالا۔''

لیکن بے کسی اور بے بسی کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھی جلال الدین خوارزم شاہ کی تلوار بجلی کی طرح چمکتی دکھائی دیتی رہی وہ مٹھی بھر سرفروشوں کے ساتھ قدم قدم پر تاتاری طوفان سے ٹکراتا رہا اور آخر کار جب دریائے سندھ کے کنارے پہاڑ پر گھر گیا تو اپنے رہوار سمیت ایک اونچی چٹان سے سندھ کی بپھری ہوئی لہروں پر کود گیا اس کے عزم و استقلال کو دیکھ کر چنگیز خان نے حیرت سے اپنی انگلی منہ میں ڈال لی اور بے اختیار پکار اٹھا ''کاش! ایسا ایک سپاہی میرے لشکر میں بھی موجود ہوتا۔''

سلجوقی اور خوارزمی سلاطین کے واقعات اور تاتاری طوفان کے کوائف و کیفیات پر مشتمل تاریخ ابن خلدون کا ساتواں حصہ عبرت کا مرقع بھی ہے اور درس عبرت بھی' اسے پڑھیے اور اس کی روشنی میں اپنے حال اور مستقبل کا جائزہ لیجیے۔



دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

جب عرب میں نبوت کے سچے جانشینوں کا زمانہ ختم ہوا' عنان حکومت پر بنو امیہ نے قبضہ کیا۔ خلافت اسلامیہ برائے نام باقی رہی۔ حقیقت میں استبدادیت' بادشاہی اور سلطنت ہوگئی۔ بایں ہمہ مرکزی قوت کا تجزیہ نہیں ہوا ایک ہی ذات جس کو خلیفہ کے نام سے موسوم کرتے تھے دنیائے اسلام کے چپہ چپہ زمین کا واحد حکمران تھا۔ اسلامی فتوحات کا سیلاب جس تیزی سے بڑھ رہا تھا اسی تیزی اور عالمگیری سے بڑھتا رہا' ایشیا' یورپ اور المغرب الاقصیٰ تک پہنچ گیا خودغرضی کا برا ہو کہ پہلی صدی کے خاتمہ پر بنو امیہ کی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا عنان حکومت اسلامیہ پر بنو عباس قابض ہوئے ان کا ابتدائی دور حکومت بہ لحاظ فتوحات اور انتظامات اگر ستائش کا مستحق نہیں ہے تو الزام کا بھی مستوجب نہیں ہے زمانہ وسطیٰ میں تمدنی حالت کی ترقی اور اصلی مادی قوت کی تنزلی ہوئی عربوں کی جگہ عجمیوں کا دور دورہ ہوا مرکزی حکومت کا اقتدار باقی نہ رہا چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئیں ہر شخص نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی' ایک حکومت کی کئی حکومتیں' ایک سلطنت کی متعدد سلطنتیں' ایک حکمران کے عوض سینکڑوں حکمران اپنی اپنی جگہ پر بن گئے صرف سند حکومت دینے کا اختیار خلافت مآب کے ہاتھ میں رہا خلیفہ وقت ان حکمرانوں کی خودغرضیوں کا نشانہ اور ان کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بنا ہوا تھا جس کو چاہتے تھے مسند خلافت پر متمکن کرتے تھے اور جو ان کی خودغرضیوں کا سدراہ ہوتا تھا اس کو معزول کرتے تھے برامکہ سے زیادہ بنو بویہ دیلمی نے زور پکڑا۔ آپس کے جھگڑے باہمی نفاق' شیعہ اور سنی کے نزاعات انہیں بنو بویہ کے عہد میں رونما ہوئے رفتہ رفتہ سلاطین سلجوقیہ کا دور آیا۔ انہوں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے خلافت کو دبا لیا ممالک اسلامیہ پر قابض ہوئے ان کی حکومت کا سکہ تمام ممالک شرقیہ میں چلنے لگا۔

سلاطین سلجوقیہ میں الپ ارسلان بانی دولت سلجوقیہ' قزل ارسلان' ملک شاہ سلجوقی' سلطان سنجر' قتلمش والی قونیہ و بلاد روم' توران شاہ تاج دار فارس بڑے بڑے اولوالعزم حکمران گذرے ہیں۔ ملوک خوارزم کی سلطنت انہیں سلجوقیوں کی سلطنت کی ایک شاخ ہے انہیں کے زمانہ میں چنگیز خان تاتاری لٹیروں کو لے کر نکلا اور اسلامی حکومت کا شیرازہ منتشر کر دیا علامہ امام عبدالرحمٰن ابن خلدون (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کے حالات' انساب' خانہ جنگیاں تاتاریوں اور سلجوقیوں کی لڑائیوں کو کمال تحقیق اور تدبر سے اپنی تالیف کردہ کتاب ''العبر و دیوان المبتداء والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر و من

عاصرہم من ذوی السلطان الاکبر" میں تحریر کیا ہے۔

ترجمہ تاریخ کی چودہویں جلد کتاب مذکور کے ایک حصہ کا ترجمہ ہے جس میں انہیں خونی داستانوں کا تذکرہ ہے قدر دانانِ فن تاریخ کی خدمت میں کمال دیدہ ریزی، جان سوزی اور محنت شاقہ کے بعد پیش کی جاتی ہے توقع یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ قبولیت عامہ کے زیور سے اس کو مزین و آراستہ فرمائے گا' قوم کی گری ہوئی حالت کا سنوارنے والا وہی ہے شاید اس کے مطالعہ سے قوم کو عبرت کا سبق حاصل ہو' نفاق' حسد' خود غرضی اور قوم فروشی کی صفات مذمومہ ترک ہو جائیں۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز

الہ آباد
ارمضان المبارک
۱۳۲۸ھ

احمد حسین الہ آبادی غفر اللہ ذنوبہ

باب : ۱

دولتِ سلجوقیہ

سلطان ملک شاہ بن سلطان الپ ارسلان

سلجوقی ترکوں کا نسب: سلاطین سلجوقیہ نے ممالک اسلامیہ پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ان کی حکومت کا سکہ تمام ممالک مشرقیہ میں حدود مصر تک چل رہا تھا۔ انہوں نے خلافت بغداد پر جابرانہ قوت حاصل کر لی تھی۔ عہد خلافت خلیفہ قائم بامر اللہ سے اس زمانہ تک کے حالات اور جیسی جیسی ان کی حکومتیں تمام عالم میں پھیلی ہوئی تھیں ہم ان تمام حکومتوں کے واقعات تحریر کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کریں گے کہ انہوں نے علماء کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور انہیں کس طرح ادائے فرض منصبی سے باز رکھا۔ اسی سلسلہ میں ان حکومتوں کا ذکر بھی تحریر کیا جائے گا جو ان کی حکومت سے نکلی اور پیدا ہوئی تھیں۔

ہم اوپر سلسلۂ انساب عالم میں ترکوں کا نسب لکھ آئے ہیں کہ یہ کومر بن یافث کی اولاد سے ہیں جو کہ یافث کے ان سات لڑکوں میں سے ایک لڑکا ہے جن کا ذکر توریت میں آیا ہے اور وہ ساتوں لڑکے[1] یہ ہیں: ''ماداق' ماذائے' ماغوغ' تطوبال' ماشخ' طیراش' کومر۔'' ابن اسحٰق نے ان میں سے چھ لڑکوں کا ذکر کیا ہے۔ ماذائے کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ بھی توریت میں ہے کہ کومر کے تین لڑکے تھے ''توغرما' اشکان اور ریغاث'' اسرائیلیات میں لکھا ہے کہ افرنج (فرانس) ریغاث کی اولاد سے ہے۔ صقالبہ اشکان کی اور خزر توغرما کی۔ لیکن علماء نسب اسرائیلیین کے نزدیک صحیح ہے کہ خزر اور ترکمان ایک ہیں اور ترکوں کی تمام شاخیں کومر کی اولاد سے نکلی ہیں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ کومر کے تین لڑکوں میں سے یہ کس لڑکے کی نسل سے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ توغرما کی اولاد سے ہیں بعض علماء نسب کا یہ خیال ہے کہ یہ لوگ طیراش بن یافث کی اولاد سے ہیں۔ ابن سعید نے ان لوگوں کو ترک بن غامور بن سویل کی طرف نسباً منسوب کیا ہے لیکن بظاہر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اور غامور کتابت کی غلطی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے رہا سویل تو کسی نے اس کا یافث کی اولاد میں ذکر نہیں کیا۔ ان سب باتوں کو ہم تحریر کر آئے ہیں۔

ترکوں کی نسلی شاخیں: ترکوں کی بہت سی شاخیں اور متعدد جنسیں ہیں۔ انہیں میں سے روس اور اعلان ہے۔ اعلان کو ابلان بھی کہتے ہیں خفشاخ (جو قفچاق کے نام سے مشہور ہیں) ہیاطلہ' خلج اور غز (جن میں سے سلجوقیہ اور ختا ہیں جن کی سکونت سرزمین طمغاج میں تھی) یمک' توز' ترکس' ازکس اور خطر (جن کو خطر غز بھی کہتے ہیں) انہیں ترکوں کی نسلی شاخیں ہیں۔

---

[1] مصنف لکھتا ہے کہ جو نسخے کتاب کے ہمارے ہاتھوں میں ہیں ان میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن یہ اس کے خلاف ہے جو جلد اول کتاب ثانی میں لکھا ہے۔

لیکن روم کی ہمسایہ قومیں انہیں (یعنی ططر کو) ترکوں میں داخل نہیں کرتیں۔

ترکوں کا مسکن: سمجھ لیجئے کہ ترکوں کی قوم دنیا کی بڑی قوموں میں داخل ہے۔ کوئی قوم ان سے زیادہ بڑی نہیں ہے۔ عرب معمورہ عالم میں جانب جنوب اور ترک اس کے شمال میں آباد ہیں۔ ترکوں نے اقالیم ثلاثہ پانچویں چھٹے اور ساتویں اقلیم کے نصف طول پر حدود مشرق تک قبضہ کر رکھا تھا اور ان کے مالک و حکمران بنے ہوئے تھے۔ ابتداء ان کا مسکن مشرق میں لب دریا ملک چین اور اس کے بالائی ممالک میں جنوباً ہند تک اور اس کے نیچے شمالاً سد یاجوج اور ماجوج تک تھا (بعض مؤرخوں کا خیال ہے کہ یاجوج و ماجوج ترکوں میں سے ہیں) اور آخر میں انہوں نے اپنے قیام کے لیے جانب مغرب بلاد صقالبہ کو تا خلیج قسطنطنیہ اختیار کیا۔ بلاد صقالبہ اور رومہ سے ملا ہوا ہے۔ جانب جنوب ان کا مسکن بلاد قور قریب نہر اس کے بعد خراسان آذربائیجان اور خلیج قسطنطنیہ تھا اور آخر میں شمالی ممالک میں بلاد فرغانہ شاش اور ان کے علاوہ بلاد شتالیہ کو جن کے نام بعد مسافت کے باعث معلوم نہیں ہو سکے انہوں نے اپنے قیام و مسکن کے لیے منتخب کیا اور ان حدود کے درمیان بلاد غزنی شہر جیحون بلاد خوارزم سرحد چین بلاد قفچاق روس اور خلیج قسطنطنیہ شمال غرب میں بھی یہی ترک آباد اور سکونت پذیر تھے۔

سلطان الپ ارسلان: انہیں ترکوں کا ایک بڑا گروہ جن کی تعداد ان کے خالق کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ خانہ بدوشوں کی طرح اونی خیموں میں زندگی گزارتا تھا اور یہ لوگ انہی ممالک کے اطراف و جوانب میں بود و باش رکھتے تھے ان کا گزر دیار بکر کی طرف ہوا۔ والی دیار بکر نصر بن مروان شہر سے باہر آیا اور ایک لاکھ[1] دینار شاہی دربار میں پیش کیے۔ جب سلطان کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ والی شہر نے اتنی کثیر رقم رعایا سے وصول کی ہے تو اس نے اسے واپس دے دی۔ اس کے بعد آمد پہنچا اور وہاں کے رہنے والوں کو امان دی۔ شہر پناہ کا چکر لگایا۔ اپنے ہاتھوں سے شہر پناہ کی دیوار کو چھوتا تھا اور اسے اپنے چہرہ پر مسلمانوں کی سرحد کا تبرک سمجھ کر پھیرتا تھا۔ اس کے بعد الرہا کی طرف روانہ ہوا اور اس کا بھی محاصرہ کیا۔ اہل الرہا نے شہر کے دروازے بند کر لیے۔ اس کے بعد حلب کی جانب قدم بڑھایا۔ والی حلب ''محمود'' نے اپنے سپہ سالار ریعول کو اس کے پاس بھیجا اور اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا اور اس کا نام خطبہ میں داخل کرنے کا وعدہ کیا اور حاضری کی معذرت کی۔ سلطان نے اس معذرت کو قبول نہیں کیا اور یہ ارشاد کیا کہ وہ ہمارا نام خطبہ میں کس طرح داخل کر سکتا ہے کیونکہ وہ اذان میں ''حی علی خیر العمل'' کہتا ہے اس سے کہہ دو کہ تم کو نادل ناخواستہ حاضر ہونا پڑے گا محمود نے حاضری سے انکار کیا سلطان نے حصار میں سختی شروع کی۔ والی حلب (محمود) تنگ ہو کر رات کے وقت مع اپنی ماں منیعہ بنت وثاب نمیری سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان نے اس کی بڑی عزت کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور

---

[1] اس مضمون کا سابقہ مضامین سے کچھ ربط و تعلق نہیں ہے شاید مؤرخ ابن خلدون نے اس مقام پر خالی جگہ چھوڑ دی تھی کاتب نے کچھ خیال نہیں کیا جیسا کہ سمجھ کر پڑھنے والوں پر یہ امر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ یہ اس واقعہ کا خلاصہ ہے جسے شیخ عطار نے لکھا ہے کتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سلطان الپ ارسلان سے متعلق ہے جیسا کہ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں سلطان الپ ارسلان کے قبضہ حلب کے ضمن میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ تحریر کیا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۲۳ مطبوعہ لیڈن (مترجم)

اسے اس کے شہر کی طرف واپس کر دیا۔

سلطان الپ ارسلان کا خلاط پر جہاد: ارمانوس نامی رومیوں کا بادشاہ ان دنوں قسطنطنیہ پر حکومت کر رہا تھا۔ اس کی طبیعت میں شرارت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بلاد اسلامیہ کے سرحدی شہر ہمیشہ خطرے میں رہتے تھے ۴۶۲ھ میں فوج مہیا کر کے ملک شام پر چڑھائی کر دی۔ شہر منبج کو جا کر گھیر لیا۔ قتل و خون ریزی لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا محمود بن صالح بن مرداس کلابی اور ابن حسان طائی نے اپنی اپنی قوموں اور عربوں کو جو ان کے قرب و جوار میں تھے جمع کر کے مقابلہ کیا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ رومی لشکر نے نہایت برے طور سے انہیں شکست دی اور ارمانوس قسطنطنیہ واپس آیا۔ اس کے بعد (۴۶۳ھ میں) پھر ارمانوس نے دو لاکھ فوج کے ساتھ بلاد اسلامیہ پر حملہ کیا۔ اس فوج میں رومی' فرانس' روس' کرخ اور وہ عرب بھی شامل تھے جو ان کے ممالک یا ان کے ممالک کے قرب و جوار میں رہتے تھے چنانچہ ملازکرد (صوبہ خلاط کے شہر) پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑا۔ اس وقت سلطان الپ ارسلان شہر خوی (صوبہ آذربائیجان) میں حلب سے واپس ہو کر مقیم تھا اس خبر وحشت اثر کو سن کر غصہ سے کانپ اٹھا اپنے حرم اور اسباب کو اپنے وزیر السلطنت نظام الملک طوسی کے ہمراہ ہمدان بھیج دیا اور بذاتہ پندرہ ہزار جنگ آوروں کو لیے ہوئے ارمانوس سے جنگ کرنے کے لیے بڑھا۔ سلطانی مقدمتہ الجیش سے ارمانوس کا رومی ہراول دستہ مدمقابل ہوا' پہلے ہی حملے میں لشکر اسلام نے رومیوں کو شکست دی' اس کے بعد بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر بارگاہ سلطانی میں بھیج دیا سلطان نے اس کی ناک کٹوا دی اور اس کے مال و اسباب اور آلات حرب کو وزیر السلطنت نظام الملک کے پاس روانہ کر دیا (اور یہ ہدایت کر دی کہ دارالخلافت بغداد بھیج دینا)

---

[1] اسلامی مقدمتہ الجیش کی کامیابی کے بعد مرکب سلطانی کا لشکر ارمانوس سے مقابل ہوا۔ سلطان نے رومی بادشاہ کے پاس پیام صلح بھیجا۔ رومی بادشاہ نے جواب دیا "رے دیدو تاکہ مصالحت ہو جائے" سلطان کو اس سے سخت تردد ہوا۔ فقیہ ابو نصر محمد بن عبدالملک بخاری نے عرض کیا" آپ تو دین کی خاطر لڑتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے امداد کا وعدہ فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی کا سہرا آپ کے سر رہے گا۔ جمعہ کے روز جس وقت خطیب منبروں پر خطبہ پڑھنے کو جاتے ہیں اس وقت آپ حملہ کیجئے کیونکہ اس وقت وہ لوگ مجاہدوں کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے ہیں۔" چنانچہ سلطان نے اسی وقت حملہ کی تیاری کی' فوج کو جمع کر کے ایک پرجوش تقریر کی' تقریر نہایت پرجوش تھی خود بھی رو دیا لشکری بھی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ سب نے خشوع و خضوع سے دعائیں کیں' سلطان نے دعا سے فارغ ہو کر لشکریوں کو مخاطب ہو کر کہا" جو شخص واپس جانا چاہے وہ بلا تامل چلا جائے میں اس وقت بادشاہ نہیں ہوں' میں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی غرض سے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے" لشکریوں نے سینہ سپر ہو کر کہا" ہم لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرفروشی کو تیار ہیں" المختصر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ میدان لشکر اسلام کے ہاتھ رہا۔ بے شمار عیسائی مارے گئے اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔ رومی بادشاہ گرفتار ہو کر بارگاہ سلطانی میں پیش ہوا۔ دس لاکھ پچاس ہزار دینار فدیہ لے کر سلطان نے اس کو رہا کیا اور یہ شرط کر لی کہ جس قدر مسلمان بلاد روم میں قید ہیں سب کے سب رہا کر دیئے جائیں اور پچاس برس کے لیے صلح کی جائے۔ رومی بادشاہ نے اسے نہایت خوشی سے قبول و منظور کیا۔ سلطان نے دس ہزار دینار اس کو سفر خرچ کے لیے مرحمت کیے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴' ۲۵ مطبوعہ لیدن۔

سمرقند کی جانب پیش قدمی: اس کے بعد سلطان سمرقند کی جانب بڑھا۔ تکین والی سمرقند شہر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ صلح کا پیغام دیا۔ چنانچہ ملک شاہ نے اس سے مصالحت کر لی۔ بلخ اور طخارستان کی حکومت اپنے بھائی شہاب الدین کو عنایت کی اور خراسان ہوتا ہوا رے کی طرف روانہ ہوا۔

قاردت بک اور سلطان ملک شاہ کی جنگ: قاروت بک برادر الپ ارسلان کرمان کا حاکم تھا جب اپنے بھائی سلطان الپ ارسلان کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے تاج و تخت شاہی پر قبضہ کرنے کی غرض سے رے کی طرف قدم بڑھایا۔ اتفاق یہ کہ اس کے پہنچنے سے پہلے سلطان ملک شاہ اور نظام الملک وزیر السلطنت رے پہنچ گیا تھا۔ مسلم بن قریش، منصور بن دبیس اور بہت سے امراء اکراد موکب سلطانی کے ساتھ تھے۔ (۴ شعبان ۴۶۵ھ میں) قاروت بک اور سلطان ملک شاہ سے مقام ہمدان میں مقابلہ ہوا۔ قاروت بک کو شکست ہوئی گرفتار ہو کر امام سعد الدولہ گوہر آئین کے روبرو پیش کیا گیا۔ امام سعد الدولہ نے اس کا گلا گھونٹ دیا جس سے وہ مر گیا۔ لیکن کرمان کی حکومت اسی کے لڑکے کو دی۔ ان لوگوں کو جائزے اور خلعت عطا کیے عربوں اور کردوں کو بھی جاگیریں اور انعام دیے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے موقع جنگ پر نمایاں خدمتیں انجام دی تھیں۔

مسلم بن قریش کی اطاعت: چونکہ سلطان الپ ارسلان، شرف الدولہ سے ناراض تھا اس وجہ سے خلافت مآب نے نقیب النقباء طراد بن محمد زینبی کو شرف الدولہ کے پاس موصل روانہ کیا تھا کہ اس کو اپنے ہمراہ سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں لے جا کر میری سفارش کر کے باہم صفائی کرا دو۔ چنانچہ نقیب النقباء شرف الدولہ کو اپنے ساتھ لیے ہوئے سلطان الپ ارسلان کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں سلطان الپ ارسلان کے مرنے کی خبر ملی تو ان لوگوں نے ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر باریابی حاصل کی اور شریک جنگ قاروت بک ہوئے۔ مسلم بن قریش نے ملک شاہ کی اطاعت و فرمانبرداری اس سے پہلے ہی قبول کر لی تھی۔ باقی رہا بہاء الدولہ منصور بن دبیس یہ اس وجہ سے سلطانی موکب میں تھا کہ اس کے باپ نے کچھ مال، سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اس کی معرفت بھیجا تھا۔ جس وقت یہ بارگاہ سلطان میں حاضر ہوا اس وقت سلطان جنگ قاروت بک پر جا رہا تھا۔ یہ بھی اس کی رکاب میں روانہ ہوا اور جنگ قاردت بک میں حصہ لیا۔

خلیفہ مقتدی بامر اللہ: اس کے بعد ایاز برادر سلطان ملک شاہ نے بمقام بلخ ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ سلطان ملک شاہ نے اس کے بیٹے کو ۴۶۷ھ تک اپنی کفالت میں رکھا اسی سنہ کے ۱۵ شعبان میں خلیفہ قائم بامر اللہ نے اپنی خلافت کے پینتالیس برس پورے کر کے وفات پائی۔ وفات کے وقت اس کا کوئی لڑکا موجود نہ تھا صرف ایک پوتا تھا جو مقتدی بامر اللہ عبداللہ ابن محمد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کا باپ محمد بن قائم بامر اللہ نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا جس کا لقب ذخیرۃ الدین تھا اور کنیت ابو العباس تھی کی سنہ میں وفات پا چکا تھا اس وجہ سے خلافت مآب نے وفات کے وقت اپنے پوتے عبداللہ محمد کو اپنا ولی عہد مقرر کیا چنانچہ وفات کے وقت خلافت مآب، اراکین دولت، مؤید الملک بن نظام الملک وزیر

۱؎ ابن اثیر نے اس واقعہ کو ۴۶۶ھ کے واقعات میں لکھا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۶۴۔

السلطنت فخر الدولہ بن جہیر اور اس کا بیٹا عمید الدولہ شیخ ابو اسحق شیرازی' نقیب النقباء طراد اور قاضی القضاۃ دامغانی نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر حسب ولی عہدی خلیفہ قائم بامر اللہ مقتدی بامر اللہ' کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی' خلیفہ مقتدی نے تخت خلافت پر متمکن ہو کر فخر الدولہ بن جہیر کو بدستور عہدہ وزارت پر قائم رکھا اور اس کے بیٹے عمید الدولہ کو سلطان ملک شاہ کے پاس بیعت لینے کے لیے روانہ کیا۔ واللہ الموفق للصواب۔

اتسنز کا محاصرہ دمشق: ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اتسنز نے رملہ اور بیت المقدس پر ۴۶۳ھ میں قبضہ کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا تھا۔ محاصرے کے بعد کچھ سوچ سمجھ کر واپس آ گیا لیکن دمشق کے اطراف میں غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا۔ کوئی سال ایسا نہ تھا کہ جس میں اس نے اطراف دمشق کو تاخت و تاراج نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ ۴۶۷ھ کا دور آ گیا۔ ماہ رمضان میں دمشق کا پھر محاصرہ کر لیا اور چند روز بعد محاصرہ اٹھا کر واپس ہو گیا۔

اتسنز کا دمشق پر قبضہ: والی دمشق معلیٰ بن وحید جو خلیفہ مستنصر علوی مصری کی طرف سے دمشق پر مامور تھا دمشق چھوڑ کر بھاگ نکلا کیونکہ فوج اور رعایا نے اس کے ظلم و جور سے تنگ آ کر اس کے خلاف بلوہ کر دیا۔ معلیٰ دمشق سے نکل کر بانیاس پہنچا پھر بانیاس سے نکل کر صور میں جا کر دم لیا۔ صور سے مصر چلا گیا۔ خلیفہ مصری نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور قید ہی میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اہل دمشق نے معلیٰ کے بھاگ جانے کے بعد انتصار بن یحییٰ مصمودی ملقب بہ نصیر الدولہ کو اپنا والی مقرر کیا۔ رسد و غلہ کی کمی کی وجہ سے حالت خراب ہو گئی اور پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اتسنز کو موقع مل گیا۔ ماہ شعبان ۴۶۸ھ میں دمشق کا پھر محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق نے مقابلہ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ امان کی درخواست کی۔ انتصار کو دمشق کی جگہ قلعہ بانیاس اور شہر یافہ جو ساحل پر ہے دے دیا اور ماہ ذی القعدہ میں دمشق میں داخل ہو کر خلیفہ مقتدی کے نام کا خطبہ جامع دمشق میں پڑھا۔ اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" کہنے کی ممانعت کر دی اور رفتہ رفتہ شام کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔

اتسنز کی مصر پر فوج کشی: ۴۶۹ھ میں اتسنز نے مصر پر فوج کشی کی اور پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کر دی۔ روزانہ جنگ سے اہل مصر کو تنگ کرنے لگا۔ خلیفہ مستنصر علوی نے بادیہ نشینان عرب سے امداد کی درخواست کی۔ ان لوگوں نے امداد کا وعدہ کیا۔ ادھر سے بدر جمالی عساکر قاہرہ کو لے کر مقابلہ پر آیا۔ ادھر سے بادیہ نشینان عرب حسب وعدہ کمک پر آ گئے۔ اتسنز کو شکست ہوئی۔ بہ ہزار خرابی جان بچا کر بیت المقدس کی طرف بھاگا۔ اہل بیت المقدس نے اس کی عدم موجودگی کے زمانہ میں خوب رنگ دکھائے تھے۔ جن لوگوں کو اتسنز بیت المقدس چھوڑ گیا تھا ان کو محراب داؤد میں محصور کر رکھا تھا اور طرح طرح کی تکالیف اور مصیبتوں میں ان کو مبتلا کر رکھا تھا۔ اہل بیت المقدس اتسنز کی آمد کی خبر پا کر محفوظ مقامات میں قلعہ نشین ہو گئے۔ اتسنز نے بہ زور تیغ ان کو زیر کیا۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ ہزار ہا موت کی نذر ہو گئے جو لوگ مسجد اقصیٰ میں جا چھپے تھے وہ بھی اس قتل و خونریزی سے جانبر نہ ہو سکے۔

اتسنز کے نام کی صحت ہم اوپر کر آئے ہیں۔ اہل شام اس کو اقسیس (یا اتسیس) کہتے تھے لیکن صحیح اتسنز ہے۔ یہ ترکی نام ہے۔

اتسنر کا قتل: القصہ سلطان ملک شاہ نے ۴۷۰ھ میں اپنے بھائی تتش بن الپ ارسلان کو بلاد شام کی حکومت عنایت کی اس کے علاوہ ان شہروں کی حکومت بھی اسے عطا کی جن پر وہ ان علاقہ میں اپنے زور بازو سے قبضہ کرے۔ چنانچہ تتش نے اولاً حلب کا قصد کیا اور حلب پر پہنچ کر محاصرہ کیا اس کی رکاب میں ترکمانوں کا بہت بڑا گروہ تھا انہی دنوں بدر جمالی نے جو کہ مصر پر غالب ہو رہا تھا ایک بڑی فوج محاصرہ دمشق کے لیے روانہ کی تھی۔ اتسنر نے اس خبر سے مطلع ہو کر تتش سے جو کہ حلب کا محاصرہ کیے تھا امداد کی درخواست کی۔ تتش محاصرہ حلب سے دست کش ہو کر اتسنر کی مدد کو آ پہنچا۔ مصری لشکر مقابلہ نہ کر سکا۔ دمشق سے بھاگ گیا جس وقت تتش قریب دمشق پہنچا۔ اتسنر نے اس کا استقبال نہ کیا اور دمشق میں تتش کے درود کا منتظر رہا اور قریب شہر پناہ تتش سے ملاقات کی۔ تتش کو اتسنر کی یہ بدتمیزی ناگوار گزری۔ غصہ کا اظہار کیا۔ اتسنر نے بادل ناخواستہ معذرت کی۔ تتش نے اسی وقت اسے قتل کر ڈالا۔ اس طرح دمشق اور تمام ممالک شام پر قابض ہو گیا۔ جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ تتش کا لقب تاج الدولہ تھا۔

تاج الدولہ تتش کا محاصرہ حلب: اس کے بعد تتش نے ۴۷۲ھ میں حلب کا دوبارہ محاصرہ کیا۔ چند روز بعد محاصرہ اٹھا کر مراغہ اور بیرہ کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ حاصل کر کے دمشق کی جانب واپس ہوا۔ تتش کے محاصرہ اٹھا لینے کے بعد مسلم بن قریش حلب آیا اور اس کا مالک بن بیٹھا جیسا کہ مسلم بن قریش کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔ اس کامیابی کے بعد مسلم بن قریش نے سلطان ملک شاہ کو اس کی خبر کر دی۔ سلطان ملک شاہ نے اپنی طرف سے اسے حلب کی سند حکومت عطا کی۔

مسلم بن قریش کا دمشق پر حملہ: آخر ۴۷۴ھ میں مسلم بن قریش نے دمشق کا محاصرہ کیا لیکن چند روز بعد محاصرہ اٹھا لیا۔ مسلم بن قریش کی واپسی کے بعد تتش نے دمشق سے خروج کیا۔ ساحل شامی کی طرف بڑھا۔ چنانچہ طرسوس کو فتح کر کے دمشق واپس آیا پھر ۴۷۹ھ میں تاج الدولہ تتش نے رومی شہروں پر جہاد کی غرض سے فوج کشی کی۔ مسلم بن قریش کو اس کی خبر لگ گئی خالی میدان دیکھ کر دمشق پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں مسلم بن قریش کے ساتھ عربوں اور کردوں کی بہت بڑی جماعت تھی خلیفہ مصر نے بھی امداد کا وعدہ کیا تھا مگر یہ امدادی فوج، مسلم بن قریش کے واپس آنے کے بعد پہنچی۔ تتش کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے رومی شہروں کا ارادہ ترک کر دیا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کرتا ہوا مسلم سے پہلے دمشق پہنچ گیا۔ مسلم نے دمشق پر پہنچ کر محاصرہ کیا۔ تتش اپنی فوجوں کو مرتب کر کے محاصرہ اٹھا دینے کی غرض سے شہر سے باہر نکلا اور خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا۔ مسلم کو اس واقعہ میں شکست ہوئی۔

تتش کی بغاوت: اسی اثناء میں مسلم کو یہ خبر لگی کہ اہل حران نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ بحال پریشان مرج الصفر سے اپنے دارالحکومت کی جانب واپس ہوا اس کے بعد امیر الجیوش نے مصر سے فوجیں مرتب کر کے ۴۷۸ھ میں دمشق پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق نے قلعہ بندی کر لی۔ امیر الجیوش اپنا سا منہ لے کر واپس ہو کر سلطان کے بھائی تتش سے جا ملا[1] .... اس سے اس کی قوت بڑھ گئی۔ علم بغاوت بلند کر دیا۔ مرو الرود اور مرو الشاہجہان وغیرہ پر قبضہ کر

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

کے خراسان پر قبضہ کے ارادے سے نیشاپور کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان کو اس کی خبر لگ گئی۔ تکش کے پہنچنے سے پہلے سلطان نیشاپور پہنچ گیا۔ تکش ناکام واپس ہوا اور ترمذ میں پہنچ کر قلعہ نشین ہو گیا۔ سلطان نے اس پر محاصرہ کیا۔ تکش نے مجبور ہو کر مصالحت کی درخواست کی اور ان تمام لشکریوں کو جو شاہی فوج اس کے پاس قید تھے آزاد کر دیا اور ترمذ سے نکل کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کی عزت کی' گلے لگایا۔

تکش کا مرد الرود پر قبضہ: اس کے چند روز بعد ۴۷۷ھ میں تکش کے دماغ میں پھر بغاوت کا سودا سمایا' مرد الرود پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور بڑھتے بڑھتے سرخس کے قریب پہنچ گیا اور قریب سرخس اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو مسعود ابن امیر فاخر کے قبضہ میں تھا۔ مسعود میں مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ قریب تھا کہ قلعہ کو تکش کے حوالہ کر دیتا۔ اتفاق سے ابو الفتوح طوسی (یہ نظام الملک وزیر السلطنت کا مصاحب تھا) کو ایک تدبیر سوجھی ابو الفتوح ان دنوں نیشاپور میں تھا۔ اس نے ایک خط نظام الملک طوسی کی طرف سے مسعود والی قلعہ کو اس مضمون کا لکھا کہ "تم گھبراؤ نہیں پورے دم خم سے مقابلہ پر اڑے رہو میں بہت جلد سلطانی موکب کے ہمراہ تمہاری مدد کو پہنچ رہا ہوں اور دشمنوں کو مار کر بھگا دوں گا" یہ خط ایک سانڈنی سوار کو دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ تم تکش کی فوج سے ہو کر گزرنا۔ اجنبی سمجھ کر تم کو گرفتار کر لیں گے۔ جب تک پر تشدد زیادہ ہو اور قتل کی دھمکی دی جائے تب تم یہ خط دینا اور پوچھ گچھ کے وقت کہہ دینا کہ "سلطان ملک شاہ نے ایک بڑی فوج لے کر مسعود کی امداد کو روانہ ہو گیا ہے۔" چنانچہ سانڈنی سوار نے ایسا ہی کیا۔

تکش کا انجام: چونکہ ابو الفتوح کا خط نظام الملک وزیر السلطنت کے خط سے بے حد مشابہ تھا اس وجہ سے تکش کو یقین ہو گیا کہ یہ خط ضرور نظام الملک کا ہے اب خیر نہیں ہے فوراً محاصرہ اٹھا کر انتہائی بے سروسامانی سے قلعہ زنج کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اتنے بھی ہوش و حواس قائم نہ رہے کہ خیمے اور سامان ساتھ لے جاتا۔ چولھے پر ہانڈیاں چڑھی ہوئی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اہل قلعہ نے دوسرے دن قلعہ سے نکل کر جو کچھ اس کے لشکر گاہ میں تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے تین مہینے کے بعد سلطان ملک شاہ آیا اور اس نے تکش کا محاصرہ کیا اور اسے بزور تیغ فتح کر کے تکش کو اپنے بیٹے احمد کے حوالہ کر دیا احمد نے اس کی آنکھوں میں تیل کی سلائیاں پھروا دیں اور جیل میں ڈال دیا۔ مختصر یہ کہ اس طریقہ سے سلطان ملک شاہ نے اپنے اقرار اور قسم کو بھی نہ توڑا۔[1]

شیخ ابو اسحاق شیرازی کی سفارت: چونکہ عمید العراق ابو الفتح بن ابو اللیث والی عراق خلیفہ مقتدی بامر اللہ کے ساتھ بدمعاملگی اور کج ادائی سے پیش آتا تھا اس وجہ سے خلافت مآب نے (ماہ ذی الحجہ ۴۷۵ھ میں) شیخ ابو اسحاق شیرازی کو سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک کے پاس عمید العراق کی شکایت کا خط دے کر اصفہان روانہ کیا۔

---

[1] ملک شاہ نے تکش سے اقرار کیا تھا اور حلف اٹھایا تھا کہ میں تمہیں کسی قسم کی ایذا نہ دوں گا چنانچہ تکش نے اسی عہد و اقرار کی بنا پر اپنے کو سلطان کے حوالہ کیا تھا۔ اس کے بعد سلطان کو تکش کی ایذا دہی اور قید کرنے کی فکر ہوئی فقہاء نے فتویٰ دیا کہ آپ اس کو اپنے بیٹے احمد کو دے دیجئے وہ اس کے ساتھ سب کچھ کر سکے گا آپ بری الذمہ رہیں گے چنانچہ سلطان نے ایسا ہی کیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۹۔

شیخ کے ہمراہ اس سفارت میں امام ابوبکر شاشی وغیرہ نامی گرامی علماء تھے جن شہروں کی طرف سے شیخ موصوف کا گذر ہوتا تھا وہاں کے رہنے والے ان کا اس جوش و مسرت سے استقبال کرتے تھے کہ جو بیان نہیں کیا جا سکتا لوگوں کے اژدہام کی یہ حالت تھی کہ تل رکھنے کی جگہ بھی نہ ملتی تھی۔ شیخ کی رکاب کو چھوتے تھے۔ ان کے گھوڑے کے قدم کی مٹی تبرکاً لیتے تھے اور جو کچھ ان کے پاس درہم' دینار اور چاندی سونے کے سکے موجود تھے۔ شیخ پر نثار کرتے تھے صنعت و حرفت اور تجارت پیشہ والے بھی اپنی مصنوعات اور تجارتی اسباب نہایت کشادہ پیشانی سے بے دریغ لٹا رہے تھے شیخ اس خوشی و مسرت کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد کرتے تھے الغرض اس طرح کوچ و قیام کرتے ہوئے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلافت مآب کا پیام پہنچایا' سلطان ملک شاہ نے جتنے مطالبات تھے سب کو قبول کیا اور عمید العراق کا تعلق جس قدر خلافت مآب سے تھا ان سب کو منقطع کر دیا۔ اس کے بعد شیخ' وزارت مآب نظام الملک کے دربار میں حاضر ہوئے۔ امام الحرمین سے مناظرہ ہو گیا جس کے واقعات مشہور ہیں۔

عمید الدولہ کی وزارت: ۴۷۱ھ میں نظام الملک نے فخر الدولہ ابونصر بن جہیر کو خلیفہ مقتدی بامر اللہ کی وزارت سے معزول کر دیا تھا عمید الدولہ بن فخر الدولہ نے وزیر السلطنت نظام الملک کے دربار میں حاضر ہو کر معذرت کی چنانچہ نظام الملک اس سے راضی ہو گیا اور خلافت مآب سے اس کے قصور کی معافی اور دوبارہ عہدہ وزارت پر مقرر کیے جانے کی سفارش کی خلافت مآب نے عمید الدولہ کو قلمدان وزارت مرحمت فرمایا اور اس کے باپ کو بدستور معزول رکھا جیسا کہ اوپر خلفاء بغداد کے حالات کے ضمن میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

خلیفہ مقتدی کا سلطان کی لڑکی سے عقد: ۴۷۴ھ میں خلیفہ مقتدی نے فخر الدولہ (وزیر) کو سلطان ملک شاہ کے پاس اس کی بیٹی سے اپنی منگنی کرنے کو روانہ کیا چنانچہ فخر الدولہ' سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اصفہان پہنچا اور خلیفہ مقتدی کا پیام سلطان کو دیا سلطان نے اپنی بیٹی کا عقد خلافت مآب کے ساتھ پچاس ہزار دینار مہر مؤجل پر کر دیا فخر الدولہ بغداد کی طرف واپس ہوا۔

عمید الدولہ کی معزولی: پھر ۴۷۶ھ میں خلیفہ مقتدی نے فخر الدولہ کے بیٹے عمید الدولہ کو وزارت کے عہدہ سے معزول کر دیا۔[1] اتفاق یہ کہ جس دن عمید الدولہ معزول کیا گیا اسی دن سلطان اور نظام الملک کا خط بنو جہیر (عمید الدولہ وغیرہ) کی طلبی کا صادر ہوا چنانچہ بنو جہیر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سلطان کے پاس چلے گئے۔ سلطان بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا فخر الدولہ کو دیار بکر کی حکومت عطا کی اور فخر الدولہ کے ہمراہ ایک فوج دیار بکر کو بنو امروان کے قبضہ سے نکالنے کی غرض سے روانہ کی اور اس امر کی اجازت دی کہ "تم اس کے محاصل کو اپنے صرف میں لاؤ خطبہ میں اپنا نام داخل کر لو اور سکہ بھی اپنے نام کا مسکوک کراؤ" چنانچہ فخر الدولہ اس کروفر کے ساتھ شاہی لشکر لیے ہوئے دیار بکر کی طرف بڑھا۔

---

[1] فخر الدولہ کی معزولی کے بعد وزارت عظمیٰ ابوالفتح مظفر ابن رئیس الرؤسا کو مرحمت ہوئی۔ یہ محکمہ تعمیرات کا وزیر تھا۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۳

فخر الدولہ کا موصل پر قبضہ: ابن مروان والی دیار بکر کو اس کی خبر لگ گئی۔ گھبرا گیا۔ مسلم بن قریش سے امداد کی درخواست کی اور اس صلہ میں ایک خاص امر (آمد اکے دینے) کا اقرار کیا دونوں نے قسمیں کھائیں اور ابن جہیر سے جنگ کرنے پر متفق ہو گئے ابھی جنگ کا آغاز نہ ہوا تھا کہ سلطان نے ابن جہیر' ابن مروان سے مصالحت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ ارتق کو یہ امر شاق گزرا فوراً حملہ کر دیا لڑائی چھڑ گئی عربوں اور کردوں کو شکست ہوئی۔ ان کی لشکر گاہ لوٹ لی گئی۔ مسلم بن قریش کسی طرح جان بچا کر آمد پہنچا فتح مند گروہ نے تعاقب کیا اور چاروں طرف سے آمد کا محاصرہ کر لیا مسلم بن قریش نے اس امر کو محسوس کر کے اب میں گرفتار ہوا چاہتا ہوں امیر ارتق کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ سے جس قدر مال چاہو لے لو اور مجھے نکلنے کا راستہ دیدو امیر ارتق اس امر پر راضی ہو گیا کہ مسلم بن قریش آمد کو خیر باد کہہ کر رقہ کی طرف چلا گیا اور ابن جہیر نے میافارقین کا راستہ لیا۔ منصور بن مزید اور اس کا بیٹا صدقہ' ابن جہیر سے علیحدہ ہو کر خلاط کی جانب واپس ہوئے۔

سلطان کو جب اس امر کی اطلاع پہنچی کہ مسلم بن قریش کا آمد پر محاصرہ کر لیا گیا ہے تو اس نے عمید الدولہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ موصل سر کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اسی مہم میں عمید الدولہ کے ہمراہ اقسنقر قسیم الدولہ بھی تھا۔ جسے سلطان نے اس کے بعد حلب کی حکومت عنایت کی تھی۔ قصہ مختصر عمید الدولہ موصل کی جانب روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں امیر ارتق مل گیا وہ بھی عمید الدولہ کے ہمراہ موصل کی مہم پر واپس ہو گیا جس وقت شاہی لشکر موصل پہنچا۔ عمید الدولہ نے اہل موصل کے پاس صلح کی صورت میں انعامات اور عدم صلح کی صورت میں جنگ کا پیام بھیجا۔ اہل موصل نے اپنی ناکامی کا یقین کر کے مصالحت کے ساتھ شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور اطاعت قبول کر لی۔

مسلم بن قریش کی اطاعت: سلطان بنفس نفیس اپنا لشکر ظفر پیکر لیے ہوئے مسلم بن قریش کے مقبوضات کی طرف بڑھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلم بن قریش کو محاصرہ سے نجات مل گئی تھی اور وہ رحبہ کے متصل مقیم تھا سلطان نے چھیڑ چھاڑ مناسب نہ سمجھی۔ مؤید الملک بن نظام الملک کو خط دے کر مسلم بن قریش کے پاس بھیجا۔ مسلم نے شاہی خط کو سر اور آنکھوں سے لگایا اور وفد لے کر مقام بوازیج میں دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اسے خلعت خوشنودی سے سرفراز فرمایا اور اسے اس کے مقبوضات پر بحال رکھا اور خود اپنے بھائی تکش سے جنگ کرنے کے لیے (خراسان کی طرف) روانہ ہوا جس کا ذکر آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں۔

فتح انطاکیہ: سلیمان بن قطلمش بن اسرائیل بن سلجوق والی قونیہ واقصرا نے بلاد روم سے ملک شام کو تباہ و برباد کرنے کی غرض سے قدم بڑھایا۔ ۳۵۸ھ سے انطاکیہ رومی بادشاہ کے قبضہ میں تھا فردروس نامی عیسائی بادشاہ اس کا حکمران تھا۔ فردوروس کا اخلاق اچھا نہ تھا۔ نہایت درجہ کا ظالم اور بداطوار تھا۔ رعایا اور لشکری اس سے نالاں تھے اپنے لڑکے کو بھی قید کر دیا تھا اس نے افسر اعلیٰ پولیس سے جو فردوروس کی طرف سے انطاکیہ کی حفاظت پر مامور تھا ساز باز پیدا کیا۔ چنانچہ دونوں نے متفق ہو کر ۷۷ھ میں سلیمان بن قطلمش کو انطاکیہ پر قبضہ کر لینے کے لیے بلا بھیجا۔ سلیمان تین ہزار سواروں اور بہت

---

[1] دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۹

سے پیادوں کے ساتھ دریا کے راستے انطاکیہ کی طرف روانہ ہوا۔ دریا کا سفر طے کر کے خشکی پر اترا۔ دشوار گزار راستوں اور پہاڑی دروں سے گزرتا ہوا شہر پناہ انطاکیہ تک پہنچ گیا۔ افسر اعلیٰ پولیس انطاکیہ نے موقع دے دیا سلیمان کے سپاہی سیڑھیاں لگا کر شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور شہر میں داخل ہو کر قتل و خونریزی کا بازار گرم کر دیا تھوڑی دیر تک اہل شہر نے مقابلہ کیا بالآخر انہیں شکست ہوئی۔ ایک بڑی جماعت ماری گئی اور باقی ماندہ لوگوں کا سلیمان نے قصور معاف کر دیا۔ قلعہ اور شہر پر قابض ہو گیا بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد اہل انطاکیہ کے ساتھ بہ حسن سلوک پیش آیا اور دوران جنگ قلعہ اور شہر کا جتنا حصہ خراب اور مسمار ہو گیا تھا اس کی تعمیر کا حکم صادر کیا۔ سلطان ملک شاہ کی خدمت میں فتح کا بشارت نامہ روانہ کیا۔

قتل مسلم بن قریش: انطاکیہ فتح ہونے کے بعد مسلم بن قریش والی حلب نے سلیمان بن قطلمش کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے اس مال کا مطالبہ کیا جو فردوروس عیسائی بادشاہ انطاکیہ مسلم بن قریش کو سالانہ بطور جزیہ ادا کیا کرتا تھا اور عدم ادائیگی کی صورت میں سلطان کی شاہی قوت واقتدار کی دھمکی دی۔ سلیمان نے جواب دیا ''سلطان کی اطاعت میرا شعار ہے خطبہ میں بھی اسی کا نام ہے سکہ پر بھی اسی کا نام مسکوک ہے باقی رہا سالانہ خراج جو فردوروس دیتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کافر تھا اور میں بفضلہ تعالیٰ مسلم ہوں اور مسلم جزیہ اور خراج نہیں دیتا۔'' مسلم بن قریش کو اس جواب سے ناراضگی پیدا ہوئی فوجیں مرتب کر کے اطراف انطاکیہ کی طرف بڑھا اور غارت گری شروع کر دی۔ سلیمان نے بھی یہ رنگ دیکھ کر حلب پر یلغار کر دی اور اس کے قرب وجوار کو لوٹ لیا۔

اس کے بعد مسلم بن قریش عرب اور ترکمانوں کو جمع کر کے انطاکیہ کو سر کرنے کے لیے روانہ ہوا اس مہم میں مسلم بن قریش کے ہمراہ نامی گرامی ترکمانی سردار تھے انہی میں جق امیر ترکمان تھا سلیمان بن قطلمش نے بھی فوجیں فراہم کیں اور انطاکیہ کی حفاظت پر کمر باندھ کر میدان جنگ میں آ گیا۔ آخر ماہ صفر ۴۷۸ھ میں انطاکیہ کے باہر ایک کھلے میدان میں فریقین نے صف آرائی کی۔ اثنائے جنگ میں جق امیر ترکمان سلیمان بن قطلمش سے مل گیا۔ اس سے مسلم کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی عرب شکست کھا کر بھاگ نکلے اسی پکڑ دھکڑ میں مسلم بن قریش مارا گیا۔

سلیمان بن قطلمش کا محاصرہ حلب: مسلم بن قریش کے قتل کے بعد سلیمان نے حلب کا محاصرہ کیا۔ اہل حلب نے قلعہ بندی کر لی۔ ابن حُتیتی عباسی سردار حلب نے سلیمان بن قطلمش کی خدمت میں تحائف اور نذرانے بھیجے اور یہ درخواست کی کہ مجھے چند روز کی مہلت دیجئے تا کہ میں سلطان ملک شاہ سے خط و کتابت کر لوں ''اگر وہ اجازت دیدیں گے تو میں حلب کو آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ سلیمان اس فریب میں آ گیا اور ابن حتیتی نے تاج الدولہ تتش سے سازش کر لی اور اسے حلب پر قبضہ کر لینے کے لیے بلا بھیجا۔ چنانچہ تتش حلب پر قبضہ کرنے کے لیے آیا۔ امیر ارسوس[1] ایک بھی اس کے ہمراہ تھا۔ امیر ارسوس نے کوئی امر خلاف مزاج سلطان ملک شاہ سرزد ہو گیا تھا جس سے اسے اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا

---

[1] کتابت کی غلطی ہے ارسوس نام نہ تھا بلکہ ارتق نام تھا۔ یہ وہی ہے جس نے معرکہ آمد میں شرف الدولہ مسلم بن قریش کو نکل جانے دیا تھا۔ یہی امر سلطان ملک شاہ کے مزاج کے خلاف ہوا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۹۔

تھا۔ اس وجہ سے تاج الدولہ تتش کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ گزیں ہوا تھا۔ تتش نے اسے بیت المقدس کی حکومت پر مامور کیا۔ اسی تعلق سے امیر ارتق اس مہم میں تاج الدولہ کے ساتھ آیا تھا۔

تتش کا حلب پر قبضہ: سلیمان کو اس کی خبر لگی تو اس نے تتش کی روک تھام کی غرض سے لشکر مرتب کیا اور خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا۔ امیر ارتق نے اس لڑائی میں بہت بڑے بڑے نمایاں کام کیے گی بار رزمہ میں آیا۔ آخر کار سلیمان کو شکست ہوئی یہ خنجر سے خود اپنا گلا کاٹ کر مر گیا تتش نے اس کے لشکر گاہ اور کیمپ کو لوٹ لیا۔ جنگ سے فارغ ہو کر ابن حتیتی سے حلب سپرد کرنے کا مطالبہ کیا ابن حتیتی نے جواب دیا ''ذرا صبر کیجئے میں سلطان ملک شاہ سے مشورہ کر لوں' اگر اجازت دیں گے تو میں بلا کسی عذر شہر پر آپ کو قبضہ دیدوں گا'' تتش نے صاف جواب پا کر شہر پر محاصرہ کر دیا ابن حتیتی نے نہایت مستعدی اور ہوشیاری سے قلعہ بندی کر لی اتفاق یہ کہ اہل شہر میں سے بعض لوگوں نے تتش سے سازش کر لی اور تتش کو شہر میں داخل ہونے کا موقع دیدیا چنانچہ تتش نے شہر پر قبضہ کر لیا ابن حتیتی نے امیر ارتق کے پاس جا کر پناہ لی امیر ارتق نے اسے امان دی اور بحفاظت تمام اپنے پاس رکھا۔

فخر الدولہ کا آمد پر قبضہ: ۴۷۸ھ میں ابن جہیر (فخر الدولہ) نے اپنے بیٹے زعیم الرؤسا ابوالقاسم کو آمد کا محاصرہ کرنے کے لیے بھیجا جناح الدولہ سالار بھی اس مہم میں شریک تھا۔ زعیم الرؤسا نے آمد پر محاصرہ ڈال دیا۔ اس کے گرد و نواح کے بار آور درختوں کو کاٹ ڈالا۔ کھیتوں کو برباد کر دیا۔ اہل آمد جھوکوں مرنے لگے مگر اس پر بھی اہل آمد کی پیشانی پر شکن نہ آئی۔ مقابلہ پر اڑے رہے اس اثناء میں عوام الناس میں سے ایک شخص نے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ کر سلطانی شعار کی ندا کر دی۔ چونکہ عوام الناس عیسائیوں کے افسروں سے تنگ آ گئے تھے اس کے پاس جمع ہو گئے' ہلڑ مچ گیا' زعیم الرؤسا کو موقع مل گیا۔ شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۴۷۸ھ کا ہے۔

میافارقین کی مہم: انہی دنوں زعیم الدولہ کا باپ فخر الدولہ' میافارقین کا محاصرہ کیے ہوئے تھا کوہر آئین شحنہ بغداد ایک تازہ دم فوج لیے ہوئے اس کی کمک پر آ گیا جس سے فخر الدولہ کی قوت بڑھ گئی۔ حصار میں سختی شروع کر دی ۶ جمادی الآخر کو شہر پناہ کا پتھر کا ایک بڑا ٹکڑا گر پڑا۔ اہل شہر نے گھبرا کر شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا فخر الدولہ نے شہر اور ابن مروان کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا مال و اسباب کو اپنے بیٹے زعیم الرؤساء کی معرفت سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔ زعیم الرؤساء کوہر آئین کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوا رفتہ رفتہ دونوں بغداد پہنچے۔ کوہر آئین تو بغداد میں رہ گیا اور زعیم الرؤساء بغداد سے روانہ ہو کر سلطان کی خدمت میں اصفہان پہنچا۔

فتح جزیرۃ ابن عمر: مہم میافارقین کے ختم ہونے پر فخر الدولہ نے ایک بڑی فوج جزیرہ ابن عمر کو سر کرنے کے لیے بھیجی۔ جزیرہ ابن عمر اس وقت تک مروان کے قبضہ و تصرف میں تھا فخر الدولہ کی فوج نے جزیرہ ابن عمر پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ لڑائی چھڑ گئی اہل شہر میں سے بعضوں نے سلطان ملک شاہ کی اطاعت قبول کر لی اور شہر پناہ کے اس دروازے کو جو ان کے قریب تھا کھول دیا۔ فخر الدولہ کا لشکر گھس پڑا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ جزیرہ ابن عمر کے فتح ہو جانے سے دیار بکر سے بنو مروان کی

حکومت ختم ہوگئی۔ والبقاء اللہ وحدہٗ۔

اس کے بعد سلطان ملک شاہ نے دیار بکر کو فخر الدولہ بن جہیر سے لے لیا۔ فخر الدولہ موصل چلا گیا اور وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ ۴۸۳ھ میں اس دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔

سلطان ملک شاہ اور ابن حتیتی: جس وقت تاج الدولہ تتش نے شہر حلب پر قبضہ کیا تھا ان دنوں سالم بن ملک بن مروان برادر عم زاد مسلم بن قریش حلب میں تھا۔ شہر فتح ہوگیا تھا لیکن قلعہ حلب اسی کے قبضہ میں تھا تتش قلعہ کا بھی سترہ دن تک محاصرہ کیے رہا۔ یہاں تک کہ سلطان ملک شاہ کے بھائی کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ ابن حتیتی نے جس وقت کہ اسے تتش کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا تھا سلطان ملک شاہ کو لکھ بھیجا تھا کہ آپ تشریف لائیں میں حلب پر قبضہ دے دوں گا۔

سلطان ملک شاہ کا حلب پر قبضہ: اس بنا پر سلطان ملک شاہ نے ماہ جمادی الآخر ۴۷۹ھ میں اصفہان سے حلب کی طرف کوچ کیا مقدمۃ الجیش پر برسق اور بدران وغیرہ نامی گرامی سردار تھے۔ ماہ رجب میں موصل پہنچا موصل سے روانہ ہوکر حران میں وارد ہوا۔ ابن شاہی والی حران نے شہر مذکور مان سلطان کے حوالہ کر دیا سلطان نے محمد بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو مرحمت فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی رحبہ اور اس کے مضافات سروج' رقہ اور خابور کی بھی اسے حکومت دی اور اپنی بہن زلیخا خاتون سے اس کا عقد کر دیا اس کے بعد الرہا کی طرف بڑھا اور اسے رومیوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ رومیوں نے اسے ابن عطیہ سے خرید لیا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ الرہا کو سر کرنے قلعہ جعبر پہنچا اور اسے بھی بزور تیغ فتح کر لیا۔ جس قدر بنو قشیر وہاں تھے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان دنوں اس قلعہ کا ایک شخص جعفر نامی نابینا والی تھا' اس کے دو بیٹے تھے۔ یہ لوگ دن دہاڑے مسافروں کو لوٹ لیتے تھے۔ ہر آنے جانے والے کو ان سے خطرہ لاحق تھا۔ سلطان نے اس قلعہ کو فتح کر کے ان کی تکلیف دہی اور ضرر رسانی سے عوام الناس کو بچا لیا۔ جعبر کے بعد منبج فتح کیا اور دریائے فرات کو حلب کی طرف سے عبور کیا۔ تتش نے سلطان کی آمد کی خبر پا کر مع امیر ارتق شہر حلب سے کوچ کر دیا اور میدانوں کے نشیب و فراز طے کرتا ہوا دمشق پہنچا۔ سلطان نے پہلے شہر حلب پر قبضہ کیا اس کے بعد قلعہ حلب سالم بن ملک سے لے لیا۔ اور اس کی جگہ قلعہ جعبر عنایت کیا اس وقت سے قلعہ جعبر' سالم کی اولاد کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ سلطان نور الدین محمود زنگی شہید نے قلعہ جعبر کو سالم کی اولاد سے لے لیا۔

امارت حلب پر اقسنقر کا تقرر: اس کے بعد نصر بن منقذ کنانی والی شیزر کا عریضہ سلطان کی خدمت میں آیا جس میں اس نے اپنی اطاعت کا اظہار کیا تھا اور اس نے لاذکیہ' کفر طاب اور فامیہ کو سلطان کے حوالہ کر دیا۔ سلطان نے نصر کو ان شہروں کی حکومت پر بدستور قائم رکھا اور شیزر کا ارادہ ترک کر دیا۔ حلب پر قبضہ کرنے کے بعد قسیم الدولہ اقسنقر کو حکومت حلب پر مامور کیا۔ اہل حلب نے اقسنقر سے ابن حتیتی کو نکال دینے کی درخواست کی چنانچہ اقسنقر نے اسے حلب سے دیار بکر بھیج دیا اور وہیں اس نے وفات پائی۔

سلطان ملک شاہ کی مراجعت بغداد سلطان ملک شاہ ان مہمات سے فارغ ہو کر دارالخلافت بغداد کی جانب واپس ہوا سنہ مذکور کے ماہ ذی الحجہ میں بغداد پہنچا۔ دارالمملکت میں فروکش ہوا خلافت مآب کی خدمت میں بہت سے تحائف اور نذرانے پیش کیے۔ شب میں خلافت مآب کے دربار خاص میں باریاب ہوا۔ دن کو مجلس عام میں شرف نیاز حاصل کیا خلافت مآب نے سلطان کو خلعت عنایت کیا۔ اس کے بعد امراء سلجوقیہ اور نظام الملک وزیر السلطنت خلافت مآب کی دست بوسی کے لیے پیش کیے گئے۔ ایک ایک خلافت مآب کے حضور میں پیش ہوتا تھا اور نظام الملک خلیفہ کو ان سے متعارف کرا تا جاتا تھا اس کے بعد خلافت مآب نے سلطان کو عنان حکومت تفویض کی عدل وانصاف کرنے کی ہدایت کی۔ سلطان نے خلافت مآب کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا اور بسر و چشم ان کی ہدایتوں کو قبول کیا اسی سلسلہ میں خلافت مآب نے وزیر السلطنت نظام الملک کو بھی خلعت سے سرفراز کیا دربار عام برخاست ہوا۔ نظام الملک اپنے مدرسہ نظامیہ میں آیا۔ حدیث شریف کی سماعت کی اور چند احادیث لکھیں۔

بنت سلطان ملک شاہ کی رخصتی ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ خلیفہ مقتدی کا سلطان کی دختر نیک اختر کے ساتھ ۴۷۴ھ میں وزیر السلطنت فخر الدولہ کے ذریعہ سے عقد ہو گیا تھا۔ محرم ۴۸۰ھ میں رخصتی ہوئی سامان جہیز ایک سو تین اونٹ چوہتر خچر پر بار کر کے دارالخلافت کی طرف روانہ کیا گیا۔ اونٹوں پر دیبائے رومی کی جھولیں تھیں جن پر طلائی اور نقرئی (سنہرا اور روپہلا) کام کیا ہوا تھا۔ خچروں پر دیبائے رومی کی جھولیں تھیں۔ سب کی گردنوں میں طلائی اور نقرائی حمیلیں اور گھنٹیاں لٹک رہی تھیں۔ لگامیں بھی سونے اور چاندی کی تھیں۔ تین عماریاں تھیں چھ اونٹوں پر بارہ صندوق چاندی کے لدے تھے جن میں ایک سے ایک قیمتی جواہرات اور زیورات بھرے ہوئے تھے ایک بہت بڑا فرش سنہرا یا سونے کا تھا۔ اس ساز و سامان کے آگے آگے سعد الدولہ گوہر آئین اور امیر ارتق وغیرہ نامی گرامی امراء تھے پبلک اشرفیاں اور روپے ان پر نثار کر رہی تھی۔ خلافت مآب نے بھی بڑے ساز و سامان سے رخصتی کرانے کے لیے اپنے وزیر ابو شجاع کو سلطان ملک شاہ کی بیوی ترکمان خاتون کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ ظفر خادم ایک قیمتی محافہ لیے ہوئے ہمراہ تھی۔ جسے زمانہ کی آنکھوں نے نہ دیکھا تھا۔ تین سو شمعیں موکبیہ[1] اور اسی قدر مشعلیں آگے آگے تھیں۔ حریم خلافت میں کوئی کمرہ ایسا نہ تھا کہ جس میں شمعیں روشن نہ کی گئی ہوں۔

وزیر السلطنت ابو شجاع نے ترکمان خاتون کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ سیدنا امیر المومنین خلافت مآب ارشاد فرماتے ہیں کہ ﴿ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا﴾ (ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ تم لوگ جن کی امانتیں ہیں ان کو سپرد کر دو) اب وہ وقت آ گیا ہے کہ خلافت مآب کی امانت دارالخلافت میں بھیج دی جائے (یعنی رخصتی کر دی جائے) ترکمان خاتون نے کہا میں بسر و چشم اسے منظور کرتی ہوں۔ چنانچہ سلطان کی لڑکی کی رخصتی کی گئی۔ آگے آگے سرداران دولت تھے ہر سردار کے ساتھ بکثرت شمعیں اور مشعلیں تھیں جنہیں سوار لیے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے خاتون پالکی میں تھیں جو سونے کی بنی ہوئی تھی۔ جواہرات کی جھالریں لگی تھیں پالکی کے ارد گرد دو سو ترکی

[1] وہ شمعیں جن کو سوار لے کر چلتے ہیں۔

لونڈیاں زرق برق پوشاکیں زیب تن کیے گھوڑوں پر سوار تھیں۔

رخصتی کے دوسرے دن خلافت مآب نے دعوت ولیمہ کی۔ تمام سرداران لشکر امراء دولت اور شہر کے روساء دستر خوان پر حاضر تھے۔ چالیس ہزار من صرف چینی خرچ ہوئی۔ اس سے اور مصارف کا اندازہ کرنا چاہیے۔ دعوت ولیمہ کے بعد خلافت مآب نے سرداران لشکر اور تمام حاشیہ نشینوں کو خلعت عنایت کیے۔

سلطان ملک شاہ کا سمرقند پر قبضہ: ان دنوں سمرقند کا والی خاندان خانیہ سے احمد خان بن خضر خان تھا جو شمس الملک کا بھائی ہوتا تھا یہ شمس الملک وہی ہے جو اس سے پہلے سمرقند کا حکمران تھا۔ اس کی پھوپھی' سلطان ملک شاہ کی بیوی تھی۔ احمد خان نہایت ظالم اور بداخلاق تھا۔ اہل سمرقند نے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں وفد بھیجا کہ حکومت سمرقند کو آپ اپنے علم حکومت کے سایہ میں لے لیجئے یہ وفد احمد خان سے چھپ کر آیا تھا۔ اس وفد کا سردار فقیہ ابوطاہر شافعی تھا سمرقند سے یہ وفد حج کا اظہار کر کے روانہ ہوا تھا چنانچہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اہل سمرقند کا پیام پہنچایا سلطان نے ۴۸۲ھ میں سمرقند کے ارادے سے اصفہان سے کوچ کیا۔ اتفاق سے اس مہم میں رومی بادشاہ کا ایلچی بھی تھا۔ یہ رومی بادشاہ کی طرف سے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں خراج لے کر حاضر ہوا تھا۔ نظام الملک وزیر السلطنت نے اسے بھی اپنی رکاب میں لے لیا اور اس کامیابی میں یہ ایلچی شریک ہوا خراسان پہنچ کر شاہی لشکر مرتب کیا گیا۔ بے انتہا فوج کے ساتھ سلطان ملک شاہ نے نہر کو عبور کیا۔ اثناء راہ میں جتنے شہر ملے سب کو فتح کرتا گیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا بخارا پہنچا۔ اس پر اور اس کے گردونواح کے تمام شہروں پر قبضہ کر کے سمرقند پہنچ گیا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ شہر پناہ کے برجوں کو توڑنے کی غرض سے کوہ شکن منجنیقیں نصب کرائیں۔ لڑائی چھڑ گئی۔ رات دن شہر پناہ کی دیواروں اور برجوں پر سنگ باری ہونے لگی۔ آخر کار ایک طرف کی شہر پناہ کی دیوار ٹوٹ گئی۔ شاہی لشکر نے اسی طرف سے شہر میں گھس کر قبضہ کر لیا۔

والی کاشغر کی اطاعت: احمد خان روپوش ہو گیا لیکن ایک ترکی سپاہی گرفتار کر لایا۔ سلطان ملک شاہ نے اسے رہا کر کے اصفہان بھیج دیا اور سمرقند کی حکومت پر سرداران خوارزم میں سے ابوطاہر کو مامور کر کے کاشغر کی طرف بڑھا۔ رفتہ رفتہ شہر یوز کند پہنچا اور والی کاشغر کے پاس یہ پیام بھیجا'' کہ اگر تم میرے نام کا خطبہ اور سکہ اپنے مقبوضات میں جاری کر دو اور میری حکومت کی اطاعت قبول کر لو تو میں تمہارے ملک سے متعارض نہ ہوں گا'' والی کاشغر نے یہ سن کر اطاعت قبول کر لی۔ دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کی عزت کی' خلعت دیا اور اسے اس کے مقبوضات پر بدستور بحال رکھا۔ اس کے بعد سلطان خراسان کی جانب واپس ہوا۔

سردار حکلیہ عین الدولہ کی بغاوت: سمرقند میں فوجیوں کا ایک گروہ حکلیہ نامی رہتا تھا۔ نہایت سرکش اور باغی تھا۔ اس نے ابوطاہر پر جو کہ سلطان کی طرف سے سمرقند کا حاکم تھا' یورش کی۔ ابوطاہر نے بہ نرمی و ملاطفت انہیں روکنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ ابوطاہر نے جب ان کا رنگ اچھا نہ دیکھا تو سمرقند کو خیر باد کہہ کر خوارزم چلا گیا۔ سمرقند میں افواج حکلیہ کا سردار عین الدولہ نامی ایک شخص تھا۔ علم بغاوت بلند کرنے کے بعد اسے سلطانی سطوت سے خوف و خطرہ پیدا ہوا۔ یعقوب تکین برادر والی کاشغر سے خط و کتابت کی اور اسے سمرقند بلا کر قبضہ دے دیا۔ یعقوب نے شکر گذاری کے ساتھ

سمرقند پر قبضہ کر لیا اور اس کے چند روز بعد ان لوگوں کو جو عین الدولہ سے عداوت رکھتے تھے اس کے خلاف ابھار دیا۔ ان لوگوں نے اپنے اعزہ و اقارب کے خون کا دعویٰ کیا۔ یعقوب نے فقہاء سے استفتاء کیا۔ فقہاء نے عین الدولہ کے قتل کا فتویٰ دیدیا یعقوب عین الدولہ کو قتل کر کے سمرقند کا خود سر حاکم بن گیا۔

سلطان ملک شاہ کی دوبارہ تسخیر سمرقند: ان واقعات کی اطلاع بارگاہ سلطانی میں ہوئی۔ سلطان یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا ۴۸۲ھ میں فوجیں آراستہ کر کے سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ جب مرکب ہمایوں بخارا پہنچا تو یعقوب سمرقند چھوڑ کر فرغانہ کی طرف بھاگا اور وہاں سے کاشغر کا راستہ لیا اس کی فوج کی ایک جماعت علم شاہی کی مطیع ہو کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ چنانچہ مقام طواویس (بخارا کے ایک گاؤں) میں باریابی کا شرف حاصل کیا سلطان ملک شاہ نے سمرقند پر قبضہ کر کے امیر انز کو اس کا والی مقرر کیا۔ یعقوب کی گرفتاری اور تعاقب میں فوجیں بھیجیں بادشاہ کاشغر کو بھی یعقوب کی جستجو کرنے کے لیے لکھا۔ اتفاق یہ کہ یعقوب کے لشکر میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ لشکر نے اس کے خزانہ کو لوٹ لیا۔ یعقوب بحال پریشان اپنی جان بچا کر بھاگا۔ اپنے بھائی کے پاس کاشغر میں جا کر پناہ لی اس کی خبر سلطان ملک شاہ کو ہو گئی۔ بادشاہ کاشغر کو لکھ بھیجا کہ ''یعقوب بائی کو فوراً بھیج دو'' بادشاہ کاشغر کو سخت تردد کا سامنا ہوا۔

یعقوب تکین کا انجام: سلطان ملک شاہ کا خوف بھی اپنی ڈراؤنی صورت دکھا رہا تھا۔ بھائی کی محبت بھی دل میں جوش کر رہی تھی۔ آخر کار خوف غالب آ گیا۔ اپنے بھائی یعقوب کو گرفتار کر کے اپنے لڑکے اور چند مصاحبوں کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ اثناء راہ میں یعقوب کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دینا۔ اگر سلطان ملک شاہ کا غصہ اس سے فرو ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ اسے سلطان ملک شاہ کے حوالہ کر دینا۔ جب یہ لوگ سلطانی لشکر گاہ کے قریب پہنچے اور یعقوب کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیرنا چاہا تو انہیں یہ خبر لگی کہ طغرل بن ینال نے لاتعداد فوج سے کاشغر پر حملہ کیا ہے اور بادشاہ کاشغر کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس خبر کو سن کر وہ لوگ بدحواس ہو گئے اور یعقوب کو چھوڑ دیا۔

سلطان ملک شاہ اور طغرل بن ینال کے دوستانہ مراسم: اس واقعہ کی اطلاع سلطان ملک شاہ کو ہوئی سلطان کو بھی طغرل بن ینال کی کثرت فوج سے خطرہ پیدا ہوا۔ اپنے مقبوضات کو بچانے کی غرض سے واپس ہوا۔ تاج الملک کو یعقوب سے مراسم دوستانہ پیدا کرنے پر مامور کیا۔ تاج الملک نے اس خدمت کو جیسا کہ چاہیے تھا انجام دیا۔ سلطان ملک شاہ اور یعقوب کے جب باہم دوستانہ مراسم ہو گئے تو اسے فوجیں دے کر طغرل بن ینال کے مقابلہ پر کاشغر روانہ کیا۔ طغرل نے یہ سن کر کاشغر سے کوچ کر دیا اور سلطان ملک شاہ خراسان کی جانب واپس ہوا۔ دوبارہ ۴۸۴ھ میں دارالخلافت بغداد وارد ہوا۔ اس کی آمد کی خبر پا کر اس کا بھائی تاج الدولہ تتش والی شام قسیم الدولہ اقسنقر والی حلب بوزان والی الرہا اور مختلف صوبجات کے بہت سے حکمران دارالخلافت بغداد میں حاضر ہوئے۔ سلطان ملک شاہ نے بڑی دھوم سے محفل میلاد منعقد کی جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی۔ اس مرتبہ اپنے وزیر السلطنت اور دوسرے ارکین دولت کو حکم دیا کہ اپنی اپنی سکونت کے لیے دارالخلافت بغداد میں مکانات بنوالو۔ چنانچہ مکانات کی تعمیر شروع ہو گئی۔ چند روز قیام

کر کے اصفہان کی طرف واپس ہوا۔

تتش کی حمص پر فوج کشی جب سلطان دوبارہ ۴۸۴ھ میں دارالخلافت بغداد آیا اور امراء شام وفد ہو کر دربار شاہی میں حاضر ہوئے جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے اپنے ممالک مقبوضہ کی جانب واپس ہوئے تو سلطان نے اپنے بھائی تاج الدولہ تتش کو حکم دیا کہ شامی ساحل پر یلغار کر کے اسے دولت علویہ کے قبضہ سے نکال لو۔ اقسنقر اور بوزان کو تتش کی امداد کی ہدایت کی۔ جب تتش دمشق واپس آیا تو فوجوں کو آراستہ کر کے حمص پر چڑھائی کر دی۔ ان دنوں حمص میں ابن ملاعب حکومت کر رہا تھا۔ یہ نہایت ظالم اور بداخلاق شخص تھا۔ جیسا یہ خود تھا ویسے ہی اس کے لڑکے ظلم وایذا رسانی میں طاق تھے رعایا کو اس سے سخت تکلیف تھی۔ تتش نے حمص پر پہنچ کر بزور تیغ فتح کر کے قلعہ عرقہ کی جانب بڑھا وہ بھی ایک سخت لڑائی کے بعد فتح ہوا اس کے بعد قلعہ افامیہ کا محاصرہ کیا حاکم قلعہ خلیفہ مصری کا ایک خادم تھا۔ اس نے خداداد قوت سے مقابلہ مناسب نہ سمجھا امان کی درخواست کی اور قلعہ کی کنجیاں تتش کے حوالہ کر دیں۔

طرابلس کی مہم تتش نے اسے بھی مسخر کر کے طرابلس پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ والی طرابلس میں مدافعت کی طاقت نہ تھی۔ ساز باز سے کام نکالنے کی کوشش کی۔ تتش کے ہمراہی امراء کے پاس مصالحت کرا دینے کا پیغام بھیجا اور اس معاوضہ میں زر کثیر دینے کا وعدہ کیا۔ ان لوگوں نے سختی سے انکاری جواب دیا۔ تب والی طرابلس نے اقسنقر کے وزیر کو بلایا۔ تیس ہزار دینار نقد کی تھیلیاں پیش کیں اور اسی قدر یا اس سے زیادہ قیمت کے تحائف اور نذرانے دیئے اس نے اپنے آقا اقسنقر کو والی طرابلس سے صلح کر لینے پر آمادہ کر لیا۔ اقسنقر اور تتش نے والی طرابلس سے مصالحت کرنے پر بحث و تکرار ہو گئی۔ سخت کلامی کی نوبت پہنچ گئی۔ اقسنقر اپنی فوجوں کے ساتھ کوچ کر گیا۔ باقی ماندہ امراء بھی بہ مجبوری واپس ہوئے۔ غرض کہ والی طرابلس کا کام بن گیا اور سلطان ملک شاہ کی مجوزہ اسکیم پوری نہ ہوئی۔

ملک شاہ کا یمن پر قبضہ دارالخلافت بغداد میں ان امراء میں سے جو دربار شاہی میں وفد ہو کر آئے تھے عثمان بن امیر ترکمان والی قرمسین بھی تھا۔ سلطان ملک شاہ نے اسے حجاز اور یمن کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ سعد الدولہ گوہر آئین افسر پولیس بغداد کو اس مہم کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ سعد الدولہ نے ترشک نامی ایک شخص کو اس فوج کی کمان دی۔ چنانچہ ترشک نے حجاز پر یلغار کیا اور اس پر قابض ہو گیا قبضہ کرنے کے بعد ترشک نے بدعملی شروع کر دی۔ فوجی بھی اس کی دیکھا دیکھی برے افعال میں مبتلا ہو گئے۔ امیر حجاز محمد بن ہاشم ان لوگوں کی زیادتیوں اور ظلم کی شکایت لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوا اور اس کے بعد ترشک نے ۴۸۵ھ میں یمن پر دھاوا کیا اس کے گردونواح کو تاخت و تاراج کر کے عدن پر بھی قابض ہو گیا۔ یہاں بھی ان لوگوں نے وہی حرکات کیں۔ عدن پر قبضہ کرنے کے ساتویں دن ترشک مر گیا۔ اس کے ہمراہی اسے دارالخلافت بغداد اٹھا لائے اور دفن کر دیا۔

نظام الملک طوسی کا قتل ۴۸۵ھ میں سلطان ملک شاہ دارالخلافت بغداد کی جانب واپس ہو رہا تھا۔ ماہ رمضان میں اصفہان پہنچا وزیر السلطنت نظام الملک افطار کے بعد اپنے خیمہ سے نکل کر اپنے حرم سرا میں جا رہا تھا۔ ایک باطنی فریادی

صورت بنائے سامنے آ گیا۔ وزیر السلطنت جوں ہی اس کی فریاد سننے کو اس کے قریب گیا۔ باطنی بنے وزیر السلطنت کے پیٹ میں خنجر بھونک دیا اور بھاگا خیمہ کی طناب میں الجھ کر گر پڑا گرفتار کر لیا گیا اور اسی وقت مار ڈالا گیا۔ نظام الملک کو اس کے خیمہ میں اٹھا لائے۔ زخم کاری لگا تھا جانبر نہ ہو سکا اور جان بحق ہو گیا۔ تیس سال سلطان ملک شاہ کی وزارت کی اس واقعہ سے فوج میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی سلطان ملک شاہ اس واقعہ کو سن کر وزیر السلطنت کے خیمہ کی طرف آیا۔ اسے دیکھ کر لوگوں کا جوش فرو ہو گیا۔

چونکہ عنان حکومت نظام الملک کے قبضہ اقتدار میں تھی سارے احکام اس کے اور اس کے لڑکوں کے نافذ ہوتے تھے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سلطان ملک شاہ نے باطنی قاتل کو نظام الملک کے قتل پر مامور کیا تھا۔

جمال الملک کا قتل: سلطان ملک شاہ کے اشارہ و حکم سے جمال الملک بن نظام الملک ۴۷۵ھ میں مارا گیا تھا جس کا سبب یہ تھا کہ سلطان ملک شاہ کے ایک خواص کی شکایت جمال الملک سے کی گئی۔ جمال الملک نے اسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ سلطان ملک شاہ کو اس سے برہمی پیدا ہوئی۔ عمید خراسان کو حکم دیا کہ اگر تجھے اپنا سر عزیز ہے تو جمال الملک کا سر کسی حیلہ سے اتار لے۔ عمید خراسان اس حکم کو سن کر حواس باختہ ہو گیا۔ لیکن چارہ کار کچھ نہ تھا۔ ترساں اور خائف باہر آیا۔ تدبیریں کرنے لگا۔ آخر کار جمال الملک کے خادم کو ملایا اور اس نے جمال الملک کو زہر دے کر مار ڈالا۔ عمید خراسان نے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعمیل حکم کی رپورٹ پیش کی۔ اسی وقت سلطان ملک شاہ نظام الملک کے پاس گیا۔ جمال الملک کے مرنے کی خبر دی اور تعزیت کی۔

عثمان بن جمال الملک اور کردن: قصہ مختصر سلطان ملک شاہ کا دل نظام الملک اور اس کی اولاد کی طرف سے میلا ہوتا گیا اور لگانے بجھانے والے لگاتے بجھاتے رہے۔ یہاں تک کہ نظام الملک کا پوتا عثمان بن جمال الملک مرو کا والی مقرر کیا گیا۔ سلطان ملک شاہ نے کسی ضرورت سے کردن افسر پولیس کو عثمان کے پاس بھیجا' کردن کی عزت سلطان ملک شاہ کی آنکھوں میں بہت زیادہ تھی اور یہ اس کے جاسوسوں اور امراء میں ایک سربر آوردہ شخص تھا اتفاق یہ کہ اس کی عثمان سے چل گئی عثمان کو اپنے دادا نظام پر غرہ تھا سلطان ملک شاہ کا کچھ خیال نہ کیا کردن کو ذلیل کر کے جیل میں ڈال دیا چند روز بعد رہا کر دیا۔ کردن بحال پریشان سلطان ملک شاہ کی خدمت میں پہنچا۔ عثمان کی زیادتیوں کی شکایت کی۔

سلطان ملک شاہ اور نظام الملک طوسی: سلطان ملک شاہ کا غصہ اس سے بھڑک اٹھا۔ فخر الملک' الب ارسلان اور تاج الدولہ وغیرہ امراء دولت کو نظام الملک کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا "اگر تم میرے مطیع اور میرے وزیر ہو تو اپنی حد اور مرتبہ پر رہو اور اگر میری حکومت میں شریک و سہیم ہو تو جو تمہاری سمجھ میں آئے اس پر عمل کرو۔ تمہارا پوتا عثمان کس قدر سر چڑھ گیا ہے شاہی سطوت و جلال کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ میرے افسر پولیس (کردن) کے ساتھ کتنا برا برتاؤ کیا۔ اسی طرح تمہارے تمام لڑکے بڑی بڑی ریاستوں کے مالک بنے ہوئے ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔" چونکہ فخر الملک وغیرہ نظام الملک کا پاس و لحاظ کرتے تھے اس وجہ سے سلطان ملک شاہ نے اپنے ایک معتمد خاص تکبرو (یلبرو) کو بھی ان کے ہمراہ نظام الملک کے پاس بھیجا کہ یہ لوگ کوئی بات چھپا نہ سکیں اور شاہی پیام لفظ بہ لفظ پہنچا ئیں۔ نظام الملک اس پیام کو سن کر بھڑک

اٹھا۔ زبان کھل گئی۔ اپنے احسانات ایک ایک بتلائے۔ دشمنانِ دولت کی مدافعت ارکین دولت کو متحد کرنے اور فتوحات ملکی کو بہت بڑی تقریر سے ثابت کیا اور یہ کہا کہ یہ سب میری ہی وجہ سے ہوا۔ جس وقت سلطان کے پدر بزرگ کا انتقال ہوا تھا اس وقت سلطان کو کون جانتا تھا۔ میں نے ہی فلاں فلاں مخالفوں کو زیر و زبر کیا تھا اور وہ اس وقت بھی میرے قبضہ میں ہیں۔ جب بلاد قریبہ اور بعیدہ فتح ہو گئے اور چھوٹے بڑے سب نے اطاعت قبول کر لی تو لوگوں کے لگانے بجھانے پر خیال کرنے لگے۔ جاؤ یہ کہہ دو کہ حضور کی حکومت اور حضور کا تاج اسی قلمدان کی بدولت ہے۔ جس روز یہ نہ ہوگا تو تاج و حکومت کی خیر بھی نہ ہوگی۔ جب تک یہ دونوں متفق ہیں اسی وقت تک حکومت و فتوحات کا دور دورہ ہے۔ اگر آپ کا کچھ اور قصد ہو تو مجھے مطلع کیجئے اور اپنی آئندہ کی تدبیر کیجئے۔

سلطان ملک شاہ اور نظام الملک کے مابین کشیدگی مختصر یہ کہ نہایت تفصیل کے ساتھ اسی قسم کی تقریر کی اور یہ کہا جاؤ اس میں سے جو چاہو سلطان سے کہہ دو۔ ینکبر و نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ نظام الملک نے کہا تھا لفظ بہ لفظ سلطان کے کانوں تک پہنچا دیا اور اس کے بعد فخر الملک وغیرہ باریاب ہوئے اور ان لوگوں نے اصل بات کو چھپانے کی کوشش کی لیکن چونکہ ینکبر و نے نظام الملک کا جواب من و عن گوش گزار کر دیا تھا۔ مجبوراً ان لوگوں کو اس کے قول کی تصدیق کرنا پڑی۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دن بعد نظام الملک کا واقعہ قتل پیش آیا۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد سلطان ملک شاہ بھی اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

نظام الملک طوسی نظام الملک طوس کا رہنے والا تھا۔ اس کا باپ ابو علی حسن بن علی بن اسحٰق طوس کا ایک زمیندار تھا۔ مال و دولت جو کچھ بھی تھا وہ سب اس کے باپ کے زمانہ میں ختم ہو گیا تھا اور وہ بھی مر گیا تھا۔ یتیمی کی حالت میں اس نے نشوونما پائی۔ پڑھا لکھا' علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کی۔ خراسان' غزنین اور بلخ کے حکاموں سے تعلقات بڑھائے۔ مراسم پیدا کیے۔ اس کے بعد ابو علی بن شاذان (یہ سلطان الپ ارسلان کا وزیر تھا) کے یہاں ملازم ہو گیا۔ آدمی نہایت کفایت شعار' مستعد اور ہوشیار تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ابو علی کا زمانہ وفات قریب آ گیا تو ابو علی نے سلطان الپ ارسلان سے اس کی کفایت شعاری' دانائی' سیاست کی تعریف کی اور یہ وصیت کی کہ آپ اسے اپنی خدمت میں رکھ لیجئے۔ چنانچہ ابو علی کے مرنے کے بعد سلطان الپ ارسلان نے نظام الملک کو اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ چونکہ منتظم' کفایت شعار اور سیاسیات سے واقفیت رکھتا تھا۔ سلطان الپ ارسلان نے قلمدان وزارت کا مالک بنا دیا۔ جب سلطان الپ ارسلان نے وفات پائی تو یہ اسی کی وزارت پر تھا۔ سلطان ملک شاہ نے بھی اسے عہدہ وزارت پر قائم رکھا۔

نظام الملک طوسی کی سیرت و محاسن نظام الملک بہت بڑا عالم' سخی' عادل اور حلیم تھا۔ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرتا تھا۔ علماء دین اور اہل اللہ کی بیحد عزت اور توقیر کرتا تھا۔ ان کی خدمت میں رہنے کا گویا عادی تھا۔ اس کے دربار میں یہی لوگ رہتے اور انہی کی عزت اور آؤ بھگت تھی۔ مختلف شہروں میں کثرت سے مدرسے قائم کیے اور ان کے مصارف کے لیے ایک بڑی رقم مقرر کی۔ بغداد' خراسان وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں حدیث پڑھانے کی درس گاہیں کھولیں' صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ نماز کے اوقات کا بہت لحاظ رکھتا تھا۔ اس نے اپنے عہد وزارت میں بہت سے ٹیکس اور محصول

معاف کر دیئے تھے۔ فرقہ اشعریہ پر برسر منبر لعنت کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ ایک مدت سے یہ بری رسم چلی آ رہی تھی کہ جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے ہوئے منبروں پر علانیہ اشعریوں اور رافضیوں پر لعنت کی جاتی تھی۔ اس کا اصلی محرک وزیر السلطنت عمید الملک کندری تھا اس نے سلطان طغرل بک سے روافض پر لعنت کرنے کی تحریک کی تھی۔ چنانچہ سلطان طغرل بک نے لعنت کا حکم صادر کر دیا۔ یار لوگوں نے روافض کے ساتھ اشعریوں کو بھی شامل کر دیا۔ اس وجہ سے اکثر علماء عظام ائمہ دین امام حرمین اور ابوالقاسم قشیری وغیرہ نے جلاوطنی اختیار کر لی تھی۔ جب سلطان الپ ارسلان تخت آرائے حکومت ہوا اور قلمدان وزارت کا نظام الملک مالک ہوا تو اس نے سلطان الپ ارسلان سے کہہ کر لعنت کرنے کی قطعی ممانعت کرا دی، علماء اور فضلاء جو ترک وطن کر کے دوسرے مقامات پر چلے گئے تھے، اس خبر کو سن کر اپنے اپنے وطن بالوف میں واپس آ گئے۔ قصہ مختصر اس مرحوم میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ اس کے مناقب کثرت سے ہیں۔ آپ اسی سے اندازہ کر لو کہ اس کی مجلس علماء، فقہاء اور محدثین سے بھری رہتی تھی امام الحرمین وغیرہ جیسے نامی فضلاء اپنی تصانیف کو اس کے نام نامی سے معنون کرتے تھے۔

مدرسہ نظامیہ: دارالخلافت بغداد میں بہت بڑا مدرسہ بنوایا جس کا نام نظامیہ تھا۔ شیخ ابواسحاق شیرازی اس کے مدرس اعلیٰ تھے ۴۷۶ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ تب موید الملک ابن نظام الملک نے شیخ ابواسحاق شیرازی کی جگہ ابوسعید کو مامور کیا لیکن یہ تقرری نظام الملک کو نہ بھائی امام ابونصر صباغ صاحب شامل کو یہ خدمت سپرد کی۔ اسی سنہ کی ماہ شعبان میں امام ابونصر نے بھی اس دنیائے فانی کو چھوڑ دیا تب نظام الملک نے ابوسعید کو ۴۷۸ھ میں اس خدمت پر متعین کیا اس کے بعد شریف علوی، ابوالقاسم دیوسی نظامیہ سے صدر مقرر ہوئے۔ ۴۸۲ھ میں ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ابو عبداللہ طبری اور قاضی عبدالوہاب شیرازی باری باری نظامیہ میں درس دینے لگے۔ ۴۸۴ھ سے امام ابوحامد غزالی مسند درس و تدریس پر متمکن ہوئے جو ایک مدت تک اس خدمت پر رہے نظام الملک کے عہد وزارت میں تعلیم و تعلم کا بے حد چرچا ہوا چونکہ اس کا نتیجہ اچھا دیکھتے تھے اس وجہ سے لوگوں کی توجہ علم دین کے حاصل کرنے کی طرف زیادہ تھی۔ واللہ اعلم۔

سلطان ملک شاہ کی وفات: نظام الملک طوسی کے قتل کے بعد سلطان ملک شاہ دارالخلافت بغداد کی جانب واپس ہوا۔ آخر ماہ رمضان (۴۸۵ھ) میں وارد بغداد ہوا۔ ابوالفضل ہروستانی سلطان ملک شاہ کی زوجہ ترکمان خاتون جلالیہ کا وزیر تھا۔ یہ اس وقت ماوراء النہر میں تھا۔ یہی سلطان ملک شاہ سے نظام کی چغلی سب سے زیادہ کرتا تھا سلطان ملک شاہ نے دارالخلافت بغداد وارد ہوتے ہی ارادہ کر لیا تھا کہ قلمدان وزارت اسی کو سپرد کیا جائے لیکن ایک اتفاقی حادثہ نے سلطان ملک شاہ کو اس ارادہ سے باز رکھا اور وہ یہ تھا کہ عید الفطر کے تیسرے دن سلطان ملک شاہ علیل ہوا اور ۱۵ شوال ۴۸۵ھ کو انتقال کر گیا۔

باب : ۲

برکیاروق بن سلطان ملک شاہ

ترکمان خاتون جلالیہ سلطان کے ساتھ بغداد میں موجود تھی اور اس کا لڑکا محمود اصفہان میں تھا۔ ترکمان خاتون نے مصلحتاً سلطان کی موت کو چھپایا اور اس کی نعش لیے ہوئے اصفہان کی طرف روانہ ہوئی تاج الملک وغیرہ امراء اس کے رکاب میں تھے قوام الدولہ امیر کربوقا (جو آئندہ والی موصل ہوگیا) بھی آ گیا پھر گیا تھا سونے میں سہاگہ مل گیا اسے سلطان ملک شاہ کی انگوٹھی دے کر والی قلعہ اصفہان کے پاس بھیجا والی قلعہ نے سلطان کی انگوٹھی دیکھ کر قلعہ کی کنجیاں امیر کربوقا کو دیدیں امیر کربوقا نے قلعہ پر قبضہ کرلیا اس کے بعد ہی ترکمان خاتون آ پہنچیں امراء لشکر اور تمام فوج کو جائزے اور انعامات دیئے اور اپنے بیٹے محمود کی تخت نشینی کی تحریک کی' محمود کی عمر اس وقت چار برس کی تھی۔ امراء لشکر اور فوج نے محمود کی سلطنت وحکومت کی بیعت کرلی۔

محمود کی بیعت سلطنت کے بعد خلیفہ مقتدر کی خدمت میں درخواست کی کہ ''محمود کی باضابطہ تخت نشینی ہوگئی ہے اور اراکین سلطنت نے بیعت کرلی ہے خطبوں میں اس کے نام کے داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔'' خلافت مآب نے اس شرط سے منظور فرمایا کہ'' تا زمانہ نابالغی' امیر انز' امور سلطنت کا نگران اور منتظم رہے گا اور مجد الملک صیغہ مال' اور عزل ونصب عمال کا مختار ہوگا۔'' ترکمان خاتون (محمود کی ماں) نے اسے منظور نہ کیا۔ امام ابوحامد غزالی نے جو خلافت مآب کا پیام لے گئے تھے ترکمان خاتون کو سمجھایا کہ شرعاً تمہارا لڑکا نابالغی کی وجہ سے حکومت وسلطنت کی عنان ہاتھ میں نہیں لے سکتا' اگر تم ان شرائط کو قبول نہ کرو گی تو سلطان ملک شاہ کا دوسرا لڑکا تخت نشین کردیا جائے گا۔ مجبوراً ترکمان خاتون نے شرائط مذکورہ بالا کو منظور کرلیا اور محمود کے نام کا خطبہ آخر ماہ شوال ۴۸۵ھ میں پڑھا گیا۔

<u>برکیاروق بن ملک شاہ کی گرفتاری</u>: جب ترکمان خاتون کو اس سے فراغت ہوئی تو اس نے چند امراء کو برکیاروق (یہ سلطان ملک شاہ کا بڑا لڑکا تھا) کے گرفتار کرنے کے لیے اصفہان روانہ کیا۔ چنانچہ برکیاروق گرفتار ہوکر جیل میں ڈال دیا گیا سلطان ملک شاہ' سلاطین سلجوقیہ میں بہت بڑے پایہ کا بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت کا سکہ چین سے شام تک اور اقصائے شام سے یمن تک چل رہا تھا۔ رومی بادشاہوں نے اسے جزیہ دیا' اس کے مناقب کثرت سے مشہور ہیں۔

<u>برکیاروق کی رہائی</u>: برکیاروق' سلطان ملک شاہ کا بڑا لڑکا تھا۔ اس کی ماں کا نام زبیدہ تھا۔ یاقوتی بن داؤد' سلطان ملک شاہ کا چچا تھا۔ زبیدہ اس کی لڑکی تھی برکیاروق کی گرفتاری پر اس کی ماں نے نظام الملک کے غلاموں سے سازش کرلی۔ جس کو اس سے برافروختگی پیدا ہوئی۔ نظام الملک کے سلاح خانہ پر جو کہ اصفہان میں تھا قبضہ کرلیا۔ جیل سے برکیاروق

کو نکال لائے تخت سلطنت پر بٹھایا اور منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔

محمود کی اصفہان کو روانگی: ان دنوں ترکمان خاتون اپنے بیٹے محمود کے ساتھ دارالخلافت بغداد میں تھی۔ اس خبر کو سن کر بغداد سے اصفہان کی طرف روانہ ہوئی۔ فوج نے تاج الملک سے اپنی تنخواہ اور زرِ روزینہ کا مطالبہ کیا۔ تاج الملک نے کہا ''ذرا صبر کرو میں قلعہ برجین جا کر روپیہ لاتا ہوں تا کہ تمہیں تمہاری تنخواہ اور زرِ روزینہ دوں۔'' فوج یہ سن کر خاموش ہو گئی اور تاج الملک قلعہ میں جا کر بیٹھ رہا فوج نے اس کے خزانہ کو لوٹ لیا اور اصفہان کی طرف بڑھی۔

برکیاروق اور محمود کی جنگ: برکیاروق اور نظامیہ خدام نے رَے پر دھاوا کیا تھا۔ ارغش نظامی اور اس کی فوج نے ان کی اطاعت قبول کر لی ارغش کے مل جانے سے برکیاروق کی قوت بڑھ گئی۔ قلعہ طبرک کی طرف قدم بڑھایا اور بزورِ تیغ فتح کر لیا ترکمان خاتون کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آگ بگولا ہو گئی۔ برکیاروق سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں روانہ کیں (یزدگرد کے قریب) دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ترکمان خاتون کے بعض امراء جن میں سکبرو (یا یلبرد) اور کمشتکین جاندار کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے برکیاروق سے مل گئے اس سے ترکمان خاتون کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اصفہان جا کر دم لیا۔ برکیاروق نے تعاقب کیا اور اصفہان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

عز الملک کی وزارت: عز الملک (ابو عبداللہ حسین) بن نظام الملک' خوارزم کا والی تھا۔ اپنے باپ کے قتل سے پیشتر کسی ضرورت سے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اصفہان چلا آیا تھا یہ اصفہان میں موجود تھا کہ اس کے باپ کے قتل کا واقعہ پیش آ گیا اور اس کے بعد سلطان ملک شاہ نے بھی وفات پائی۔ سلطان کی وفات کے بعد بھی عز الملک' اصفہان میں ٹھہرا رہا جب برکیاروق نے اصفہان کا محاصرہ کیا تو عز الملک اپنے بھائیوں' عزیزوں اور فوج کے ساتھ جو زیادہ تر نظامی مملوک تھے برکیاروق کے پاس چلا آیا۔ برکیاروق بڑی آؤ بھگت سے ملا اور تمام امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار دیدیا جیسے کہ اس کا باپ نظام زمانہ سلطان ملک شاہ میں تھا۔

قتل تاج الملک: ابو الغنائم مرزبان بن خسرو فیروز المخاطب بہ تاج الملک' ترکمان خاتون کا وزیر تھا۔ یہ لشکریوں کے خوف سے قلعہ برجین چلا گیا تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اس کے بعد ترکمان خاتون نے اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ تاج الملک کو اس کی خبر لگ گئی۔ ترکمان خاتون کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی۔ ''مجھے والی قلعہ نے گرفتار کر لیا تھا اس وجہ سے واپس نہ ہو سکا۔'' ترکمان خاتون نے اس معذرت کو قبول و منظور کر کے اپنی فوج کا سپہ سالار بنا کر جنگ برکیاروق پر روانہ کیا۔ جب ترکمان خاتون کی فوج پسپا ہوئی اور تاج الملک گرفتار ہو کر برکیاروق کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ برکیاروق نے اسے قید سے آزاد کر دیا اور چونکہ برکیاروق' تاج الملک کی کفایت شعاری اور فن کی سیاسیات سے واقف تھا۔ اس وجہ سے اسے اپنی وزارت دینے کا تہیہ کر لیا۔ مگر نظامیہ فوج کو تاج الملک سے منافرت اور کشیدگی تھی۔ نظام الملک کے قتل کا الزام اسی کے سر تھوپا جاتا تھا۔ برکیاروق نے نظامیہ فوج کو نقد و جنس دے کر راضی کرنا چاہا۔ لیکن وہ راضی نہ ہوئی اور اسے ماہ محرم ۴۸۶ھ میں مار ڈالا۔

تاج الملک کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کم نہ تھے لیکن ان کی ساری خوبیاں نظام الملک کے قتل سے ملیا میٹ ہو گئیں۔ اسی نے شیخ ابواسحاق شیرازی کی قبر بنوائی تھی اور اس کے احاطہ میں ایک مدرسہ جاری کیا تھا جس کے مدرس اعلیٰ ابوبکر شاشی تھے۔

تاج الدولہ تتش کا رحبہ و نصیبین پر قبضہ

تاج الدولہ تتش (سلطان ملک شاہ کا بھائی) والی شام اپنے بھائی سے ملنے کے لیے دارالخلافت بغداد آ رہا تھا ہیت میں پہنچا تو اسے سلطان ملک شاہ کی موت کی اطلاع ہوئی ہیت پر قبضہ کر کے دمشق واپس آیا فوجیں فراہم کیں۔ فوجیوں کو دریا دلی سے نقد و جنس دیا اور حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ حلب پہنچا۔ قسیم الدولہ اقسنقر والی حلب نے اس امر کو محسوس کر کے کہ اس کے آقائے نامدار سلطان ملک شاہ کے لڑکوں میں جھگڑا پیدا ہوا ہے اور طرہ یہ ہے کہ وہ لوگ ابھی چھوٹے ہیں تاج الدولہ تتش کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی اور اپنی فوج کے ساتھ اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ باغی بسار (باغی سیان) والی انطاکیہ اور بوزان والی الرہا و حران کے پاس ایلچی بھیجا اور ان لوگوں کو اسی امر کا مشورہ دیا جس پر خود کاربند ہوا تھا۔ ان لوگوں نے بھی اطاعت قبول کی اپنے اپنے مقبوضات میں تاج الدولہ تتش کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور اس کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ تتش ان سب کو اپنے رکاب میں لیے ہوئے رحبہ پہنچا اور اس پر بھی قبضہ کر کے نصیبین کی طرف بڑھا۔ والی نصیبین نے مقابلہ کیا۔ لڑائی ہوئی۔ آخر کار اسے بزور تیغ فتح کیا۔ تتش نے مار دھاڑ شروع کر دی۔ جی کھول کر نصیبین کو پامال کیا۔ محمد بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو نصیبین کی حکومت پر مامور کر کے موصل پر یلغار کیا۔ اسی اثناء میں کافی بن فخر الدولہ بن جہیر' جزیرہ ابن عمر سے تتش کے پاس آ گیا۔ تتش نے اسے اپنی وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔

فتح موصل

موصل پر علی بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کا قبضہ تھا۔ اس کی ماں کا نام صفیہ تھا یہ سلطان ملک شاہ کی پھوپھی تھی۔ ترکمان خاتون نے علی بن شرف الدولہ کے چچا ابراہیم[1] کو قید سے چھوڑ دیا چنانچہ ابراہیم' قید سے رہا ہو کر موصل پہنچا

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم بن قریش بن بدران امیر بنی عقیل کو سلطان ملک شاہ نے ۴۸۲ھ میں حساب فہمی کی غرض سے دربار شاہی میں طلب کیا تھا۔ جب ابراہیم نے باریابی حاصل کی تو سلطان نے اسے نظر بند کر لیا اور اس کی جگہ فخر الدولہ بن جہیر کو موصل کا حکمران مقرر کر کے بھیج دیا۔ ابراہیم اس وقت سے سلطان کی خدمت میں رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ سمرقند گیا وہاں سے بغداد واپس آیا پس جب سلطان نے سفر آخرت اختیار کیا تو ترکمان خاتون نے ابراہیم کو رہا کر دیا۔ ابراہیم موصل کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان ملک شاہ نے اپنی پھوپھی صفیہ خاتون کو موصل بطور جاگیر عنایت کیا تھا۔ یہ شرف الدولہ کو بیاہی تھی۔ اس سے ایک لڑکا علی نامی پیدا ہوا۔ شرف الدولہ کی وفات کے بعد صفیہ خاتون نے اس کے بھائی ابراہیم سے عقد کر لیا تھا۔ سلطان ملک شاہ کی وفات کے بعد ادھر صفیہ خاتون نے موصل کا قصد کیا۔ اس کے ساتھ اس کا لڑکا علی بھی تھا۔ ادھر محمد بن شرف الدولہ بھی یہ خبر پا کر موصل پر چڑھ آیا۔ چنانچہ علی اور محمد میں لڑائی ہوئی۔ محمد کو شکست ہوئی' علی نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ جب ابراہیم موصل کے قریب پہنچا تو یہ سن کر کہ میرے بھائی شرف الدولہ کا بیٹا علی قابض ہے اور اس کے ساتھ اس کی ماں صفیہ خاتون بھی ہے۔ پڑاؤ کر دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم موصل میرے حوالہ کر دو خط و کتابت اور نامہ و پیام کے بعد صفیہ خاتون اور اس کے بیٹے علی نے موصل کو ابراہیم کے حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد یہ حکم ہر قریب ہونے زاموی تتش کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ میں ابراہیم کے ہمراہ تیس ہزار فوج تھی اور تتش کی رکاب دس ہزار۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰۔

اور علی کے قبضہ سے موصل کو نکال لیا جیسا کہ بنو مقلد کے حالات میں ہم تحریر کر آئے ہیں۔ تتش نے ابراہیم کے پاس اپنا ایلچی بھیجا اور یہ پیام دیا کہ ''تم اپنے مقبوضہ بلاد میں میرے نام کا خطبہ پڑھو اور دارالخلافت بغداد جانے کا سامان سفر مہیا کرو۔'' ابراہیم نے انکاری جواب دیا۔ تتش نے حملہ کر دیا۔ عربوں کو شکست ہوئی۔ ابراہیم چند سرداران عرب کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ تتش نے ان سب کے قتل کا حکم دے دیا۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ تتش نے موصل اور اس کے علاوہ اور دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا اور اپنی طرف سے علی بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو ان شہروں کی حکومت پر مامور کیا۔

اس کامیابی کے بعد تتش نے دارالخلافت بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا پیام بھیجا۔ گوہر آئین افسر پولیس بغداد نے اس سے موافقت کی اور یہ کہلا بھیجا کہ میں نے شاہی فوج کو لکھ دیا ہے جواب آ جائے تو تعمیل کی جائے۔

آقسنقر اور بوزان کی تتش سے علیحدگی: اس کے بعد تتش نے دیار بکر کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ کر آذربائیجان پر حملہ آور ہوا۔ برکیاروق کو ان واقعات کی خبر ہوئی۔ فوجیں مرتب کر کے اپنے چچا تتش کی روک تھام کے لیے نکلا (جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا قسیم الدولہ آقسنقر نے بوزان والی الرہا و حران سے کہا ''تم لوگوں نے اس کی (یعنی تتش کی) اطاعت اس وجہ سے کی تھی کہ ہمارے آقا کے خاندان سلطان ملک شاہ کے لڑکوں میں جھگڑا پیدا ہوا تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ وہ ابھی بچہ ہیں سلطنت کا کام انجام نہ دے سکیں گے۔ اب بفضلہ تعالیٰ سلطان برکیاروق نے ہاتھ پاؤں سنبھال لیے ہیں اور حکومت و سلطنت کا دعویدار ہوا ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں پر لازم ہے کہ سلطان برکیاروق کے قدموں سے جا ملیں' بوزان نے آقسنقر کی رائے سے موافقت کی۔ چنانچہ یہ دونوں سردار تتش کی اعانت سے علیحدہ ہو کر اپنی فوجوں کے ساتھ سلطان برکیاروق کی لشکر گاہ میں چلے گئے۔

تاج الدولہ تتش کی شام کو روانگی: تاج الدولہ تتش نے یہ رنگ دیکھ کر اپنی سپر ڈال دی اور بلا جنگ و جدال شام کی جانب واپس ہوا۔ تاج الدولہ تتش کی واپسی سے برکیاروق کے قدم حکومت و سلطنت پر مضبوطی کے ساتھ جم گئے۔ گوہر آئین افسر پولیس بغداد اسے محسوس کر گئے کہ عنان حکومت سلطان برکیاروق کے قبضہ اقتدار میں آ گئی ہے برکیاروق کے لشکر گاہ میں آیا تتش سے موافقت کرنے کی معذرت کی۔ امیر برسق نے ہاں میں ہاں ملایا' کمشتکین جاندار نے بہ اشارہ قسیم الدولہ برکیاروق سے گوہر آئین افسر پولیس بغداد کی شکایت کر دی۔ اسی شکایت کی بنا پر برکیاروق نے گوہر آئین کو بغداد کی کوتوالی سے معزول کر کے امیر منکبر و کو افسر پولیس بنایا اور گوہر آئین کی تمام جائیداد ضبط کر کے امیر منکبر و کو دے دی۔ امیر منکبر و بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ دقوقا تک پہنچ گیا تھا کہ سلطان برکیاروق کو امیر منکبر و کی ان حرکات کی اطلاع ہوئی جو اس سے سرزد ہوئی تھیں۔ برکیاروق نے اسے دقوقا سے واپس بلا کر قتل کر ڈالا اور اس کی جگہ قمشتکین کو بغداد پولیس کا افسر مقرر کیا۔

اسمٰعیل بن داؤد اور ترکمان خاتون: اسمٰعیل بن داؤد ملک شاہ کے چچا کا پوتا اور برکیاروق کا ماموں'

---

۱ مضمون عبارت اصل نسخہ مطبوعہ مصر میں ہے کہ ابن اثیر سے اخذ کر کے لکھا ہے تا کہ ربط مضمون باقی رہ جائے اور مطلب خبط نہ ہونے پائے۔

آذربائیجان کا والی تھا ترکمان خاتون نے اس کے پاس پیام بھیجا کہ "تم برکیاروق سے لڑ کر ملک پر قبضہ کر لو اور تمہارے لیے یہ کچھ مشکل نہیں ہے اگر تم یہ کام کرو گے تو میں تم سے عقد کر لوں گی" اسمٰعیل اس فریب میں آ گیا۔ ترکمانوں کو جمع کر کے فوج آراستہ کی اور برکیاروق سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ مقام کرج میں صف آرائی ہوئی۔ اثناء جنگ میں اسمٰعیل کے بعض سرداران لشکر برکیاروق سے مل گئے جس سے اسمٰعیل کو شکست ہوئی اصفہان جا کر دم لیا۔ ترکمان خاتون نے اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اپنے بیٹے محمود کے نام کے بعد اس کا نام سکہ پر مسکوک کرایا۔ عقد بھی کرنے کا قصد کیا امیر انز نے جو وزیر اعظم اور سپہ سالار لشکر تھا اس سے مخالفت کی۔ لشکر کی بغاوت کی دھمکی دی۔ جب اس پر بھی ترکمان خاتون نے اپنی ضد نہ چھوڑی تو اس سے علیحدہ ہو گیا۔

اسمٰعیل بن داؤد کا قتل: اس کے بعد اسمٰعیل کی بہن زبیدہ خاتون اور برکیاروق نے اسمٰعیل سے خط و کتابت شروع کی اور اسے برکیاروق سے مصالحت کر لینے پر آمادہ کر لیا اسمٰعیل برکیاروق کے پاس آیا۔ برکیاروق نے عزت و احترام سے اس کا استقبال کیا۔ سرداران لشکر کمشتکین جاندار آقسنقر اور بوزان وغیرہ نے متفق ہو کر اسمٰعیل کے اس راز کو کہ یہ حکومت و سلطنت کا خواہاں ہے افشا کر دیا اور اسے قتل کر کے برکیاروق کو مطلع کر دیا۔ برکیاروق نے اس کا خون معاف کر دیا۔

توران شاہ بن قاردت بک کا خاتمہ: توران شاہ بن قاردت بک فارس کا حکمران تھا ۴۸۶ھ میں خاتون خلالیہ (ترکمان خاتون) نے امیر انز کو فارس کے سر کرنے پر مامور کیا۔ امیر انز نے ابتداءً توران شاہ کو شکست دی لیکن فتح یابی کے بعد لشکریوں کے ساتھ کج ادائی اور بداخلاقی سے پیش آیا جس سے اس کے لشکر والے اس سے بددل ہو گئے توران شاہ نے امیر انز پر حملہ کر دیا۔ امیر انز کو اس واقعہ میں شکست ہوئی۔ توران شاہ نے اپنا ملک امیر انز سے واپس لے لیا۔ اثناء جنگ میں توران شاہ کو ایک تیر آ لگا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اس واقعہ کے دو مہینہ بعد مر گیا۔

برکیاروق کے نام کا خطبہ' مقتدی کی وفات: ماہ محرم ۴۸۷ھ میں خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے سلطان برکیاروق کو اس کے چچا تتش کی شکست کے بعد دار الخلافت بغداد طلب فرمایا۔ خلعت دیا۔ اس کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھوایا امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار دیا۔ سلطان برکیاروق نے نہایت مسرت سے اسے زیب تن کیا۔ اس کے بعد ۱۵ محرم سنہ مذکور میں خلافت مآب نے دفعتاً وفات پائی۔

مستظہر کی خلافت: خلیفہ مقتدی بامر اللہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مستظہر باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ امراء دولت ارا کین سلطنت نے بیعت کی' خلیفہ مستظہر نے سلطان برکیاروق کو خلعت دیا اور جو جو اختیارات مرحوم نے دیئے تھے وہ سب اس نے بھی سلطان کو دیئے اور سلطان نے خلیفہ مستظہر کی خلافت کی بیعت لی گئی۔

آقسنقر اور بوزان کا قتل: تتش آذربائیجان کی شکست کے بعد دمشق پہنچا فوجوں کی فراہمی اور اسباب جنگ کے مہیا کرنے میں مصروف ہوا۔ چند روز میں ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ ۴۸۷ھ میں دمشق سے حلب پر حملہ کیا۔ قسیم الدولہ

آ قسنقر اور بوزان متفق ہو کر مقابلہ پر آئے۔ امیر کر بوقا بھی سلطان برکیاروق سے امدادی فوج لے کر حلب کو بچانے کے لیے آیا ہوا تھا۔ حلب سے نو کوس کے فاصلہ پر دونوں فریقوں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ تتش نے ان لوگوں کو شکست دی' آ قسنقر گرفتار ہو گیا۔ تتش نے اسے قتل کر ڈالا۔ امیر کر بوقا اور بوزان نے حلب جا کر دم لیا۔ تتش نے تعاقب کیا اور حلب پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار حلب بھی بزور تیغ فتح کر لیا۔ امیر کر بوقا اور بوزان بھی گرفتار ہو گئے۔ تتش نے بوزان کو پابہ زنجیر حران اور الرہا کی طرف روانہ کیا (حران اور الرہا' بوزان کے قبضہ میں تھے) باشندگان حران اور الرہا نے اطاعت سے انکار کیا۔ تتش نے بوزان کا سر اتار کر اہل حران اور الرہا کے پاس بھیجا۔ حران اور الرہا کے رہنے والے بوزان کا سر دیکھ کر تھرا گئے اور ڈر کر اطاعت قبول کی۔ تتش نے ان پر قبضہ کر لیا۔ باقی رہ گیا امیر کر بوقا اسے حمص کی جیل میں ڈال دیا۔

تتش کی ہمدان کی جانب پیش قدمی: اس کامیابی کے بعد تتش جزیرہ' دیار بکر' خلاط اور آذربائیجان پر یکے بعد دیگرے قبضہ حاصل کر کے ہمدان کی جانب چلا۔ اس وقت ہمدان میں اتفاق سے فخر الدولہ ابن نظام الملک موجود تھا۔ فخر الدولہ' خراسان سے سلطان برکیاروق سے ملنے آ رہا تھا۔ امیر قماج سپہ سالار محمود سے اصفہان میں ملاقات ہو گئی۔ امیر قماج نے فخر الدولہ پر شب خون مارا۔ اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ فخر الدولہ کسی طرح سے بچ بچا کر ہمدان پہنچا۔ یہاں تتش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ تتش نے اسے گرفتار کر کے قتل کرنے کا قصد کیا۔ امیر باغی بیارب نے سفارش کی اور یہ رائے دی کہ پبلک کا میلان خاطر فخر الدولہ کے خاندان کی طرف زیادہ ہے۔ اسے اپنا وزیر بنا لیجئے۔ چنانچہ تتش نے فخر الدولہ کو قلمدان وزارت کا مالک بنا دیا۔

تتش اور برکیاروق کی جنگ: برکیاروق اس وقت نصیبین میں تھا۔ یہ سن کر کہ اس کا چچا تتش آذربائیجان کی طرف بڑھ رہا ہے نصیبین سے کوچ کر دیا اور دریائے دجلہ کو بالائے موصل سے عبور کر کے اربل پہنچا جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ تتش کی فوج میں سے امیر یعقوب بن ارتق نے برکیاروق پر شب خون مارا۔ برکیاروق کو شکست ہوئی امیر یعقوب نے برکیاروق کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ برکیاروق کے تمام ہمراہی تتر بتر ہو گئے۔ صرف امیر برسق' کمشتکین' جاندار اور الیارق رکاب میں رہ گئے۔ بہ ہزار خرابی جان بچا کر اصفہان پہنچا۔

محمود بن سلطان ملک شاہ کی وفات: اصفہان میں ترکان خاتون' مادر محمود بن سلطان ملک شاہ کی حکومت تھی لیکن اس وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ پہلے محمود اور اس کے ہوا خواہوں نے برکیاروق کو شہر میں داخل ہونے سے روکا۔ پھر خود محمود دھوکہ دہی کی غرض سے آ کر برکیاروق کو لے گیا اور نظر بند کر لیا۔ محمود کے ہوا خواہوں نے برکیاروق کو قتل کر ڈالنے کا قصد کیا۔ اتفاق سے محمود بیمار ہو گیا اس وجہ سے برکیاروق کو قتل نہ کیا۔ محمود بن سلطان ملک شاہ نے ۲۹ شوال ۴۸۷ھ میں ایک برس حکومت کر کے وفات پائی۔

برکیاروق کا اصفہان پر قبضہ: اس کے مرنے پر برکیاروق' اصفہان پر قابض ہو گیا اور اس کے قدم استقلال کے ساتھ حکومت و سلطنت پر جم گئے۔ موید الملک بن نظام الملک نے سلطان برکیاروق کی خدمت میں باریابی حاصل کی۔

سلطان برکیاروق نے عز الملک ابن نظام الملک کی جگہ اسے عہدہ وزارت سے سرفراز کیا۔ (عز الملک کا اس سے پیشتر مقام نصیبین میں انتقال ہو چکا تھا) موید الملک نے امراء سلجوقیہ اور ہوا خواہان سلطنت کو نامہ و پیام بھیج کر سلطان برکیاروق کی طرف مائل اور ہوا خواہ بنالیا جس سے سلطان برکیاروق کی شان و شوکت بڑھ گئی اور اس کی حکومت کا ڈنکا بجنے لگا۔

یوسف بن ارتق کی بغداد میں آمد: تتش نے برکیاروق کی شکست کے بعد یوسف بن ارتق ترکمانی افسر پولیس کو ترکوں کو جمع اور متفق کرنے کی غرض سے دارالخلافت بغداد روانہ کیا تھا۔ اہل بغداد نے بغداد میں داخل ہونے سے روکا۔ اس عرصہ میں صدقہ بن مزید والی حلہ اہل بغداد کی امداد پر آ پہنچا۔ مقام یعقوب میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ صدقہ شکست اٹھا کر حلہ چلا گیا اور یوسف بن ارتق دارالخلافت بغداد میں داخل ہو گیا اور وہیں قیام کیا۔

تاج الدولہ تتش کا قتل: تتش نے برکیاروق کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کر کے ہمدان کی طرف قدم بڑھایا اہل ہمدان نے قلعہ بندی کر لی۔ لیکن اس امر کو کہ ہم میں مقابلہ کی قوت نہیں ہے محسوس کر کے امان کی درخواست کی۔ تتش نے ان کو امان دے دی اور ہمدان پر قابض ہو کر اصفہان اور مرو کا رخ کیا۔ امراء اصفہان کے پاس ایلچی بھیجے اور ان کو ملانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ان لوگوں نے اطاعت اور حاضری کا وعدہ کیا۔ برکیاروق ان دونوں بستر علالت پر پڑا ہوا ان سب واقعات کو دیکھ رہا تھا۔ جب اسے مرض سے افاقہ ہوا تو اس نے جرباذقان کی جانب خروج کیا۔ ہوا خواہان دولت سلجوقیہ اس خبر کو سن کر جوق در جوق برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بات کی بات میں تیس ہزار فوج جمع ہو گئی۔ اپنے چچا تتش سے صف آرا ہوا اور اسے شکست فاش دی۔ اثناء جنگ میں آقسنقر کے کسی دوست نے اپنے دوست آقسنقر کے بدلہ میں تتش کو مار ڈالا۔ تتش[1] کی شکست اور قتل سے سلطان برکیاروق کا میدان حکومت زیادہ وسیع ہو گیا۔ بظاہر کوئی مزاحم اور مخالف باقی نہ رہا۔ اس واقعہ کی خبر یوسف کو بھی ہوئی۔ فخر الملک بن نظام الملک جو ایک مدت سے تتش کے یہاں قید تھا۔ آزاد کر دیا گیا۔

---

[1] اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ تھا کہ ابھی کل کا ذکر ہے کہ برکیاروق اپنے چچا تتش سے شکست کھا کر چند آدمیوں کے ساتھ اصفہان جاتا ہے۔ کوئی شخص اس کا تعاقب نہیں کرتا۔ اگر بیس سوار بھی تعاقب کرتے تو یقینی گرفتار ہو جاتا کیونکہ چند دن تک اصفہان کے باہر پڑا رہا تھا۔ پھر جب کسی طرح سے اصفہان میں داخل ہوا تو امراء اصفہان نے مار ڈالنے کی فکر کی جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ اتفاق سے اس کا بھائی محمود بیمار ہو گیا۔ امین الدولہ ابن التلمیذ طبیب نے امراء اصفہان کو برکیاروق کے قتل سے یہ کہہ کر باز رکھا کہ محمود کی حالت اچھی نہیں ہے اگر یہ مر گیا تو تم لوگ تتش کی حکومت پسند کرو گے برکیاروق کو بالفعل قتل نہ کرو اگر محمود کو صحت ہو گئی تو برکیاروق کے قتل کا تم کو اختیار باقی رہ جائے گا قتل کر ڈالنا اور اگر حالت دگرگوں ہوئی تو اسی کو تخت حکومت پر متمکن کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت دیکھئے کہ محمود ۲۹ شوال کو انتقال کر گیا اور برکیاروق حکمران ہو گیا پھر یہ بھی بیمار ہو گیا سرسام میں مبتلا ہوا۔ چار ماہ تک علیل رہا۔ اس اثناء میں اس کے چچا تتش نے ذرا بھی حرکت نہ کی یہ موقع اس کی کامیابی کا اچھا تھا مگر نہ سوجھی یہ سب قدرت کے کرشمے ہیں اگر محمود برکیاروق کے زمانہ علالت میں ذرا بھی کوشش کرتا تو تتش کو یہ روز بد دیکھنے کی نوبت نہ آتی۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

قوام الدولہ ابوسعید کربوقا: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ تتش نے قوام الدولہ ابوسعید کربوقا کو آقسنقر اور بوزان کے قتل کے بعد حلب کی جیل میں ڈال دیا تھا۔ چنانچہ اس وقت سے کربوقا حلب کی جیل میں قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔ یہاں تک کہ رضوان ابن تتش حلب کا حکمران ہوا۔ سلطان برکیارق نے رضوان کے پاس امیر کربوقا کے رہا کرنے کا حکم بھیجا۔ چنانچہ رضوان نے امیر کربوقا اور اس کے بھائی امیر التونتاش کو قید سے رہا کر دیا۔ کربوقا اور التونتاش کا رہا ہونا تھا کہ ہر طرف سے ٹڈی دل فوج آ کر جمع ہوگئی اس وقت موصل کی عنان حکومت علی بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کے ہاتھ میں تھی۔ اسے تتش نے قبضہ موصل کے بعد موصل کی حکومت پر مامور کیا تھا اس کا بھائی محمد بن شرف الدولہ بن مسلم نصیبین کی حکومت پر تھا مروان ابن وہب اور ابوالہیجا کردی اس کے دائیں اور بائیں بازو تھے۔ محمد کا موصل پر فوج کشی کا قصد تھا علی کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی۔ امیر کربوقا کو یہ واقعہ لکھ بھیجا اور اسے اپنی کمک پر بلایا۔ چنانچہ کربوقا علی کی امداد پر آیا۔ نصیبین سے دو منزل کے فاصلہ پر محمد سے مڈبھیڑ ہوئی کربوقا اسے گرفتار کر کے نصیبین کی طرف بڑھا۔ چالیس دن تک محاصرہ کیے رہا۔ آخر کار اسے بزور تیغ فتح کیا۔

کربوقا کا موصل پر قبضہ: اس کامیابی کے بعد کربوقا نے موصل کی جانب قدم بڑھایا۔ اہل موصل قلعہ بند ہو گئے۔ کربوقا نے اس سے اعراض کر کے[1] اور محمد کو قتل کر کے دریا میں ڈال دیا اور موصل کے محاصرہ کی غرض سے واپس ہوا۔ ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔ علی نے امیر چکرمش والی جزیرہ ابن عمر سے امداد کی درخواست کی۔ امیر چکرمش لشکر آراستہ کر کے علی کی کمک پر روانہ ہوا۔ امیر التونتاش نے آگے بڑھ کر تیغ و سنان سے اس کا استقبال کیا۔ باہم لڑائی ہوئی بالآخر چکرمش نے شکست کے بعد کربوقا کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ موصل کے محاصرے کے لیے آیا اور جیسا کہ چاہیے تھا مدد کی۔ جب محاصرہ کی سختیاں زیادہ ہوئیں تو تو ناہ کی تکلیف اور محاصرہ برداشت کر کے علی والی موصل بھاگ کھڑا ہوا صدقہ بن مزید کے پاس حلہ جا کر پناہ لی۔ کربوقا مظفر و منصور موصل میں داخل ہوا اور التونتاش نے اطراف موصل میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ امراء اور روساء شہر سے تاوان اور جرمانے وصول کرنے لگا۔ کربوقا کو التونتاش کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ موصل میں داخل ہونے کے تیسرے دن التونتاش کے قتل کا حکم دے دیا۔ یہ واقعات ۴۸۹ھ کے ہیں۔

تسخیر رحبہ: قبضہ موصل کے بعد کربوقا نے رحبہ پر دھاوا کیا۔ اہل رحبہ مقابلہ پر آئے لڑے لیکن کامیاب نہ ہوئے کربوقا اس پر قبضہ حاصل کر کے موصل کی جانب واپس ہوا اور اہل موصل کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ عدل و انصاف سے کام لیا۔ جس کی وجہ سے اہل موصل راضی و خوش ہو گئے اور اس کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا۔

ارسلان ارغو: ارسلان ارغو اپنے بھائی سلطان ملک شاہ کے پاس بغداد میں مقیم تھا۔ جب سلطان ملک شاہ نے سفر آخرت اختیار کیا اور اس کے بیٹے محمود کی حکومت و سلطنت کی بیعت لی گئی اس وقت ارسلان ارغو اپنے سات غلاموں کے ساتھ خراسان چلا گیا۔ خراسان پہنچ کر ہاتھ پاؤں نکالے۔ ایک گروہ جمع ہو گیا۔ نیشاپور پر دھاوا کیا۔ اہل نیشاپور مقابلہ پر

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

آئے۔ مرو کی طرف لوٹا۔ مرو میں سلطان ملک شاہ کے غلاموں میں سے ایک غلام امیر قودر (قودن[1]) نامی حکومت کر رہا تھا۔ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے نظام الملک کے قتل کی سازش کی تھی۔ امیر قودر نے ارسلان ارغو کی اطاعت قبول کر لی اور شہر پر قبضہ دے دیا۔ اس سے ارسلان ارغو کی قوت' ہمت اور جرأت بڑھ گئی۔ بلخ کی طرف بڑھا فخر الملک بن نظام الملک حاکم بلخ مقابلہ نہ کر سکا۔ بلخ چھوڑ کر بھاگ نکلا ہمدان میں جا کر پناہ لی اور تاج الدولہ تتش کا وزیر بن گیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

ارسلان ارغو کا بلاد خراسان پر قبضہ: ارسلان ارغو نے بلخ' ترمذ' نیشاپور اور تمام بلاد خراسان پر قبضہ کر لیا۔ سلطان برکیاروق اور اس کے وزیر السلطنت مؤید الملک کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ مجھے خراسان کی سند حکومت عطا کی جائے اور مجھ میں اس کا واحد حکمران تسلیم کیا جاؤں جیسا کہ میرا دادا داؤد تھا' چونکہ برکیاروق اپنے بھائی محمود اور اپنے چچا تتش کے جھگڑوں میں مصروف تھا۔ کچھ جواب نہ دیا۔ پھر جب برکیاروق نے مؤید الملک کو عہدۂ وزارت سے معزول کر کے اس کے بھائی فخر الملک کو قلمدان وزارت عطا کیا اور مجد الملک بارسلان امور سلطنت پر غالب ہوا۔ تو ارسلان ارغو نے سلطان برکیاروق سے خط و کتابت کا سلسلہ بند کر دیا۔ برکیاروق کو یہ ناگوار گزرا' اپنے چچا بوری سوس (بور برس[2]) کو افواج شاہی کا افسر بنا کر ارسلان ارغو کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ ارسلان ارغو شکست کھا کر بلخ پہنچا۔ بوری سوس نے ہرات میں پڑاؤ کر دیا۔ اس کے بعد ارسلان ارغو نے فوجیں مرتب کر کے مرو کی جانب قدم بڑھایا اور اسے بزور تیغ فتح کر کے ویران کر دیا۔ مرو جیسے شہر کو کشت و خون کا میدان بنا دیا۔

بوری سوس کی گرفتاری و قتل: بوری سوس کو اس کی اطلاع ہوئی' ہرات سے ۴۸۸ھ میں ارسلان ارغو کے طوفان بدتمیزی کی روک تھام کے لیے روانہ ہوا۔ اس لشکر میں امیر مسعود بن تاجر (اس کے باپ داؤد کا سپہ سالار تھا) اور امیر ملک شاہ وغیرہ نامی گرامی امراء و سردار بھی تھے ارسلان ارغو نے امیر ملک شاہ کو نامہ و پیام کر کے ملا لیا اور امیر مسعود بن تاجر کو اس کے بیٹے کے ساتھ ارسلان ارغو کی سازش سے کسی نے اسی کے خیمہ میں قتل کر ڈالا۔ ان واقعات سے بوری سوس کی کمر ہمت ٹوٹ گئی لشکر میں پھوٹ پڑ گئی کثرت سے مخالف پیدا ہو گئے تاہم مقابلہ پر اڑا رہا۔ بالآخر گرفتار ہو کر اپنے بھائی ارسلان ارغو کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ارسلان ارغو نے ترمذ کی جیل میں بھیج دیا اور ایک سال بعد بحالت قید قتل کر ڈالا۔

ارسلان ارغو کا قتل: ارسلان ارغو کا اب کوئی مزاحم اور رقیب باقی نہ رہا تھا۔ برکیاروق نے اس کے سر کرنے کو جو مہم بھیجی تھی وہ تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے اس نے امراء و روساء خراسان کے قتل و خون ریزی پر کمر باندھ لی۔ خراسان کے شہروں کی شہر پناہ کو مسمار کر دیا' سبزوار' مرو شاہجہان' سرخس' نہاوند اور نیشاپور کے قلعوں کو منہدم کر کے زمین دوز بنا لیا۔

---

[1] تاریخ کامل میں بجائے قودر کے قودن لکھا ہے۔ تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۹ [2] دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۹

وزیر السلطنت عماد الملک بن نظام الملک سے تین لاکھ دینار بطور جرمانہ وصول کیا اور اس پر بھی جب اس کے دل کو تسکین نہ ہوئی تو قتل کر ڈالا۔ قصہ مختصر جس سے اسے ذرا بھی مخالفت کا خطرہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا سر کچل دیا۔ خراسان ظالمانہ حکومت کرنے لگا۔ نہایت بے رحم اور بے حد غصہ ور تھا۔ اپنے غلاموں سے بھی درگزر نہ کرتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر بھی سخت سے سخت سزا دیتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز خلوت میں اپنے غلام سے کسی معمولی بات پر ناراض ہو گیا۔ سخت سست کہا اور مارا۔ غلام کو اشتعال پیدا ہو گیا۔ کمر سے خنجر نکال کر اس کے پیٹ میں بھونک دیا جس سے یہ مر گیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۴۹۰ھ کا ہے۔

پسر ارسلان ارغو: ارسلان ارغو کے قتل کے بعد اس کے ہمراہیوں نے اس کے ایک چھوٹے لڑکے کو اپنا امیر بنایا سلطان برکیاروق نے ایک فوج خراسان کی طرف ارسلان ارغو سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کی تھی۔ اتابک قماج اور اس کا وزیر علی حسن طغرائی بھی اس فوج میں تھے جس وقت یہ فوج کوچ و قیام کرتی ہوئی دامغانی پہنچی ارسلان ارغو کے قتل کی خبر سن کر قیام کر دیا۔ یہاں تک کہ سلطان برکیاروق کی سواری آ گئی۔ سلطان برکیاروق نے نیشاپور کی طرف قدم بڑھایا چنانچہ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۹۰ھ میں قتل و قتال کے بغیر نیشاپور اور تمام بلاد خراسان پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد بلخ پر دھاوا کیا۔ ارسلان ارغو کے ہمراہی اس لڑکے کے ساتھ جسے انہوں نے ارسلان ارغو کے قتل کے بعد حکومت کی کرسی پر متمکن کیا تھا۔ طخارستان کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے اور سلطان برکیاروق کی خدمت میں امان کی درخواست بھیجی۔ سلطان برکیاروق نے درخواست منظور کر لی۔ چنانچہ ارسلان ارغو کے ہمراہی دس ہزار کی جمعیت اور اس کے لڑکے کے ساتھ دربار شاہی میں باریاب ہوئے۔ برکیاروق نے ارسلان ارغو کے لڑکے کو عزت و احترام سے ٹھہرایا اور عہد سلطنت سلطان ملک شاہ میں جتنے شہر ارسلان ارغو کے قبضہ و تصرف میں تھے ان سب کی حکومت اسے عنایت کی لیکن زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ لشکر جو اس کے ہمراہ آیا تھا اس سے علیحدہ ہو کر جن امیروں سے اس کا ربط و تعلق تھا ان کے پاس چلا گیا۔ ارسلان ارغو کا لڑکا تنہا رہ گیا۔ سلطان برکیاروق کی ماں نے اسے اپنی آغوش شفقت میں لے لیا اور اس کی تربیت اور نگہداشت کے لیے خدام مقرر کر دیئے۔

امارت خراسان پر سنجر کا تقرر: اس کے بعد سلطان برکیاروق نے ترمذ کی طرف کوچ کیا۔ اہل ترمذ نے اطاعت قبول کی۔ سمرقند میں بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ قرب و جوار کے امراء نے اطاعت و فرمانبرداری کے پیام بھیجے۔ سات مہینہ بلخ میں قیام کر کے واپس ہوا اور اپنے بھائی سنجر کو حکومت خراسان پر چھوڑ آیا۔

محمود بن سلیمان کی بغاوت: جس وقت سلطان برکیاروق خراسان میں خیمہ زن تھا اسی زمانہ میں ایک شخص محمود بن سلیمان نامی نے جو سلطان برکیاروق کے قرابت مندوں سے تھا اور امیر امیران کے لقب سے موسوم اور مشہور تھا۔ علم حکومت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ بلخ کی طرف قدم بڑھایا اور والی غزنی بو سبکتگین سے امداد کی درخواست کی۔ والی غزنی نے اس شرط سے امداد دی کہ مملکت خراسان میں جو شہر فتح ہو ان میں والی غزنی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ محمود کی شان و شوکت اس سے بڑھ گئی۔ دماغ عرش پر چڑھ گیا ملک سنجر کو اس کی اطلاع ہوئی ایک دستہ فوج لے کر بحالت غفلت محمود کے لشکر پر حملہ کر دیا فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ محمود گرفتار ہو گیا۔ سنجر نے اس کی آنکھوں میں تیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

امیر قودر اور امیر بارقطاش کی بغاوت: سلطان برکیاروق کی خراسان سے واپسی کے بعد انجی نائب خوارزم بھی اپنا لشکر لیے ہوئے سلطان سے ملنے کی غرض سے روانہ ہوا لیکن مرو پہنچ کر لہو ولعب اور عیاشی میں مصروف ہو گیا امیر قودر (قودن) سلطان برکیاروق سے علالت کا حیلہ کر کے مرو میں رہ گیا تھا اس نے یہ رنگ دیکھ کر امیر بارقطاش سے سازش کی اور دونوں نے انجی گورنر خوارزم کے قتل کا مشورہ کیا چنانچہ پانچ سو سواروں کی جمعیت سے امیر قودن اور امیر بارقطاش نے انجی پر رات کے وقت حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ پھر کیا تھا میدان صاف ہو گیا فوجیں لیے ہوئے خوارزم کی طرف بڑھے اور یہ ظاہر کر کے کہ سلطان برکیاروق نے ان دونوں کو خوارزم کی حکومت عطا کی ہے خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ سلطان برکیاروق کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ اسی اثناء میں یہ خبر سننے میں آئی کہ امیر انز نے فارس میں بغاوت کر دی۔ سلطان برکیاروق نے عراق کا ارادہ ترک نہ کیا اور داؤد حبشی بن التونطاق کو سردار لشکر بنا کر امیر قودن اور امیر بارقطاش کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا اور خود بالذات عراق کی جانب روانہ ہو گیا۔

امیر قودن اور امیر بارقطاش کی سرکوبی: داؤد حبشی عراق سے ہرات کی طرف چلا اور شاہی لشکروں کے جمع ہونے کے انتظار میں ہرات کے قریب پہنچ کر قیام کیا۔ امیر قودن اور امیر بارقطاش نے داؤد حبشی کی آمد کی خبر پا کر حملہ کی تیاری کی۔ داؤد حبشی کی فوج کم تھی بھاگ کھڑی ہوئی۔ جیحون کو عبور کر کے دم لیا امیر قودن نہیں آنے پایا تھا کہ امیر بارقطاش نے داؤد حبشی پر حملہ کر دیا۔ برابر کا مقابلہ تھا داؤد حبشی خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا اور امیر بارقطاش کو مار بھگایا۔ اثناء جنگ میں امیر بارقطاش گرفتار کر لیا گیا جوں ہی یہ خبر امیر قودن کے لشکر میں پہنچی تمام فوج باغی ہو گئی امیر قودن کے مال واسباب اور خزانہ کو لوٹ لیا گیا۔ امیر قودن بہ ہزار خرابی جان بچا کر بھاگا سنجار پہنچا۔ والی سنجار نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ چند روز بعد رہا کر دیا۔ گرتا پڑتا ملک سنجر کی خدمت میں بلخ پہنچا ملک سنجر نے بڑی آؤ بھگت کی۔ امیر قودن بھی اطاعت و فرمانبرداری سے اپنی خدمات انجام دینے لگا۔ اندرونی اور بیرونی انتظام درست کیا فوجیں باقاعدہ مرتب کیں۔ موت کا وقت قریب آ گیا تھا۔ تھوڑے دن بعد مر گیا۔ باقی رہا امیر بارقطاش وہ داؤد حبشی کے یہاں قید رہا۔ پھر داؤد حبشی نے اسے قتل کر ڈالا۔

آغازِ حکومت بنو خوارزم شاہ: ابوشکین امراء سلجوقیہ میں سے ایک امیر کا (بلکباک) زرخرید غلام تھا۔ اس نے ابوشکین کو غرشستان کے ایک شخص سے خرید لیا تھا۔ اسی مناسبت سے ابوشکین غرشی کے نام سے موسوم ہوا۔ ابوشکین نے اسی امیر کے یہاں نشوونما پائی۔ بڑا ہوا۔ ہوشیار اور بیدار مغز تھا۔ اپنے آقا کی مرضی کے مطابق کام کرتا تھا۔ جوانمرد اور دلیر بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابوشکین کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ محمد نام رکھا۔ ابوشکین نے نہایت خوبی سے اسے تعلیم و تربیت دی۔ فنون جنگ بھی سکھلائے۔ سیاسیات کی بھی اعلیٰ تعلیم دلائی۔ عنایت الٰہی سے محمد ایک قابل قدر انسان ہو گیا۔ جب امیر داؤد حبشی خراسان کی طرف روانہ ہوا تو محمد بھی اور لوگوں کے علاوہ اس کے ہمراہ تھا۔

خوارزم شاہ ابوشکین: بغاوت خراسان فرو ہونے کے بعد امیر داؤد حبشی کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ خوارزم کی گورنری پر

کے مقرر کردہ انکچی نائب خوارزم کو امیر قودن وغیرہ نے مار ڈالا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ نہایت غور وفکر کے بعد محمد بن ابوشکین کو منتخب کیا اور یہی اس کی نظروں میں حکومت خوارزم کے لیے مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ امیر داؤد حبشی نے خوارزم کی عنان حکومت محمد کو مرحمت کی اور خوارزم شاہ کے لقب سے ملقب کیا۔ محمد نہایت کفایت شعار منتظم مدبر عادل اور خلیق تھا۔ تھوڑے ہی دن میں اس کا ذکر خیر پھیل گیا ملک سنجر نے بھی اس تقرری کو بہتر سمجھا اور محمد کو اس عہدہ پر بحال رکھا اور اس کی لیاقت وکارکردگی کے مطابق اس کی عزت افزائی کی۔

محمد بن ابوشکین اور طغرل تکین محمد: محمد نے کسی ضرورت سے کچھ دن کے لیے خوارزم کو چھوڑ دیا تھا۔ ترکوں کو موقع مل گیا۔ ان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ خوارزم پر چڑھ آیا۔ طغرل تکین محمد بن انکچی سابق گورنر خوارزم بھی ترکوں سے مل گیا اس کی خبر محمد بن ابوشکین کو ہو گئی۔ سب کاموں کو چھوڑ کر خوارزم کے بچانے کے لیے بڑھا اور ملک سنجر سے امداد کا خواہاں ہوا۔ ملک سنجر ان دنوں نیشاپور میں تھا۔ ملک سنجر اپنی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ محمد بن ابوشکین بلا انتظار ملک سنجر ترکوں کے مقابلہ پر آ گیا۔ ترکوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ نہایت بدحواسی سے منقشلاغ کی طرف بھاگے۔ طغرل تکین نے بھی جرجان کی جانب کوچ کر دیا۔ اس واقعہ سے ملک سنجر کی آنکھوں میں محمد اور زیادہ عزیز ہو گیا۔

اتسنر بن محمد خوارزم شاہ: جب محمد خوارزم شاہ نے وفات پائی تو ان کا بیٹا اتسنر تخت آرائے حکومت ہوا۔ یہ بھی نہایت نیک مزاج مدبر اور عادل تھا۔ اس نے اپنے باپ کے زمانہ میں اکثر لڑائیوں میں سپہ سالاری کی تھی۔ فنون جنگ سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے شہر منقشلاغ کو ترکوں سے چھین لیا ملک سنجر اسے بے حد عزیز رکھتا تھا۔ سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ لڑائیوں میں اسی کو فوج کا افسر اعلیٰ بنایا تھا۔ اسی زمانہ سے حکومت وریاست محمد بن ابوشکین کے خاندان میں آئی۔ یہی ان کی حکومت کی ابتدا ہے پھر ان پر تاتاریوں نے چھٹی صدی ہجری میں یورش کی اور ان کی حکومت وسلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ انہی سے تاتاریوں نے ملک پر قبضہ حاصل کیا ہے جیسا کہ ان کے حالات کے سلسلہ میں بیان کیا جائے گا۔

عیسائیوں کا انطاکیہ پر قبضہ: اسی[1] زمانہ سے عیسائیوں میں ممالک اسلامیہ پر قبضہ کر لینے کی تحریک پیدا ہوئی ہے

---

[1] کروسیڈ یعنی صلیبی جنگ کی ابتدا عیسائیوں کا خروج وظہور اور بعض ممالک اسلامیہ پر قبضہ ۴۷۸ھ سے شروع ہوتا ہے۔ پہلے انہوں نے بلاد اندلس میں طلیطلہ کو لے لیا جب اس سے مسلمانوں کے کان پر جوں نہ رینگی تو ۴۸۴ھ میں جزیرہ صقلیہ کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر بھی بزور تیغ قابض ہو گئے اس سے ان کی حرص اور بڑھ گئی۔ افریقہ پر ہاتھ مارا اور اس کے بعض شہروں پر قابض ہو گئے۔ سلاطین اسلام آپس کی خانہ جنگیوں میں مصروف تھے۔ مذہبی جوش، اخوت اسلامی ہمدردی اور خیر خواہی ملت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ عیش وعشرت میں مبتلا ہو گئے تھے اس وجہ سے عیسائیوں کا شوق ملک گیری مذہبی پردہ میں بڑھا پھر کیا تھا قتل اور خونریزی کا دروازہ کھل گیا۔ ۴۹۰ھ میں ملک شام پر چڑھائی کی۔ بیت المقدس کے لینے کی بنیاد ڈالی۔ بردویل عیسائی بادشاہ نے ایک بڑی فوج جمع کر کے رجار فرانسیسی کو اطلاع دی (جس نے صقلیہ پر قبضہ کر لیا تھا) کہ میں ایک فوج عظیم لے کر افریقہ پر چڑھائی کرتا ہوں اور اسے عنقریب فتح کر کے تمہارا ہمسایہ ہو جاتا ہوں۔ رجار نے اپنے اراکین سلطنت کو ایک جلسہ میں جمع کر کے ان سے اس معاملہ میں مشورہ کیا سب نے بردویل کے خیال کی تعریف کی۔

(۴۸۴ھ) میں صقلیہ کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ پھر انہوں نے ملک شام اور بیت المقدس کے قصد سے حرکت کی۔ خلیج قسطنطنیہ عبور کر کے براہ خشکی روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ قسطنطنیہ کو خط لکھا اور اس سے اس کے ملک سے گزر جانے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ قسطنطنیہ نے اجازت تو دیدی لیکن یہ شرط کر لی کہ انطاکیہ فتح کر کے مجھے دیدینا۔ عیسائی کروسیڈروں نے اس شرط کو منظور کر لیا اور خلیج قسطنطنیہ کو ۴۹۰ھ میں عبور کر کے ارسلان بن سلیمان بن قطلمش والی قونیہ و بلاد روم کے مقبوضات کی طرف بڑھے ارسلان ان کی آمد کی خبر سن کر مدافعت کو اٹھا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی۔ ارسلان کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی عیسائیوں نے ابن لیون ارمنی کے مقبوضہ ممالک کی طرف قدم بڑھایا۔ انطاکیہ پر پہنچ کر محاصرہ کیا۔ نو مہینہ تک محاصرہ کیے رہے۔ باغی سیان والی انطاکیہ نے نہایت مردانگی سے مدافعانہ جنگ کی عیسائیوں نے شہر پناہ کے محافظوں میں سے ایک محافظ کو بہت سا مال وزر دے کر ملا لیا۔ چنانچہ حسب قرارداد باہمی عیسائی فوج شہر پناہ کے قریب آ ئی اس دغاباز محافظ نے شہر پناہ کا چور دروازہ کھول دیا عیسائی فوج شہر میں داخل ہوگئی اور شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کر بگل بجادیا۔ باغی سیان گھبرا گیا۔ کچھ نہ سوجھا بھاگ کھڑا ہوا۔ پانچ چھ کوس نکل گیا ہوش وحواس بجا ہوئے تو اپنے کیے پر ندامت ہوئی بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑا ایک ارمنی عیسائی نے پہنچ کر سر اتار لیا اور انطاکیہ میں عیسائی سپہ سالار کے پاس پہنچادیا۔ یہ واقعات ۴۹۱ھ کے ہیں۔

مسلمانوں کا محاصرہ انطاکیہ: اس واقعہ کی مسلمانوں کو خبر ہوئی۔ انطاکیہ کے واپس لینے کے لیے ہر طرف سے دوڑ پڑے۔ قوام الدولہ کربوقا شام کی طرف چلا مرج وابق تک پہنچتے پہنچتے ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ دقاق بن تتش' طغرل تکین اتابک' جناح الدولہ والی حمص' ارسلان تاش والی سنجار اور سقمان ارتق وغیرہ نامی گرامی امراء اپنی اپنی فوجیں لیے ہوئے آ پہنچے اور انطاکیہ کی طرف بڑھے محاصرہ کر لیا۔ اتفاق سے اسلامی امراء میں پھوٹ پڑ گئی۔ امیر کربوقا بداخلاقی برتنے لگا اور امراء کو یہ امر ناگوار گزرا۔ ان کے دلوں میں اس کی طرف سے کدورت پیدا ہوگئی چونکہ عیسائیوں کو رسد وغلہ کے فراہم کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ اس وجہ سے محاصرہ کی تکلیف سے پریشان ہونے لگے۔ امیر کربوقا سے امان کی درخواست کی۔ امیر کربوقا نے امان دینے سے انکار کیا۔ عیسائیوں پر نہایت مصیبت اور تنگی کا وقت آ گیا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن' کا مضمون تھا۔ ان عیسائی کروسیڈروں کے ساتھ عیسائی بادشاہوں میں سے بردویل' صنجیل' کلدمری' قمط والی الرہا اور بیمند والی انطاکیہ بھی محصور تھا۔ عیسائی فوج کا کمان افسر بھی بیمند تھا۔ شدت محاصرہ سے پریشان ہو کر شہر پناہ کے دروازے سے متفرق طور سے دو دو چار چار امن کے جھنڈا لیے ہوئے نکلے۔ جب تمام عیسائی کروسیڈر انطاکیہ کے باہر آ گئے تو لڑائی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اسلامی امراء میں نفاق تو پیدا ہی ہو گیا تھا اور ان کے دلوں میں امیر کربوقا کی بداخلاقی سے کدورت پیدا ہو

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے) رجار نے کہا تم لوگ عقل سے خالی ہو اگر اس نے افریقہ کو لے لیا تو ہمارا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور اگر ناکام واپس آیا تو ہمیں اس کی ہمدردی کرنا ہوگی اور اس میں ہم کو تکالیف کا سامنا کرنا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے فتح بیت المقدس کی رائے دی جائے اور مسلمانوں پر جہاد کرنے کا مشورہ دیا جائے۔ حاضرین جلسہ نے اس رائے کو پسند کیا۔ چنانچہ یہی رائے بردویل کو لکھ بھیجی۔ بردویل نے بھی اسے پسند کیا اور فتح بیت المقدس کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مترجم عفی عنہ۔

چکی تھی اس وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سب سے اخیر میں امیر سقمان بن ارتق نے میدان جنگ سے فرار کیا عرب کا ایک گروہ اس معرکہ میں کام آ گیا۔ عیسائی کروسیڈروں نے مسلمانوں کے کیمپ میں جو کچھ پایا لوٹ لیا۔[1]

عیسائیوں کا سواحل شام پر قبضہ: اس کامیابی کے بعد عیسائیوں نے معرہ نعمان کی طرف قدم بڑھایا۔ اور اسے بھی لے لیا۔ نہایت بے رحمی اور سفاکی سے اہل معرہ نعمان کو پامال کیا۔ اس کے بعد غزہ پر حملہ کیا۔ چار مہینے تک محاصرہ کیے رہے۔ اہل غزہ نہایت مردانگی سے مقابلہ کرتے رہے۔ ابن منقذ والی شیرز نے نامہ و پیام کر کے مصالحت کر لی۔ پھر حمص کا محاصرہ کیا۔ جناح الدولہ نے صلح کا پیام بھیجا۔ مصالحت ہو گئی۔ عکا کی طرف بڑھے۔ اہل عکا نے قلعہ بندی کر لی۔ ناکام واپس ہوئے۔ اسی زمانہ سے سواحل شام پر عیسائی کروسیڈروں کا قبضہ شروع ہوتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ[2] ...... خلفاء علویین نے عیسائیوں کو ملک شام پر قبضہ کرنے کا اشارہ کیا تھا اور انہی کی تحریک سے وہ اس جرأت سے حملہ آور ہوئے تھے سبب یہ تھا کہ خلفاء علویہ کو سلاطین سلجوقیہ کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے ملک شام کو غزہ تک دبا لیا تھا اور ان کے امیروں میں سے اقسیس نامی ایک امیر نے مصر پر حملہ کیا تھا اور مدتوں تک

---

[1] ابن اثیر نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔ عیسائی کروسیڈروں کو انطاکیہ پر قبضہ کیے ہوئے بارہ دن ہو گئے تھے۔ رسد و غلہ کا کوئی سامان نہیں کرنے پائے کہ امیر کربوقا وغیرہ آ گئے عیسائی کروسیڈر بھوکوں مرنے لگے۔ امراء نے اپنی اپنی سواری کے جانوروں کو کھانا شروع کر دیا' غرباء اور سپاہی درخت کے پتوں سے پیٹ بھرنے لگے۔ امیر کربوقا کے پاس پیام بھیجا کہ "آپ ہم کو امان دیجئے ہم شہر خالی کیے دیتے ہیں۔" امیر کربوقا نے جواب دیا "ہرگز امان نہیں دی جائے گی' ہم تم کو تلوار کے ذریعہ سے نکالیں گے۔" اس جواب سے کروسیڈروں کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ایک پادری نے جس پر ان عیسائیوں کا زیادہ اعتقاد تھا ان لوگوں سے کہا گھبراؤ نہیں! اسی انطاکیہ میں مسیح کی صلیب فلاں مقام پر مدفون ہے تلاش کرو۔ اگر مل گئی تو تمہاری فتح ہو گی ورنہ تمہاری ہلاکت اور تباہی یقینی ہے۔" پادری صاحب نے اس سے پہلے صلیب کو مقام موعودہ میں دفن کر دیا تھا۔ عیسائی کروسیڈ صلیب کے تلاش کرنے پر تیار ہو گئے۔ پادری صاحب نے کہا "وہ یوں نہیں ملے گی۔ تین دن روزہ رکھو۔ دعا کرو گناہوں کی مغفرت چاہو۔ چوتھے روز تلاش کی کوشش کرو۔ کامیاب ہو گئے تو پھر کیا کہنا ہے ورنہ موت ہے۔" عیسائی کروسیڈروں نے اس پر عمل کیا اور جیسا کہ پادری نے کہا تھا' تلاش کے بعد صلیب مل گئی۔ پادری صاحب نے کہا "اب کیا ہے خوشیاں مناؤ۔ شہر پناہ کا دروازہ کھول کر پانچ پانچ چھ چھ آدمی امان کا جھنڈا لیے ہوئے نکلو جب سب کے سب انطاکیہ کے باہر آ جاؤ تو جنگ کا نقارہ بجا دو۔ فتح یاب ہو جاؤ گے" جس وقت عیسائی کروسیڈر انطاکیہ سے متفرق طور پر نکلنے لگے تو مسلمانوں نے امیر کربوقا سے عرض کیا "ان عیسائیوں کو مہلت نہ دی جائے جوں جوں نکلتے جائیں انہیں قتل کرتے جائیں" امیر کربوقا نے جواب دیا "نکل آنے دو ہم انہیں لڑ کر پسپا کر دیں گے۔" لیکن مسلمانوں میں بعض امراء نے اس کی مخالفت کی اور عیسائیوں کے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ امیر کربوقا نے خود جا کر انہیں اس سے روکا جب تمام عیسائی کروسیڈر شہر انطاکیہ سے نکل آئے تو انہوں نے صف آرائی کی۔ چونکہ کربوقا نے مسلمانوں کے ساتھ ناگوار برتاؤ کیا تھا اور عیسائیوں کے قتل سے روکا تھا اس وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک ہاتھ بھی لڑنے کا کہنا رہتیں ہوا۔ انتہی ملخصاً من تاریخ الکامل ابن اثیر۔

[2] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

اس کا محاصرہ کیے رہا۔ خلفاء علویہ نے اس امر کو کہ ایک نہ ایک روز سلاطین سلجوقیہ مصر کو بھی لے لیں گے اس کا احساس کر کے عیسائیوں کو ملک شام پر قبضہ کر لینے کا اشارہ کر دیا تا کہ سلاطین سلجوقیہ کی زد سے خود محفوظ رہیں اور ان کے اور مصر کے درمیان عیسائی حائل اور سدِ راہ ہو جائیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

امیر انز کی بغاوت: جس وقت سلطان برکیاروق' خراسان کی جانب روانہ ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں امیر انز کو فارس کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ فارس کے ملک پر شوانکار کے قبائل قابض ہو گئے تھے اور ایران شاہ بن قاروت بک والی کرمان کی پشت پناہی اور امداد سے فارس پر حکومت کر رہے تھے۔ جب امیر انز نے فارس پر فوج کشی کی تو شوانکار مقابلہ پر آئے اور لڑے۔ امیر انز کو شکست ہوئی۔ امیر انز' اصفہان واپس آیا۔ سلطان برکیاروق کو اس سے مطلع کیا اور خراسان حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ سلطان برکیاروق نے اصفہان میں ٹھہرنے کا حکم دیا' امارت عراق کی سند بھیج دی اور جس قدر فوجیں عراق اور اس کے اطراف و جوانب میں تھیں امیر انز کو ان کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ مؤید الملک بن نظام الملک دارالخلافت بغداد سے حلہ آیا۔ امیر انز سے ملا اور اسے سلطان برکیاروق کی مخالفت پر آمادہ کیا شاہی قوت و شوکت کی دھمکی دی۔ سلطان کے غصہ اور انتقام سے ڈرایا اور یہ رائے دی کہ محمد بن ملک شاہ سے نامہ و پیام بھیج کر سازش کر لو۔ محمد بن ملک شاہ ان دنوں گنجہ میں تھا اس قرارداد کے مطابق امیر انز نے عمل درآمد کیا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ یہ خبر مشہور ہو گئی۔ امیر انز کا خوف و خطر اور زیادہ ہو گیا۔ فوجیں فراہم کیں' اصفہان سے رے کی طرف کوچ کیا اور کھلم کھلا سلطان کی مخالفت کرنے لگا۔

امیر انز کا قتل: سلطان برکیاروق سے فخر الملک الب ارسلان کی واپسی اور سپردگی کا مطالبہ کیا۔ ابھی یہ معاملہ طے نہ ہوا تھا کہ ترکوں میں سے تین شخص جو امیر انز ہی کے لشکر کے تھے اور خوارزم کے رہنے والے تھے شب کے وقت اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر ڈالا۔ لشکر میں ہلڑ مچ گیا۔ مال زر روپیہ اور اسباب کو لشکریوں نے لوٹ لیا۔ نعش کو اصفہان میں لائے اور دفن کر دیا۔ امیر انز بڑا پابند صوم و صلوٰۃ' کثیر المناقب اور سخی تھا۔ امیر انز کے قتل کی خبر سلطان برکیاروق کو اطراف رے میں پہنچی امیر انز سے جنگ کرنے کو آ رہا تھا۔ اس خبر کو سن کر بے حد خوش ہوا۔ فخر الملک الب ارسلان کی باچھیں کھل پڑیں۔ یہ واقعہ ۴۹۲ھ کا ہے۔ اصفہر صابر' امیر انز کے قتل کے بعد دمشق چلا گیا۔ مدتوں وہیں ٹھہرا رہا اس کے بعد ۵۰۰ھ میں سلطان محمد کی خدمت میں باریاب ہوا۔ سلطان محمد بہ عزت و احترام پیش آیا اور رحبہ کی حکومت عنایت کی۔

افضل بن بدر جمالی کا بیت المقدس پر قبضہ: تاج الدولہ تتش نے بیت المقدس کو خلفاء علویہ والیان مصر کے قبضہ سے نکال لیا تھا اور اپنی طرف سے امیر سقمان بن ارتق کو اس کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ جس وقت ترکوں کو بمقام انطاکیہ عیسائی کروسیڈروں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو مصری خلیفہ کو بیت المقدس کے واپس لینے کا شوق اور جوش پیدا ہوا۔ افضل بدر جمالی سپہ سالار دولت علویہ فوجیں مرتب کر کے بیت المقدس کی طرف بڑھا اور بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا اس وقت بیت المقدس میں امیر سقمان اور ایلغازی پسران ارتق' یاقوتی' (ان دونوں کا بھتیجا) اور سونج (انہی دونوں کا چچازاد بھائی) موجود تھے۔ محصورین نے جی توڑ کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ افضل بن بدر جمالی کی منجنیقوں نے شہر پناہ کی دیوار کو توڑ ڈالا۔ محصورین نے محاصرہ کے چالیس دن بعد ہتھیار ڈال دیئے' امن و امان حاصل کر کے بیت المقدس کو فتح مند

گروہ کو دے دیا۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۴۸۹ھ کا ہے۔ افضل نے کامیابی کے بعد محصور امراء کے ساتھ بہت اچھے برتاؤ کیے امیر سقمان اور ایلغازی کو مع ان کے ہمراہیوں کے زادراہ دے کر رخصت کیا۔ امیر سقمان نے الرہا میں جا کر قیام اختیار کیا' ایلغازی عراق چلا گیا اور افضل اپنے سرداروں میں سے افتخار الدولہ کو بیت المقدس کی حکومت پر مامور کر کے مصر کی جانب واپس ہوا۔

بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ: عیسائیوں نے عکا سے واپس ہو کر بیت المقدس کی طرف قدم بڑھایا۔ چالیس روز نہایت سختی سے محاصرہ کیے رہے بالآخر آخری ماہ شعبان ۴۹۲ھ میں شہر پناہ کی شمالی دیوار توڑ کر گھس پڑے اور بہت بڑی خونریزی (غارتگری) کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ محراب داؤد علیہا السلام میں تین روز تک پناہ گزین رہا۔ آخر کار عیسائیوں نے امان حاصل کر کے رات کے وقت عسقلان چلا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار سے زیادہ مسلمان شہید کیے گئے جن میں علماء' زہاد' مہاجرین اور روساشہر تھے۔ چالیس قندیلیں کلاں نقرئی (ہر ایک کا وزن تین ہزار چھ سو درہم مطابق وزن رائج الوقت میں بیس سیر کا تھا) ایک سو پچاس قندیلیں خورد نقرئی' ایک تنور نقرئی وزنی چالیس رطل شامی (مطابق وزن رائج الوقت ایک من) اور ان کے علاوہ بہت سا مال واسباب جو کہ حد شمار سے باہر تھا لوٹ لیا۔

مسلمان فریادی صورت بنائے بحال پریشان دارالخلافت بغداد پہنچے۔ خلیفہ مقتدی نے انہیں ابو محمد دامغانی' ابو بکر شاشی' ابوالقاسم زنجانی' ابوالوفاء بن عقیل' ابو سعید حلوانی اور ابوالحسین بن سماک کے ہمراہ سلطان برکیا روق کے پاس روانہ کیا اور عیسائیوں سے اس جرأت وسفاکی کے انتقام لینے کی ہدایت کی۔ یہ وفد حلوان تک پہنچا تھا کہ ان لوگوں کو مجد الملک البارسلان کے قتل اور سلطان محمد کی نزاع وجنگ کی خبر معلوم ہوئی ناکام واپس آئے اور عیسائیوں نے شام پر استقلال کے ساتھ قدم جمالیا۔

چونکہ ہم نے اپنی کتاب میں التزام کر لیا ہے کہ ہر خاندان حکومت کے حالات جدا جدا لکھیں گے اس وجہ سے ان واقعات سے ہم گریز کرتے ہیں اور سلاطین سلجوقیہ کی حکومت کے حالات تحریر کرتے ہیں۔

سلطان محمد بن ملک شاہ: محمد اور سنجر حقیقی بھائی تھے سلطان برکیا روق نے سنجر کو حکومت خراسان پر متعین کیا تھا۔ ۴۸۶ھ میں محمد' سلطان برکیا روق کے پاس جس وقت کہ یہ اصفہان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے چلا آیا۔ برکیا روق نے محمد کو گنجہ اور اس کے متعلقات کی حکومت عطا کی اور چونکہ محمد کی عمر کم تھی۔ امیر قطلغ تکین اتابک کو بطور وزیر اس کے ہمراہ روانہ کیا۔

شہر گنجہ صوبہ اران کے مضافات سے تھا۔ قطون (فضلول بن ابوالاسوار) اس پر حکمرانی کر رہا تھا سلطان ملک شاہ نے اس صوبہ کو قطون سے لے کر سرہنگ ساوتکین خادم کو عنایت کیا اور قطون کو اس کی جگہ استرآباد کی حکومت مرحمت کی۔ لیکن چند روز بعد صوبہ اران کی حکومت' پھر قطون کو ضمانت لے کر دی گئی۔ جب قطون کی مالی اور فوجی حالت ذرا درست ہو گئی تو بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ سلطان ملک شاہ نے امیر بوزان کو اس کی سرکوبی پر روانہ کیا۔ چنانچہ امیر بوزان نے اسے شکست دے کر گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا اور اس کے مقبوضات پر قابض ہو گیا۔ سلطان ملک شاہ نے صوبہ اران کو امیر بوزان باغی

سیان والیٔ انطاکیہ اور ان کے افسران فوج پر تقسیم کر دیا اور ۴۸۲ھ میں قطون بحالت قید بغداد میں مر گیا۔

باغی سیان کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اپنے باپ کے مقبوضہ ممالک کی طرف چلا آیا۔ تب سلطان برکیاروق نے ۴۸۹ھ میں گنجہ اور اس کے متعلقات پر محمد کو حکمرانی کی سند عنایت کی جیسا کہ ہم ابھی تحریر کر آئے ہیں۔

موئد الملک عبید اللہ ابن نظام الملک: جب محمد کی قوت بڑھی اور حکومت میں استحکام پیدا ہوا تو اس نے اپنے وزیر اتابک قطلغ تکین کو مار ڈالا اور تمام صوبہ اران پر قابض ہو گیا۔ انہی دنوں موید الملک عبید اللہ ابن نظام الملک اپنے آقا امیر انز کے قتل کے بعد محمد کے پاس چلا آیا تھا۔ محمد نے اسے اپنے تقرب کی عزت دی اور وزارت کے عہدہ سے سرفراز کیا موید الملک نے حکومت و سلطنت کی دعوے داری کی رائے دی۔ چنانچہ محمد نے اپنی بادشاہی کا اعلان کر کے اپنے مقبوضات میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کے بعد ہی مجد الملک البارسلان کے مارے جانے کا واقعہ پیش آیا جو کہ برکیاروق کی مملکت میں جابرانہ حکومت کر رہا تھا۔ امراء لشکر کو اس سے منافرت پیدا ہوئی۔ برکیاروق کی رفاقت ترک کے محمد کے پاس چلے گئے (اور[1] مرتب ہو کر رے کی طرف بڑھے) برکیاروق ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے رے میں داخل ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے امراء سلجوقیہ امیر ینال بن انوشتکین حسامی اور نظام الملک وغیرہ بھی حاضر خدمت ہوئے۔

مادر برکیاروق کا قتل: برکیاروق یہ خبر سن کر کہ اس کا بھائی محمد بقصد جنگ روانہ ہو گیا ہے۔ رے سے اصفہان کی جانب واپس ہوا۔ اہل اصفہان نے اصفہان میں داخل نہ ہونے دیا۔ تب خوزستان کا راستہ اختیار کیا اور محمد نے ماہ ذیقعدہ ۴۹۲ھ میں رے پر قبضہ کر لیا۔ زبیدہ خاتون مادر برکیاروق اپنے بیٹے کے ساتھ نہیں گئی تھی رے میں ٹھہری ہوئی تھی۔ موید الملک نے اسے گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر دیا۔ اس پر بھی صبر نہ آیا تو مال و اسباب ضبط کر لیا۔ جب اس سے بھی اس کے دل کو تسلی نہ ہوئی تو ایک روز اس کا گلا گھونٹ دیا جس سے وہ مر گئی۔ ہر چند اس کے مصاحبوں نے اس فعل سے اسے روکا مگر اس نے ایک کی بھی نہ سنی اور اپنی خباثت کے اظہار سے باز نہ آیا۔

سلطان محمد کا خطبہ و خطاب: سعد الدولہ گوہر آئین افسر پولیس بغداد کو برکیاروق سے کشیدگی و منافرت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ امیر کربوقا والیٔ موصل، چکرمش والیٔ جزیرۂ ابن عمر اور سرخاب میں والیٔ کنلسون وغیرہ سے ملا اور سب کو برکیاروق کی مخالفت پر ابھار دیا۔ یہ سب مع اپنی فوجوں کے سلطان محمد کی بارگاہ میں حاضر ہونے کو روانہ ہوئے۔ سلطان محمد اس وقت قم میں مقیم تھا۔ سلطان محمد نے ان سب کو خلعت دیئے۔ انعامات اور جائزے سے سرفراز کیا۔ سعد الدولہ گوہر آئین کو اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کی ہدایت کر کے دار الخلافت بغداد کی جانب واپس ہوا۔ سعد الدولہ گوہر آئین نے بغداد پہنچ کر خلافت مآب کی خدمت میں باریابی کی عزت حاصل کی اور سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوانے کی بابت عرض کیا۔ خلافت مآب نے منظور فرما لیا اور سلطان محمد کو غیاث الدنیا والدین کا خطاب عنایت کیا۔ امیر کربوقا اور چکرمش وغیرہ سلطان محمد کے ہمراہ اصفہان کی طرف روانہ ہو گئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

1۔ اصل کتاب میں اس جگہ پر کچھ نہیں لکھا ہے میں نے ربط مضمون کے خیال سے عبارت مابین خطوط ہلالی تاریخ کامل سے لکھ دی ہے۔ (مترجم)

مجد الملک البا سلانی کا قتل: ابوالفضل سعد البا سلانی (البارسلان) ملقب بہ مجد الملک سلطان برکیاروق کی ناک کا بال بنا ہوا تھا۔ تمام کاروبار سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس کا ایسا اثر تھا کہ اس کے سامنے کسی کی بھی دال نہیں گلتی تھی۔[1] جب امراء برکیاروق' فرقہ باطنیہ کی سازشوں کے شکار ہونے لگے اور پے درپے قتل ہو گئے تو امراء برکیاروق کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو مجد الملک البا سلانی کا یہ فعل ہے چنانچہ امیر برشق کے قتل کیے جانے پر اس کے لڑکوں زنگی اور اقبوری کو یہی خیال رونما ہوا ان لوگوں نے اپنے باپ کے قتل کا الزام مجد الملک کے سر تھوپا اور برکیاروق سے علیحدہ ہو گئے۔ سرداران لشکر کو مخالفت کا موقع مل گیا۔ ایک جلسہ میں سب جمع ہوئے امیر جیزہ الکابک اور طغا یرک بن الیزن پیش پیش تھا ان لوگوں نے متفق ہو کر امیر برشق کے خون کا انتقام لینے کی تحریک کی اور اسی غرض سے اس کے لڑکوں کو بلا بھیجا۔ ہمدان کے قریب دوسری کمیٹی ہوئی۔ تمام فوج نے اس سے اتفاق کیا۔ تب ان لوگوں نے برکیاروق سے مجد الملک کی سپردگی کا مطالبہ کیا اور یہ پیام بھیجا کہ ''اگر مجد الملک کو ہمارے حوالہ کر دیں گے تو ہم آپ کے تابعدار و خادم ہیں ورنہ ہم کو آپ علم حکومت کے خلاف تصور فرمائیے۔'' برکیاروق نے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا لیکن مجد الملک البارسلان نے یہ رائے دی کہ ''بلحاظ مصلحت وقت آپ ان کے جذبات اور خواہش کے مطابق مجھے قتل کر ڈالیے۔ تمام امراء دولت اور سرداران لشکر آپ کے مطیع ہو جائیں گے ورنہ اگر انہوں نے مجھے زبردستی گرفتار کر کے قتل کیا تو اس میں رعب سلطنت جاتا رہے گا۔'' سلطان برکیاروق اس پر راضی نہ ہوا۔ انتقام طلب کرنے والوں سے مجد الملک کے نہ مارنے کی قسم لے کر مجد الملک کو ان کے حوالہ کر دیا۔ مجد الملک ان باغیوں کے سرداروں کے پاس پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ غلاموں نے اسے قتل کر ڈالا۔ شورش رفع ہو گئی۔ سر اتار کر موید الملک کے پاس بھیج دیا گیا۔

برکیاروق کی مراجعت اصفہان: اس واقعہ سے امراء دولت اور سرداران لشکر کو برکیاروق سے اور زیادہ منافرت اور کشیدگی پیدا ہوئی۔ کہلا بھیجا کہ آپ رے چلے جائیے۔ ہم لوگ آپ کے بھائی محمد سے نپٹ لیں گے۔ چنانچہ برکیاروق با دل ناخواستہ رے کی جانب واپس ہوا۔ ان لوگوں نے اس کی قیام گاہ کو لوٹ لیا اور اس کے بھائی محمد کے پاس چلے گئے۔ برکیاروق کوچ اور قیام کرتا ہوا اصفہان سے رستاق چلا گیا۔

بغداد میں برکیاروق کا خطبہ: برکیاروق اور اس کا امیر لشکر نیال بن انوشتکین اپنی فوج کے ساتھ خوزستان کی طرف روانہ ہوا۔ خوزستان سے واسط کا راستہ اختیار کیا۔ صدقہ بن مزید والی حلہ آملا۔ اس کے بعد ان سب نے دارالخلافت بغداد کا قصد کیا۔ اس وقت بغداد میں سعد الدولہ گوہر آئین افسر پولیس موجود تھا اور سلطان محمد کے علم حکومت کا مطیع تھا۔ برکیاروق کی آمد کی خبر سن کر بغداد چھوڑ دیا۔ ایلغازی بن ارتق وغیرہ امراء بھی اس کے ساتھ بغداد سے نکل

---

[1] مجد الملک بے حد نیک مزاج' صوم و صلوٰۃ کا پابند' تہجد پڑھنے کا عادی اور سخی تھا۔ علویوں کے ساتھ بہت اچھے برتاؤ کرتا اور داد و دہش سے پیش آتا تھا۔ خونریزی سے اس کو نفرت تھی۔ شیعیت مزاج میں تھی مگر بایں ہمہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرتا تھا اور ان سے تبرا کرنے والے کو ملعون کہتا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۷۔

آ ئے۔ برکیاروق ۱۵صفر ۴۹۳ھ میں بغداد پہنچا اور اپنے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھوایا۔

سعد الدولہ کی اطاعت: سعد الدولہ نے سلطان محمد اور موید الملک کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور برکیاروق کے مقابلہ پر لشکر بھیجنے کی تحریک کی۔ سلطان محمد اور اس کے وزیر موید الملک نے امیر کربوقا والی موصل اور چکرمش والی جزیرہ ابن عمر کو برکیاروق کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ چکرمش نے سعد الدولہ سے یہ ظاہر کیا کہ میرے مقبوضہ بلاد میں بےحد ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ لہٰذا مجھے آپ واپسی کی اجازت دیجئے۔ سعد الدولہ یہ سن کر ہکا بکا ہو گیا اور بادل ناخواستہ اجازت دیدی' سعد الدولہ اور اس کے مصاحبوں کو سلطان محمد کی امداد سے ناامیدی ہو گئی برکیاروق کی خدمت میں اطاعت وفرمانبرداری کا پیام بھیجا۔ چنانچہ برکیاروق' بغداد سے نکل کر ان لوگوں کے پاس آیا۔ ان لوگوں نے نہایت جوش سے استقبال کیا۔ برکیاروق' کشادہ پیشانی سے ملا اور خوشی ومسرت سے بغداد کی جانب ان لوگوں کے ساتھ واپس گیا۔

عمید الدولہ بن جہیر کی گرفتاری: اس کے بعد عمید الدولہ بن جہیر (خلافت مآب کا وزیر تھا) کو گرفتار کر لیا اور اس سے دیار بکر اور موصل کے ان محاصل کا مطالبہ کیا۔ جو ان نے اور اس کے باپ نے دیار بکر اور موصل کی گورنری کے زمانہ میں حاصل کیے تھے۔ ردوکد کے بعد ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار پر معاملہ طے ہو گیا۔ دربار خلافت کا عہدۂ وزارت اعز ابوالمحاسن عبد الجلیل بن محمد دہستانی کو عطا کیا اور خلافت مآب نے برکیاروق کو خلعت عنایت فرمایا۔

برکیاروق ومحمد کی پہلی جنگ: برکیاروق' دارالخلافت بغداد سے اپنے بھائی محمد سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ شہرزور ہو کر گزرا۔ تین روز شہرزور میں قیام پذیر رہا۔ ترکمانوں کا بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ رئیس ہمدان نے ہمدان حوالہ کر دینے کی درخواست پیش کی۔ برکیاروق نے اس درخواست پر کوئی توجہ نہ دی اور محمد سے جنگ کرنے کے لیے چل کھڑا ہوا۔ ہمدان سے چند کوس کے فاصلہ پر صف آرائی ہوئی۔ برکیاروق کے میمنہ پر سعد الدولہ گوہر آئین' عز الدولہ بن صدقہ بن مزید اور سرخاب بن بدر وغیرہ نامی گرامی امراء تھے۔ میسرہ میں امیر کربوقا تھا۔ محمد کے میمنہ کا سردار امیر اخر اور اس کا بیٹا ایاز تھا۔ اس کے میسرہ میں موید الملک فوج لیے ہوئی تھا۔ قلب لشکر میں خود محمد تھا شحنہ اصفہان امیر سرخواس کی رکاب میں تھا۔ برکیاروق کے میمنہ نے جس کا سردار سعد الدولہ گوہر آئین تھا۔ موید الملک اور لشکر نظامیہ پر حملہ کیا۔ موید الملک کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ فتح مند گروہ لڑتا بھڑتا مفروروں کے خیموں تک پہنچ گیا اور اسے لوٹ لیا۔ اسی اثنا میں محمد کے میمنہ نے برکیاروق کے میسرہ پر دھاوا کیا۔ برکیاروق کے میسرہ کو شکست ہوئی۔ محمد نے یہ رنگ دیکھ کر برکیاروق پر حملہ کر دیا۔ برکیاروق کی فوج بے قابو ہو کر بھاگ نکلی۔ محمد نہایت مردانگی سے اپنی جگہ پر کھڑا ہوا لڑائی کا تماشا دیکھتا رہا۔ سعد الدولہ گوہر آئین مفرور گروہ کے تعاقب اور ان کی گرفتاری سے واپس آ رہا تھا اتفاق یہ کہ گھوڑا پھسل کر گر پڑا۔ ایک خراسانی سپاہی نے پہنچ کر سعد الدولہ کا سر اتار لیا۔ اعز ابوالمحاسن یوسف (برکیاروق کا وزیر) گرفتار ہو کر موید الملک کے روبرو پیش کیا گیا موید الملک نہایت عزت وتوقیر سے پیش آیا۔ اس کے رہنے کے لیے خیمہ نصب کرایا۔

خاتمہ جنگ کے بعد موید الملک نے اعز ابوالمحاسن یوسف کو دارالخلافت بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھنے کی تحریک کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اعز ابوالمحاسن یوسف نے بغداد پہنچ کر حسب ہدایت موید الملک عمل درآمد کیا۔ چنانچہ ۱۵

رجب سنہ مذکور کو جامع بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سعد الدولہ گوہر آئین: سعد الدولہ گوہر آئین کا ابتدائی حال یہ ہے کہ سعد الدولہ ملک ابو کالیجار بن سلطان الدولہ بن بویہ کا خادم تھا۔ ملک ابو کالیجار نے اسے اپنے بیٹے ابونصر کی خدمت میں بھیج دیا تھا جب ابونصر کو طغرل بک نے گرفتار کر لیا تو سعد الدولہ اس کے ہمراہ قلعہ طبرک میں چلا گیا۔ ابونصر کے مرنے کے بعد سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں رہنے لگا۔ کفایت شعار اور منتظم تھا۔ سلطان الپ ارسلان نے اسے واسط کی حکومت دی دار الخلافت بغداد کا پولیس افسر مقرر کیا۔ سلطان الپ ارسلان کے قتل کے بعد اس کے بیٹے سلطان ملک شاہ نے سعد الدولہ کو سفیر بنا کر دار الخلافت بغداد روانہ کیا۔ سعد الدولہ نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ دار الخلافت سے خلعت ملا اور دار الخلافت بغداد کے نظم و نسق کی خدمت عطا ہوئی۔ قدرت کی جانب سے جو عزت سعد الدولہ کو حاصل ہوئی تھی کسی خادم کو نصیب نہیں ہوئی۔ ارا کین دولت اسی کے قبضہ میں تھی۔ سرداران لشکر اس کی اطاعت کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے۔ المختصر اپنی زندگی کے دن پورے کر کے اس معرکہ میں کام آ گیا۔ اس کی جگہ ایلغازی بن ارتق پولیس افسر بغداد ہوا۔

جنگ برکیا روق و سنجر: برکیا روق نے اپنے بھائی محمد سے شکست اٹھا کر گنتی کے چند جاں نثاروں کے ساتھ رے جا کر دم لیا اس کے ہوا خواہوں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ چاروں طرف سے آ آ کر اس کی خدمت میں جمع ہو گئے۔ برکیا روق نے ان سب کو مسلح کر کے خراسان کی جانب کوچ کیا۔ اسفرائین پہنچا امیر داؤد حبشی بن التونتاق کو دامغان سے بلا بھیجا۔ طبرستان، جرجان اور خراسان کا زیادہ حصہ اسی کے قبضہ حکومت میں تھا۔ امیر داؤد نے کہلا بھیجا کہ ''جب تک میں حاضر ہوں اس وقت تک آپ نیشاپور جا کر قیام اختیار فرمادیں'' برکیا روق نے اسفرائین سے کوچ کیا اور نیشاپور پہنچا۔ ابومحمد اور ابوالقاسم بن امام الحرمین یعنی امیر نیشاپور کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ چند روز بعد ابوالقاسم کو بحالت قید زہر دیا گیا۔ جس سے ان کی موت وقوع میں آئی۔

برکیا روق کی شکست: اس کے بعد سنجر نے امیر داؤد حبشی پر فوج کشی کی۔ امیر داؤد نے برکیا روق کو اس کی اطلاع دی اور اپنی امداد کی درخواست کی برکیا روق فوجوں کو مرتب کر کے روانہ ہوا۔ بوشنج کے باہر ایک میدان میں دونوں حریف صف آرا ہوئے سنجر کے میمنہ پر امیر برغش، میسرہ پر امیر کوکر اور قلب لشکر میں امیر رستم تھا۔ برکیا روق نے رستم پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ قلب لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ برکیا روق نے سنجر کی ماں کو گرفتار کر لیا۔ ہمراہیان برکیا روق لوٹ مار اور مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ امیر برغش اور امیر کوکر نے اس امر کا احساس کر کے برکیا روق پر حملہ کر دیا۔ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ برکیا روق کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اثنائے جنگ میں امیر داؤد حبشی گرفتار ہو گیا۔ اسے امیر برغش کے روبرو پیش کیا گیا۔ امیر برغش نے قتل کر ڈالا۔ برکیا روق بھاگ کر جرجان پہنچا۔ پھر جرجان سے دامغان چلا گیا۔ جب دامغان میں بھی اس کے پریشان دل کو سکون نہ ملا تو دامغان کے دیہاتوں میں چلا گیا اور وہیں سے اہل اصفہان کو طلبی کے خطوط لکھے۔ امراء کی ایک جماعت یہ خبر پا کر حاضر ہو گئی جن میں جاول سقاوہ بھی تھا۔ اصفہان کی طرف بڑھا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پیشتر محمد اصفہان میں داخل ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے برکیا روق عسکر مکرم کی طرف واپس ہو گیا۔

جنگ ثانی برکیاروق و محمد: جس وقت برکیاروق کو سنجر سے ۴۹۳ھ میں شکست ہوئی اور وہ شکست کھا کر اصفہان کی طرف گیا۔ محمد اس کی روانگی سے مطلع ہو کر اصفہان میں پہلے سے داخل ہو گیا تھا بہ مجبوری خراسان کی جانب لوٹ پڑا اور عسکر مکرم پہنچ کر قیام پذیر ہو گیا۔ ۴۹۴ھ میں امیر زنگی و امیر البکی پسران برسق برکیاروق کی خدمت میں باریاب ہوئے اور ان کے ساتھ ساتھ ہمدان کی جانب روانہ ہوئے اسی اثناء میں امیر اضر مر گیا تھا۔ امیر ایاز کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ موید الملک کی سازش سے امیر اضر کے وزیر نے امیر اضر کو زہر دیا ہے امیر ایاز اور امیر اضر میں دکمال اتحاد تھا ایک روز موقع پا کر امیر ایاز نے امیر اضر کے وزیر کو قتل کر ڈالا اور انتقام کے خوف سے پانچ ہزار فوج کے ساتھ برکیاروق کی خدمت میں بھاگ آیا۔ تھوڑے دن بعد سرخاب بن کیخسرو والی آوہ بھی محمد سے متنفر ہو کر برکیاروق کے پاس چلا آیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ پچاس ہزار سوار برکیاروق کی حکومت کے مطیع ہو گئے۔ محمد نے پندرہ ہزار فوج سے برکیاروق پر تیسری جمادی الآخر ۴۹۴ھ میں حملہ کیا دونوں بھائیوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اثناء جنگ میں محمد کے اکثر امراء محمد کی رفاقت ترک کر کے برکیاروق کی خدمت میں یکے بعد دیگرے اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ چلے آئے جس کی وجہ سے محمد کو شکست اٹھانا پڑی۔

موید الملک کا قتل: موید الملک گرفتار ہو گیا۔ اسے برکیاروق کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ برکیاروق نے اسے سخت اور ناز یبا کلمات سے مخاطب کیا اور اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا۔ موید الملک بداخلاق' حیلہ باز' چال باز' امراء و ارا کین دولت کے ساتھ کج ادا' بدعہد' بخیل اور نہایت درجہ کا چلتا پرزہ شخص تھا۔ فتحیابی کے بعد اعز ابوالمحاسن وزیر برکیاروق نے ابوابراہیم استر آبادی کو موید الملک کا مقبوضہ مال و اسباب اور خزانہ ضبط کرنے کی غرض سے دارالخلافت بغداد روانہ کیا۔ چنانچہ موید الملک کا جو مال و اسباب ہاتھ آیا وہ عقل و قیاس سے زیادہ تھا بیان کیا جاتا ہے کہ دارالخلافت بغداد کے علاوہ بلاد عجم میں جو خزانہ موید الملک کا ہاتھ آیا تھا اس میں یاقوت کا ایک نگینہ بھی تھا جس کا وزن چالیس مثقال تھا۔ اس کے قتل کیے جانے کے بعد محمد نے خطیب الملک ابوالمنصور محمد بن حسین کو عہدہ وزارت عطا کیا۔

سلطان محمد کی جرجان کو روانگی: محمد کی مہم سے فراغت حاصل کر کے برکیاروق رے چلا گیا۔ امیر کربوقا والی موصل اور دبیس ابن صدقہ (ان دنوں صدقہ والی حلہ تھا) وفد ہو کر مبارک باد دینے کے لیے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے۔ محمد شکست اٹھا کر جرجان پہنچا اپنے بھائی سنجر سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سنجر نے محمد کی خواہش کے مطابق مال و اسباب اور آلات حرب بھیج دیئے اور اپنے بھائی کی دل دہی کے خیال سے خراسان سے روانہ ہو کر جرجان پہنچا پھر دونوں متفق ہو کر دامغان پر جا اترے اور اسے ویران کر کے رے جا کر مقیم ہوئے نظامیہ افواج یہ خبر پا کر جمع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ جمعیت بڑھ گئی۔

اسمٰعیل بن یاقوتی کی بغاوت: برکیاروق نے فتح یاب ہو کر رسد کی کمی کی وجہ سے اپنی فوج کو منتشر کر دیا تھا۔ دبیس بن صدقہ اپنے باپ کے پاس حلہ چلا گیا تھا آذر بائیجان میں داؤد بن اسمٰعیل بن یاقوتی نے بغاوت کی تھی اس کی سرکوبی کے لیے قوام الدولہ امیر کربوقا دس ہزار فوج کے ساتھ آذر بائیجان بھیج دیا گیا تھا' امیر ایاز اجازت حاصل کر کے ہمدان چلا آیا

تھا اور عید الفطر کے بعد واپس آنے کا وعدہ کر آیا تھا غرض اس طرح فوج کا بڑا حصہ منتشر ہو گیا تھا۔ برکیاروق کی رکاب میں تھوڑی سی فوج باقی رہ گئی تھی جب اسے محمد اور سنجر کے اتفاق کی خبر لگی اور ان کی فوجوں کی کثرت سے مطلع ہو کر بے انتہا پریشان ہوا۔ جب کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تو ہمدان کی طرف روانہ ہوا تا کہ امیر ایاز سے مل کر اپنی منتشر قوت کو سنبھالے۔ اثناء راہ میں یہ خبر بدمستی کہ امیر ایاز نے نامہ و پیام کر کے محمد کی اطاعت قبول کر لی ہے پھر کیا تھا ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ خوزستان کی جانب لوٹ پڑا کوچ و قیام کرتا ہوں تشتر پہنچا۔ امیر ابن برسق کو طلبی کا خط لکھا۔ چونکہ امیر ابن برسق' ایاز کے ہمراہیوں سے تھا برکیاروق کی طلبی پر حاضر نہیں ہوا۔ برکیاروق پریشان حال عراق کی جانب روانہ ہوا اور حلوان پہنچا۔ یہاں امیر ایاز حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔

سلطان محمد کی ہمدان پر فوج کشی: امیر ایاز نے محمد سے اپنی اطاعت کی بابت خط و کتابت کی تھی۔ لیکن محمد نے اسے منظور نہ کیا اور اپنی فوجیں ہمدان کے سر کرنے کے لیے بھیج دیں۔ امیر ایاز نے گھبرا کر ہمدان چھوڑ دیا۔ محمد کے لشکریوں نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ جو مال و اسباب امیر ایاز چھوڑ گیا تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ امیر ایاز کے مصاحبوں اور ہوا خواہوں سے تاوان جنگ وصول کیا۔ ہمدان کے رئیس سے ایک لاکھ دینار کا مطالبہ کیا۔

برکیاروق کی بغداد میں آمد: برکیاروق اور امیر ایاز کوچ و قیام کرتے ہوئے ۱۵ ذی قعدہ ۴۹۴ھ کو دار الخلافت بغداد میں داخل ہوئے۔ چونکہ تنگ دستی میں مبتلا ہو گئے تھے اس لیے خلافت مآب سے خرچ کے لیے روپیہ طلب کیا۔ خلافت مآب نے بہت رد و کد کے بعد صرف پچاس ہزار دینار سے مدد کی۔ لیکن اس رقم سے برکیاروق کا کام نہ چلا۔ اس کے ہمراہیوں نے عوام الناس کے مال پر ہاتھ بڑھایا جو کچھ اور جہاں پایا لوٹ لیا۔ ابو محمد عبداللہ بن منصور معروف بہ ابن صلیحہ قاضی جبلہ سواحل شام سے فرانسیسی عیسائیوں کے مقابلے سے شکست کھا کر دار الخلافت بغداد بھاگ آیا تھا۔ اس کے پاس بہت سا مال اور زر نقد بھی تھا۔ برکیاروق کو اس کی خبر لگ گئی۔ برکیاروق نے اس سے زبردستی مال چھین لیا۔ قاضی ابن صلیحہ کے حالات خلافت عباسیہ کے حالات کے ضمن میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

برکیاروق سے امیر صدقہ کی بغاوت: اس کے بعد برکیاروق نے اپنے وزیر اعز ابو المحاسن کو امیر صدقہ بن منصور بن دبیس بن مزید والی حلہ کے پاس بھیجا اور یہ مطالبہ کیا کہ خراج سے دس لاکھ دینار تمہارے ذمہ باقی ہیں انہیں ادا کرو ورنہ تم سے زبردستی وصول کیے جائیں گے اور ملک بھی تم سے لے لیا جائے گا۔ امیر صدقہ یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا برکیاروق کی اطاعت سے منحرف ہو کر سلطان محمد کی حکومت کا مطیع ہو کر اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ برکیاروق کو اس کی اطلاع ہوئی طلبی کا خط لکھا اس سے درگزر کرنے کا وعدہ کیا۔ امیر ایاز نے تمام مطالبات کی ذمہ داری لی لیکن امیر صدقہ نے ایک بھی نہ سنی۔ اسی امر پر اصرار کرتا رہا کہ وزیر السلطنت اعز ابو المحاسن کو میرے حوالہ کر دیا جائے قصہ مختصر امیر صدقہ برکیاروق کی مخالفت پر قائم رہا اور اس کے عامل کو کوفہ سے نکال کر کوفہ کو اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔

سلطان محمد اور سنجر کی بغداد میں آمد: سلطان محمد اور سنجر نے ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد برکیاروق کے تعاقب کی

غرض سے حلوان کی طرف کوچ کیا حلوان میں ایلغازی بن ارتق اپنی فوج کے ساتھ حاضر ہوا اور اپنی خدمات سلطان محمد کے دربار میں پیش کیں۔ اس سے محمد کی فوج بہت زیادہ ہوگئی بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ برکیاروق اس وقت بستر علالت پر پڑا ہوا تھا۔ محمد کی آمد کی خبر سن کر برکیاروق اور اس کے ہمراہی گھبرا گئے۔ بادل ناخواستہ بغداد کو خیر باد کہہ کر غربی جانب سے عبور کر گئے۔ سلطان محمد آخر ۴۹۴ھ میں داخل بغداد ہوا۔ دریائے دجلہ دونوں حریفوں میں بیچ بچاؤ کر رہا تھا۔ ایک کنارہ پر سلطان محمد کی فوج تھی اور دوسرے کنارے پر اس کے مقابلے میں برکیاروق کا لاؤ لشکر تھا ایک نے دوسرے پر تیر باری کی۔ باہم سخت کلامی اور گالی گلوچ ہوئی۔ محمد کے فوجی برکیاروق کے لشکریوں کو باطنی باطنی کہہ کر پکار رہے تھے۔ سوائے تو تو میں میں کے اور کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا۔ برکیاروق نے واسط کی طرف کوچ کیا۔ اس کے لشکر نے لوٹ مار شروع کر دی۔ راستہ میں جو شہر، قصبہ یا گاؤں ملا اسے تاراج کر ڈالا۔ سلطان محمد نے دارالخلافت بغداد میں داخل ہو کر قصر سلطنت میں قیام کیا۔ خلیفہ مستظہر باللہ کا مبارکباد نامہ صادر ہوا اس کے نام کو خطبہ میں پڑھے جانے کا حکم دیا۔ سنجر کو ہر آئین پولیس افسر بغداد کے مکان میں اترا۔ امیر صدقہ والی حلہ مبارکباد دینے کے لیے محرم ۴۹۵ھ میں دربار شاہی میں حاضر ہوا۔

فرقہ باطنیہ: فرقہ باطنیہ کا ظہور (بہ زمانہ[1] حکومت سلطان ملک شاہ سلجوقی) عراق، فارس اور خراسان میں ہوا۔ یہ فرقہ کوئی نیا فرقہ نہ تھا بلکہ یہ فرقہ درحقیقت فرقہ قرامطہ میں سے ہے فرقہ باطنیہ اور قرامطہ کا طریق عمل اور اعتقادات متحد ہیں لیکن اس دور میں فرقہ باطنیہ اسمٰعیلیہ ملاحدہ اور فداویہ کے ناموں سے موسوم ہوا ناموں کی تبدیلی کسی نہ کسی سبب اور وجہ سے ہے ہر ایک کی وجہ تسمیہ جداگانہ ہے۔ باطنیہ سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنے اعتقادات اور اپنی دعوت کو دوسروں سے مخفی اور پوشیدہ رکھتے تھے۔ اسماعیلیہ اس سبب سے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ اسمٰعیل امام بن امام جعفر صادق کا متبع تھا ملاحدہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کوئی عقیدہ انکار دین سے خالی نہیں ہے۔ فداویہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس کے قتل پر یہ مسلط اور مقرر کیے جاتے تھے اس کے قتل میں یہ اپنے جان و مال کی پروانہ کرتے تھے اور اپنے کو شیخ کے حکم پر فدا کرتے تھے اور چونکہ ان کی دعوت اور ان کے مذہب کی ابتدا قرمط سے ہوئی تھی اس وجہ سے اس کی طرف منسوب ہو کر قرامطہ کے نام سے موسوم کیے جاتے تھے۔

فرقہ باطنیہ کی سرکوبی: تیسری صدی ہجری میں اور اس کے بعد اس مذہب کی بنیاد بحرین میں پڑی اس کے بعد مشرق میں سلطان ملک شاہ کی حکومت کے زمانہ میں اس مذہب نے نشوونما پائی۔ سب سے پہلے اس مذہب والوں کا ظہور اصفہان میں ہوا۔ برکیاروق اپنے بھائی محمود اور اس کی ماں خاتون جلالیہ کا اصفہان میں محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ آپس کے جھگڑوں نے اس فرقہ کے خاتمہ کی طرف کسی کو متوجہ نہ ہونے دیا۔ برکیاروق محاصرہ چھوڑ کر واپس ہوا تھا کہ اس فرقہ نے ہاتھ پاؤں نکالے۔ باشندگان اصفہان مذہبی پیشواؤں، قضاۃ اور فقہاء کے اشارہ و حکم سے اس فرقہ پر ٹوٹ پڑے۔ چاروں طرف سے مار دھاڑ شروع کر دی۔ گرفتار کر کے زندہ آگ میں ڈال دیا۔ بہتیروں نے عدم کا راستہ لیا باقی ماندگان منتشر ہو گئے اور بلاد عجم کے اکثر قلعوں پر قبضہ کر لیا جیسا کہ آپ اوپر ان کے حالات میں پڑھ آئے ہیں۔

---

[1] دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ لیدن۔

ارسلان شاہ کا بلاد کرمان پر قبضہ: نیران شاہ بن بدران شاہ بن قاروت بک والی کرمان نے ابوزرعہ کاتب (جو کہ خوزستان کا رہنے والا تھا) کی تحریک سے مذہب باطنیہ اختیار کیا۔ ابوزرعہ کے پاس ایک حنفی فقیہ احمد بن حسین بلخی نامی رہتا تھا۔ اکثر باشندگان کرمان اس کے معتقد تھے ابوزرعہ نے اس فقیہ کو قتل کر ڈالا۔ نیران شاہ کا سالار لشکر جو کوتوال شہر تھا اس واقعہ سے متنفر اور کشیدہ خاطر ہو کر سلطان محمد اور وزیر سلطنت موید الملک کی خدمت میں چلا گیا۔ سالار لشکر کے جانے کے بعد فوج نے نیران شاہ کے خلاف بلوہ کر دیا۔ خزانہ لوٹ لیا اور اسے شہر سے بیک بینی و دو گوش باہر نکال دیا۔ پریشان حالت میں گرتا پڑتا قلعہ مسیدم (سمیرم) پہنچا اور والی قلعہ محمد بہستون سے اجازت حاصل کر کے قیام پذیر ہوا۔ ارسلان[1] شاہ نے یہ خبر پا کر ایک فوج قلعہ مسیدم کے محاصرہ پر بھیج دی۔ محمد بہستون گھبرا گیا۔ اسی وقت نیران شاہ کو نکال باہر کیا۔ سپہ سالار لشکر نے اسے اور ابوزرعہ کاتب کو گرفتار کر کے ارسلان شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ ارسلان شاہ نے دونوں کو قتل کر کے بلاد کرمان پر قبضہ کر لیا۔

فرقہ باطنیہ کا قتل عام: چونکہ برکیاروق اکثر انہی باطنیوں کو ان لوگوں پر متعین کیا کرتا تھا جن کا قتل کرانا اسے مدنظر ہوتا تھا (امیر انز افسر پولیس اصفہان اور ارغش وغیرہ اسی کے اشارہ سے باطنیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے) اس وجہ سے برکیاروق کے ہوا خواہان حکومت باطنیوں کے حملوں سے محفوظ رہے لیکن برکیاروق کے لشکر میں فرقہ باطنیہ کا عمل دخل ہو گیا۔ بہت سے فوجیوں نے اس مذہب کو اختیار کر لیا۔ کثرت کی وجہ سے جسے چاہتے تھے قتل کی دھمکی دیتے تھے۔ سرداران لشکر بھی خائف ہو گئے۔ اس وجہ سے لوگوں نے برکیاروق پر باطنیہ مذہب کی طرف مائل ہونے کی تہمت لگائی۔ حالانکہ برکیاروق فرقہ باطنیہ سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر کام لیتا تھا۔ چنانچہ ارکین دولت اور سرداران لشکر جمع ہو کر برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاملات حاضرہ کو پیش کر کے فرقہ باطنیہ کے قتل کی رائے دی۔ برکیاروق نے ان کے مشوروں کو بغور سنا اور اس کا کاربند ہوا اور فرقہ باطنیہ کے قتل عام کا حکم دیدیا۔ چاروں طرف سے اس فرقہ پر مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ جہاں پر جو شخص فرقہ باطنیہ کا ملا بے تامل مار ڈالا۔ ابوابراہیم استر آبادی پر (جسے وزیر السلطنت اعز ابوالمحاسن نے موید الملک کے مال و اسباب ضبط کرنے کے لیے دارالخلافت بغداد بھیجا تھا) بھی اسی مذہب کی پابندی کی تہمت تھی۔ برکیاروق نے اس کے قتل کا حکم بغداد بھیج دیا۔ شاہی فوج میں سے امیر محمد بن دشمنز یا ابن علاء الدولہ بن کاکویہ اسی الزام میں مار ڈالا گیا۔ یہ شہر یزد کا والی تھا۔ لگانے بجھانے والوں نے کیا الہراسی مدرس جامعہ نظامیہ پر بھی یہی الزام لگایا۔ سلطان محمد نے گرفتار کر لینے کا حکم صادر کیا۔ خلیفہ مستظہر نے اس کی برات تقوی اور علو درجہ کی شہادت دی۔ تب کہیں غریب الہراسی کی جان بچی۔ رہا کیا گیا قصہ مختصر اس فرقہ باطنیہ کا خراب مادہ عام لوگوں میں سے نکال کر پھینک دیا گیا۔ لیکن جن قلعوں کے وہ مالک ہو گئے تھے وہاں پر اسی طریقہ سے ان کے مذہب کا کام جاری رہا۔ یہاں تک کہ ان کی حکومت کا سلسلہ ختم ہوا جیسا کہ ان کے حالات اوپر بالتفصیل تحریر کیے جا چکے ہیں۔

---

[1] کرمان کی فوج نے نیران شاہ کے بعد ارسلان شاہ بن کرمان شاہ بن قاروت شاہ بک کو کرسی امارت پر متمکن کیا تھا۔ یہ نیران شاہ کا چچا زاد بھائی تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ لیڈن۔

جنگ ثالث برکیاروق و محمد: جب برکیاروق نے بغداد سے واسط کی جانب کوچ کیا' سلطان محمد بغداد میں داخل ہوا۔ ۱۵ محرم ۴۹۵ھ تک قیام پذیر رہا۔ پھر وہاں سے مع سنجر کے روانہ ہوا۔ محمد نے ہمدان کا راستہ اختیار کیا اور سنجر نے خراسان کی طرف کوچ کیا۔

محمد اور سنجر کی روانگی کے بعد خلیفہ مستظہر تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ برکیاروق' بغداد کے ارادے سے روانہ ہوا چاہتا تھا۔ اس خبر کے علاوہ برکیاروق کی طرف سے ان نازیبا کلمات اور ان افعال کی بھی اطلاع دی گئی جو اس نے خلافت مآب کے خادموں کی نسبت کہے تھے۔ خلافت مآب نے سلطان محمد کو ہمدان طلب کر کے ارشاد فرمایا ''میں تمہارے ساتھ برکیاروق سے لڑنے کو چلوں گا'' سلطان محمد نے گذارش کی ''خلافت مآب کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس سے جنگ کرنے کے لیے میں تنہا کافی ہوں'' خلافت مآب اس جواب سے بے حد خوش ہوئے اور ارادہ ترک کر دیا۔ سلطان محمد' ابوالمعالی مفضل بن عبدالرزاق کو بغداد کی کوتوالی پر مقرر کر کے برکیاروق کی روک تھام کے لیے روانہ ہو گیا۔

برکیاروق بغداد سے روانہ ہو کر واسط پہنچا۔ رؤسا شہر اس کی فوج کی بدکرداری سے خائف ہو کر زبیدیہ کی طرف بھاگ گئے۔ برکیاروق نے واسط میں قیام کر دیا۔ جب اس کے مرض میں ذرا کمی محسوس ہوئی اور یک گونہ افاقہ ہوا تو دریا کو جانب غرب سے جانب شرق کی طرف عبور کرنے کا قصد کیا مگر وہاں نہ تو کوئی کشتی تھی نہ اور کوئی دریا عبور کرنے کا سامان تھا۔ عوام الناس جان و آبرو کے خوف سے اپنے اپنے گھروں میں دروازے بند کیے ہوئے بیٹھے تھے۔ کاروبار سب بند تھا۔ کوئی شخص کسی ضرورت سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ قاضی ابوعلی فاروقی شاہی لشکر میں آیا۔ امیر ایاز اور وزیر السلطنت سے ملاقات کی۔ اہل شہر کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرنے کی درخواست کی اور اس امر کی بھی خواہش کی کہ اہل شہر کی حفاظت کی غرض سے پولیس اور کوتوال مقرر کیا جائے۔ امیر ایاز اور وزیر السلطنت نے اس درخواست کو منظور کیا اور باشندگان شہر کی حفاظت پر پہرہ بٹھا دیا۔ چوکیاں مقرر کر دیں۔ اس کے بعد ان دونوں نے قاضی سے مزدور اور کشتی مہیا کرنے کی فرمائش کی۔ قاضی نے بہت سے مزدور لا کر موجود کر دیے جن کی مدد سے وہ اپنی سواری کے جانوروں کے ساتھ دریا عبور کر کے کنارہ شرقی پر پہنچ گئے۔ فوجیوں نے شہر کو تاراج کرنا شروع کیا جس نے جو چیز پائی لوٹ لی۔ غارتگری کا بازار گرم ہو گیا۔ قاضی امیر ایاز اور وزیر السلطنت کے پاس گیا اور ان سے رحم و عفو کی درخواست کی۔ لشکریوں کی زیادتی اور ظلم کی داستان سنائی۔ امیر ایاز نے فوج کو غارت گری سے منع کر دیا۔

برکیاروق و محمد میں مصالحت: اس کے بعد لشکر واسط نے اطاعت قبول کی اور امان کی درخواست کی۔ برکیاروق نے انہیں امان مرحمت فرمائی اور مع اس لشکر کے بلاد بنو برسق (اہواز) کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی اہواز نہیں پہنچنے پایا تھا کہ اسے بغداد سے محمد کی روانگی کی خبر لگی۔ اہواز کا خیال چھوڑ کر اس کے تعاقب میں نہاوند کی جانب کوچ کیا۔ دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہو گیا۔ دونوں نے صف آرائی کی لیکن شدت سرما کی وجہ سے معرکہ آرا نہ ہو سکے اپنے اپنے کیمپ میں واپس آ گئے۔ دوسرے دن پھر صف آرا ہوئے دونوں حریفوں کے جنگ آور صف لشکر سے نکل کر میدان میں آتے تھے مصافحہ کرتے تھے باتیں کرتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے۔ سرداران لشکر نے فوج کا یہ رنگ دیکھ کر باہم گفت و شنید شروع کی۔

صلح نامہ: سلطان محمد کی فوج سے امیر بکراج امیر ایاز اور وزیر السلطنت اعز ابوالمحاسن کے پاس آیا مصالحت کی گفتگو کی۔ چنانچہ دونوں فریقوں میں اس امر پر مصالحت ہوگئی۔

(۱) یہ کہ برکیاروق سلطان کے لقب سے ملقب کیا جائے اور محمد ملک کے خطاب سے مخاطب ہو۔

(۲) ملک محمد کے لیے تین ضرب سلامی دی جائے۔

(۳) خیرہ مع مضافات آذر بائیجان دیار بکر جزیرہ اور موصل ملک محمد کو دیا جائے۔

(۴) برکیاروق محمد کو ان والیان شہر کے مقابلہ میں امداد دے جو محمد کی مخالفت کریں۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ دستخطوں سے مرتب ہوا۔ دونوں بھائیوں نے حلف اٹھایا اور اپنے اپنے مقبوضہ ممالک کی طرف واپس ہوئے۔ چنانچہ برکیاروق نے ساوہ کا راستہ اختیار کیا اور محمد استر آباد کی جانب لوٹا۔ یہ مصالحت ماہ ربیع الاول ۴۹۵ھ میں ہوئی۔

صلح نامہ کی تنسیخ: استر آباد میں محمد کے واپس آنے پر یہ افواہ اڑی کہ جن امراء نے سعی و کوشش کر کے مصالحت کرائی ہے انہوں نے فریب اور دھوکہ دیا ہے محمد کے کانوں تک یہ آواز پہنچی۔ استر آباد سے قزوین چلا آیا۔ رئیس قزوین کو ملایا اور اسے یہ سکھلایا کہ "تم اپنی طرف سے میری اور میرے امراء کی دعوت کرو۔ اس وقت مجھے موقع مل جائے گا میں ان امراء سے فریب کا انتقام لوں گا"۔ رئیس قزوین نے اس قرار داد کے مطابق محمد اور اس کے امراء کی دعوت کی۔ محمد مع اپنے امیروں کے دعوت میں آیا۔ رئیس قزوین نے محمد کے اشارہ سے امیر یشمک اور افتگین کو گرفتار کر لیا جو بڑے افسروں میں سے تھے اور مصالحت کرانے میں پیش پیش تھے یشمک کو اسی وقت قتل کر ڈالا اور افتگین کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

جنگ چہارم محمد برکیاروق: اسی اثناء میں امیر ینال بن انوشتگین حسامی برکیاروق سے علیحدہ ہو کر (سلطان محمد کی خدمت میں چلا آیا) سلطان محمد کی قوت امیر ینال کے مل جانے سے بڑھ گئی۔ معاہدہ صلح کو بالائے طاق رکھ دیا۔ جنگ کرنے کے لیے خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا۔ برکیاروق بھی اس سے مطلع ہو کر آ پہنچا۔ دونوں حریفوں نے رے کے قریب صف آرائی کی۔ سرخاب بن کیخسرو دیلمی والی ساوہ نے برکیاروق کی طرف سے امیر ینال پر حملہ کیا۔ امیر ینال شکست اٹھا کر بھاگا تمام فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ محمد کی تمام فوج بے قابو ہو کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ بعضوں نے طبرستان جا کر دم لیا بعض بھاگ کر قزوین پہنچ گئے۔ یہ چوتھی[1] جنگ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۹۵ھ میں صلح کے چار ماہ بعد ہوئی تھی۔

سلطان محمد کا اصفہان میں قیام: محمد[2] گنتی کے چند جانثاروں کے ساتھ اصفہان پہنچا۔ امیر ینال بھی اس کے ہمراہ تھا۔ اس وقت تک اصفہان کی عنان حکومت محمد کے قبضہ میں تھی۔ شہر پناہ[3] کی مرمت کرائی۔ شہر پناہ کے اردگرد گہری خندق

---

[1] اس لڑائی میں محمد کی رکاب میں دس ہزار سوار تھے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۷ مطبوعہ لیڈن۔

[2] ستر سوار ہمراہ تھے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ لیڈن۔

[3] اس شہر پناہ کو علاء الدین کاکویہ نے ۴۲۹ھ میں بنوایا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ لیڈن۔

کھدوائی۔ امراء لشکر کو شہر پناہ کی فصیلوں اور دروں پر متعین کیا اور موقع موقع پر منجنیقیں نصب کیں۔ غرض ہر طرح سے اصفہان کو برکیاروق کے حملوں سے بچانے کے خیال سے مضبوط اور مستحکم کیا۔

برکیاروق کا محاصرۂ اصفہان: برکیاروق نے پندرہ ہزار فوج کی جمعیت سے اصفہان پر حملہ کیا۔ مدت دراز تک محاصرہ کیے رہا۔ طول حصار کی وجہ سے اصفہان کا غلہ ختم ہو گیا۔ محمد کی مالی حالت خراب ہو گئی۔ روسا شہر سے کئی مرتبہ مصارف جنگ اور فوج کے لیے قرض لیا۔ لیکن جب قرض ملنا بھی بند ہو گیا اور حصار کی وہی کیفیت رہی تو بادل ناخواستہ اصفہان کو خیر باد کہہ کر شب کے وقت شہر سے مع امیر ینال کے نکل کھڑا ہوا۔ باقی امراء لشکر اور اراکین دولت کو اصفہان میں چھوڑ دیا۔ برکیاروق نے امیر ایاز کو ایک دستہ فوج کے ساتھ سلطان محمد کے تعاقب اور گرفتاری پر روانہ کیا۔ لیکن محمد نکل گیا اور ہاتھ نہ آ سکا۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ امیر ایاز نے محمد کو گرفتار کر لیا تھا۔ محمد نے کہا ''امیر ایاز تمہاری گردن میں میری بیعت کا طوق اب تک پڑا ہوا ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی۔'' امیر ایاز یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ گرفتاری سے ہاتھ کھینچ لیا۔ علم' چھتر اور تین اونٹ مال واسباب سے لدے ہوئے لے کر واپس آیا۔

جس وقت محمد نے اصفہان چھوڑا۔ گرد و نواح کے مفسدوں اور لٹیروں نے شہر پر دست درازی شروع کر دی۔ ایک لاکھ کے قریب جمع ہو گئے۔ سیڑھیاں اور کمندیں لے کر دوڑ پڑے۔ خندق کو خس و خاشاک سے پر کر کے شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ اہل شہر نے ان کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ وہ اس کثرت کے باوجود ناکام ہو کر لوٹ گئے۔

آخر ذیقعدہ ۴۹۵ھ میں برکیاروق بھی محاصرہ اٹھا کر اصفہان سے ہمدان کی طرف لوٹ پڑا۔ پرانے شہر پر جسے شہرستان کہتے ہیں مرشد الہراس کو ایک ہزار سواروں کی فوج سے مامور کیا اور اپنے بیٹے ملک شاہ کو بھی وہیں چھوڑ آیا۔

وزیر اعز ابوالمحاسن کا قتل: زمانہ حصار میں وزیر السلطنت اعز ابوالمحاسن عبدالجلیل دہستانی کو ایک نوجوان باطنی نے قتل کر ڈالا۔ وزیر السلطنت اپنے خیمہ سے سوار ہو کر دربار شاہی میں جا رہا تھا۔ اثناء راہ میں فرقہ باطنیہ کا ایک نوجوان لڑکا سامنے آ گیا اور چند نیزے مارے۔ جس سے وزیر السلطنت جاں بحق ہو گیا۔

وزیر السلطنت نہایت کریم' خوش خلق اور انتہائی سخی تھا۔ یہ اس زمانہ میں عہدۂ وزارت سے سرفراز کیا گیا تھا جس وقت نظام شاہی میں خلل واقع ہو گیا تھا اور مالی حالت کمزور ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے اس لیے لوگوں سے اس نے جبر و تشدد سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا جس سے لوگوں کو نفرت اور کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے قتل کے بعد اس کے غلام کو بھی کسی نے اپنے آقا کے خون کے عوض قتل کر ڈالا۔ یہ غلام تحصیل ٹیکس پر مامور تھا۔

وزیر خطیر ابومنصور: اعز ابوالمحاسن عبدالجلیل کے قتل ہونے کے بعد برکیاروق نے خطیر ابومنصور میبذی کو قلمدان وزارت مرحمت کیا۔ خطیر' سلطان محمد کا وزیر تھا۔ سلطان محمد نے اپنے زمانہ حصار میں شہر پناہ کے کسی دروازے کی حفاظت پر متعین و مامور کیا تھا۔ محاصرہ کی درازی سے جب تنگ دستی رونما ہوئی تو محمد نے ینال بن انوشتکین کو خطیر کے پاس بھیجا اور فوج کی تنخواہ ادا کرنے کے لیے روپیہ طلب کیا۔ خطیر روپیہ ادا نہ کر سکا رات کے وقت دروازہ شہر پناہ سے نکل کر اپنے شہر چلا گیا اور قلعہ نشین ہو گیا۔ برکیاروق نے اس کے محاصرہ پر بھی فوجیں بھیج دیں۔ خطیر نے اطاعت قبول کر لی' اور امان کا

خواستگار ہوا۔ برکیاروق نے ان کی درخواست منظور فرمائی چنانچہ خطیر جس وقت وزیر السلطنت اعز قتل کیا گیا تھا دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ برکیاروق نے اعز کی جگہ اسے عہدہ وزارت سے سرفراز کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بغیبہ۔

اسمٰعیل بن ارسلان والی بصرہ کی معزولی: ان دنوں بصرے کی عنان حکومت اسمٰعیل بن ارسلان کے قبضہ اقتدار میں تھی سلطان ملک شاہ کے عہد حکومت میں اہل رے نے نافرمانی سرکشی اور بغاوت کا شیوہ اختیار کرلیا تھا۔ رے کا جو شخص افسر پولیس مقرر کیا جاتا تھا۔ اسے اہل رے اس قدر تنگ و پریشان کرتے تھے کہ وہ بھاگ نکلتا تھا۔ سلطان ملک شاہ نے اسی زمانہ میں اسمٰعیل کو رے کا افسر پولیس مقرر کیا۔ اسمٰعیل نے نہایت دانشمندی اور ہوشیاری سے کام لیا۔ جو زیادہ سرکش تھے ان کی گوشمالی کی نہ جو ذرا بھلے مانس تھے انہیں سمجھایا بجھایا۔ غرض ایسی نرمی اور گرمی سے کام لیا کہ جس سے اہل رے سیدھے ہو گئے۔ اس کے بعد اسے معزول کر دیا گیا۔

امارت بصرہ پر امیر قماج کا تقرر: پھر برکیاروق نے بصرہ کی حکومت پر امیر قماج کو مامور کیا اور چونکہ برکیاروق امیر قماج کی علیحدگی پسند نہ کرتا تھا اس وجہ سے اسمٰعیل کو امیر قماج کا نائب بنا کر بصرہ بھیج دیا۔ تھوڑے دن بعد امیر قماج برکیاروق سے علیحدہ ہو کر خراسان چلا گیا اسمٰعیل کے دماغ میں حکومت بصرہ کا سودا سمایا' خود سر ہو گیا' مہذب الدولہ بن ابوالخیر نے بطیحہ سے اور معقل بن صدقہ بن منصور بن حسین اسدی نے جزیرہ سے جنگی کشتیاں اور کثیر فوجیں لے کر بصرے پر چڑھائی کی۔ دونوں حریف مطاری میں صف آرا ہوئے اثناء جنگ میں معقل بن صدقہ کو ایک تیر آ لگا جس کے صدمہ سے معقل مر گیا۔ مہذب الدولہ گھبرا کر بطیحہ لوٹ آیا۔ اسمٰعیل نے کشتیوں پر قبضہ کرلیا جو کچھ پایا لوٹ لیا یہ واقعہ ۴۹۱ھ کا ہے۔

ابوالحسن ہروی کی گرفتاری: مہذب الدولہ نے گوہر آئین سے امداد کی درخواست کی۔ گوہر آئین نے ابوالحسن ہروی اور عباس بن ابوالخیر کو مہذب الدولہ کی کمک پر روانہ کیا۔ اسمٰعیل نے ان کو بھی شکست دی۔ ابوالحسن اور عباس کو گرفتار کرلیا۔ کچھ روز بعد عباس کے باپ نے کچھ روپیہ دے کر عباس کو چھڑا لیا۔ ابوالحسن ہروی بدستور قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔ ایک مدت کے بعد پانچ ہزار دینار لے کر اسے بھی رہا کر دیا۔

ان واقعات سے اسمٰعیل کی جرأت بڑھ گئی' مالی حالت بھی قوی ہوگئی۔ بصرہ کی حکومت پر قدم جم گئے۔ ایک قلعہ ابلہ میں تعمیر کرایا۔ دوسرا قلعہ شاطی میں مطاری کے مقابل بنوایا۔ بہت سے ٹیکس موقوف کر دیئے۔ چونکہ سلاطین سلجوقیہ باہمی جھگڑوں میں مبتلا تھے۔ اس وجہ سے اسمٰعیل کا دائرہ حکومت وسیع ہو گیا۔ مسبار (مشان) پر بھی قبضہ کر کے اپنے مقبوضات میں داخل کرلیا۔

اسمٰعیل کی واسط پر فوج کشی و پسپائی: ۴۹۵ھ کے دور میں اسمٰعیل کو واسط پر قبضہ کرنے کی ہوس پیدا ہوئی۔ اہل واسط سے خط و کتابت شروع کی' چند آدمیوں کو پٹی پڑھا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ فوج مرتب کر کے اور جنگی کشتیوں پر سوار ہو کر واسط کی طرف بڑھا۔ نہر آبان پر پہنچ کر اہل واسط کو شہر حوالہ کرنے کا پیام دیا' اہل شہر نے انکاری جواب دیا۔ تب اسمٰعیل نے نہر آبان سے کوچ کر کے جانب شرقی پڑاؤ ڈالا۔ چند روز ٹھہرا رہا۔ اہل شہر نے مدافعت کی مجبوری واپسی کا حکم دیا لیکن

پھر یہ خیال کر کے کہ شہر واسط اپنے مددگاروں اور محافظوں سے خالی ہو گیا ہے لوٹ پڑا۔ جن لوگوں نے اسمٰعیل سے سازش کی تھی انہوں نے بھی اسمٰعیل کو واپس بلانے کی غرض سے آگ روشن کی۔ اسمٰعیل کے ہمراہی جوں ہی شہر میں داخل ہوئے۔ اہل شہر نے چاروں طرف سے مار دھاڑ شروع کر دی۔ اسماعیل شکست کھا کر بصرے کی جانب واپس ہوا۔

امیر ابوسعید محمد کا محاصرۂ بصرہ: اسمٰعیل جب بصرہ کے قریب پہنچا تو وہاں دوسرا گل کھلا نظر آیا اور وہ یہ کہ امیر ابوسعید محمد بن نصر بن محمود والیٔ عمان' جنابیہ' میراف اور جزیرہ بنی نفیس' بصرہ پر محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ اسمٰعیل اور ابوسعید میں چھیڑ چھاڑ پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ اسمٰعیل نے بیس جنگی کشتیاں ابوسعید کے مقبوضہ علاقہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کی تھیں' ابوسعید نے پچاس کشتیوں کا ایک بیڑہ مقابلہ پر بھیجا۔ دریائے دجلہ میں دونوں حریف لڑ پڑے۔ ابوسعید کو کامیابی ہوئی۔ اسمٰعیل کے چند آدمی گرفتار کر لیے گئے۔ اس کے بعد اسمٰعیل اور ابوسعید سے مصالحت ہو گئی ابوسعید نے اسمٰعیل کے آدمیوں کو رہا کر دیا پھر اسماعیل نے عہد شکنی کی' ابوسعید موقع کا منتظر رہا۔ جب اسماعیل نے واسط پر چڑھائی کی تو ابوسعید نے ہاتھ پاؤں نکالے' سو کشتیوں کا بیڑہ لے کر بصرے کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا۔ نہر ابلہ کے دہانہ پر کچھ فوج خشکی پر اتار دی۔ بصرے کا بری اور بحری محاصرہ کر لیا۔

امیر ابوسعید اور اسماعیل بن ارسلان کی مصالحت: اس اثناء میں اسماعیل اہل واسط سے شکست اٹھا کر بصرہ کے قریب آ پہنچا ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اسماعیل نے وکیل دربار خلافت کو ان واقعات سے مطلع کیا' ابوسعید سے مصالحت کرا دینے کی درخواست کی۔ چنانچہ وکیل دربار خلافت نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں میں مصالحت کرا دی۔ ابوسعید اپنے مرکز حکومت کی طرف واپس آیا اور اسماعیل بصرہ پر مستقل طور سے حکومت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ صدقہ بن مزید نے پانچویں صدی ہجری میں بصرہ پر قبضہ کر لیا جیسا کہ صدقہ بن مزید کے حالات میں ہم لکھ آئے ہیں۔

وفات امیر کربوقا: سلطان برکیاروق نے امیر کربوقا کو ۴۹۴ھ میں آذربائیجان کی طرف مودود بن اسماعیل بن یاقوتی بلوائی سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ چنانچہ امیر کربوقا نے صوبہ آذربائیجان کے اکثر شہروں کو مودود سے چھین لیا تھا۔ ماہ ذی القعدہ ۴۹۵ھ کے نصف میں امیر کربوقا کا انتقال ہو گیا۔ اصبہند صباوہ بن خمار تکین اور سنقرجہ' امیر کربوقا کے پاس موجود تھے۔ امیر کربوقا نے وفات کے وقت سنقرجہ کو اپنا جانشین بنایا اور ترکوں کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی وصیت کی۔ چنانچہ اس جانشینی کی بناء پر سنقرجہ نے موصل پر قبضہ کر لیا۔

موسیٰ ترکمانی اور سنقرجہ: اہل موصل کو اس کی خبر نہ تھی انہوں نے امیر کربوقا کی وفات سے مطلع ہو کر موسیٰ ترکمانی کو قلعہ کیفا سے بلا بھیجا۔ موسیٰ ترکمانی' امیر کربوقا کی طرف سے قلعہ مذکور کا قلعہ دار اور امیر کربوقا کا نائب تھا۔ موسیٰ ترکمانی اظہار اطاعت کی غرض سے آتا ہے۔ استقبال کیا۔ بغل گیر ہوا۔ پھر دونوں میں باتوں باتوں میں جھگڑا ہو گیا۔ سنقرجہ نے کہا: "ہمارا تمہارا جھگڑا فضول ہے سلطان کے قبضہ اقتدار میں ہے جسے وہ چاہے گا امیر بنائے گا" موسیٰ ترکمانی نے کوئی

معقول جواب نہ دیا۔ طعن و تشنیع اور سخت کلامی ہونے لگی۔ اس وقت منصور بن مزدان یادگار امراء دیار بکر موسیٰ ترکمانی کے ساتھ تھا اس نے سنقرجہ کو مارا جس سے سنقرجہ کا سر کھل گیا۔ موسیٰ ترکمانی نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

چکرمش کا موصل پر قبضہ: چکرمش والیٔ جزیرہ ابن عمر کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ فوجیں آراستہ کر کے نصیبین پر چڑھ آیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ موسیٰ ترکمانی کو اس کی خبر لگی۔ غصہ سے کانپ اٹھا۔ بغرض انتقام جزیرے کی جانب کوچ کر دیا۔ چکرمش نے تعاقب کیا اور موصل پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ ترکمانی نے سقمان بن ارتق والیٔ دیار بکر سے امداد کی درخواست کی۔ قلعہ کیفا دینے کا اقرار کیا۔ سقمان نے فوجیں مرتب کر کے موصل کی جانب کوچ کیا۔ چکرمش نے محاصرہ اٹھا لیا۔ موسیٰ کو قتل کر ڈالا۔ سقمان نے قلعہ کیفا کی طرف کوچ کیا اور چکرمش نے موصل کا پھر محاصرہ کر لیا۔ اہل موصل نے بہ مصالحت موصل پر قبضہ کے بعد موسیٰ کے قاتل کو گرفتار کر کے قصاص لیا اس کے بعد خابور پر قابض ہو گیا۔ عربوں اور کردوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔

سقمان بن ارتق کا قلعہ کیفا پر قبضہ: سقمان بن ارتق نے موسیٰ کے قتل کے بعد قلعہ کیفا پر قبضہ کر لیا۔ اسی زمانہ سے اس قلعہ کی حکومت سقمان بن ارتق کے خاندان میں رہی۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ اس وقت یعنی ۶۲۵ھ میں قلعہ کیفا کا والی محمود بن قرا ارسلان بن داؤد بن سقمان بن ارتق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امیر برسق کا رے پر قبضہ: ۴۹۵ھ میں جنگ چہارم کے بعد سلطان برکیاروق کے محاصرے کے زمانہ میں امیر نیال بن انوشتکین حسامی' سلطان محمد کے ساتھ اصفہان میں تھا جب سلطان محمد' محاصرہ سے نکلا تو امیر نیال نے رے میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ قائم کرنے کی غرض سے رے جانے کی اجازت طلب کی' چنانچہ امیر نیال اور اس کا بھائی علی ماہ صفر ۴۹۶ھ میں رے پہنچا۔ والیٔ رے نے جو برکیاروق کی طرف سے امیر تھا۔ اطاعت قبول کی' امیر نیال نے رے پر قبضہ کر لیا۔ اہل رے کے ساتھ بے رحمی اور ظلم سے پیش آیا تاوان وصول کیے۔ برکیاروق نے امیر برسق بن برسق کو ماہ ربیع الاول ۴۹۶ھ میں امیر نیال سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ امیر نیال مقابلہ پر آیا لیکن شکست اٹھا کر بھاگ نکلا۔ امیر برسق نے رے پر قبضہ کر لیا۔

امیر نیال کی مراجعت بغداد: علی اس شکست کے بعد قزوین جو کہ اس کا دارالسلطنت تھا چلا گیا اور نیال نے پہاڑی راستہ اختیار کیا۔ بہت سے ہمراہی اثناء راہ میں مر گئے۔ سات سو پیادوں کی جماعت سے دارالخلافت بغداد پہنچا خلیفہ مستظہر نے بڑی آؤ بھگت کی اور نہایت عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ امیر نیال نے سلطان محمد کی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ اس کے بعد امیر نیال' ایلغازی اور سقمان بن ارتق نے ایک خاص جلسہ منعقد کیا۔ سلطان محمد کی حمایت کرنے کا حلف اٹھایا اور سب کے سب امیر صدقہ بن مزید والیٔ حلہ کے پاس حلہ گئے۔ اس نے بھی اسی قرار داد پر حلف لیا۔

امیر نیال کا ظالمانہ رویہ: امیر نیال نے دارالخلافت بغداد پر قدم جما لینے کے بعد اہل بغداد سے ظالمانہ برتاؤ شروع کر دیا۔ ظالمانہ حکومت کرنے لگا۔ گورنروں پر جرمانے کیے۔ سوداگروں اور رئیسوں سے تاوان لیا۔ اہل بغداد جمع ہو

کر ایلغازی بن ارتق کے پاس گئے (امیر نیال نے ایلغازی کی بہن سے جو کہ تاج الدولہ تتش کی زوجہ تھی عقد کر لیا تھا) امیر نیال کے ظلم اور چیرہ دستی کی شکایت کی اور سفارش کرنے کے خواستگار ہوئے۔ خلیفہ مستظہر نے بھی امیر نیال کے ظلم و تشدد سے مطلع ہو کر قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی کو امیر نیال کے پاس ظلم و ستم کی کارروائی کرنے سے منع کرنے کے لیے بھیجا۔ امیر نیال نے عہد و پیمان کیا' حلف اٹھایا کہ آئندہ میں اہل بغداد کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آؤں گا اور کسی قسم کا ظلم نہ کروں گا۔ لیکن یہ سب عہد و پیمان نقش بر آب تھا۔ اپنی بدعملیوں سے باز نہ آیا۔ خلیفہ مستظہر نے امیر نیال کے جور و ستم کے طوفان کو رد کنے کی غرض سے امیر صدقہ بن مزید کو حلہ سے طلب کیا۔ ماہ شوال سنہ مذکور میں امیر صدقہ دارالخلافت بغداد پہنچا۔ امیر نیال سے بغداد چھوڑ دینے کا اقرار لے کر حلہ واپس آیا اور اپنے بیٹے دبیس کو امیر نیال کو ظلم و ستم کے روکنے کی غرض سے بغداد چھوڑ گیا۔ امیر نیال پر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ غارت گری' خون ریزی' رہزنی' آتش زنی اور بجبر روپیہ وصول کرنے کا طریقہ بدستور جاری رکھا۔ امیر نیال کی یہ غارت گری دارالخلافت بغداد تک محدود نہ تھی' قرب و جوار کی تمام بستیاں اجڑ گئیں۔ راستے بند ہو گئے۔ امن کا نام مٹ گیا۔ خلافت مآب نے دوبارہ امیر صدقہ کو ایک ہزار سوار بھیج دیئے۔ امیر ایلغازی بن ارتق اور چند امراء دربار خلافت بھی کمریں باندھ کر امیر نیال کے خاتمہ کے لیے نکلے۔ امیر نیال اس سے مطلع ہو کر آذربائیجان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور یہ مہم واپس آئی۔

کمشتکین اور ایلغازی کی لڑائی: سلطان محمد نے گوہرآئین افسر پولیس بغداد کے قتل کے بعد ایلغازی بن ارتق کو بغداد کا افسر پولیس مقرر کیا تھا جب سلطان برکیاروق کو بمقابلہ سلطان محمد' محاصرہ اصفہان میں کامیابی حاصل ہوئی اور سلطان برکیاروق' اصفہان سے ہمدان آ گیا تو کمشتکین نصیری کو ماہ ربیع الاول ۴۹۶ھ میں افسر پولیس مقرر کر کے بغداد روانہ کیا۔ ایلغازی نے کمشتکین کی آمد کی خبر پا کر اپنے بھائی سقمان بن ارتق والی قلعہ کیفا کو طلبی اور امداد کا خط لکھا۔ امیر صدقہ بن مزید والی حلہ کے پاس خود گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی مدد کرنے کی قسمیں کھائیں۔ واپس ہو کر بغداد آیا اس اثناء میں سقمان بھی راہ کے دیہاتوں اور قصبات کو تاراج کرتا ہوا آ پہنچا۔ کمشتکین' کوچ و قیام کرتا ہوا قرقیسیا[1] میں وارد ہوا۔ برکیاروق کے ہوا خواہوں کا ایک گروہ' کمشتکین کی خدمت میں حاضر ہوا' کمشتکین ان لوگوں کے ساتھ بغداد کی طرف بڑھا۔ ایلغازی اور سقمان نے بغیر کسی چھیڑ چھاڑ کے بغداد چھوڑ دیا اور کنارہ دجلہ کے دیہاتوں کو تاراج کرنے لگے۔ کمشتکین کا لشکر کچھ دور تک تعاقب کر کے واپس آیا۔

کمشتکین کی معزولی: اس کے بعد کمشتکین نے امیر صدقہ والی حلہ کے پاس برکیاروق کی اطاعت کا پیام بھیجا۔ امیر صدقہ نے انکاری جواب دیا۔ حلہ سے صرصر چلا آیا۔ برکیاروق کا نام خطبہ سے نکال دیا' دجلہ عبور کر کے بغداد پہنچا۔ خطیبوں کے پاس گشتی حکم بھیج دیا کہ "منبروں پر سوائے خلافت مآب کے کسی کا نام نہ لیا جائے" ایلغازی اور سقمان کو بھی اپنے آنے کی خبر کر دی۔ یہ دونوں اس وقت حربی میں تھے۔ چنانچہ ایلغازی اور سقمان' دجیل کو تاراج کرتے ہوئے بغداد کی

[1] تاریخ کامل ابن اثیر میں بجائے قرقیسیا کے قرمیسین لکھا ہے۔ غالباً یہی صحیح ہے۔

جانب چلے۔ راستہ میں جس قدر چھوٹے بڑے گاؤں ملے سب کو لوٹ لیا بغداد پہنچ کر وہ آفت مچائی کہ توبہ ہی بھلی! گرانی بیحد بڑھ گئی لوگوں کو اپنی عزت اور اپنے مال واسباب کا سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ کاروبار بند ہو گیا۔ راستہ چلنا دشوار تھا۔ فتنہ و فساد کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایلغازی سقمان اور دبیس بن صدقہ نے رملہ میں قیام اختیار کیا۔ بغداد کے عوام الناس ان سے بزسر پیکار آئے لیکن بے سود تھا۔ خلیفہ مستظہر نے قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی اور تاج الرؤسا ابن رحلات[1] کو صدقہ بن مزید کے پاس بھیجا۔ صلح اور اطاعت کا پیام دیا۔ صدقہ بن مزید نے یہ شرط پیش کی کہ آپ کمشتکین کو بغداد سے نکال دیجئے۔ ہم آپ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں چنانچہ اس شرط کے مطابق خلافت مآب نے کمشتکین کو بغداد سے نہروان کی جانب نکال دیا۔ فتنہ وفساد فرو ہو گیا۔ صدقہ حلہ لوٹ آیا اور سلطان محمد کا نام خطبہ میں داخل کیا گیا۔

کمشتکین کا واسط سے اخراج و مصالحت: کمشتکین بغداد سے نکل کر واسط پہنچا برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کے لشکر والوں نے سواد واسط کو تاراج کرنا شروع کیا۔ صدقہ اور ایلغازی کو اس کی خبر ہو گئی۔ فوجیں مرتب کر کے کمشتکین کے سر پر آ پہنچے واسط سے بھی نکال باہر کیا۔ کمشتکین نے کنارہ دجلہ پر قلعہ بندی کر لی۔ صدقہ نے جارحانہ حملہ کیا۔ کمشتکین کے ہمراہی بھاگ نکلے۔ کمشتکین نے صدقہ سے امان کی درخواست کی صدقہ نے امان دی اور عزت واحترام سے پیش آیا۔ کمشتکین برکیاروق کی خدمت میں واپس آ گیا۔ واسط میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان محمد کے نام کے بعد صدقہ ایلغازی اور ان کے لڑکوں کا نام بھی خطبہ میں تھا۔ ایلغازی بغداد کی جانب واپس ہوا اور صدقہ کی جانب روانہ ہوا۔ صدقہ نے حلہ پہنچ کر اپنے بیٹے منصور کو ایلغازی کے ہمراہ دربار خلافت میں بھیجا۔ خلیفہ مستظہر سے عفو تقصیر کی درخواست کی۔ خلیفہ مستظہر واقعہ مذکورہ بالا کی وجہ سے ناراض تھا۔

جنگ پنجم برکیاروق و محمد: سلطان محمد کی طرف سے گنجہ اور بلاد اران پر امیر غزغلی مامور تھا ایک دستہ فوج اس کی رکاب میں تھا۔ صوبہ گنجہ میں آذربائیجان سے زنجان تک اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔ جس وقت سلطان محمد اصفہان میں محصور ہوا امیر غزغلی منصور بن نظام الملک اور اس کا برادرزادہ محمد بن موید الملک محاصرہ اٹھانے کے لیے روانہ ہوئے رے پہنچے برکیاروق کے لشکر نے رے سے چھوڑ دیا۔ امیر غزغلی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ آخر ۴۹۵ھ کا ہے۔

پھر امیر غزغلی یہ خبر پا کر کہ سلطان محمد محاصرہ اصفہان سے نکل کر آ رہا ہے۔ رے سے کوچ کر دیا ہمدان میں سلطان محمد سے ملاقات ہوئی۔ سلطان محمد کے ساتھ امیر ینال بن انوشتکین اور اس کا بھائی علی بھی تھا۔ سب نے چند روز آرام لینے کی غرض سے ہمدان میں قیام کیا۔ نکان سفر رفع نہیں ہونے پایا تھا کہ سلطان برکیاروق کی روانگی کی خبر آ گئی۔ سلطان محمد شیروان کی جانب روانہ ہوا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا آذربائیجان پہنچا۔ مودود[2] بن اسماعیل بن یاقوتی کا پیام آیا کہ آپ میرے پاس

---

[1] کتابت کی غلطی ہے تاج الرؤسا کے باپ کا نام موصلایا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۶۔

[2] چونکہ مودود کے بھائی اسماعیل کو سلطان برکیاروق نے قتل کر ڈالا تھا اور اس کی بہن سلطان محمد کے نکاح میں تھی۔ اس وجہ سے اس نے برکیاروق کے خلاف سلطان محمد کو امداد کا وعدہ کیا تھا۔ صوبہ آذربائیجان کا ایک حصہ کثیر اس کے قبضہ میں تھا۔ منہ رحمۃ اللہ۔

تشریف لائیے۔ میں سلطان برکیارق کے مقابلے میں آپ کی مدد کروں گا۔ چنانچہ سلطان محمد' مودود کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ جوں ہی سلطان محمد' مودود کے پاس پہنچا' مودود کا انتقال ہوگیا لیکن مودود کی فوج نے متفق ہو کر سلطان محمد کی حمایت پر کمر باندھ لی۔ اس فوج میں سقمان قطبی' محمد بن باغی سیان (اس کا نائب والیٔ انطاکیہ تھا) اور قزل ارسلان بن سبع الاحمر موجود تھے۔ سلطان برکیارق کو اس اجتماع اور اتفاق کی خبر لگی۔ موت کی طرح ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ خراسان کے قریب دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ لشکر برکیارق سے ایاز نے ایک دستہ فوج لے کر سلطان محمد پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ سلطان محمد کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی سلطان محمد اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ ارقیس (صوبہ خلاط) میں جا کر دم لیا۔ امیر علی والیٔ اردن (بردم) آملا ارقیس سے اصفہان کی جانب کوچ کیا۔ ان دنوں منوچہر برادر قبطون دادی' اصفہان میں حکومت کر رہا تھا۔ پھر اصفہان سے ہرمز کی طرف چلا گیا۔ محمد موید الملک بھی اس جنگ میں شریک تھا شکست کے بعد بحال پریشان دیار بکر کی طرف بھاگا' جب وہاں بھی سکون کی صورت نظر نہ آئی تو جزیرہ ابن عمر چلا گیا اور جزیرہ ابن عمر سے بغداد جا کر دم لیا۔

محمد بن موید الملک: محمد بن موید الملک اپنے باپ کے زمانہ میں مدرسہ نظامیہ کے قریب رہا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس کے باپ سے اس کی زیادتیوں کی شکایت کی۔ موید الملک نے گوہر آئین افسر پولیس بغداد کو اس کی (محمد) گرفتاری کا اشارہ کر دیا۔ محمد نے دارالخلافت جا کر پناہ لی' ۴۹۲ھ میں مجد الملک البارسلانی کے پاس چلا گیا۔ اس وقت محمد کا باپ (موید الملک) زندہ تھا اور سلطان محمد کے پاس گنجہ میں تھا۔ جس وقت سلطان محمد نے دعویٰ سلطنت کیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا تو موید الملک کو قلمدان وزارت سپرد کر دیا۔ محمد اس سے مطلع ہو کر اپنے باپ (موید الملک) کے پاس چلا آیا۔ پھر جب اس کا باپ (موید الملک) مارا گیا تو یہ (محمد) سلطان محمد کی خدمت میں رہنے لگا اور اس کے خاص مصاحبوں میں داخل ہو گیا۔

شہر عانہ پر ملک ابن بہرام کا قبضہ: ملک ابن بہرام بن ارتق برادر زادہ ایلغازی بن ارتق شہر سروج کا مالک تھا۔ عیسائیوں نے شہر سروج ملک ابن بہرام کے قبضہ سے نکال لیا' ملک ابن بہرام نے شہر سروج چھوڑ کر شہر عانہ پر حملہ کر دیا۔ بنو یعیش بن عیسیٰ بن خلاط مقابلہ نہ کر سکے۔ عانہ کو خیر باد کہہ کر امداد کی غرض سے صدقہ بن مزید کے پاس چلے گئے۔ صدقہ نے انہیں تسلی دی اور ان کے ہمراہ عانہ کی طرف روانہ ہوا۔ ملک ابن بہرام کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ بہرام اور ترکمانوں نے عانہ کو خالی کر دیا۔ بنو یعیش عانہ میں داخل ہوئے' صدقہ نے بہرام کی کمانوں پر قبضہ کر لیا اور حلہ کی طرف واپس ہوا۔ ملک ابن بہرام کو موقع مل گیا۔ دو ہزار ترکمانوں کی جمعیت سے پھر عانہ پر حملہ کر دیا اور ایک خفیف جنگ کے بعد عانہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اہل عانہ کو اس کے ہاتھوں بیحد مصائب اٹھانا پڑے۔ مردوں کو قتل کیا۔ عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈیاں بنا لیا' اس کے بعد ہیت کی طرف گیا اور پھر وہاں سے واپس آیا۔

---

[1] یہ واقعہ ماہ محرم ۴۹۷ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ لیدن۔

برکیاروق اور محمد کی مصالحت: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ دونوں سلطانوں برکیاروق اور محمد میں ایک مدت سے لڑائیوں کا سلسلہ چھڑا ہوا ہے' فتنہ و فساد کی کوئی حد نہیں رہی' جانوں اور مالوں کا نقصان' لشکریوں کا بے جا دباؤ' دشمنان اسلام کی یورش' ملک کی ویرانی' بے ضابطگی' بے قاعدگی اور قوانین اسلامیہ کی بے حرمتی کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہا تھا' سلطان برکیاروق نے ان باتوں کا احساس کر کے صلح کی تحریک کی۔ دو[1] نامور' مقتدائے قوم مفتیوں کو پیام صلح دے کر سلطان محمد کے پاس روانہ کیا۔ ان دونوں فقیہوں نے سلطان محمد کو سمجھا بجھا کر مصالحت کرنے پر آمادہ و تیار کیا چنانچہ ان دونوں فقیہوں کے ساتھ صلح کے اور ایلچی بھی آئے۔ گفت و شنید کے بعد باہم ان شرائط[2] پر مصالحت ہوئی۔

صلح نامہ: (۱) سلطان محمد کے قبضہ اقتدار میں بروئے مصالحت جو شہر دیئے جائیں ان کا مستقل حکمران سلطان محمد تسلیم کیا جائے۔ سلطان برکیاروق کو ان پر دست درازی کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔

(۲) سلطان برکیاروق' سلطان محمد کے علم و طبل سے معارض نہ ہوگا۔

(۳) خط و کتابت وزیروں میں ہوا کرے۔

(۴) لشکریوں کو اختیار ہے جس سلطان کی خدمت میں چاہیں فوجی خدمت انجام دیں۔

(۵) سلطان محمد کو نہر اسپذ (اسفید رود) سے باب الابواب تک اور دیار بکر' جزیرہ' موصل' شام اور عراق میں بلاد مقبوضہ امیر صدقہ بن مزید کو دیئے جائیں۔ بقیہ ممالک اسلامیہ پر سلطان برکیاروق کا قبضہ تسلیم کیا جائے گا۔

حسب قرارداد شرائط مذکورہ صلح نامہ لکھا گیا' فریقین نے دستخط کیے' پابندی شرائط کا حلف اٹھایا' سارے جھگڑے رفع دفع ہو گئے اور تمام امور انتظام سے انجام پانے لگے۔

سلطان برکیاروق کا اصفہان پر قبضہ: سلطان محمد نے لشکر اصفہان کو اصفہان خالی کرنے اور سلطان برکیاروق کو حوالہ کر دینے کے لیے لکھ بھیجا۔ لشکر اصفہان نے ابھی اصفہان خالی نہ کیا تھا کہ سلطان برکیاروق پہنچ گیا' اپنی اطاعت کا پیام دیا۔ لشکر نے انکاری جواب دیا اور سلطان محمد کی بیگمات کو بحفاظت تمام لے کر اصفہان سے سلطان محمد کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان برکیاروق نے لشکریوں اور بیگمات کی حد سے زیادہ عزت کی اور مال و اسباب دیگر سلطان محمد کے پاس با احترام تمام پہنچا دیا مصالحت کے بعد ایلغازی دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ مستظہر سے سلطان برکیاروق کے نام کا

---

[1] قاضی ابوالمظفر جرجانی حنفی اور ابوالفرج احمد بن عبدالغفار ہمدانی معروف بہ صاحب قراتکین مصالحت کا پیام لے کر گئے تھے۔ دیکھو ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۳ مطبوعہ لیدن۔

[2] مصالحت' رے میں ہوئی تھی۔ قبل مصالحت رے' جبال' طبرستان' خوزستان' فارس' دیار بکر' جزیرہ' بعض حصص بطائح تکریت اور حرمین شریفین پر سلطان برکیاروق قابض تھا۔ آذربائیجان' بلاد اران' آرمینیہ' اصفہان' عراق باستثنا تکریت اور بطائح کا کچھ حصہ' سلطان محمد کے قبضہ میں تھا۔ بصرہ میں دونوں سلطانوں کا علم لہرا رہا تھا۔ ملک خراسان' جرجان سے ماوراء النہر تک ملک سنجر دبائے ہوئے تھا جس میں ان کے بھائی سلطان محمد کا خطبہ و سکہ جاری تھا۔ منہ رحمۃ اللہ

خطبہ پڑھے جانے کی اجازت حاصل کی چنانچہ ۴۹۷ھ میں سلطان برکیا روق کا خطبہ جامع بغداد اور واسط میں پڑھا گیا۔

ایلغازی کی روانگی بغداد و مراجعت: مصالحت سے قبل ایلغازی سلطان محمد کا مطیع اور ہوا خواہ تھا۔ صدقہ یہ سن کر کہ ایلغازی نے برکیا روق کے خطبہ کی تحریک کی ہے برافروختہ ہو گیا۔ خلافت مآب کو لکھ بھیجا ''مجھے صدقہ کی یہ حرکت پسند نہیں آئی۔ میں اسے دارالخلافت بغداد سے باہر نکالنے کے لیے آیا ہوں'' اور فوج مرتب کر کے دارالخلافت بغداد پہنچ گیا۔ حریم خلافت کے روبرو اتر کر زمین بوسی کی رسم ادا کی اور غربی بغداد میں خیمہ ڈال دیا۔ ایلغازی بغداد چھوڑ کر یعقوبا چلا گیا امیر صدقہ کے پاس معذرت کا پیام بھیجا اور خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا برکیا روق اور محمد میں مصالحت ہو گئی ہے دونوں میں یہ امر طے پا گیا ہے کہ بغداد برکیا روق کو دیا جائے' میں اس کی طرف سے بغداد کا افسر پولیس ہوں' میرے مقبوضہ بلاد سلطان برکیا روق کی حکومت کے زیر اثر متصور ہوں' ایسی صورت میں کیا یہ ممکن تھا کہ میں برکیا روق کی مخالفت کر سکتا۔'' امیر صدقہ نے اس عذر کو قبول کر لیا اور حلہ واپس آیا۔

ماہ ذی القعدہ ۴۹۷ھ میں خلافت مآب نے سلطان برکیا روق' امیر ایاز اور وزیر السلطنت خطیر کو خلعت مرحمت کیا اطاعت و فرمانبرداری کا حلف لیا اور بغداد واپس آیا۔ واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

قراجہ اور محمد اصفہانی: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلاطین اسلام کی باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے عیسائیوں نے شام کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا تھا اور ممالک اسلامیہ پر ان کے دانت لگے ہوئے تھے۔ حران پر ملک شاہ کا غلام قراجہ' حکمرانی کر رہا تھا۔ لہو ولعب' سیر و شکار کا عادی اور انتہائی ظالم تھا اپنے ہمراہیوں میں سے محمد اصفہانی نامی ایک شخص کو حران میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے کسی ضرورت سے کہیں چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو محمد اصفہانی نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا' اہل شہر نے قراجہ کے ظلم وستم کی وجہ سے محمد اصفہانی کا ساتھ دیدیا۔ محمد اصفہانی نہایت ہوشیار اور چلتا پرزہ تھا۔ اس نے تمام ترکوں کو حران سے نکال دیا' صرف ایک ترکی غلام جاولی نامی رہ گیا تھا۔ محمد اصفہانی نے اسے اپنے لشکر کا سپہ سالار بنایا اپنے خاص ندیموں میں داخل کر لیا' ایک روز موقع پا کر جاولی نے محمد اصفہانی کو مار ڈالا اور حران پر قابض ہو گیا۔

چکرمش اور سقمان کا اتحاد: عیسائیوں کو ان واقعات کی خبر ہو گئی فوجیں لے کر حران پر آ پہنچے اور محاصرہ کر لیا۔ چکرمش والی جزیرہ ابن عمر اور سقمان والی کیفا (کیبعا) میں سلسلہ جنگ چھڑا ہوا تھا۔ سقمان اپنے برادر زادہ کے قتل کا مطالبہ کر رہا تھا۔ لیکن ان دونوں اسلامی حکمرانوں نے اس امر کا کہ عیسائی بلاد اسلامیہ کو زیر و زبر کر رہے ہیں۔ احساس کر کے باہمی جنگ کو بالائے طاق رکھ دیا۔ مقام خابور میں جمع ہوئے اور مسلمانوں کی امداد کا بیڑہ اٹھایا۔ چنانچہ سقمان اور چکرمش اپنی اپنی فوجیں مرتب کر کے عیسائیوں سے جنگ کرنے اور حران کا محاصرہ اٹھانے کے لیے بڑھے۔

عیسائیوں کی شکست و پسپائی: سقمان کی رکاب میں سات ہزار ترکمانی تھے اور چکرمش کے ساتھ تین ہزار ترک' عرب اور کرد تھے' نہر بلیخ پر عیسائیوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ سقمان اور چکرمش کی فوجیں کچھ دیر تک لڑ کر پیچھے ہٹیں۔

عیسائیوں نے یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے تعاقب کیا۔ دو کوس تک عساکر اسلامی بھاگی چلی گئیں اور عیسائی فوجیں تعاقب کرتی گئیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے پلٹ کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ قتل و غارت کرتے ہوئے عیسائیوں کے کیمپ تک پہنچ گئے بیشمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ قمص بردویل والیٔ الرہا کو ایک ترکمانی نے جو سقمان کی فوج کا آدمی تھا گرفتار کر لیا۔ بیمند والیٔ انطاکیہ اور ہنگری والیٔ ساحل جنگ سے پہلے پہاڑ کے پیچھے کمین گاہ میں تھے۔ غرض یہ تھی کہ عین معرکہ کے وقت مسلمانوں پر پشت سے حملہ کریں گے۔ لیکن جب ان دونوں نے عیسائیوں کی شکست دیکھ لی تو تمام دن کمین گاہ میں روپوش رہے، شام ہوتے ہی نکل کر بھاگے۔ مسلمانوں کو معلوم ہو گیا۔ تعاقب کیا۔ بہت سے عیسائی مارے گئے۔ ایک بڑی جماعت گرفتار کر لی گئی' بیمند اور ہنگری بہ ہزار خرابی اپنی جان بچا کر بھاگ گئے اور ہاتھ نہ آ سکے۔

قمص بردویل: فتح یابی کے بعد جکرمش کی فوج بگڑ گئی اور یہ کہنے لگی کہ قمص بردویل سقمان کے قبضہ میں ہے مال غنیمت بھی بدرجہا ہم سے زیادہ اس کے ہمراہیوں کے ہاتھ لگا ہے' لوگوں کی نظروں میں ہماری عزت خاک نہ ہو گی۔ چنانچہ جکرمش ان کے مجبور کرنے پر سقمان کے خیمہ سے قمص بردویل کو پکڑ لایا۔ یہ امر سقمان کو ناگوار گزرا۔ اس کے رکاب کی فوج نے قمص کو چھین لینے کا قصد کیا۔ سقمان نے اس خیال سے کہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اپنی فوج کو اس فعل سے باز رکھا اور اسی وقت کوچ کر دیا۔ اثناء راہ میں عیسائیوں کے متعدد قلعے فتح کیے۔ جکرمش نے حران کی جانب قدم بڑھایا اور اسے فتح کر کے الرہا پر جا پہنچا۔ پندرہ دن تک محاصرہ کیے رہا۔ سولہویں روز موصل لوٹ آیا۔ پینتیس ہزار دینار بطور فدیہ قمص بردویل سے وصول کیے اور ایک سو ساٹھ مسلمان قیدیوں کو جو اس کے قبضہ میں تھے رہا کرایا۔

برکیاروق کی وفات: سلطان برکیاروق' اصفہان سے (بعارضہ سل و بواسیر) علیل ہو کر بہ قصد بغداد روانہ ہوا' یزدگرد پہنچا تو مرض میں اور اضافہ ہو گیا۔ اپنے بیٹے ملک شاہ کو جس کی عمر اس وقت پانچ برس کی تھی اپنا ولی عہد بنایا' خلعت دی۔ امیر ایاز کو اس کی وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔ ملک کے نظم و نسق کا ذمہ دار بنایا' اراکین دولت سرداران فوج کو ملک شاہ کی اطاعت اور امیر ایاز کی موافقت کی ہدایت کی اور ان سب کو بغداد کی طرف روانہ کیا۔ یہ لوگ بغداد نہ پہنچنے پائے تھے کہ ۱۲ ربیع الآخر ۴۹۸ھ کو سلطان برکیاروق نے اپنی حکومت کے بارہ سال چھ مہینہ پورے کر کے سفر آخرت اختیار کیا۔ امیر ایاز' خبر وفات سن کر واپس آیا۔ اصفہان میں برکیاروق کو دفن کیا۔ سرادقات' خیمے' چھتر' شمسیہ اور تمام وہ چیزیں جو شاہی لوازمات سے سمجھی گئی ہیں۔ ملک شاہ ابن برکیاروق کے لیے مہیا کر دیں۔

برکیاروق نے اپنے زمانہ حکومت میں اس قدر تکلیف' مصائب اور جھگڑے دیکھے اور اٹھائے کہ اس سے پیشتر سلاطین سلجوقیہ میں سے کسی نے نہ دیکھے تھے لیکن جب اس کی حکومت مستقل ہو گئی فتنہ و فساد فرو ہو گیا اور چاروں طرف سے خوش نصیبی کے آثار نمایاں ہو چلے تو موت کا زمانہ آ گیا اور زمین نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

باب : ۳

سلطان محمد بن ملک شاہ

ملک شاہ بن برکیاروق: برکیاروق کی وفات کے بعد اس کے بیٹے ملک شاہ کے نام کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا۔ ایلغازی بغداد میں تھا۔ بغداد سے برکیاروق کے پاس اصفہان گیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ بغداد آ رہا تھا۔ جب برکیاروق کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے ملک شاہ اور امیر ایاز کے ہمراہ بغداد واپس آیا' وزیر ابوالقاسم علی بن جہیر نے گرم جوشی سے ملک شاہ کا استقبال کیا[1] ..... ایلغازی اور امیر طغا یرک دربار خلافت میں حاضر ہوئے' ملک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے اجازت مرحمت فرمائی اور اسے وہی خطاب دیئے جو اس کے دادا ملک شاہ کو دیئے تھے۔

موصل پر سلطان محمد کا محاصرہ: برکیاروق اور محمد نے صلح منعقد ہونے کے بعد اپنے اپنے مخصوص علاقوں پر اپنے اپنے نائبوں کو قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ آذربائیجان بروئے مصالحت محمد کے حصہ میں پڑا تھا۔ چنانچہ محمد چند روز تبریز میں قیام کر کے آذربائیجان چلا آیا۔ سعد الملک ابوالحسن محمد کی طرف سے اصفہان کا حاکم تھا اس نے برکیاروق کی پورے طور سے مدافعت کی تھی۔ لیکن مصالحت کے بعد اصفہان برکیاروق کے نائب کو حوالہ کر کے محمد کی خدمت میں آذربائیجان آ گیا' محمد نے اسے قلمدان وزارت سپرد کر دیا۔ ماہ صفر ۴۹۸ھ تک محمد کا آذربائیجان میں قیام رہا۔ اس کے بعد موصل پر قبضہ کے ارادے سے براہ مراغہ روانہ ہوا۔ چکرمش کو اس کی خبر ہو گئی۔ مدافعت پر تیار ہو گیا۔ مضافات موصل کے رہنے والوں کو شہر میں بلا لیا۔ شہر پناہ درست کرائی اور قلعہ بندی کر لی۔ محمد نے موصل کے قریب پہنچ کر چکرمش کے پاس موصل کے حوالہ کرنے کا پیام بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ مجھ سے اور میرے بھائی برکیاروق سے مصالحت ہو گئی ہے اور بروئے صلح نامہ موصل و جزیرہ مجھے ملا ہے اس کے ساتھ ہی محمد نے برکیاروق کا دستخطی خط بھی پیش کیا اور اس امر کا اقرار و پیمان کیا کہ میں تمہیں تمہارے مقبوضہ بلاد پر بحال رکھوں گا۔ چکرمش نے ایک بھی نہ سنی۔ جواباً کہلا بھیجا ''سلطان برکیاروق نے مصالحت کے بعد مجھے آپ کے اس دعوے کے خلاف لکھا ہے میں آپ کو موصل پر قبضہ نہ دوں گا'' محمد کو اس جواب سے طیش آ گیا۔ محاصرہ میں سختی کی' اہل موصل بھی مدافعت میں سختی اور مستعدی سے پیش آئے چونکہ چکرمش نے شہر کا انتظام معقول کر لیا تھا اس وجہ سے محصورین کو اشیاء خوردنی کی گرانی اور کمیابی کی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہر شے ارزاں تھی۔ مزید برآں

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

چکرمش کی فوج کا ایک دستہ موصل کے قریب ایک ٹیلہ (یعقر) پر پڑا ہوا تھا۔ محمد کی رسد کو روکتا اور لوٹ لیتا تھا۔

اہل موصل کی اطاعت اس اثناء میں ۱۰ جمادی الاولیٰ سنہ مذکور کو برکیاروق کی وفات کی خبر موصل پہنچ گئی۔ چکرمش نے اہل شہر کو جمع کر کے اس واقعہ جاں کاہ سے مطلع کر کے آئندہ کی بابت مشورہ کیا۔ اہل شہر نے جواب دیا "ہماری جانیں ہمارا روپیہ اور مال خدمت کے لیے حاضر ہے۔ مصلحت وقت کو آپ ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں' سرداران لشکر سے رائے طلب کیجئے"، چکرمش نے سرداران لشکر کو مشورہ کی غرض سے بلایا' سرداران لشکر نے سلطان محمد کی اطاعت کی رائے دی' چکرمش نے سلطان محمد کی خدمت میں اطاعت کا پیام بھیجا اور وزیر السلطنت سعد الملک کو شہر حوالہ کرنے کے لیے بلا بھیجا' چکرمش' سعد الملک کی رائے سے اہل شہر کی مرضی کے خلاف' سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمد عزت واحترام پیش آیا۔ اہل شہر کے اطمینان اور ان کا اضطراب رفع کرنے کے خیال سے چکرمش کو فوراً واپس کر دیا۔

سلطان محمد کی روانگی بغداد سلطان برکیاروق اور اس کے بھائی محمد سے مصالحت کا حال ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں اور یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ برکیاروق اور محمد بروئے مصالحت اپنے اپنے بلاد پر تنہا قابض ہو گئے' اس کے بعد ہی برکیاروق نے وفات پائی اس کا بیٹا ملک شاہ بغداد چلا آیا۔ محمد کو ان واقعات کی اس وقت اطلاع ہوئی جب کہ وہ موصل کا محاصرہ کیے ہوئے تھا' چکرمش نے برکیاروق کی وفات کی وجہ سے مصالحت کر لی اور محمد کی اطاعت قبول کر لی' محمد نے بغداد کی طرف کوچ کیا' چکرمش اور سقمان قطبی (قطب الدولہ اسمٰعیل بن یاقوتی[۱] بن داؤد کا غلام) وغیرہ امراء رکاب میں تھے صدقہ والیٔ حلہ نے بہت سی فوج فراہم کر کے اپنے بیٹوں بدران اور دبیس کو سلطان محمد کی خدمت میں بغداد آنے کی تحریک کرنے کو بھیج دیا تھا۔ یہ دونوں بھی سلطان محمد کے ساتھ تھے۔ امیر ایاز (ملک شاہ کا اتابک) مدافعت پر آمادہ ہوا۔ بغداد کے باہر خیمہ نصب کیا' سرداران لشکر نے سلطان محمد سے جنگ کرنے کی رائے دی' وزیر السلطنت ابوالمحاسن ضبعی (صفی) نے اس رائے کی مخالفت کی' اور سلطان محمد کی اطاعت کے حد سے زیادہ فوائد بتلائے' امیر ایاز سرداران لشکر اور وزیر السلطنت کی مخالفت آراء سے تشش وپنج میں پڑ گیا۔

سلطان محمد نے بغداد پہنچ کے غربی جانب پڑاؤ ڈالا۔ اس سمت میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا' بعض جامع مسجدوں میں دونوں سلطانوں یعنی سلطان محمد اور سلطان ملک شاہ کا نام خطبہ میں داخل کیا گیا۔ ایک دو جامع مسجدوں میں کسی کا نام خطبہ میں نہیں لیا گیا' امام نے صرف سلطان العالم کہنے پر اکتفا کیا۔

سلطان محمد اور ملک شاہ سے مصالحت امیر ایاز نے سرداران لشکر اور اعیان دولت کو دوبارہ مشورہ کی غرض سے ایک جلسہ میں بلایا اور ان لوگوں سے پھر حلف اٹھانے کو کہا' بعض نے تو اس کی تعمیل کی۔ لیکن بعض نے دوبارہ حلف اٹھانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ بار بار حلف اٹھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے' امیر ایاز کو اس سے شبہ پیدا ہوا۔ وزیر ابوالمحاسن کو صلح کرنے کی غرض سے سلطان محمد کی خدمت میں روانہ کیا۔ ابوالمحاسن سلطان محمد کے کیمپ میں پہنچ کر سعد الملک

---

[۱] یاقوتی' سلطان ملک شاہ اول کا چچا تھا۔ منہ رحمۃ اللہ۔

ابوالمحاسن سعد بن محمد (سلطان محمد کا وزیر تھا) سے ملا' صلح کی درخواست کی' پھر اس کے ساتھ سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمد نے درخواست صلح منظور فرمائی اور جن جن امور کی ابوالمحاسن نے خواہش کی' سب قبول کرتا گیا۔ دوسرے دن قاضی القضاۃ اور مفتی' ابوالمحاسن کے ہمراہ سلطان محمد کے دربار میں آئے۔ امیر ایاز اور ان امراء کو جو اس کے ساتھ رہے تھیں کسی قسم کی ایذا نہ دینے کا سلطان محمد سے حلف لیا' ملک شاہ کی بابت حلف لینے کو کہا گیا تو سلطان محمد نے کہا'' وہ میرا بیٹا ہے میں اس کا باپ ہوں' امیر ینال حسامی کو امان دینے اور ایذا نہ دینے کا'' کیا الہراس' مدرس مدرسہ نظامیہ نے حلف لیا تھا۔

اس کے دوسرے دن امیر ایاز دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ امیر صدقہ بن مزید بھی پہنچ گیا۔ سلطان محمد ان دونوں سے بہ عزت واحترام پیش آیا' بڑی آؤ بھگت سے ملا۔ یہ واقعہ آخر ماہ جمادی الاولی ۴۹۸ھ کا ہے۔

امیر ایاز: صلح کے چندون بعد امیر ایاز نے اپنے مکان (جو درحقیقت گوہر آئین افسر پولیس بغداد کا مکان تھا) میں سلطان محمد کی دعوت کی بے شمار نذرانے اور بہت سے تحائف پیش کیے۔ انہی میں کوہ بلخشش تھا جسے امیر ایاز نے موید الملک بن نظام الملک کے ترکہ سے لے لیا تھا۔ سلطان محمد کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے امیر ایاز نے اپنے غلاموں کو زرق برق وردیاں پہنا کر آلات حرب سے مسلح کیا تھا۔ ان غلاموں میں ایک شخص رہا کرتا تھا جس سے یہ سب مذاق کیا کرتے تھے۔ چنانچہ براہ مذاق اس شخص کو بھی زرہ بکتر پہنا کر اوپر سے جبہ وعبا پہنا دیا اور چھیڑ چھاڑ مذاق کرنے لگے۔ یہ شخص بھاگا۔ امیر ایاز کے غلام تالیاں بجاتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑے۔ یہ شخص سلطان محمد کے حاشیہ نشینوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ سلطانی خدام نے اس کے جبہ وعبا کو الٹ کر دیکھا تو اسے زرہ بکتر پہنے ہوئے پایا۔ سلطانی خدام کو اس سے شبہ پیدا ہوا۔ سلطان محمد کی خدمت میں عرض کیا' سلطان محمد اٹھا اور اپنی محل سرا میں چلا گیا۔ اسی وقت سے سلطان محمد کے دل میں امیر ایاز کی طرف سے بغض پیدا ہو گیا۔

امیر ایاز کا قتل: اس واقعہ کے چندون کے بعد سلطان محمد نے ارکین دولت اور سرداران لشکر کو دربار خاص میں بلایا جن میں امیر ایاز بھی تھا' اور یہ ظاہر کیا کہ ارسلان بن سلیمان بن قطلمش نے دیار بکر پر حملہ کیا ہے۔ اس کے مقابلہ پر کسے بھیجنا چاہیے۔ سب نے بالاتفاق امیر ایاز کو بھیجنے کی رائے دی امیر ایاز نے گذارش کی'' اس مہم پر میرے ساتھ امیر صدقہ بن مزید کو بھی روانہ فرمایئے'' سلطان محمد نے منظور فرمالیا اور حکم نامہ لکھنے کی غرض سے دونوں امیروں کو محل سرائے سلطانی میں حاضر ہونے کی ہدایت کی۔ سلطان محمد نے محل سرا کے ایک گوشہ میں چند لوگوں کو امیر ایاز کے قتل کی غرض سے چھپا رکھا تھا۔ جوں ہی امیر ایاز ان کی طرف سے گزرا' تلواریں تول کر امیر ایاز پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر ڈالا' امیر صدقہ اس منظر کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ وزیر السلطنت نے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ ایاز کا لشکر اس واقعہ کو سن کر نکل پڑا۔ اس کے مکان کو لوٹ لیا۔ سلطان محمد نے ان کی مدافعت پر اپنی فوج کو مامور کیا' بلوہ فرو ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان نے بغداد سے اصفہان کی جانب کوچ کیا۔

ابوالمحاسن ضبعی کا قتل: امیر ایاز' سلطان ملک شاہ کے غلاموں میں سے تھا۔ سلطان ملک شاہ کے انتقال کے بعد ایک امیر کے مصاحبوں میں داخل ہو گیا' اس امیر نے امیر ایاز کو لڑکوں کی طرح رکھا۔ منتظم' مدبر' سیاسیات سے واقف اور

لڑائیوں میں صائب الرائے تھا۔ مذاق کی بدولت ایک لمحہ میں امیر ایاز کی عزت وعظمت' شان وشوکت اور آبرو خاک میں مل گئی ابوالمحاسن ضبعی (امیر ایاز کا وزیر) چند ماہ تک روپوش رہا اس کے بعد گرفتار ہو کر سعد الملک وزیر کی خدمت میں پیش کیا گیا' ماہ رمضان ۴۹۸ھ میں مار ڈالا گیا اس وقت اس کی عمر چھتیس سال کی تھی' ہمدان کے خاندان ریاست سے تھا۔

قلعہ ماردین: قلعہ ماردین' دیار بکر کا ایک مشہور قلعہ تھا۔ سلطان برکیاروق نے اپنے ایک مغنی (گویا) کو عنایت کیا تھا۔ اس قلعہ کے گردونواح میں کردوں کا ایک بہت بڑا گروہ رہتا تھا جس کا کام لوٹ مار اور غارت گری تھا۔ قافلوں کا صحیح سلامت یہاں سے گزر جانا دشوار تھا۔

یاقوتی بن ارتق کی گرفتاری: وقت بے وقت موقع پا کر قلعہ ماردین پر بھی ہاتھ صاف کر دیا کرتا تھا اتفاق سے امیر کربوقا موصل سے آمد کا محاصرہ کرنے کی غرض سے چلا۔ اس وقت آمد ایک ترکمان کے قبضہ میں تھا۔ والیٔ قلعہ نے سقمان بن ارتق سے امداد کی درخواست کی' سقمان اپنی فوجیں لے کر اس کی امداد پر آ گیا پھر کیا تھا۔ اہل قلعہ بھی خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ عماد الدین زنگی بن آقسنقر اور اس کے باپ کے بہت سے سردار بھی امیر کربوقا کے ساتھ تھے۔ ان لوگوں نے کمال مردانگی سے لڑائی میں حصہ لیا۔ لڑائی کے نازک نازک موقعوں پر ثابت قدم رہے۔ آخر کار سقمان کو شکست ہوئی اس کا برادر زادہ یاقوتی بن ارتق گرفتار ہو گیا' امیر کربوقا نے قلعہ ماردین میں مغنی حاکم قلعہ کے پاس قید کر دیا۔ چنانچہ ایک مدت تک قلعہ ماردین میں قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔

یاقوتی بن ارتق کی رہائی: جب گردونواح کے کرد قتل وغارتگری بکثرت کرنے لگے اور اہل ماردین ان کے آئے دن کی لوٹ مار سے تنگ آ گئے تو یاقوتی نے مغنی والی قلعہ سے کہلا بھیجا'' اگر تم مجھے قید سے رہا کر دو تو میں ان لٹیرے کردوں کی غارت گری سے اہل قلعہ کو نجات دے دوں گا' ربضا میں میرا قیام ہوگا۔ ممکن نہیں کہ اہل قلعہ کو کردوں سے کسی قسم کی ایذا اور تکلیف پہنچ جائے' مغنی نے نہایت خوشی سے یاقوتی کو رہا کر دیا۔ یاقوتی نے کمال مردانگی اور دانائی سے ان لٹیرے کردوں کی غارت گری کا خاتمہ کیا۔ اطراف خلاط تک کسی قسم کا خطرہ باقی نہ رہا۔

یاقوتی بن ارتق کا قلعہ ماردین کا قبضہ: یاقوتی کے ہمراہیوں کے دیکھا دیکھی قلعہ کے بعض سپاہی بھی کردوں پر شب خون مارنے لگے' یاقوتی ان سے معارض نہ ہوا۔ بلکہ ان کی خاطر داری کرتا رہا۔ ادھر چند دن کے بعد یاقوتی کے دماغ میں قلعہ پر قبضہ کر لینے کی ہوا سمائی۔ ادھر قلعہ کی تمام فوج نے لوٹ مار کا شیوہ اختیار کر لیا۔ ایک روز قلعہ کے فوجی لوٹ مار کر کے واپس آ رہے تھے یاقوتی نے اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کر دیا۔ ان لوگوں نے قلعہ کے فوجیوں کو گرفتار کر لیا' باقی سوار ہو کر قلعہ کے قریب گیا اور اہل قلعہ کو یہ دھمکی دی کہ اگر تم قلعہ ہمارے حوالہ نہ کر دو گے تو میں تم سب کو قتل کر ڈالوں گا' اہل قلعہ یہ سن کر تھرا گئے۔ کسی نے دم تک نہ مارا۔ قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ کنجیاں حوالہ کر دیں' یاقوتی نے قبضہ کر لیا۔

یاقوتی کا خاتمہ: قبضہ ماردین کے بعد یاقوتی نے فوجیں فراہم کیں' نصیبین اور جزیرہ ابن عمر کی طرف بڑھا یہ دونوں مقامات چکرمش کے مقبوضات میں تھے۔ چکرمش اور اس کے ہمراہیوں نے یاقوتی کی مدافعت پر کمر باندھی۔ اثناء جنگ

میں یاقوتی کو ایک تیر آ لگا جس کے صدمہ سے وہ مر گیا چکرمش اسے مقتول دیکھ کر رو پڑا۔

سقمان اور چکرمش میں مصالحت: یاقوتی کی زوجہ اس کے چچا سقمان کی لڑکی تھی' اپنے شوہر کے مارے جانے پر اپنے باپ سقمان کے پاس چلی گئی اور اس سے تمام واقعات بتلائے' ترکمانوں کو جمع کر کے اپنے شوہر کا بدلہ لینے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی' سقمان بھی اس کے ہمراہ نصیبین کی طرف چلا' چکرمش کو اس کی خبر ہوئی' گھبرا گیا' مصالحت کا پیام بھیجا اور بہت سا مال اور روپیہ دے کر سقمان کو راضی کر لیا' سقمان لوٹ آیا۔

سقمان کا قلعہ ماردین پر قبضہ: قلعہ ماردین میں یاقوتی کے بعد اس کا بھائی ''علی'' چکرمش کی حکومت کے زیر اثر حکمرانی کرنے لگا۔ علی کسی ضرورت سے کہیں چلا گیا تھا۔ اس کی غیر حاضری کے زمانہ میں اس کے نائب نے سقمان کو یہ لکھ بھیجا کہ تمہارا بھتیجا ''علی'' قلعہ ماردین چکرمش کو دینا چاہتا ہے سقمان یہ سن کر سخت برافروختہ ہوا' علی واپس نہ ہونے پایا تھا کہ سقمان نے ماردین پر پہنچ کر قبضہ کر لیا اور بعوض قلعہ ماردین اپنے بھتیجا ''علی'' کو کوہ جور عنایت کیا اس زمانہ سے قلعہ ماردین سقمان کے قبضہ میں آ گیا' قلعہ کیفا تو پہلے ہی سے قبضہ میں تھا' نصیبین کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں لے لیا۔

سقمان بن ارتق کی وفات: اس کے بعد فخر الملک بن عمار والی طرابلس نے عیسائیوں کے مقابلہ پر سقمان بن ارتق سے امداد کی درخوست کی فخر الملک' خلفاء عبیدین مصر کا ایک گورنر تھا لیکن ان کی کمزوری کی وجہ سے خودمختار حکمران بن بیٹھا تھا۔ عیسائیوں نے سواحل شام پر قابض ہونے کے بعد طرابلس کی طرف قدم بڑھایا۔ فخر الملک نے سقمان کو ۴۹۸ھ میں اپنی امداد پر بلا بھیجا جیسا کہ ابھی آپ اوپر پڑھ آئے ہیں' سقمان نے امداد کا وعدہ کیا' لشکر کی تیاری میں مصروف ہوا۔ اتنے میں طغتکین والیٔ دمشق کا (یہ تاج الدولہ تتش کا غلام اور آزاد حکمران تھا) طلبی کا خط پہنچا گیا۔ لکھا تھا ''میں مریض ہوں زندگی کی کوئی امید نہیں ہے جس قدر جلد ممکن ہو دمشق آ جاؤ ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور عیسائی دمشق پر قابض ہو جائیں'' سقمان نے یہ خط پڑھ کر نہایت عجلت سے پہلے طرابلس پھر دمشق کے ارادے سے کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ قریتین پہنچا۔ اس وقت طغتکین کو افاقہ ہو گیا تھا۔ سقمان کی طلبی پر پشیمان ہو رہا تھا' اپنے مشیروں سے سقمان کو واپس کرنے کا مشورہ کر رہا تھا کہ سقمان نے قریتین میں پہنچ کر پیام اجل کو لبیک کہہ کر دنیا سے کوچ کر دیا۔ فلما ہم اللہ تعالیٰ امرہ۔

جس وقت سقمان' قریتین میں علیل پڑا اور اس کے ہمراہیوں نے اس کے مرنے کا یقین کر لیا۔ قلعہ کیفا کی جانب واپس جانے کی رائے دی' سقمان نے جواب دیا ''میں اب واپس نہ جاؤں گا میں عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے نکلا ہوں اگر میں مر گیا تو مجھے شہیدوں کا ثواب ملے گا''۔

منکبرس کی بغاوت و گرفتاری: منکبرس بن بورش بن الپ ارسلان (سلطان محمد کا برادر عم زاد) اصفہان میں تھا۔ اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ سلطان محمد سے اس کے تعلقات ختم ہو گئے' خود مختاری کا خیال پیدا ہوا' اصفہان سے نہاوند آیا اور خودمختار حکومت کا اعلان کر دیا امراء بنی برسق حکمرانان خوزستان کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا پیام بھیجا۔ سلطان محمد کو اس کی اطلاع ہو گئی زنگین بن برسق کو گرفتار کر لیا۔ زنگین نے اپنے بھائیوں کو لکھ بھیجا کہ ''جس طرح ممکن ہو منکبرس کو گرفتار کر

کے سلطان محمد کے حوالہ کردو ورنہ خیر نہیں ہے۔'' اسی بنا پر امراء بنی برسق نے منکبرس کے پاس اطاعت وفرمانبرداری کے اظہار کا خط روانہ کیا اور خوزستان بلا بھیجا' جوں ہی منکبرس خوزستان میں وارد ہوا' امراء بنی برسق نے گرفتار کر کے سلطان محمد کے پاس بھیج دیا۔ سلطان محمد نے اسے اصفہان میں اپنے برادران عم زاد تتش کے ساتھ قید کر دیا اور زنگلین بن برسق کو قید سے رہا کر کے اس کے عہدہ پر بحال کیا۔ تستر' سابور' خوزستان وغیرہ مابین اہواز اور ہمدان' امراء بنی برسق کے قبضہ میں تھے۔ سلطان محمد نے ان مقامات کو بنی برسق سے لے لیا اور ان کی جگہ دینور عنایت کیا اور اس طرف سے انہیں نکال کر دینور کی طرف بھیج دیا' واللہ اعلم۔

فخر الملک بن نظام الملک کا واقعہ قتل: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ فخر الملک بن نظام الملک' تاج الدولہ تتش کا وزیر تھا۔ کسی امر پر ناراض ہو کر تتش نے نظام الملک کو جیل میں ڈال دیا۔ جب سلطان برکیاروق نے تتش کو شکست دی تو برکیاروق نے فخر الملک کو قید سے رہا کر دیا۔

فخر الملک کا بھائی موید الملک' برکیاروق کا وزیر تھا۔ مجد الملک البارسانی کی سعی وسفارش سے ۸۸ھ میں برکیاروق نے قلمدان وزارت فخر الملک کو عنایت کیا۔ چند روز بعد فخر الملک عہدۂ وزارت سے مستعفی ہو کر سلطان سنجر بن ملک شاہ کی خدمت میں خراسان چلا گیا۔ سلطان سنجر نے اس کی قدر افزائی کی اور اپنی وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔ پانچویں صدی کے آخر میں ایک باطنی فریادی صورت بنائے ہوئے ایوان وزارت کے دروازے پر حاضر ہوا۔ فخر الملک نے فریاد سننے کی غرض سے باطنی کو اپنے پاس بلا لیا۔ عرضی لے کر پڑھنے لگا۔ باطنی کو موقع مل گیا۔ پیٹ میں خنجر بھونک دیا۔ فخر الملک نے تڑپ کر دم توڑ دیا۔ باطنی گرفتار کر لیا گیا۔ سلطان سنجر کی خدمت میں پیش کیا گیا' باطنی نے چند آدمیوں کو بتلا دیا کہ انہوں نے مجھے فخر الملک کے قتل پر مامور کیا تھا۔ یہ اس کی محض شرارت تھی اور مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ بھی فخر الملک کے خون کے بدلے قتل کیے جائیں اس کا یہ مقصد حاصل نہ ہوا اور مار ڈالا گیا۔

جاولی سقاوا کی گورنری: جاولی سقاوا' خوزستان اور فارس کے درمیانی شہروں پر قابض ہو گیا تھا۔ متعدد قلعے تعمیر کرائے' اکثر شہروں کی شہر پناہیں بنوائیں کچھ دن بعد رعایا پر ظلم وستم کرنے لگا۔ جس وقت سلطان محمد مستقل طور سے حکومت کرنے لگا' اس وقت جاولی کو سلطان محمد سے خطرہ پیدا ہوا' سلطان محمد نے امیر مودود بن انوشتکین کو جاولی کے زیر کرنے پر مامور کیا' جاولی نے قلعہ بندی کر لی' امیر مودود آٹھ مہینے تک محاصرہ کیے رہا' جاولی نے سلطان محمد کے پاس کہلا بھیجا ''میں امیر مودود کی دھمکی اور جنگ سے حکومت کی اطاعت نہ کروں گا' اگر حضور والا کسی دوسرے امیر کو بھیج دیں گے تو میں قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا اور اطاعت قبول کر لوں گا'' سلطان محمد نے اپنی انگوٹھی دوسرے امیر کو دی اور اسے جاولی کے پاس بھیجا' جاولی نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور سلطان محمد کے پاس اصفہان چلا گیا' سلطان محمد نے نہایت عزت واحترام سے ملاقات کی۔ عساکر اسلامیہ کا سپہ سالار بنا کر عیسائیوں سے مذہبی جنگ کرنے اور بلاد اسلامیہ کو واپس لینے کی غرض سے شام کی طرف روانہ کیا۔ چونکہ چکرمش والی موصل نے مالیہ ادا کرنا بند کر دیا تھا اس وجہ سے سلطان محمد نے موصل' دیار بکر اور جزیرہ کی حکومت بھی جاولی کو مرحمت فرمائی۔

چکرمش کی گرفتاری: جاولی نے موصل کی جانب کوچ کیا' بغداد ہوتا ہوا بوازیج پہنچا' چار روز کے قتل عام و خون ریزی کے بعد بوازیج پر قبضہ حاصل کیا' اہل بوازیج کو امان دی' اربل کی طرف بڑھا' ابوالہیجا' بن برشک کردی ہذبانی والی اربل نے چکرمش کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور جاولی کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اربل کے قریب ابوالہیجا کا لڑکا اربل کی فوج لیے ہوئے آملا۔ اتنے میں جاولی بھی آ گیا دونوں حریفوں نے صف آرائی کی' چکرمش کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' چونکہ چکرمش علالت کی وجہ سے پالکی پر سوار تھا' بھاگ نہ سکا' اس کے غلاموں نے حق نمک ادا کیا جب تک ان کے دم میں دم رہا کسی کو چکرمش کی پالکی کے پاس تک نہ آنے دیا۔ احمد بن قاروت بک بھی چکرمش کی پالکی کی حفاظت میں زخمی ہوا' موصل کی جانب شکست کھا کر چلا گیا اور وہیں مر گیا چکرمش گرفتار کر لیا گیا' جاولی کے روبرو پیش کیا گیا۔ جاولی نے قید کر دیا اور موصل پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔

زنگی بن چکرمش: دوسرے دن اس واقعہ کی خبر موصل پہنچی' اہل موصل نے زنگی[1] بن چکرمش کو امارت کی کرسی پر متمکن کیا۔ غزغلی (چکرمش کا غلام) امور سلطنت کا نگران اور منتظم بنایا گیا' لشکریوں کو روپیہ' مال' آلات حرب اور گھوڑے دیے' موصل کی قلعہ بندی کی' شہر پناہ درست کرائی' چاروں طرف خندقیں کھدوائیں' قلیج ارسلان والی بلاد روم سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ قلیج ارسلان بلاد روم سے فوجیں لے کر موصل کی طرف روانہ ہوا' کوچ و قیام کرتا ہوا نصیبین پہنچا۔ جاولی کو اس کی آمد کی اطلاع ہوئی موصل کا خیال دل سے نکال کر دوسری طرف کی راہ لی۔ جاولی کی روانگی کے بعد برسقی افسر پولیس بغداد' موصل میں وارد ہوا' برسقی نے ہر چند اہل موصل کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر وہ مخاطب نہ ہوئے' ناچار اسی دن بغداد کی جانب لوٹ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد قلیج ارسلان' نصیبین سے موصل کی طرف روانہ ہوا۔

جاولی سقاوہ کی رحبہ کو روانگی: جاولی موصل سے سنجار چلا آیا تھا' ایلغازی بن ارتق اور چکرمش کے لشکر کا ایک بڑا گروہ جاولی کے پاس آ گیا تھا۔ چار ہزار سواروں کی جمعیت ہو گئی تھی موصل کے قبضہ کا خیال پیدا ہو رہا تھا کہ ملک رضوان بن تتش کا خط شام سے آیا لکھا تھا کہ ''عیسائیوں نے بے حد دست درازی شروع کر دی ہے۔ مسلمانان شام میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے' تمہاری ضرورت ہے جلد آؤ'' جاولی نے اس خط کو پڑھ کر رحبہ کی جانب کوچ کر دیا۔

قلیج ارسلان کا موصل پر قبضہ: اہل موصل اور چکرمش کے لشکر کے سرداروں نے قلیج ارسلان کی خدمت میں پیام مصالحت بھیجا' امان کی درخواست کی' قلیج ارسلان نے امان دینے کا حلف لیا' اہل موصل نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا' قلیج ارسلان نے موصل میں داخل ہو کر ۱۵ رجب ۵۰۰ھ میں قبضہ کر لیا۔ چکرمش کے لڑکے کو خلعت دیا' خطبہ میں خلافت مآب کے بعد اپنا نام پڑھوایا سلطان محمد کا نام خطبہ سے نکلوا دیا' لشکر کے ساتھ اچھے سلوک کیے' قلعہ کو غزغلی نے لے لیا۔ اپنی طرف سے اس کا حاکم مقرر کیا' قاضی ابومحمد عبداللہ بن قاسم شہرزوری کو عہدہ قضا پر بحال رکھا اور زمام حکومت ابوالبرکات محمد بن محمد بن خمیس کو عنایت کی۔

---

[1] زنگی کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ لیدن۔

قلادروس کا قبول اسلام: قلیج ارسلان کے ہمراہیوں میں سے امیر ابراہیم بن نیال ترکمانی والیٔ آمد اور محمد بن جق ترکمانی والیٔ قلعہ زیاد (خرتبرت) کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا مناسب ہے۔ ابراہیم بن نیال کو آمد کی حکومت پر تاج الدولہ تتش نے مامور کیا تھا اس زمانہ سے آمد اسی کے قبضہ میں رہا۔ محمد بن جق کا قبضہ قلعہ زیاد پر اس طرح سے ہوا کہ قلادروس ترجمان بادشاہ روم قلعہ زیاد الرہا اور انطاکیہ کا مالک تھا۔ جب سلیمان بن قطلمش (قلیج ارسلان کا باپ تھا) نے انطاکیہ کو قلادروس رومی سے لے لیا اور فخر الدولہ بن جہیر نے دیار بکر پر قبضہ کر لیا تو قلادروس رومی کمزور پڑ گیا۔ قلعہ زیاد کو رسد وغلہ نہ پہنچ سکا' محمد بن جق کو موقع مل گیا' قلعہ زیاد کو قلادروس سے چھین لیا۔ صرف الرہا' قلادروس کے قبضہ میں رہ گیا۔ اس کے بعد قلادروس سلطان ملک شاہ کے دست مبارک پر اسلام لایا۔ سلطان ملک شاہ نے اسے الرہا کی حکومت پر بحال رکھا۔

جاولی کا محاصرہ رحبہ: آپ کو یاد ہو گا کہ جس وقت قلیج ارسلان نصیبین پہنچا تھا اسی وقت جاولی نے موصل سے سنجار کا راستہ اختیار کیا تھا۔ پھر سنجار سے ملک رضوان کا خط پا کر رحبہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ کوچ و قیام کرتا ہوا آخر ماہ رمضان ۵۰۰ھ میں رحبہ پہنچا اور محاصرہ کر لیا ان دنوں رحبہ میں بنو شیبان میں سے محمد بن سباق نامی ایک شخص حکومت کر رہا تھا۔ محمد بن سباق کو حکومت رحبہ پر ملک دقاق نے مامور کیا تھا۔ ملک دقاق کے مرنے پر خود سر حاکم بن گیا' حکمرانان دمشق کی اطاعت ترک کر کے قلیج ارسلان کا مطیع ہو گیا تھا اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ جاولی نے جب اس کا محاصرہ کیا تو ملک رضوان کو طلبی کا خط لکھا اور یہ شرط کی کہ رحبہ کو فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کی مدافعت کی جائے گی ملک رضوان اس تحریر کے مطابق محاصرہ رحبہ پر آ پہنچا اور شریک محاصرہ ہوا۔ شہر پناہ کے محافظوں میں سے ایک گروہ نے جاولی سے سازش کر لی۔ حسب قرار داد نصف شب میں دروازہ کھول دیا۔ جاولی اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ محمد سباق نے یہ رنگ دیکھ کر اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ عیسائیوں کی مدافعت کے لیے روانہ ہوا۔

جاولی کا موصل پر قبضہ: قلیج ارسلان نے موصل پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے بیٹے ملک شاہ کو جس کی عمر گیارہ سال کی تھی حکومت موصل پر مامور کیا۔ حفاظت و انتظام کی غرض سے ایک فوج بھی دی اور ایک امیر کو نظم و نسق کے لیے بطور اتالیق متعین کیا۔ اس کے بعد جاولی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ لیکن جاولی کی فوجی قوت سے قلیج ارسلان کے ہمراہی متاثر ہو گئے۔ ابراہیم بن نیال' خابور سے اپنے دار الحکومت آمد لوٹ آیا۔ قلیج ارسلان نے اپنے دار الحکومت سے مزید فوجیں طلب کیں۔ جاولی نے قلیج ارسلان کی فوج کی کمی کا احساس کر کے لڑائی چھیڑ دی۔ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکورہ میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ قلیج ارسلان کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ جاولی نے موصل میں داخل ہو کر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا' چکرمش کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے تاوان وصول کیا۔

جاولی کا محاصرہ جزیرہ: اس کامیابی کے بعد جاولی نے جزیرہ کی طرف قدم بڑھایا۔ حبشی بن چکرمش مع غزغلی وہاں موجود تھا اور اس کے باپ کے بہت سے غلام سرفروشی کرنے کو تیار تھے۔ ایک مدت تک جاولی محاصرہ کیے رہا۔ بالآخر

چند ہزار دینار پر مصالحت کر کے موصل آیا ملک شاہ بن قلیچ ارسلان نے یہ رنگ دیکھ کر سلطان محمد کی خدمت میں نامہ نیاز مندی روانہ کیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قتل صدقہ بن مزید: جس وقت صدقہ بن مزید والی حلہ اور سلطان محمد کے درمیان کشیدگی اور منافرت پیدا ہوئی۔ اسی وقت سلطان محمد نے صدقہ بن مزید پر فوج کشی کر دی' صدقہ مقابلہ پر آیا' لڑائی ہوئی' میدان سلطان محمد کے لشکر کے ہاتھ رہا۔ صدقہ شکست کھا کر بھاگا اثناء جنگ میں مارا گیا' جیسا کہ ملوک حلہ کے حالات میں اس واقعہ کو ہم لکھ آئے ہیں۔ سلطان محمد نے اس کے تمام مقبوضہ علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

فخر الدولہ ابوعلی بن عمار: فخر الدولہ ابوعلی بن عمار والی طرابلس' عبیدیوں کے مقابلہ پر خود مختار حکومت کا مدعی ہو گیا تھا اور ان سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اسی زمانہ میں عیسائیوں نے سواحل شام پر دست درازی شروع کر دی اور آئے دن بلاد اسلامیہ پر حملہ آور اس کا محاصرہ کرنے لگے۔ فخر الدولہ ابوعلی ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ مسلمانوں کو اس سے سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس اثناء میں یہ خبر سننے میں آئی کہ سلطان محمد کی حکومت مستقل ہو گئی ہے۔ دشمنان شاہی زیر وزبر ہو گئے ہیں' فخر الدولہ ابوعلی نے اپنے برادر زادہ ذوالمناقب کو طرابلس کی حکومت پر بطور اپنے نائب کے مقرر کیا' لشکریوں کو چند مہینہ کی تنخواہیں اور روزینے دیئے شہر کی حفاظت کا انتظام کیا جگہ جگہ پہرہ' چوکی مقرر کی' غرض ہر طرح سے طرابلس کو عیسائیوں کے حملہ سے مطمئن و بے خطر کر کے بارگاہ سلطانی میں باریاب ہونے کی غرض سے دمشق روانہ ہوا۔

ابن عمار کی روانگی بغداد: طغتکین والی دمشق نے گرم جوشی سے استقبال کیا' دمشق کے باہر خیمے نصب کیے گئے' عزت واحترام سے ٹھہرایا گیا۔ چند دن قیام کر کے بغداد کی جانب کوچ کیا سلطان محمد اور خلافت مآب نے ارکین دولت' سرداران لشکر اور روساء شہر کو استقبال کا حکم دیا۔ کمال عزت اور احترام سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ فخر الدولہ ابوعلی نے بھی قیمتی قیمتی تحائف اور نذرانے دربار خلافت اور بارگاہ سلطانی میں پیش کیے۔ عیسائیوں کے مقابلہ پر امداد کا خواستگار ہوا' مصارف فوج کی ذمہ داری لی سلطان محمد نے امداد کا وعدہ کیا' فخر الدولہ ابوعلی نے بغداد میں قیام کر دیا اس کے بعد امیر حسین بن اتابک طغتکین نے سلطان محمد سے ملاقات کی' سلطان محمد نے اسے حکم دیا تھا کہ شاہی فوج کے ساتھ امیر مودود کی ہمراہی میں جاولی سقاوا کی سرکوبی کے لیے پہلے موصل کی جانب روانہ ہو اس کے بعد فخر الدولہ ابوعلی کے ہمراہ عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے شام کی طرف کوچ کرنے' چنانچہ سلطان محمد ۵۰۱ھ میں دارالخلافت بغداد سے بقصد جنگ روانہ ہوا' نہروان پہنچ کر فخر الدولہ ابوعلی کو بلا بھیجا خلعت دیا اور بہت سامال واسباب دے کر رخصت کیا۔ امیر حسین حسب اشارہ سلطان' افواج دمشق کے ساتھ فخر الدولہ کے ہمراہ دمشق کی جانب روانہ ہوا۔

ذوالمناقب کی عہد شکنی: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ فخر الدولہ ابوعلی طرابلس سے روانہ ہونے کے وقت اپنے برادر زادہ ذوالمناقب کو طرابلس کی حکومت پر مقرر کر آیا تھا۔ ذوالمناقب نے فخر الدولہ کی روانگی کے بعد بد عہدی کی' اہل طرابلس سے متفق اور ان کے ساتھ ہو کر دولت علویہ مصریہ کی اطاعت کا اعلان کیا' افضل بن امیر الجیوش کے پاس اطاعت و نیاز مندی کا عریضہ بھیجا۔ امداد اور رسد کی درخواست کی' افضل بن امیر الجیوش خلیفہ مصر کا وزیر تھا۔ ان دنوں حکومت د

سلطنت پر اسے قبضہ حاصل ہو رہا تھا۔ اس نے شرف الدولہ بن ابوالطیب کو طرابلس کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔ خزانہ مال' غلہ اور بہت سا اسباب اس کے ہمراہ کر دیا۔ شرف الدولہ نے طرابلس پہنچ کر فخر الدولہ ابوعلی کے اہل و عیال اور ہوا خواہوں کو گرفتار کر کے ان کے مال و ذخائر کو ضبط کر لیا اور سب کو کشتیوں پر بار کر کے مصر روانہ کر دیا۔

جاولی کی سرکشی: جاولی کا قلیج ارسلان اور ابن چکرمش سے موصل کے لے لینے اور ان دونوں کے ان کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے واقعات ہم اوپر لکھ آئے ہیں ان دونوں کے مارے جانے سے جاولی کی حکومت موصل پر مستقل ہو گئی چونکہ سلطان محمد نے جاولی کو ان بلاد کی حکومت بھی دے دی تھی' جسے اس نے بزور تیغ فتح کیا تھا۔ یا آئندہ فتح کرتا' اس وجہ سے اس کا دائرہ حکومت وسیع ہو گیا۔ فوج کی بھی ایک کافی تعداد جمع ہو گئی۔ خزانہ بھی بھر گیا تھا پھر کیا تھا جاولی کا دماغ پھر گیا' سلطان محمد کو جو کچھ سالانہ دیا کرتا تھا بند کر دیا' اس پر طرہ یہ ہوا کہ سلطان نے اسے جنگ صدقہ کے لیے بلا بھیجا وہ نہ گیا۔ اس پر مزید ستم یہ کیا کہ سلطان محمد کے خلاف' صدقہ سے سازش کر لی اور اس کے ساتھ ہو کر سلطان سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔

امیر مودود کا موصل پر قبضہ: جس وقت سلطان محمد کو مہم صدقہ سے فراغت ہوئی' امیر مودود کو عساکر سلطانی کا امیر بنا کر اور موصل کی سند حکومت عطا کر کے جاولی کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ امراء ابن برسق' سقمان قطبی' آقسنقر برسقی' نصر بن مہلہل بن ابی الشوک کردی اور ابوالہیجاء والی اربل کو امیر مودود کی مدد پر مامور کیا' رفتہ رفتہ شاہی فوج موصل پہنچی' موصل کے باہر پڑاؤ کیا۔ جاولی نے لڑائی کی پوری تیاری کی تھی' شہر پناہ پر پہرہ چوکی مقرر کر دی تھی۔ رؤسا شہر کو جن سے خطرہ محسوس ہوا تھا قید کر دیا تھا۔ شہر میں اپنی بیوی دختر برسق کو پندرہ سو جنگ آوروں کی جمعیت سے ٹھہرا کر شہر چھوڑ دیا۔ اس کی بیوی بھی نہایت مدبرہ اور ہوشیار تھی' اس نے بھی بہت سے لوگوں سے تاوان وصول کیا' استقلال و جرات سے مقابلہ کرتی رہی۔ محاصرین کی دال گلائے نہیں گلتی تھی' اتنے میں محرم ۵۰۲ھ کا دور آ گیا۔ چونکہ جاولی کی بیوی کی سخت مزاجی اور ظلم سے اہل شہر کا کیا ذکر ہے خود اس کی فوج والے بھی تنگ اور بد دل ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے بعض محافظین شہر پناہ نے امیر مودود سے سازش کر کے دروازہ کھول دیا۔ امیر مودود اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ زوجہ جاولی نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا' آٹھ روز تک قلعہ نشین رہی۔ نویں روز امیر مودود سے امان حاصل کر کے اپنے بھائی یوسف بن برسق کے پاس قیمتی قیمتی مال و اسباب لے کر چلی گئی امیر مودود نے موصل اور اس کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

جاولی اور ایلغازی: جاولی نے موصل سے روانہ ہونے کے وقت قمص کو ساتھ لیا (یہ قمص وہی ہے جس کو سقمان نے گرفتار کیا تھا اور چکرمش نے سلطان سے لیا تھا) نصیبین پہنچا' ایلغازی بن ارتق والی نصیبین سے سلطان محمد کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی' ایلغازی نے انکاری جواب دیا اور اپنے بیٹے کو فوج کے ساتھ نصیبین میں چھوڑ کر ماردین کی طرف روانہ ہو گیا۔ جاولی کو اس کی خبر لگ گئی وہ بھی ایلغازی کے پیچھے پیچھے چلا' ماردین میں پہنچ کر تن تنہا ایلغازی کے پاس گیا' مجبوراً ایلغازی نے جاولی کی موافقت کی اور اس کے ہمراہ نصیبین آیا۔ نصیبین سے روانہ ہو کر سنجار پہنچ کر محاصرہ کر دیا۔ اہل سنجار نے شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا مقابلہ پر تل گئے اس کے بعد ایک روز ایلغازی کو موقع مل گیا' جاولی محاصرہ سنجار پر چھوڑ

کرراتے کے وقت نصیبین بھاگ آیا جاولی سنجار کا محاصرہ اٹھا کر رحبہ چلا گیا۔

قمص بردویل کی رہائی: رحبہ کے قریب پہنچ کر جاولی نے قمص بردویل کو پانچ برس کے بعد ایک کثیر رقم لے کر ان شرائط سے رہا کیا:

(۱) جس قدر مسلمان قیدی ہوں وہ رہا کر دیئے جائیں۔

(۲) بوقت ضرورت جس وقت طلب کیا جائے امداد کو آ جائے جب جاولی اور قمص میں باہم مصالحت ہوگئی تو جاولی نے قمص کو سالم بن مالک والی قلعہ جعبر کے پاس بھیجا' قلعہ سپرد کرنے کا پیام دیا۔ سالم نے قلعہ حوالہ کر دیا' اتنے میں قمص کا خالہ زاد بھائی ''جوسلین'' والی تل باشر جو کہ مسیحی سرداروں میں سے ایک نامور شخص تھا آ گیا۔ یہ بھی قمص کے ساتھ گرفتار ہوگیا تھا۔ لیکن بیس ہزار فدیہ دے کر رہا ہوگیا تھا۔ اس کے آتے ہی قمص' انطاکیہ کی طرف روانہ ہوگیا اور جوسلین بطور ضمانت قلعہ جعبر میں رہ گیا۔ اس کے بعد جاولی نے قلعہ جعبر کو جوسلین سے لے لیا اور جوسلین کی جگہ اس کے اور قمص کے سالوں کو ضمانت میں لے کر جوسلین کو بقیہ شرائط رہائی پوری کرنے کے لیے قمص کے پاس روانہ کیا۔

قمص' جوسلین اور طنکری کی جنگ: جس وقت قمص انطاکیہ پہنچا' والی انطاکیہ طنکری نے تیس ہزار دینار' گھوڑے اور بے شمار آلات حرب پیش کیے' الرہا اور سروج وغیرہ قمص کے قبضہ میں تھا لیکن جس وقت قمص گرفتار کر لیا گیا تھا اس وقت طنکری نے الرہا وغیرہ کو قمص کے افسروں سے چھین لیا تھا۔ قمص نے واپسی کا مطالبہ کیا' طنکری نے ٹکا سا جواب دے دیا' قمص ناراض ہو کر تل باشر چلا گیا۔ اتنے میں جوسلین آ پہنچا' عیسائیوں کو اس سے بے حد مسرت ہوئی' سارا شہر چراغاں کیا گیا۔ طنکری نے یہ خیال کر کے کہ اگر ان دونوں کو قوت حاصل ہوگئی تو سخت خطرے کا سامنا ہوگا قمص اور جوسلین کا محاصرہ کر لیا۔ چند دن تک محاصرہ کیے رہا' قمص اور جوسلین نے موقع پا کر طنکری والی انطاکیہ کے مقبوضہ قلعوں پر حملہ کر دیا۔ ابوسہیل ارمنی نے ایک ہزار سوار' قمص کی امداد پر بھیج دیئے۔ قمص' جوسلین اور طنکری میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی' خونریزی کا دروازہ کھل گیا' پوپ اور پادریوں کی ایک جماعت نے درمیان میں پڑ کر باہم جنگ کرنے سے دونوں فریقوں کو روکا' بیمند (طنکری کا ماموں) بھی آ گیا۔ پوپ نے طنکری کے خلاف فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ الرہا وغیرہ قمص کو واپس دیا جائے چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق ۹ صفر ۵۰۲ھ میں الرہا وغیرہ قمص کو واپس دیا گیا۔

اس فیصلہ کے بعد قمص نے فرات عبور کیا اور حسب شرائط رہائی' مال مقررہ کا اکثر حصہ اور مسلمان قیدیوں کو جاولی کے پاس بھیج دیا۔

جاولی کی روانگی رحبہ: قمص کو رہا کر کے جاولی' رحبہ کی طرف چلا گیا' ابوالنجم بدران اور ابوکامل منصور پسران صدقہ اپنے باپ کے قتل کے بعد سے سالم بن مالک کے پاس مقیم تھے' ان دونوں نے جاولی سے امداد کی درخواست کی۔ جاولی نے ان کی پشت پناہی کے لیے ان کے ساتھ حلہ چلنے کا وعدہ کیا اور سب کے سب ابوالغاز کی تکین کو اس مہم کا سردار بنانے پر متفق ہوئے ابھی روانگی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصبہند صادر آ پہنچا سلطان محمد نے اسے رحبہ کی حکومت عنایت کی تھی اس نے

جاولی کو رائے دی کہ "تم عراق کی طرف بڑھنے کے بجائے شام کا قصد کرو۔ اس وقت شام لشکر اسلام سے خالی ہو گیا ہے اور عیسائیوں کی چیرہ دستی روز بروز ترقی پر ہے اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں سلطان محمد سے آئندہ کسی خطرے کا اندیشہ نہ رہے گا' جاولی نے اس رائے کو پسند کیا' سامان جنگ درست کر کے رحبہ سے روانہ ہو گیا۔

جاولی کا رقہ کا محاصرہ: اس کے بعد جاولی کے پاس سالم بن مالک والی قلعہ جعبر کا قاصد پہنچا' سالم نے بنی نمیر کی زیادتی کی شکایت لکھی تھی اور امداد کا خواستگار ہوا تھا واقعہ یہ تھا کہ بنی نمیر نے بصرہ سے علی بن سالم والی رقہ پر حملہ کیا تھا اور علی بن سالم کو قتل کر کے رقہ پر قبضہ کر لیا تھا ملک رضوان یہ خبر پا کر حلب سے رقہ کی طرف روانہ ہوا لیکن بنی نمیر نے تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ چنانچہ ملک رضوان واپس آیا' جاولی نے ملک شام جانے کی بجائے بنو نمیر کی سرکوبی کے لیے رقہ کی طرف کوچ کر دیا' ستر دن تک بنی نمیر کا رقہ میں محاصرہ کیے رہا' بنی نمیر نے تنگ آ کر مصالحت کی درخواست کی' بہت سا مال و اسباب اور گھوڑے دے کر جاولی سے صلح کر لی' جاولی نے محاصرہ اٹھا لیا اور سالم کو معذرت نامہ لکھ بھیجا۔

جاولی اور ایلغازی: اسی اثناء میں حسین ابن اتابک قطلغ تکین فخر الدولہ ابن عمار کے ساتھ جاولی کے پاس پہنچ گیا۔ حسین کا باپ گنجہ میں سلطان محمد کا اتابک تھا۔ سلطان محمد نے کسی بات پر ناراض ہو کر قطلغ تکین کو قتل کر ڈالا' حسین' سلطان محمد کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلطان نے تسلی دی اور اپنے خاص ہم نشینوں میں داخل کر لیا۔ پھر جب عیسائیوں کی چیرہ دستی کی خبر اسے سننے میں آئی تو فخر الدولہ ابن عمار کے ساتھ جاولی کے پاس بھیجا تاکہ دربار شاہی کے ساتھ جاولی کے تعلقات خوشگوار ہو جائیں اور اس شاہی لشکر کو جو کہ موصل کا حصار کیے ہوئے ہے عیسائیوں پر جہاد کی غرض سے فخر الدولہ ابن عمار کے ساتھ روانہ کر دے۔ جاولی نے بطیب خاطر اسے قبول کیا اور حسین سے کہا "تم موصل جا کر لشکر موصل کو عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کر دو میں اپنے لڑکے کو بطور ضمانت تمہارے حوالہ کرتا ہوں' ملک کا نظم و نسق اس شخص کے قبضہ اقتدار میں رہے گا جو سلطان محمد کی طرف سے مامور ہو گا" حسین جاولی سے رخصت ہو کر اس سے قبل کہ موصل فتح ہو موصل پہنچا۔ شاہی لشکر کو عیسائیوں پر جہاد کی غرض سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ تمام سرداران لشکر نے اس حکم کی تعمیل کی۔ لیکن امیر مودود نے تعمیل سے انکار کیا اور یہ کہا کہ "میں بغیر اجازت سلطان محمد' موصل سے کوچ نہیں کروں گا" چنانچہ امیر مودود' موصل کا محاصرہ کیے رہا یہاں تک کہ موصل فتح کر لیا جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں۔

حسن ابن قطلغ تکین' سلطان کی خدمت میں واپس آیا اور جاولی کی طرف سے نہایت خوبی سے نیازمندانہ عرض و معروض کیا جس سے سلطان محمد کا دل صاف ہو گیا۔

اس کے بعد جاولی نے شہر بالس کی طرف کوچ کیا اور اسے ملک رضوان بن تتش کے ملازموں کے قبضہ سے نکال لیا' شہر بالس کے رہنے والوں کی ایک جماعت کو قتل کیا' جس میں قاضی محمد بن عبد العزیز بن الیاس مشہور فقیہہ بھی تھے' یہ نہایت نیک مزاج اور متقی شخص تھے۔

ملک رضوان اور جاولی: اس واقعہ کی خبر ملک رضوان بن دقاق کو پہنچی آگ بگولا ہو گیا' فوجیں مرتب کر کے جاولی سے جنگ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا' طنکری والی انطاکیہ کو یہ واقعہ لکھ بھیجا' امداد کی درخواست کی' طنکری اپنی فوجیں لے

کر رضوان کی کمک پر آ گیا۔ جاولی نے بھی قمص کے پاس امداد و اعانت کا پیام بھیجا اور جس قدر زر فدیہ ابن کے ذمہ باقی تھا اسے معاف کر دیا۔ چنانچہ قمص اپنی فوج کے ساتھ جاولی کی کمک پر آ پہنچا' جاولی اس وقت منبج میں تھا' اتنے میں یہ خبر پہنچ گئی کہ موصل پر امیر مودود اور شاہی لشکر نے قبضہ کر لیا ہے اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ جاولی کا تمام کارخانہ درہم برہم ہو گیا اکثر ہمراہیوں نے ساتھ چھوڑ دیا زنگی بن آقسنقر اور بکتاش نہاندی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ اصبہند صباد ابدران بن صدقہ اور ابن جکرمش باقی رہ گئے۔ اتفاق سے رضا کاروں کا ایک گروہ جاولی کی کمک پر آ گیا جس سے جاولی کے قدم میدان جنگ میں جم گئے۔ تل باشر پر پڑاؤ کیا' ملک رضوان بھی مع طنکری کے آ گیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ عنوان جنگ ایسا تھا کہ ملک رضوان کو شکست ہوتی نظر آ رہی تھی' سو اتفاق سے جاولی کے رکاب کی فوج' ملک رضوان کے مفرور گروہ کے تعاقب میں بڑھی' جاولی نے اسے واپس کرنا چاہا چونکہ ہلڑ مچا ہوا تھا۔ اس لیے جاولی کی کوشش بیکار ثابت ہوئی' مجبوراً میدان جنگ سے قدم ڈگمگا گئے۔ شکست اٹھا کر بھاگا۔ اصبہند صباد اشام کی طرف چلا گیا' بدرانہ بن صدقہ نے قلعہ جعبر کا راستہ لیا۔ ابن جکرمش نے جزیرۂ ابن عمر میں جا کر دم لیا' بہت سے مسلمان مارے گئے۔ والیٔ انطاکیہ نے جاولی کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا' قمص اور جوسلین تل باشر کی طرف بھاگے' ان دونوں عیسائی امراء نے مسلمانوں سے اچھے سلوک کیے جو مسلمان شکست پا کر ان کے پاس آتا تھا' اس کی عزت کرتے تھے زخمی ہوتا تھا تو اس کا علاج کراتے' بھوکوں کو کھانا کھلاتے' برہنوں کو کپڑے پہناتے اور زاد راہ دے کر ان کے وطن پہنچا دیتے تھے۔

جاولی دربار شاہی میں اس شکست کے بعد جاولی' رحبہ چلا گیا' گنتی کے چند سوار اس کی رکاب میں تھے اتفاق یہ کہ امیر مودود والیٔ موصل کا ایک دستہ فوج' رحبہ کے گرد و نواح پر شب خون مارنے کے لیے آ گیا۔ جاولی کو اپنی گرفتاری کا خطرہ پیدا ہوا۔ یہ رائے قائم کی کہ سوائے بارگاہ سلطانی کے مجھے کہیں پناہ نہ ملے گی۔ حسین بن قطلغ تکین سے میرے مراسم اتحاد قائم ہیں وہ سلطان سے میری سفارش ضرور کرے گا۔ چنانچہ نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے قریب اصفہان' لشکر گاہ سلطان میں حاضر ہوا۔ حسین بن قطلغ تکین کے یہاں قیام کیا اپنی غم بھری داستان سنائی۔ حسین' جاولی کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان نے بعزت و احترام ملاقات کی اور اس سے بکتاش بن تکش کو لے کر اصفہان میں قید کر دیا۔

عیسائیوں اور مسلمانوں کی جنگ: ۵۰۵ھ میں سلطان محمد نے امیر مودود والیٔ موصل کو عیسائیوں کی جنگ پر مامور فرمایا۔ سقمان قطبی والیٔ دیار بکر و آرمینیا ایلکی (ایلغی) و زنگی پسران برسق والیان ہمدان امیر احمد بک والیٔ مراغہ ابوالہیجاء والیٔ اربل اور امیر ابوالغازی والیٔ ماردین کو امیر مودود کی امداد کا حکم دیا' امیر ابوالغازی بذات خود اس جنگ میں نہیں گیا تھا بلکہ اپنے بیٹے ایاز کو اپنی جگہ بھیج دیا تھا۔ چنانچہ مجاہدین اسلام' سیلاب کی طرح سنجار کی طرف بڑھے' عیسائیوں کے چند قلعے فتح کیے۔ شہر الرہا پر محاصرہ کیا' مدتوں محاصرہ کیے رہے۔ الرہا والے برابر مقابلہ کرتے رہے۔ قرب و جوار کے عیسائی امراء یہ سن کر اپنی اپنی فوجیں لے کر دوڑ پڑے۔ فرات عبور کر کے الرہا کو بچانے کی کوشش کی' لیکن لشکر اسلام کی کثرت اور رعب و داب نے انہیں فرات عبور کرنے سے روک دیا' فرات میں ٹھہر گئے۔ مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی فرات کو عبور

کرنے کے میدان میں آ جائیں الرہا کو چھوڑ کر حران کی طرف کوچ کر دیا جوں ہی مسلمانوں نے الرہا کا محاصرہ اٹھایا' عیسائی امراء الرہا میں داخل ہو گئے' رسد وغلہ اور روزمرہ کی تمام ضروریات کا کافی ذخیرہ الرہا میں جمع کر کے فرات کی جانب واپس ہوئے اور اسے جانب شامی سے عبور کر کے حلب کے مضافات پر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔

محاصرہ تل باشر: عساکر اسلامیہ نے الرہا کا محاصرہ اٹھانے میں سخت غلطی کی۔ اہل الرہا میں محاصرے کی شدت کے باعث مقابلے کی قوت نہ رہی تھی اور نہ اس کے پاس غلہ کا ذخیرہ باقی رہا تھا' الرہا صبح و شام میں فتح ہو جاتا لیکن ماشاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن کا مضمون ہوا' عیسائیوں کی واپسی الرہا اور فرات کو عبور کرنے کی خبر سن کر شاہی لشکر الرہا کی طرف واپس لوٹا اور پہنچتے ہی اسے گھیر لیا' اب کیا تھا' الرہا اب وہ الرہا نہ رہا تھا شہر پناہ کی فصیلوں پر جنگی سپاہیوں کا پہرہ' غلہ اور ضروریات کا کافی ذخیرہ موجود ہو گیا تھا' فوج بھی کثرت سے موجود تھی۔ چونکہ کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ محاصرہ اٹھا کر قلعہ تل باشر پر پہنچ کر محاصرہ کیا' پینتالیس دن تک قلعہ تل باشر کا محاصرہ کیے رہا' جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو بہ مجبوری قلعہ تل باشر کا بھی محاصرہ اٹھا لیا' حلب میں داخل ہونے کا قصد کیا' ملک رضوان نے شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے' ملنے سے انکار کر دیا' سقمان قطبی کا بالس میں انتقال ہو گیا۔ اس کے ہمراہی اس کا تابوت لے کر اس کے شہر واپس ہوئے اثناء راہ میں ایلغازی بن ارتق نے ان لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کی' فریقین میں دو دو ہاتھ چل گئے۔ ان لوگوں نے ایلغازی کو شکست دی۔ ایلغازی اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

عیسائیوں کی بلاد اسلامیہ پر پیش قدمی ومراجعت: ان واقعات کے بعد ابن برسق علیل ہو گیا' امیر احمد بک والی مراغہ سلطان محمد کی خدمت میں سقمان قطبی کے مقبوضات حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوا' قطلغ تکین والی دمشق نے امیر مودود سے میل جول پیدا کر لیا' امیر مودود اس کے ساتھ نہر عاصی پر اتر پڑا' اس سے لشکر اسلام منتشر ہو گیا' عیسائیوں کو اس کی اطلاع ہوئی' مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گئے' فوجوں کو مرتب کیا اور بلاد اسلامیہ کی تسخیر کے ارادے سے فامیہ کی طرف روانہ ہوئے سلطان بن منقذ والی شیرز یہ سن کر امیر مودود اور قطلغ تکین کے پاس پہنچا' دونوں کو نصیحت وملامت کی' عیسائیوں کو جہاد پر ابھارا' چنانچہ امیر مودود' قطلغ تکین اور سلطان بن منقذ' شیرز آ گئے۔ ڈیرے ڈال دیئے' مورچے قائم کیے۔ عیسائیوں کے لشکر نے بھی ان کے مقابلہ پر پہنچ کر پڑاؤ کیا' لیکن مسلمانوں سے کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ جنگ کے بغیر فامیہ کی جانب لوٹ گئے۔

امیر مودود کا الرہا پر جہاد: ۶۰۵ھ میں امیر مودود نے الرہا اور سروج پر جہاد کی غرض سے پھر فوج کشی کی' پہنچتے ہی الرہا اور سروج کے گرد و نواح کو زیر و زبر کرنے لگا' عیسائیوں کو اس سے سخت مصیبتیں اٹھانی پڑیں' جوسلین والی تل باشر نے موقع پا کر عساکر اسلامیہ پر ایک روز حملہ کر دیا' چند بار برداری کے اونٹ اور خچر پکڑ کر لے گیا' عساکر اسلامیہ نے یہ سن کر حملہ کی تیاری کی' جوسلین مقابلہ پر نہ آیا اور بھاگ گیا۔

معرکہ طبریہ: چونکہ آخر ۶۰۵ھ میں بغدوین بادشاہ بیت المقدس اطراف دمشق پر کئی مرتبہ حملے کر چکا تھا اس وجہ سے

قطلغ تکین والیٔ دمشق کی تحریک سے امراء اسلام میں پھر ایک جوش پیدا ہوا۔ چنانچہ ۵۰۷ھ میں امیر مودود والیٔ موصل' تمیرک والی سنجار' امیر ایاز بن ایلغازی اور قطلغ تکین والیٔ دمشق نے متحدہ قوت سے عیسائیوں کے مقبوضات کی طرف جہاد کے ارادے سے قدم بڑھایا۔ فرات عبور کر کے بیت المقدس کی تسخیر کے ارادے سے کوچ کیا۔ بغدوین کو اس کی اطلاع ہوئی' جوسلین والیٔ تل باشر بھی اس کے ہمراہ تھا' اردن میں عیسائیوں نے پڑاؤ کیا' طبریہ کے قریب دونوں فریقوں نے صف آرائی کی' معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ عیسائیوں کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ ایک بڑا گروہ مارا گیا۔ بہت سے دریائے طبریہ اور بحر اردن میں ڈوب کر مر گئے' لشکر اسلام نے ان کے کیمپ اور کمسٹر یٹ کو لوٹ لیا۔

امیر مودود کا قتل: عیسائیوں کا شکست خوردہ لشکر طرابلس اور انطاکیہ کے عیسائی لشکر سے جا ملا۔ اپنی غم بھری داستان انہیں سنا کر امداد و اعانت کا خواستگار ہوا' انہوں نے نہایت جوش اور مسرت سے مفرور عیسائیوں کی درخواست قبول کی اور سب کے سب متفق ہو کر جنگ کے ارادے سے واپس ہوئے' جبل طبریہ کے دامن میں صف آراء ہوئے۔ عساکر اسلامیہ نے عیسائی لشکر کا محاصرہ کر لیا' رسد و غلہ کی آمد بند کر دی (چھبیس یوم تک محاصرہ کیے رہے مگر کوئی عیسائی سور ما کھلے میدان میں جنگ کے لیے نہ نکلا) عساکر اسلامیہ نے محاصرہ اٹھا کر عیسائی مقبوضات میں بڑھ کے بیت المقدس تک غارت گری شروع کر دی۔ گاؤں' قصبات اور شہروں کو تاراج کیا جو عیسائی برسر مقابلہ آیا' مار ڈالا۔ کسی عیسائی سردار کے کان پر جوں نہ رینگی۔ لشکر اسلام مظفر و منصور دمشق پہنچا' امیر مودود نے فوجیوں کو آرام لینے کی غرض سے انہیں ان کے وطنوں کی طرف جانے کی اجازت دی اور بغرض جہاد آئندہ سال واپسی کا حکم دیا۔ خود قطلغ تکین کے پاس دمشق میں ٹھہر گیا۔ جامع دمشق میں جمعہ پڑھنے کو گیا تھا' جمعہ پڑھ کر قطلغ تکین کے ساتھ ہاتھ سے ہاتھ ملائے ہوئے جوں ہی صحن میں آیا۔ ایک باطنی نے پہنچ کر چار کاری زخم لگائے جس کے صدمہ سے اسی دن شام ہوتے ہوتے پیام اجل کو لبیک کہہ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ قاتل اسی وقت گرفتار کر لیا گیا۔ قطلغ تکین نے اسی دن امیر مودود کے قصاص میں اسے بھی قتل کر ڈالا۔

آقسنقر برسقی: سلطان محمد کو اس افسوسناک واقعہ کی اطلاع ہوئی' موصل اور اس کے صوبہ پر آقسنقر برسقی کو ۵۰۸ھ میں مامور کیا' اپنے بیٹے ملک مسعود کو ایک عظیم فوج کے ساتھ آقسنقر برسقی کے ہمراہ موصل روانہ فرمایا اور عیسائیوں پر جہاد کرنے کا حکم دیا' بلاد اسلامیہ کے حکمرانوں کو آقسنقر کی اطاعت و امداد کی ہدایت و تاکید کی۔ آقسنقر برسقی کوچ و قیام کرتا ہوا موصل پہنچا' حسب فرمان شاہی چاروں طرف سے اسلامی فوجیں آ کر جمع ہو گئیں' عماد الدین زنگی بن آقسنقر (پدر سلطان نور الدین محمد فاتح جزیرہ و شام) اور تمیر والی سنجار بھی آ گئے' آقسنقر برسقی نے عساکر اسلامیہ کو مرتب کر کے جزیرہ ابن عمر کی طرف کوچ کیا' امیر مودود کے نائب نے اطاعت قبول کی' شہر حوالہ کر دیا اس کے بعد آقسنقر برسقی ماردین پہنچا' ابو الغازی والیٔ ماردین نے حسب ارشاد سلطان اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے بیٹے ایاز کو مع فوج[1] آقسنقر برسقی کے ہمراہ روانہ کیا' آقسنقر برسقی کے اندرونی معاملات سے فراغت حاصل کر کے الرہا پہنچ کر محاصرہ کر دیا۔ دو مہینہ تک محاصرہ کیے رہا۔ زمانہ محاصرہ میں عیسائیوں سے لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن کوئی نتیجہ خیز جنگ نہ ہوئی' رسد کی کمی کی وجہ سے آقسنقر برسقی

---

[1] مضمون مابین خطوط ہلالی میں نے تاریخ کامل سے اخذ کیا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ لیڈن۔

کو محاصرہ اٹھا لینا پڑا' شمیشاط کی طرف چلا گیا۔

ان لڑائیوں اور زمانہ محاصرہ الرہا میں الرہا' سروج اور شمیشاط کے مضافات و اضلاع' لشکر اسلام کی غارتگری کی نذر ہو گئے' دیہات' قصبات اور شہر اجڑ گئے۔

عیسائیوں کا ترک وطن و روانگی انطاکیہ: اسی اثناء میں کراسک عیسائی بادشاہ مرعش' کیسوم اور زعیان کا انتقال ہو گیا تھا' اس کی بیوہ' لشکر اور حکومت پر قابض ہو گئی تھی' برسقی کی خدمت میں نیاز نامہ بھیجا' اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا' برسقی نے بھی اپنا سفیر روانہ کیا' بیوہ کراسک نے برسقی کے سفیر کی عزت کی' نذرانے اور تحائف دے کر برسقی کی خدمت میں واپس کیا۔ اس واقعہ سے بہت سے عیسائی ترک وطن کر کے انطاکیہ چلے گئے۔

ایاز بن ابوالغازی کی گرفتاری و رہائی: اس کے بعد برسقی نے ایاز بن ابوالغازی کو اس وجہ سے کہ ابوالغازی نے برسقی کے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی۔ گرفتار کر لیا۔ ابوالغازی کو اس کی اطلاع ہوگئی' فوجیں مرتب کر کے برسقی سے جنگ کرنے کے لیے کوچ کر دیا' چنانچہ ابوالغازی اور برسقی سے معرکہ آرائی ہوئی' برسقی شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ابوالغازی نے اپنے بیٹے کو قید سے چھڑا لیا۔ جیسا کہ آپ ابوالغازی کے سلسلہ حکومت کے تذکرے میں پڑھیں گے۔

ابوالغازی کی گرفتاری: سلطان محمد نے ابوالغازی کو اس حرکت پر عتاب آمیز خط لکھا' انجام کار اور شاہی قوت کی دھمکی دی' ابوالغازی بخوف سلطان' قطلغ تکین والیٔ دمشق کے پاس چلا گیا۔ والیٔ دمشق قطلغ تکین اور عیسائی امراء شام نے باہم ایک دوسرے کی امداد کی قسمیں کھائیں۔ ابوالغازی دیار بکر کی طرف واپس ہوا۔ قرجان بن قراجہ والی حمص کو اس کی خبر لگ گئی' اچانک موت کی طرح ابوالغازی کے سر پر پہنچ گیا' ابوالغازی کے ہمراہی چند روز آرام کرنے کی غرض سے اپنے اپنے شہروں کو چلے گئے تھے' چند سوار اس کی رکاب میں باقی رہ گئے تھے۔ قرجان کو اس ارادے میں کامیابی ہوئی۔ ابوالغازی کو گرفتار کر لیا۔ قطلغ تکین والیٔ دمشق اس خبر سے آگاہ ہو کر اپنی فوج کے ساتھ دوڑ پڑا۔ قرجان کو ابوالغازی کی رہائی کا پیام بھیجا۔ قرجان نے انکاری جواب دیا اور یہ کہلا بھیجا'' اگر قطلغ تکین الٹے پاؤں واپس نہ جائے گا تو میں ابوالغازی کو قتل کر ڈالوں گا۔ آئندہ جو کچھ ہونا ہوگا ہوگا قطلغ تکین دمشق کی جانب واپس ہوا۔

ابوالغازی کی رہائی: قرجان نے ان واقعات کی دربار شاہی میں اطلاع کر دی تھی اور حکم کا انتظار کر رہا تھا' اتفاق سے جواب آنے میں تاخیر ہوئی' اس وجہ سے ابوالغازی سے قسم لے کر اور اس کے بیٹے ایاز کو بطور ضمانت کے اپنے قبضہ میں کر کے رہا کر دیا۔ چنانچہ ابوالغازی قید سے رہا ہو کر حلب گیا اور ترکمانوں کو جمع کر کے قرجان کا محاصرہ کر لیا۔ اپنے بیٹے ایاز کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اتنے میں شاہی لشکر آ گیا۔

ابوالغازی اور قطلغ تکین کی بغاوت: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ابوالغازی اور قطلغ تکین والیٔ دمشق نے سلطان محمد کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا اور عیسائیوں کی قوت مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت بڑھ گئی تھی' سلطان محمد نے اس کا احساس کر کے ایک بڑی فوج جس کا سپہ سالار'' امیر برسق'' والیٔ ہمدان تھا۔ ابوالغازی' قطلغ تکین کو ہوش میں

لانے اور عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کی' اس مہم میں امیر جیوش بک' امیر کشغرہ اور جزیرہ کا شاہی لشکر بھی شریک تھا' ماہ رمضان ۵۰۸ھ میں یہ لشکر روانہ ہوا' دریائے فرات کو ''رقہ'' کے قریب سے عبور کر کے ''حلب'' پہنچا۔ لولو خادم والیٔ حلب اور سپہ سالار لشکر حلب ''شمس الخواص'' سے حلب کو سپرد کرنے کا مطالبہ کیا' شاہی فرمان دکھلایا' خادم اور شمس الخواص نے بظاہر حیلہ وحوالہ سے ٹالا اور خفیہ طور سے ابوالغازی اور قطلغ تکین کو یہ واقعات لکھ بھیجے' امداد کے لیے بلایا' چنانچہ ابوالغازی اور قطلغ تکین دو ہزار سواروں کی جمعیت سے آ گیا۔ اہل حلب نے شہر حوالہ کرنے اور شاہی فرمان کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ برسق نے شاہی افواج کو حماۃ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ حماۃ ''قطلغ تکین'' کے دائرہ حکومت میں تھا' برسق نے بزور تیغ اس کو فتح کر کے حسب فرمان سلطان[1] قرجان والیٔ حمص کو دے دیا۔ یہ امراءِ لشکر کو ناگوار گزرا۔

قلعہ فامیہ کا محاصرہ: جب ''حماۃ'' قرجان کو دے دیا گیا تو ایاز ابن ابوالغازی نے اپنے بیٹے کو ضمانت کے طور پر قرجان کے حوالہ کر دیا۔ ابوالغازی' قطلغ تکین اور شمس الخواص شاہی لشکر کے مقابلہ میں امداد حاصل کرنے کی غرض سے انطاکیہ چلے گئے۔ بردویل والیٔ انطاکیہ سے امداد طلب کی۔ اسی اثناء میں اتفاق سے بغدوین والیٔ قدس شریف اور والیٔ طرابلس وغیرہ عیسائی سلاطین بھی انطاکیہ آ گئے۔ لشکر اسلام سے جنگ کرنے کی بابت مشورہ ہوا۔ یہ رائے قرار پائی ''کہ اس وقت مسلمانوں سے جنگ نہ کی جائے' قلعہ فامیہ میں چل کر قیام کیا جائے اور جب موسم سرما آ جائے اور لشکر اسلام موسم سرما کی وجہ سے متفرق ہو جائے تو مسلمانوں پر حملہ کیا جائے'' دو ماہ تک اس قرارداد کے مطابق قلعہ فامیہ میں ٹھہرے رہے موسم سرما آ گیا۔ لیکن اسلامی عساکر موسم سرما میں متفرق نہ ہوئے اس سے عیسائیوں کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اپنے ارادوں اور تمناؤں کا خون کر کے اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئے۔ ابوالغازی' ماردین کی جانب اور قطلغ تکین دمشق کی جانب واپس گیا۔ عساکر اسلامیہ نے کفرطاب (عیسائی مقبوضات) کی طرف حرکت کی' پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا اور بزور تیغ قبضہ کر کے والیٔ کفرطاب کو گرفتار کر لیا باقی ماندہ عیسائی جنگ آوروں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد قلعہ فامیہ پر حملہ آور ہوئے۔ اہل قلعہ نے دروازہ بند کر لیا۔ قلعہ نہایت مضبوط تھا کسی طرف سے حملہ کرنے کا موقع نہ ملا۔

عیسائیوں کی غارت گری: فامیہ سے ناامید ہو کر معرہ کی طرف واپس ہوا۔ معرہ بھی عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ جیوش بک عساکر اسلامیہ سے علیحدہ ہو کر مراغہ کی طرف گیا اور بزور تیغ اس پر قبضہ کر لیا۔ بقیہ اسلامی لشکر معرہ سے حلب چلا آیا۔ حسب دستور تمام اسباب اور خیموں کو آگے روانہ کر دیا تھوڑی سی فوج حفاظت کی غرض سے ساتھ تھی۔ بقیہ فوج متفرق طور پر بے خوف وخطر کوچ کر رہی تھی' بردویل والیٔ انطاکیہ' کفرطاب کے محاصرہ کی خبر سن کر پانچ سو سوار اور دو ہزار پیادوں کی جمعیت سے کفرطاب کی امداد کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کو اس کی خبر نہ تھی۔ بردویل ہی کے لشکر کے

[1] سلطان محمد نے یہ حکم دیا تھا کہ اس مہم میں جتنے شہر فتح ہوں وہ سب قرجان کو دیئے جائیں۔ منہ رحمۃ اللہ

قریب پڑاؤ کر دیا۔ بردویل کو موقع مل گیا۔ فوراً حملہ کر دیا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ محافظوں اور غلاموں کو قتل کیا اور جیسے جیسے اسلامی لشکر متفرق طور پر آتا گیا تہ تیغ کرتا گیا ان واقعات کے اثناء میں ''امیر برسق'' بھی آ پہنچا' مسلمانوں کو خاک و خون پر لوٹتا ہوا دیکھ کر بھڑک اٹھا اور شمشیر بکف ہو کر لڑنے پر تیار ہو گیا لیکن اپنے بھائی کے اصرار سے مجبور ہو کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جنگ سے اعراض کر کے کوچ کر دیا۔ عیسائیوں نے ایک کوس تک تعاقب کیا۔ جب امیر برسق ہاتھ نہ آیا تو واپس آئے۔ چاروں طرف سے مسلمانوں پر مار دھاڑ شروع کر دی اور بے گناہوں کو قتل کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

امیر برسق کی وفات: ایاز بن ابو الغازی کے مسلمان محافظوں نے یہ رنگ دیکھ کر ایاز کو قتل کر ڈالا۔ حلب اور دیگر بلاد اسلامیہ کے رہنے والے لشکر اسلام کا یہ حال سن کر بخوف جان و آبرو ترک وطن کر کے اسلامی شہروں میں چلے آئے' فتح یابی اور امداد سے ناامید ہو گئے۔ بقیہ عساکر اسلامیہ شکست کھا کر اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گیا۔ برسق اور اس کا بھائی زنگی اپنی امیدوں اور تمناؤں کو اپنے اپنے سینوں میں لیے ہوئے ۵۱۰ھ میں ملک عدم کو روانہ ہو گئے۔

جیوش بک اور مسعود بن سلطان محمد کی موصل پر حکومت: ان واقعات کے ختم ہونے پر سلطان محمد نے موصل اور ان شہروں کی حکومت ''امیر جیوش بک'' کو عنایت کی جو آقسنقر برسقی کے زیر حکومت تھے اور اپنے بیٹے مسعود کو حکومت میں شریک کر کے ''امیر جیوش'' کے ہمراہ روانہ کیا۔ برسقی نے رحبہ میں قیام اختیار کیا۔ یہ بھی اس کے مقبوضات میں تھا یہاں تک کہ سلطان محمد نے وفات پائی۔

جاولی سقاوا اور سلطان محمد: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ جس وقت جاولی سقاوا' سلطان محمد کی خدمت میں باریاب ہوا۔ سلطان محمد اس سے راضی ہو گیا' اسے ملک فارس کی سند حکومت عطا کی' اپنے بیٹے جعفری بک کو جس نے حال ہی میں رضاعت کا زمانہ پورا کیا تھا۔ اس کے ہمراہ روانہ کیا اور یہ اقرار لیا کہ ملک فارس کی ہر طرح سے اصلاح کی جائے گی' مفسدوں اور باغیوں کی سرکوبی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے گا۔

جاولی کا قلعہ اصطخر پر قبضہ: جاولی سقاوا' سلطان سے رخصت ہو کر فارس کی طرف روانہ ہوا۔ امیر بلداجی کے مقبوضہ بلاد سے ہو کر گزرا' امیر بلداجی' سلطان ملک شاہ اول کے مخصوص غلاموں سے تھا' کیلیل' سرماۃ اور قلعہ اصطخر وغیرہ پر قابض ہو رہا تھا جاولی سقاوا نے جعفری بک سے ملنے کی غرض سے بلداجی کو بلا بھیجا۔ جوں ہی بلداجی' جعفری بک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جعفری بک جیسا کہ جاولی نے اسے سکھا رکھا تھا بول اٹھا ''اسے پکڑ لو''۔ جاولی سقاوا نے اسی وقت بلداجی کو گرفتار کر لیا' مال و اسباب کو لوٹ لیا' بلداجی کا بہت بڑا ذخیرہ اور خزانہ اس کے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ اصطخر میں تھا' قلعہ اصطخر کی محافظت پر اس کا وزیر جہمی مامور تھا۔ بلداجی کی گرفتاری سن کر باغی ہو گیا' بلداجی کے اہل و عیال کو قلعہ سے نکال کر بلداجی کے پاس بھیج دیا اور قلعہ پر خود قابض ہو گیا' جب جاولی سقاوا نے ملک فارس پر تسلط حاصل کر لیا تو قلعہ اصطخر کو بھی جہمی کے قبضہ سے نکال لیا۔ اپنا خزانہ اور ذخیرہ اس میں محفوظ کر

دیا۔

جاولی اور حسین بن مبارز: اس کے بعد جاولی سقاوا نے ''حسین بن مبارز'' امیر شوان کاہ اکراد و والی نساء کو طلبی کا خط روانہ کیا' حسین نے جواباً لکھا ''میں سلطان کا خادم ہوں مجھے حاضری میں عذر نہیں ہے۔ لیکن جو برتاؤ آپ نے امیر بلداجی کے ساتھ کیا ہے وہ مجھے معلوم ہے اس خطرے کے خیال سے میں حاضری سے معذور ہوں'' جاولی سقاوا نے اس مراسلہ کو دیکھ کر واپسی کا حکم دے دیا۔ قاصد نے واپس ہو کر حسین کو جاولی کی واپسی سے مطلع کیا' حسین نے بے حد خوشی منائی' جاولی تھوڑی دور چل کر لوٹ پڑا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے حسین کے سر پر پہنچ گیا' حسین سے کچھ بنائے نہ بنی' بھاگ نکلا' قلعہ عنداج میں جا کر پناہ لی۔

جاولی کی فتوحات: جاولی نے اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا' مال و اسباب پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد شہر نساء کی طرف کوچ کیا' اہل نساء نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے' شہر حوالہ کر دیا' جاولی نے نساء پر قبضہ کر کے ملک فارس کے اکثر شہروں کو اپنے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا۔ انہی میں ''جہرم'' تھا۔ پھر حسین کا قلعہ عنداج پر جا کر محاصرہ کر لیا۔ مدتوں محاصرہ کیے رہا۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو شیراز کی جانب واپس ہوا اور کچھ عرصہ قیام کر کے گازرون پر حملہ کیا اور اس پر بھی بزور تیغ قبضہ کر کے امیر ابوسعید بن محمد کے قلعہ پر محاصرہ کیا دو برس تک محاصرہ کیے رہا۔ اثناء محاصرہ میں ابوسعید نے دو مرتبہ صلح کا پیام بھیجا۔ جاولی نے دونوں بار ابوسعید کے قاصدوں کو قتل کر ڈالا اور محاصرہ میں اور سختی کر دی' ابوسعید نے امان کی درخواست کی' قلعہ حوالہ کر دینے کا اقرار کیا۔ چنانچہ جاولی نے قلعہ پر قبضہ کر کے ابوسعید کو امان دے دی۔ اس کے چند روز بعد ابوسعید کو جاولی سے کشیدگی پیدا ہوئی۔ موقع پا کر بھاگ گیا۔ جاولی نے اس کے لڑکے کو گرفتار کر لیا' اتفاق یہ کہ ابوسعید بھی گرفتار کر لیا گیا۔ جاولی نے اسے قتل کر ڈالا۔

فتح دارابجرد: اس مہم کو سر کر کے جاولی نے دارابجرد کی طرف قدم بڑھایا' ابراہیم والئ دارابجرد میں مقابلے کی طاقت نہ تھی اور مصالحت کا نتیجہ بھی کچھ اچھا نظر نہ آیا۔ شہر چھوڑ کر ارسلان شاہ بن کرمان شاہ بن ارسلان بک بن قاروت بک والئ کرمان کے پاس چلا گیا جاولی نے دارابجرد پر محاصرہ کر دیا' اہل دارابجرد قلعہ نشین ہو گئے جاولی کی دال نہ گلی' محاصرہ اٹھا کر واپس ہوا اور کرمان کے راستہ سے دارابجرد کی طرف لوٹا۔ اہل دارابجرد نے یہ خیال کر کے کہ والئ کرمان کی امدادی فوج آ رہی ہے جاولی کی فوج کو قلعہ میں داخل کر لیا پھر کیا تھا قیامت برپا ہو گئی' قتل عام کا بازار گرم ہو گیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ گنتی کے چند آدمی جان بر ہوئے۔

کرمان پر فوج کشی: اس فتح یابی کے بعد جاولی نے کرمان کا قصد کیا' حسین سردار شوانکارہ اکراد کو کرمان پر حملہ کرنے کی غرض سے بلا بھیجا' حسین کو جب چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہ آئی مجبوراً تعمیل حکم کے لیے حاضر ہو گیا اور جاولی کے ساتھ کرمان گیا۔ جاولی نے والئ کرمان کے پاس (قاضی ابوطاہر عبداللہ بن طاہر قاضی شیراز کی معرفت) یہ پیام بھیجا کہ شوانکارہ اکراد سلطانی رعایا ہیں تم ان کو میرے پاس واپس کر دو ورنہ میں تم پر حملہ کر دوں گا' والئ کرمان نے

جواب دیا ''مجھے شوانکارہ اکراد کو واپس کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن چونکہ میں نے پناہ دی ہے لہٰذا میں ان کی سفارش کرتا ہوں' ان کو آپ کسی قسم کی تکلیف نہ دیجیے گا'' جاولی نے والیٔ کرمان کے قاصد کی بے حد عزت کی' انعام دیا' اور خلعت عطا کیا اور اسے اس کے آقا والیٔ کرمان کی طرف سے بدظن کر کے اپنا جا ہوس بنا کر واپس کیا۔ کرمان کا قاصد واپس ہو کر لشکر کرمان کو جو وزیر والیٔ کرمان کی ماتحتی میں سیرجان میں ٹھہرا ہوا تھا ایسی پٹی پڑھائی کہ وزیر نے اپنی فوج کو منتشر کر دیا۔ بات کی بات میں سیرجان اپنے محافظوں سے خالی ہو گیا۔ جاولی اسی وقت کا منتظر تھا فوراً اپنی فوج کو کرمان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا اس سے والیٔ کرمان کو قاصد کی طرف سے بدظنی پیدا ہوئی گرفتار کر لیا۔ حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ قاصد' جاولی سے مل گیا ہے۔ والیٔ کرمان نے قاصد کو قتل کر کے اس کا مال واسباب اور مکان لوٹ لیا۔ فوج کو تیاری کا حکم دیا والیٔ قلعہ (جس کا جاولی محاصرہ کیے ہوئے تھا) بھی والیٔ کرمان سے آملا۔

جاولی کی شکست: چنانچہ والیٔ کرمان چھ ہزار سواروں کی جمعیت سے جاولی کی جنگ پر روانہ ہوا' اور والیٔ قلعہ کی رائے سے معمولی راستہ کو چھوڑ کر اجنبی راستہ کو اختیار کیا' جاولی کو اس کی خبر لگ گئی' ایک سردار کو خبر لانے کی غرض سے روانہ کیا' اس سردار نے معمولی راستہ پر کسی کو نہ پایا' جاولی کے پاس آیا اور یہ اطلاع دی کہ لشکر کرمان میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس وجہ سے واپس گیا' جاولی مطمئن ہو گیا زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ لشکر کرمان نے جاولی کے لشکر پر چھاپہ مارا (یہ واقعہ ماہ شوال ۵۰۸ھ کا ہے) جاولی شکست کھا کر بھاگا لشکر کا زیادہ حصہ کام آ گیا۔ بہتیرے گرفتار کر لیے گئے اسی اثناء میں خسرو اور ابن ابی سعید جن کے باپ کو جاولی نے قتل کیا تھا آ گئے جاولی انہیں دیکھ کر گھبرا گیا۔ ان دونوں نے جاولی کو تشفی دی اور بحفاظت تمام شہر نساء پہنچا دیا۔ اس کا بقیہ لشکر بھی جو کسی طرح اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا تھا آ گیا والیٔ کرمان نے بھی جاولی کے قیدیوں کو رہا کر کے زاد سفر دے کر رخصت کر دیا' یہ بھی جاولی کے پاس آ گئے۔ جاولی' والیٔ کرمان سے بدلہ لینے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ جعفر بیگ ابن سلطان محمد کا ماہ ذی الحجہ ۵۰۹ھ میں انتقال ہو گیا اس وقت اس کی عمر پانچ برس کی تھی۔ جاولی کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے' تمناؤں کا خون ہو گیا۔ والیٔ کرمان سے بدلہ لینے کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

جاولی کا انتقال: والیٔ کرمان نے سلطان محمد کی خدمت میں عرض داشت بھیجی' جاولی کی دست درازی کی شکایت کی اور یہ درخواست کی کہ جاولی کو آئندہ جنگ و جدال سے منع کر دیا جائے' سلطان محمد نے جواب دیا ''تمہارے لیے مناسب یہ ہے کہ جاولی کو راضی کر دو اور اس سرحدی قلعہ کو جس کا اس نے محاصرہ کر رکھا ہے اسے دے دو'' قاصد کے واپس آنے کے بعد ہی ربیع الاول ۵۱۰ھ میں جاولی اپنی تمناؤں کو اپنے سینہ میں لیے ہوئے چل بسا۔ والیٔ کرمان کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سلطان محمد کی وفات: آخر (۲۴) ماہ ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں سلطان محمد نے اپنی حکومت کے بارہویں برس سفر آخرت اختیار کیا' اپنی موت سے دس روز پہلے اپنے بیٹے محمود کے حق میں ولی عہدی کی وصیت کی اور تمام کاروبار سلطنت اسے سپرد

کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جب سلطان محمد نے وفات پائی تو حسب وصیت سلطان محمد، اس کا بیٹا محمود تخت آرائے حکومت ہوا۔ اس کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا۔ محمود اس وقت قریب بلوغت پہنچ گیا تھا۔

سلطان محمد' نہایت شجاع' عادل' خوش خلق تھا۔ فرقہ باطنیہ کے خاتمہ میں اس نے بہت بڑا حصہ لیا۔ جسے آپ فرقہ باطنیہ کے حالات میں پڑھ آئے ہیں۔[1]

---

[1] سلطان محمد کی ولادت ۱۸ شعبان ۴۷۴ھ میں ہوئی تھی۔ سینتیس برس چار ماہ اور چھ دن کی عمر پائی ماہ ذی الحجہ ۴۹۲ھ میں دعوے دار سلطنت ہوا۔ جامع بغداد میں بار بار اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور موقوف کیا گیا۔ اسے بہت سے مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر جب اس کے بھائی سلطان برکیارق نے وفات پائی تو زمام حکومت مستقل طور سے اس کے قبضہ میں آئی۔ بڑی شان و شوکت اور رعب و داب والا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ لیدن۔

باب : ۴

سلطان محمود بن سلطان محمد

سلطان محمود کا خطبہ: سلطان محمود نے تخت حکومت پر متمکن ہو کر قلمدان وزارت وزیر السلطنت ابو منصور کے سپرد کیا۔ خلیفہ مستظہر باللہ کی خدمت میں عرض داشت بھیجی' خطبہ میں نام داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ نصف محرم (تیرھویں محرم جمعہ کے دن) محمود کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا بغداد کی پولیس افسری پر طہرون (مجاہد الدین بہروز) کو بحال رکھا۔ سلطان محمد نے اسے اس عہدہ پر ۵۰۲ھ میں مامور کیا تھا۔

بہروز کی معزولی: آقسنقر برسقی' رحبہ میں رہتا تھا' سلطان محمد نے آقسنقر برسقی کو بطور جاگیر رحبہ عنایت کیا تھا' آقسنقر برسقی' رحبہ میں اپنے بیٹے عزالدین مسعود کو اپنا نائب مقرر کر کے سلطان محمد کے انتقال سے قبل جاگیر بڑھانے کی غرض سے سلطان محمد کی خدمت میں آ رہا تھا۔ اثناء راہ میں یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمد کا انتقال ہو گیا ہے۔ بغداد کی جانب لوٹ پڑا۔ بہروز افسر پولیس بغداد کو اس کی اطلاع ہوئی' برسقی کو بغداد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ برسقی' سلطان محمود کی خدمت میں باریاب ہوا چونکہ امراء وارا کین سلطنت' بہروز سے ناراض تھے اس وجہ سے عرض معروض کر کے بغداد کی پولیس افسری پر برسقی کی تقرری اور بہروز کی معزولی کا حکم صادر کرایا۔ جوں ہی برسقی دارالخلافت بغداد میں اپنی تقرری اور بہروز کی معزولی کا فرمان شاہی لیے ہوئے داخل ہوا۔ بہروز بغداد چھوڑ کر تکریت بھاگ گیا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے بغداد کی پولیس افسری پر امیر عمادالدین منکبرس کو مامور کیا۔ امیر منکبرس نے اپنے بیٹے حسین بن ازبک کو اپنا نائب بنا کر بغداد روانہ کیا۔ برسقی کو اس کی خبر لگی۔ فوجیں مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی' حسین کو شکست ہوئی اور مارا گیا۔ باقی ماندہ سلطان محمود کے پاس بھاگ آئے۔ یہ واقعہ خلیفہ مستظہر کے انتقال سے پہلے کا ہے۔

دبیس بن صدقہ: دبیس بن صدقہ اسی زمانہ سے سلطان محمد کی خدمت میں تھا جب کہ اس کا باپ صدقہ مارا گیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ سلطان محمد نے اسے جاگیریں دی تھیں اور بے حد عزت افزائی کی تھی اس نے حلہ پر اپنی طرف سے سعید ابن حمید عمری کو مقرر کر رکھا تھا سلطان محمد کی وفات کے بعد سلطان محمود سے اجازت حاصل کر کے سلطان محمود کے ساتھ حلہ چلا آیا' اس خبر کو سن کر عرب اور کردوں کا ایک بڑا گروہ جمع ہو گیا۔

خلیفہ مستظہر باللہ کی وفات: ان واقعات کے بعد خلیفہ مستظہر باللہ بن مقتدی بامر اللہ نے ماہ ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں وفات پائی اس کا بیٹا مسترشد باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کا نام فضل تھا۔ ابو منصور کنیت تھی۔ خلفاء عباسیہ کے سلسلہ میں ہم اسے تحریر کر آئے ہیں۔

ملک مسعود اور برسقی: ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ سلطان محمود نے اپنے بیٹے مسعود کو موصل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ اس کا اتابک جیوش بک اس کے ساتھ تھا۔ جب سلطان محمد کی وفات کی خبر ملک مسعود کو پہنچی تو ملک مسعود نے موصل سے حلہ کے خیال سے کوچ کر دیا۔ اتابک جیوش بک' وزیر السلطنت فخر الملک' ابوعلی بن عمار (والی طرابلس) قسیم الدولہ زنگی بن آقسنقر والی سنجار' ابوالہیجاء والی اربل اور کرباذی بن خراسان ترکمانی' والی بوازیج وغیرہ اپنی فوجوں کے ساتھ رکاب میں تھے۔ دبیس نے ان لوگوں کی مدافعت پر کمر باندھی' مجبور ہو کر دارالخلافت کی جانب واپس ہوئے' برسقی افسر پولیس بغداد خم ٹھونک کر میدان میں آیا اور دارالخلافت بغداد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ملک مسعود نے یہ رنگ دیکھ کر جیوش بک کو برسقی کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ "ہم لوگ تم سے لڑنے کے لیے نہیں بلکہ دبیس والی حلہ کے مقابلے میں تم سے امداد طلب کرنے کے لیے آئے ہیں۔ آؤ ہم اور تم مل کر دبیس پر حملہ کریں۔" برسقی اس پیام پر راضی ہو گیا' باہم عہد و پیمان ہوا' چنانچہ ملک مسعود نے بغداد پہنچ کر دارالملک میں قیام کیا۔

ملک مسعود اور برسقی کی پیش قدمی: برسقی نے امیر منکبرس کے بیٹے حسین کو شکست دے کر مار ڈالا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں چنانچہ امیر منکبرس فوجیں مرتب کر کے برسقی کی گوشمالی کے لیے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ جب اسے اس امر کی اطلاع ہوئی کہ ملک مسعود بغداد میں داخل ہو گیا ہے تو نعمانیہ کی جانب سے دجلہ کو عبور کر کے دبیس کے پاس پہنچا۔ امداد کی درخواست کی۔

امیر منکبرس کی آمد اور واپسی کی خبر ملک مسعود کو ہو گئی۔ لڑائی کا جھنڈا لے کر نکلا۔ جیوش بک' برسقی وغیرہ امراء رکاب میں تھے۔ کوچ و قیام کرتا ہوا مداین پہنچا۔ امیر منکبرس اور دبیس کی فوج کی کثرت نے کر ہمت توڑ دی۔ آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلا جدال و قتال واپس ہوا۔ نہر صرصر کو عبور کر کے چاروں طرف غارت گری شروع کر دی۔ خلیفہ مسترشد نے ملک مسعود اور برسقی کو ان کی زیادتیوں اور لوٹ مار کی شکایت لکھ بھیجی اور باہم مصالحت کر لینے کی ہدایت کی۔ اس اثناء میں یہ خبر سننے میں آئی کہ امیر منکبرس اور دبیس نے منصور برادر دبیس اور امیر حسین بن ازبک کی ماتحتی میں ایک بڑا لشکر دارالخلافت بغداد کی حمایت کے لیے روانہ کیا ہے۔

برسقی کی مراجعت: برسقی یہ سنتے ہی اپنے لڑکے عز الدین مسعود کو اپنے لشکر پر نائب مقرر کر کے بوقت شب بغداد کی جانب لوٹ پڑا۔ پس[1] ...... منہ پھیر ہو گئی اور لشکر منکبرس کو دریا عبور کرنے سے روک دیا۔ دو دن تک دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ٹھہرے رہے تیسرے دن عز الدین مسعود کا خط پہنچا۔ لکھا تھا کہ "فریقین (یعنی ملک مسعود اور سلطان محمود) میں مصالحت ہو گئی ہے" اس خبر سے برسقی کا سارا نشہ اتر گیا' ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ بادل ناخواستہ جانب غربی سے دریا عبور کر گیا۔ اس کے بعد ہی منصور اور حسین بھی اپنا لشکر لیے ہوئے بغداد میں داخل ہو گئے۔ جامع مسجد سلطانی کے قریب قیام کیا' برسقی کا خیمہ قطرہ قبیلہ (عتیقہ) پر نصب کیا گیا' مسعود اور جیوش بک نے بیمارستان کے قریب قیام کیا' دبیس اور

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

منکبرس رقہ کے نیچے قیام پذیر ہوئے۔ عز الدین مسعود بن برسقی نے اپنے باپ سے علیحدہ ہو کر منکبرس کے پاس قیام اختیار کیا۔

سلطان محمود اور ملک مسعود میں مصالحت: صلح کا سبب یہ ہوا کہ جیوش بک نے سلطان محمود کی خدمت میں عریضہ بھیجا تھا کہ میری جاگیر اور ملک مسعود کی جاگیر میں اضافہ کر دیا جائے۔ چنانچہ سلطان محمود نے آذربائیجان کو ان دونوں کی جاگیروں میں اضافہ کر دیا۔ اس کے بعد یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ یہ دونوں (جیوش بک اور ملک مسعود) بغداد کی جانب جا رہے ہیں اس سے سلطان محمود کو ان دونوں کی بغاوت کا خطرہ پیدا ہوا۔ شاہی فوجوں کو موصل کی جانب بڑھنے کا حکم دے دیا جیوش بک کے قاصد نے جو سلطان محمود کے دربار میں خط لے کر آیا تھا یہ واقعات لکھ بھیجے' اتفاق سے یہ خط منکبرس پولیس افسر بغداد کے ہاتھ لگ گیا۔ منکبرس نے اس خط کو جیوش بک کے پاس بھیج دیا اور سلطان سے اس کی اور ملک مسعود کی صفائی کرا دینے کا ذمہ دار ہوا۔ چنانچہ منکبرس نے درمیان میں پڑ کر دونوں بھائیوں میں مصالحت کرا دی۔ پھر دونوں بھائیوں کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوا کہ مبادا برسقی' صلح میں خلل انداز ہو' اس وجہ سے دونوں نے اتفاق کر کے برسقی کو لشکر اور دارالخلافت بغداد سے علیحدہ کر دیا۔ امیر منکبرس بغداد کا پولیس افسر مقرر ہوا۔

امیر منکبرس: چونکہ امیر منکبرس نے ملک مسعود کی ماں سے جس کا نام سرجہان تھا عقد کر لیا تھا اس وجہ سے ملک مسعود پر امیر منکبرس کا اثر زیادہ تھا اور اسی کے مشورہ سے ملک مسعود تمام کام انجام دیتا تھا۔ امیر منکبرس نے بغداد کی پولیس افسری پر مقرر ہونے کے بعد رعایا کے مال و عزت پر دست درازی شروع کر دی۔ ظلم وستم کی کوئی حد باقی نہ رہی۔ ان واقعات کی خبر سلطان محمود کے کانوں تک پہنچی۔ طلبی کا فرمان بھیجا۔ امیر منکبرس حیلہ وحوالہ سے ٹالتا رہا۔ بالآخر منکبرس نے اہل بغداد کے خوف سے بغداد کو چھوڑ دیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ملک طغرل بن سلطان محمد: ملک طغرل بن سلطان محمد اپنے باپ کی وفات کے وقت قلعہ سرجہان میں مقیم تھا۔ ۵۰۸ھ میں اس کے باپ نے ساوہ' آوہ اور زنجان جاگیر میں دیا تھا اور امیر شیرگیر کو اس کا اتابک (اتالیق) مقرر کیا تھا۔ امیر شیرگیر وہی ہے جس نے اسماعیلیہ کے قلعوں کا محاصرہ کیا تھا جیسا کہ اسماعیلیہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا۔ ملک طغرل کی عمر اس وقت دس برس کی تھی سلطان محمود نے تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد کنتغدی (کنتغدی) کو اپنے بھائی (ملک طغرل) کا اتابک اور اس کی حکومت کا مدبر اور منتظم مقرر کر کے روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ جس قدر جلد ممکن ہو ملک طغرل کو شاہی دربار میں لے آئے۔

ملک طغرل کی بغاوت: چونکہ امیر کنتغدی کا دل سلطان محمود کی طرف سے صاف نہ تھا' پہنچتے ہی ملک طغرل کو بغاوت پر ابھار دیا اور شاہی دربار میں حاضری سے روک دیا۔ یہ خبر سلطان محمود تک پہنچی۔ سلطان محمود نے تالیف قلوب کے خیال سے خلعت' تحائف اور تیس ہزار دینار سرخ نقد روانہ کیے[1] اور جاگیریں دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن اس پر بھی ملک طغرل کا دل اپنے بھائی کی خدمت میں حاضر ہونے پر مائل نہ ہوا' امیر کنتغدی نے جواب میں عریضہ بھیج دیا کہ ''ہم لوگ شاہی

---

1. یہ تحائف اور خلعت شرف الدین نوشیرواں لے کر گیا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ لیدن۔

اطاعت قبول کیے ہوئے ہیں' جس طرف موکب ہمایوں کا قصد ہوگا بسر وچشم اس طرف چلنے کو حاضر ہیں'۔''

سلطان محمود کی ملک طغرل پر فوج کشی: سلطان محمود تاڑ گیا کہ اس میں کچھ راز ہے۔ کسی سے اپنے ارادہ کو ظاہر نہ کیا۔ فوجیں لے کر اپنے بھائی پر حملہ کرنے کی غرض سے قلعہ شہران[1] کی جانب روانہ ہو گیا۔ جہاں پر ملک طغرل کا خزانہ اور مال واسباب تھا۔ شدہ شدہ اس کی خبر طغرل اور امیر کسعدی تک پہنچ گئی۔ دونوں نے پوشیدہ طور سے فوج لے کر شہران کو بچانے کے لیے کوچ کیا' لیکن راستہ بھول گئے۔ قلعہ شہران کے بجائے قلعہ سرجہان پہنچ گئے اور سلطان محمود نے قلعہ شہران[2] پہنچ کر جس قدر ملک طغرل کا خزانہ اور مال واسباب کا ذخیرہ تھا' لے لیا۔ اسی قلعہ میں وہ تیس ہزار دینار بھی تھے جسے سلطان محمود نے تحائف وخلعت کے ساتھ ملک طغرل کو بھیجے تھے سلطان محمود چند دن تک زنجان میں قیام کر کے رے چلا آیا۔ ملک طغرل اور امیر کسعدی نے قلعہ سرجہان سے گنجہ میں جا کر قیام کیا۔ رفتہ رفتہ اس کے ہوا خواہوں اور ہمراہی اس کے پاس آ گئے۔ اس واقعہ سے دونوں بھائیوں کی کشیدگی اور منافرت بڑھ گئی۔

ملک سنجر: جس وقت سلطان محمد کی خبر وفات اس کے بھائی ملک سنجر کو خراسان میں پہنچی' اس قدر رنج وغم کا اظہار کیا کہ بیان سے باہر ہے۔ عزاداری کے لیے زمین پر بیٹھا' سات روز تک شہر اور بازار بند رکھا۔ پھر جب اپنے برادرزادہ کے تخت آرا ہونے کی خبر سنی تو بگڑ گیا' بلاد جبل اور عراق کا قصد کیا۔ اپنے بھائی کی جگہ حکومت وسلطنت کا دعوے دار ہوا۔

ملک سنجر کی غزنی پر فوج کشی: ۵۰۸ھ میں ملک سنجر نے غزنی پر فوج کشی کی تھی اور اسے بزور تیغ فتح کیا تھا۔ غزنی کی فتح کے بعد ملک سنجر کو یہ خبر لگی کہ وزیر السلطنت ابو جعفر محمد بن فخر الملک ابو المظفر بن نظام الملک نے والی غزنی سے ملک سنجر کو غزنی کے ارادے سے باز رکھنے اور مصالحت کرا دینے کے لیے رشوت لی ہے اور اسی قسم کی حرکت کا ارتکاب اس نے ماوراء النہر میں بھی کیا ہے اس کے علاوہ بہت سا مال واسباب اہل غزنی سے بجبر حاصل کیا ہے' روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے اہل غزنی پر طرح طرح کے مظالم کیے ہیں اور امراء وارا کین دولت کی اہانت اور توہین کی ہے اسی قسم کی اور بھی شکایتیں گوش گزار ہوئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک سنجر نے بلخ واپس آ کر وزیر السلطنت کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اس کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس کے خزانہ میں مال واسباب اور جواہرات کے علاوہ دو کروڑ نقد موجود تھا۔

ابو جعفر وزیر السلطنت کے قتل کے بعد قلمدان وزارت شہاب الاسلام عبدالرزاق برادرزادہ نظام الملک معروف بہ ابن الفقیہ کے سپرد کیا گیا لیکن یہ اس پایہ کا نہ تھا اور نہ اس میں مقتول وزیر کی طرح پھرتی تھی چنانچہ جب ملک سنجر کو اپنے بھائی محمد کی وفات کی خبر ملی اور دعوائے سلطنت کر کے اپنے بھتیجے سلطان محمود پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو سابق وزیر کے قتل پر بہت پچھتایا۔

---

[1] ماہ جمادی الاول ۵۱۳ھ میں دس ہزار سواروں کی جمعیت سے روانہ ہوا تھا ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۳ مطبوعہ لیڈن۔

[2] تاریخ کامل میں بجائے شہران' سمیران اور نوٹ میں شمیران لکھا ہے۔ ایضاً منہ۔

سلطان محمود اور ملک سنجر: سلطان محمود نے ملک سنجر کے قصد سے مطلع ہو کر شرف الدین انوشیرواں بن خالد اور فخر الدین طغرک کو تحائف و نذرانے دے کر اپنے چچا ملک سنجر کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ عرض کی ''میں آپ کا چھوٹا ہوں' دو لاکھ سالانہ حاضر کیا کروں گا اور مازندران بھی میں آپ کو دیتا ہوں آپ مجھ پر فوج کشی کی زحمت نہ اٹھائیے'' ملک سنجر نے دونوں قاصدوں کو جواب دیا ''یہ نہیں ہوگا میرا بھتیجا محمود ابھی بچہ ہے۔ اس کا وزیر اور اس کا حاجب ''علی ابن عمر'' اس پر قابو پا چکا ہے سوائے فوج کشی کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔'' شرف الدین اور فخر الدین یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ناکام واپس آ گئے۔

امیر انز کی پیش قدمی و مراجعت: ملک سنجر نے سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں مرتب کیں۔ امیر انز کو مقدمۃ الجیش کا سردار بنا کر جرجان کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ سلطان محمود نے یہ خبر پا کر مدافعت پر کمر باندھی' اپنے حاجب علی ابن عمر کو جو کہ اس کے باپ کا بھی حاجب رہا تھا فوجیں دے کر روک ٹوک کی غرض سے روانہ کیا۔ جس وقت علی ابن عمر' امیر انز کے لشکر کے قریب پہنچا (امیر انز اس وقت جرجان میں پڑاؤ ڈالے تھا) کہلا بھیجا ''امیر انز! تم کو شرم نہیں آتی' کیا تم کو مرحوم سلطان محمد کی وصیت یاد نہیں ہے' کیا تمہیں یہ یقین ہے کہ ملک سنجر کی نیت اچھی ہے؟ اور وہ اپنے بھتیجے سلطان محمود کے ملک کی حفاظت کی غرض سے یہ تکلیف اٹھا رہا ہے ہوش کے ناخن لو وہ سلطنت و حکومت کا دعوے دار ہو کر آیا ہے' بہتر یہ ہے کہ تم لڑائی سے کنارہ کش ہو جاؤ'' امیر انز اس پیام سے ایسا متاثر ہوا کہ جرجان سے واپس ہو گیا۔

سلطان محمود کی روانگی ہمدان: اتفاق سے سلطان محمود کے لشکر کا ایک دستہ امیر انز کے لشکر پر پہنچ گیا تھا اور اس سے اس نے کچھ حاصل کر لیا تھا قصہ مختصر علی ابن عمر حاجب' سلطان محمود کی خدمت میں رے واپس آیا۔ سلطان محمود نے علی ابن عمر کی اس خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور چند دن رے میں قیام کر کے کرمان کی طرف کوچ کیا۔ جب کرمان میں عراق سے امدادی فوجیں امیر منکبرس اور منصور بن صدقہ برادر دبیس وغیرہ امراء کی ماتحتی میں آ گئیں تب سلطان محمود نے ہمدان کی طرف روانگی کا قصد کیا۔ ہمدان میں پہنچ کر اس کا وزیر السلطنت[1] .... ربیب انتقال کر گیا ابو طالب سمیری کو عہدہ وزارت عنایت کیا۔

ملک سنجر کی سلطان محمود پر فوج کشی: ملک سنجر نے امیر انز کی شکست کے بعد بیس ہزار فوج' اٹھارہ ہاتھیوں کے ساتھ اپنے بھتیجے سے جنگ کرنے کے لیے کوچ کیا امراء کبار میں سے امیر ابو الفضل والی سجستان کا لڑکا' خوارزم شاہ محمد' امیر انز' امیر قماج اور علاء الدولہ کرشاسف بن فرامرز بن کاکویہ والی یزد ہمراہ تھا۔ علاء الدولہ کرشاسف' سلطان محمد اور ملک سنجر کی بہن کا داماد تھا اور سلطان محمد کے خاص الخواص امراء میں سے تھا۔ سلطان محمد نے اسے بلا بھیجا۔ سلطان محمد کے مرنے کے بعد ملک سنجر نے علاء الدولہ کو ملانے کی کوشش کی' طلبی کا خط لکھا' اس وجہ سے علاء الدولہ نے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہونے میں تاخیر کی' سلطان محمود نے اس کی جاگیر اور مقبوضہ شہر کو امیر قراجہ ساقی کو دیدیا' علاء الدولہ' ملک سنجر کے

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

پاس چلا گیا۔

سلطان محمود اور ملک سنجر کی جنگ: قریب ساوا' ۱۳ جمادی الاول ۵۱۳ھ میں دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ سلطان محمود کی فوج نے اس دریا پر پہنچتے ہی قبضہ کر لیا جو ساوہ اور خراسان کے درمیان تھا۔ سلطان محمود کی رکاب میں تیس ہزار فوج تھی۔ امراء کبار میں سے حاجب علی بن عمر' امیر منکبرس' اتابک غزغلی' امیر برسق کے لڑکے آقسنقر بخاری اور قراجہ ساقی تھے' سات سو اونٹ آلات حرب کے تھے' جوں ہی دونوں حریف صف آراء ہوئے۔ فوجیں میمنہ و میسرہ مقابل ہوئیں۔ ملک سنجر کے میمنہ اور میسرہ کی فوجیں میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ لیکن ملک سنجر قلب لشکر کو لیے ہوئے ثابت قدمی سے لڑتا رہا' سلطان محمود سامنے سے حملہ پر حملہ کر رہا تھا۔ ملک سنجر نے جنگ کا یہ رنگ دیکھ کر اپنے ہاتھی کو بڑھایا۔ ملک سنجر کے ہاتھی کا بڑھنا تھا کہ تمام کالی بھجنگ پہاڑیاں جو تعداد میں اٹھارہ تھیں۔ دفعۃً حرکت میں آ گئیں۔ سلطان محمود کا لشکر بھاگ نکلا۔ اتابک غزغلی گرفتار ہو گیا' اتابک غزغلی' ملک سنجر کو ہمیشہ یہی لکھا کرتا تھا کہ میں آپ کے بھتیجے کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا' جس وقت اتابک غزغلی ملک سنجر کے روبرو پیش ہوا' ملک سنجر نے اس وعدہ پر جو وہ کیا کرتا تھا سخت برہمی کا اظہار کیا۔ اتابک غزغلی نے معذرت کی۔ ایک بھی نہ سنی۔ کوتوال کو حکم دے دیا۔ اس نے سر اتار لیا۔[1] سلطان محمود کسی نہ کسی طرح سے جان بچا کر نکل گیا۔ ملک سنجر نے سلطان محمود کے خیمہ میں قیام کیا۔ سرداران لشکر نے حاضر ہو کر مبارکباد دی' شکست یافتہ گروہ کو بھی بلا بھیجا۔ دبیس ابن صدقہ نے خلیفہ مسترشد کی بارگاہ میں اس فتح کی خبر دی۔ ملک سنجر کا نام خطبہ میں داخل کیے جانے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ جمادی الاول سنہ مذکور کے آخری جمعہ[2] میں ملک سنجر کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا اور سلطان محمود کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا گیا۔[3]

ملک سنجر کا پیام صلح: فتح کے بعد ملک سنجر ہمدان چلا آیا اور اپنی فوج کی قلت اور سلطان محمود کی فوج کی کثرت کو محسوس کر کے سلطان محمود کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ ملک سنجر کی والدہ' سلطان محمود کی دادی' ملک سنجر کو سلطان محمود کی مخالفت اور اس سے جنگ کرنے سے روکتی تھی یہی وجہ تھی کہ ملک سنجر نے سلطان محمود کی شکست کے بعد تعاقب اور پامالی کا قصد نہیں کیا اور اسی کی ہدایت اور نیز تعمیل حکم کی وجہ سے سلطان محمود کو صلح کا پیام دیا۔

برسقی' ملک مسعود کے پاس آذربائیجان میں اس وقت سے تھا جب کہ یہ بغداد سے نکلا تھا۔ اس واقعہ کے بعد ملک مسعود کی رفاقت ترک کر کے ملک سنجر کی خدمت میں چلا آیا تھا۔

---

[1] اتابک غزغلی ظالم اور سفاک تھا اہل ہمدان پر بے حد ظلم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بری موت دے کر اہل ہمدان کو اس کی ظالمانہ حرکات سے نجات دیدی۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۸ مطبوعہ لیدن۔

[2] چھبیسویں تاریخ تھی۔ ایضاً منہ (حوالہ ایضاً منہ)

[3] سلطان محمود نے شکست کے بعد مع وزیر السلطنت ابوطالب سمیری' علی ابن عمر حاجب اور قراجہ ساقی' اصفہان میں جا کر قیام کیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۸ مطبوعہ لیدن۔

سلطان محمود اور ملک سنجر میں مصالحت: ان کے بعد ملک سنجر ہمدان سے کرخ کی طرف روانہ ہوا۔ اتنے میں ملک سنجر کا قاصد جو صلح کا پیام لے کر سلطان محمود کے پاس گیا تھا واپس آیا۔ سلطان محمود نے یہ شرط پیش کی تھی کہ عنان حکومت آپ اپنے قبضہ اقتدار میں رکھے لیکن اپنے بعد مجھے اپنا ولی عہد مقرر فرمایئے' ملک سنجر نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ چنانچہ دونوں نے اس شرط پر قسمیں کھائیں اور مصالحت ہو گئی۔ ماہ شعبان میں سلطان محمود بہت سے قیمتی تحائف لے کر اپنے چچا سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی دادی کے پاس قیام کیا۔ ملک سنجر نے ان کے تحائف اور نذرانوں کو قبول کیا۔ پانچ راس عربی گھوڑے اپنے بھتیجے کو دیئے ایک گشتی حکم اپنی ممالک محروسہ کے حکمرانوں کے پاس بھیج دیا کہ میرے نام کے بعد سلطان محمود کا نام خطبوں میں داخل کیا جائے اور میرے بعد یہی تاج و تخت کا وارث و مالک سمجھا جائے۔ اسی مضمون کی درخواست دارالخلافت بغداد میں بھی بھیج دی۔ سوائے رے کے تمام شہروں کو جس پر زمانہ جنگ میں قبضہ کر لیا تھا سلطان محمود کو واپس کر دیا۔ سلطان محمود نے بھی اطاعت قبول کی۔

قتل امیر منکبرس: امیر منکبرس' سلطان محمود کی شکست کے بعد بغداد کی طرف لوٹا تھا۔ لوٹ مار کرتا ہوا بغداد کے قریب پہنچا۔ دبیس بن صدقہ نے ایک فوج بھیج دی جس نے امیر منکبرس کو بغداد میں داخل نہ ہونے دیا۔ اپنا سا منہ لے کر واپس ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ملک سنجر اور سلطان محمود میں مصالحت ہو گئی تھی۔ بادل ناخواستہ ملک سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک سنجر نے سلطان محمود کے حوالہ کر دیا چونکہ سلطان محمود اس کے ظلم و ستم اور بلا اجازت بغداد جانے کی وجہ سے ناراض تھا اس وجہ سے اسے قتل کر ڈالا۔

قتل علی ابن عمر حاجب: حاجب علی ابن عمر کی قدر و منزلت سلطان محمود کی آنکھوں میں اس درجہ بڑھی کہ امراء و اراکین دولت رشک و حسد کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ لگانے بجھانے والے لگانے بجھانے لگے۔ ان سے سلطان محمود کے آئینہ دل پر غبار آ گیا۔ قتل کی فکر کرنے لگا۔ کسی ذریعہ سے علی ابن عمر کو اس کی خبر لگ گئی۔ ایک روز خفیہ طور سے بھاگ نکلا۔ قلعہ برجین میں جا کر پناہ لی' جہاں پر اس کا مال و اسباب تھا اور اہل و عیال رہتے تھے۔ لیکن اسے یہاں بھی آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا' بخوف جان خوزستان روانہ ہو گیا۔ عدو بن زنگی[1] اقبوری بن برسق اور اس کا برادر زادہ ارغلی بن بلبکی خوزستان پر حکمرانی کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے علی ابن عمر کی آمد کی خبر پا کر روک تھام اور اپنے مقبوضہ شہروں میں داخل نہ ہونے دینے کی غرض سے فوج کے چند دستے روانہ کیے۔ قریب تشتر مڈ بھیڑ ہوئی۔ علی ابن عمر کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ گرفتار کر لیا گیا اور پابہ زنجیر خوزستان لایا گیا۔ حکمرانان خوزستان نے سلطان محمود کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ سلطان نے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے قتل کر کے حسب حکم شاہی سر اتار کر دربار شاہی میں بھیج دیا۔

اس کے بعد ملک سنجر نے مجاہد الدین بہروز کو بغداد کی پولیس افسری پر واپس جانے کا حکم دیا چنانچہ مجاہد الدین بہروز دارالخلافت بغداد واپس گیا اور دبیس بن صدقہ کا نائب معزول کر دیا گیا۔

---

[1] زنگی کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ لیدن۔

سنقر شامی کا قتل: سلطان محمد نے امیر آقسنقر بخاری کو حکومت بصرہ پر مامور کیا تھا۔ امیر آقسنقر نے اپنی جانب سے سنقر شامی کو متعین کیا۔ سنقر شامی نہایت رحم دل اور نیک سیرت تھا۔ سلطان محمد کے مرنے کے بعد غزغلی سردار ترکان اسمعیلیہ (جو دو برس سے لوگوں کو حج کرانے جاتا تھا) اور سنقر البپ نے سنقر شامی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور بصرہ پر قبضہ کرلیا۔ یہ واقعہ ۵۱۱ھ کا ہے۔ سنقر البپ نے سنقر شامی کے قتل کا ارادہ کیا۔ غزغلی نے روکا۔ سنقر البپ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور سنقر شامی کو قتل کر ڈالا۔ عوام میں تھوڑی سی شورش پیدا ہوئی۔ غزغلی نے امن وسکون کی منادی کرادی لوگ خاموش ہو گئے۔

علی بن سکمان کا بصرہ پر قبضہ: ان دنوں بصرہ میں ایک اور امیر رہتا تھا' جس کا نام علی بن سکمان تھا۔ اس سال یہی امیر حج ہو کر اہل بصرہ کو حج کرانے گیا تھا اس واقعہ میں یہ موجود نہ تھا۔ غزغلی کو خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا حج سے واپسی کے بعد علی بن سکمان' سنقر البپ کے خون کا بدلہ مجھ سے لے' اس وجہ سے غزغلی نے بدویان عرب کو ابھار دیا۔ چنانچہ بدویان عرب نے قافلہ حجاج پر چھاپہ مارا' علی بن سکمان نے ان کے مقابلے پر کمر باندھی' جنگ شروع ہوگئی۔ لڑتا بھڑتا قریب بصرہ پہنچا بدویان عرب متواتر حملہ کر رہے تھے۔ غزغلی نے علی بن سکمان کو بصرہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ علی بن سکمان ان دیہاتوں کی طرف چلا جو نشیبی دجلہ میں تھے اور جب وہاں پہنچ گیا تو بدوین عرب پر دفعۃً حملہ کردیا۔ بدویان عرب کے پاؤں اکھڑ گئے' شکست کھا کر بھاگے' غزغلی نے یہ رنگ دیکھ کر اپنی فوج کو مرتب کر کے میدان کا راستہ لیا۔ دونوں فریقوں میں لڑائی ہونے لگی۔ اتفاق سے غزغلی کو ایک پتھر آ لگا۔ جس کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا اور مر گیا۔ علی بن سکمان فتح کا جھنڈا لیے ہوئے بصرے میں داخل ہوا اور اس پر قبضہ کرلیا۔

آقسنقر بخاری کا بصرہ پر قبضہ: علی بن سکمان نے قبضہ بصرہ کے بعد آقسنقر بخاری والی عمان کے افسروں کو بشرط اطاعت ان کے عہدوں پر بحال رکھا اور آقسنقر بخاری کی خدمت میں فدویہ نامہ روانہ کیا۔ حکومت بصرہ کی درخواست کی اس وقت آقسنقر بخاری سلطان محمد کی بارگاہ میں تھا۔ انکاری جواب دیا۔ علی ابن سکمان نے خودمختار حکومت کا اعلان کر کے آقسنقر کے افسروں کو نکال دیا۔ یہاں تک کہ سلطان محمود نے آقسنقر بخاری کو ۵۱۴ھ میں بصرہ روانہ کیا اور اس نے علی بن سکمان سے قبضہ لے لیا۔

تفلیس پر کرج کا قبضہ: ایک زمانہ دراز سے کرج نے آذربائیجان اور بلاد اران کو اپنی غارت گری کی جولان گاہ بنا رکھا تھا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ کرج اور خزر ایک ہی گروہ کو کہتے ہیں۔ لیکن صحیح وہ ہے جو ہم اوپر انساب عالم کے سلسلہ میں بیان کر آئے ہیں' اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ خزر[1] اور ترکمان ایک ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کرج ان کے بعض شعوب سے ہوں۔ قصہ مختصر جس وقت سلاطین سلجوقیہ کی حکومت مستقل ہوگئی۔ اس وقت کرج غارت گری سے رک گئے اور بلاد

---

[1] صحیح یہ ہے کہ ارمن' کرج کی ایک شاخ ہے' خزر' ترکوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ لیکن اب یہ ممالک روم کے قرب و جوار کی وجہ سے ان میں مل جل گئے۔ خط شیخ عطار۔

اسلامیہ جو ان کے قرب و جوار میں تھے ان کے شر و فساد سے محفوظ ہو گئے۔ سلطان محمد کی وفات کے بعد ان لوگوں نے پھر ہاتھ پاؤں نکالے بلاد اسلامیہ پر غارت گری کا ہاتھ بڑھایا۔ امیہ اور قفچاق کے سرایا[1] بلاد اسلامیہ کو پامال کرنے لگے بلاد اران اور نخجوان‘ آرس تک جس کی سرحد کرج کے ملک سے ملتی تھی ملک طغرل کے قبضہ میں تھا اور یہی کرج کی غارت گری کا میدان بنا ہوا تھا۔ عراق بھی جو سلطان بغداد کا مقبوضہ ملک تھا ان کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ سرحدی حکمرانان اسلام نے کرج اور قفچاق کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر باہم خط و کتابت کر کے فوجیں جمع کیں‘ دبیس بن صدقہ کے پاس جمع ہوئے۔ ملک طغرل‘ اتابک کنتغدی اور ابوالغازی ابن ارتق بھی اپنی فوج لے کر آیا ہوا تھا۔ تیس ہزار کی جمعیت سے کرج اور قفچاق کی طرف لشکر اسلام بڑھا۔ اتفاق یہ کہ لشکر اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا جس سے اسے شکست[2] ہوئی۔ ایک بڑی فوج میدان جنگ میں کام آ گئی۔ تیس میل تک کفار تعاقب کرتے چلے گئے اس کے بعد واپس ہو کر تفلیس[3] پر محاصرہ کیا۔ ایک برس تک محاصرہ کیے رہے ۵۱۵ھ میں بزور تیغ شہر میں گھس پڑے۔ قتل و غارت گری کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ۵۱۶ھ میں اہل تفلیس کا ایک وفد‘ کرج کے مظالم کی داستان عرض کرنے کے لیے سلطان محمود کی خدمت میں بمقام ہمدان بار یاب ہوا۔ سلطان محمود نے ان کی حمایت پر کمر باندھی‘ شہر تبریز پہنچ کر قیام کیا۔ کرج کی سرکوبی کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ اس کا نتیجہ ہم آئندہ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ملک مسعود اپنے باپ سلطان محمد کی وفات کے وقت عراق میں تھا۔

قسیم الدولہ برسقی اور سلطان محمود دونوں بھائیوں (یعنی ملک مسعود اور سلطان محمود) میں مصالحت ملک مسعود کے موصل واپس جانے اور سلطان محمود کا ملک مسعود کو آذربائیجان دینے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ قسیم الدولہ برسقی بغداد کی پولیس افسری سے علیحدہ ہو کر‘ ملک مسعود کے دربار میں حاضر ہوا‘ ملک مسعود نے مراغہ کو بھی اس کی جاگیر (رحبہ) پر اضافہ فرمایا۔ دبیس بن صدقہ کو یہ ناگوار گزرا۔ جیوش بک (ملک مسعود کا اتابک) کو لکھنا شروع کیا کہ قسیم الدولہ برسقی سلطان محمود سے سازش رکھتا ہے جس طرح ممکن ہو اسے جلد تر گرفتار کر لو میں تم کو بے حد مال و زر دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ تحریک بھی پیش کر دی کہ تم ملک مسعود کی حکومت و سلطنت کا اعلان اور دعویٰ کر دو میں تمہارا ہاتھ بٹانے

---

[1] سرایا سریہ کی جمع ہے۔ سریہ اس فوج کو کہتے ہیں جو شب خون (یعنی رات میں چھاپہ) مارا کرتی ہے۔

[2] یہ لڑائی تفلیس کے قریب ہوئی تھی۔ فریقین کی صف آرائی کے بعد قفچاق کے دو سو سوار لشکر اسلام کی طرف چلے لشکر اسلام نے یہ خیال کر کے امان حاصل کرنے کے لیے آ رہے ہیں کچھ تعارض نہ کیا یہاں تک کہ لشکر اسلام میں داخل ہو گئے اور تیزہ بازی کرنے لگے۔ لشکر اسلام کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ چند لوگ یہ خیال کر کے کہ لشکر اسلام کو شکست ہوئی بھاگے ان چند افراد کا بھاگنا تھا کہ ایک نے دوسرے کی بھاگنے میں اتباع کی سارے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی ایک دوسرے پر گرتا پڑتا بھاگ نکلا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۹ مطبوعہ لیدن۔

[3] شہر تفلیس‘ جس زمانہ سے فتح ہوا تھا مسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ کرج نے اس پر مسلمانوں سے قبضہ حاصل کیا اور اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ خلاصہ شیخ عطار حاشیہ تاریخ ابن خلدون جلد ۵ صفحہ ۴۹ مطبوعہ مصر۔

کے لیے تیار ہوں ان افعال سے غرض یہ تھی کہ دونوں بھائیوں (ملک مسعود اور سلطان محمود) میں جھگڑا پڑ جائے لڑائی کا نیزہ گڑ جائے تا کہ اس کی قدر و منزلت بڑھ جائے جیسا کہ برکیارق اور سلطان محمد کی لڑائی کے زمانہ میں اس کے باپ صدقہ کا جاہ و جلال بڑھا تھا۔ کسی ذریعہ سے اس لگانے بجھانے کی خبر قسیم الدولہ برسقی کو ہوگئی' گرفتاری کے خوف سے سلطان محمد کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمود نے عزت و احترام سے ٹھہرایا قدر افزائی کی۔

وزیر ابو علی کی معزولی: اس کے بعد استاد اسمٰعیل الحسین بن علی اصفہانی طغرائی' ملک مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ استاد ابو اسمٰعیل کا لڑکا ابو الولید محمد بن ابو اسمٰعیل ملک مسعود کا طغرانویس تھا۔ اس تعلق سے ملک مسعود نے وزیر السلطنت ابو علی بن عمار والی طرابلس کو معزول کر کے استاد ابو اسمٰعیل کو عہدۂ وزارت سے سرفراز فرمایا۔ یہ واقعہ ۵۱۳ھ کا ہے۔

جنگ سلطان محمود و ملک مسعود: استاد ابو اسمٰعیل نے دبیس کی تحریک کی تائید شروع کی۔ حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ چنانچہ ایک قلیل مدت میں ملک مسعود کو اس کے بھائی سلطان محمود کی مخالفت پر ابھار دیا۔ سلطان محمود کو اس کی اطلاع ہوئی' لکھ بھیجا' اگر تم میری اطاعت و فرمانبرداری میں رہو گے تو میں جاگیریں دوں گا' تمہارے مناصب بڑھاؤں گا۔ تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں گا' اور اگر کسی کے کہنے سننے سے مخالفت کرو گے تو یاد رکھو کہ تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو ایک دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے'' ملک مسعود کے کان پر جوں تک نہ رینگی' خوشامدیوں نے سلطان کے خطاب سے مخاطب کیا۔ پنج وقتہ نوبت بجنے لگی۔ ان بے وقوفوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سلطان محمود کی لشکر کی کمی کا احساس کر کے ملک مسعود کو سلطان محمود پر حملہ کرنے پر تیار کر دیا' چنانچہ مسعود پندرہ ہزار فوج لے کر اپنے بھائی سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بمقام عقبہ استر آباد ۱۵ ربیع الاول ۵۱۴ھ کو دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ سلطان محمود کے مقدمۃ الجیش پر قسیم الدولہ برسقی تھا۔ صبح سے شام تک نہایت سختی سے لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر قسیم الدولہ برسقی نے ملک مسعود کے لشکر کو شکست دی۔ سرداران لشکر کا ایک گروہ گرفتار کر لیا گیا۔ ان میں استاد ابو اسمٰعیل وزیر السلطنت بھی تھا۔ اسے پابہ زنجیر سلطان محمود کے سامنے پیش کیا گیا۔ سلطان محمود نے کہا کہ اس کی بداعتقادی اور الحاد مجھ پر ثابت ہو چکا ہے' اسے بار حیات سے سبکدوش کر دو۔ چنانچہ اپنی وزارت کے ایک سال کے بعد اسے قتل کر ڈالا گیا۔

استاد ابو اسمٰعیل اعلیٰ درجہ کا منشی اور شاعر تھا' کیمیا کا بے حد شائق تھا۔ اس فن میں اس کی بہت سی مصنفہ کتابیں ہیں (جو ضائع ہو گئیں)

سلطان محمود اور ملک مسعود میں مصالحت: ملک مسعود شکست کے بعد ایک پہاڑ پر چلا گیا۔ جو میدان جنگ سے بارہ کوس کے فاصلہ پر تھا اور وہیں روپوش ہو گیا' تمام فوج اور سرداران لشکر منتشر ہو گئے' چھوٹے چھوٹے چند چھوکرے ہمراہ تھے اپنے بھائی سلطان محمود کی خدمت میں صلح اور امن کا پیام بھیجا' سلطان محمود نے آقسنقر برسقی کو امان نامہ دے کر ملک

---

[1] استاد اسمٰعیل لامیہ عجم کا مصنف ہے' لامیہ عجم بڑے پایہ کا قصیدہ ہے۔ حکمت اور امثال سے مملو ہے۔ عمدہ ترین قصائد میں شمار کیا جاتا ہے۔

مسعود کو حاضر کرنے کے لیے مسعود کے پاس بھیجا۔ آقسنقر برسقی پہنچنے نہ پایا تھا کہ چند فتنہ پرداز اور مفسد امراء پہنچ گئے اور یہ سمجھایا کہ آپ اپنے بھائی سلطان کے پاس نہ جائیے بلکہ موصل یا آذربائیجان میں قیام فرمائیے' دبیس بن صدقہ سے خط و کتابت کر کے فوجیں فراہم کیجئے اور خم ٹھونک کر میدان جنگ میں آ جائیے اور سلطنت و حکومت کا پھر دعویٰ کیجئے''۔ ملک مسعود اس فقرے میں آ گیا اور ان لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد آقسنقر برسقی پہنچا' ملک مسعود کو نہ پایا' سراغ لگاتا ہوا چلا' ۳۰ کوس پر جا کر ملک مسعود سے ملا۔ سلطان کے خیالات سے آگاہ کیا' امان نامہ دکھلایا' ہر طرح سے تشفی و تسلی دی چنانچہ ملک مسعود اپنا ارادہ تبدیل کر کے آقسنقر برسقی کے ہمراہ سلطان محمود کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان محمود کے حکم سے سرداران لشکر نے استقبال کیا سلطان محمود نہایت مہربانی سے پیش آیا' اپنی ماں کے پاس ٹھہرایا۔ معانقہ کیا' گزشتہ واقعات پر رو دیا اور اپنے ساتھ رکھا۔ سلطان محمود کے یہ مکارم اخلاق تھے۔ ملک مسعود کے نام کا خطبہ آذربائیجان اور بلاد موصل میں ۱۸ دن پڑھا گیا تھا کہ یہ واقعات پیش آئے۔

جیوش بک کی اطاعت: جیوش بک' معرکہ سے فرار ہو کر موصل پہنچا' موصل کے قرب و جوار سے رسد و غلہ جمع کیا' فوجیں فراہم کیں جب اسے یہ خبر لگی کہ دونوں بھائیوں میں مصالحت ہو گئی اور سلطان محمود نہایت الطاف و مہربانی سے پیش آیا تو یہ خیال کر کے کہ اب میں موجودہ حالت پر نہیں رہ سکتا' شکار کھیلنے کے بہانہ سے زاب کی طرف روانہ ہوا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے سلطان محمود کی خدمت میں بمقام ہمدان حاضر ہوا۔ سلطان محمود نے اسے امان دی اور حسن اخلاق سے پیش آیا۔

اس شکست کی خبر دبیس کو عراق میں پہنچی' لوٹ مار شروع کر دی' افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنے لگا۔ دیہات' قصبات اور شہروں کو ویران کر دیا۔ سلطان محمود نے ان افعال سے باز رہنے کے لیے لکھا۔ لیکن دبیس نے کوئی توجہ نہ دی۔

موصل اور واسط پر آقسنقر کی گورنری: جیوش بک کو سلطان محمود نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کے بعد اپنے بھائی طغرل اور اتابک کنتغدی کی طرف فوجیں دے کر روانہ کیا۔ چنانچہ جیوش بک گنجہ کی طرف روانہ ہوا اور موصل بلا کسی حکمران کے رہ گیا۔ چونکہ آقسنقر برسقی نے اس جنگ میں نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ فنون جنگ سے بھی پوری واقفیت رکھتا تھا ہر کام میں مناسب مشورہ دیتا تھا اور اس کے بھائی ملک مسعود کو شکست کے بعد سمجھا بجھا کر واپس لایا تھا اس وجہ سے سلطان محمود پر اس کا ایک خاص اثر تھا اور اس کی قدر افزائی کو وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔ موصل کی گورنری خالی ہونے پر آقسنقر برسقی کو اس کی سند حکومت عطا کی سنجار اور جزیرہ کو موصل کے صوبہ میں ملحق کر دیا۔ ۵۱۵ھ میں آقسنقر' موصل کی جانب روانہ ہوا۔ اس کی روانگی کے بعد سلطان محمود نے اپنے تمام سرداران لشکر اور گورنران ممالک محروسہ کے نام آقسنقر برسقی کی اطاعت' عیسائیوں سے جنگ کرنے اور ان سے بلاد اسلامیہ کو واپس لینے کا گشتی فرمان بھیجا' آقسنقر برسقی موصل میں پہنچ کر نظم و نسق کی درستی اور آبادی کی تدابیر کرنے لگا۔

۵۱۶ھ میں سلطان محمود نے واسط اور اس کے صوبہ کی حکومت بھی آقسنقر برسقی کو عنایت کی عراق کا پولیس افسر مقرر کیا اور آقسنقر برسقی نے عماد الدین زنگی ابن آقسنقر کو اس علاقہ کا اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا۔ ماہ شعبان سنہ مذکور میں عماد

الدین زنگی' عراق کی طرف روانہ ہوا۔

جیوش بک کا قتل: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلطان محمود نے جیوش بک کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کے بعد اپنے بھائی طغرل کی جنگ پر روانہ کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں آذربائیجان کی حکومت بھی عنایت کی' امراء اور ارکین دولت کو جیوش بک کی ترقی مراتب ناگوار گذری' سلطان محمود سے اس کی چغلی کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ سلطان محمود کو اس کے قتل پر تیار کر دیا چنانچہ ماہ رمضان ۵۱۶ھ میں سلطان محمود نے اس کو باب تبریز پر بار حیات سے سبکدوش کر دیا۔

جیوش بک ترکی الاصل تھا' سلطان محمود کا آزاد غلام تھا' عادل تھا' نیک سیرت تھا جس وقت اسے موصل کی سند حکومت دی گئی' اس وقت اصل صوبہ میں کردوں کا بہت زور شور تھا۔ سارے صوبہ میں پھیلے تھے' بہت سے قلعہ بنوائے تھے' ان کے شر و فساد سے رعایا کا حال تنگ تھا۔ قافلے صحیح و سلامت نہیں جا سکتے تھے۔ جیوش بک نے ان کے ختم کرنے اور زیر کرنے پر کمر ہمت باندھی' کردوں کے اکثر قلعوں کو بزور تیغ فتح کر لیا۔ ہکاریہ زوزان' نکوسہ اور تخشیہ کا قلعہ سر کیا' اس کے خوف سے کردوں نے بلند پہاڑیوں اور دروں میں جا کر پناہ لی۔ امن و امان قائم ہوا' قافلے سلامتی کے ساتھ آنے جانے لگے[1]۔

وزیر ابوطالب سمیری کا قتل: کمال ابوطالب سمیری وزیر السلطنت' سلطان محمود کے ہمراہ ہمدان جانے کے لیے روانہ ہوا۔ اپنے چشم خدم کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستہ تنگ' سوار اور پیادوں کا اژدہام' ناچار رکنا پڑا۔ اتنے میں ایک باطنی[2] پہنچ کر چھرا بھونک کر بھاگا۔ غلاموں نے تعاقب کیا۔ وزیر السلطنت تنہا رہ گیا۔ ایک دوسرا باطنی پہنچ گیا' اس نے وزیر السلطنت کو گھوڑے سے کھینچ کر زمین پر گرا لیا اور چند زخم لگائے رکاب کے سوار اور پیادہ ٹوٹ پڑے' دونوں باطنیوں نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ ایک تیسرے باطنی نے پہنچ کر وزیر السلطنت کا کام تمام کر دیا۔ یہ واقعہ اس کی وزارت کے چوتھے سال کا ہے[3]۔

کمال ابوطالب نہایت بدخلق' بے حد ظالم اور بے انتہا تاوان اور جرمانہ کرنے والا تھا اس کے مارے جانے کے بعد سلطان محمود نے جتنے ٹیکس اس نے لگائے تھے ان سب کو موقوف کر دیا۔

ملک طغرل کی اطاعت: ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ملک طغرل نے بمقام رے (سرجہان) ۵۱۳ھ میں سلطان محمود سے بغاوت کی' مخالفت کا اعلان کیا سلطان محمود نے اس کے زیر کرنے کی غرض سے فوج کشی کی۔ قلعہ شہران پر قبضہ کر لیا۔ ملک طغرل نے گنجہ اور بلاد اران میں جا کر پناہ لی۔ اس کے ساتھ اس کا اتابک کنعدی (کنتغدی) بھی تھا' رفتہ رفتہ ملک طغرل کی شان و شوکت بڑھ گئی۔ کثیر التعداد فوج بھی جمع ہو گئی بلاد آذربائیجان پر قبضہ کرنے کی ہوس سمائی' اس اثناء

---

1. یہ واقعہ اور اس کے بعد کا واقعہ ۵۱۶ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۶ مطبوعہ لیدن۔

2. باطنی ایک فرقہ تھا جس کو فرقہ حشیشیہ بھی کہتے ہیں' حسن بن صباح اس فرقہ کا بانی ہے سلاطین اور اکابرین اسلام کا قتل کرنا مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ان کا فرض اولین تھا۔ اس فرقہ کا بہت زور شور ہوا۔ بہت سے قلعے ان کے قبضہ میں تھے۔

3. یہ واقعہ اور نیز اس کے بعد کا واقعہ ۵۱۶ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۶ مطبوعہ لیدن۔

میں اتابک کسغدی ماہ شوال ۵۱۵ھ میں مر گیا۔ آقسنقر ارمنی والی مراغہ کو کنتغدی کی موت کی خبر سن کر عہدۂ اتابکی کا لالچ دامن گیر ہوا' ملک طغرل کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان محمود کی جنگ پر ابھارنا شروع کیا۔ چنانچہ ملک طغرل' آقسنقر ارمنی کے ہمراہ مراغہ کی جانب روانہ ہوا' اردبیل پہنچا۔ اہل اردبیل نے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے۔ ناچار تبریز کی طرف کوچ کیا' تبریز پہنچ کر یہ خبر سننے میں آئی کہ سلطان محمود نے امیر جیوش بک کو آذربائیجان روانہ کیا ہے اور اس علاقہ کی سند حکومت عطا کی ہے اور امیر جیوش بک کوچ قیام کرتا ہوا ایک بڑے لشکر کی افسری کے ساتھ مراغہ پہنچ گیا۔ ملک طغرل کے ہوش جاتے رہے۔ تبریز سے (خونج[1]) کی جانب کوچ کر دیا۔ حوصلے پست ہو گئے۔ اپنے خیالات کی جانب سے شک و شبہ میں پڑ گیا' امیر شیر گیر کے پاس قاصد بھیجا' اعانت و امداد کی درخواست کی۔

امیر شیر گیر کی گرفتاری و رہائی: امیر شیر گیر عہد حکومت سلطان محمد میں ملک طغرل کا اتابک تھا کسغدی (کنتغدی) اتابک نے سلطان محمد کے انتقال کے بعد امیر شیر گیر کو گرفتار کر لیا تھا۔ سلطان سنجر نے اسے قید سے نجات دی۔ امیر شیر گیر قید سے رہا ہو کر اپنے مقبوضہ بلاد ابہر اور زنجان چلا آیا۔ امیر شیر گیر نے ملک طغرل کے خط کا جواب موافقت میں دیا اور اس کے ساتھ ساتھ ابہر کی طرف چلا۔ لیکن ان لوگوں کا جو قصد و ارادہ تھا' پورا نہ ہوا' ارا کین دولت نے متفق ہو کر سلطان محمد کی خدمت میں فدویت نامہ روانہ کیا اور ملک طغرل نے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی۔ بدمزاجی ختم ہو گئی اور فتنہ و فساد رفع ہو گیا۔

وزیر شمس الملک کا قتل: وزیر السلطنت شمس الملک بن نظام الملک کی قدر و منزلت سلطان محمود کی آنکھوں میں بے حد بڑھی ہوئی تھی اس وجہ سے ارا کین دولت محمودی ہمیشہ لگانے بجھانے میں لگے رہتے تھے۔ اتفاق یہ کہ شمس الملک کے چچازاد بھائی شہاب ابوالمحاسن وزیر سلطان سنجر کا انتقال ہو گیا۔ سلطان سنجر نے اس کی جگہ ابوطاہر قمی کو عہدۂ وزارت عطا کیا جو نظام الملک کے خاندان کا جانی دشمن تھا۔ ابوطاہر نے شمس الملک وزیر السلطنت کی مخالفت پر سلطان سنجر کو کہہ سن کر ابھار دیا۔ سلطان سنجر نے سلطان محمود کو وزیر السلطنت شمس الملک کو سرزنش کرنے کا حکم بھیج دیا' سلطان محمود نے اسے گرفتار کر کے طغایرک کو حوالہ کر دیا۔ طغایرک نے قلعہ جلجال میں قید کر دیا اور چند روز بعد مار ڈالا۔

مقتول وزیر شمس الملک کا بھائی نظام الدین احمد' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کا وزیر تھا۔ خلیفہ مسترشد نے شمس الملک کی معزولی کی خبر پا کر نظام الدین احمد کو معزول کر کے جلال الدین ابوعلی ابن صدقہ کو عہدۂ وزارت عطا کیا۔

کرج اور قفچاق میں نفاق: ۵۱۷ھ میں ایک وفد (ڈیپوٹیشن) اہل دربند و شروان کا سلطان محمود کی بارگاہ میں فریاد کی صورت بنائے حاضر ہوا۔ کرج کے مظالم لوٹ مار کی شکایت کی اور حمایت و امداد کا خواستگار ہوا۔ سلطان محمود فوجیں آراستہ کر کے ان کی امداد پر روانہ ہوا۔ کرج کے لشکر کے قریب پہنچا۔ لشکر کرج کی کثرت سے گھبرا گیا۔ وزیر السلطنت شمس نے واپس چلنے کی رائے دی اہل سرداران نے دست بستہ عرض کیا' ' کرج کو بلا زیر و زبر کیے اگر موکب ہمایوں واپس ہوا تو

---

[1] تاریخ ابن خلدون میں اس جگہ پر کچھ نہیں لکھا ہے میں نے یہ نام تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کیا ہے۔

مسلمانوں کی شامت آ جائے گی' ان کے دل کمزور ہو جائیں گے' سلطان اپنے لشکر گاہ میں قیام فرمائیں ہم لوگ سینہ سپر ہو کر لڑیں گے"۔ سلطان محمود نے کرج کا خیال چھوڑ دیا۔ خوف و خطر کی حالت میں رات گزاری' مشیت الٰہی سے اسی شب میں کرج اور قفچاق میں چل گئی۔ آپس ہی میں کٹنے مرنے لگے' صبح نہ ہونے پائی تھی کہ لشکر کفار یہ خیال کر کے کہ حریف کے مقابلہ میں انہیں شکست ہوئی اور وہ ہم پر آ پڑا ہے بھاگ نکلا' سلطانی موکب' دشمنوں کے مقابلہ میں بلا جدوجہد کامیابی حاصل کر کے ہمدان واپس آیا۔

برسقی کی معزولی: خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور دبیس بن صدقہ والی حلہ سے مقام مبارکہ (اطراف عانہ) میں معرکہ آرائی ہوئی تھی' برسقی خلافت مآب کی رکاب میں تھا۔ اس واقعہ میں دبیس کو شکست ہوئی تھی جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا گیا۔ دبیس شکست پا کر غزیہ (نجد) پہنچا اہل غزیہ (عرب نجد) سے امداد و اعانت کا خواستگار ہوا لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ منتفق کے یہاں پہنچا۔ یہی سوال پیش کیا منتفق نے امداد کا اقرار کیا۔ چنانچہ دبیس ان کے ہمراہ بصرے کی طرف روانہ ہوا' پہنچتے ہی بصرے کو لوٹ لیا' اہل بصرہ کو قتل و پامال کیا۔ سلمان حاکم بصرہ کو مار ڈالا۔ خلیفہ مسترشد کو اطلاع ہوئی' برسقی پر بے حد ناراضی کا اظہار کیا۔ تہدید آمیز فرمان بھیجا کہ "تمہاری سستی اور غفلت سے اہل بصرہ اس حال بد کو پہنچے ہیں' مناسب ہے کہ اب بھی تم ان کی حمایت پر مستعد ہو جاؤ' ورنہ اس جانب کی ناراضگی کی کوئی حد نہ ہو گی' برسقی فوجیں لے کر بصرہ کی حمایت پر روانہ ہوا۔ دبیس بصرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ عیسائیوں کے پاس پہنچا اور ان کے ساتھ حلب کے محاصرہ پر آیا۔ اہل حلب کی مستعدی سے عیسائیوں کے دانت کھٹے ہو گئے۔ ناکام واپس ہوئے۔ دبیس ان سے علیحدہ ہو گیا۔ ملک طغرل بن سلطان محمد کے پاس پہنچا' نچلا نہ بیٹھا گیا۔ عراق پر فوج کشی اور قبضہ کی ترغیب دینے لگا جیسا کہ آپ ان واقعات کو اوپر پڑھ آئے ہیں۔

برنقش زکوئی کی تقرری: ان واقعات اور نیز اسی قسم کی اور شکایات سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے آئینہ دل میں برسقی کی جانب سے غبار پیدا ہو گیا' سلطان محمود کو لکھ بھیجا کہ "برسقی کو عراق کی پولیس افسری سے معزول کر دو' سلطان محمود نے اس کے حکم کے مطابق برسقی کو عراق کی افسری پولیس سے برطرف کر دیا۔ عیسائیوں پر جہاد کی غرض سے موصل جانے کا حکم دیا۔ برنقش زکوئی کو عراق کی پولیس افسری عطا ہوئی۔ برنقش زکوئی کا نائب دارالخلافت بغداد پہنچا' برسقی سے چارج لیا اور بغداد میں قیام پذیر ہوا۔

سلطان محمود نے اپنے چھوٹے لڑکے کو برسقی کے پاس کام سیکھنے کی غرض سے بھیج دیا۔ برسقی سلطان محمود کے لڑکے کو اپنے ہمراہ لیے موصل پہنچا۔ اہل موصل نے نہایت جوش اور مسرت سے استقبال کیا اور برسقی گورنری کے فرائض انجام دینے لگا۔

عماد الدین زنگی کی گورنری بصرہ: عماد الدین زنگی' امیر برسقی کے حاشیہ نشین مصاحبوں سے تھا جس وقت سلطان محمود کی بارگاہ سے برسقی کو واسط کی حکومت عطا ہوئی۔ برسقی نے عماد الدین زنگی کو اپنا نائب مقرر کر کے واسط روانہ کیا' ایک مدت تک عماد الدین زنگی' واسط کا فرمانروا رہا۔ پھر جب برسقی' دبیس کی گوشمالی کے لیے بصرہ آیا اور دبیس' بصرہ چھوڑ کر چلا گیا تو برسقی نے عماد الدین زنگی کو واسط سے طلب کر کے بصرہ کی حکومت پر نامزد کیا۔ عماد الدین زنگی نے نہایت خوبی سے

بصرہ کا نظم و نسق درست کیا' عرب کے لٹیروں کی دست برد سے اسے محفوظ رکھا پھر جب برسقی موصل کا گورنر ہوا تو منتظم اور کفایت شعار ہونے کی وجہ سے عمادالدین زنگی کو موصل طلب کیا۔ عمادالدین زنگی کو بار بار کی تبدیلی اور تقرری ناگوار گزری' مستعفی ہو کر سلطان محمود کے دربار میں بمقام اصفہان حاضر ہوا۔ سلطان محمود عزت و احترام سے پیش آیا اور بصرے کی سند گورنری عطا کی۔ عمادالدین زنگی کی دلی خواہش یہی تھی۔ ۵۱۸ھ میں بصرہ کی حکومت پر واپس آیا۔

حلب پر برسقی کا قبضہ: عیسائیوں نے شہر صور[1] کی تسخیر کے بعد دوسرے بلاد اسلامیہ کو تسخیر کرنے کے لیے بہت بڑے لشکر سے حملہ کیا۔ دبیس کے پہنچ جانے اور ان کی سازش نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ (یہ آپ کو یاد ہو گا کہ دبیس بصرہ سے شکست کے بعد عیسائیوں کے پاس چلا گیا تھا اور انہیں تسخیر حلب کی ترغیب دے کر حلب کے محاصرہ میں ان کے ساتھ آیا تھا) عیسائی فوجیں حلب پر آ اتریں۔ اہل حلب نے مدافعت پر کمر باندھی' تاش[2] .... بن ارتق والی حلب نے برسقی والی موصل سے امداد طلب کی۔ برسقی نے اس شرط سے امداد کا وعدہ کیا کہ قلعہ حلب میرے نائب کے حوالہ کیا جائے' تاش نے اس شرط کو منظور کیا' برسقی فوجیں مرتب کر کے حلب کی طرف روانہ ہوا' عیسائی فوجیں برسقی کی آمد کی خبر پا کر محاصرہ اٹھا کر کوچ کر گئیں' برسقی بلا جنگ و جدال کامیابی کے ساتھ حلب میں[3] داخل ہوا قبضہ کیا۔ اس کے بعد کفر طاب[4] کو بھی عیسائیوں سے چھین لیا۔ قلعہ اعزاز پر دھاوا کیا' قلعہ اعزاز جوسلین عیسائی بادشاہ کے قبضہ میں تھا۔ برسقی نے اس پر محاصرہ ڈالا۔ عیسائیوں کو اس کی خبر لگی' چاروں طرف سے عیسائی مجاہدین جمعیت باندھ کر قلعہ اعزاز کے بچانے کے لیے آئے سخت[5]

---

[1] شہر صور میں خلیفہ آمر بامر احکام اللہ علوی مصری کی حکومت کا سکہ چل رہا تھا عز الملک' وزیر السلطنت امیر الجیوش افضل کا بنایا ہوا حاکم تھا۔ عیسائی مجاہدوں نے کئی بار اسے لوٹا اور تاراج کیا ۵۰۶ھ میں بادشاہ فرانس نے صور کے سر کرنے کے لیے بہت فوج روانہ کی' عز الملک نے اتابک طغتکین والی دمشق سے امداد طلب کی' اتابک طغتکین نے امیر مسعود کو اہل صور کی کمک پر مامور کیا' عیسائی فوجیں امیر مسعود کی آمد کی خبر پا کر بلا کسی لڑائی کے واپس گئیں' امیر مسعود صور میں داخل ہوا' عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ لیکن خطبہ اور سکہ خلیفہ علوی مصری ہی کا جاری رکھا۔ خلیفہ آمر مصری اور امیر الجیوش افضل کو اس خبر سے بحد مسرت ہوئی' ۵۱۶ھ تک مسعود صور میں فرمان روائی کرتا رہا۔ امیر الجیوش افضل کے قتل کے بعد خلیفہ مصری نے مسعود کو بحیلہ و فریب معزول کر کے دمشق واپس کر دیا اور ایک دوسرے شخص کو صور کی حکومت پر مامور کیا' عیسائیوں کو اس کی خبر لگی' فوجیں فراہم کر کے ماہ ربیع الاول ۵۱۸ھ میں صور کا محاصرہ کر لیا۔ نہایت شدت سے لڑائی شروع کی' اتابک طغتکین والی دمشق نے صور کی حمایت پر کمر باندھی' بانیاس کی طرف بڑھا لیکن عیسائیوں نے ذرا بھی پروا نہ کی' طغتکین نے خلیفہ مصری کو اس سے مطلع کیا' امداد کی درخواست کی' صدائے نہ برخاست' کا مضمون ہوا۔ ۲۳ جمادی الاول سنہ مذکور میں عیسائیوں نے صور پر قبضہ کر لیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۳۷' ۴۳۸ مطبوعہ لیدن۔

[2] اصل کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔

[3] یہ واقعہ ۵۱۸ھ کا ہے تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۰ مطبوعہ لیدن۔

[4] کفر طاب ملک شام کا ایک شہر ہے ۵۱۹ھ میں برسقی نے اس پر عیسائیوں سے قبضہ حاصل کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۳ مطبوعہ لیدن۔

[5] معرکہ قلعہ اعزاز میں ایک ہزار سے زیادہ مسلمان کام آئے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۳ مطبوعہ لیدن۔

اور خونریز جنگ نے فیصلہ کیا۔ برسقی کو محاصرہ میں ناکامی ہوئی حلب واپس آیا۔ مسعود نے اپنے لڑکے کو حلب کا نائب مقرر کیا اور دریائے فرات عبور کر کے موصل پہنچا۔

ملک طغرل و دبیس کی روانگی عراق: حلب سے عیسائی فوج کی واپسی پر دبیس ان سے علیحدہ ہو گیا۔ ملک طغرل کی خدمت میں پہنچا' ملک طغرل نے عزت و احترام سے ملاقات کی' اپنے ہم نشینوں میں داخل کر لیا۔ دبیس امن چلا تھا۔ خاموش نہ بیٹھ سکا' قبضہ عراق کی ترغیب دی' قبضہ دلانے کا ذمہ لیا' چنانچہ ۵۱۹ھ میں دونوں عراق کی طرف روانہ ہوئے' دقوقا پہنچے مجاہد الدین بہرام نے تکریت سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو ملک طغرل اور دبیس کے ارادہ سے مطلع کیا' خلیفہ عباسی سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ بتاریخ ۵ صفر ۵۱۹ھ میں جنگ کے ارادے سے دارالخلافت بغداد سے کوچ کیا۔ برتقش زکوئی کو موکب ہمایوں کے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ خالص میں پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ ملک طغرل اور دبیس ان سے مطلع ہو کر خراسان کا راستہ چھوڑ کر جلولاء پہنچے اور خلافت مآب خالص سے دسکرہ آ گئے۔ وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ خلافت پناہی کے مقدمۃ الجیش کا سردار تھا۔

دبیس کی روانگی نہروان: ملک طغرل اور دبیس میں یہ طے پایا کہ دبیس' جلد سے جلد نہروان پہنچ کر نہروان کا پل توڑ دے' خلافت مآب کے لشکر کو عبور سے روکے اور جب ملک طغرل آ جائے تو اس کے بعد بغداد پر قبضہ کرنے کو بڑھے اس قرارداد کے مطابق نہروان کی جانب دبیس نے کوچ کیا' اتفاق یہ کہ ملک طغرل بیمار ہو گیا' پانی بھی زور کا برسا' نقل و حرکت سے مجبور ہو گیا' دبیس تھکا ماندہ بھوکا' بارش اور سردی سے کانپتا نہروان پہنچا۔ تیس اونٹ کپڑے اور اشیاء خوردنی سے لدے دارالخلافت بغداد سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے پاس جا رہے تھے۔ دبیس نے انہیں لوٹ لیا۔ آسودہ ہو کر کھایا بھیگے کپڑے اتار ڈالے' دوسرے کپڑے پہنے' دھوپ میں لمبے پاؤں کر کے سو گیا۔

ملک طغرل اور دبیس کا ہمدان میں ظلم و جور: خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو ملک طغرل اور دبیس کے ارادہ سے آگاہی ہوئی' لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں نہروان کے غربی جانب دبیس مل گیا دبیس آنکھیں ملتا اٹھا' زمین بوسی کر کے دست بستہ عفو تقصیر کی درخواست کی' خلافت مآب نے قصور معاف کر دیا۔ اس کے بعد وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ' خلافت مآب کے دربار میں حاضر ہوا۔ خلافت مآب کی رائے کی تعریف کی نہروان کے پل کو قابل عبور بنانے میں مصروف ہوا' دبیس' برتقش زکوئی سے باتیں کرنے لگا۔ خلافت مآب اور وزیر السلطنت کو غافل پا کر چلتا بنا اور ملک طغرل سے جا کر مل گیا۔ خلافت پناہی بغداد کی جانب واپس ہوئے۔ ملک طغرل اور دبیس ہمدان پہنچے ملک طغرل اور دبیس نے ہمدان پہنچ کر فساد مچا دیا' لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا' دیہات' قصبات اور شہروں کو لوٹ لیا۔ تاوان اور جرمانوں سے رعایا کو پریشان کیا۔ سلطان محمود کو اس کی اطلاع ہوئی گوشمالی کی غرض سے لشکر بڑھا' ملک طغرل اور دبیس سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے' خراسان میں سنجر کی خدمت میں حاضر ہوئے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور برتقش زکوئی کی الٹی شکایت کی۔

برنقش زکوئی کی ریشہ دوانی: خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو برنقش زکوئی بغداد کے افسر پولیس سے نفرت پیدا ہوئی' دھمکایا' تنبیہ کی' برنقش زکوئی ماہ رجب ۵۲۰ھ میں بخوف جان بغداد چھوڑ کر سلطان محمود کے پاس چلا گیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی طرف سے کان بھرنے شروع کیے اور یہ مغالطہ دیا کہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے نئے تعداد فوج مہیا کر لی ہے' قوت مالی بھی بڑھا لی ہے اور وہ زمانہ قریب معلوم ہوتا ہے کہ حضور والا سے کوئی حیلہ و بہانہ ڈھونڈ کر کشیدگی کا اظہار کرے اور جنگ و جدال کا دروازہ کھولے' اس وقت بادشاہ سلامت پر مقابلہ ذرا دشوار ہو جائے گا۔ سلطان محمود یہ سن کر تاؤ میں آ گیا اور عراق کی روانگی کا ارادہ کیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے نرمی اور مہربانی سے روکنا چاہا اور یہ کہلا بھیجا کہ ''فی الوقت آپ عراق کا ارادہ ترک کر دیجئے۔ اس اطراف کی ویرانی اور بربادی بے حد بڑھ گئی ہے جب ویرانی' آبادی سے اور گرانی ارزانی سے تبدیل ہو جائے تو اس قصد کو پورا کیجئے گا۔''

سلطان محمود کی بغداد کی جانب پیش قدمی: سلطان محمود نے اصلیت کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ برنقش زکوئی کے پیدا کیے خیال کی اس سے تصدیق کر لی اور نہایت عجلت سے بغداد کی جانب کوچ کیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اپنے اہل و عیال اور اولاد خلفاء کے ساتھ پاپیادہ دارالخلافت بغداد سے ماہ ذی القعدہ ۵۲۰ھ میں غربی بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ اہل بغداد خلافت مآب کی جدائی کی تاب نہ لا سکے' زار زار رونے لگے۔

جنگ سلطان محمود و خلیفہ مسترشد باللہ: یہ خبر سلطان محمود تک پہنچی' بے حد شاق گزرا' خلافت مآب کی خدمت میں دارالخلافت واپس جانے کا پیام بھیجا' خلافت مآب نے دینی شرط پیش کی' سلطان محمود کو اس شرط کے پیش کرنے سے غصہ آ گیا۔ تیزی سے بغداد کی جانب بڑھا۔ خلیفہ مسترشد غربی بغداد میں قیام پذیر ہوا اور خادم عفیف کو فوج کی افسری کے ساتھ سلطان محمود کے نائب السلطنت کو روکنے کی غرض سے واسط روانہ کیا۔ سلطان محمود کی طرف سے عماد الدین زنگی والی بصرہ مقابلہ پر آیا۔ عفیف کو شکست دی' عفیف کا لشکر پامال کیا گیا۔ بہتیرے قتل اور قید کیے گئے' خلیفہ مسترشد نے کشتیاں جمع کرائیں' قصر خلافت کے دروازے بند کرا دیئے اور دربان ابن صاحب کو محل سرائے خلافت کی حفاظت پر متعین کیا۔

سلطان محمود کی بغداد میں آمد: ۲۰ ذی الحجہ سنہ مذکور میں سلطان محمود اپنے جاہ و حشم کے ساتھ بغداد میں داخل ہوا' باب شمالیہ میں قیام کیا' خلیفہ مسترشد سے واپسی اور صلح کا نامہ و پیام کرنے لگا' خلیفہ مسترشد انکار کی جواب دے رہا تھا۔ دونوں فوجوں میں ایک روز چل گئی۔ سلطان محمود کی فوج کا ایک دستہ محل سرائے خلافت میں گھس گیا تاج خلافت کو لوٹ لیا۔ یہ واقعہ یکم محرم ۵۲۱ھ کا ہے۔ باشندگان بغداد کو اس سے سخت غصہ اور اشتعال پیدا ہوا' ''جہاد'' چلا اٹھے' لڑکے' جوان اور بوڑھے تلواریں نیام سے کھینچ کر نکل پڑے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی بھی پردہ سے نکل آیا۔ بلند آواز سے ''یا آل ہاشم'' پکارنے لگا' طبل اور بگل بجنے لگا۔ دجلہ پر پل فوراً بنا دیا گیا۔ ایک حملہ میں سب کے سب اتر آئے۔ سلطان محمود کا لشکر محل سرائے خلافت امراء اور وزراء کے مکانوں کی لوٹ میں مصروف ہوا' محل سرائے خلافت کے تہ خانہ میں ایک ہزار سپاہی چھپے تھے ان لوگوں سے ضبط نہ ہو سکا' نکل پڑے۔ سلطان محمود کے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کیا' عوام الناس نے سلطان محمود کے وزیروں' امیروں اور حاشیہ نشینوں کے مکانات کو لوٹ لیا' ایک گروہ کثیر کام آ گیا۔ اس کے بعد مسترشد

باللہ عباسی نے تیس ہزار جنگ آوران اہل بغداد اور سوار فوج کے ساتھ شرقی بغداد کی طرف عبور کیا سلطانی لشکر نے مقابلہ اور بغداد سے نکال باہر کرنے پر کمر باندھی' بغداد کے اردگرد خندقیں کھدوائیں۔ سلطانی لشکر پر شب خون اور حملہ کا تہیہ کیا' ابوالہیجا کردی والی اربل نے مخالفت کی۔

خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود میں مصالحت: اسی اثناء میں عماد الدین زنگی' بصرہ سے ایک بڑا لشکر لیے ہوئے براہ خشکی اور دریا سلطان محمود کی کمک کو پہنچ گیا' اہل بغداد کے چھکے چھوٹ گئے' ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' حملہ اور شب خون کے منصوبے ہوا ہو گئے' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ صلح کا نام و پیام ہونے لگا اور باہم مصالحت ہوگئی' سلطان محمود نے اہل بغداد کی خطائیں معاف کر دیں۔ ۱۰ ربیع الآخر ۵۲۱ھ تک بغداد میں قیام پذیر رہا خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے ہتھیار' گھوڑے اور بہت سا مال ہدیتہً سلطان محمود کو دیا۔ سلطان محمود نے عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو کفایت شعار اور سیاست داں ہونے کے باعث بغداد کا پولیس افسر مقرر کیا اور ہمدان کی جانب واپس ہوا۔

وزیر ابوالقاسم کی معزولی اور بحالی: چونکہ وزیر السلطنت ابوالقاسم علی بن ناصر شادی کی امراء دولت نے سلطان محمود سے جا بے جا شکایتیں کیں اور الزامات کے علاوہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے سازش کرنے کا الزام بھی لگایا تھا کیونکہ یہ سلطان محمود اور خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے صلح کرانے میں زیادہ کوشش کر رہا تھا اس وجہ سے اثناء سفر ہمدان میں سلطان محمود نے وزیر السلطنت ابوالقاسم کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شرف الدولہ نوشیروان بن خالد کو بغداد سے طلب فرمایا' وہ ماہ شعبان سنہ مذکور میں بمقام اصفہان حاضر ہوا' سلطان محمود نے اسے عہدہ وزارت عطا کیا۔ دس مہینہ وزارت کی پھر معزول کر دیا گیا۔ بغداد واپس آیا۔ اس تبدیلی پر بھی وزیر سابق ابوالقاسم قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔ جب سلطان سنجر رے میں آیا تو اس نے وزیر ابوالقاسم کو جیل سے نکال کر سلطان محمود کی وزارت پر آخر ۵۲۲ھ میں مقرر کیا۔

عزالدین ابن برسقی کی وفات: صوبہ موصل پر قابض ہونے سے عزالدین ابن برسقی کا رعب و داب اور جاہ و جلال بڑھ گیا۔ قوت اور شوکت جیسا کہ چاہیے' حاصل ہوگئی' بلاد شام پر قبضہ کی ہوس پیدا ہوئی سلطان محمود سے اجازت حاصل کر کے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ رحبہ پہنچ کر محاصرہ کیا اور قابض ہوا۔ حکومت کی نوبت نہ آئی کہ قبضہ کے فوراً بعد ہی مر گیا۔ سارا لشکر تتر بتر ہو گیا تجہیز و تکفین سے بھی غافل ہو گیا۔ اس کے بعد دفن کیا گیا اس کا لشکر موصل واپس آیا۔

امارت موصل پر عماد الدین زنگی کا تقرر: عزالدین کی وفات کے بعد عنان حکومت اس کے مملوک جاولی کے قبضہ میں آئی۔ اس نے عزالدین کے چھوٹے بھائی کو عزالدین کی جگہ کرسی امارت پر بٹھایا سند حکومت حاصل کرنے کی غرض سے قاضی بہاء الدین ابوالحسن علی شہرزوری اور صلاح الدین محمد باغیانی' امیر صاحب برسقی کو عرض داشت دے کر سلطان محمود کے دربار میں بھیجا یہ دونوں بغرض مشورہ نصیر الدین جعفر (عماد الدین زنگی کا مملوک تھا) کے پاس گئے (صلاح الدین اور نصیر الدین سے سسرالی رشتہ تھا) نصیر الدین نے کہا "تم لوگ بڑے ناسمجھ ہو' کیا تم جاولی کی حرکات سے ناواقف ہو' وہ چلتا پرزہ ہے کیا تم اس کی اطاعت بطیب خاطر پسند کرو گے۔ بہتر یہ ہے کہ عماد الدین زنگی کو طلب کر کے صوبہ موصل کی

گورنری پر متعین کیے جانے کی درخواست کرو۔'' اس مشورہ کے مطابق دونوں وزیر السلطنت' شرف الدین نوشیروان بن خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا ''جزیرہ اور شام پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا ہے' حدود ماردین سے عریش مصر تک عیسائیوں کے قبضہ میں ہے برسقی ایک شجاع اور باتدبیر شخص تھا وہ عیسائیوں کے فریب اور چالاکیوں سے خوف واقف تھا اور ان کی روک تھام کے لیے کافی تھا' اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کی جگہ جو مقرر کیا گیا ہے وہ ایک چھوکرا ہے۔ صوبہ موصل کی حکومت کے لیے ایک تجربہ کار جنگ آزمودہ اور امور سیاسی کا واقف کار شخص ہونا چاہیے جو عیسائیوں کو ان شہروں سے مار بھگائے۔ ہم لوگ آپ کی خدمت میں یہی عرض کرنے آئے ہیں' آئندہ آپ کو اختیار ہے'' وزیر السلطنت نے ان دونوں کی معروضات کو بارگاہ سلطانی میں پیش کیا' سلطان نے ان دونوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حاضر ہوتے کا مشورہ ہونے لگا ارکین دولت میں سے ایک گروہ نے عماد الدین زنگی کے حق میں رائے دی' قاضی بہاء الدین اور صلاح الدین نے بہ نظر خوشنودی' عماد الدین زنگی کی طرف سے بطور نذر ایک بڑی رقم شاہی خزانہ میں داخل کی' سلطان نے کفایت شعاری اور شجاعت کی وجہ سے عماد الدین زنگی کو صوبہ موصل کا گورنر مقرر کیا۔ اس کی جگہ عراق کی پولیس افسری مجاہد الدین بہروز والی تکریت کو عنایت کی۔

عماد الدین زنگی کی روانگی موصل: عماد الدین زنگی شاہی حکم لے کر موصل روانہ ہوا پہلے بوزیج پہنچا قبضہ کیا' پھر موصل کی طرف کوچ کیا جاولی کو اس کی خبر لگی ذرا بھی چون و چرا نہ کی' باظہار اطاعت موصل سے نکل کر استقبال کیا اور اس کی رکاب میں موصل واپس آیا۔ عماد الدین زنگی ماہ رمضان ۵۲۱ھ میں داخل موصل ہوا۔ موصل کا نظم و نسق کرنے لگا۔ جاولی کو رحبہ کی حکومت دے کر رحبہ روانہ کیا۔ نصیر الدین جعفر کو قلعہ موصل پر اور چند اور قلعوں کا حاکم بنایا' صلاح الدین محمد باغیان کو امیر حاجب کا عہدہ عنایت کیا اور قاضی بہاء الدین شہرزوری کو اپنے تمام مقبوضہ علاقہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا قاضی بہاء الدین کو مال وزر کے علاوہ جاگیر بھی دی' مناصب دیئے۔ ہر کام میں ان سے مشورہ لیتا' ان کے مشورے کے بغیر چھوٹا یا بڑا کام نہ کرتا تھا۔

زنگی کا جزیرہ ابن عمر پر قبضہ: زنگی نے موصل کے انتظام سے فارغ ہو کر قبضہ کی غرض سے جزیرہ ابن عمر کی طرف قدم بڑھایا۔ برسقی کا خادم جزیرہ کا فرماں روا تھا وہ مقابلہ پر آیا۔ جنگ چھڑ گئی لیکن دونوں فریقوں کے درمیان دجلہ حائل تھا جس سے عماد الدین زنگی کو کامیابی نہ ہوتی تھی۔ عماد الدین زنگی کو یہ تاخیر پسند نہ آئی لشکر کو حکم دیا کہ ''گھوڑے دجلہ میں ڈال دو اور کمال تیزی سے دجلہ عبور کر کے حریف سے میدان لے لو'' چنانچہ عماد الدین زنگی اور اس کے لشکر نے دجلہ میں گھوڑے ڈال دیئے۔ رکاب سے رکاب ملائے بات کی بات میں دجلہ عبور کر کے زلاقہ[1] پر قبضہ کر لیا۔ حریف کی ایک پیش

---

[1] زلاقہ اس میدان کا نام ہے جو دریائے دجلہ اور جزیرہ کے درمیان میں تھا۔ اہل جزیرہ نے حملہ آور فریق کو دریا عبور کرنے سے روکنے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ دریا عبور کرنے کے بعد زلاقہ میں جنگ ہوئی' شکست اٹھا کر شہر میں داخل ہو کر شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۲ مطبوعہ لیدن۔

نہ گئی۔ سخت اور خونریز جنگ کے بعد حریف کو شکست ہوئی۔ جزیرہ میں داخل ہو کر شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا فتح مند گروہ نے چاروں طرف سے محاصرہ کر کے حملہ پر حملہ شروع کر دیا۔ بالآخر محصورین نے امان کا جھنڈا بلند کیا امان کی درخواست پیش کی۔ قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں۔ عماد الدین زنگی نے قبضہ کر لیا۔

نصیبین کی مہم: اس مہم سے فارغ ہو کر عماد الدین زنگی نے نصیبین کو سر کرنے کی غرض سے کوچ کیا۔ نصیبین حسام الدین تمرتاش بن ابو الغازی والیٔ ماردین کے قبضہ میں تھا۔ عماد الدین زنگی نے پہنچ کر محاصرہ کیا۔ حسام الدین نے اپنے چچازاد بھائی رکن الدولہ داؤد بن سکمان (سقمان) بن ارتق والی قلعہ کیفا کو ان واقعات سے مطلع کیا۔ امداد کی درخواست کی رکن الدولہ نے بذات خود امداد و حمایت پر کمر باندھی۔ فوجیں فراہم کرنے لگا' حسام الدین تمرتاش نے ماردین سے اہل نصیبین کو تشفی آمیز خط لکھا اور امید دلائی کہ پانچ دن کے اندر تمہاری کمک پر ایک بڑا لشکر پہنچ جائے گا۔ عماد الدین زنگی کا لشکر نصیبین کا محاصرہ کیے تھا۔ قاصد جا نہیں سکتا تھا۔ اس وجہ سے یہ خط ایک پرند[1] کے بازو میں باندھ کر نصیبین کی طرف چھوڑ دیا۔ اتفاق سے عماد الدین زنگی کی فوج میں سے کسی سپاہی نے اس پرندے کو پکڑ لیا۔ بازو میں خط بندھا پایا اپنے سردار عماد الدین زنگی کے پاس لایا۔ عماد الدین زنگی نے پڑھا۔ قلم خاص سے لکھ دیا ''پانچ روز کے بجائے بیس یوم تک کی مہلت ہے'' اور پرند کے بازو میں باندھ کر چھوڑ دیا۔ اہل نصیبین نے حسام الدین کا خط پڑھا عماد الدین زنگی کا لکھا ہوا پرچہ دیکھ کر بدحواس ہو گئے۔ بیس دن بہ انتظار امداد ٹھہرے رہے اس اثناء میں عماد الدین زنگی نے بھی کوئی حملہ نہ کیا۔ اکیسویں دن اہل نصیبین نے امان کی درخواست کی۔ عماد الدین زنگی نے امن کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا۔

زنگی کا خابور و حران پر قبضہ: قبضہ نصیبین کے بعد عماد الدین زنگی نے سنجار کا قصد کیا۔ اہل سنجار نے مصالحت کر لی۔ عماد الدین زنگی نے سنجار پر قبضہ کر کے خابور کو سر کرنے کی غرض سے ایک لشکر روانہ کیا۔ خابور بھی سر ہو گیا حران کی طرف بڑھا۔ اہل حران نے حاضر ہو کر اطاعت قبول کی۔ الرہا' سروج بیرہ اور اس کے ملحقات عیسائی حکمرانوں کے قبضہ میں تھے جوسلین عیسائی والیٔ الرہا ان مقامات کا فرماں روا تھا۔ عماد الدین زنگی نے اس سے مراسلت کر کے عارضی صلح کر لی تاکہ مقبوضہ و مفتوحہ علاقہ کا انتظام درست کر کے باطمینان تمام اس مہم کو پورا کرلے جس کا اس نے ارادہ کیا تھا اور جس غرض کے لیے اسے موصل کی گورنری عطا ہوئی تھی۔[2]

قطلغ ابہ کا حلب پر قبضہ: ماہ محرم ۵۲۲ھ میں عماد الدین زنگی نے فرات کو حلب کی جانب سے عبور کیا' عز الدین مسعود بن آقسنقر برسقی جس وقت حلب سے اپنے باپ کے قتل کے بعد موصل روانہ ہوا تھا اپنے امراء دولت میں سے

---

[1] پرند کا نام کسی مورخ نے نہیں لکھا غالباً کبوتر ہوگا۔ یہی جانور اس زمانہ میں نامہ بری کا کام دیتا تھا۔

[2] عماد الدین نے ان مقامات کو مسلمان حکمرانوں سے اس وجہ سے چھینا کہ وہ عیسائیوں کو ملک شام اور جزیرہ سے اس وقت تک نہیں نکال سکتا تھا جب تک کہ یہ مقامات اور شہر اس کے قبضہ میں نہ آ جاتے۔ اس کے علاوہ ان اسلامی حکمرانوں کا عدم وجود دونوں برابر تھا۔ یہ عیسائیوں سے دبے ہوئے تھے کمزور پڑتے تھے بعض بعض انہیں خراج دیتے تھے۔ ان کی اطاعت کو کامیابی کا باعث سمجھتے تھے۔

قرمان نامی ایک امیر کو مقرر کیا تھا۔ تھوڑے دن بعد قرمان کو معزول کر کے قطلغ ابہ کو مامور کیا۔ قطلغ ابہ عز الدین کا حکم لے کر حلب پہنچا' قرمان نے چارج نہ دیا اور یہ کہا کہ مجھ سے اور عز الدین سے کچھ امور طے ہوئے ہیں۔ جب تک میں انہیں اس حکم نامہ میں دیکھ نہ لوں گا' حلب کی حکومت سے دستبردار نہ ہوں گا۔ قطلغ ابہ ان امور کو حاصل کرنے کے لیے عز الدین مسعود کی خدمت میں واپس ہوا۔ رحبہ پہنچا تو عز الدین مسعود کا انتقال ہو چکا تھا۔ حلب کی جانب پھر لوٹا' فضائل بن بدیع اور سرداران حلب نے قطلغ ابہ کی اطاعت قبول کی اور قرمان کو ایک ہزار دینار دے کر برطرف کر دیا۔ قطلغ ابہ نے قلعہ حلب پر نصف (ماہ جمادی الآخر) ۵۲۱ھ میں قبضہ کیا' قبضہ کرنا تھا کہ دماغ پھر گیا۔ ظلم' تعدی' بداخلاقی اور متروکات پر دست درازی شروع کر دی' اوباشوں اور مفسدوں کی بن آئی' یہی اس کے درباری اور ہم نشین بنے' اس وجہ سے عوام اور خواص کے دل اس سے برافروختہ ہو گئے۔

بدر الدولہ سلیمان اور قطلغ ابہ کی جنگ: بدر الدولہ بن عبد الجبار بن ارتق حلب کا سابق فرماں روا جس نے حکومت چھوڑ دی تھی موجود تھا۔ اہل شہر اس کے پاس گئے' قطلغ ابہ کے مظالم کی شکایت کی اور اس کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کر کے قطلغ ابہ پر حملہ کیا' قطلغ ابہ قلعہ بند ہو گیا۔ اہل حلب نے محاصرہ کیا' مہیا ر والی منبج اور حسن والی مراغہ' اہل شہر اور قطلغ ابہ سے مصالحت کرانے کے لیے آیا۔ لیکن مصالحت نہ ہو سکی۔ عیسائیوں کو اس کی خبر لگی۔ منہ میں پانی بھر آیا۔ حلب پر قبضہ کا لالچ پیدا ہوا۔ اہل حلب اور قطلغ ابہ کے باہمی جھگڑے سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ جوسلین والی الرہا فوج نظام اور عیسائی مجاہدوں کو لیے حلب آ پہنچا۔ اہل حلب نے زرتاوان دے کر جوسلین کو واپس کیا۔ انطاکیہ کا عیسائی بادشاہ اپنی فوج لیے پہنچ گیا۔ آخر سنہ مذکور تک حلب کا محاصرہ کیے رہا اور اہل حلب قلعہ حلب کا حصار کیے رہے۔

حلب پر عماد الدین زنگی کا قبضہ: جب عماد الدین زنگی موصل' جزیرہ اور شام کا حکمران ہوا تو اہل حلب اس کے مطیع ہو گئے۔ بدر الدولہ سلیمان اور قطلغ ابہ' عماد الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے موصل روانہ ہوئے' حسن قراقوش حلب کا عارضی حکمران مقرر ہوا۔ چند دنوں بعد عماد الدین کی طرف سے صلاح الدین باغیان ایک فوج لے کر حلب آیا۔ قلعہ پر قبضہ کیا۔ شہر کا انتظام درست کیا۔ اس کے بعد عماد الدین زنگی اپنے لشکر ظفر پیکر کے ساتھ حلب کی طرف روانہ ہوا اثناء سفر میں منبج اور مراغہ پر قبضہ حاصل کرتا ہوا حلب پہنچا۔ امراء لشکر اور سپاہیوں کو جاگیریں دیں قطلغ ابہ کو گرفتار کر کے بدر الدولہ سلیمان کے حوالہ کر دیا۔ بدر الدولہ سلیمان' عماد الدین زنگی سے متنفر ہو کر خاموشی سے قلعہ جعبر بھاگ گیا۔ عماد الدین زنگی نے حکومت حلب پر ابو الحسن علی بن عبد الرزاق کو مامور کیا۔

سلطان سنجر اور ملک طغرل: ملک طغرل اور دبیس' سلطان سنجر کی خدمت میں بمقام خراسان حاضر ہوئے۔ دبیس نے عراق پر قبضہ کی ترغیب دی اور یہ ذہن نشین کیا کہ مسترشد باللہ عباسی خلیفہ بغداد اور سلطان محمود آپ کی روک تھام اور مقابلے پر متفق ہو گئے ہیں' سلطان سنجر اس فریب میں آ گیا' عراق کی طرف روانہ ہوا۔ رے پہنچ کر سلطان محمود کو طلبی کا خط لکھا (سلطان محمود اس وقت ہمدان میں تھا) سلطان محمود نہایت عجلت سے مسافت طے کر کے سلطان سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا' سلطان سنجر نے اپنی فوج کو استقبال کا حکم دیا' اپنے برابر تخت پر بٹھایا آخر ۵۲۲ھ تک سلطان سنجر کی خدمت میں

رہا۔ اس کے بعد سلطان سنجر خراسان کی جانب اور سلطان محمود ہمدان کی طرف واپس ہوئے واپسی کے وقت سلطان سنجر نے سلطان محمود کو ہدایت کی کہ دبیس کو اس کے شہر کی طرف واپس کر دینا۔

سلطان محمود کی بغداد روانگی: اس کے بعد سلطان محمود عراق روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ بغداد کے قریب پہنچا۔ وزیر السلطنت نے استقبال کیا۔ ۹ محرم ۵۲۳ھ میں دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ دبیس نے حاضر ہو کر ایک لاکھ دینار پیش کیے' گورنری موصل کی درخواست کی عماد الدین زنگی تک یہ خبر پہنچی' ایک لاکھ دینار اور بہت سے نذرانے و تحائف لے کر حاضر ہوا۔ شاہی دربار میں پیش کیے' سلطان محمود نے عماد الدین زنگی کو خلعت اور موصل واپس جانے کا ارشاد فرمایا' نصف سنہ مذکور (ماہ جمادی الآخر) میں بغداد سے روانہ ہوا۔ مجاہد الدین بہروز کو بغداد کا افسر پولیس مقرر کیا اور حلہ کی حکومت عنایت کی۔

سلطان محمود کی وفات: سلطان محمود نے اپنی وفات سے پیشتر چند اراکین دولت کو (جس میں عز الدین ابونصر احمد بن حامد مستوفی' امیر انوشتکین معروف بہ شیر گیر اور اس کا لڑکا عمر تھا) وزیر السلطنت ابوالقاسم الشادی کے کہنے سے گرفتار کر کے قتل کیا۔ اس کے بعد بیمار ہوا اور انتقال کر گیا[1]

---

[1] سلطان محمود کی عمر بوقت وفات ۲۹ سال تھی' ۱۲ برس ۵ مہینہ ۲۰ یوم حکمرانی کی۔ شوال ۵۲۵ھ میں وفات پائی نہ حلیم اور عقلمند تھا۔ ناگوار باتیں سنتا اور باوجود قدرت کے سزا نہ دیتا تھا' طمعی نہ تھا متقی تھا۔ امراء و اراکین دولت کو رعایا کے مال پر دست درازی سے روکتا تھا۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۰۔ صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ لیڈن۔

باب : ۵

سلطان مسعود بن سلطان محمود

وزیر السلطنت ابوالقاسم اور اتابک آقسنقر احمد یلی نے متفق ہو کر سلطان محمود کے بیٹے ''داؤد'' کو تخت حکومت پر بٹھایا' بیعت کی' صوبجات جبل اور آذربائیجان میں سلطان داؤد نے محاصرہ اٹھالیا' سلطان مسعود تبریز سے ہمدان چلا آیا۔ عماد الدین زنگی گورنر موصل سے مراسلت شروع کی' امداد کا خواستگار ہوا' عماد الدین زنگی نے امداد کا وعدہ کیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے دربار خلافت میں عرضداشت بھیجی۔ بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی' سلطان داؤد نے بھی اس سے قبل اسی قسم کی درخواست دربار خلافت میں پیش کی تھی' خلافت مآب نے دونوں کی درخواست نامنظور فرمائی اور یہ تحریر فرمایا کہ خطبہ میں صرف سلطان سنجر کا نام پڑھا جائے گا اور خفیہ طور پر سلطان سنجر کو لکھ بھیجا کہ تم کسی کے نام کو خطبہ میں داخل کرنے کی اجازت نہ دینا۔ صرف تمہارا ہی نام کا خطبہ پڑھا جائے گا سلطان سنجر کو اس تحریر کی وجہ سے ایک بہترین موقع انکار کا مل گیا۔

سلجوق شاہ کی بغداد میں آمد: سلطان مسعود کو عماد الدین زنگی کے وعدۂ امداد سے بہت بڑی تقویت ہوئی' لشکر فراہم کر کے بغداد کی جانب کوچ کیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا بھائی سلجوق شاہ دارالخلافت بغداد پہنچ گیا۔ شاہی محل سرا میں قیام کیا۔ اتابک قراجا ساقی والی فارس وخوزستان ایک بڑی فوج کے ساتھ اس کی رکاب میں تھا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی عزت واحترام سے پیش آیا۔ اپنی حمایت وامداد کا وعدہ اور حلف لے لیا۔

خلیفہ مسترشد اور سلطان مسعود میں مصالحت: سلطان مسعود نے بغداد کی روانگی کے وقت عماد الدین زنگی کو بغداد آنے کے لیے لکھا تھا چنانچہ عماد الدین زنگی موصل سے بغداد روانہ ہوا اور سلطان مسعود کوچ وقیام کرتا عباسیہ خالص پہنچا خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور سلجوق شاہ کی فوجیں اس کے مقابلہ پر آئیں اور قراجا ساقی' عماد الدین زنگی کی مدافعت کے لیے روانہ ہوا' مقام معشوق میں مڈبھیڑ ہوئی' قراجا ساقی نے عماد الدین زنگی کو شکست دی' اس کے بہت سے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا' عماد الدین زنگی شکست کھا کر تکریت کی طرف بھاگا' نجم الدین ایوب[1] (ملوک ایوبیہ کا مورث اعلیٰ) حاکم تکریت نے دریا عبور کرنے کے لیے کشتیاں فراہم کیں۔ چنانچہ عماد الدین زنگی دجلہ عبور کر کے موصل چلا گیا۔ سلطان

---

[1] نجم الدین ایوب سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس کا باپ ہے۔ اسی حسن خدمت سے عماد الدین زنگی نے نجم الدین ایوب کو اپنے ارکین دولت میں شامل کر لیا جن سے آئندہ اس کے بیٹے صلاح الدین یوسف کو ملک مصر وشام پر قبضہ کا موقع ملا۔ مترجم

مسعود' عباسیہ خالص سے ملکیہ پہنچا۔ سلجوق شاہ کا مقدمتہ الجیش سلطان مسعود کے مقدمتہ الجیش سے بھڑ گیا لڑائی شروع ہو گئی۔ سلجوق شاہ کی طلبی پر قراجا ساقی نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے آ گیا۔ سلطان مسعود عماد الدین زنگی کی شکست سے مطلع ہو کر ہمت ہار گیا۔ لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ خلیفہ مسترشد عباسی کی خدمت میں کہلا بھیجا "میرا چچا سلطان سنجر رے پہنچ گیا ہے عنقریب بغداد پہنچا چاہتا ہے' اگر مجھے حکم دیں تو میں اس کی مدافعت کے لیے عراق روانہ ہوں' کامیابی کے بعد عراق خلافت مآب کا مقبوضہ قرار پائے گا مگر شرط یہ ہے کہ سلطنت کی عنان میرے قبضہ میں رہے اور سلجوق شاہ میرے بعد تخت حکومت کا مالک ہوگا" خلافت مآب نے ان شرائط کو منظور فرما لیا۔ فریقین نے قسمیں کھائیں' سلطان محمود خوشی سے اچھلتا کودتا دار الخلافت میں داخل ہوا۔ محل سرائے شاہی میں قیام کیا اور سلجوق شاہ دار الشحنہ (انسپکٹر جنرل پولیس) کے مکان میں ٹھہرا۔

خلیفہ مسترشد کی روانگی خانقین: سلطان محمود کے انتقال کے بعد سلطان سنجر خراسان سے صوبجات جبل کی طرف روانہ ہوا ملک طغرل (اس کا بھتیجا' سلطان محمد کا بیٹا) ہمراہ تھا۔ رفتہ رفتہ رے پہنچا' ذرا دم لے کر رے سے ہمدان کا راستہ لیا۔ سلطان مسعود نے بھی روک تھام اور مدافعت کی غرض سے کوچ کیا۔ قراجا ساقی اور سلجوق شاہ ہمراہ تھے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے ان لوگوں کے ساتھ چلنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اس وجہ سے روانگی میں تاخیر کی۔ سلطان مسعود اور سلجوق شاہ نے خلافت مآب کی خدمت میں قراجا ساقی کو روانہ کیا۔ چنانچہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی' خانقین کی طرف روانہ ہوا۔ خانقین پہنچ کر قیام کیا' سلطان سنجر کے نام کا خطبہ عراق سے موقوف کر دیا گیا۔

جنگ سلطان سنجر و سلطان مسعود: چونکہ سلطان سنجر نے دبیس اور عماد الدین زنگی کو ملا لیا تھا۔ دبیس کو حلہ اور عماد الدین زنگی کو بغداد کی پولیس افسری دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وجہ سے دبیس اور عماد الدین زنگی میدان خالی دیکھ کر بغداد پر قبضہ کرنے کے لیے بڑھے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو اس کی خبر لگی۔ ان دونوں سے میل جول کی غرض سے بغداد کی طرف واپس ہوا' سلطان مسعود اور اس کا بھائی سلجوق شاہ' سلطان سنجر سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ لیکن سلطان سنجر کی کثرت فوج نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ سلطان سنجر ایک شب و روز کی مسافت طے کر کے قریب پہنچا' سلطان مسعود دینور واپس آیا خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے انتظار میں جنگ کو بہ حیلہ و حوالہ ٹال رہا تھا لیکن جب کوئی موقع جنگ کو ٹالنے کا باقی نہ رہا تو تن بہ تقدیر مقابلہ پر آیا۔ دوران' نواح دینور میں دونوں حریف صف آرا ہوئے قراجا ساقی نے سلطان سنجر پر حملہ کیا معرکہ کارزار نہایت سختی سے گرم ہو گیا' قراجا ساقی کو کئی زخم لگے' سلطان سنجر کی فوج نے دفعۃً حملہ کر کے قراجا ساقی کی رکاب کے لشکر کو گھیر لیا۔ بہتیرے ہمراہی مارے گئے قراجا ساقی گرفتار ہو گیا۔ سلطان مسعود کو شکست ہوئی۔ اس کے بہت سے سردار اور امرائے دولت کام آئے۔ سلطان مسعود کے ہمراہیوں میں سے قزل نامی ایک سردار میدان جنگ سے پہلے بھاگا' اسے بھاگتا دیکھ کر فوج بھی بھاگ نکلی۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۵۲۶ھ کا ہے۔[1]

---

[1] اس لڑائی میں سلطان سنجر کے میمنہ میں ملک طغرل (سلطان سنجر کا بھتیجا) قماج اور امیر امیران۔ میسرہ میں خوارزم شاہ آتسز بن محمد اور چند سردار لشکر اور قلب لشکر میں خود سلطان سنجر تھا۔ ایک لاکھ سوار رکاب میں تھے جس میں سے دس ہزار سوار قلب میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ملک طغرل کی تخت نشینی: کامیابی کے بعد سلطان سنجر نے سلطان مسعود کے خیمہ میں قیام کیا قراجا ساقی پابہ زنجیر پیش ہوا۔ سلطان سنجر کے حکم سے قتل کر دیا گیا' اس کے بعد سلطان مسعود حاضر ہوا۔ سلطان سنجر نے گلے سے لگایا' عزت کی اور گنجہ کی حکومت پر واپس کیا' تمام ممالک محروسہ سلجوقیہ میں ملک طغرل بن سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا حکومت وسلطنت پر متمکن ہوا۔ سلطان محمود کے وزیر ابوالقاسم الشاباذی کو قلمدان وزارت سپرد ہوا' آخر ماہ رمضان ۵۲۶ھ میں چچا اور بھتیجے نیشاپور کی جانب مظفر ومنصور واپس ہوئے۔

ملک طغرل اور سلطان داؤد کی جنگ: آپ ابھی پڑھ آئے ہیں کہ سلطان سنجر نے کامیابی کے بعد اپنے بھتیجے ملک طغرل کو تخت حکومت پر متمکن کیا' ملک طغرل نیشاپور سے ہمدان چلا آیا اور سلطان سنجر یہ سن کر کہ والی ماوراء النہر احمد خاں باغی ہو گیا ہے' اصلاح اور سرکوبی کی غرض سے خراسان کی طرف روانہ ہوا اور چند روز تک ان معاملات کے سلجھانے میں مصروف رہا۔ ملک داؤد کو موقع مل گیا۔ آذربائیجان اور گنجہ میں خودمختار حکومت کا دعویٰ کر دیا۔ فوجیں فراہم کیں۔ ملک گیری کا حوصلہ بڑھا ہمدان کی طرف کوچ کیا' برتقش زکوئی اتابک آقسنقر احمد یلی' اور طغرل بن برسق اپنی اپنی فوجیں لیے رکاب میں تھے۔ ملک طغرل کو اس کی اطلاع ہوئی' فوج مرتب کر کے میدان میں آیا۔ ملک داؤد کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی سبب یہ ہوا کہ برتقش زکوئی کی حرکات اور بے جا کارروائیوں کا فوج کو احساس ہو گیا۔ ترکمانوں نے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ آقسنقر اتابک بھاگ گیا۔ ملک داؤد کو شکست ہوئی یہ واقعہ ماہ رمضان ۵۲۶ھ کا ہے۔

ملک داؤد شکست کے بعد ماہ ذی القعدہ میں دارالخلافت بغداد پہنچا۔ اتابک آقسنقر ساتھ تھا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے عزت واحترام سے شاہی محل سرا میں ٹھہرایا۔

سلطان مسعود اور سلطان داؤد: سلطان مسعود کا اپنے چچا سلطان سنجر سے شکست پانے' سلطان مسعود کے گنجہ واپس جانے' ملک طغرل کی تخت نشینی سلطان داؤد کی لڑائی اور شکست' اس کے بعد سلطان داؤد کے بغداد جانے کے واقعات ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

جس وقت سلطان مسعود کو سلطان داؤد کی شکست اور روانگی بغداد کا حال معلوم ہوا سامان سفر درست کر کے بغداد کا راستہ لیا۔ سلطان داؤد نے اس سے مطلع ہو کر بغداد سے باہر بڑے تپاک سے استقبال کیا گھوڑے سے اتر کر زمین بوسی کی۔ ماہ صفر ۵۲۷ھ میں سلطان مسعود دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا' شاہی محل سرا میں قیام کیا' سلطان مسعود اور سلطان داؤد کے نام کا جامع بغداد میں خطبہ پڑھا گیا' پھر دونوں نے متفق ہو کر آذربائیجان پر حملہ کا تہیہ کیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے امداد

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے) تھے۔ کالی کالی پہاڑیوں (ہاتھی) کا ایک جھنڈ آگے تھے۔ ملک مسعود کے میمنہ میں قراجا ساقی اور امیر قزل' میسرہ میں برتقش زکوئی اور یوسف جاوش تھا۔ قراجا ساقی نے سلطان سنجر کے قلب لشکر پر حملہ کیا ملک طغرل اور خوارزم شاہ سرداران میمنہ ومیسرہ نے چکر کاٹ کر قراجا ساقی کو چاروں طرف سے گھیر لیا نہایت سخت اور خونریز جنگ ہوئی۔ قراجا ساقی محاصرہ میں آ گیا۔ ہاتھ پاؤں بہت کچھ مارے لیکن کامیاب نہ ہوا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۷ مطبوعہ لیدن۔

حاصل کرنے اور فوج بھیجنے کی درخواست کی خلافت مآب نے درخواست منظور فرمائی۔

فتح آذر بائیجان: چنانچہ سلطان مسعود اور سلطان داؤد ایک بڑی فوج کے ساتھ آذر بائیجان کو سر کرنے کے لیے روانہ ہوئے' مراغہ پہنچے آقسنقر آحمد یلی نے مال وزر اور بہت سے سفری خیمے نذر کیے سلطان مسعود نے بلا قتل وقتال صوبہ آذر بائیجان پر قبضہ کر لیا' حاکم آذر بائیجان اور اس کی فوج بھاگ گئی۔ شہر آذر بائیجان ایمن جا کر قلعہ بند ہوا۔ سلطان مسعود اور سلطان داؤد نے پہنچ کر محاصرہ ڈالا۔ لڑائی ہوئی بالآخر سلطان مسعود فتح یاب ہوا۔ محصورین کی ایک جماعت کام آ گئی۔ باقی ماندگان بھاگ گئے۔

جنگ سلطان مسعود اور ملک طغرل: آذر بائیجان کے قبضہ سے فارغ ہو کر سلطان مسعود ملک طغرل سے جنگ کرنے کے لیے ہمدان روانہ ہوا۔ چنانچہ اسے شکست دے کر ماہ شعبان ۵۲۶ھ میں ہمدان پر قبضہ کیا۔ ملک طغرل رے چلا گیا۔ پھر رے سے اصفہان واپس آیا۔ اس کے بعد آقسنقر احمد یلی کو ہمدان میں فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے قتل کر ڈالا' کہا جاتا ہے کہ سلطان مسعود نے آقسنقر احمد یلی کو قتل کرایا۔

ملک طغرل کی شکست: سلطان مسعود یہ سن کر کہ ملک طغرل اصفہان میں ہے محاصرہ اور جنگ کی غرض سے اصفہان روانہ ہوا' ملک طغرل اصفہان چھوڑ کر فارس چلا گیا۔ سلطان مسعود نے اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ ملک طغرل کے تعاقب میں بیضا تک پہنچا۔ ملک طغرل کے بعض سرداران لشکر نے تنگ آ کر سلطان مسعود سے امان حاصل کی' ملک طغرل کو اپنے ہمراہیوں سے خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا کہیں وہ دھوکا دے کر سلطان مسعود سے نہ جا ملیں' رے کا راستہ اختیار کیا۔ اثناء سفر میں بماہ شوال سنہ مذکور میں امیر شیر گیر کے غلاموں نے وزیر السلطنت ابوالقاسم انشابادی کو قتل کر ڈالا۔ ملک طغرل بحکم سلطان تنگ آید بجنگ آید لوٹ پڑا سلطان مسعود کے مقابلہ میں صف آرائی کی۔ ایک دوسرے سے گتھ گئے شدید لڑائیاں ہوئیں ملک طغرل کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ حاجب تنکی' ابن بقر اور اکثر سرداران لشکر گرفتار ہو گئے سلطان مسعود کے سامنے تنکی اور ابن بقر اپیش کیے گئے سلطان مسعود نے رہا کر دیا اور ہمدان واپس آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

معرکہ قزوین: ملک طغرل پر فتح یاب ہونے کے بعد سلطان داؤد کو سلطان محمود کی بدعہدی اور بغاوت کی اطلاع ہوئی' فوراً فوج مرتب کر کے آذر بائیجان پہنچا اور سلطان داؤد کا قلعہ آذر بائیجان میں محاصرہ کر لیا[2] ۔۔۔۔۔۔۔ ملک طغرل نے فوجیں مہیا کر کے سلطان مسعود کے بعض شہروں پر قبضہ کر لیا۔ سپہ سالاروں کو انتظام کی غرض سے ان شہروں کی حکومت پر متعین کیا۔ سلطان مسعود یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ کوچ کا حکم دیا۔ قزوین میں مقابلہ ہوا۔ بوقت مقابلہ سلطان مسعود کے وہ سرداران لشکر جو ملک طغرل سے مل گئے تھے ملک طغرل کے لشکر میں آ ملے اس وجہ سے ملک مسعود کو شکست ہوئی' یہ واقعہ ماہ

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر میں بجائے آذر بائیجان' اردبیل' لکھا ہے اور غالباً یہی صحیح ہے کیونکہ وہ منقول عنہ ہے دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۴ مطبوعہ لیدن۔

[2] کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا۔

رمضان ۵۲۸ھ کا ہے۔

سلطان مسعود کی بغداد میں آمد: شکست کے بعد سلطان مسعود نے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے بغداد واپس آنے کی اجازت طلب کی خلافت مآب نے اجازت دے دی' اس وقت سلجوق شاہ (سلطان مسعود کا بھائی) بقش سلاحی نائب السلطنت کے ساتھ اصفہان میں قیام پذیر تھا سلطان مسعود کی شکست کی خبر سن کر نہایت تیزی سے راہ طے کر کے سلطان محمود سے پیشتر بغداد پہنچ گیا خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے شاہی محل سرا میں ٹھہرایا۔ خلعت و انعام سے سرفراز کیا اس کے بعد سلطان مسعود اور اس کے اکثر مصاحبین بحال پریشان بغداد پہنچے' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے لباس' گھوڑے آلات حرب اور روپے دیئے۔ سلطان مسعود ۱۵ شوال سنہ مذکور میں محل سرائے شاہی میں داخل ہوا اور ملک طغرل نے ہمدان میں قیام کیا۔

خلیفہ مسترشد باللہ اور سلطان مسعود میں کشیدگی: چند روز بعد خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے سلطان مسعود کو ملک طغرل کی بداخلت اور جنگ کے لیے ہمدان جانے کا حکم دیا۔ بہ نفس نفیس اس مہم میں شریک ہونے کا وعدہ فرمایا لیکن سلطان مسعود نے کسی وجہ سے اس حکم کی تعمیل میں تاخیر سے کام لیا۔ مسعود کے بعض امراء اور سرداران لشکر خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے' بعض پر سلطان مسعود کو ملک طغرل سے سازش کا شبہ ہوا۔ سلطان مسعود نے چند لوگوں کو گرفتار کر لیا ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ اس سے اوروں کو خوف پیدا ہوا سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ خلیفہ مسترشد نے سلطان مسعود کو ان لوگوں کو واپس لانے کا حکم دیا' سلطان مسعود نے اس حکم پر کوئی توجہ نہ دی۔ خلیفہ مسترشد کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ دونوں کے دلوں میں کدورت بیٹھ گئی' کشیدگی اور رنجش بڑھ گئی' خلیفہ مسترشد نے امداد و اعانت سے کھینچ لیا۔

ملک طغرل کی وفات: اس اثناء میں بماہ محرم ۵۲۹ھ ملک طغرل کی وفات کی خبر پہنچی' سلطان مسعود بغداد سے ہمدان روانہ ہوا شرف الدین نوشیرواں بن خالد کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔ مسعود شرف الدین کو بغداد سے اپنے ہمراہ لیا تھا۔ رفتہ رفتہ فوجیں آ گئیں' ہمدان اور جبل پر قابض ہو گیا۔

جنگ سلطان مسعود و خلیفہ مسترشد باللہ: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور سلطان مسعود میں قیام بغداد کے زمانہ میں ان امراء کی بدولت رنجش پیدا ہو گئی تھی جو سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ کر خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے تھے پھر جب سلطان مسعود ملک طغرل کے انتقال کے بعد تو امرائے حکومت کی ایک جماعت جن میں برنقش زکوی' قزل' قراسنقر خمارتکین والی ہمدان' عبدالرحمن بن طغایرک اور دبیس بن صدقہ کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ سلطان مسعود سے علیحدہ ہو کر خوزستان چلی گئی۔ والی خوزستان ''برسق بن برسق'' نے ان لوگوں کی رائے سے موافقت کی اور ان کا ہمدرد بن گیا۔ ان لوگوں نے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے امان کی درخواست کی' دربار خلافت میں حاضری کی اجازت چاہی' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے دبیس بن صدقہ کے علاوہ تمام امراء کو امان دی

امان نامہ لکھ کر سدید الدولہ بن انباری کی معرفت بھیج دیا۔ اس وجہ سے دبیس بن صدقہ کو اپنے رفقاء سے خطرہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ مجھے گرفتار کر لیں؛ علیحدہ ہو کر سلطان مسعود کی خدمت میں واپس گیا۔ بقیہ امراء بغداد گئے اور خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو سلطان مسعود سے جنگ کرنے پر تیار کیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی ان خود غرض امیر دن کے کہنے میں آ گیا' ان لوگوں کی عزت و توقیر بڑھائی آخر رجب ۵۲۹ھ میں سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لیے بغداد سے کوچ کیا۔ والی بصرہ اثناء سفر میں بصرہ بھاگ گیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے امان دینے کا وعدہ کیا۔ طلبی کا فرمان بھیجا۔ لیکن والی بصرہ واپس نہ ہوا۔ اس سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی روانگی میں تاخیر کرنے لگا۔ لیکن سرداروں نے پھر جنگ پر ابھارا' اور طرح طرح کے سبز باغ دکھائے چنانچہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کمر بستہ ہو کر ماہ شعبان سنہ مذکور میں روانہ ہوا۔ برسق بن برسق اپنی فوج لیے بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا۔ اس وقت خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی فوج کی تعداد سات ہزار سے بڑھ گئی۔ عراق میں تین ہزار فوج اپنے خادم ''اقبال'' کے ساتھ چھوڑ کر آگے بڑھا' اطراف بلاد کے حکمرانوں نے دربار خلافت میں فدویت نامہ روانہ کیا۔ اطاعت و فرمان برداری سے پیش آئے۔

ان واقعات کی اطلاع سلطان مسعود کو ہوئی پندرہ ہزار کی جمعیت سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے لشکر کا ایک گروہ پیدا کر علیحدہ ہو گیا۔ سلطان داؤد بن سلطان محمود نے آذربائیجان سے کہلا بھیجا ''آپ دینور میں جا کر قیام فرمائیے' یہ جانباز فوج لے کر آ جائے تو مقابلہ کیجیے'' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے توجہ نہ کی۔ جنگ کے ارادے سے کوچ کیا۔ عماد الدین زنگی نے موصل سے خلافت مآب کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ اتفاق وقت سے نہ پہنچ سکیں اور لڑائی چھڑ گئی۔

خلیفہ مسترشد باللہ کی گرفتاری: ۱۰ رمضان سنہ مذکور میں بمقام دایمرج دونوں حریف صف آرا ہوئے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی فوج کا میسرہ سلطان مسعود سے مل گیا۔ میمنہ کو شکست ہوئی' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی گرفتار کر لیا گیا خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے ساتھ وزیر (شرف الدین علی بن طراد زینبی) قاضی القضاۃ بغداد' خلافت مآب کا خزانچی (ابن طلحہ) ابن انباری' خطباء فقہاء اور علماء گرفتار ہوئے' خلافت مآب ایک خیمہ میں ٹھہرائے گئے۔ ان کا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا' وزیر اور دیگر چند امراء پابہ زنجیر قلعہ سرجہان بھیج دیئے گئے۔ بقیہ کو بغداد واپس کیا' سلطان مسعود ہمدان کی جانب واپس ہوا۔ امیر بک ابہ کو بغداد کا پولیس افسر مقرر کر کے روانہ کیا آخر ماہ رمضان میں وارد بغداد ہوا۔ شاہی غلاموں کا ایک گروہ رکاب میں تھا ان لوگوں نے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ بغداد کے عوام الناس کو اس سے صدمہ پہنچا۔ جمع ہو کر ہنگامہ کر دیا۔ بہت سے عوام الناس مارے گئے۔

خلیفہ مسترشد باللہ اور سلطان مسعود میں مصالحت: اس کے بعد سلطان مسعود ماہ شوال سنہ مذکور میں ہمدان سے مراغہ روانہ ہوا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نظر بند ہمراہ تھا۔ مصالحت کا نامہ و پیام ہونے لگا بالآخر ان شرائط پر مصالحت ہوئی۔

ؔ امان نامہ بابن بلالی میں نے تاریخ کامل سے نقل کیا ہے۔ دیکھو جلد ۱۱ صفحہ ۱۵ مطبوعہ لیدن۔

(۱) خلیفہ مسترشد باللہ عباسی فوج فراہم نہ کرے۔

(۲) خانہ نشین رہے۔ جنگ کے لیے محل سرائے خلافت سے باہر قدم نہ نکالے۔

خلیفہ مسترشد باللہ کا قتل: خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سلطان مسعود سے رخصت ہوا۔ سلطان مسعود نے اظہار فدویت کے لیے اطاعت قبول کی۔ حفاظت کے لیے جو لوگ مقرر تھے وہ علیحدہ ہو گئے۔ فرقہ باطنیہ کا ایک گروہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے خیمہ میں گھس گیا' کئی زخم کاری پہنچائے قتل کیا' مثلہ[1] کیا۔ برہنہ چھوڑ دیا۔ مقتول خلیفہ کے ساتھ چند مصاحبین بھی قتل ہوئے باطنیہ قاتلوں کا تعاقب کیا گیا سب کے سب مار ڈالے گئے۔ یہ واقعہ نصف (۱۷) ذیقعدہ ۵۲۸ھ کا ہے۔ تقریباً ۱۸ سال خلافت کی' فصیح' بلیغ' شجاع' عالی ہمت اور منشی تھا (۴۴ سال ۳ ماہ کی عمر پائی)

خلیفہ راشد باللہ کی تخت نشینی: خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے قتل کے بعد سلطان مسعود نے یک ابہ پولیس افسر بغداد کو لکھا کہ مقتول خلیفہ کے بیٹے ابوجعفر منصور کو حسب ولی عہدی تخت خلافت پر متمکن کر کے رسم بیعت انجام دو' چنانچہ واقعہ قتل کے آٹھویں دن ابوجعفر منصور تخت نشین ہوا' اراکین دولت' ممبران خاندان خلافت اور ابوالنجیب واعظ نے بیعت کی' الراشد کا لقب اختیار کیا۔

اقبال (خادم خلیفہ مسترشد باللہ عباسی) کو جب خلیفہ مقتول کے قتل کی خبر پہنچی' وہ اس وقت بغداد میں مقیم تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں تو دریائے دجلہ کو غربی جانب سے عبور کیا' تکریت پہنچ کر مجاہد الدین بہروز کے پاس قیام پذیر ہوا۔

خلیفہ راشد باللہ و سلطان مسعود: خلیفہ راشد باللہ عباسی کے تخت نشین ہونے کے بعد سلطان مسعود نے برنقش زکوی کو خلافت مآب کے پاس بھیجا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی قرارداد صلح کے مطابق چار لاکھ دینار کا مطالبہ کیا' خلیفہ راشد باللہ عباسی نے جواب دیا ''میرے پاس اب کچھ نہیں ہے۔ جس قدر زر نقد موجود تھا وہ مقتول خلیفہ مسترشد کے ساتھ تھا اور وہ لوٹ لیا گیا' اس کے بعد خلیفہ راشد باللہ عباسی نے فوج فراہم کی' کجرابہ کو اس کی سرداری عنایت فرمائی' شہر پناہ کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ برنقش زکوی اور یک ابہ نے اتفاق کر کے محل سرائے خلافت پر حملہ کیا' خلیفہ راشد کا لشکر مقابلہ پر آیا باشندگان بغداد نے بھی راشدی لشکر کا ساتھ دیا' لڑائی ہوئی' برنقش زکوی اور یک ابہ کو شکست ہوئی' شہر بغداد سے خراسان کی طرف نکال دیئے گئے' یک ابہ واسط چلا گیا اور برنقش زکوی نے سرخس کا راستہ لیا۔

ابوعبداللہ اور حسن اقبال کی گرفتاری و رہائی: واقعات بالا کا مشہور ہونا تھا کہ سلطان داؤد ماہ صفر ۵۳۰ھ میں آذربائیجان سے بغداد پہنچا۔ محل سرائے شاہی میں قیام کیا۔ اس کے بعد ہی عماد الدین زنگی موصل سے' صدقہ بن دبیس حلہ سے' عنتر بن ابی عسکر جاوانی منتظم امور سلطنت صدقہ' برنقش بازدار والی قزوین' نقش کبیر والی اصفہان' ابن برسق اور ابن

---

[1] عرب میں دستور تھا کہ جس مقتول کی بے عزتی کرتے تھے اس کے کان' ناک اور عضو تناسل کاٹ دیتے تھے اسی کو ''مثلہ'' کرنا کہتے ہیں۔ (مترجم)

احمد یلی بغداد میں داخل ہوئے۔ لشکر بغداد سے کجرانیہ اور طرنطائی ملنے کے لیے آئے۔ اقبال (خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کا خادم) تکریت سے بغداد آ گیا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی نے اسے اور ناصر الدولہ ابوعبداللہ حسن بن جہیر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اس سے اراکین دولت کو ناراضگی پیدا ہوئی' وزیر السلطنت جلال الدین ابوالراضی بن صدقہ سوار ہو کر عماد الدین زنگی سے ملنے آیا۔ اجازت لے کر ٹھہر گیا۔ باہم تبادلہ خیال ہوا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی اور عماد الدین زنگی کے معاملات کو سلجھایا جس سے دونوں میں صفائی ہو گئی۔ اس کے بعد قاضی القضاۃ زینبی بھی عماد الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یناہ لی اور اس وقت سے عماد الدین زنگی کے ساتھ رہے بغداد سے موصل چلے آئے۔ اقبال خادم عماد الدین زنگی کو سفارش سے قید سے رہا کر دیا گیا۔ یہ بھی عماد الدین زنگی کے پاس آ گیا۔

سلطان داؤد کا خطبہ: معاملات کی صفائی کے بعد خلیفہ راشد باللہ عباسی نے شہر پناہ کی تعمیر پھر شروع کی۔ سلطان داؤد' عماد الدین زنگی اور خلیفہ راشد باللہ عباسی نے ایک دوسرے کی اعانت اور حمایت کی قسمیں کھائیں۔ سلطان مسعود کا خطبہ موقوف کر دیا گیا۔ سلطان داؤد کا نام خطبہ میں داخل ہوا۔ سلطان داؤد نے برتقش باز دار کو بغداد کا پولیس افسر مقرر کیا اور فوجیں مرتب کر کے سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لیے بغداد سے روانہ ہوا۔

سلطان مسعود کی جانب پیش قدمی: اس کے بعد سلجوق شاہ برادر سلطان مسعود نے واسط پر حملہ کیا اور قبضہ حاصل کر کے امیر بک ابہ کو گرفتار کر لیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا' عماد الدین زنگی' سلجوق شاہ کو روکنے کے لیے روانہ ہوا لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ باہم مصالحت ہو گئی' بغداد واپس ہوا' سلطان داؤد سے ملنے کے لیے خراسان کا راستہ اختیار کیا۔ لشکر کی فراہمی اور آلات حرب جمع کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان مسعود بھی فوج آراستہ کر کے سلطان داؤد اور زنگی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ عماد الدین زنگی نے سلطان داؤد سے علیحدہ ہو کر مراغہ کا قصد کیا اور سلطان داؤد ہمدان کی جانب چلا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی یکم رمضان ۵۳۰ھ کو بغداد سے نکلا' خراسان کی طرف چلا' تین دن کے بعد پھر بغداد واپس آیا اور قلعہ بند ہو کر سلطان مسعود سے جنگ کا تہیہ کیا۔ سلطان داؤد کی طلبی پر سرداران لشکر جو بغرض جنگ روانہ ہوئے تھے خلافت مآب کے ساتھ بغداد میں قلعہ بند ہو کر سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لیے واپس آئے' سلطان مسعود کا دارالخلافت میں اظہار اطاعت کا فدویت نامہ پہنچا۔ اس کے ساتھ ہی ان امراء کو بھی تہدید آمیز خط لکھا جو خلیفہ راشد باللہ عباسی کے پاس جمع تھے۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی نے ان امراء کی وجہ سے سلطان مسعود کی عرض داشت پر توجہ نہ کی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سلطان مسعود کا محاصرہ بغداد: اس کے بعد سلطان مسعود نے بغداد کا محاصرہ کرنے کے لیے کوچ کیا' ملکیہ پہنچا' زین الدین علی (عماد الدین زنگی کا مصاحب) مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی' سلطان مسعود کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہ روک سکا۔ واپس آیا' سلطان مسعود نے بغداد پہنچ کر محاصرہ کر دیا' اوباشوں کی بن آئی' تمام محلات بغداد میں غارت گری کرنے لگے۔ فوج نے بھی لوٹ مار میں اوباشوں کا ہاتھ بٹایا' تقریباً پچاس دن تک سلطان مسعود محاصرہ کیے رہا۔ جب کوئی کامیابی نہ ہوئی تو بہ قصد اصفہان محاصرہ اٹھا کر نہروان کی طرف روانہ ہوا۔ اتنے میں طرنطائی والیٔ واسط بہت سی جنگی کشتیاں لے کر

پہنچ گیا سلطان مسعود بغداد کی جانب لوٹ پڑا۔ دجلہ کو غربی کنارہ کی طرف سے عبور کیا لشکر بغداد نے روکا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ حامیان بغداد میں ہلچل پڑ گئی۔ باہم مخالفت پیدا ہو گئی اور سب آذربائیجان کی جانب واپس ہو گئے۔

خلیفہ راشد کی معزولی: عمادالدین زنگی غربی بغداد میں تھا خلیفہ راشد باللہ عباسی، عمادالدین زنگی کے پاس چلا آیا اور اس کے ہمراہ موصل چلا گیا۔ جب بغداد اپنے حمایتیوں سے خالی ہو گیا تو ۱۵ ذیقعدہ ۵۳۰ھ میں سلطان مسعود اپنے جاہ و حشم کے ساتھ بغداد میں داخل ہوا۔ فتنہ وفساد فرو ہو گیا۔ عوام الناس کو اطمینان حاصل ہوا۔ فقہاء قضاۃ اور علماء شاہی دربار میں طلب کیے گئے۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی کی معزولی کا استفتاء کیا۔ قضاۃ اور علماء نے وجہ دریافت کی۔ سلطان مسعود نے خلیفہ راشد باللہ عباسی کا دستخطی خط پیش کیا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی نے قلم خاص سے بہ حلف لکھا تھا "اگر میں بمقابلہ سلطان مسعود فوج فراہم کروں یا سلطان سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہوں یا سلطان کے کسی امیر یا سردار سے جنگ کروں تو میں اپنے کو بار خلافت سے سبکدوش کرلوں گا" فقہاء اور قضاۃ نے خط پڑھا۔ معزولی کا فتویٰ دیا۔ ارکین خلافت نے بھی خلیفہ راشد باللہ عباسی کے عیوب ظاہر کیے اور معزولی سے اتفاق کیا۔ یہ ارکین خلافت وہ تھے جو خلیفہ مسترشد باللہ کی قید کے زمانہ میں خلیفہ کے ساتھ قید کیے گئے اور اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے خلافت مآب سلطان مسعود کے پاس رکھے گئے جیسا کہ خلافت عباسیہ کے تذکرہ میں خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے حالات ہم لکھ آئے ہیں۔ چنانچہ خلیفہ راشد باللہ عباسی کی معزولی کے بعد ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ مستظہر باللہ کی خلافت کی بیعت لی گئی، المقتفی لامر اللہ کا خطاب دیا گیا۔ یہ حالات تفصیل کے ساتھ اوپر گذر چکے ہیں۔

سلطان داؤد اور سلجوق شاہ کی جنگ: اس کے بعد سلطان مسعود نے قراسنقر کو شاہی فوج کے ساتھ سلطان داؤد کے تعاقب پر روانہ کیا مراغہ کے قریب مڈبھیڑ ہوئی، سخت لڑائی ہوئی، سلطان داؤد کا لشکر پسپا ہوا۔ قراسنقر نے آذربائیجان پر قبضہ کرلیا اور سلطان داؤد نے خوزستان جا کر دم لیا۔ ترکمانوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا سلطان داؤد نے انہیں مسلح کر کے تستر پر محاصرہ ڈالا۔ اس کا چچا سلجوق شاہ ان دنوں واسط میں تھا۔ سلطان مسعود کے حکم سے سلجوق شاہ نے سلطان داؤد سے جنگ کے لیے تستر پر دھاوا کیا۔ سلطان داؤد نے سلجوق شاہ کو شکست دی۔

شرف الدین انوشیروان کی معزولی: ۵۳۰ھ میں سلطان مسعود نے وزیر السلطنت شرف الدین انوشیروان بن خالد کو معزول کیا۔ کمال الدین ابوالبرکات بن سلامہ خراسانی کو قلمدان وزارت عطا کیا۔ پھر یہ خبر پا کر کہ معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی نے موصل چھوڑ دیا ہے۔ سرداران عساکر شاہی کو جو اس کی رکاب میں بغداد میں موجود تھے اپنے اپنے شہروں کو واپس جانے کی اجازت دی صدقہ بن دبیس والی حلہ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا اس اثناء میں بقش سلاحی، برسق بن برسق والی تستر اور سنقر خمارتکین افسر پولیس ہمدان سرداران لشکر کا ایک گروہ حاضر ہوا۔ یہ سب سلطان داؤد کے ساتھ تھے سلطان مسعود نے ان لوگوں سے خوشنودی ظاہر کی، بقش کو بغداد کی پولیس افسری پر مامور کیا اور ۵۳۱ھ میں ہمدان کی جانب واپس ہوا۔

جنگ سلطان مسعود وسلطان داؤد: چونکہ امیر بوزابہ والی خوزستان، امیر عبدالرحمٰن طغرل بک خلخان اور سلطان

داؤد ابن سلطان محمود سلطان مسعود کی جانب سے مطمئن نہ تھے اور جنگ کا خطرہ پیش نظر تھا اور امیر منکبرس والی فارس بھی اس خطرے سے بے فکر نہ تھا۔ اس وجہ سے یہ سب فارس میں جمع ہوئے اور متحد ہو کر سلطان مسعود سے جنگ کا عہد و پیمان کیا۔ پھر ان لوگوں نے یہ خبر پا کر کہ معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی موصل سے مراغہ چلا آیا ہے۔ معزول خلیفہ کو خط لکھا اور سلطان مسعود کے مقابلہ میں اتفاق و اتحاد کا پیام دیا۔ دوبارہ تخت خلافت پر متمکن ہونے کا وعدہ کیا۔ معزول خلیفہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا' یہ خبریں سلطان مسعود تک پہنچیں' غصہ سے کانپ اٹھا۔ ماہ شعبان ۵۳۲ھ میں روانہ ہوا' امیر منکبرس جنگ کے دوران گرفتار ہو گیا' سلطان مسعود نے سزائے موت دی' فتح مند گروہ نے لوٹ مار شروع کر دی غارت گری کے لیے لشکر متفق ہو گیا۔

سلطان مسعود کی شکست: امیر بوزابہ اور عبدالرحمٰن طغرل بک تستر کے قریب تھے۔ ان کو موقع مل گیا۔ دونوں نے متفق ہو کر سلطان مسعود پر حملہ کر دیا۔ سلطان مسعود کی رکاب میں اس وقت نہایت قلیل لشکر رہ گیا تھا۔ اس لیے اسے شکست ہوئی' اس کے سرداران لشکر کا ایک گروہ جس میں صدقہ بن دبیس والی حلہ' عنتر بن ابوالعساکر' بذرانا' بک قراسنقر والی آذربائیجان تھے گرفتار ہو گئے' امیر بوزابہ نے ان سب کو جیل میں ڈال دیا۔ جب اسے امیر منکبرس کے قتل کی خبر کی تصدیق ہو گئی تو سب کو مار ڈالا۔ شکست کے بعد سلطان مسعود نے آذربائیجان جا کر دم لیا۔ سلطان داؤد نے ہمدان پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ معزول خلیفہ راشد بھی آ گیا' امیر بوزابہ نے جو ان میں بڑا اور ان سب کا سردار تھا فارس جانے کی رائے دی۔ چنانچہ سب کے سب امیر بوزابہ کے ساتھ فارس پہنچے' امیر بوزابہ نے فارس پر قبضہ کر لیا۔

سلجوق شاہ کی بغداد پر فوج کشی: سلجوق شاہ اس وقت واسط میں تھا جب اسے یہ خبر لگی کہ اس کا بھائی سلطان مسعود آذربائیجان گیا ہے تو دارالخلافت پر قبضہ کرنے کے لیے بغداد روانہ ہوا۔ بقش افسر پولیس بغداد اور نظر خادم امیر ان مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اوباش اور بدمعاشوں کی بن آئی' کھلم کھلا لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی۔ جسے جہاں پایا لوٹ لیا' بقش افسر پولیس بغداد سلجوق شاہ کی مدافعت سے فارغ ہو کر بغداد آیا۔ لٹیروں کو سزائیں دیں۔ بہت سوں کو قید کیا قتل کیا اور ان کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں۔ اس کے بعد خود بقش نے ظلم و سفا کی شروع کر دی' امراء اور رؤسا کو بدمعاشی اور غارت گری کا الزام لگا کر گرفتار کرنے لگا (جیسا کہ پولیس کا دستور ہے) غلہ کی گرانی ہوئی۔ لوگوں کو اپنی عزت کی پڑ گئی۔ اکثر باشندگان بغداد جلاوطن ہو کر موصل وغیرہ چلے گئے۔

صدقہ بن دبیس کے مارے جانے کے بعد حلہ کی حکومت پر سلطان مسعود نے اس کے بھائی محمد بن دبیس کو مقرر کیا' مہلہل بن ابوالعساکر عنتر مقتول کے بھائی محمد بن دبیس کو نائب بنایا جیسا کہ اس کے حالات میں اوپر ہم لکھ آئے ہیں۔

قتل خلیفہ راشد باللہ عباسی: امیر بوزابہ فارس پر قبضہ حاصل کر کے خوزستان کی جانب واپس ہوا' معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی' ملک داؤد اور خوارزم شاہ نے جزیرہ کا قصد کیا' جزیرہ پہنچ کر مار دھاڑ اور غارت گری شروع کر دی' سلطان مسعود اس سے مطلع ہو کر عراق کو ان کی دست برد سے بچانے کے لیے فوجیں لے کر روانہ ہوا' ملک داؤد سلطان مسعود کی روانگی سے مطلع ہو کر فارس لوٹ آیا۔ خوارزم شاہ اپنے دارالسلطنت واپس گیا اور معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی نے عجمیوں

کی امداد سے مایوس ہو کر تن تنہا اصفہان کا راستہ لیا۔ چند خراسانی غلاموں نے جو معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی کی خدمت میں تھے ۲۵ رمضان ۵۳۲ھ میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اصفہان کے باہر مدفون ہوا۔

وزارت کمال الدین محمد: آخر سنہ مذکور میں سلطان مسعود نے وزیر السلطنت ابوالبرکات بن سلامہ خراسانی (درگزینی) کو معزول کر کے کمال الدین محمد بن خازن کو عہدۂ وزارت سے ممتاز کیا' کمال الدین عادل' خوش خلق اور عالی ہمت تھا۔ بہت سے ٹیکس معاف کر دیئے' ظلم و ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا' سلطان مسعود کی تنخواہ معین کی' بیت المال کو خزانہ سے بھر دیا اور افسروں کی دست درازی رد کی خائن اور نمک حرام گورنروں کو سزائیں دیں اور بہت سے خفیہ اخراجات ظاہر کیے جنہیں گورنر ہڑپ کرتے تھے اس سے سلطان مسعود کی آنکھوں میں وزیر السلطنت بے حد عزیز ہو گیا۔ بددیانت گورنروں کو یہ امور ناگوار گزرے وزیر السلطنت اور اراکین دولت کو لگا بجھا کر رنجش پیدا کر دی۔

وزیر کمال الدین محمد کا قتل: چنانچہ یہ لوگ وقت بے وقت سلطان کے کان بھرنے لگے' اس میں سب سے زیادہ دلچسپی قراسنقر والی آذربائیجان لے رہا تھا۔ اس نے سلطان مسعود کو بغاوت کی دھمکی دی' سلطان مسعود کے درباری اس سے بے حد متاثر ہوئے' فتنہ کے خوف سے وزیر السلطنت کمال الدین کے قتل کا مشورہ دیا۔ سلطان مسعود نے بہ اکراہ اور بادل ناخواستہ وزیر السلطنت کمال الدین کو قتل کر کے سر کو قراسنقر کے پاس بھیج دیا' قراسنقر کی ناراضگی خوشی اور رضا مندی سے تبدیل ہو گئی۔ یہ واقعہ ۵۳۳ھ کا ہے۔ سات مہینہ وزارت کی۔

وزارت ابوالعز طاہر: کمال الدین وزیر السلطنت کے قتل کے بعد قلمدان وزارت ابوالعز طاہر بن محمد یزدگردی وزیر قراسنقر کے سپرد کیا گیا عز الملک کا خطاب عطا ہوا' تبدیلی وزارت سے امور سلطنت میں بدنظمیاں پیدا ہوئیں' سلطان مسعود انہیں رفع نہ کر سکا' صوبوں کے گورنروں نے ملک کو دبا لیا' نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان مسعود شاہ شطرنج کی طرح صرف نام کا بادشاہ رہ گیا۔

بقش سلاحی کا قتل: اس کے بعد سلطان مسعود کے حکم سے بقش سلاحی افسر پولیس کو قتل کیا گیا۔ یہ بہت بڑا ظالم' کینہ ور اور غاصب تھا سلطان مسعود نے اسے گرفتار کر کے مجاہد الدین بہروز کی زیر نگرانی تکریت کی جیل میں قید کیا۔ چند روز بعد اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ جلاد جوں ہی قتل کے ارادے سے تلوار تول کر بقش سلاحی کے پاس پہنچا۔ بقش سلاحی دجلہ میں کود پڑا۔ ڈوب کر مر گیا سر اتار کر سلطان مسعود کی خدمت میں روانہ کیا گیا سلطان مسعود نے مجاہد الدین بہروز کو تکریت سے طلب کر کے بغداد کی شحنگی (انسپکٹر جنرل پولیس کا عہدہ) عطا کی۔ مجاہد الدین بہروز نے نہایت خوش اسلوبی سے اس عہدہ کے فرائض انجام دیئے ۵۳۶ھ میں سلطان مسعود نے اسے بھی معزول کیا۔ قزل امیر اخور سلطان محمود کا غلام یزدجرد (یزدگرد) اور بصرہ کا حاکم اس خدمت پر مامور ہوئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بغیبہ۔

محمد خوارزم شاہ: سلطان سنجر اور خوارزم شاہ کی جنگ سے ملوک خوارزم کی حکومت کی داغ بیل پڑتی ہے اور اسی زمانہ سے ان کی حکومت و سلطنت کا آغاز ہوتا ہے۔ محمد خوارزم شاہ کی ابتدائی حکومت کا حال ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ محمد بن

انوشتکین اس کا نام تھا۔ خوارزم شاہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا جس زمانہ میں سلطان برکیارق نے امیر داؤد حبشی کو خراسان کی گورنری عنایت کی تھی اور کنجی نے اسے مار ڈالا تھا تو سلطان برکیاروق نے محمد بن انوشتکین کو اس خدمت پر مامور کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا آتسز خراسان کا والی ہوا۔ یہ نہایت کفایت شعار اور منتظم تھا۔ اس وجہ سے سلطان سنجر کی آنکھوں میں اس کی عزت بڑھ گئی اپنے سرداران لشکر میں داخل کر لیا۔ اکثر لڑائیوں میں اس کی مردانگی و جرأت سے سلطان سنجر کو فتح ہوئی۔

جنگ سلطان سنجر و آتسز سلطان سنجر کے دربار میں اس کی بہت بڑی عزت و توقیر ہونے لگی خوارزم میں اس کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا۔ لگانے بجھانے والوں نے سلطان سنجر سے لگانا بجھانا شروع کیا موقع پا کر کہنے لگے ''آتسز کا دماغ اب آسمان پر ہے خود مختار حکومت کا دعوے دار ہو گیا ہے سلطان کی وقعت اس کے دل میں ذرہ بھر نہیں ہے۔'' سلطان سنجر کا دل سنتے سنتے بھر آیا۔ فوج آراستہ کر کے (محرم) ۵۳۳ھ میں جنگ کے لیے روانہ ہوا آتسز بھی مقابلہ کی غرض سے میدان میں آیا۔ لڑائی ہوئی آتسز مقابلہ پر نہ ٹھہر سکا شکست کھا کر بھاگا۔ اس کی فوج کا ایک گروہ کام آ گیا آتسز کا بیٹا بھی مارا گیا جس سے آتسز کو بے حد صدمہ ہوا سلطان سنجر نے خوارزم پر قبضہ کر لیا اپنے بھائی سلطان محمد کے بیٹے ''غیاث الدین سلیمان شاہ'' کو حکومت عطا کی وزیر اتابک اور حاجب مقرر کیے چند روز قیام کر کے بماہ جمادی الآخر سنہ مذکور مرو واپس آیا۔

آتسز کا بلاد خوارزم پر قبضہ جوں ہی سلطان سنجر نے حدود خوارزم سے قدم باہر نکالا۔ آتسز کو موقع مل گیا خوارزم آ پہنچا چونکہ اہل خوارزم سنجری فوج سے ناراض تھے نہایت خوشی سے آتسز کے مطیع ہو گئے سلیمان شاہ نے ان لوگوں کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھے سلطان سنجر کی خدمت میں جا کر دم لیا۔ آتسز نے کمال اطمینان سے بلاد خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ حکمرانی کرنے لگا۔ اس کے حالات آئندہ لکھے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اتابک قراسنقر اس کے بعد اتابک قراسنقر نے اپنے باپ ''والی آذربائیجان'' کا بدلہ لینے کے لیے فوجیں جمع کر کے خروج کیا جو کہ جنگ بوزابہ میں مارا گیا تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور جب سلطان مسعود کے قریب پہنچا تو اسے وزیر السلطنت کمال الدین کے قتل کا پیام دیا اور قتل نہ کرنے کی صورت میں مخالفت اور بغاوت کی دھمکی دی۔ چنانچہ سلطان مسعود نے کمال الدین وزیر کو قتل کرا دیا ان واقعات کو بھی آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

قراسنقر کا بلاد فارس پر قبضہ وزیر السلطنت کے قتل کے بعد اتابک قراسنقر نے بلاد فارس پر حملہ کیا۔ امیر بوزابہ قلعہ بیضاء میں قلعہ بند ہو گیا۔ اتابک قراسنقر نے بلاد فارس پر بلا مقابلہ قبضہ کر لیا۔ اس سرے سے اس سرے تک تمام ملک چھان ڈالا۔ لیکن کسی وجہ سے ایک مقام پر ٹھہر کر حکومت نہ کر سکا سلجوق شاہ بن سلطان محمود برادر سلطان مسعود کو فارس کی عنان حکومت سپرد کر کے آذربائیجان واپس آیا میدان خالی پا کر امیر بوزابہ نے ۵۳۴ھ میں قلعہ سے نکل کر سلجوق شاہ پر حملہ کیا سلجوق شاہ کو شکست ہوئی۔ جنگ کے دوران گرفتار کر لیا گیا امیر بوزابہ نے فارس کے کسی قلعہ میں قید کر دیا اور بلاد

فارس پر پھر قابض ہو گیا۔

قراسنقر کی وفات: اس واقعہ کے بعد اتابک قراسنقر والیٔ آذربائیجان داران نے شہر اردبیل میں وفات پائی۔ اتابک قراسنقر ملک طغرل کا مملوک (غلام) تھا۔ اس کی جگہ جاولی الطغرل کو آذربائیجان کی حکومت عطا ہوئی۔

چہاردانگی کی بلاد فارس پر فوج کشی: ۵۳۵ھ میں سلطان مسعود نے امیر اسمٰعیل چہاردانگی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ امیر بوزابہ کی سرکوبی اور بلاد فارس پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانگی کا حکم دیا۔ چنانچہ چہاردانگی فارس کے ارادے سے روانہ ہوا' مجاہد الدین بہروز نے رد کا چہاردانگی نے کوئی بات نہ سنی' دجلہ کو عبور کرنے کا تہیہ کیا' مجاہد الدین نے بعض کشتیوں کو بے کار کر دیا اور بعض کو دجلہ میں ڈبو دیا' چہاردانگی نے مجبوراً حلہ کی طرف قدم بڑھایا' والیٔ حلہ نے بھی مدافعت پر کمر باندھی واسط کی جانب بڑھا طرنطائی مقابلہ پر آیا' لڑائی ہوئی طرنطائی کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی چہاردانگی نے واسط میں داخل ہو کر اسے خوب تاراج کیا' نعمانیہ اور اس کے قرب و جوار کے مقامات کو لوٹ لیا۔

شکست کے بعد طرنطائی بطیحہ پہنچا۔ حماد والیٔ بطیحہ امداد کے لیے تیار ہو گیا۔ ادھر چہاردانگی کی فوج چہاردانگی سے علیحدہ ہو کر طرنطائی سے مل گئی۔ چہاردانگی کمزور پڑا۔ مقابلہ سے جی چرا کر تشتر چلا گیا' سلطان مسعود کی خدمت میں معذرت نامہ بھیجا' سلطان مسعود نے قبول فرمایا۔

جنگ سلطان سنجر اور ترکان خطا: ان واقعات کا خلاصہ جو تاریخ ابن اثیر میں ہیں یہ ہے کہ آتسز بن محمد نے خوارزم پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ترکان خطا کو (جو اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور ماوراء النہر کے ترکوں کے بڑے جرگہ سے تھے) سلطان سنجر کے مقبوضہ ممالک پر قبضہ کرنے کی تحریک کی ملک کا سرسبزی کا لالچ دیا' سلطان سنجر کی کمزوری کو ظاہر کیا امداد اور ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ قصہ مختصر ترکان خطا تین لاکھ سواروں کی جمعیت سے سلطان سنجر کے ملک کو تسخیر کرنے کے لیے روانہ ہوئے' سلطان سنجر بھی ایک بڑی فوج لے کر مقابلہ کے لیے نکلا' نہر کو عبور کر کے ۵۳۶ھ میں ترکان خطا سے تیغ و سپر ہوا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی' خونریزی کی کوئی حد نہ رہی۔ آخر کار سلطان سنجر کو شکست ہوئی' ایک لاکھ فوج کٹ گئی' جس میں چار ہزار عورتیں تھیں۔ سلطان سنجر کی بیگم کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا' سلطان سنجر بحال پریشان ترمذ پہنچا اور ترمذ سے بلخ کا راستہ لیا۔

سلطان سنجر کی شکست کے بعد آتسز نے شہر مرو پر حملہ کیا' بزور تیغ گھس کر غارت گری اور پامالی شروع کر دی فقہاء علماء اور رؤساء شہر کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا۔

سلطان مسعود کی طلبی: سلطان سنجر کو اس شکست سے بے حد صدمہ ہوا' اس وقت تک کسی لڑائی میں اس کا علم سرنگوں نہیں ہوا تھا۔ اپنے بھتیجے سلطان مسعود کو لکھ بھیجا کہ تم اپنی فوج کے ساتھ رے آ کر قیام پذیر ہو تا کہ امداد حاصل کی جائے۔ چنانچہ عباس والیٔ رے بغداد چلا گیا اور سلطان مسعود اپنے چچا سنجر کے حکم کے مطابق بغداد سے رے آ گیا۔

سبق قراخان کا قبول اسلام: بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ بلاد ترکستان میں کاشغر' بلاد ساغون' ختن اور طراز

وغیرہ جو کہ ماوراء النہر کے نواح میں داخل ہیں۔ ان مقامات پر ملوک خانیہ ترکیہ حکمران تھے ملوک خانیہ ترکیہ مسلمان بادشاہ ترک اور افراسیاب بادشاہ ترک کی نسل سے تھے۔ جو مشہور بادشاہ ملوک کیانیہ فارس میں گزرا ہے۔ ملوک خانیہ ترکیہ کا جد اعلیٰ سبق قراخان دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ سبق قراخان نے خواب دیکھا تھا کہ ایک بزرگ شخص آسمان سے اترا اور سبق قراخان سے ترکی زبان میں کہا جس کا مفہوم یہ تھا ''اسلام قبول کر' دنیا اور آخرت میں تجھے سلامتی حاصل ہوگی۔'' چنانچہ سبق قراخان نے خواب ہی میں اسلام قبول کیا اور جب بیدار ہوا تو اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ سبق قراخان کے مرنے پر اس کے بیٹے موسیٰ بن سبق قراخان نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی' نسلاً بعد نسلٍ اسی کے خاندان میں ترکستان کی حکومت ارسلان خان بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن بقراخان بن ابراہیم الملقب بہ طغاج خان ابن ایک الملقب بہ نصر ارسلان بن علی بن موسیٰ بن سبق قراخان تک قائم رہی۔

قدر خان کا خروج و قتل: ارسلان خان کے زمانہ میں قدر خان نے خروج کیا اور ارسلان خان کے قبضہ سے حکومت ترکستان نکال لی۔ ۴۹۵ھ میں سلطان سنجر کی امداد سے ارسلان خان ترکستان کا دوبارہ حکمران ہوا۔ اور قدر خان کو سلطان سنجر نے مار ڈالا۔ اس کے بعد خوارج نے ارسلان خان پر خروج کیا اور ترکستان کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ سلطان سنجر نے پھر اس کی اعانت و امداد پر کمر باندھی اور ترکستان پر قبضہ دلا دیا۔

ترکان قارغلیہ: ارسلان خان کی فوج میں ترکوں کا ایک جرگہ جسے قارغلیہ اور اتراک غزیہ کہتے ہیں۔ یہ وہی ترک ہیں جنہوں نے خراسان کو تاراج کیا تھا جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے ان کے دو گروہ کا نام برق تھا۔ برغوث بن عبدالحمید اس کا سردار تھا۔ اہل سمرقند میں سے شریف[1] اشرف ابن محمد ابن ابی شجاع علوی نامی ایک شخص ارسلان خان ملقب بہ بقرا خان کے دربار میں رہتا تھا۔ اس نے ارسلان خان کے بیٹے کو حکومت و سلطنت کا لالچ دے کر باپ سے حکومت چھیننے پر آمادہ کیا باپ اور بیٹے میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا ارسلان خان نے سلطان سنجر سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سلطان سنجر ۵۲۴ھ میں دریائے جیحون عبور کر کے سمرقند پہنچا' قارغلیہ نے میدان خالی کر دیا۔ سلطان سنجر سمرقند کی جانب واپس ہوا' ارسلان خان کو گرفتار کر کے بلخ کی جیل میں ڈال دیا۔ جہاں پر ارسلان خان نے وفات پائی۔

---

[1] اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ذات شریف علوی نے ارسلان خان کے بیٹے کی پیٹھ ٹھونک کر مدعی سلطنت بنا کر مقابلہ پر کھڑا کیا ارسلان خان نے شریف اشرف اور اپنے بیٹے کو بھی مار ڈالا۔ اس سے قارغلیہ کو نفرت پیدا ہوئی بغاوت اور نافرمانی کا اعلان کیا۔ حکومت و سلطنت سے استعفا کے طالب ہوئے ارسلان خان نے سلطان سنجر سے قارغلیہ کی زیادتی اور بغاوت کی فریاد کی' امداد کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ سلطان سنجر اپنی فوج ظفر موج لے کر ارسلان خان کی امداد کو سمرقند پہنچا (ارسلان خان' سلطان سنجر کا بہنوئی تھا) قارغلیہ نے مقابلہ سے جی چرایا میدان خالی کر دیا۔ ایک روز سلطان سنجر شکار کو نکلا۔ اتفاق سے چند سوار نظر آئے سلطان سنجر نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ تشدد کیا دریافت کرنے پر ان لوگوں نے ظاہر کیا کہ ارسلان خان نے ہم لوگوں کو آپ کے قتل پر مامور کیا ہے' سلطان سنجر غضبناک سمرقند واپس آیا۔ اس وقت ارسلان خان قلعہ میں تھا۔ محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر بلخ بھیج دیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ لیڈن۔

حسن تکلین کی گورنری سمرقند: سلطان سنجر نے ارسلان خان کی جگہ سمرقند کی حکومت پر قلیج طمغاج ابوالمعالی حسن بن علی بن عبدالمومن معروف بہ حسن تکلین کو متعین کیا حسن تکلین خاندان سلطنت خانیہ ہی سے تھا۔ ارسلان خاں نے اسے شہر بدر کر دیا تھا اس کا زمانہ حکومت دراز نہیں ہوا تھوڑے دن بعد مر گیا۔ سلطان سنجر نے محمود بن ارسلان خان سابق حکمران سمرقند کو تخت حکومت پر متمکن کیا۔ یہ ارسلان خاں وہی ہے جس کے قبضہ سے سلطان سنجر نے سمرقند کو نکالا تھا اور محمود بن ارسلان' سلطان سنجر کی بہن کا لڑکا تھا۔

کوہر خاں شاہ چین کی کاشغر پر فوج کشی: اس سے پہلے ۵۲۲ھ میں کوہر خاں چینی بادشاہ' چین سے ملک گیری کے شوق میں ایک بڑی فوج لے کر حدود کاشغر آیا۔ زبان چین میں ''کوہر'' کے معنی ''اعظم خان'' کے معنی ''ملک'' پس کوہر خان کے معنی ہوئے ''اعظم الملک'' یعنی شہنشاہ۔ الغرض والی کاشغر' احمد بن حسن خان'' مقابلہ و مدافعت کے لیے میدان جنگ میں نکلا' سخت اور خونریز جنگ کے بعد کوہر خاں کو شکست ہوئی' اس کے ہمراہیوں کا ایک بڑا گروہ کام آ گیا۔

کوہر خاں اور خان محمود کی جنگ: اس واقعہ سے قبل ترکان خطا کا ایک گروہ چین سے نکل کر ملوک خانیہ حکمرانان ترکستان کی خدمت میں آ گیا تھا' ارسلان خاں محمد بن سلیمان نے انہیں چینی سرحد پر حفاظت کی غرض سے ٹھہرا رکھا تھا اس خدمت کے عوض جاگیریں دی تھیں اور وظائف مقرر کر دیئے تھے اتفاق سے ارسلان خان محمد بن سلیمان ان سے کسی بات پر ناراض ہو گیا' سزا دی' ان سے انہیں کشیدگی اور نفرت پیدا ہو گئی' سکونت کے لیے ایک کشادہ اور سر سبز زمین تلاش کرنے لگے تاکہ آئندہ ارسلان خاں کے ساتھ ہو کر روزانہ جنگ سے محفوظ رہیں کسی نے ان سے بلاد ساسون کی تعریف کر دی۔ چنانچہ یہ سب اہل و عیال کے ساتھ بلاد ساسون چلے گئے۔ جب دوبارہ کوہر خاں شاہ چین نے بلاد اسلامیہ کی طرف قبضہ اور تاراج کی غرض سے قدم بڑھایا تو ترکان خطا جو ارسلان خان سے ناراض ہو کر بلاد ساسون میں آ کر آباد ہو گئے تھے کوہر خاں سے مل گئے اس کے لشکر کی تعداد بڑھ گئی سیلاب کی طرف بلاد ماوراء النہر کی طرف بڑھا۔ خان محمود بن ارسلان خان محمد ماہ رمضان ۵۳۱ھ میں اس طوفان کو روکنے کے لیے مقابلہ پر آیا۔ شدید جنگ کے بعد خان محمود کو شکست ہوئی' سمرقند واپس آیا۔ اس سے کوہر خاں کا رعب و داب بڑھ گیا۔ بلاد ماوراء النہر اور اہل بخارا ان کے مظالم کے شکار ہونے لگے۔

جنگ کوہر خاں اور سلطان سنجر: خان محمود نے سلطان سنجر کی خدمت میں عریضہ بھیجا' واقعات لکھے' اور امداد کی درخواست کی۔ سلطان سنجر کو اس سے سخت صدمہ ہوا۔ لشکر کی فراہمی اور اسباب جنگ مہیا کرنے کا حکم دیا۔ خراسان' سجستان (خاندان بنی حلف) غزنی (ملوک غور) اور ماژندران کے سلاطین اپنی اپنی فوجیں لیے ہوئے سلطان سنجر کے پاس آ کر جمع ہوئے' فوج کی جمعیت ایک لاکھ سے بڑھ گئی۔ آخر ۵۳۵ھ میں نہر عبور کر کے چینی بادشاہ سے لڑنے کے لیے بڑھے۔ محمود خان نے ترکان قارغلیہ کے مظالم اور زیادتیوں کی شکایت پیش کی۔ سلطان سنجر نے ان کی گوشمالی کا قصد کیا' ترکان قارغلیہ نے کوہر خان بادشاہ چین کے پاس جا کر پناہ لی۔ کوہر خاں نے سلطان سنجر کو ترکان قارغلیہ کی سفارش کا خط لکھا۔ سلطان سنجر نے کوئی توجہ نہ کی' بلکہ تہدید آمیز خط لکھا۔ اسلام کی دعوت دی اور اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں جنگ اور کثرت فوج

کی دھمکی دی۔ خط دیکھ کر کوہر خاں سخت برہم ہوا۔ دھکے دے کر سلطان سنجر کے ایلچی کو دربار سے نکلوا دیا اور لشکر مرتب کر کے سلطان سنجر سے جنگ کے ارادے سے کوچ کیا۔ دونوں حریفوں کا مقام قطوان میں بتاریخ ۵ صفر ۵۳۶ھ مقابلہ ہوا۔ بادشاہ چین کی طرف سے ترکان قارغلیہ خم ٹھونک کر میدان میں آئے لشکر اسلام سے شاہ جستان تیغ و سپر ہو نے کو نکلا۔ گھسان کی لڑائی آخر کار اسلامی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ کثیر کام آ گیا' شاہ جستان' امیر قماج اور سلطان سنجر کی بیگم گرفتار ہوگئے۔ کوہر خاں نے عزت واحترام سے ان لوگوں کو سلطان سنجر کے پاس بھیج دیا۔ ترکان خطا اور کفار ترک بلاد ماوراء النہر پر قابض ہوگئے۔

کوہر خاں کی وفات: ۵۳۷ھ میں کوہر خان بادشاہ چین مر گیا۔ اس کی بیٹی تخت حکومت پر متمکن ہوئی۔ تھوڑے دن بعد یہ بھی مر گئی اس کی ماں (کوہر خاں کی زوجہ) حکمران ہوئی اسی زمانہ سے ماوراء النہر میں ترکان خطا کی حکومت وسلطنت کا سکہ چلنے لگا۔ یہاں تک کہ عمادالدین محمد خوارزم شاہ نے ۶۱۲ھ میں ترکان خطا سے ماوراء النہر پر قبضہ حاصل کیا۔

سلطان سنجر اور خوارزم شاہ کی مصالحت: سلطان سنجر کی شکست کے بعد اتسز (خوارزم شاہ) نے ماہ ربیع الاول ۵۳۶ھ میں سرخس کی طرف قدم بڑھایا' اہل سرخس نے اطاعت قبول کی' مرو شاہجہان کا قصد کیا' امام احمد باخرزی نے حاضر ہو کر باشندگان مرو شاہجہاں کی سفارش کی' جنگ اور خونریزی سے روکا چنانچہ خوارزم شاہ مرو شاہجہان کے باہر خیمہ زن ہوا' ابوالفضل کرمانی اور چند روؤ سا شہر کو مشورہ کی غرض سے طلب کیا' اس اثناء میں عوام الناس نے ہلڑ مچا دیا۔ خوارزم شاہ کے فوجیوں کو جو اس وقت مرو شاہجہان میں تھے مارا' قتل کیا اور شہر سے نکال دیا۔ جھگڑا بڑھا۔ خوارزم شاہ نے قتل اور غارتگری کا حکم دیدیا۔ بزور تیغ گھس کر جی کھول کر پامال کیا۔ بہت سے علماء مارے گئے۔

شوال سنہ مذکور میں خوارزم شاہ نیشاپور کی جانب واپس ہوا۔ علماء فقہاء اور صوفیوں کا وفد (ڈیپوٹیشن) خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ اہل نیشاپور کی طرف سے گزارش کی' ہم لوگوں کے ساتھ وہ برتاؤ نہ برتے جائیں جو اہل مرو شاہجہان کے ساتھ برتے گئے۔ ہم لوگ آپ کی حکومت کے مطیع وفرمانبردار ہیں' خوارزم شاہ نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا۔ لیکن اصرار کر کے سلطان سنجر کا خزانہ لے لیا اور اس کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ جامع مسجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد خوارزم شاہ نے اپنی فوج کو نواح صغد (بیہق) میں پھیلا دیا۔ غارت گری اور قتل کا بازار گرم ہو گیا چند روز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ ترکان خطا بلاد ماوراء النہر میں بلائے بے درماں کی طرح پھیل رہے تھے اور سلطان سنجر ان کی مدافعت میں مصروف تھا۔ اس وجہ سے خوارزم شاہ کی پیش قدمی کو نہ روک سکا۔ یہاں تک کہ ۵۳۸ھ کا دور آ گیا' سلطان سنجر کو ایک گونہ ترکان خطا کی جنگ سے فراغت ہوئی لشکر آراستہ کر کے خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کے لیے بڑھا۔ خوارزم شاہ قلعہ بند ہو گیا لڑائی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سلطان سنجر کے بعض سرداران لشکر شہر میں گھس گئے سخت مقابلہ ہوا۔ قریب تھا کہ شہر پر قبضہ ہو جاتا لیکن اتسز (خوارزم شاہ) نے سخت اور شدید جنگ کے بعد انہیں شہر سے نکال دیا۔ اس کے بعد اتسز (خوارزم شاہ) نے مصالحت کا پیام بھیجا۔ اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار کیا اور تمام مقبوضہ علاقہ کو چھوڑ کر اپنے سابقہ

متبوضات کی حکومت پر قناعت کی۔ سلطان سنجر نے شرائط منظور فرما کر مصالحت کر لی۔ چنانچہ ۵۳۸ھ میں خوارزم کا محاصرہ اٹھا کر واپس آیا۔

سلطان مسعود اور اتابک زنگی کی مصالحت ۵۳۸ھ میں سلطان سنجر دارالخلافت بغداد حسب عادت پہنچا اور موصل کے ارادے سے لشکر مرتب کرنے لگا کیونکہ جس قدر فسادات اور جھگڑے امراء و سرداران لشکر کی طرف سے پیدا ہوتے تھے وہ سب کے سب اتابک زنگی والی موصل کے سرتھوپ دیئے جاتے تھے سلطان سنجر کو اس سے غصہ پیدا ہوا موقع کا انتظار کرنے لگا جب اسے ترکوں اور خوارزم شاہ سے فراغت حاصل ہوئی تو اتابک زنگی کی اصلاح اور سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا۔ اتابک زنگی نے ابوعبداللہ بن انباری کی معرفت فدویت نامہ روانہ کیا' لطف و مرحمت کی درخواست کی' تین ہزار دینار نذر کیے بشرط واپسی ایک لاکھ دینار کا وعدہ کیا۔ سلطان سنجر راضی ہو گیا۔ مصالحت ہو گئی۔

اور امور کے علاوہ جن کی وجہ سے سلطان سنجر نے اتابک سے مصالحت کی۔ ایک خاص سبب یہ واقع ہوا کہ اس واقعہ میں سیف الدین غازی (اتابک زنگی کا بیٹا) محبت پدری کی وجہ سے سلطان سنجر کی خدمت سے علیحدہ ہو کر اتابک زنگی کے پاس چلا آیا تھا۔ اتابک زنگی نے اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی اور الٹے پاؤں سلطان سنجر کی خدمت میں بھیج دیا اور یہ لکھا کہ "میرا بیٹا حضور کی خدمت میں رہتا تھا۔ حضور کا مزاج مجھ سے برہم دیکھ کر فطری محبت کی وجہ سے میرے پاس بھاگ آیا ہے۔ میں اسے پھر حضور کی بارگاہ میں واپس کرتا ہوں اور یہ دونوں حضور کے غلام ہیں بلکہ حضور والا کا ہے۔" اس سے سلطان سنجر کا دل نرم ہو گیا اتابک زنگی کی قدر و منزلت دو چند ہو گئی۔ نہایت خوشی سے پیام مصالحت قبول کیا۔

بوزابہ کی بغاوت: بوزابہ والی فارس و خوزستان کو سلطان مسعود سے کشیدگی اور نفرت پیدا ہو گئی تھی جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں ۵۴۰ھ میں محمد بن سلطان محمود برادر سلطان مسعود کی بیعت کی اور فوجیں آراستہ کر کے ماشون (قاشان) کی جانب روانہ ہوا۔ امیر عباس والی رے بھی آ ملا اور اس رائے سے اتفاق کیا۔ سلطان شاہ برادر سلطان مسعود بھی ان لوگوں کی سازش میں شریک ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اکثر شہروں پر ان باغیوں نے قبضہ کر لیا' سلطان مسعود کو اس کی خبر لگی ماہ رمضان سنہ مذکور میں بغداد سے روانہ ہوا' امیر طغایرک امیر حاجب رکاب میں تھا۔ اس کا ارکان دولت پر ایک خاص اثر تھا اور عام پبلک کا میلان بھی اس کی طرف تھا بغداد میں مہلہل' نصیر امیر الحاج اور بہروز کے غلاموں کا ایک گروہ حفاظت و امن قائم رکھنے کی غرض سے چھوڑ دیا گیا۔ جس وقت دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا' سلیمان شاہ ان کی جماعت سے نکل کر اپنے بھائی سلطان مسعود کے پاس چلا آیا' امیر عبدالرحمن نے مصالحت کی گفتگو شروع کی۔ جب خواہش صلح ہو گئی' امیر عبدالرحمن کو اس حسن خدمت کے صلہ میں ان صوبجات کی حکومت کے علاوہ جس پر وہ پہلے سے حکمران تھا آذربائیجان اور اران تا خلخال کی گورنری بھی جاولی طغرلی کی جگہ مرحمت کی گئی۔

ابوالفتح بن دراست کی معزولی و بحالی: اسی سلسلہ میں ابوالفتح بن دراست کو جو کہ امیر بوزابہ کا وزیر تھا قلمدان وزارت سپرد کیا گیا۔ ۵۳۹ھ میں سلطان مسعود نے اپنے وزیر السلطنت یزدجردی کو معزول کر کے مرزبان بن عبداللہ بن نصر اصفہانی کو عہدہ وزارت سے سرفراز کیا اور یزدجردی معزول وزیر کو مرزبان بن عبداللہ وزیر جدید کی سپردگی میں دیا۔

مرزبان بن عبداللہ نے یزدجردی کا تمام مال واسباب ضبط کر لیا اور جیل میں ڈال دیا۔ پھر جب ۵۲۰ھ کا دور آیا اور امیر بوزابہ وغیرہ سے مصالحت ہو گئی تو امیر بوزابہ کو ایک حد تک سلطان مسعود پر قابو مل گیا اور اس کی حکومت وسلطنت پر اسے غلبہ حاصل ہوا۔ اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ ابوالفتح بن دراست مرزبان کے بجائے عہدۂ وزارت پر پھر مامور ہوا۔

عبدالرحمٰن طغایرک: عبدالرحمٰن طغایرک' سلطان مسعود پر بے حد قابو یافتہ ہو گیا تھا۔ اس حد تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ سلطان مسعود شاہ شطرنج کی طرف صرف تخت حکومت کا مالک تھا۔ باقی تمام امور کے سیاہ وسفید کا اختیار عبدالرحمٰن طغایرک کے قبضہ میں تھا' اس نے بک ارسلان معروف بہ ابن خاص بک ابن بلنکری کو سلطان مسعود کی خدمت سے روک دیا۔ بک ارسلان سلطان مسعود کا خادم خاص اور پروردہ تھا' سلطان مسعود کی اس پر نظر عنایت رہا کرتی تھی خلوت اور جلوت میں سلطان مسعود کی خدمت میں رہتا تھا۔ طغایرک نے اس خیال سے کہ سلطان مسعود سے علیحدہ ہو جائے۔ بک ارسلان کو کسی شہر کا امیر مقرر کر کے بھیجنے کا ارادہ کیا' سلطان مسعود کو اس سے بے حد صدمہ ہوا۔

قتل طغایرک: بک ارسلان اور بعض سرداران فوج کو تنہائی میں طلب کر کے طغایرک کے قتل کا حکم دیا۔ کسی سردار کی ہمت نہ پڑی کہ زنگی جاندار نے اس کام کا بیڑا اٹھایا' بک ارسلان نے اس سے موافقت کی دیکھا دیکھی سرداران عسکر کا ایک گروہ بھی تیار ہو گیا' اس کے بعد ایک روز طغایرک اپنے جاہ وحشم کے ساتھ بمقام جنزہ ہوا خوری کو نکلا' زنگی جاندار نے بڑھ کر وار کیا' طغایرک گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ بک ارسلان نے لپک کر طغایرک کا کام تمام کر دیا۔ سرداران لشکر نے جو اسی کام کی انجام دہی کے لیے ہمراہ تھے طغایرک کے ہمراہیوں کو شور وشغب سے روک دیا۔

امیر عباس والی رے کا قتل: اس واقعہ کی اطلاع سلطان مسعود کو دی گئی۔ سلطان مسعود اس وقت بغداد میں تھا' امیر عباس والی رے بھی اپنی فوج کے ساتھ بغداد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ امیر عباس اس واقعہ سے برافروختہ ہو گیا اور سلطان مسعود سے بدلہ لینے کا موقع ڈھونڈنے لگا۔ سلطان مسعود نے تالیف قلب کی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ امیر عباس کا غصہ فرو ہو گیا سلطان مسعود نے امیر عباس کے قتل کی بھی تدبیر شروع کی بعض سرداران لشکر اور ارکین دولت کو امیر عباس کے قتل پر آمادہ وتیار کیا چونکہ سرداران لشکر اور امیران دولت امیر عباس کے غلبہ حکومت سے تنگ آ گئے تھے قتل پر آمادہ ہو گئے امیر نقش اور حرسوس نحف نے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ ایک روز سلطان مسعود نے امیر عباس کو محل سرائے شاہی میں طلب فرمایا امیر نقش اور حرسوس نحف نے چند آدمیوں کو محل سرائے کی صحنچیوں میں چھپا دیا۔ امیر عباس محل سرائے شاہی کے دروازے پر پہنچا دستہ فوج جاں نثاران نے صرف امیر عباس کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی اس کے ہمراہیوں کو روک دیا۔ امیر نقش اور حرسوس امیر عباس سے باتیں کرتے ہوئے لے گئے جہاں پر ان کے قتل کے لیے آدمیوں کو چھپا رکھا تھا۔ دفعتہ وہ سب نکل پڑے اور امیر کا کام تمام کر دیا اس کے خیمہ اور اسباب کو لوٹ لیا۔ اس واقعہ سے تمام شہر میں واویلا اور ایک شور بپا ہو گیا لیکن پھر خاموشی اور سکون کا عالم ہو گیا۔ یہ واقعہ ۵۴۱ھ ماہ ذیعقدہ میں پیش آیا۔

امیر عباس' سلطان محمود کا آزاد غلام تھا' عادل' نیک سیرت' فرقہ باطنیہ پر کثیر الجہاد اور مدبر تھا۔ رعایا اس سے بے حد خوش تھی۔

سلطان مسعود نے امیر عباس کے قتل کے بعد اس کے بھائی سلیمان شاہ کو قلعہ تکریت میں قید کر دیا اور بغداد سے اصفہان کا سفر اختیار کیا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی ولی التوفیق۔

امیر بوزابہ کی اصفہان پر فوج کشی: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ طغایرک' امیر عباس والی رے اور امیر بوزابہ والی فارس وخوزستان کو سلطان مسعود کی حکومت وسلطنت پر غلبہ حاصل ہو گیا تھا' یہ تینوں امیر ایک تھیلی کے چٹے بٹے تھے طغایرک' امیر عباس اور امیر بوزابہ کے ذریعہ سے سلطان مسعود کو شطرنج کا بادشاہ بنائے ہوئے تھا جس وقت طغایرک مارا گیا امیر عباس کو برافروختگی اور اشتعال پیدا ہوا' بدلہ لینے نہیں پایا تھا کہ فوراً ہی مار ڈالا گیا۔ ان کے مارے جانے کی خبر امیر بوزابہ کو پہنچی غصہ سے کانپ اٹھا۔ ایک بڑی فوج لے کر ۵۴۲ھ میں اصفہان پہنچا۔ محاصرہ کیا۔ دوسری فوج کو ہمدان کے محاصرہ پر مامور کیا۔ تیسری فوج قلعہ ماہکی بلادخف کے سر کرنے کے لیے روانہ ہوئی' بلادخف' امیر بقش کو زخر کی گورنری میں تھے۔ امیر بقش نے مدافعت پر کمر باندھی۔ مردانگی اور جرأت سے لڑ کر دشمن کو پسپا کیا۔

امیر بوزابہ کا خاتمہ: امیر بوزابہ اصفہان سے سلطان مسعود کی تلاش میں روانہ ہوا۔ سلطان مسعود نے جنگ سے پہلو تہی کرنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوا۔ مرج قراتکین میں صف آرائی ہوئی' نہایت شدید مقابلہ ہوا۔ دونوں حریف جی توڑ کر لڑے اتفاق سے امیر بوزابہ کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا امیر بوزابہ زمین پر آ رہا۔ ایک فوجی سپاہی نے لپک کر گرفتار کر لیا۔ کشاں کشاں سلطان مسعود کی خدمت میں پیش کیا۔ اسی وقت سلطان کے روبرو مار ڈالا گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اثناء جنگ میں امیر بوزابہ کو تیر لگا تھا جس کے صدمہ سے گھوڑے سے گرا اور گر کر مر گیا۔ امیر بوزابہ کے مارے جانے سے سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ یہ لڑائی سلاطین سلجوقیہ کی بڑی لڑائیوں میں داخل ہے۔

امراء کی بغاوتیں' بغداد کی بربادی: طغایرک' امیر عباس اور امیر بوزابہ کے مارے جانے کے بعد بک ارسلان خادم خاص سلطان مسعود کی خدمت میں آ گیا۔ دربار شاہی میں امراء کی آمد ورفت ختم ہوئی' اس سے امراء وارا کین دولت کو سلطان مسعود کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی' خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا ہمارے ساتھ بھی وہی واقعہ رونما ہو جو طغایرک اور امیر عباس وغیرہ کے ساتھ پیش آیا تھا اس وجہ سے امراء وارا کین دولت سلجوقیہ ابو رکن مسعودی والی گنجہ واران' بقش کو زخر والی جبل' حاجب خریطائی محمودی افسر پولیس بغداد' ابن طغایرک' امیر رکن مسعود اور فرقوب سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ کر عراق کی طرف روانہ ہو گئے' ان لوگوں کے ہمراہ اور ان کا ہم خیال سلطان مسعود کا بھائی محمد بن محمود بھی تھا۔ یہ تمام امرائے سلجوقیہ کوچ و قیام کرتے ہوئے حلوان پہنچے ان لوگوں میں باہم اختلاف اور بے چینی پیدا ہو گئی۔ غلہ گراں ہو گیا خلیفہ مقتفی عباسی نے واپس جانے کا پیام بھیجا لیکن کسی نے کوئی بات نہ سنی۔ ماہ ربیع الآخر ۵۴۳ھ میں بغداد میں داخل ہوئے۔ شرقی جانب قیام کیا' مسعود افسر پولیس بغداد تکریت بھاگ گیا۔ علی ابن دبیس والی حلہ بھی ان لوگوں سے آ ملا۔ غربی بغداد میں خیمہ نصب کیا۔ خلیفہ مقتفی نے بغداد کی حفاظت کے لیے فوجیں فراہم کیں' امراء سلجوقیہ کے فوجیوں اور عوام الناس سے بغداد میں لڑائی چھڑ گئی۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔

بغداد کی بربادی: اہل بغداد نے امراء سلجوقیہ کے لشکر کو بغداد سے نکال دیا۔ لوٹ کر پھر حملہ آور ہوئے۔ بغداد کی سڑکیں گلی اور کوچے مقتولوں سے بھر گئے۔ آبادی ویرانی سے اور امن بدامنی سے بدل گیا محلے کے محلے سنسان میدان بن گئے' لوٹ مار اور غارتگری کی کوئی حد نہ رہی اس عام غارتگری سے عورتیں اور بچے بھی محفوظ نہ رہے۔ اس کے بعد امراء سلجوقیہ بارگاہ خلافت کے سامنے آئے رسم زمین بوسی ادا کی' معذرت کی تمام دن خلیفہ مقتفی عباسی اور امراء سلجوقیہ سے نامہ و پیام ہوتا رہا۔ بالآخر اگلے دن بغداد سے نہروان کی طرف کوچ کر گئے اس کے بعد مسعود افسر پولیس بغداد واپس آیا اور ان غارتگروں نے نہروان پہنچ کر یہی حرکتیں شروع کیں۔ لوٹ مار اور قتل عام کیا۔

خلیفہ مقتفی اور سلطان مسعود: اس غارتگری کے بعد سے امراء منتشر ہو گئے اور عراق چھوڑ دیا۔ بقش کوز خر طرنطائی اور ابن دبیس نے ۵۴۴ھ میں پھر بغداد کا رخ کیا' ملک شاہ بن محمود برادر زادہ سلطان مسعود ان کے ساتھ تھا' خلیفہ مقتفی عباسی سے ملک شاہ کا نام خطبہ میں داخل کیے جانے کی درخواست کی' خلیفہ مقتفی نے انکاری جواب دیا' فوجیں فراہم کیں' سلطان مسعود کو اس حال سے آگاہ کیا لیکن سلطان مسعود وعدے کے باوجود اپنے چچا سلطان سنجر کی وجہ سے ایفاء عہد نہ کر سکا۔

سلطان سنجر اور سلطان مسعود میں کشیدگی و مصالحت: سلطان سنجر نے بک ارسلان کی بابت سلطان مسعود کو لکھا "تم نے بک ارسلان کو اس قدر بڑھا چڑھا دیا ہے کہ امراء اور اراکین دولت و سرداران لشکر کو اس سے ناراضگی اور بد دلی پیدا ہو گئی ہے مناسب یہ ہے کہ تم اسے خدمت سے علیحدہ کر دو اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو میں مداخلت کرنے پر آمادہ ہو جاؤں گا" سلطان مسعود نے یہ بات مختلف حیلوں سے ٹال دیا اور اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ سلطان کو غصہ پیدا ہوا' کوچ و قیام کرتا رے پہنچ گیا۔ سلطان مسعود نے حاضر ہو کر عذر و معذرت کی اور راضی کر لیا۔

نہروان کا تاراج: بقش کوز خر کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ خلیفہ مقتفی عباسی نے سلطان مسعود کو لکھا ہے اور امداد طلب کی ہے تو نہروان کو لوٹ لیا' علی ابن دبیس والی حلہ کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود اپنے چچا سلطان سنجر سے مل کر بغداد روانہ ہوا' ۵ شوال ۵۴۴ھ میں بغداد پہنچا۔ طرنطائی مرعوب ہو کر نعمانیہ بھاگ گیا' بقش کوز خر بھی نہروان سے کوچ کر گیا' علی ابن دبیس کو چھوڑ دیا' علی ابن دبیس نے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو کر معذرت کی' سلطان مسعود راضی ہو گیا۔

مسعود کی وفات: رجب ۵۴۷ھ میں بمقام ہمدان سلطان مسعود[1] نے وفات پائی۔ زمانہ دعوائے سلطنت سے بائیس سال حکومت کی' اس کی حکومت کے زمانے تک سلجوقیہ کا ستارہ اقبال اوج پذیر رہا۔ اس کے بعد زوال شروع ہوا۔ اس کے مرنے سے گویا سلطنت سلجوقیہ کو موت آ گئی۔

---

[1] سلطان مسعود بن سلطان محمد ماہ ذی القعدہ ۵۰۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس حساب سے ۴۵ برس کی عمر پائی۔ نہایت خلیق' خوش مذاق تھا۔ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کرتا' خوش خلقی سے پیش آتا اور ان کے مال و زر پر دست درازی نہ کرتا تھا سلاطین سلجوقیہ میں اس سے زیادہ نرم دل کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ اس کے بہت سے اوصاف اور فضائل کتب تواریخ میں لکھے ہیں۔ ہم نے بہ نظر اختصار اسی قدر پر اکتفا کیا۔ ایک ہفتہ تپ محرقہ میں بیمار رہ کر یکم رجب ۵۴۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۰۵ جلد ۱۱ مطبوعہ لیدن۔

باب : ٦

سلجوقیوں کا دورِ زوال

سلطان محمد بن سلطان محمود

سلطان مسعود نے اپنے برادر زادہ ملک شاہ ابن سلطان محمود کو اپنا ولی عہد بنایا تھا' اسی بناء پر اس کے مرنے کے بعد امیر خاص بک نے ملک شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا' بیعت کی' شاہی افواج نے بھی سلامی دی۔

سلطان مسعود کی وفات کی خبر دارالخلافت بغداد پہنچی۔ مسعود بلال افسر پولیس بغداد تکریت بھاگ گیا۔ خلیفہ مقتفی لامر اللہ عباسی کے حکم سے افسر پولیس بغداد اور امراء سلطان مسعود کے مکانات مع مال و اسباب ضبط کر لیے گئے۔ اس کے بعد سلطان ملک شاہ نے ایک فوج سالار کرد کی ماتحتی میں حلہ روانہ کی' سالار کرد نے حلہ پر قبضہ کر لیا۔ مسعود بلال افسر پولیس بغداد یہ سن کر تکریت سے حلہ آیا' سالار کرد سے ملا اور اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور دوستی کا اظہار کیا یہاں تک کہ سالار کرد اور مسعود بلال سے بے تکلفی کے مراسم پیدا ہو گئے ایک روز موقع پا کر کرد کو گرفتار کر کے دریا میں ڈبو دیا اور حلہ پر قابض ہو گیا۔ خلیفہ مقتفی لامر اللہ عباسی کو اس کی اطلاع ہوئی' آگ بگولا ہو گیا' وزیر السلطنت عون الدین ابن ہبیرہ کو حلہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ مسعود بلال فرات عبور کر کے مقابلہ پر آیا' لڑائی ہوئی' شکست کھا کر بھاگا' وزیر السلطنت نے حلہ پر قبضہ کر کے ایک فوج کوفہ کی طرف اور ایک فوج واسط بھیجی' چنانچہ کوفہ اور واسط بھی سر ہو گیا۔ اس اثناء میں سلطان ملک شاہ کا لشکر واسط پہنچا۔ وزیر السلطنت کی فوج نے واسط چھوڑ دیا۔ شاہی لشکر نے قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مقتفی عباسی کو اس کی خبر لگی' بہ نفس نفیس فوجیں لے کر واسط کی طرف کوچ کیا۔ شاہی لشکر یہ خبر پا کر واسط سے کنارہ کش ہو گیا۔ خلافت مآب نے واسط پر قبضہ کر کے حلہ کی جانب کوچ کیا اور حلہ ہوتا ہوا آخر ماہ ذی القعدہ سنہ مذکور میں دارالخلافت بغداد واپس آیا۔

ملک شاہ کی گرفتاری: امیر خاص بک کو جس نے سلطان ملک شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا تھا اور سب سے پہلے بیعت کی تھی' انفرادی اور خود مختار حکومت کی ہوس پیدا ہوئی۔ چھ مہینے حکومت کے بعد ملک شاہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ محمد بن سلطان محمود کو خوزستان سے بلا کر تخت حکومت پر بٹھایا' جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا' نذر گزرانی' تحائف اور نذرانے پیش کیے چونکہ سلطان محمد کو امیر خاص بک کی حرکات کی اطلاع ہو گئی تھی اور لوگوں نے اس کی بد باطنی اور شرارت کی چغلی کی تھی۔ اس وجہ سے سلطان محمد کے پہنچنے کے دوسرے دن جب وہ دربار میں حاضر ہونے کے لیے آیا تو سلطان محمد نے اسے اپنے دست مبارک سے قتل کیا اس کے ساتھ زنگی جاندار کو بھی موت کا پیالہ پلایا جس نے طغرل بک کو قتل

کیا تھا۔ امیر خاص بک کے قتل کے بعد اس کا تمام مال واسباب ضبط کر لیا گیا۔

امیر خاص بک: امیر خاص بک ایک ترکمانی کا لڑکا تھا۔ کسی ذریعہ سے سلطان مسعود کی خدمت میں باریاب ہو گیا' چلتا پرزہ اور ہوشیار تھا۔ بعض بعض نمایاں کام انجام دیئے سلطان مسعود نے اُسے اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ شاہی افواج اور امراء دولت کا سردار بنایا۔

انوغری ترکی معروف بہ شملہ امیر خاص بک کا خاص مصاحب اور ہوا خواہ تھا۔ اس نے امیر خاص بک کو سلطان محمد کے پاس جانے سے روکا تھا۔ جب امیر خاص بک مارا گیا تو شملہ خوزستان چلا گیا اور اپنی حکومت وریاست کا سلسلہ قائم کیا واللہ اعلم بغیبہ۔

ترکان غز: غز (ترکوں کا ایک گروہ) ماوراء النہر میں رہتا تھا' ترکوں کا یہ ایک جرگہ تھا جس میں حکمرانان دولت سلجوقیہ بھی داخل ہیں' ماوراء النہر عبور کرنے کے بعد انہوں نے یہیں سکونت اختیار کی مذہباً مسلم تھے' جس وقت ترکان خطا' ملک چین اور ماوراء النہر پر قابض ہوئے تو ترکوں کا یہ جرگہ جو غز کے نام سے موسوم تھا خراسان چلا آیا اور اطراف بلخ میں سکونت اختیار کی' اس زمانہ میں محمود' ایاز' بختیار' طوطی' ارسلان اور مغزان پر حکمران تھے' امیر قماج والی بلخ نے ان لوگوں کو بلخ سے نکالنے پر کمر باندھی' ان لوگوں نے کچھ دے کر امیر قماج کو باز رکھا۔ یہ لوگ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ زکوٰۃ دیتے تھے قافلوں کی حفاظت کرتے تھے اور امن وامان سے رہتے تھے' کسی کو تکلیف وایذا نہ دیتے تھے۔

ترکان غز اور امیر قماج کی جنگ: چند روز بعد امیر قماج کو ان کے اخراج کا سودا پھر پیدا ہوا۔ تمام جرگہ کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا ترکان غز بگڑ گئے' شہر بدر ہونے سے انکار کر دیا۔ بحکم ہر کہ بہ تنگ آید بجنگ آمد مقابلہ کے خیال سے اپنے گروہ والوں کو جمع کیا' امیر قماج دس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ ترکان غز کے اخراج کے لیے روانہ ہوا۔ ترکان غز کے سرداروں نے حاضر ہو کر مال وزر پیش کیا' معذرت کی' واپس جانے کی درخواست کی' امیر قماج نے ایک نہ سنی۔ نوبت بجنگ رسید کا مضمون ہوا' ترکان غز نے امیر قماج کو شکست دی' اس کے لشکر کے ایک بڑے حصہ کو قتل کیا' رعایا پر بھی دست درازی کی' علماء وفقہاء بھی اس پامالی وقتل سے محفوظ نہ رہے عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لے گئے' لونڈی غلام بنایا' مدارس ویران کر دیئے' امیر قماج بہزار خرابی جان بچا کر بھاگا۔ مرو پہنچا۔ سلطان سنجر کی خدمت میں باریاب ہوا' تمام واقعات گوش گزار کیے۔

سلطان سنجر کی گرفتاری: سلطان سنجر نے ترکان غز کو بلخ چھوڑ دینے کا پیام بھیجا اور شاہی حکم پر عمل نہ کرنے کی صورت میں جنگ کی دھمکی دی۔ ترکان غز نے انتہائی نرمی سے جواب دیا۔ خراج دینے کو تیار ہوئے ملک چھوڑنے کے علاوہ اور احکام کی تعمیل پر آمادگی ظاہر کی لیکن سلطان سنجر نے ان کی کوئی بات قبول نہیں کی اور ایک لاکھ فوج سے ترکان غز پر حملہ کیا' نامی گرامی جنگ آزمودہ سردار رکاب میں تھے۔ نہایت شدید جنگ شروع ہوئی' آخر کار سلطان سنجر کو شکست ہوئی' ترکان غز دور تک تعاقب کرتے گئے۔ سلطان سنجر کے لشکر کا زیادہ حصہ کام آ گیا' علاء الدین قماج مارا گیا اور سلطان سنجر چند

سرداران لشکر کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔

ترکان غز کا خراسان پر قبضہ: ترکان غز نے خاتمہ جنگ کے بعد سرداران لشکر کو مار ڈالا باقی رہا سلطان سنجر اس کے ساتھ بہ کمال ادب پیش آئے اس کے ہاتھ پر حکومت کی بیعت کی اور اس کے ساتھ مرو میں داخل ہوئے۔ مرو ملک خراسان کا دارالحکومت تھا۔ بختیار نے گذارش کی ''مرو مجھے بطور جاگیر مرحمت فرمایئے'' سلطان سنجر نے جواب دیا'' یہ دارالسلطنت ہے اور دارالسلطنت جاگیر میں نہیں دیا جاتا'' بختیار یہ سن کر ہنس پڑا' ترکان غز مذاق اڑانے لگے۔ سلطان سنجر یہ رنگ دیکھ کر تخت حکومت سے علیحدہ ہو گیا۔ خانقاہ مرو میں چلا گیا اور ترکان غز بلاد خراسان پر قابض ہو گئے۔

ترکان غز کا ظلم و جور: ترکان غز نے قبضہ کے بعد ظلم و جور کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا' جو مظالم کبھی وقوع میں نہ آئے تھے اور جنہیں کانوں نے کبھی نہ سنا تھا وہ اہل خراسان پر کیے گئے لوگوں پر مختلف قسم کے ٹیکس لگائے' بازار میں تین پیپے لٹکا دیئے اور حکم دیا کہ ''اسے سونے سے بھر دو'' عوام الناس برافروختہ ہو گئے' لڑ پڑے' ترکان غز نے نیشاپور میں داخل ہو کر ایک طرف سے لوٹ لیا۔ عورتوں اور بچوں کے قتل سے بھی باز نہ آئے' چھوٹے اور بڑے بھی قتل اور غارت گری سے محفوظ نہ رہے' گاؤں' قصبات اور شہروں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا' بلاد خراسان میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں پر کہ علماء' صلحاء اور قضاۃ ان کے مظالم کے شکار نہ ہوئے ہوں اور قتل و تباہ نہ کیے گئے ہوں' بلاد خراسان میں صرف ہرات اور سیستان چونکہ نہایت مضبوط و مستحکم تھے۔ اس وجہ سے ترکوں کے ظلم اور غارت گری سے محفوظ رہے۔[1]

امیر قماج اور امیر زنگی میں مناقشت: ابن اثیر نے بعض مورخین عجم سے نقل کیا ہے کہ عہد و خلافت خلیفہ مہدی (یا مقتفی) عباسی میں ترکوں کا یہ گروہ اقصائے سرحد ترک سے ماوراء النہر آیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ مقنع کندی نے شعبدہ اور خرق عادات دکھلا کر انہیں اپنا مطیع بنایا۔ ان کی وجہ سے مقنع کی قوت بڑھ گئی' جب مقنع کو اپنے ارادوں میں بخوبی کامیابی ہوئی اور اس کا مشن پورا ہوا۔ تو شاہی لشکر اس کی روک تھام اور سرکوبی کے لیے چلا ان ترکوں نے مقنع کو گرفتار کر کے شاہی لشکر کے حوالہ کر دیا' اسی قسم کی حرکت ان ترکوں نے ملوک خانیہ کے ساتھ بھی کی۔ اس کے بعد ترکان قارغلیہ نے ان کو زیر و زبر کر کے جلاوطن کیا۔ امیر زنگی بن خلیفہ شیبانی نے جو کہ طغارستان پر قابض تھا اپنے بلاد مقبوضہ میں بلا کر ٹھہرایا۔

---

[1] اس ہنگامہ میں ترکان غز نے بہت بڑی خونریزی کی بلا امتیاز قتل کیا حسین ابن محمد ارسابندی قاضی علی ابن مسعود اور شیخ محی الدین محمد بن یحییٰ ترکوں کے ہاتھوں شہید کیے گئے۔ شعراء نے مرثیے لکھے علی ابن ابراہیم کاتب کا مرثیہ زیادہ مشہور ہے جس کے چار اشعار یہ ہیں۔

مضی الذی کان یحمی الدار من فیه   یسبل بالفضل والافضال وادیه

مضی ابن یحیی الذی قد کان صوب حیا   لاثر شهر و مصباحاً سراجیه

جلا خراسان من علم و من ورع   لماتعاه الی الافاق ناعیه

لما اما توه مات الدین وا اسفا   من ذالذی بعد محی الدین محییه

هکذا فی الکامل لابن اثیر جلد ۱۱ صفحه ۱۱۷ مطبوعه لیدن

اپنی فوج میں بھرتی کیا' امیر قماج والی بلخ اور امیر زنگی میں ایک مدت سے عداوت کا سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ امیر زنگی نے ترکان غز پر اترا کر امیر قماج پر چڑھائی کی' امیر قماج نے ترکوں کو ملا لیا چنانچہ بوقت مقابلہ ترکان غز نے امیر زنگی کو دھوکا دیا۔ امیر زنگی کو شکست ہوئی۔ امیر زنگی اور اس کا لڑکا گرفتار ہو گیا۔ امیر قماج نے دونوں کی زندگی کا خاتمہ کرایا اور ترکان غز کو امیر زنگی کے مقبوضہ بلاد میں جاگیریں دیں۔

سلطان سنجر اور حسین غوری: حسین بن حسین غوری نے تسخیر بلخ کا ارادہ کیا امیر قماج مقابلہ پر آیا۔ ترکوں کا یہ گروہ اس کی رکاب میں تھا مقابلہ ہوا۔ ترکوں نے حسین غوری کا پلہ بھاری دیکھ کر امیر قماج کا ساتھ چھوڑ دیا' حسین غوری کی فوج میں مل گئے۔ امیر قماج کو شکست ملی۔ حسین غوری نے بلخ پر قبضہ کر لیا' سلطان سنجر کو اس واقعہ کی خبر لگی تو لشکر آراستہ کر کے بلخ پر حملہ کیا۔ حسین غوری کو شکست ہوئی بلخ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ شکست کے بعد دربار سلطان سنجر میں حاضر ہوا' معذرت کی اور اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار کیا سلطان سنجر نے غزنی کی حکومت پر واپس کر دیا اور ترکان غز اطراف طخارستان میں بدستور سکونت پذیر رہے' سلطان سنجر نے ان سے کوئی تعارض نہ کیا۔

امیر قماج کا خاتمہ: چونکہ امیر قماج کا دل ان ترکوں سے صاف نہ تھا۔ گذشتہ واقعہ میں بمقابلہ حسین غوری دھوکا دینے کی وجہ سے ناراض تھا اس وجہ سے امیر قماج نے انہیں اپنے مقبوضہ شہروں سے نکل جانے کا حکم دیا' ترکان غز نے مقابلہ کی تیاری کی' ہر طرف سے ترکوں کے جرگوں کو جمع کیا اور ارسلان بوقا ترکی کو امیر لشکر بنا کر نافرمانی پر تل گئے' امیر قماج بھی لشکر آراستہ کر کے سرکوبی کے لیے بڑھا۔ نہایت شدید لڑائی ہوئی۔ تمام دن لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار امیر قماج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ امیر قماج اور اس کا لڑکا ابوبکر گرفتار کر لیے گئے' ترکان غز نے انہیں مار ڈالا اور اطراف بلخ پر قابض ہو گئے۔ قتل وغارت اور پامالی شروع کر دی' دیہات قصبات اور شہر ویران ہو گئے۔

ترکوں کی مرو میں غارت گری: سلطان سنجر نے ان واقعات سے مطلع ہو کر فوجیں فراہم کیں مقدمۃ الجیش پر محمد بن ابوبکر بن امیر قماج مقبول اور مؤید آبی آبہ کو مامور کر کے محرم ۵۴۸ھ میں بڑھنے کا حکم دیا۔ ان کی روانگی کے بعد خود بھی ایک بڑی فوج لے کر روانہ ہوا۔ ترکوں نے فدویت نامہ بھیجا' اطاعت وفرماں برداری کا اقرار کرتے ہوئے مصارف فوج کشی کا تاوان دینے پر تیار ہوئے' سلطان سنجر نے درخواست نامنظور کی' تیغ وسپر ہونے کے لیے ترکوں کے سر پر پہنچ گیا' لڑائی چھڑ گئی ترکوں نے شکست دے کر بلخ کی طرف پسپا کر دیا' پھر سلطان سنجر فوج کو مرتب کر کے دوبارہ بھڑا۔ ترکوں نے اس جنگ میں بھی اسے شکست دی' مرو بھاگ آیا۔ ترکوں نے تعاقب کیا' سلطان سنجر اور اس کے لشکر پر ترکوں کا رعب اس قدر غالب ہو گیا تھا کہ مرو میں بھی ٹھہر نہ سکا۔ بھاگ نکلا۔ ترکوں نے مرو میں داخل ہو کر قتل وغارت گری اور پامالی شروع کر دی۔ بڑے ائمہ' نامی گرامی علماء اور قضاۃ کو شہید کیا۔[1]

---

[1] پہلی لڑائی ماہ محرم ۵۴۸ھ میں سلطان سنجر کے مقدمۃ الجیش سے ہوئی۔ مقدمۃ الجیش کو شکست ہوئی' اتنے میں سلطان سنجر پہنچ گیا ترکوں نے معذرت کی' سلطان سنجر نے ایک نہ سنی لڑائی ہوئی۔ سلطان سنجر پسپا ہو کر بلخ پہنچا' ترکوں نے تعاقب کیا سلطان سنجر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جس وقت سلطان سنجر مرو سے نکلا تھا ترکوں نے گرفتار کر لیا اور اپنی عادت کے مطابق سلطان سنجر کو تخت پر بٹھایا' اطاعت و فرمانبرداری قبول کی' اس کے بعد مرو کی غارت گری پر پھر ہاتھ بڑھایا۔ اہل مرو نے مدافعت پر کمر باندھی' تیغ و سپر ہوئے لیکن ترکوں کی ظالمانہ قوت کا مقابلہ نہ کر سکے پسپا ہوئے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے شہر حوالہ کر دیا۔ ترکوں نے پہلے سے زیادہ پائمال کیا قتل اور غارت گری کی کوئی حد نہ رہی۔

طوس کی پامالی: سلطان سنجر کی گرفتاری کے بعد وزیر السلطنت طاہر بن فخر الملک بن نظام الملک اور تمام امراء خراسان سلطان سنجر سے جدا ہو کر نیشا پور چلے گئے۔ سلیمان شاہ بن سلطان محمود کو بلا کر تخت حکومت پر متمکن کیا۔ چنانچہ ۱۹ جمادی الآخر سنہ مذکور میں سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ خراسانی لشکر کا جم غفیر جمع ہو گیا اور ترکوں پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ ترک بھی مقابلے کے ارادے سے نکلے۔ فریقین نے مرو کے باہر صف آرائی کی۔ ایک دوسرے سے تیغ و سپر ہوئے۔ خراسانی لشکر ترکوں سے مرعوب ہو رہا تھا۔ میدان جنگ سے بھاگ نکلا' نیشا پور میں پناہ گزین ہونے کا قصد کیا' ترکان غز تعاقب میں تھے' نیشا پور میں بھی نہ ٹھہر سکا' ترکوں نے طوس میں داخل ہو کر آفت مچا دی' علماء[1]' زہاد اور رؤسا کو قتل کیا' مسجدیں منہدم کر دیں' عورتیں اور بچے تک ان کے مظالم سے محفوظ نہ رہے۔

نیشا پور کی بربادی و قتل عام: طوس کو پامال کر کے ماہ شوال ۵۴۹ھ میں نیشا پور کی پامالی کو بڑھے طوس سے زیادہ نیشا پور[2] میں مظالم کیے سارا شہر مقتولوں سے بھر گیا' علماء اور صلحاء کا ایک گروہ جامع اعظم میں جا کر پناہ گزین ہوا' ترکوں نے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے) نے پلٹ کر مقابلہ کیا پھر لڑائی ہوئی' سلطان سنجر شکست کھا کر مرو کی طرف بھاگا یہ واقعہ ماہ صفر سنہ مذکور کا ہے ترکوں نے مرو کا قصد کیا خراسانی لشکر ترکوں کی آمد کی خبر سن کر خوف سے تھرا گیا' مرو چھوڑ دیا' ترکوں نے ماہ جمادی الاولیٰ سنہ مذکور میں مرو میں داخل ہو کر جو کچھ کرنا تھا' کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸' ۱۱۹ مطبوعہ لیدن۔

[1] طوس میں منجملہ ان علماء کے جو ترکوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ امام محمد مارکی' علی موسوی' نقیب علوی' اسمٰعیل بن حسن خطیب اور شیخ الشیوخ محمد ابن احمد خصوصیت کے ساتھ کتب تواریخ میں مذکور ہیں۔ کسی نامی عالم اور شیخ کو قتل سے باقی نہیں چھوڑا۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ لیدن۔

[2] ماہ شوال ۵۴۹ھ میں ترکوں نے نیشا پور کو تاراج کیا' کوئی شخص مزاحمت اور مدافعت کرنے والا نہ تھا کسی ایک متنفس کو زندہ باقی نہ چھوڑا۔ صرف دو محلوں میں کشتی مقتول مردوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ عورتوں اور بچوں کا اس میں شمار نہیں ہے جو عورتیں اور بچے باقی رہ گئے انہیں غلام اور لونڈی بنا لیا سارا شہر مقتولوں سے پر تھا۔ گلیوں میں ٹیلہ کی طرح کشتوں کے پشتے لگے تھے۔ عوام کا کیا ذکر ہے بہت سے علماء اور صالحین کو قتل کیا جن میں محمد بن یحییٰ فقیہ شافعی تھے جن کا مثل اس زمانہ میں نہ تھا' طالب علم دور دراز ملکوں سے سفر کر کے ان کی خدمت میں آتے تھے۔ علماء نے ان کا مرثیہ لکھا' ابوالحسن علی بن ابوالقاسم بیہقی کا مرثیہ زیادہ مشہور ہے جس کے دو اشعار نقل کیے جاتے ہیں وھو ہذا:

یا سافکا دم عالم متبحر | قد طار فی اقصی الممالک صیته
باللہ قل لی یا ظلوم ولا تخف | من کان محی الدین کیف تمیتہ

فقیہ موصوف کے علاوہ عبدالرحمٰن بن عبدالصمد اکاف' ابوالبرکات فراوی' امام علی صباغ متکلم' احمد بن محمد بن حامد' عبدالوہاب فقابادی' قاضی صاعد بن عبدالملک ابن صاعد' حسن بن عبدالحمید رازی اور بہت سے علماء کو ان ترکوں نے شہید کیا قصہ مختصر ان ترکوں نے جو تمام کے مسلمان تھے دنیائے اسلام پر وہ مظالم کیے جو کفار نے بھی کبھی نہ کیے تھے۔ ملخص از تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ لیدن۔

انہیں بھی نہ چھوڑا۔ ایک ایک کو قتل کیا۔ کتب خانہ جلا دیا۔ یہی مظالم اور زیادتیاں کا جوین اور اسفرائین میں بھی کی گئیں' محاصرہ کیا' پامال کیا' باغات اجاڑ ڈالے' کھیتوں کو برباد کیا' بوڑھے' جوان' عورت اور بچے کوئی بھی ان کے مظالم سے محفوظ نہ رہا۔ ترکوں نے جس قدر مظالم ان مقامات میں کیے دوسرے شہروں پر نہیں کیے۔

وزیر طاہر بن فخر الملک کی وفات: سلطان سلیمان شاہ کی حالت کمزور تھی' خوش تدبیر اور منتظم بھی نہ تھا' ترکوں کے مقابلے سے عاجز ہو گیا ماہ شوال ۵۴۸ھ میں اس کا وزیر طاہر بن فخر الملک بن نظام الملک موت کی ٹھنڈی نیند سو گیا۔ سلیمان شاہ نے اس کے بیٹے نظام الملک دوم کو قلمدان وزارت سپرد کیا' ایک اسی کا دم تھا جس سے سلیمان شاہ کچھ نہ کچھ ترکوں کے مقابلہ پر اڑا رہتا تھا اس کے مرنے سے ہمت ہار گیا' سلطنت کا بار اٹھا نہ سکا۔ ماہ صفر ۵۴۹ھ میں جرجان واپس آیا۔ اراکین دولت نے جمع ہو کر بار حکومت سے اسے سبکدوش کر کے خان محمود بن محمد بن بقرا خان ہمشیرزادہ سلطان سنجر کو اپنا سلطان بنایا ماہ شوال میں خان محمود کو بلا کر تخت نشین کیا۔ اس کے نام کا جامع مسجد میں خطبہ پڑھا۔

ترکان غز کا محاصرہ ہرات: اس وقت ترکان غز ہرات کا محاصرہ کیے تھے۔ خان محمود فوج آراستہ کر کے ہرات کو ترکوں کی دست برد سے چھڑانے کے لیے نکلا' ترکوں سے متعدد لڑائیاں ہوئیں' اکثر لڑائیوں میں ترکان غز کامیاب رہے۔ آخر کار ترکان غز ماہ جمادی الاوّل ۵۵۰ھ میں محاصرہ اٹھا کر مرو چلے آئے اور اہل مرو سے تاوان وصول کرنے لگے۔ خان محمود نے نیشاپور کی طرف کوچ کیا۔ نیشاپور پر موید نے قبضہ کر لیا تھا جیسا کہ آئندہ ہم لکھیں گے اس کے بعد ترکان غز نے خان محمود کو صلح کا پیام دیا' ماہ رجب سنہ مذکور میں باہم مصالحت ہو گئی۔

موید کا نیشاپور پر قبضہ: موید سلطان کا غلام تھا (ای ابہ[1] نام تھا' "موید" کا لقب دیا تھا) اراکین دولت میں نہایت چلتا پرزہ اور بااثر شخص تھا۔ سرداران لشکر اس کے اشارے پر کام کرتے تھے۔ جس وقت ملک میں ترکان غز کا فتنہ رونما ہوا۔ امراء و سرداران سلطنت سلجوقیہ بلاد خراسان میں منتشر ہو گئے اور حکمرانان سلجوقیہ کمزور پڑنے اور ترکوں کی مدافعت نہ کر سکے اس وقت موید نے بڑھ کر عنان انتظام اپنے ہاتھ میں لی۔ سپہ سالاران سلجوقیہ کا ایک گروہ موید سے آ ملا' فوجیں اکٹھی ہو گئیں' نیشاپور' طوس' نسا' ابیورد' شہرستان اور دامغان پر قبضہ کر لیا اور لٹیرے ترکان غز کو ان شہروں سے مار بھگایا چونکہ موید نہایت خوش خلق عادل اور نرم دل تھا۔ اس وجہ سے رعایا نے اس کی اطاعت قبول کی' بہت سے ہوا خواہ پیدا ہو گئے۔ جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ اس سے موید کی شان و شوکت بڑھ گئی' رعب و داب کا سکہ چلنے لگا خان محمود نے موید کو اپنی اطاعت کا پیام دیا مذکورہ بالا مقامات کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا اور دربار شاہی میں حاضری کا حکم دیا۔ فریقین میں کا غذی گھوڑے دوڑنے لگے آخر کار سالانہ خراج دینے پر مصالحت ہوئی۔ موید نے زر خراج کی ادائیگی کی ضمانت دی' خان محمود پیش قدمی سے رک گیا اور موید ان شہروں پر بدستور قابض رہا۔

---

[1] میں نے یہ نام تاریخ کامل سے نقل کیا ہے کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم

ایتاخ کا رے پر قبضہ: ایتاخ بھی سلطان سنجر کا ایک خادم تھا۔ جس وقت ترکان غز کی غارتگری کا دور شروع ہوا' ایتاخ خراسان سے رے چلا گیا اور رے پر قابض ہو گیا' رے سلطان سنجر کے ممالک محروسہ میں سے تھا۔ ایتاخ نے سلطان محمد شاہ بن محمود والی ہمدان و اصفہان وغیرہ کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ نذرانے و تحائف پیش کیے چنانچہ سلطان محمد شاہ نے ایتاخ کو حکومت رے پر بحال رکھا۔ سلطان محمد شاہ کی وفات کے بعد ایتاخ نے ہاتھ پاؤں نکالے رے کے سرحدی شہروں پر قبضہ کر لیا' اس سے ایتاخ کی شان و شوکت بڑھ گئی' فوج کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی' جب سلیمان شاہ نے ہمدان وغیرہ کی عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی تو ایتاخ نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر اطاعت و فرمانبرداری قبول کی۔ جس سے اس کی قوت میں روز افزوں ترقی ہو گئی' رے اور اس کے قرب و جوار پر اس کی خودمختار حکومت باقی رہ گئی۔ سلیمان شاہ جس زمانہ میں خراسان کا گورنر تھا' اس زمانہ سے ایتاخ سے مانوس و مالوف تھا۔

سلطان سلیمان شاہ بن سلطان محمد: سلیمان شاہ بن سلطان محمد بن ملک شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس رہتا تھا۔ سلطان سنجر نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ خراسان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ جس وقت ترکوں کا طوفان فتنہ و فساد برپا ہوا اور سلطان سنجر گرفتار کر لیا گیا' اراکین دولت اور امراء خراسان نے سلیمان شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا' سلیمان شاہ ترکوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ خوارزم کے پاس چلا گیا' خوارزم شاہ نے اپنی بھتیجی (اتسیس کی لڑکی) سے سلیمان شاہ کا عقد کر دیا' لگانے بجھانے والوں نے لگا بجھا دیا۔ خوارزم شاہ کو سلیمان شاہ کی طرف سے بدظنی پیدا ہوئی' اپنے ملک سے نکال دیا۔ مصیبت زدہ سلیمان شاہ اصفہان پہنچا' اصفہان کے افسر اعلیٰ پولیس نے اصفہان میں داخل نہ ہونے دیا' قاشان کا راستہ لیا' سلطان محمد شاہ بن سلطان محمود کو اس کی اطلاع ہوئی' قاشان میں فوج بھیج دی۔ جس نے سلیمان شاہ کو شہر میں جانے سے روک دیا' بحال پریشان' خوزستان کی طرف روانہ ہوا۔ ملک شاہ نے خوزستان کی ناکہ بندی کر لی' سلیمان شاہ نجف چلا گیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔

سلطان سلیمان شاہ کی بغداد میں آمد: سلیمان شاہ نے نجف میں قیام کرنے کے بعد خلیفہ مقتفی عباسی کی خدمت میں عریضہ بھیجا' اپنے حالات لکھے اور بغداد آنے کی اجازت طلب کی' خلافت مآب نے کہلا بھیجا کہ ''تم اپنی بیوی کو بطور ضمانت بغداد بھیج دو تو میں تم کو بغداد آنے کی اجازت دوں۔'' چنانچہ سلیمان شاہ نے اپنی بیوی کو چند لونڈیوں اور خادموں کے ساتھ بغداد بھیج دیا' خلافت مآب نے بیگم سلیمان شاہ کو عزت و احترام سے ٹھہرایا اور سلیمان شاہ کو بغداد داخل ہونے کی اجازت دی' وزیر السلطنت ابن ہبیرہ' قاضی القضاۃ بغداد اور نقباء نے سلیمان شاہ کا استقبال کیا' خلیفہ مقتفی عباسی نے خلعت عنایت کیا۔ سلیمان شاہ نے باطمینان بغداد میں قیام اختیار کیا یہاں تک کہ ۵۵۱ھ کا دور آیا۔ سلیمان شاہ کو سلام نو کے دربار میں حاضری کا حکم دیا گیا' قاضی القضاۃ رؤساء خاندان خلافت' اور اراکین دولت کے سامنے سلیمان شاہ نے خلیفہ مقتفی عباسی کی اطاعت و فرمانبرداری کی قسم کھائی' کسی حالت میں عراق سے تعرض نہ کرنے کا اقرار کیا' خلیفہ مقتفی عباسی نے اس بنا پر بغداد میں سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اجازت دی' اس کے باپ کے تمام خطابات عطا کیے خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا' تین ہزار فوج عنایت کی' امیر دوران امیر حاجب والی حلہ کو سلیمان شاہ کا مصاحب مقرر کیا۔

سلیمان شاہ کی سلطان محمد پر فوج کشی: ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں سلیمان شاہ اس شان وشوکت سے بلاد جبل کی طرف روانہ ہوا اور خلیفہ مقتفی عباسی نے حلوان کی جانب کوچ کیا۔ خلیفہ مقتفی نے ملک شاہ بن سلطان محمود کو طلبی کا فرمان بھیجا۔ ملک شاہ دو ہزار سواروں کی جمعیت سے حاضر ہوا۔ خلیفہ مقتفی نے حکم دیا کہ "تم سلیمان شاہ کے معاون و مددگار ہو میں تمہیں سلیمان شاہ کے بعد تاج وتخت کا وارث مقرر کرتا ہوں" چچا اور بھتیجے نے ایک دوسرے کی امداد واعانت کی قسم کھائی خلیفہ مقتفی عباسی نے مال وزر اور آلات حرب انہیں عنایت فرمائے۔ ایلد کز والی گنجہ واران بھی ان لوگوں سے آملا۔ سب کے سب متفق ہو کر سلطان محمد سے جنگ کرنے کو نکلے۔

سلیمان شاہ کی شکست وگرفتاری: سلطان محمد کو اس کی اطلاع ہوئی' قطب الدین مودود بن زنگی والی موصل اور اس کے نائب زین الدین علی کوچک کو یہ واقعات لکھ بھیجے اتفاق اور امداد کی درخواست کی' قطب الدین مودود اور زین الدین علی نے سلیمان شاہ کے مقابلے میں ہمدردی واطاعت کا بیڑا اٹھایا' سلطان محمد کو اس سے بے حد تقویت ہوئی' لشکر آراستہ کر کے اپنے چچا سلیمان شاہ کے مقابلہ کے لیے کوچ کیا۔ ماہ جمادی الاول میں جنگ شروع ہوئی۔ دونوں فریق جی توڑ کر لڑے' سلیمان شاہ کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' سلطان محمد کامیاب ہوا' سلیمان شاہ گرتا پڑتا شہر زور کے راستے بغداد روانہ ہوا' شہر زور پر والی موصل کا قبضہ تھا۔ زین الدین علی کی طرف سے امیر بوزان اس شہر کا حاکم تھا۔ زین الدین علی اور امیر بوزان نے سلیمان شاہ کو گرفتار کر لیا اور بحراست تمام موصل لے جا کر قید کر دیا' سلطان محمد کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور آئندہ بھی ہر کام میں ہمدردی واعانت کا وعدہ کیا۔ سلطان محمد نے اس سے مسرت ظاہر کی اور شکر گذار ہوا۔

سلطان سنجر کا فرار: سلطان سنجر کی گرفتاری' اراکین دولت سلجوقیہ کا انتشار پھر ان کے نیشاپور میں جمع ہونے اور خان محمود بن محمد کو حکمران بنانے کے حالات آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ قصہ مختصر ادھر خان محمود نے ترکوں کی روک تھام کی ادھر اتسز بن محمد بن انوشتکین نے خوارزم میں ان کی مدافعت پر کمر باندھی فریقین میں متعدد لڑائیاں ہوئیں' آخر کار ہر ایک فریق نے ملک خراسان کا کچھ نہ کچھ حصہ دبا لیا اسی زمانہ میں یا اس کے ساتھ ساتھ وہ امراء بھی بھاگ گئے جو ان کے ساتھ قید تھے۔ گرتا پڑتا ترمذ پہنچا۔ دریائے جیحوں عبور کر کے مرو میں داخل ہوا جو ان کا دار الحکومت تھا۔[1] جمادی الاول ۵۴۸ھ سے ماہ رمضان ۵۵۱ھ تک قید رہا اس حساب سے تین برس چار مہینے ہوئے۔

---

[1] علی بک سردار ترکان قارغلیہ نہایت سخت اور تند مزاج تھا جو سلطان سنجر کی حراست کر رہا تھا۔ اتفاق سے یہ مر گیا' ترکان قارغلیہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ اس سے سلطان سنجر اور اس کے سرداروں کو بھاگنے کا موقع مل گیا۔ واللہ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔

سلطان محمد کا محاصرہ بغداد: سلطان محمد بن محمود نے اپنے چچا مسعود کے بعد اپنی تخت نشینی کے شروع زمانے میں مقتفی عباسی کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ حسب دستور سلاطین سلجوقیہ عراق و بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی

درخواست کی تھی' چونکہ خلافت مآب کو سلاطین سلجوقیہ کی بداقبالی اور حکومت کے خاتمہ کا خطرہ ہوگیا تھا۔ درخواست کو منظور نہ فرمایا۔ سلطان محمد کو اس سے برہمی پیدا ہوئی' ہمدان سے فوجیں لے کر عراق کے ارادے سے روانہ ہوا' قطب الدین والی موصل اور اس کے نائب زین الدین نے محاصرہ بغداد میں امداد کا وعدہ کیا چنانچہ سلطان محمد ماہ ذی الحجہ ۵۵۱ھ میں بغداد پہنچا' خلیفہ مقتفی عباسی نے بھی لشکر فراہم کرنے کا حکم صادر فرمایا خطلو برس لشکر واسط لے کر پہنچ گیا' مہلہل اس سے علیحدہ ہو کر حلہ چلا گیا اور قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مقتفی عباسی اور عون الدین ابن ہبیرہ نے قلعہ بندی شروع کی' پل توڑ ڈالا۔ کشتیاں ہٹا دیں اور ۲ محرم ۵۵۲ھ میں یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص غربی بغداد میں نہ رہے۔ اس حکم کے مطابق باشندگان غربی بغداد اپنا مال واسباب حریم خلافت میں اٹھا لائے اور غربی بغداد کو خالی کر دیا۔

سلطان محمد کی مراجعت ہمدان: خلیفہ مقتفی عباسی نے مصلحت جنگ کے لحاظ سے خرسہ کے بالائی علاقہ کو ویران کرا دیا۔ اسی طرح سلطان محمد نے جس جانب وہ خیمہ زن تھا اسے چٹیل میدان بنا دیا۔ منجنیقیں نصب کرائیں' فوج کے محاصرہ کا حکم دیا۔ خلیفہ مقتفی بھی اپنی فوج اور باشندگان بغداد کو مسلح کر کے مقابلہ پر آیا۔ اتنے میں زین الدین کوچک لشکر لے کر موصل سے سلطان محمد کے پاس آ گیا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ محاصرہ میں سختی ہوئی' بغداد میں غلے کی آمد ورفت بند ہوگئی' گرانی بڑھ گئی۔ زین الدین کوچک اور اس کا لشکر جنگ میں خلیفہ کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوتاہی کر رہا تھا۔ بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ سلطان نورالدین محمود زنگی نے اپنے بھائی قطب الدین والی موصل کو خلیفہ کے مقابلہ میں جنگ کی ممانعت کی اس وجہ سے زین الدین کوچک جو قطب الدین کا نائب تھا جنگ میں پیش قدمی نہیں کرتا تھا۔ غرض اسی اثناء میں سلطان محمد تک یہ خبر پہنچی کہ اس کا بھائی ملک شاہ' ایلدکز والی اران اور ارسلان بن ملک طغرل بن محمد ہمدان کے قصد سے روانہ ہوگیا ہے' سنتے ہی ہوش وحواس جاتے رہے بغداد کا محاصرہ اٹھا کر نہایت تیزی سے ۲۴ ربیع الاول ۵۵۲ھ میں ہمدان کی طرف کوچ کیا اور زین الدین کوچک موصل واپس آیا۔

ملک شاہ اور امیر سقمس کی جنگ: ملک شاہ' ایلدکز اور ملک ارسلان نے ہمدان کا محاصرہ کر لیا تھا زیادہ دن نہیں گذرنے پائے تھے کہ سلطان محمد کی آمد کی خبر مشہور ہوئی' محاصرہ اٹھا کر راستہ لیا۔ ایتانج افسر پولیس رے نے مدافعت کی لیکن کامیاب نہ ہوا' محاصرین نے ایتانج کو شکست فاش دی اور رے کا پورے طور سے محاصرہ کر لیا۔ سلطان محمد نے امیر سقمس بن قماز کو ایک بڑی فوج کے ساتھ ایتانج کی کمک پر روانہ کیا۔ لیکن امیر سقمس رے اس وقت پہنچا جب کہ ملک شاہ اور اس کے ہمراہی مرداور رے سے محاصرہ اٹھا کر بغداد جا رہے تھے' امیر سقمس سے اثناء راہ میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ ملک شاہ نے امیر سقمس کو شکست دی اس کے لشکر کو لوٹ لیا' سلطان محمد کو اس کی خبر لگی' فوراً بغداد کی طرف روانہ ہوگیا' حلوان پہنچا تو یہ خبر سننے میں آئی کہ ایلدکز دینور چلا گیا۔ اتنے میں ایتانج افسر پولیس رے کا پیام بر پہنچا' عرض کیا کہ ہمدان پر سلطنت پناہ کا قبضہ ہے اور سلطان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا' شملہ والی خراسان اپنے دارالحکومت بھاگ گیا' ایلدکز اور ملک شاہ کی فوج تتر بتر ہوگئی اور یہ دونوں اپنے اپنے شہر واپس چلے گئے۔ سلطان محمد نے بغداد کا جانا ملتوی کیا' اران کی تسخیر کے ارادے سے ہمدان کی جانب واپس ہوا' اران ایلدکز کا مقبوضہ علاقہ تھا۔

وفات سلطان سنجر: اس کے بعد سلطان سنجر[1] حکمران خراسان نے ماہ ربیع الاول ۵۵۲ھ میں سفر آخرت اختیار کیا' اپنے بھائی برکیارق کے زمانہ سے خراسان کا حکمران ہوا۔ اس کے بھائی سلطان محمد نے اسے ولی عہد مقرر کیا' سلطان محمد کے مرنے کے بعد تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا۔ تمام سلاطین نے اس کی اطاعت کو ذریعہ عزت سمجھا' ممالک اسلامیہ کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ چالیس سال تک سلطان کے لقب سے پڑھا گیا۔ اس کے پہلے بیس برس تک خطبوں میں ''ملک'' کے خطاب سے یاد کیا جاتا رہا۔ تین سال چار ماہ ترکوں کی قید میں رہا۔ قید سے خلاصی کے بعد وفات پائی' بغداد اور عراق سے اس کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا گیا۔ جاں کنی کے وقت حکومت خراسان پر اپنے ہمشیرزادہ محمود بن محمد بن بقراخاں کو تاج وتخت کا مالک اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ محمود نے جرجان میں سکونت اختیار کی' ترکوں نے مرو اور خراسان کو دبالیا اور موید' نیشاپور اور خراسان کے اس حصہ پر جو نیشاپور سے متصل تھا' قابض ہو گیا اسی صورت سے ۵۵۴ھ تک حکومت کا سلسلہ قائم رہا۔ اس کے بعد ترکوں نے سلطان محمود کی خدمت میں قاصد بھیجا' بہ اصرار تمام بادشاہ بنانے کے لیے بلایا' سلطان محمود ترکوں سے مطمئن نہ ہوا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے کو ترکوں کے پاس بھیج دیا۔ ایک مدت تک ترکوں نے اس کی اطاعت کی' پھر خود سلطان محمود ترکوں کے پاس چلا گیا جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

امیر ایتاخ: ایتاخ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں سلطان سنجر کا خادم تھا۔ جب ترکوں کا فتنہ وفساد برپا ہوا' ارکین دولت سلجوقیہ متفرق ہو گئے اور سلطان سنجر نے وفات پائی' موید نے نیشاپور وغیرہ پہلے ہی سے دبا لیا تھا اس وجہ سے لشکر خراسان پر اس کا اثر خاص پیدا ہو گیا۔ سرداران لشکر سنجر کو یہ حسد پیدا ہوا امراء کی ایک جماعت' موید سے منحرف ہو گئی۔ انہی میں امیر ایتاخ بھی تھا۔

جنگ ایتاخ اور موئید: امیر ایتاخ کبھی موید کا ہم خیال اور رفیق بن جاتا' کبھی ماژندران کا اور کبھی خوارزم شاہ کے پاس جانے کا قصد کرتا تھا لیکن بظاہر موید ہی کا راگ الاپتا تھا ۵۵۲ھ میں دس ہزار سواروں کی جمعیت سے ماژندران سے موید کی مخالفت کے لیے نکلا نسا اور ابیورد پر قبضہ کرنے کو بڑھا[2] موید کو اس کی خبر لگی۔ روک تھام کے لیے روانہ ہوا' پہنچتے ہی ایتاخ پر حملہ کیا' ایتاخ مقابلہ نہ کر سکا۔ شکست کھا کر ماژندران چلا گیا' ماژندران کا حکمران رستم سے رسوخ پیدا کرنے کے خیال سے علی کا سر اتار کر رستم کے سامنے پیش کیا۔ رستم کو بے حد رنج اور غصہ پیدا ہوا۔ اپنے یہاں سے ایتاخ کو نکال دیا۔

---

[1] سلطان سنجر بن ملک شاہ بن الپ ارسلان کا بعارضہ قولنج انتقال ہوا ماہ رجب ۴۷۹ھ میں بمقام سنجار (دیار جزیرہ) میں پیدا ہوا خراسان میں سکونت اختیار کی مرو کو دار السلطنت بنایا' سخی' رقیق القلب' عالی ہمت اور رعب وداب والا تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں بدامنی نہیں ہوئی' ایک قبہ میں مدفون ہوا جسے اس نے اسی غرض کے لیے بنوایا تھا اور دارالآخرۃ نام رکھا تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۷۴ مطبوعہ لیدن۔

[2] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

ایتاخ کی اطاعت سلطان محمود اور مؤید نے اپنی اطاعت کا پیام بھیجا' غارت گری چھوڑنے اور سلامت روی سے رہنے کی ہدایت کی' ایتاخ نے ذرا بھی نہ سنا اسی بے ڈھنگی رفتار پر قائم رہا۔ سلطان محمود اور مؤید ماہ صفر ۵۵۳ھ میں سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے' ایتاخ یہ خبر پا کر بھاگ گیا' سلطان محمود اور ایتاخ نے تعاقب کیا' رستم شاہ مازندران نے سلطان محمود اور مؤید کی خدمت میں نیاز مندی کا عریضہ بھیجا' نذرانے اور تحائف پیش کیے' سلطان محمود اور مؤید نے اسے قبول کیا۔ ایتاخ نے یہ رنگ دیکھ کر اظہار اطاعت کی غرض سے اپنے لڑکے کو بطور ضمانت سلطان محمود کی خدمت میں بھیج دیا۔ سلطان محمود کا غصہ فرو ہو گیا۔ پھر پیش قدمی نہ کی' مؤید کے ساتھ واپس آیا۔ ایتاخ جرجان' دہستان اور اس کے صوبہ پر قابض ہو گیا۔

جنگ مؤید و سنقر عزیزی سنقر عزیزی' سلطان سنجر کے ارکین دولت میں سے تھا اس کا دل بھی مؤید سے صاف نہ تھا۔ جس وقت مؤید جنگ ایتاخ میں مشغول و مصروف ہوا تو سنقر عزیزی سلطان محمود بن محمد کے لشکر سے علیحدہ ہو کر ہرات چلا گیا اور قبضہ کر لیا۔ ہرات میں ترکوں کا ایک گروہ رہتا تھا۔ اس نے سنقر کو حسین بادشاہ غوری سے مل جانے اور اس کے علم حکومت کے زیر اثر حکومت کرنے کی رائے دی چونکہ سلطان محمود کی حکومت کمزور پڑ رہی تھی۔ اور گورنران صوبہ جات ملک کو دباتے جاتے تھے' سنقر کے دماغ میں یہ بات نہ آئی' خود مختار حکومت کا خیال پیدا ہوا۔ مؤید کو اس کی اطلاع ہوئی' فوجیں آراستہ کر کے ہرات پر یلغار کیا۔ پہنچتے ہی محاصرہ کیا۔ سنقر کے ہمراہی ترک مؤید سے مل گئے' اطاعت قبول کر لی اور سنقر کو دھوکہ سے مار ڈالا۔ سلطان محمود کا ہرات پر قبضہ ہو گیا۔ سنقر کے لشکر کا باقی ماندہ حصہ ایتاخ کے پاس چلا گیا طوس اور اس کے نواح میں غارت گری کا بازار پھر گرم ہو گیا' ویرانی تباہی اور بربادی کی کوئی حد نہ رہی۔ واللہ اعلم۔

مؤید اور ترکوں کی جنگ: ترکوں نے پہلے ہنگامہ کے بعد جسے آپ اوپر پڑھ آئے ہیں بلخ میں قیام اختیار کیا خراسان کی غارت گری اور قتل سے دست کش ہو گئے اور تمام گروہ نے سلطان محمود بن خان محمد کے حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔ مؤید اس کی دولت و حکومت کا مدبر اور قائد تھا۔ شعبان ۵۵۳ھ میں ترکوں کے ہاتھ میں پھر کھجلی پیدا ہوئی' بلخ سے مرو کی طرف غارت گری کے لیے بڑھے' سلطان محمود اس وقت سرخس میں تھا۔ مؤید تھوڑی سی فوج لے کر ترکوں کی روک تھام کے لیے روانہ ہوا۔ ایک مقام پر مقابلہ ہو گیا جس میں مؤید کو کامیابی ہوئی' تعاقب کرتا ہوا مرو پہنچا۔ ترکوں کا ایک بڑا گروہ کام آ گیا' بہت سا مال و اسباب مؤید کے ہاتھ لگا' مظفر و منصور سرخس واپس آیا۔

ترکوں کی سرخس میں غارت گری: اس کے بعد مؤید اور سلطان محمود نے ترکوں کی گوشمالی پر کمر باندھی فوجیں مرتب کر کے سرخس سے نکلے۔ ۵ شوال سنہ مذکور میں ترکوں سے مقابلہ ہوا' تین بار لڑائی ہوئی ہر مرتبہ ترکوں سے مقابلہ ہوا' تین بار لڑائی ہوئی ہر مرتبہ ترکوں کو شکست ہوئی' چوتھی لڑائی میں ترکوں کا لشکر کامیاب ہوا' سلطان محمود کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی ایک بڑا گروہ کام آ گیا' ترک مرو میں داخل ہوئے۔ اہل مرو کے ساتھ نرمی سے پیش آئے' علماء اور ائمہ وقت کی تعظیم و تکریم کی' اس کے بعد سرخس اور طوس کی طرف بڑھے' لوٹ اور غارت گری کا بازار گرم کیا' دیہات

قصبات اور شہر ویران ہو گئے (اس واقعہ میں سرخس کے مقتولوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی) غارت گری اور قتل سے فارغ ہو کر مرو واپس آئے۔

جلال الدین عمر بن سلطان محمود: سلطان محمود بن محمد شکست کے بعد جرجان چلا گیا تھا مقابلے کی قوت نہ تھی ترکوں کے آخری نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا۔ ۵۵۴ھ میں ترکوں نے سلطان محمود کو بادشاہ بنانے کی غرض سے طلبی کی عرض داشت بھیجی‘ سلطان محمود نے جان کے خوف سے بہانہ کر دیا۔ تب ترکوں نے اس کے بیٹے جلال الدین عمر کو بادشاہت کے لیے بلایا۔ سلطان محمود نے ترکوں سے عہد و اقرار اور حلف لے کر جلال الدین عمر کو بھیج دیا۔ ترکوں نے بڑی آؤ بھگت کی‘ عزت و احترام سے اپنا بادشاہ بنایا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر ۵۵۴ھ کا ہے۔

سلطان محمود کی روانگی خراسان: جلال الدین عمر کی روانگی کے بعد سلطان محمود جرجان سے خراسان روانہ ہوا۔ تمام امراء سنجر یہ رکاب میں تھے لیکن مؤید نہیں گیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا نسا اور ابیورد پہنچا۔ امیر عمر بن حمزہ نسوی کو نساء کی حکومت پر متعین کیا۔ امیر عمر نے جیسا کہ سلطان محمود چاہتا تھا نساء کی حفاظت و حمایت کی۔ لوٹ مار کا خاتمہ کیا۔ سلطان محمود‘ نساء کے باہر قیام پذیر رہا۔

طوس کی تباہی: چونکہ اہل طوس نے ترکوں کی اطاعت قبول نہیں کی تھی اس وجہ سے ترکوں نے آخر ماہ جمادی الآخر سنہ مذکور میں نیشاپور سے طوس کا قصد کیا‘ اہل طوس نے اپنی قوت و طاقت کے مطابق مقابلہ کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ترکوں نے طوس میں داخل ہو کر قتل و غارت گری کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اسے تاراج کر کے نیشاپور واپس آئے اور جلال الدین عمر بن سلطان محمود کے ساتھ بیہق کی طرف روانہ ہوئے‘ ۲ جمادی الآخر سنہ مذکور میں سبزوار کا محاصرہ کیا۔ نقیب عماد الدین محمد بن یحییٰ علوی حسینی نے مدافعت پر کمر باندھی‘ اہل سبزوار نے عماد الدین محمد کے اشارہ و حکم پر کام کیا۔ نہایت جد و جہد اور مستعدی سے ترکوں کا مقابلہ کرتے رہے‘ آخر کار ترک ناکام ہو کر ۲۲ جمادی الآخر سنہ مذکور میں نساء اور ابیورد کی جانب سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے واپس ہوئے۔

مؤید کا محاصرہ نیشاپور: آپ کو یاد ہو گا کہ جرجان سے جس وقت سلطان محمود خراسان روانہ ہو رہا تھا۔ مؤید اس کے ہمراہ نہیں گیا تھا۔ جرجان ہی میں رہ گیا تھا۔ سلطان محمود کی روانگی کے بعد جرجان سے خراسان روانہ ہوا‘ اثناء راہ میں ترکوں سے کسی گاؤں میں مؤید کا مقابلہ ہو گیا۔ مؤید سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ ایک ترکی سپاہی نے گرفتار کر لیا۔ مؤید دھوکا دے کر اس کے قبضہ سے نکل بھاگا۔ گرتا پڑتا نیشاپور پہنچا۔ پھر سلطان محمود ترکوں کے ساتھ ماہ شعبان سنہ مذکور میں نیشاپور پہنچا تو مؤید نیشاپور چھوڑ کر چلا گیا۔ ترکوں نے نیشاپور میں داخل ہو کر اہل نیشاپور کے ساتھ اچھے سلوک کیے۔ تھوڑا عرصہ قیام کر کے سرخس اور مرو کی طرف کوچ کیا‘ مؤید اپنا لشکر لیے ہوئے پھر نیشاپور آ پہنچا۔ اہل نیشاپور مدافعت پر آمادہ ہوئے‘ مؤید نے محاصرہ کیا اور بزور تیغ لڑ کر اسے فتح کیا۔ شہر لوٹ لیا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ غرض جو کچھ بھی ظلم و ستم کر سکا کر کے ماہ شوال ۵۵۴ھ میں بیہق لوٹ آیا۔

ملک شاہ کی غارت گری: جس وقت سلطان محمد بن سلطان محمود محاصرہ بغداد سے واپس ہوا خلیفہ عباسی نے اس کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ سلطان محمد ہمدان پہنچ کر بیمار ہو گیا اور اس کا بھائی ملک شاہ قم اور قاشان کی طرف بڑھا اور انہیں نہایت بڑے طور سے لوٹا قم اور قاشان والوں سے تاوان وصول کیا۔ غارتگری' بار دھاڑ کا ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ سلطان محمد نے ملک شاہ کو ان بے جا افعال اور ظالمانہ حرکات سے باز آنے کے لیے لکھا۔ لیکن ملک شاہ نے کوئی توجہ نہ دی' قتل و غارت کرتا ہوا اصفہان پہنچا۔ ابن خجندی اور رؤسا شہر کے پاس اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا پیام بھیجا۔ خجندی اور رؤسا شہر نے معذرت کی' جواب دیا ''ہماری گردنوں میں آپ کے بھائی سلطان محمد کی اطاعت کا طوق پڑا ہوا ہے۔ ہم اس عہد و اقرار اور قسم کو نہیں توڑ سکتے جو آپ کے بھائی سے کر چکے ہیں'' ملک شاہ یہ سن کر برہم ہوا' غارت گری اور قتل شروع کر دیا۔ سلطان محمد کو اس کی اطلاع ہوئی۔ ہمدان سے ملک شاہ کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے مقدمۃ الجیش (ہراول) کا سردار کرجان خادم تھا۔ ملک شاہ کی فوج سلطان محمد کی آمد کی خبر پا کر منتشر ہو گئی' ملک شاہ بغداد کی جانب روانہ ہوا' مقام قوسن (یا قرمیسین) میں موبدان اور سنقر ہمدانی مل گئے ان دونوں نے غربی بغداد سے خوزستان جانے کی رائے دی۔

ملک شاہ کا خوزستان پر قبضہ: چنانچہ ملک شاہ نے واسط کا قصد کیا۔ شرقی بغداد میں اتر پڑا' اس کے ہمراہیوں نے قرب و جوار کے دیہات کو تاراج کیا۔ عوام الناس کو برہمی پیدا ہوئی' انہوں نے دریا کے بند توڑ دیئے جس سے بہت سے آدمی ڈوب گئے' ملک شاہ کوچ و قیام کرتا خوزستان پہنچا' شملہ نے عبور سے روکا' ملک شاہ نے کہلا بھیجا'' میرا ارادہ اپنے بھائی سلطان محمد کی خدمت میں حاضری کا ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں''۔ لیکن شملہ نے اس مراسلہ پر بھی توجہ نہ کی' مقابلے پر آمادہ رہا۔ ملک شاہ نے ان کردوں میں قیام کیا جو وہاں مقیم اور سکونت پذیر تھے ملک شاہ نے ان لوگوں کی پیٹھ ٹھونکی' رفتہ رفتہ کردوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا جو پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے' ملک شاہ نے انہیں مسلح کر کے شملہ پر حملہ کیا۔ سنقر ہمدانی اور موبدان وغیرہ امراء لشکر ہمراہ تھے۔ اس واقعہ میں شملہ کو شکست ہوئی۔ اس کے ہمراہیوں کا اکثر حصہ کام آ گیا ملک شاہ نے خوزستان پر قبضہ کر کے فارس کی طرف قدم بڑھایا۔ واللہ ھوالمؤید بنصرہ من یشاء۔

سلطان محمد کی وفات: سلطان محمد بن محمود بن ملک شاہ نے آخر ۵۵۴ھ میں وفات پائی سلطان محمد وہی ہے جس نے بغداد کا محاصرہ کیا تھا' خلیفہ مقتفی عباسی کو اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا پیام دیا تھا اور خلیفہ مقتفی عباسی نے اسے منظور نہیں کیا تھا۔ محاصرہ بغداد سے واپس آ رہا تھا۔ اثناء راہ میں بیمار ہوا' ساڑھے سات سال حکومت کر کے سنہ مذکور میں سفر آخرت

---

[1] سلطان محمد کی ولادت ماہ ربیع الآخر ۵۲۲ھ میں ہوئی اس حساب سے بتیس سال کی عمر پائی۔ عارضہ سل میں انتقال ہوا۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو لشکر کو حاضری کا حکم دیا۔ جواہرات اور قیمتی قیمتی اسباب چنے گئے۔ شاہی خدام پیش ہوئے طیارہ میں بیٹھ کر ان سب کو دیکھا رو پڑا' کہنے لگا'' یہ فوجیں یہ خدام یہ مال وزر یہ جواہرات اور قیمتی قیمتی اسباب میری تکلیف کو ذرہ برابر کم نہیں کر سکتے اور نہ میری موت کے مقررہ وقت کو ایک لحظہ ٹال سکتے ہیں'' عاقل' کریم اور زعب و داب والا تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ لیڈن۔

اختیار کیا۔

سلیمان شاہ مرنے کے وقت سلطان محمد نے اپنے لڑکے کو جو نہایت کم سن تھا۔ سنقر احمد یلی کے سپرد کیا اور کہا ''اس بچے کو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اسے تم اپنے مقبوضہ شہر لے جاؤ اس کی پرورش و پرداخت کرو' مجھے امید نہیں ہے کہ میری فوج اس بچے کی اطاعت کرے گی'' اس وصیت کی بنا پر سنقر احمد یلی سلطان محمد کے لڑکے کو مراغہ لے گیا۔ لشکر شاہی[1] کے اکثر حصہ نے سلیمان شاہ (مرحوم سلطان محمد کا چچا) کو تخت حکومت پر بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔

زین الدین مودود کی بیعت سلطان محمد کی وفات کے بعد اکابر امراء ہمدان نے اتابک زین الدین مودود اور وزیر مودود کے پاس سلیمان شاہ کی طلبی کا پیام بھیجا۔ سب نے تخت نشین کرنے کی غرض سے اس پر اتفاق کیا' قسمیں کھائیں چنانچہ شاہی تجمل و شوکت سے سلیمان شاہ روانہ کیا گیا زین الدین علی کوچک رکاب میں تھا۔ بلاد جبل کے قریب پہنچا' شاہی فوج نے تپاک سے استقبال کیا' ہر روز ایک نہ ایک امیر باریاب ہونے کے لیے حاضر ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ بہت بڑی جمعیت ہوگئی زین الدین کو جان کا خطرہ پیدا ہوا۔ موصل واپس آیا اور سلیمان شاہ خدم و حشم کے ساتھ ہمدان میں داخل ہوا۔ اہل ہمدان نے گرم جوشی سے خیر مقدم کیا حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔

وفات خلیفہ مقتفی و خلافت مستنجد خلیفہ مقتفی لامر اللہ عباسی نے ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں چوبیس سال خلافت کر کے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس خلیفہ نے خود اختیاری کی قوت حاصل کر لی تھی جس وقت سلطان مسعود سلجوقی کے بعد خاندان سلجوقیہ میں نفاق اور اختلاف پیدا ہوا۔ اس وقت خلیفہ مقتفی عباسی' سلاطین سلجوقیہ کے اثر سے علیحدہ ہو گیا' اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یوسف مستنجد باللہ عباسی تخت خلافت پر رونق افروز ہوا' خود مختار حکومت میں اپنے باپ کے قدم بہ قدم چلا' بلاد بابلی پر قبضہ کیا لحف کو لے لیا اور اپنی طرف سے اس پر حاکم مقرر کیا جیسا کہ اس کے باپ کے زمانہ میں تھا۔ ان واقعات کو ہم ان دونوں کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔

مؤید کا سرخس پر قبضہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ جب ترکان غز (تاتار) کو غلبہ حاصل ہو گیا تو ان لوگوں نے خان محمود کو بادشاہ بنانے کے لیے بلا بھیجا' خان محمود تو جان کے خوف سے نہ گیا۔ لیکن اپنے بیٹے جلال الدین عمر کو ترکوں کے پاس بھیج دیا چنانچہ ترکوں نے جلال الدین عمر کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اس کے بعد محمود جرجان سے نساء روانہ ہوا اور ترکوں کا

---

[1] سلطان محمد کے مرنے کے بعد ارکین دولت سلجوقیہ میں اختلاف پڑ گیا۔ ایک گروہ نے ملک شاہ برادر سلطان محمد مرحوم کو تخت نشین کرنا چاہا۔ دوسرا گروہ سلیمان شاہ (سلطان محمد مرحوم کا چچا تھا) کے ساتھ ہو گیا۔ ان امراء کی تعداد زیادہ تھی' تیسرا گروہ ارسلان شاہ ہوا خواہ ہو گیا جو ایلدگز کے ساتھ تھا ملک شاہ بہ دعوائے سلطنت خوزستان سے روانہ ہوا' دکلا والی فارس اور شملہ ترکمانی ہمراہ تھے۔ اصفہان پہنچا۔ ابن جخند کی والی اصفہان نے اطاعت قبول کی' زر کثیر بطور نذر پیش کیا عساکر شاہی مقیم ہمدان کو اپنی اطاعت کا پیام بھیجا۔ سرداران لشکر چونکہ سلیمان شاہ کے ہوا خواہ تھے اس لیے انہوں نے انکار کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ لیدن۔

لشکر بھی آ کر مل گیا' مؤید مقابلہ نہ کر سکا شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ محمود اور ترکی لشکر نسا میں داخل ہوا۔ کچھ عرصہ قیام کر کے محمود سرخس واپس گیا' مؤید پھر آ پہنچا' محاصرہ کر لیا' ترکی لشکر کو بزور تیغ نکال کر قبضہ کر لیا اور شہر کو ویران اور تباہ کیا۔ یہ واقعہ ماہ شوال ۵۵۴ھ کا ہے۔ پھر جب محمود سرخس سے واپس ہوا تو مؤید نے سرخس کا قصد کیا۔ محاصرہ کیا۔ اہل سرخس سے تیغ و سپر ہوا اور لڑ کر اسے فتح کیا۔ سرخس کو سر کر کے بیہق کی طرف گیا۔ ۵۵۵ھ میں پھر سرخس کی جانب واپس ہوا' شہر پناہ کو درست اور تعمیر کرایا اہل سرخس کے ساتھ اچھے سلوک کیے۔

قلعہ اشقیل کی تسخیر: قصہ مختصر مؤید ان شہروں پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ان کے قرب و جوار کے مفسدوں اور لٹیروں کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ قلعہ اشقیل کو فتح کیا' فرقہ زیدیوں کے سرکشوں کی سرکوبی کی' ان کے قلعہ کو مسمار و منہدم کر کے قلعہ خسرو جرد پر دھاوا کیا قلعہ خسرو جرد بیہق کے صوبہ میں تھا۔ اس قلعہ کو کیخسرو بادشاہ فارس نے بہ زمانہ جنگ افراسیاب تعمیر کرایا تھا۔ نہایت مستحکم اور مضبوط تھا' اہل قلعہ مقابلہ پر آئے لیکن پسپا ہوئے اور مؤید نے اس پر قبضہ کر لیا' ایک دستہ فوج اس کی حفاظت پر مامور کر کے بتاریخ ۲۵ جمادی الاول سنہ مذکور نیشاپور لوٹ آیا۔

خربندہ کا قتل: چند روز بعد کندر متعلقات طریثیث (یا طریثیث) پر چڑھائی کی۔ اس شہر پر ایک شخص خربندہ نامی قابض تھا رہزنی' قتل اور غارتگری اس کا کام تھا دن دہاڑے قافلہ لوٹ لیتا' قرب و جوار کے شہروں کو تاراج کرتا اور جو مقابل یا مزاحم ہوتا اسے مار ڈالتا' غرض خراسان والے اس کی وجہ سے ایک بڑی مصیبت اور آفت میں مبتلا تھے۔ مؤید نے نہایت مستعدی سے محاصرہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار مؤید نے بزور تیغ قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ خربندہ اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر کے اہل خراسان کو اس مصیبت سے بعونہ تعالیٰ نجات دی۔ چونکہ اہل بیہق مؤید کی اطاعت سے پھر گئے تھے۔ اس وجہ سے ماہ رمضان سنہ مذکور میں بیہق کا قصد کیا' اہل بیہق نے معذرت کی اور مطیع ہو گئے۔

مؤید اور محمود کی مصالحت: خان محمود بن سلطان محمد اس وقت تک ترکوں کے ساتھ تھا ان واقعات کو سن کر متاثر ہوا' مؤید کے پاس پیام صلح بھیجا' نیشاپور اور طوس کی سند گورنری عطا کی اس وجہ سے خان محمود' ترکان غز اور مؤید کے درمیان مصالحت ہو گئی لڑائی اور جھگڑے کا خاتمہ ہو گیا۔[1]

ترکان برزریہ: ترکوں کا برزریہ جرگہ خراسانی ترکوں کا ایک گروہ ہے اس کا سردار یغرا خان بن داؤد تھا خوارزم شاہ کی فوج نے ان پر حملہ کیا' تیغ و سپر ہوئے' ترک شکست اٹھا کر بھاگے ایک بڑا گروہ مارا گیا۔ یغرا خان گنتی کے چند ترکوں کے ساتھ جان بچا کر سلطان محمود کی خدمت میں خراسان پہنچا' خوارزم شاہ کی شکایت کی' امداد کا خواستگار رہا۔ سلطان محمود کے ہمراہی ترکوں کو ایتاخ سے بدظنی پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ایتاخ ہی نے خوارزم شاہ کو ان ترکوں کے مقابلہ اور جنگ پر ابھارا

---

[1] بیاض بالاصل

ہے۔ تیار ہو کر بغرا خان کے ساتھ نساء اور بیوزروانہ ہوئے ایتاخ پر حملہ کا تہیہ کیا۔ ایتاخ میں ان کے مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ شاہ ماژندران سے امداد کی درخواست کی شاہ ماژندران دیلم' کرد اور ترکمانوں کا لشکر لے کر ترکان غز اور بزریہ کے مقابلے پر آیا۔ نواح دہستان میں گھمسان کی لڑائی ہوئی' شاہ ماژندران کے میمنہ میں تھا' ترکان اور بزریہ کے مقابلے پر آیا۔ فواح دہستان میں گھمسان کی لڑائی ہوئی' شاہ ماژندران نے انہیں پانچ مرتبہ شکست دی۔

شاہ ماژندران اور ترکوں کی جنگ: ایتاخ شاہ ماژندران کے میمنہ میں تھا' ترکان غز اور بزریہ نے اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر بے جگری سے شاہ ماژندران کے قلب لشکر پر حملہ کیا اس حملہ میں شاہ ماژندران کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی ترکان غز اور بزریہ نے شکست خوردہ فوج کو نہایت بری طرح پامال کیا۔ شاہ ماژندران نے سار یہ جا کر دم لیا۔ ایتاخ خوارزم چلا گیا ترکان غز اور بزریہ نے دہستان میں گھس کر لوٹ مار' قتل و غارت گری شروع کر دی' اہل جرجان کے ساتھ بھی اسی ظلم و جور سے پیش آئے۔ اسے بھی ویران کر دیا۔ اہل جرجان و دہستان اپنی عزت و جان بچا کر دوسرے مقامات اور شہروں میں چلے گئے یہ واقعات ۵۵۶ھ کے ہیں۔

ایتاخ کی بغراتکین پر فوج کشی: اس واقعہ کے بعد ایتاخ کو جب ذرا سکون ہوا تو بغراتکین پر چڑھائی کر دی جو صوبہ قزوین پر قبضہ کیے ہوئے تھا۔ بغراتکین کو ایتاخ کے مقابلہ میں شکست ہوئی' مؤید کے پاس بھاگ گیا اور اس کے حاشیہ نشینوں میں داخل ہو گیا ایتاخ نے بغراتکین کے مال و خزانہ کو لوٹ لیا جس سے ایتاخ کی قوت بڑھ گئی۔[1]

ملک شاہ کی وفات: ملک شاہ بن محمود اپنے بھائی سلطان محمد کی وفات کے بعد خوزستان سے اصفہان گیا۔ شملہ ترکمانی اور دکلا والی فارس ہمراہ تھے ابن خجندی رئیس اصفہان نے اطاعت قبول کی' اظہار اطاعت کی غرض سے زر کثیر نذر کیا' اس کے بعد ملک شاہ نے ارا کین دولت ہمدان کو اپنی فرماں برداری اور اطاعت کا پیام بھیجا چونکہ اہل ہمدان کا رجحان اور میلان سلیمان شاہ (ملک شاہ کا چچا تھا) کی طرف تھا انکار کر دیا اور سلیمان شاہ کو موصل سے طلب کر کے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ ملک شاہ اصفہان کا تنہا مالک ہو گیا۔ فوجیں فراہم کیں' مال و زر اور آلات حرب جمع کیے۔ خلیفہ مستنجد باللہ عباسی کی خدمت میں عرض داشت روانہ کی اور سلیمان شاہ کے بجائے اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی اور یہ شرط پیش کی کہ "اگر میری درخواست مقرون اجابت ہوگی تو میں حسب دستور سابق تمام خدمات کی انجام دہی پر آمادہ ہوں اور اگر خلافت مآب نے منظور نہ فرمایا تو پھر میں آپ کی اطاعت سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔" وزیر السلطنت عمید الدین ابن ہبیرہ کو یہ دھمکی ناگوار گزری ایک لونڈی کے ذریعہ سے ملک شاہ کو زہر دلا دیا۔ ملک شاہ مر گیا' طبیب کو یہ معلوم ہو گیا' شملہ اور دکلا کو اس واقعہ سے مطلع کیا' لونڈی گرفتار ہو کر پیش کی گئی اس نے زہر دینے کا اقرار کیا۔

[1] بیاض باالاصل

ملک شاہ کے مرنے کے بعد اہل اصفہان نے ملک شاہ کے اراکین دولت اور فوج کو شہر سے نکال دیا۔ سلیمان شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا' خطبہ میں اس کا نام داخل کیا' شملہ اپنا سامنہ لے کر خوزستان لوٹ آیا۔ جن شہروں پر ملک شاہ نے قبضہ کر لیا تھا ان پر قابض ہو گیا۔

سلیمان شاہ اور شرف الدین گرد باز: سلیمان شاہ تخت سلطنت پر قبضہ کرنے کے بعد لہو ولعب میں مصروف ہو گیا' شب و روز شراب پیے مست پڑا رہتا تھا۔ رمضان المبارک کا احترام تک نہ کیا' مسخرے' گویے اور رند مشرب دربار میں بھرے رہتے تھے ان حرکات سے مزدانگی اور جرأت جاتی رہی' امراء اور اراکین دولت حاضری دربار سے رک گئے' شرف الدین گرد باز خادم نے شکایت کی' شرف الدین گرد باز نہایت سنجیدہ' متین' عقلمند' مذہبی خدام سلجوقیہ میں با اثر اور سلیمان شاہ کی حکومت و دولت کا منتظم و مدبر تھا۔ اس نے اراکین دولت کو تشفی دی' موقع کا منتظر رہا۔

سلیمان شاہ اور شرف الدین میں کشیدگی: ایک روز سلیمان شاہ ہمدان کے باہر اپنے محل سرائے میں معمول سے زائد پی کر بدمست ہو گیا تھا۔ اس کے ہم نشین پاس بیٹھے گپیں مار رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے' اتفاقاً کسی ضرورت سے شرف الدین گرد باز حاضر ہوا' یہ رنگ دیکھ کر سلیمان شاہ کو نصیحت کی' سلیمان شاہ نشہ میں چور تھا' ہم نشینوں کو اشارہ کر دیا' وہ لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے اور تہذیب کے دائرہ سے باہر ہو گئے' شرف الدین گرد باز ناراض ہو کر چلا آیا۔ جب سلیمان شاہ کا نشہ اترا تو اپنے کیے پر پچھتایا۔ شرف الدین گرد باز سے معذرت کی' شرف الدین گرد باز نے معذرت قبول کر لی مگر دربار میں آنا جانا بند کر دیا۔ سلیمان شاہ کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ اینانج والی رے کو شرف الدین گرد باز کے مقابلہ کے لیے امداد کی غرض سے طلبی کا پیام بھیجا' اینانج اس وقت بیمار تھا' حاضری کی معذرت کی اور صحت کے بعد امداد اور حاضری کا وعدہ کیا۔

سلیمان شاہ کا قتل: شرف الدین گرد باز کو اس کی خبر لگ گئی' رنج اور غصہ بڑھ گیا' اراکین دولت کو بلایا' سلیمان شاہ کی معزولی کا مشورہ کیا' سب نے بالاتفاق سلیمان شاہ کو معزول کرنے کی قسمیں کھائیں' شرف الدین گرد باز نے پہلا کام یہ کیا کہ سلیمان شاہ کے ہم نشینوں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ سلیمان شاہ نے اعتراض کیا تو یہ جواب دیا کہ میں نے تمہاری حکومت قائم رکھنے کی غرض سے یہ فعل کیا ہے اس میں میری کوئی غرض نہیں ہے' اس کے بعد سلیمان شاہ کو دعوت دی' جوں ہی سلیمان شاہ اور وزیر السلطنت ابوالقاسم محمود بن عبدالعزیز عاقدی داخل ہوئے' دونوں مع خواص گرفتار کر لیے گئے یہ واقعہ ماہ شوال ۵۵۵ھ کا ہے۔ وزیر السلطنت اور خواص اسی وقت باز حیات سے سبکدوش کر دیے گئے' سلیمان شاہ کو بھی چند روز قید رکھ کر قید حیات سے آزاد کر دیا گیا۔

ملک ارسلان شاہ کی تخت نشینی: اس کے بعد شرف الدین گرد باز نے ایلدکز والی اران و آذربائیجان کو خط لکھا۔ مضمون یہ تھا کہ "سلیمان شاہ کے ناپاک وجود سے دنیا پاک ہو گئی ہے' جہاں تک ممکن ہو تم ملک ارسلان شاہ کو لے کر ہمدان آ جاؤ' تخت سلطنت خالی ہے' اراکین دولت سلجوقیہ بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں" رفتہ رفتہ ان واقعات کی اینانج کو

اطلاع ہوئی' فوج لے کر ہمدان پر چڑھ آیا' شرف الدین کردبازو کولڑائی کا الٹی میٹم دیا۔ شرف الدین کردباز نے حیلہ وحوالہ سے ٹالا۔ اتنے میں ایلدکز پہنچ گیا۔ تین ہزار فوج رکاب میں تھی ملک ارسلان شاہ بھی ہمراہ تھا شرف الدین کردباز نے نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا' ملک ارسلان شاہ کی تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی' اور ارا کین نے بیعت کی۔

ایلدکز اتابک: ایلدکز اتابک نے ملک ارسلان شاہ کی ماں سے عقد کرلیا تھا۔ پہلوان محمد اور قزل ارسلان عثمان دو بیٹے پیدا ہوئے' ملک ارسلان شاہ کی تخت نشینی کے بعد ایلدکز عہدہ اتابک سے سرفراز ہوا' اس کا بیٹا پہلوان محمد جو ملک ارسلان شاہ کا اخیافی بھائی تھا حاجب بنایا گیا۔ ایلدکز' سلطان مسعود کا غلام تھا۔ سلطان مسعود نے تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد اسے اران اور کچھ حصہ آذربائیجان کی حکومت عنایت کی جس وقت سلاطین سلجوقیہ میں فتنہ وفساد کی گرم بازاری ہوئی تو ایلدکز نے سب سے علیحدگی اختیار کی' سلطان سلجوقیہ میں سے کسی کا بھی ساتھ نہیں دیا۔ اپنے مقبوضہ بلاد میں حکمرانی کرتا رہا۔ اسی فتنہ کے زمانے میں ارسلان شاہ پہنچ گیا۔ ایلدکز نے عزت واحترام سے ٹھہرایا' یہاں تک کہ سلیمان شاہ کے انتقال کے بعد تخت حکومت پر متمکن کیا گیا۔ ہمدان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

ایلدکز اور ایتاخ میں اتحاد: ایلدکز اور ایتاخ والی رَے سے نامہ وپیام کر کے مصالحت کرلی اتفاق اور اتحاد کا معاہدہ ہوگیا۔ اسی سلسلہ میں پہلوان ابن ایلدکز کا عقد ایتاخ کی لڑکی سے ہوا جس سے رشتہ اتحاد اور زیادہ مضبوط ہوگیا۔ مستنجد باللہ عباسی کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ عراق اور بغداد میں ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کی درخواست کی' جیسا کہ سلطان مسعود کے زمانہ حکومت میں تھا ویسا ہی حسب دستور تمام امور جاری رکھنے کا اقرار کیا۔ مستنجد باللہ نے ایلچی کو ذلیل کر کے دربار سے نکلوا دیا۔

جنگ آقسنقر و ایلدکز: ایلدکز اور ایتاخ میں مصالحت ہونے کے بعد ایلدکز نے آقسنقر احمدیلی کو ارسلان شاہ کی اطاعت کا پیام بھیجا' آقسنقر نے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ تم مجھے میری حالت پر چھوڑ دو ورنہ یاد رکھو کہ میرے پاس بھی خاندان سلجوقیہ کا ایک شہزادہ موجود ہے میں اس کو بیعت کر کے تخت نشین کردوں گا۔ (آقسنقر کی نگرانی اور تربیت میں سلطان محمد بن سلطان محمود کا لڑکا تھا جسے سلطان محمد نے بوقت وفات آقسنقر کو سپرد کیا تھا) چونکہ وزیر السلطنت ابن ہبیرہ بھی دارالخلافت بغداد سے آقسنقر سے اس کے لڑکے کے نام کا خطبہ پڑھنے کا وعدہ کر رہا تھا' اس وجہ سے آقسنقر کو ان جواب کی زیادہ جرأت نہ ہوئی۔ ایلدکز اس جواب سے برافروختہ ہوگیا۔ ایک فوج پہلوان کی ماتحتی میں آقسنقر کو زیر کرنے کی غرض سے روانہ کی' آقسنقر نے شاہر بن سقمان والی خلاط سے ایلدکز کے مقابلہ میں امداد کی درخواست کی' اتحاد اور موافقت کی قسم کھائی' چنانچہ شاہر نے آقسنقر کی کمک پر فوجیں بھیجیں' ایلدکز کے مقابلہ پر آیا لڑائی ہوئی' آقسنقر فتح یاب ہوا' پہلوان شکست اٹھا کر واپس ہمدان آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود بن ملک شاہ: اصفہان میں ملک شاہ ابن محمود کی وفات کے بعد لشکر وارا کین دولت سلجوقیہ کا ایک گروہ محمود ابن ملک شاہ کو لیے ہوئے فارس پہنچا' زنگی ابن وکلا سلغری والی فارس نے محمود ابن ملک شاہ کو ان لوگوں سے چھین لیا اور قلعہ

اصطخر میں لے جا کر ٹھہرا دیا۔ جب ایلدکز نے ارسلان کو تخت نشین کیا اور دربار خلافت میں اس کا نام خطبہ میں داخل کرنے کی درخواست کی تو وزیر السلطنت ابن ہبیرہ' ایلدکز کے خلاف گورنران صوبجات کو ابھارنے لگا۔ چنانچہ ادھر آقسنقر سے سلطان محمد کے اس کم سن بچہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کا وعدہ کیا جو آقسنقر کے پاس تھا اور ادھر زنگی بن دکلا والی فارس کو لکھ بھیجا کہ تم محمود ابن ملک شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کر دو' میں دارالخلافت کے جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت دے دوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم کو ایلدکز کے مقابلہ میں فتح حاصل ہو جائے۔ اس بنا پر زنگی نے محمود بن ملک شاہ کو تخت نشین کیا' بیعت کی' فارس میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ محل سرا کے دروازے پر پنج وقتہ نوبت بجنے لگی' فوجیں مرتب کیں۔

جنگ ایلدکز و اینانج: ایلدکز کو اس واقعہ کی خبر لگی' غصہ سے کانپ اٹھا' چالیس ہزار فوج لے کر بقصد فارس' اصفہان روانہ ہوا' زنگی کے پاس ارسلان شاہ کی اطاعت اور اس کے نام کا خطبہ پڑھنے کا پیام بھیجا۔ زنگی نے صاف انکار کر دیا۔ ایلدکز نے کہلا بھیجا'' مجھے خلیفہ مستنجد باللہ عباسی نے تمہارے مقبوضات کی حکومت عطا کی ہے میں ان پر قبضہ کرنے کے لیے جاتا ہوں۔ مزاحمت کرنا ہو تو مقابلہ پر آ جاؤ'' اور ایک دستہ فوج کو ارجان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا' ارسلان بوقا والی ارجان (زنگی والی فارس کا ایک امیر تھا) نے مقابلہ کیا' ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ آخر کار ایلدکز کی فوج کو شکست ہوئی۔ ارسلان بوقا نے فتح کا بشارت نامہ زنگی کی خدمت میں روانہ کیا۔ زنگی نے دربار خلافت میں اس کی اطلاع دی۔ اور امداد کی درخواست کی' وزیر السلطنت ابن ہبیرہ نے گورنران صوبہ جات کو زنگی کی امداد و اعانت کا حکم صادر کیا۔

اینانج کی شکست و مصالحت: چنانچہ اینانج رے سے دس ہزار فوج لے کر آ پہنچا۔ آقسنقر نے پانچ ہزار سوار کمک پر بھیجے۔ ابن بازدار والی قزوین اور ابن طغایرک (جو کہ ایلدکز کے امراء اور ارکین تھے) اینانج کے پاس چلے آئے۔ زنگی نے سیرم کو تاراج کیا' ایلدکز نے زنگی کی مدافعت پر فوج روانہ کی' زنگی نے انہیں نیچا دکھا دیا۔ ایلدکز کے پاس شکست کھا کر واپس آئے ایلدکز نے آذربائیجان سے امدادی فوج طلب کی' چنانچہ پہلوان بن قزل ارسلان ایک بڑی فوج لے کر آ گیا' ایلدکز نے اینانج کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ دونوں حریفوں کا ۹ شعبان سنہ مذکور میں مقابلہ ہوا' سخت اور خونریز جنگ ہوئی۔ آخر کار اینانج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' فوج کا اکثر حصہ کام آ گیا' نامی گرامی سردار مارے گئے فتح مند گروہ نے اینانج کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اینانج اپنی جان بچا کر رے میں داخل ہو کر قلعہ طبرک میں قلعہ بند ہو گیا۔ ایلدکز نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ ایلدکز اور اینانج میں صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا۔ آخر دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ ایلدکز نے اینانج کو جربادقان دے دیا۔ صلح ہو گئی۔ ایلدکز ہمدان واپس آ گیا۔

مؤید کے کارنامے: ماہ ربیع الآخر ۵۵۶ھ میں مؤید نے نیشاپور کے چند سرداروں کو اس وجہ سے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا کہ ان کے مورثوں اور آباء و اجداد نے اہل نیشاپور کو غارت اور تباہ کیا تھا جس میں نقیب علویہ ابوالقاسم زید بن حسن حسینی بھی تھا اور یہ الزام لگایا کہ اگر تم لوگ ان کو قتل و غارت گری سے روکتے تو ضرور وہ رک جاتے۔ گویا تم ہی لوگوں نے ان افعال کا ارتکاب کیا اور تم ہی اس کے ذمہ دار ہو' غرض اس الزام میں مفسدہ پرداز وں کی ایک جماعت کو سزائے

موت دی۔

ان مفسدہ پردازوں نے مساجد' مدارس اور کتب خانوں کو بھی غارت کیا۔ یہ سب مقامات بھی ان کی غارت گری اور تباہ کاری کی نذر ہوئے کسی چیز کو جلایا اور کسی چیز کو زمین دوز کر دیا' علماء اور رؤسا کو قتل کیا۔ جس کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ قید ہو کر قتل کیے گئے۔

اس کے بعد مؤید شادباخ چلا آیا اس کا شہر پناہ درست کرایا۔ اردگرد کی خندقوں کی مرمت کرائی' حفاظت کی غرض سے دمس بندھوائے اور وہیں قیام اختیار کیا۔ نیشاپور چٹیل میدان ہوگیا۔

شادباخ کی از سر نو تعمیر: شادباخ کو عبداللہ بن طاہر نے اپنے زمانہ گورنری میں آباد کیا تھا۔ عبداللہ بن طاہر اور اس کے خدم حشم شادباخ میں رہتے تھے۔ عبداللہ بن طاہر کے بعد شادباخ ویران ہوگیا' الپ ارسلان نے پھر اسے آباد کیا لیکن مذکورہ مفسدہ پردازوں نے اسے پھر ویران اور برباد کر دیا۔ تب مؤید نے اسے آباد کیا اور از سر نو شہر کی عمارات تعمیر کرائیں۔ نیشاپور بالکل ویران ہوگیا۔ تاتاریوں نے شادباخ پر پھر حملہ کیا۔ خان محمود خراسان کا بادشاہ ان لٹیرے تاتاریوں کے ساتھ تھا چنانچہ دو مہینہ تک مؤید کا شادباخ میں محاصرہ کیے رہا۔ اس کے بعد کسی وجہ سے خان محمود حمام کے بہانے سے تاتاریوں سے علیحدہ ہو کر شہرستان چلا گیا اور وہیں قیام اختیار کیا۔ آخر شوال سنہ مذکور تک شادباخ کا تاتاری محاصرہ کیے رہے۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو لوٹ مار کرتے ہوئے واپس ہوئے' دیہات' قصبات اور شہر طوس کو لوٹ لیا۔

خان محمود و جلال محمد کا انجام: جب خان محمود نیشاپور میں داخل ہوا تو مؤید نے رمضان ۵۵۷ھ تک عزت واحترام سے رکھا' اس کے بعد گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔ مال و اسباب اور خزانہ جو کچھ اس کے ساتھ تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ خان محمود کے ساتھ جلال محمد بھی گرفتار کر لیا گیا تھا' چنانچہ دونوں بحالت قید موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ مؤید نے خطبہ میں مستنجد باللہ خلیفہ عباسی کے بعد اپنا نام داخل کرایا اور بادشاہت کا اعلان کیا۔

شہرستان پر قبضہ: ماہ شعبان ۵۵۹ھ[1] میں مؤید نے شہرستان اور نواح نیشاپور سر کرنے پر اپنی توجہ مبذول کی۔ پہنچ کر شہرستان کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے تنگ ہو کر ہتھیار ڈال دیئے مؤید کی فوج نے شہرستان لوٹ لیا' غارت گری کا بازار گرم ہوگیا لیکن بہت جلد مؤید نے اپنی فوج کو غارت گری سے روک دیا اور شہرستان اس کے دائرہ حکومت میں داخل ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

مہم قلعہ دسکرہ: شہرستان کی مہم سے فارغ ہو کر مؤید نے قلعہ دسکرہ (طوس) کا قصد کیا۔ ابوبکر جاندار اس قلعہ کا حاکم تھا۔ اس نے قلعہ بندی کر لی۔ مؤید ایک مہینہ تک محاصرہ کیے رہا۔ فتح نہ ہوا۔ چونکہ اہل طوس ابوبکر کی بداخلاقی اور ظلم سے

---

[1] بجائے ۵۵۹ھ کے ۵۵۶ھ پڑھیں۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ لیدن۔

تنگ آ گئے تھے محاصرہ اور جنگ میں مؤید کا ہاتھ بٹایا۔ ابوبکر نے ان کا احساس کر کے ہتھیار ڈال دیئے' قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں' مؤید نے ابوبکر کو جیل میں ڈال دیا۔ کرمان کی طرف بڑھا۔ اہل کرمان نے اطاعت قبول کی۔

فتح اسفرائن: اسفرائن کے سر کرنے کے لیے فوج روانہ کی۔ والی اسفرائن عبدالرحمٰن بن محمد قلعہ بند ہو گیا۔ مؤید کی فوج نے محاصرہ کر دیا۔ آخر کار عبدالرحمٰن نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے کو اس کے حوالہ کر دیا۔ مؤید نے اسے پابہ زنجیر شاد باخ بھیج دیا' جہاں جیل میں ڈال دیا گیا اور ماہ ربیع الآخر ۵۵۸ھ میں مار ڈالا گیا۔ فتح اسفرائن کے بعد مؤید نے قہند اور نیشاپور کے گرد و نواح پر قبضہ کر لیا۔ حکومت و سلطنت منتقل ہو گئی۔ جیسا کہ اس سے پہلے امن و امان قائم تھا پھر اسی طرح قائم ہو گیا۔ پرانے شہر کو ویران کر کے شاد باخ کا نیا شہر آباد کیا۔

بوشنج و ہرات پر فوج کشی: اس کے بعد مؤید کو بوشنج اور ہرات کے فتح کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ فوجیں مرتب کر کے محاصرہ کر لیا۔ یہ دونوں مقامات ملک محمد بن حسین بادشاہ غوری کے قبضہ میں تھے چنانچہ ملک محمد نے مؤید کی مدافعت پر فوجیں روانہ کیں۔ مؤید نے یہ خبر پا کر محاصرہ اٹھا لیا۔ بوشنج اور ہرات جیسا کہ ملک محمد کے قبضہ میں تھا ان کے قبضہ میں رہے۔

کرج کی شہرانی پر فوج کشی: کرج نے ماہ شعبان ۵۵۶ھ میں شہرانی (صوبہ اران) پر پیش قدمی کی اور بزور تیغ اسے فتح کر کے پامال کیا۔ بہت سے مارے گئے اور اکثر قید کر لیے گئے۔ شاہ ارمن ابن ابراہیم بن سکمان والی خلاط نے ایک بڑی فوج جمع کی جس میں مجاہدین بھی تھے اور باقاعدہ فوج بھی تھی کوچ و قیام کرتا ہوا کرج کے سر پر پہنچا۔ جنگ چھڑ گئی' شاہ ارمن ابن ابراہیم کو شکست ہوئی' مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ گرفتار کر لیا گیا اور بہت سے اثناء جنگ میں مارے گئے۔

جنگ ایتاخ و کرج: اس کے بعد ماہ شعبان ۵۵۷ھ میں تیس ہزار فوج سے کرج نے بلاد اسلامیہ پر حملہ کیا' شہر دوین (صوبہ آذربائیجان) اور بلاد جبل اور اصفہان کا کچھ حصہ دبا لیا' ایلدکز کو اس کی اطلاع ہوئی' فوجیں مرتب کیں اور کرج سے بدلہ لینے کے لیے کوچ کیا' شاہ ارمن ابن ابراہیم ابن سکمان والی خلاط اور آقسنقر والی مراغہ بھی ایلدکز کے ساتھ تھے۔ پچاس ہزار جنگ آور رکاب میں تھے۔ ماہ صفر ۵۵۸ھ میں کرج کے شہروں میں داخل ہو کر میدان کارزار گرم کر دیا۔ کرج سینہ سپر ہو کر لڑنے لیکن کامیاب نہ ہوئے' فتح مندی کا سہرا لشکر اسلام کے سر پر بندھا۔ بے شمار مرد' عورتیں اور لڑکے گرفتار کر لیے گئے۔ امراء کرج میں سے ایک امیر زادہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ لشکر اسلام ایک دستہ لے کر کمین گاہ میں بیٹھ رہا۔ کرج نے لشکر اسلام پر حملہ کیا اور فتح مندی کے خیال سے لڑتا ہوا بڑھا۔ لشکر اسلام آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا۔ جوں ہی کرج کمین گاہ سے آگے بڑھے۔ امیر زادہ کرج نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ کرج شکست کھا کر بھاگے' لشکر اسلام نے تلواروں پر رکھ لیا۔ دور تک تعاقب کرتے چلے گئے اور بہت سے کرج مارے گئے اور بے شمار قید کر لیے گئے' لشکر اسلام مظفر و منصور مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔

قومس پر مؤید کا قبضہ: ۵۵۸ھ میں مؤید والی نیشاپور نے صوبہ قومس کی طرف بڑھا یا بسطام اور دامغان پر قبضہ کر لیا۔ بسطام کی حکومت پر اپنے غلام تنکز کو مقرر کیا۔ تنکز اور شاہ مازندران سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔ جنگ تک نوبت پہنچی چنانچہ ماہ ذی الحجہ ۵۵۸ھ میں دونوں فریق لڑ پڑے۔ شاہ مازندران کو شکست ہوئی۔ تنکز نے اس کے کیمپ کو لوٹ لیا۔

چونکہ مؤید اور ایلدکز میں مراسم اتحاد تھے اس وجہ سے قومس پر مؤید کے قبضہ کے بعد سلطان ارسلان بن طغرل بن محمد بن ملک شاہ نے مؤید کو خلعت فاخرہ جھنڈے اور بہت سے تحائف بھیجے اور ملک خراسان کے جن شہروں کو وہ فتح کر چکا تھا ان کی بھی اور آئندہ جن شہروں کو بھی وہ فتح کرے ان کی حکومت و گورنری مرحمت فرمائی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کی ہدایت کی مؤید نے اس پر بے حد مسرت ظاہر کی خلعت زیب بدن کیا صوبہ قومس طوس اور تمام صوبہ نیشاپور میں سلطان ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا اور سلطان ارسلان کے نام کے بعد خطبہ میں اپنا نام داخل کیا۔ جرجان اور دہستان میں خوارزم شاہ بن ارسلان بن آتسز کا اور ان کے امیر ایتاخ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا' مرو' بلخ اور سرخس پر تاتاریوں کا قبضہ تھا ہرات پر امیر ایتکین تاتاری حکومت کے تحت حکمرانی کر رہا تھا' ان مقامات پر سلطان سنجر کا خطبہ پڑھا جاتا تھا الفاظ یہ تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلسُّلْطَانِ السَّعِيْدِ سَنْجَرَ وَ بَعْدَهُ لِاَمِيْرِ تِلْكَ الْمَدِيْنَةِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ

ترکان قارغلیہ کا اخراج اور پامالی: خاقان چین نے سمرقند و بخارا کی حکومت پر خان جغر ابن حسین تکین کو مامور کیا' خان جغر قدیم خاندان شاہی کا ممبر تھا۔ ۵۵۹ھ میں خاقان چین نے فرمان بھیجا کہ "ترکان قارغلیہ کو اپنے ممالک محروسہ سے کاشغر کی طرف جلا وطن کر دو وہ وہاں جا کر مقیم ہوں اور ہتھیار نہ باندھیں بلکہ کاشت کاری کریں اور روزی حاصل کرنے کی غرض سے دوسرے پیشے اختیار کریں" جان جغر نے ترکان قارغلیہ کے اخراج پر کمر باندھی' قارغلیہ نے ترک وطن کرنے سے انکار کیا۔ مخالفت پر تل گئے' جمع ہو کر بخارا کی جانب بڑھے' اہل بخارا خان جغر سے مل گئے' یہ اس وقت سمرقند میں تھا اور بظاہر قارغلیہ کے شر سے بچنے کے لیے قارغلیہ سے ملتے رہے یہاں تک کہ خان جغر اپنی فوج لے کر پہنچ گیا اور قارغلیہ پر حملہ کر دیا۔ قارغلیہ کو شکست فاش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بخارا و سمرقند کو ان کے شر سے نجات دی۔

سنقر کا طالقان اور غرشتان پر قبضہ: ۵۵۹ھ میں امیر صلاح سنقر (سلطان سنجر کا خادم) بلا طالقان پر قابض ہو گیا غرشتان پر فوج لے کر چڑھ گیا۔ متعدد حملے کیے آخر کار اہل غرشتان نے اس کی اطاعت قبول کی۔ طالقان اور غرشتان کے قلعوں پر اس کی حکومت کا پرچم اڑنے لگا امراء غز (تاتار) کے ساتھ صلح و آشتی کا برتاؤ رکھا۔ ہر سال انہیں خراج ادا کرتا تھا۔

امیر ایتکین والی ہرات: امیر ایتکین والی ہرات اور ترکان غز میں مصالحت تھی بزمانہ مصالحت میں ترکان غز نے بادشاہ غور محمد ابن حسین کو مار ڈالا۔ جیسا کہ سلاطین غوریہ کے حالات میں بیان کیا گیا۔ امیر ایتکین کو مملکت غور کے سر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ فوجیں مرتب کر کے ماہ رمضان ۵۵۹ھ میں بلاد غوریہ پر چڑھائی کر دی۔ اہل غور مقابلہ پر آئے۔ لڑائیاں ہوئیں آخر کار انہیں لڑائیوں میں امیر ایتکین مارا گیا۔

امیر ایتکین کا قتل: امیر ایتکین کے مارے جانے سے ترکان غز کو ہرات پر قبضہ کی سوجھی' جمع ہو کر ہرات پر چڑھ آئے۔ اہل ہرات نے اثیر الدین نامی ایک شخص کو اپنا امیر بنا لیا تھا لیکن اس پر یہ الزام لگایا کہ یہ ترکان غز سے مل گیا ہے مار ڈالا' ابو الفتوح بن علی بن فضل اللہ طغرائی کو ہرات کی امارت پر مامور کیا اور مؤید کی خدمت میں فدویت نامہ بھیج کر اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت دیا۔ مؤید نے اپنے خادم سیف الدین تنکز کو ہرات کا حاکم مقرر کیا اور ہرات کو ترکوں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک فوج بھیج دیا اور دوسرا لشکر سرخس اور مرو کی جانب روانہ کیا۔ ترکوں پر زمین تنگ ہو گئی' مجبور ہو کر ہرات سے محاصرہ اٹھا لیا اور مؤید کے سامنے گردن جھکا دی۔ چنانچہ ہرات وغیرہ پر مؤید کا قبضہ ہو گیا۔

شاہ مازندران اور تنکز: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ مؤید والی نیشاپور نے قومس اور بسطام پر قبضہ کر کے اپنی طرف سے اپنے خادم تنکز کو مامور کیا تھا ۵۵۹ھ میں شاہ مازندران رستم بن علی بن شہریار بن قارن نے ایک فوج سابق الدین قزوینی کی ماتحتی میں ان مقامات کی تسخیر کے لیے روانہ کی قزوینی نے پہلے دامغان پر حملہ کیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ تنکز کو اس کی خبر لگی۔ خم ٹھونک کر مقابلہ پر آیا' قزوینی نے پہلے ہی حملہ میں تنکز کو شکست فاش دے کر ان شہروں پر قبضہ کر لیا تنکز شکست کھا کر مؤید کے پاس نیشاپور واپس آیا۔ لیکن نچلا نہ بیٹھا۔ آئے دن بسطام اور طوس پر چھاپا مارتا رہا۔

شاہ مازندران کی وفات: ماہ ربیع الاول ۵۶۰ھ میں شاہ مازندران نے وفات پائی علاء الدین شاہ مازندران نے اپنے باپ کی موت کو چھپایا کسی کو اس واقعہ سے مطلع نہ ہونے دیا۔ جب تمام قلعوں اور شہروں پر قبضہ حاصل کر لیا تو اس واقعہ کو ظاہر کر کے رسم تخت نشینی ادا کی۔ ایتاق (ایتاخ) والی جرجان اور دہستان شاہ مازندران کی موت سے مطلع ہو کر علاء الدین سے لڑنے کے لیے اٹھے اور ان حقوق و احسان کا ذرا بھی خیال نہ کیا جو شاہ مازندران نے ایتاق پر کیے تھے۔ اس احسان فراموشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتاق کو اس لڑائی و جھگڑے سے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مؤید کا محاصرہ نساء: ماہ جمادی الاولیٰ ۵۶۰ھ میں مؤید نے شہر نساء کے محاصرہ اور سر کرنے کے لیے ایک فوج روانہ کی' خوارزم شاہ ییل ارسلان بن آتسز نے بھی نساء کی حمایت پر اپنا لشکر بھیجدیا' جوں ہی خوارزم شاہ کا لشکر نساء کے قریب پہنچا مؤید کی فوج محاصرہ اٹھا کر نیشاپور واپس آ گئی۔ اہل نساء نے خوارزم شاہ کا شکریہ ادا کیا اور اس کے مطیع ہو گئے اور نساء میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔

پھر نساء پر قبضہ کے بعد خوارزم شاہ کا لشکر دہستان کی طرف بڑھا اور قبضہ کر لیا اہل دہستان نے اطاعت قبول کی۔ امیر لشکر کو خوارزم شاہ نے اپنی طرف سے پولیس افسر مقرر کیا۔

جنگ آقسنقر و ایلدکز: آقسنقر احمد یلی والی مراغہ نے ۵۶۳ھ میں دار الخلافت بغداد میں عرض داشت بھیجی' سلطان محمد شاہ کے لڑکے کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی جو اس کی کفالت اور نگرانی میں تھا اور یہ لکھا کہ ''اس کے علاوہ میری اور کوئی غرض نہیں ہے اگر یہ درخواست قبول ہو گی تو میں عراق سے ذرا بھی متعارض نہ ہوں گا بلکہ بہت سامال و زر نذر کروں گا'' خلافت مآب نے نہایت خوشی سے درخواست منظور فرمائی ایلدکز والی کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اپنے بیٹے

بہلوان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ آقسنقر سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ سخت جنگ کے بعد آقسنقر کو شکست ہوئی' مراغہ میں قلعہ بند ہو گیا بہلوان مراغہ کا محاصرہ کر کے روزانہ جنگ سے آقسنقر کو تنگ کرنے لگا آقسنقر نے مجبور ہو کر صلح کا پیام بھیجا۔ فریقین میں نامہ و پیام ہونے لگا۔ بالآخر مصالحت ہو گئی۔ بہلوان اپنے باپ ایلدکز کے پاس ہمدان واپس آیا۔

جنگ زنگی و شملہ: چونکہ زنگی بن وکلا والی فارس نے اپنی فوج کے ساتھ سختی اور بداخلاقی کا برتاؤ شروع کر دیا تھا۔ جا و بے جا انہیں دبا تا تھا اس وجہ سے فوج کے اکثر حصے کو والی خوزستان سے خط و کتابت کر کے امیر بنانے کے لیے بلایا۔ چنانچہ اپنی فوج لے کر فارس کی طرف روانہ ہوا۔ زنگی ابن سے مطلع ہو کر لڑنے کے لیے نکلا۔ دونوں نے خوب خوب زور آزمائی کی بالآخر تیغ و سپر ہوئے آخر زنگی کو شکست ہوئی' اکراد شوانکار کے پاس جا کر پناہ لی' شملہ نے فارس پر قبضہ کر لیا۔

شملہ کی پسپائی و مراجعت: قبضہ فارس کے بعد شملہ کا دماغ بھی پھر گیا اہل فارس پر طرح طرح کے مظالم کرنے لگا۔ اس کا بھتیجا خرسنکا لوٹ مار کرنے لگا۔ دیہات اور قصبات کو ویران کر دیا۔ کوئی فریاد رس تھا اور نہ کوئی حامی۔ اہل فارس کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی' لشکر فارس کا کچھ حصہ زنگی کے پاس پہنچا۔ شملہ کی زیادتیوں کی شکایت کی۔ زنگی کو بدلہ لینے کا موقع مل گیا تھوڑی سی فوج فراہم کر کے فارس پر چڑھ آیا۔ شملہ فارس چھوڑ کر خوزستان چلا گیا۔ یہ واقعات ۵۶۲ھ کے ہیں۔

جنگ ایلدکز و اینانج: اینانج متعدد لڑائیوں اور جھگڑوں کے بعد رے پر اس شرط پر قابض ہوا کہ ایلدکز فریق غالب کو سالانہ خراج جو باہم مقرر ہوا تھا ادا کرتا رہے چند روز بعد جب اینانج کی قوت ذرا بڑھ گئی تو فوجی مصارف کا بہانہ کر کے خراج دینا بند کر دیا ایلدکز نے اینانج پر چڑھائی کر دی اینانج مقابلہ پر آیا گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اینانج شکست کھا کر بھاگا۔ قلعہ طبرک میں قلعہ بند ہو گیا۔ ایلدکز نے محاصرہ کیا۔ مدتوں محاصرہ کیے رہا' مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی' ایلدکز نے اینانج کے غلاموں کو ملانے کی فکر کی۔ سمجھا بجھا کر جاگیر دینے کا لالچ دے کر اینانج کے قتل پر تیار کر دیا۔ چنانچہ ان نمک حراموں نے ایک روز موقع پا کر اینانج کا کام تمام کر دیا۔ پھر کیا تھا ایلدکز نے رے اور طبرک پر قبضہ کر لیا۔ علی بن عمرو باغی کو گورنری عطا کی اور ان نمک حراموں کا زبانی شکریہ ادا کیا' یہ انعام دیا اور یہ جاگیر دی۔ زور ہی کیا تھا۔ مجبوراً یہ سب منتشر ہو گئے۔ جو غلام اینانج کے قتل کا بانی مبانی تھا وہ خستہ اور پریشان خوارزم شاہ کے پاس پہنچا۔ چونکہ خوارزم شاہ اور اینانج میں اتحاد تھا اس وجہ سے اس نمک حرامی کی پاداش میں خوارزم شاہ نے اس غلام کو سولی دے دی۔ ع

نتیجہ کار بد کا کار بد ہے

ملک طغرل کی وفات: ۵۶۵ھ میں ملک طغرل بن قاروت بک والی کرمان نے سفر آخرت اختیار کیا اس کا بڑا بیٹا ارسلان شاہ کرمان کا حکمران ہوا ملک طغرل کا چھوٹا لڑکا بہرام شاہ جھگڑ پڑا سلطنت و حکومت کا دعویٰ کیا۔ ارسلان شاہ نے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ بہرام شاہ بحال پریشان مؤید کے پاس نیشا پور پہنچا' مؤید نے مال و زر اور فوج سے اس کی مدد کی۔ چنانچہ اپنے بھائی ارسلان شاہ سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس لڑائی میں ارسلان شاہ کو شکست ہوئی' بہرام شاہ

نے کرمان پر قبضہ کر لیا اور ارسلان شاہ امداد کی غرض سے ایلدکز کے پاس اصفہان پہنچا۔

ارسلان شاہ کی وفات: ایلدکز نے ایک فوج اس کی امداد پر متعین کی۔ ارسلان شاہ کرمان کی جانب لوٹا' ایلدکز کی فوج نے پہنچتے ہی لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا اور کرمان کو بہرام شاہ کے قبضہ سے نکال کر ارسلان شاہ کے سپرد کر دیا۔ بہرام شاہ فریادی صورت بنائے مرتا کھپتا نیشاپور میں مؤید کے پاس پہنچا اور وہیں ٹھہر گیا' اتفاق یہ کہ اس واقعہ کے بعد ارسلان شاہ کا انتقال ہو گیا' بہرام شاہ' کرمان واپس آیا اور قابض ہو گیا۔

خلافت مستضی بامر اللہ: اس کے بعد مستنجد باللہ عباسی خلیفہ بغداد نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا مستضی بامر اللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا چونکہ ہم خلفاء عباسیہ کے حالات بالتفصیل اوپر لکھ آئے ہیں اس وجہ سے یہاں پر ان خلفاء کے اور حالات نہیں لکھنا چاہیے' مستنجد از مستضی کے پیش رو خلفاء کے حالات اس وجہ سے تحریر کیے گئے ہیں کہ وہ خلفاء جو زمانہ خلافت مستضی عباسی سے تخت خلافت پر متمکن ہوئے وہ شاہ شطرنج نہ تھے' خود مختار تھے۔ ان پر کسی سلطان کا اثر اور دباؤ نہ تھا۔ سلطان مسعود سلجوقی کی وفات کے بعد سلاطین سلجوقیہ کمزور پڑ گئے۔ ان کی حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی' مشرق اور مغرب میں چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئیں اس سے خلفاء عباسی کو بغداد اور اس کے ممالک متصلہ میں خود مختار حکومت حاصل ہو گئی۔ اس سے پیشتر خلفاء عباسیہ کے مقبوضات میں سلاطین سلجوقیہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ یہی امر سلاطین سلجوقیہ میں باہم نفاق و جھگڑا پیدا ہونے کا باعث ہوا' حکومت حاصل کرنے کی غرض سے باہم تیغ و سپر ہوئے۔ چنانچہ بعد کے خلفاء عباسی نے ان کے ممالک پر قبضہ کر لیا اور تنہا ان کے مالک ہو گئے خلافت کے علاوہ حکومت کی عنان بھی انہی کے قبضہ اقتدار میں رہی۔ یہاں تک کہ خلیفہ مستعصم عباسی کی حکومت و خلافت کا ہلاکو کے ہاتھوں خاتمہ ہو گیا۔

خوارزم شاہ کی وفات: جس وقت خوارزم شاہ (ارسلان) بن اتسز ترکوں سے شکست کھا کر خوارزم واپس آیا مریض تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں ۵۶۸ھ میں اس نے وفات پائی' اس کا چھوٹا بیٹا سلطان شاہ نے قبائے حکمرانی زیب بدن کیا' اس کا بڑا بھائی علاء الدین تکش خوارزم میں موجود نہ تھا یہ خبر پا کر ترکان خطا کے پاس چلا گیا' امداد کی درخواست کی ترکان خطا نے اس کی امداد پر کمر باندھی' خوارزم آئے اور قبضہ دلا دیا۔ سلطان شاہ گرتا پڑتا مؤید کے پاس نیشاپور پہنچا' علاء الدین تکش کے مقابلہ میں امداد چاہی' مؤید اپنا لشکر آراستہ کر کے خوارزم روانہ ہوا۔ علاء الدین تکش مقابلہ پر آیا۔ دونوں فریق جی کھول کر لڑے' مؤید کو شکست ہوئی۔ جنگ کے دوران مؤید گرفتار ہو گیا۔ پابزنجیر علاء الدین تکش کے سامنے پیش کیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

امارت بنی مؤید کا زوال: شکست کے بعد مؤید کا لشکر نیشاپور واپس آیا اور اس کے بیٹے طغان شاہ ابوبکر بن مؤید کو حکمران بنایا۔ طغان شاہ اور علاء الدین تکش میں جو واقعات رونما ہوئے ان کو ہم ان کی حکومتوں کے تذکرے میں تحریر کریں گے مؤید کے قتل کا واقعہ اور طریقہ سے بھی بیان کیا گیا ہے اسے بھی ہم اسی مقام پر لکھیں گے۔

اس کے بعد خوارزم شاہ (تکش) نے ۵۶۹ھ میں نیشاپور پر چڑھائی کی دو مرتبہ محاصرہ کیا' دوسری مرتبہ طغان شاہ

بن مؤید کو شکست ہوئی' خوارزم شاہ نے طغان شاہ کو گرفتار کر کے خوارزم بھیج دیا' نیشا پور اور ان شہروں پر جو خراسان کے بنی مؤید کے قبضہ میں تھے قبضہ کر لیا۔ بنی مؤید کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ والبقاء للہ وحدہ۔

ایلدکز کی وفات: اتا بک شمس الدین ایلدکز (اتا بک ارسلان شاہ بن ملک طغرل) والیٔ ہمدان' اصفہان' رے اور آذربائیجان نے (۵۶۸ھ میں) وفات پائی' وزیر السلطنت کمال شہری (یا سمیری سلطان محمود کا وزیر تھا) کا غلام تھا' وزیر السلطنت کے قتل کے بعد سلطان محمود کی خدمت میں رہنے لگا۔ ترقی کر کے عہدۂ کتابت سے ممتاز ہوا جب سلطان مسعود تخت آرائے حکومت ہوا تو ارانیہ کی گورنری پر مامور کیا گیا۔ باوجودیکہ مرکز حکومت سے دور تھا لیکن سلجوقی بادشاہ کی اطاعت کو باعث فخر سمجھتا تھا۔ رفتہ رفتہ آذربائیجان ہمدان' اصفہان اور رے پر قبضہ کر لیا' اپنے پروردہ ارسلان شاہ بن طغرل کو تخت حکومت پر بٹھایا اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور بدستور اس کا اتا بک بنا رہا۔ اس کی فوج کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی تھی اس کا دائرہ حکومت تفلیس سے مکران تک وسیع ہو گیا تھا' ارسلان شاہ نام کا بادشاہ تھا۔ سیاہ وسفید کا یہ خود مالک تھا۔

ابن سنکی کا نہاوند پر قبضہ: ایلدکز کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا محمد بہلوان حکمران ہوا یہ سلطان ارسلان شاہ کا مادری بھائی تھا۔ بہلوان نے حکمران ہو کر جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ نظم ونسق کی غرض سے آذربائیجان کا سفر کیا ابن سنکی برادرزادہ شملہ والیٔ خوزستان کو موقع مل گیا۔ میدان خالی دیکھ کر نہاوند پر چڑھ آیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل نہاوند نے مقابلہ کیا۔ ترکی بہ ترکی جواب دیا' ابن سنکی اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر تشتر لوٹ آیا اور دو ایک دن کا مغالطہ دے کر اس راستہ سے جو آذربائیجان سے نہاوند آتا تھا' نہاوند کی طرف چلا' اہل نہاوند نے یہ سمجھ کر کہ بہلوان کی امدادی فوج آ رہی ہے۔ شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ ابن سنکی بلا تعارض شہر میں داخل ہوا' قاضی اور رؤسا شہر کو گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ والیٔ نہاوند کی ناک کاٹ لی۔ شہر نہاوند کو تاراج کر کے بقصد عراق ماسبدان کی طرف قدم بڑھایا اور خوزستان لوٹ آیا۔

شملہ کی وفات: ۵۷۰ھ میں شملہ والیٔ خوزستان نے بعض ترکمانوں پر حملہ کی تیاری کی ترکمانوں نے بہلوان بن ایلدکز سے امداد کی درخواست کی' بہلوان نے ایک فوج ترکمانوں کی کمک پر بھیج دی' شملہ اور ترکمانوں سے جنگ چھڑ گئی شملہ شکست کھا کر بھاگا۔ جنگ کے دوران ترکمانوں نے شملہ اور اس کے بیٹے اور بھتیجے کو گرفتار کر لیا شملہ کو زخم کاری پہنچا تھا دو دن کے بعد مر گیا شملہ ترکمان افشریہ سے تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا خوزستان کا حکمران ہوا۔

بہلوان کا تبریز پر قبضہ: اسی سنہ میں بہلوان نے شہر تبریز پر یلغار کیا۔ شہر تبریز پر آقسنقر احمد یلی کی حکومت تھی آقسنقر احمد یلی مر گیا تھا اس کی ولی عہدی اور وصیت کے مطابق اس کا بیٹا فلک الدین حکمران ہوا بہلوان نے اس تبدیلی سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی' چنانچہ مراغہ پر محاصرہ کیا اور اپنے بھائی قزل ارسلان کو شہر تبریز سر کرنے پر مامور کیا' بہلوان نے مراغہ فتح کر کے اہل مراغہ سے اچھے برتاؤ کیے قاضی مراغہ کو انعام اور صلے دیئے قاضی مراغہ نے اہل تبریز سے خط وکتابت کر کے دونوں فریقوں میں صلح کرا دی باہم عہد وپیمان ہو گیا بہلوان تبریز کی حکومت پر اپنے بھائی قزل ارسلان کو مقرر کر کے مراغہ سے ہمدان واپس آیا۔

سلطان طغرل کی تخت نشینی: ۵۷۳ھ میں ارسلان شاہ سلجوقی کا جو کہ بہلوان بن ایلدکز کی کفالت و نگرانی میں تھا اور اس کا مادری بھائی تھا مقام ہمدان میں انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا سلطان طغرل تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔

وفات محمد بن بہلوان: اس کے بعد محمد بن بہلوان بن ایلدکز نے ۵۸۲ھ میں وفات پائی اس کا بھائی قزل ارسلان حکمران ہوا۔ اس کا نام عثمان تھا اس کے زمانہ حکومت میں رعایا نہایت خوشحال تھی' تمام ممالک محروسہ میں امن و امان کا دورہ تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ہی اصفہان میں حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان اور رے میں اہل سنت والجماعت اور شیعوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ لڑائی کی نوبت پہنچ گئی' لوٹ' قتل اور آتش زنی کا بازار گرم ہوا۔ شہر کے اکثر مقامات جلا دیئے گئے۔

قزل ارسلان اور سلطان طغرل: بہلوان کا سلطان طغرل پر کافی اثر تھا سکہ اور خطبہ سلطان طغرل کا تھا لیکن عنان حکومت بہلوان کے قبضہ میں تھی۔ یہی سیاہ و سفید کا مالک و مختار تھا۔ بہلوان کے بعد قزل ارسلان نے بھی سلطان طغرل کو اپنے اثر میں لینے کا قصد کیا لیکن قزل میں بہلوان کا سا دم خم نہ تھا اور نہ اس کی طرح اس کے دماغ میں سیاست کا مادہ تھا۔ اس وجہ سے سلطان طغرل اس کے قبضہ و اثر سے نکل گیا اس کے تحکم کو برداشت نہ کر سکا۔ ہمدان چھوڑ دیا۔ بعض اراکین دولت اور فوج کا کچھ حصہ آ ملا جس سے سلطان طغرل کی ہمت بلند ہو گئی' خراسان کے بعض مقامات پر قبضہ کر لیا۔ قزل ارسلان سے لڑائی ٹھن گئی' متعدد لڑائیاں ہوئیں ایک دوسرے کو مغلوب نہ کر سکے۔ ادھر قزل ارسلان نے دربار خلافت بغداد میں عرضداشت بھیجی' خلافت پناہ کا میں بدل و جان مطیع ہوں' حسب دستور خدمت کے لیے موجود ہوں' حضور والا سلطان طغرل سے ہوشیار رہیں' یہ نہایت چلتا پرزہ ہے' آپ میری امداد پر فوجیں بھیجیں' میں سلطان طغرل سے فارغ ہو کر حاضر ہوں گا۔ ادھر سلطان طغرل نے بھی اپنا ایلچی روانہ کیا۔ خلافت مآب نے قزل ارسلان کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت فرمایا' دارالامارت کی تعمیر کا حکم دیا اور سلطان طغرل کو دربار سے نکلوا دیا اور بلا جواب واپس کیا اور شاہی دارالحکومت کو زمین دوز کرا دیا۔

وزیر جلال الدین عبیداللہ کی شکست و گرفتاری: ۵۸۴ھ میں خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی نے ایک فوج قزل ارسلان کی امداد پر وزیر السلطنت جلال الدین عبیداللہ بن یونس کی ماتحتی میں سلطان طغرل کے مقابلے کے لیے روانہ کی۔ ماہ صفر میں یہ فوج کوچ و قیام کرتی قریب ہمدان پہنچی۔ اتفاق سے قزل ارسلان وقت پر نہ پہنچ سکا اور سلطان طغرل نے جنگ چھیڑ دی۔ وزیر السلطنت کو شکست ملی' سلطان طغرل نے لشکر بغداد کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور وزیر السلطنت کو گرفتار کر لیا۔ لشکر بغداد بحال پریشان بغداد واپس آیا۔

جنگ سلطان طغرل و قزل ارسلان: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلطان طغرل اور قزل ارسلان بن ایلدکز کے درمیان لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ آخر کار ان لڑائیوں میں قزل ارسلان کو کامیابی ہوئی' سلطان طغرل گرفتار ہو کر کسی قلعہ میں قید کر دیا گیا' تمام شہروں پر قزل ارسلان کا قبضہ ہو گیا' ابن وکلا والی فارس و خوزستان نے بھی اطاعت قبول کی' قزل ارسلان کامیابی کے ساتھ اصفہان واپس آیا۔ اس وقت تک اصفہان میں جھگڑا و فساد کا سلسلہ جاری تھا' علماء شافعیہ کی ایک جماعت

کو گرفتار کر کے پھانسی دے دی۔ فتنہ وفساد فرو ہو گیا' ہمدان لوٹ آیا۔ ۵۸۶ھ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا' بادشاہت کا اعلان کیا اور دروازے پر نوبت بجوائی۔

قتل قزل ارسلان: اس کے بعد ایک روز شب کے وقت بحالت خواب کسی نے قزل ارسلان کا کام تمام کر دیا' بہت جستجو کی گئی قاتل کا پتہ نہ چلا اس کے غلاموں کی ایک جماعت کو اس شبہ سے کہ یہی قتل کے مرتکب ہوئے ہیں گرفتار کر لیا گیا۔

قزل ارسلان' کریم' حلیم' عادل' نیک سیرت اور خوش خلق تھا' برائی کا بدلہ نہ لینے کو زیادہ دوست رکھتا تھا۔ اسکے مرنے کے بعد قتلغ بن بہلوان (قزل ارسلان کا بھتیجا) حکمران ہوا۔ تمام شہروں پر جو قزل ارسلان کے قبضہ میں تھے قابض ہو گیا۔

ہمدان پر سلطان طغرل کا قبضہ: قزل ارسلان کے قتل ہونے کے بعد سلطان طغرل اس قلعہ سے جس میں قزل ارسلان نے اسے قید کیا تھا نکل آیا۔ شاہی فوجیں جمع ہو گئیں ہمدان پر قبضہ کرنے کیلئے بڑھا۔ قتلغ بن بہلوان نے مدافعت پر کمر باندھی' ایک دوسرے سے تیغ وسپر ہوئے قتلغ شکست اٹھا کر رے چلا گیا اور سلطان طغرل نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔

رے پر خوارزم شاہ کا قبضہ: قتلغ نے رے پہنچ کر قلعہ بندی کر لی' خوارزم شاہ علاء الدین تکش کو اپنی امداد پر بلا بھیجا' چنانچہ ۵۸۸ھ میں خوارزم شاہ رے کی جانب روانہ ہوا رفتہ رفتہ قریب رے پہنچا قتلغ کو خوارزم شاہ کی طرف سے شبہ پیدا ہوا اپنے کیے پر ندامت ہوئی' مگر اب چارہ کار کیا تھا رے کے کسی قلعہ میں بیٹھ رہا۔ خوارزم شاہ نے رے اور قلعہ طبرک پر قبضہ کر لیا۔ سلطان طغرل سے مصالحت کر لی اس اثناء میں سلطان برادر خوارزم شاہ کی نقل وحرکت کی خبر لگی جسے ان کے واقعات کے سلسلہ میں بیان کیا جائے گا خوارزم شاہ رے پر اپنی جانب سے ایک حاکم مقرر کر کے ۵۹۰ھ میں خوارزم واپس آیا۔

سلطان طغرل اور خوارزم شاہ: خوارزم شاہ کی واپسی کے بعد سلطان طغرل نے رے کی جانب پیش قدمی شروع کی' خوارزم شاہ کی فوج پر جو رے میں مقیم تھی شبخون مارا۔ قتلغ پریشان ہو کر بھاگ نکلا' خوارزم شاہ کی خدمت میں امداد کا دوبارہ پیام بھیجا' معذرت کی' اتفاق سے جس وقت قتلغ کا قاصد خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا اسی وقت خلیفہ عباسی کا ایلچی بھی فرمان لیے ہوئے پہنچ گیا۔ خلافت مآب نے سلطان طغرل کی زیادتیوں کی شکایت تحریر کی تھی اور یہ لکھا تھا کہ تم ان شہروں پر قبضہ کر لو تاکہ امن وامان قائم ہو جائے۔ خوارزم شاہ نے خلافت مآب کے فرمان کو سر اور آنکھوں پر رکھا اور نیشاپور سے رے روانہ ہوا۔ قتلغ نے اس کی اطاعت کو اپنی عزت کا باعث سمجھا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔

جنگ سلطان طغرل وخوارزم شاہ: سلطان طغرل کو اس کی خبر لگی لشکر جمع ہونے کا انتظار کیے بغیر مقابلہ پر تل گیا۔ ماہ ربیع الاول ۵۹۰ھ میں قریب رے دونوں فریقوں کی مڈ بھیڑ ہوئی' سلطان طغرل نے بنفسہ خوارزم شاہ پر حملہ کیا لڑتا ہوا خوارزم شاہ کے قلب لشکر تک پہنچ گیا' خوارزم شاہ کی فوج نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ زخمی ہو گیا تھا۔ گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ کسی سپاہی نے سر اتار لیا۔ خوارزم شاہ نے رے' ہمدان اور تمام شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ہمدان اور اس کے صوبہ پر قتلغ بن بہلوان کو مامور کیا اور اکثر شہروں میں اپنے غلاموں کو جاگیریں دیں' میاجق کو ان کا سردار بنایا۔ سلطان طغرل کے

مارے جانے سے ہو ملک شاہ کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

خوارزم شاہ اور خلیفہ ناصر: اس کے بعد خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی کے وزیر ابن عطاف[1] نے ہمدان' اصفہان اور رے کو خوارزم شاہ کے غلاموں سے چھین لیا چند روز بعد خوارزم شاہ نے پھر واپس لے لیا جیسا کہ خلفاء بنی عباسیہ کے حالات میں ہم لکھ آئے ہیں۔ خلیفہ ناصر عباسی کی طرف سے امراء ایوبیہ میں سے ابوالہیجاء سمین نے ۵۹۳ھ میں ہمدان کی جانب پیش قدمی کی' ازبک بن بہلوان نے ہمدان سے نکل کر بہ اظہار اطاعت نیاز حاصل کیا' ابوالہیجا نے گرفتار کر لیا۔ خلیفہ ناصر عباسی کو ناگوار گزرا' ازبک کو قید سے رہا کر دینے کا حکم صادر فرمایا اور ازبک کو خوش کرنے کی غرض سے خلعت بھیجے۔

امیر ابوالہیجاء سمین' بیت المقدس کا حاکم تھا۔ امراء مصر کا با اثر اور ممتاز فرد تھا بیت المقدس اور اس کے ارد گرد کے علاقے اس کے زیر حکومت تھے جب الملک العادل نے الملک الافضل سے دمشق چھین لیا تو بیت المقدس کی حکومت سے امیر ابوالہیجاء سمین کو معزول کر دیا' وہ بغداد چلا آیا۔ خلیفہ ناصر عباسی نے اپنے ارکین دولت میں داخل کر لیا اور ۵۹۳ھ میں ہمدان کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔

ازبک بن بہلوان: ازبک بن بہلوان اپنے باپ کے مرنے کے بعد بلاد آذربائیجان پر غالب ہو گیا۔ حکومت پر قدم رکھتے ہی عیش و عشرت میں منہمک ہو گیا۔ انتظام مملکت سے غافل ہو کر رنگ رلیوں میں ڈوب گیا' کرج نے شہر دویر پر حملہ کیا اور محاصرہ کیا۔ اہل دویر نے ازبک بن بہلوان کے پاس وفد بھیجا۔ امداد کی درخواست کی' ازبک کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ کرج نے بزور تیغ دویر فتح کر لیا اور جی کھول کر اسے پامال کیا۔

قتل کوکجہ: کوکجہ[2] بہلوان کا غلام تھا۔ ازبک کی کمزوری سے رے' ہمدان اور بلاد جبل پر قابض ہو گیا' اپنے رفیق

---

[1] ماہ شعبان ۵۹۰ھ میں خلیفہ ناصر عباسی نے ابن عطاف نائب وزیر کو عہدۂ وزارت عطا فرمایا اس کا نام مؤید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی مودن ابن قصاب تھا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ ۱۷ مطبوعہ لیدن۔

[2] خوارزم شاہ کی خراسان سے واپسی کے بعد امراء اور خدام بہلوان نے متفق ہو کر کوکجہ کو جو کہ بہلوان کے غلاموں میں ایک با اثر اور صاحب الرائے شخص تھا اپنا امیر بنایا۔ رے اور اس کے تمام بلاد قریبہ پر قابض کرا دیا۔ کوکجہ نے اصفہان سے خوارزم کمال کو نکال باہر کرنے کی غرض سے اصفہان پر چڑھائی کی۔ قریب اصفہان پہنچا تو یہ معلوم ہوا کہ خلافت مآب کا لشکر اصفہان کے قریب پڑاؤ ڈالے ہے۔ امیر لشکر سیف الدین طغرل غلام خلیفہ عباسی کی خدمت میں معذرت کا عریضہ بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ غلام زادے نے خوارزمیوں کو نکالنے کی غرض سے اصفہان کا قصد کیا ہے اور کوئی غرض نہیں ہے سیف الدین نے معذرت کو قبول کیا۔ کوکجہ خوارزمیں ان کی تلاش و جستجو میں طلس (بلاد مقبوضہ الغعنیہ) تک بڑھ گیا۔ لوٹ کر پھر اصفہان آیا اور قبضہ کر لیا۔ دربار خلافت میں اظہار اطاعت کی غرض سے عریضہ بھیجا۔ رے' ساوہ' قم اور قاشان کی سند حکومت کی درخواست کی' اصفہان' ہمدان' زنجان اور قزوین علم خلافت کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لیے لکھا۔ خلافت مآب نے درخواست کو قبول فرمایا' خوشنودی مزاج کی خلعت عنایت کی اور منشور بر طبق درخواست روانہ کیا اس سے کوکجہ کی شان و شوکت کو چار چاند لگ گئے۔ فوج کثیر بھرتی کر لی' مستقل حکمران ہو گیا۔ ہم چشموں میں عظیم الشان اور صاحب قوت تسلیم کیا گیا۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۲ صفحہ ۷۶ تا ۷۷ مطبوعہ لیدن۔

ایدغمش (یہ بھی بہلوان کا غلام تھا) کو اپنا معتمد علیہ اور دایاں بازو بنایا' ایدغمش کو جب قوت حاصل ہوگئی تو حکومت کے لالچ میں کوکجہ سے لڑ گیا' اور اسے قتل کر کے تمام شہروں پر جو کوکجہ کے زیر حکومت تھے قابض ہو گیا۔ ازبک بن بہلوان دبا دبایا پڑا رہا۔ سیاہ و سفید کرنے کا اسے اختیار نہ تھا۔

ازبک اور والی اربل: آپ نے ابھی اوپر پڑھا ہے کہ ازبک تخت حکومت پر متمکن ہوتے ہی لذات اور لہو ولعب میں مصروف ہو گیا۔ انتظام وسیاست سے ایک قلم ہاتھ کھینچ لیا والی اربل مظفر الدین کوکبری اور ازبک میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا جس کی وجہ سے والی اربل نے ازبک کے مقبوضات کا قصد کیا علاء الدین بن قراسنقر احمدیلی والی مراغہ کے پاس گیا۔ امداد طلب کی۔ ازبک کے تمام حالات بتلائے والی مراغہ نے والی اربل کی رائے سے اتفاق کیا اور اس کے ساتھ محاصرہ تبریز کو روانہ ہوا۔ ازبک نے ایدغمش کو ان حالات سے مطلع کیا اس وقت ہمدان' اصفہان' رے اور تمام بلاد جبلیہ ایدغمش ہی کے پاس تہدید آمیز خط لکھا' والی اربل کے حواس باختہ ہو گئے بلا قتل وقتال اپنے مرکز حکومت واپس گیا۔ علاء الدین بن قراسنقر والی مراغہ بھی لوٹ گیا لیکن ایدغمش کا غصہ اس سے فرو نہ ہوا ازبک کو ہمراہ لیے مراغہ پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا والی مراغہ نے اپنے مقبوضہ قلعوں میں سے ایک قلعہ دے کر مصالحت کر لی' ایدغمش اور ازبک محاصرہ اٹھا کر واپس آ گئے۔

خوارزم شاہ کا ماژندران پر قبضہ: حسام الدین اردشیر والی ماژندران کے مرنے کے بعد اس کا بڑا لڑکا حکمران ہوا۔ اپنے منجھلے بھائی کو اپنے مقبوضہ علاقہ سے نکال دیا بحال پریشان جرجان پہنچا' شاہ برتکش اپنے بھائی خوارزم شاہ کی طرف سے جرجان کا حاکم تھا۔ خوارزم شاہ سے اس نے امداد کی درخواست کی۔ خوارزم شاہ نے بشرط اطاعت امداد پر کمر باندھی' اپنے بھائی برتکش کو امداد پر متعین کیا چنانچہ برتکش جرجان سے ماژندران روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں یہ خبر موصول ہوئی کہ والی ماژندران جو اپنے باپ کے بعد حکمران ہوا تھا۔ مر گیا ہے اور اس کا چھوٹا بھائی ماژندران پر حکومت کر رہا ہے۔ لیکن برتکش نے ارادہ تبدیل نہ کیا مسافت طے کر کے ماژندران پہنچا اور خراسان لوٹ آیا۔ سابق والی ماژندران کا منجھلا بیٹا جس نے خوارزم شاہ سے امداد کی درخواست کی تھی ماژندران پر حکومت کرنے لگا۔ سابق والی ماژندران کا چھوٹا لڑکا قلعہ کوزی میں قلعہ بند ہو گیا سازوسامان واسباب اور خزانہ اسی کے قبضہ میں تھا۔ منجھلے بھائی نے نامہ وپیام شروع کیا عنایت والطاف کا خواستگار ہوا۔ منجھلے بھائی نے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا۔

ازبک کا مراغہ پر قبضہ: ۶۰۴ھ میں علاء الدین قراسنقر احمدیلی والی مراغہ کی موت آ گئی' کوئی بڑا لڑکا نہ تھا اس کے خادم نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اس کے ایک کم سن بچہ کو حکومت کی کرسی پر متمکن کیا۔ بعض امراء دولت نے ان سے سرکشی کی اور بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ اس نے ان کی گوشمالی کی غرض سے فوجیں روانہ کیں' باغیوں کو شکست ہوئی' علاء الدین قراسنقر کا کم سن بچہ مستقل طور سے حکمران ہو گیا۔ ایک برس کے بعد ۶۰۵ھ میں اس کا بھی پیام موت آ گیا۔ اس کے مرنے سے خاندان قراسنقر احمدیلی کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ازبک بن بہلوان ان واقعات سے مطلع ہو کر تبریز سے مراغہ آیا اور خاندان قراسنقر کے تمام علاقوں پر قابض ہو گیا' صرف وہ قلعہ باقی رہ گیا جس میں قراسنقر کا خادم قلعہ بند تھا۔ خزانہ اور مال واسباب اسی خادم کے پاس تھا۔

ایدغمش اور سنقلی: ایدغمش کے ابتدائی حالات اور حکومت حاصل کرنے کے واقعات آپ اوپر پڑھ آئے ہیں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے جس وقت اس کا قدم استقلال کے ساتھ حکومت پر جم گیا ہمدان اصفہان اور رے اور بلاد جبلیہ پر قابض ہو گیا' کثیر التعداد فوج بھی جمع ہو گئی' شان و شوکت بھی بڑھ گئی تو خود مختار حکومت کا مدعی ہوا۔ حوصلہ اس قدر بڑھا کہ اپنے آقائے نعمت بہلوان (جس نے اس کو زیاطن کو حکومت عطا کی تھی) کے لڑکے ازبک پر چڑھائی کر دی ازبک اس وقت آذربائیجان میں تھا۔ بہلوان کے خادموں سے ایک شخص سنقلی نامی ایدغمش کے روک تھام کے لیے اٹھا۔ ممالک بہلوانیہ کا ایک بڑا گروہ ساتھ ہو گیا۔ بات کی بات میں کثیر فوج فراہم ہو گئی اس واقعہ میں ایدغمش کو شکست ہوئی' سنقلی نے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا۔

ایدغمش شکست کھا کر بغداد پہنچا' خلافت مآب نے اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔ عزت و احترام سے ملاقات کی۔ یہ واقعہ ۶۰۸ھ کا ہے ایدغمش نے بغداد میں قیام اختیار کیا۔

قتل ایدغمش: خلافت مآب نے ایدغمش کو خلعت دیا' لواء حکومت عطا کیا' جس قدر بلاد اس کے قبضہ میں تھے ان کی سند حکومت مرحمت فرمائی' فوجی امداد دینے کا وعدہ کر کے ۶۱۱ھ میں رخصت کیا۔ ایدغمش بغداد سے ہمدان کی جانب واپس ہوا اور بغدادی افواج کے انتظار میں سلیمان بن برجم امیر ایوانیہ ترکمان کے پاس قیام کیا۔ سلیمان نے خفیہ طور سے سنقلی کو ایدغمش کے حالات لکھ بھیجے اور ایک روز موقع پا کر ایدغمش کا کام تمام کر دیا۔ سر اتار کر سنقلی کے پاس بھیج دیا۔ ایدغمش کے تمام ہمراہی منتشر ہو گئے۔ سنقلی نے ایدغمش کے تمام مقبوضہ شہروں پر قبضہ کر لیا۔

سنقلی کی سرکشی: خلافت مآب کو اس واقعہ سے سخت ناراضگی پیدا ہوئی' سنقلی کو تہدید آمیز اور ناراضگی کا خط لکھا۔ سنقلی نے کچھ بھی سماعت نہ کی' خلافت مآب نے اس کے آقا ازبک بن بہلوان والی آذربائیجان کو اس کی شکایت لکھی' فوج کشی کی ترغیب دی' امداد کا وعدہ کیا۔ جلال الدین اسمٰعیلی والی قلعہ موت کو ازبک کی موافقت اور اس کے ساتھ ہو کر سنقلی سے لڑنے کا پیام بھیجا اور باہم یہ قرار پایا کہ کامیابی کے بعد مساوی طور پر تینوں فریقوں میں ممالک مقبوضہ تقسیم کر دیئے جائیں گے' خلافت مآب نے فوج کی روانگی کا حکم دیا اپنے خادم سنقر معروف بہ وجہ السبع کو سپہ سالار مقرر کیا' مظفر الدین کوکبری بن زین الدین علی کو جک والی اربل و شہرزور کو بھی شریک جنگ ہونے کا حکم صادر کیا اور میدان جنگ کا سپہ سالار اعظم اسی کو مقرر فرمایا۔

سنقلی کی شکست و فرار: چنانچہ یہ فوجیں دل بادل کی طرح ہمدان کی طرف بڑھیں' سنقلی میں مقابلے کی قوت نہ تھی ہمدان چھوڑ کر بھاگ نکلا' پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا۔ حملہ آور فوج نے تعاقب کیا' دامن کوہ پر پڑاؤ ڈالا۔ پہاڑ کی چوٹی پر سنقلی تھا اور نیچے حملہ آور فوج تھی۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ ازبک کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' سنقلی پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا۔ رات ہوئی تو ازبک اپنے مورچہ میں واپس آیا صبح کو پھر دونوں حریف باہم تیغ و سپر ہوئے۔ اس جنگ میں سنقلی کو شکست ہوئی۔ میدان جنگ سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چند نے ٹھہرا رہتا تو غنیم کی فوج چارنے کی وجہ سے بھاگ

جاتی۔ لیکن اس کی قسمت میں شکست لکھی تھی۔ جوں ہی رات نے اپنے سیاہ دامن فضائے عالم میں پھیلائے۔ سنقلی بلندی کوہ سے اتر کر بھاگ گیا۔ تمام ہمراہی منتشر و متفرق ہو گئے۔ پھر کیا تھا میدان خالی ہو گیا۔ فتح مند گروہ نے سنقلی کے تمام علاقہ پر قبضہ کر کے حسب قرارداد باہم حصہ بخرہ کر لیا۔

سنقلی کا خاتمہ: ازبک کو حصے میں جو بلاد ملے تھے ان پر اپنے بھائی کے مملوک اغلمش کو مقرر کیا۔ اغلمش نے قبضہ کر کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی۔ سنقلی گرتا پڑتا ساوہ پہنچا۔ انسپکٹر جنرل پولیس نے سنقلی کو گرفتار کر لیا اور سر اتار کر ازبک کے پاس بھیج دیا اور بلاد جبل میں حکومت قائم ہو گئی یہاں تک کہ ۶۱۴ھ میں فرقہ باطنیہ کے ہاتھوں اس کی زندگی کے دن پورے ہو گئے' خوارزم شاہ نے ان شہروں پر قبضہ کر لیا۔ جیسا کہ خوارزم شاہ کے حالات میں آپ پڑھیں گے' ازبک بن بہلوان والی آذربائیجان واران نے خوارزم شاہ کے خاندان اور اس کے غلاموں کی حکومت کا سلسلہ عراقین' خراسان' فارس اور تمام ممالک مشرق سے منقطع کر دیا۔ صرف ازبک بلاد آذربائیجان پر قابض رہا۔

جلال الدین محمد تکش کا قتل: اس کے بعد ۶۱۸ھ میں تاتاری طوفان اٹھا۔ محمد تکش کے تمام مقبوضات ماوراء النہر' خراسان اور عراق عجم پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان تک ان کا اثر پہنچا۔ ۶۲۱ھ میں ازبک بہلوان' چنگیز خان کا مطیع ہو گیا اور چنگیز خان کے حکم سے خوارزمیوں کو مار ڈالا' لوٹ کر خراسان آیا۔ اسنے میں جلال الدین محمد بن تکش ۶۲۲ھ میں ہندوستان سے واپس آیا۔ عراق عجم اور فارس پر قابض ہو گیا' آذربائیجان پر قبضہ کرنے کو بڑھا ازبک آذربائیجان اور اران چھوڑ کر گنجہ چلا گیا جلال الدین نے قبضہ کر کے گنجہ پر دھاوا کیا ازبک نے گنجہ بھی چھوڑ دیا اور کسی قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ جلال الدین نے گنجہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں ازبک کی موت آ گئی' ایلدکز کی خاندان کی حکومت ختم ہو گئی۔ تاتاریوں نے تمام ملک پر قبضہ کر لیا ۶۲۸ھ میں جلال الدین محمد تکش کو بھی مار ڈالا جیسا کہ ان کے حالات آپ آئندہ پڑھیں گے۔

سلاطین سلجوقیہ کے حالات ختم ہو گئے۔ اب ہم کے بعد دیگرے ان حکومتوں کے حالات لکھنے کی جانب توجہ کرتے ہیں جو سلاطین سلجوقیہ کی دولت و حکومت سے پیدا ہوئی تھیں۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا وھو الوارثین۔

باب : ۷

ملک خوارزم محمد بن انوشتکین واتسز بن محمد

انوشتکین غرشی: حکمرانان خوارزم کا مورث اعلیٰ اور جد اکبر "انوشتکین" ترکی الاصل اور غرشستان کے رہنے والے ایک شخص کا غلام تھا' اسی مناسبت سے انوشتکین غرشی کہلاتا ہے امراء سلجوقیہ میں سے ملکا بک نامی ایک سردار نے اسے خرید لیا' چونکہ انوشتکین میں غیر معمولی شجاعت اور عقل وفراست تھی اس وجہ سے امیر ملکا بک اسے بہت زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ انوشتکین کا بیٹا محمد اپنے باپ کی طرح شجاعت اور دانائی میں یکتا نکلا' انوشتکین نے اسے نہایت عمدہ تعلیم دلائی۔ چنانچہ آداب اور اخلاق کے زیور سے مزین وآراستہ ہو کر سن شعور کو پہنچا' امراء سلجوقیہ میں مل جل گیا' بعض صوبجات کی حکومت پر متعین ہوا' نہایت کفایت شعار اور منتظم تھا تھوڑے ہی دنوں میں شہرۂ آفاق ہو گیا۔

ارسلان ارغون: جب سلطان برکیاروق ابن سلطان ملک شاہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ارسلان ارغون (برکیاروق کا چچا) مخالفت پر اٹھا' اور خراسان پر قبضہ کر لیا تو ۴۹۰ھ میں برکیاروق نے فوجیں اپنے بھائی سنجر کی سرکردگی میں ارسلان ارغون کے سر کرنے کے لیے روانہ کیں' روانگی فوج کے بعد خود بھی روانہ ہو گیا۔ اثناء راہ میں ارسلان ارغو کے مارے جانے کی خبر ملی' ارسلان ارغو کو اسی کے ایک غلام نے تنگ ہو کر مار ڈالا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں برکیاروق نے اس خبر سے مطلع ہو کر ارادہ تبدیل نہ کیا بلکہ اطراف خراسان اور ماوراء النہر کو ایک سرے سے دوسرے تک چھان ڈالا۔ ارسلان ارغو کے نائبوں نے حکومت چھین لی۔ اپنے بھائی سنجر کو مامور کیا۔

محمد بن سلیمان کی بغاوت: محمد بن سلیمان امیر امیران نے جو کہ برکیاروق کا قرابت مند تھا بغاوت ومخالفت کا جھنڈا بلند کیا۔ سنجر نے مقابلے پر کمر باندھی اور کامیاب ہوا۔ محمد بن سلیمان کو گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں برکیاروق خوارزم پر اکنجی شاہ کو والی مقرر کر کے خراسان سے عراق واپس آیا (زبان فارسی میں "شاہ" سلطان کو کہتے ہیں خوارزم کو شاہ کی جانب مضاف کر کے حسب عادت مضاف الیہ کو مضاف پر مقدم کر دیا۔ اکنجی شاہ ہو گیا)۔

قودز کی بغاوت اور قتل: برکیاروق کی واپسی کے بعد سرداران لشکر میں سے امیر قودز اور امیر بارقطاش جو کسی وجہ سے موکب شاہی کے ساتھ خراسان میں لگے تھے بغاوت اور مخالفت پر تیار ہو گئے اور اکنجی شاہ والی خوارزم پر جب کہ وہ سلطان برکیاروق کی خدمت میں باریاب ہونے جا رہا تھا مقام مرو میں حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا اور خوارزم پر قبضہ کر لیا

سلطان برکیاروق کو اس کی اطلاع ہوئی یہ وہ زمانہ تھا کہ عراق عجم میں امیر انز اور مؤید الملک بن نظام الملک نے بغاوت پر کمر باندھ لی تھی' برکیاروق' امیر انز اور مؤید الملک کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا اور امیر داؤد حبشی بن ایتاق (ایتاخ) کو فوج کا سپہ سالار بنا کر قودز و بارقطاش سے جنگ کے لیے خراسان واپس آیا۔ امیر داؤد ہرات کی طرف روانہ ہوا' امیر داؤد حبشی کی فوج جمع نہیں ہونے پائی تھی کہ قودز اور بارقطاش نے پیش قدمی کر دی' امیر داؤد حبشی نے جوں توں دریائے جیحون عبور کیا۔ بارقطاش نے بڑھ کر آگا روکا۔ ایک دوسرے سے تیغ و سپر ہوئے۔ بارقطاش کو شکست ہوئی اور جنگ کے دوران امیر داؤد نے گرفتار کر لیا اس واقعہ کی خبر قودز تک پہنچی' فوج نے بلوہ کر دیا' قودز بخارا بھاگ گیا' والیٔ بخارا نے گرفتار کر لیا لیکن چند روز بعد رہا کر دیا۔ گرتا پڑتا سلطان سنجر کی خدمت میں پہنچا۔ سلطان سنجر نے بغاوت کے جرم میں بار حیات سے سبکدوش کر دیا۔ باقی رہا بارقطاش' وہ امیر داؤد کے پاس قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔

محمد بن انوشتکین: بارقطاش اور قودز کی شکست سے خراسان میں امن قائم ہو گیا' فتنہ و فساد کا بازار سرد پڑ گیا' امیر داؤد حبشی کی حکومت کا سکہ جم گیا۔ امیر داؤد حبشی نے حکومت خوارزم کے لیے محمد ابن انوشتکین کو منتخب کیا' محمد انوشتکین نے نہایت خوبی سے خوارزم کا نظم و نسق درست کیا' معاملات میں کفایت دکھائی' آئے دن کے فساد اور بدامنی کو رفع کر دیا۔ اہل علم کو دوست رکھتا تھا' علماء اور فضلاء سے اس کی مجلس بھری رہتی تھی' عادل تھا' رعایا کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کرتا تھا ان وجوہ سے اس کا ذکر خیر تمام عالم میں پھیل گیا اور شان و شوکت بڑھ گئی۔ سلطان سنجر نے خراسان پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد محمد ابن انوشتکین کو نہ صرف خوارزم کی حکومت پر بحال و قائم رکھا بلکہ اور زیادہ قدر افزائی کی' مراتب و مدارج علیا عطا کیے۔

محمد بن انوشتکین کا خوارزم پر قبضہ: جن دنوں محمد بن انوشتکین خوارزم میں موجود نہ تھا' کسی مہم پر گیا ہوا تھا طغرل تکین محمد بن اکنجی کے ابھارنے سے ایک ترکی بادشاہ خوارزم پر چڑھ آیا۔ (یہ اکنجی وہی ہے جو خوارزم کا سابق بادشاہ ہے جسے امیر قودز اور امیر بارقطاش نے مار ڈالا تھا) محمد بن انوشتکین کو اس کی اطلاع ہوئی' سلطان سنجر کی خدمت میں نیشاپور طلائی عرضداشت بھیجی امداد کی درخواست کی اور فوج فراہم کر کے خوارزم کو چھڑانے کی غرض سے روانہ ہوا۔ ترکی بادشاہ اور طغرل تکین محمد محاصرہ اٹھا کر چلتے بنے۔ ایک دوسرے سے جدا ہو کر ہر ایک نے ایک ایک سمت کا راستہ لیا محمد بن انوشتکین کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی۔

اتسز بن محمد بن انوشتکین: اس کے بعد محمد بن انوشتکین والیٔ خوارزم کا زمانہ وفات آ گیا۔ اس کا لڑکا اتسز جانشین ہوا۔ یہ اپنے باپ کے قدم بقدم چلا' اتسز زمانہ حکومت محمد ابن انوشتکین میں کئی بار لشکر کا سپہ سالار مقرر ہو کر دشمنوں کے مقابلہ پر گیا تھا اور کامیاب ہوا تھا۔ حکمران ہوتے ہی اس کی مردانگی' شجاعت اور سیاست کا ڈنکا بجنے لگا' شہر منقشلاغ کی فتح نے اس کی شہرت و ناموری پر چار چاند لگا دیئے ہر کہ و مہ کی زبان پر اس کی کفایت شعاری اور مہارت جنگ کا چرچا ہونے لگا' شان و شوکت دوبالا ہو گئی' سلطان سنجر نے اپنے دربار میں طلب کر کے مخصوص مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ ہر جگہ میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ لڑائیوں میں اسی کو لشکر کا سالار اعظم بناتا تھا۔ لگانے بجھانے والوں کو حسد و رشک پیدا ہوا' چغل خوری

شروع کر دی' وقت بے وقت باتیں جڑنے لگے کہ آتسز کے دماغ میں خوارزم کی خودمختار حکومت کا سودا سا گیا ہے اس نے خوارزم میں اپنی حکومت قائم کر لی ہے۔

جنگ سلطان سنجر اور آتسز بن محمد: سلطان سنجر کو اس سے ناراضگی پیدا ہوگئی' بلا تحقیق فوجیں لے کر خوارزم پر چڑھ گیا آتسز بھی جنگ پر تیار ہو گیا۔ لڑائی ہوئی' میدان سلطان سنجر کے ہاتھ رہا آتسز کو شکست ہوئی۔ آتسز کا بیٹا اور اس کے بہت سے سردار و مصاحب سلطان سنجر کے حکم سے مار ڈالے گئے اور خوارزم پر قبضہ کر کے غیاث الدین سلیمان شاہ ابن سلطان محمد (اپنے بھتیجے) کو حکومت عنایت کی اتابک کو وزیر اور حاجب مقرر کر کے ۵۳۳ھ میں مرو واپس آیا۔ چونکہ اہل خوارزم آتسز سے بے حد خوش اور اس کے ممنون احسان تھے اور غیاث الدین سلیمان شاہ کا برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ اچھا نہ تھا اس وجہ سے سلطان سنجر کی واپسی کے بعد ہی آتسز نے اہل خوارزم کے کہنے سے دوبارہ چڑھائی کر دی۔ اہل خوارزم نے نہایت خوشی سے قبضہ دیدیا۔ سلیمان شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس چلا آیا اور آتسز خوارزم کا مستقل حکمران ہو گیا۔

جنگ سلطان سنجر و ترکان خطا: ۵۳۶ھ میں سلطان سنجر اور ترکان خطا سے معرکہ آرائی ہوئی۔ آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلطان سنجر نے آتسز بادشاہ خوارزم کے بیٹے کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس سے آتسز کو غصہ و رنج پیدا ہوا۔ خوارزم واپس آنے کے بعد آتسز نے ترکان خطا کو سلطان سنجر کی مخالفت اور اس کے مقبوضات پر قبضہ کی ترغیب دی تا کہ سلطان سنجر کی توجہ ترکان خطا کی جنگ کی طرف لگ جائے اور آتسز کے مقبوضہ علاقہ سے متعارض نہ ہو۔ چنانچہ ترکان خطا نے جو مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے سلطان سنجر کے مقبوضہ شہروں کی طرف پیش قدمی کی۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ محمود بن محمد بن سلیمان بن داؤد بغرا خان بادشاہ خانیہ حکمران کاشغر اور ترکستان پر (جو کہ ہمشیر زادہ سلطان سنجر تھا) ترکان خطا نے محمود کو برے طور سے شکست دی' محمود شکست کھا کر سمرقند واپس آیا۔ اپنے ماموں سلطان سنجر کو یہ واقعات لکھے ترکان خطا کے مظالم کی شکایت لکھی امداد و اعانت کی درخواست کی۔ سلطان سنجر سلجوقی اور خراسانی لشکر لے کر ترکان خطا سے تیغ و سپر ہونے کے لیے چلا' دریا کو عبور کر کے یکم صفر ۵۳۶ھ میں ترکان خطا سے بھڑ گیا' گھمسان کی لڑائی ہوئی' سلطان سنجر کو شکست ہوئی' بے شمار مسلمان مارے گئے' لشکر اسلام کے مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ مرد اور چار ہزار عورتیں بیان کی جاتی ہیں اسی واقعہ میں سلطان سنجر کی بیگم قید ہوگئی۔ سلطان سنجر شکست کھا کر خراسان کی جانب واپس ہوا اور بادشاہ خطا نے ماوراء النہر پر قبضہ کر لیا اور ماوراء النہر ممالک محروسہ اسلام سے نکل گیا۔ ان واقعات کو ہم تفصیل کے ساتھ سلطان سنجر کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔

سرخس' مرو اور نیشاپور پر آتسز کا قبضہ: سلطان سنجر کی شکست کے بعد آتسز بادشاہ خوارزم نے خراسان کا قصد کیا' سلطان سنجر ترکان خطا کے مقابلہ میں شکست کھا کر ہمت ہار گیا تھا' کوئی مقابلہ کرنے والا نہ رہا۔ آتسز نے سرخس پر قبضہ کر لیا۔ امام محمد زیادی جو کہ زہد و تقویٰ اور علوم دینی کے ماہر تھے۔ آتسز سے ملنے آئے' آتسز نے عزت و احترام سے ملاقات کی اور ان کے پند و نصائح کو گوش دل سے سنا اور قبول کیا اس کے بعد آتسز نے مرو شاہجہان کی طرف قدم بڑھایا۔ امام احمد باخوری نے حاضر ہو کر گذارش کی "آپ اپنی فوج کے ساتھ مرو کے باہر قیام فرمائیں' اہل مرو آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں

ان پر حملہ کرنے سے ناحق خونریزی ہوگی'' اتسز نے امام احمد کی سفارش قبول کی اور شہر مرو کے باہر پڑاؤ کیا۔ عوام الناس پر شامت سوار ہوئی بلڑ مچا کر خوارزمی فوج کے سپاہیوں سے بھڑ گئے' کسی کو قتل کیا اور کسی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اتسز کے مصاحب بطور دربت شہر میں گئے تھے کھینچ کر باہر نکال دیا۔ اتسز کو اس سے غصہ پیدا ہوا حملہ کا حکم دیدیا۔ چنانچہ یکم ربیع الاول ۵۳۶ھ میں مرو کے عوام الناس سے لڑائی ہوئی بہت سے مارے گئے جن میں اکابر علماء مرو کی ایک جماعت بھی تھی' کئی روز تک قتل عام کا بازار گرم رہا۔ علماء اور فقہاء کا ایک بڑا گروہ برہنہ سر و پا اتسز کی خدمت میں اہل مرو کی عفو و تقصیر کی غرض سے حاضر ہوا اتسز نے اپنے لشکر کو اہل مرو کے قتل عام سے منع کر دیا اور ان کی خطائیں معاف کر دیں لیکن سلطان سنجر کے اراکین اور سرداروں کے مال و متاع کو ضبط کر لیا اور سلطان سنجر کا خطبہ موقوف کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا جس وقت خطیب کی زبان سے اتسز بادشاہ خوارزم کا نام نکلا۔ اہل نیشاپور کا دل بھر آیا۔ انتقام اور مقابلہ کا جوش پیدا ہوا لیکن آخری نتیجہ نے روک دیا۔ خاموش ہو گئے۔

صوبہ بیہق کا تاراج: مرو پر قبضہ کے بعد اتسز نے صوبہ بیہق کو سر کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی' پانچ یوم کے محاصرہ کے بعد شہر فتح ہو گیا' تمام صوبہ کو قتل و غارت گری کا نشانہ بنا لیا گاؤں' دیہات اور شہر تاراج کر دیئے گئے چونکہ ترکان خطا اتسز کی پشت پناہی پر تھے اور در پردہ یہ انہی کے کرتوت تھے۔ اس وجہ سے سلطان سنجر ان افعال سے جو اتسز بلاد خراسان میں کر رہا تھا متعرض نہ ہوتا تھا۔ صبر کا بھاری پتھر اپنے دل پر رکھے ہوئے مسلمانوں اور بلاد اسلامیہ کی بربادی کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے بعد ۵۴۸ھ میں ترکان غز جو دعوے دار اسلام تھے' اٹھے اور سلطان سنجر سے لڑ کر کامیابی کے ساتھ خراسان پر قابض ہو گئے۔ ترکوں کا یہ گروہ ملوک سلجوقیہ سے علیحدگی کے بعد ماوراء النہر آ کر مقیم ہوا تھا اور مذہب اسلام کا پابند تھا' جب ترکان خطا ماوراء النہر پر مسلط و قابض ہوئے تو ترکان غز کو ماوراء النہر سے نکال دیا اطراف بلخ میں جا کر قیام اختیار کیا' لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ دن دہاڑے قافلہ لوٹ لیتے تھے دیہات اور قصبات کو تاراج کرتے تھے۔ سلطان سنجر نے ان کے خاتمہ پر کمر باندھی' فوجیں فراہم کیں' معرکہ آرا ہوا لیکن مقابلہ نہ کر سکا شکست کھا کر بھاگا۔ گرفتار کر لیا گیا' اس کی گرفتاری اور شکست سے اس کی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا' جو کسی طرح سے پھر درست نہ ہو سکا' گورنران صوبجات نے اپنے اپنے صوبہ کو دبا لیا' مستقل اور خود مختار حکمران بن گئے ان کی دیکھا دیکھی غلاموں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے' جس کا جہاں سینگ سمایا چلا گیا اور مملکت سلجوقیہ کے حصے بخرے کر لیے' اتسز بھی خوارزم اور اس کے صوبہ کو دبا بیٹھا' خود مختاری کا اعلان کیا۔ حسن بزاس کی اولاد در اصل آئندہ حکمران ہوئی' پھر جب سلاطین سلجوقیہ کی ہوا اور زیادہ بگڑی اور فضاء حکومت پر ادبار کی گھٹائیں چھا گئیں تو اتسز کی اولاد نے خراسان اور عراق پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان لوگوں کی بہت بڑی حکومت ہوئی جسے ہم مفصل ان کی دولت و حکومت کے ضمن میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ واللہ ولی التوفیق بمنہ وکرمہ۔

ارسلان بن اتسز: اتسز بن محمد انوشتکین والی خوارزم نے نصف ۵۵۱ھ میں ساٹھ سال حکومت کر کے سفر آخرت اختیار کیا۔ نہایت عادل' نیک سیرت تھا' رعایا کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرتا تھا۔ ارسلان بن اتسز خوارزم کا

حکمراں ہوا' کرسی حکومت پر متمکن ہو کر اپنے بھائی کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں' پھر جب سلطان سنجر تاتاریوں کی قید سے نکل کر چلا آیا تو ارسلان نے فدویت نامہ بھیجا' اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا' سلطان سنجر نے خوارزم کی سند حکومت عطا کی۔ اس کے بعد ترکان خطا نے تسخیر خوارزم کی غرض سے خروج کیا' ارسلان مقابلہ کے لیے نکلا تھوڑی سی مسافت طے کی ہوگی کہ ایک مہلک مرض سامنے آ کھڑا ہو گیا' خوارزم واپس آیا' سرداران لشکر میں سے نظر امیر کو قائداعظم مقرر کر کے فوج کو روانگی کا حکم دیا' ترکان خطا اور خوارزمی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی' ترکوں نے اس کو شکست دی' گرفتار کر لیا اور ماوراء النہر واپس گئے۔

باب ۸

علاؤالدین تکش بن ارسلان

محمود بن ارسلان: اس واقعہ کے بعد ارسلان بن اتسز بادشاہ خوارزم اسی علالت میں جس کی وجہ سے ترکان خطا کے مقابلہ پر نہ جا سکا تھا انتقال ہو گیا۔ اس کا چھوٹا بیٹا محمود تخت حکومت خوارزم پر متمکن ہوا' اس کی ماں سلطنت وحکومت کا انتظام کرنے لگی' ارسلان کا بڑا لڑکا علاء الدین تکش اس وقت خوارزم میں موجود نہ تھا اپنے مقبوضہ صوبہ میں تھا' چھوٹے بھائی کی حکومت ناگوار گزری' بادشاہ خطا کے پاس چلا گیا' امداد کی درخواست کی' خوارزم کی سرسبزی اور مال و دولت کی طمع دی' بادشاہ خطا کے منہ میں پانی بھر آیا' خوارزم کی زرخیزی سن کر رال ٹپک پڑی' باہم عہد و پیمان کیا اور ایک بڑی فوج لے کر علاء الدین تکش کی امداد کی غرض سے خوارزم کی طرف کوچ کیا۔

مؤید کی گرفتاری وقتل: سلطان شاہ اور اس کی ماں مؤید ای بہ والیٔ نیشاپور کے پاس چلی آئی تھی' (مؤید ای بہ سلطان سنجر کے بعد نیشاپور پر قابض ہو گیا تھا) نذرانے اور تحائف دیئے' خوارزم کے مال وخزانہ کا لالچ دیا' مؤید ای بہ فوجیں فراہم کر کے خوارزم کو علاء الدین تکش اور ترکان خطا کی دست برد سے بچانے کے لیے سلطان شاہ کے ساتھ روانہ ہوا' بیس کوس کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا کہ علاء الدین تکش اس کی آمد سے مطلع ہو کر میدان میں آ گیا' گھمسان کی لڑائی ہوئی' آخر کار مؤید کی فوج نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا' بھاگ نکلی' مؤید گرفتار ہو کر علاء الدین تکش کے سامنے پیش کیا گیا۔ علاء الدین تکش نے قتل کا حکم صادر کیا جس کی تعمیل فوراً کی گئی' سلطان شاہ نے گرتے پڑتے دہستان میں جا کر دم لیا' علاء الدین تکش نے تعاقب کیا' دہستان کو پہنچ کر گھیر لیا' سلطان شاہ چھپ کر دہستان سے بھاگ گیا اس کی ماں گرفتار ہو گئی' علاء الدین تکش نے قتل کر دیا اور دہستان پر قبضہ کر کے خوارزم واپس آیا۔

سلطان شاہ دہستان سے نکل کر نیشاپور پہنچا' یہ وہ زمانہ تھا کہ طغان شاہ ابو بکر ابن مؤید نیشاپور میں حکومت کر رہا تھا' چند روز قیام کر کے سلطان غیاث الدین غوری کے پاس چلا گیا اور وہیں قیام اختیار کیا۔

ترکان خطا کی علاء الدین تکش پر فوج کشی: ترکان خطا نے علاء الدین تکش سے اپنا عہد کا تقاضا شروع کیا' حسب قرارداد مال وزر لینے کے لیے ایلچی بھیجے۔ علاء الدین تکش نے ترکان خطا کے ایلچیوں کو اہل خوارزم کے مکانات میں علیحدہ علیحدہ ٹھہرایا۔ دو ایک روز حیلہ وحوالہ سے کام لیا' ایک روز چند آدمیوں کو ان کے قتل پر مامور کر دیا۔ ایک بھی جانبر نہ ہوا اور اس عہد واقرار کو جو اس نے ترکان خطا سے کیا تھا' بالائے طاق رکھ دیا۔ سلطان شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی' فرط مسرت سے اچھل پڑا' غیاث الدین غوری سے رخصت ہو کر بادشاہ خطا کے پاس پہنچا' علاء الدین تکش (اپنے بھائی)

کی شکایت کی امداد کا خواہاں ہوا اور یہ ظاہر کیا کہ اہل خوارزم مجھ سے زیادہ مانوس ہیں' میری صورت کو دیکھ کر علاء الدین تکش کا ساتھ چھوڑ دیں گے علاء الدین تکش سے بدلہ لینے کا یہ موقع اچھا ہے۔ اس نے آپ کے ساتھ بھی بدعہدی کی ہے' بادشاہ خطا پہلے ہی سے خار کھائے بیٹھا تھا' فوراً تیار ہو گیا' ایک بڑی فوج لے کر خوارزم پر چڑھ آیا محاصرہ کیا' علاء الدین تکش قلعہ بند ہو گیا۔ مدافعت کی تدبیریں کرنے لگے' فوج نے علاء الدین تکش کے حکم سے نہر میں پانی جاری کر دیا جیحون کے بند کھول دیئے گئے' سیلاب عظیم برپا ہو گیا' لینے کے دینے پڑ گئے' بادشاہ خطا کا لشکر ڈوبتے ڈوبتے بچا' محاصرہ اٹھا کر ناکام واپس ہوا' بادشاہ خطا نے سلطان شاہ کو اس دھوکہ دینے پر بے حد ملامت کی' سلطان شاہ نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

سلطان شاہ کا سرخس اور مرو پر قبضہ: اس کے بعد سلطان شاہ نے بادشاہ خطا کے سپہ سالار اعظم سے کہا ''آپ میری معیت میں ایک فوج مرو کے قبضہ کے لیے روانہ کیجئے' میں قبضہ کا ذمہ دار ہوں' دینار غزی اس زمانہ سے مرو پر قابض ہے جن دنوں تاتاریوں اور سلطان سنجر میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ دینار غزی ایک کمزور آدمی ہے'' سپہ سالار نے فوج کو روانگی کا حکم دیا' سلطان شاہ نے سرخس کی طرف قدم بڑھایا' اور ان تاتاریوں سے جو اس پر قابض تھے تیغ و سپر ہوا' نہایت بے رحمی سے انہیں قتل دیا یا مائل کیا۔ دینار غزی نے سرخس چھوڑ کر ایک قلعہ میں پناہ لی۔ سلطان شاہ نے مرو کا قصد کیا۔ والی مرو نے مدافعت پر کمر باندھی' لڑائی ہوئی' آخر کار سلطان شاہ نے اس پر بھی بزور تیغ قبضہ حاصل کر لیا اور وہیں قیام اختیار کیا' بادشاہ خطا کی فوج ماوراء النہر واپس آئی' لیکن سلطان شاہ خراسان میں تاتاریوں (ترکان غز) سے برابر لڑتا رہا' اکثر مقامات پر قابض ہو گیا۔

طغان شاہ بن مؤید: دینار غزی نے آئے دن کی لڑائی سے تنگ آ کر سرخس' طغان شاہ ابن مؤید والی نیشاپور کے حوالہ کر دیا' طغان شاہ نے اپنی طرف سے قراقوش نامی ایک امیر کو سرخس کی حکومت عطا کی' طغان شاہ نیشاپور چلا گیا' سلطان شاہ اس سے مطلع ہو کر سرخس پر چڑھ آیا۔ قلعہ کا محاصرہ کر لیا' طغان شاہ کو اس کی خبر لگی' فوج مرتب کر کے محاصرہ اٹھانے کے لیے سرخس آ پہنچا جوں ہی دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا' طغان شاہ جنگ سے جی چرا کر نیشاپور بھاگ آیا۔ یہ واقعہ ۶ ۵۷ھ کا ہے قراقوش نے ہتھیار ڈال دیئے' قلعہ خالی کر کے اپنے آقا طغان شاہ کے پاس نیشاپور چلا گیا۔ سلطان شاہ نے سرخس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طوس کو بھی لے لیا' نیشاپور کی زمین بھی طغان شاہ پر سلطان شاہ کی آئے دن کی لڑائیوں سے تنگ ہو گئی یہاں تک کہ ۵۸۲ھ میں طغان شاہ مر گیا۔

سنجر شاہ بن طغان شاہ: طغان شاہ کے مرنے پر اس کا بیٹا سنجر شاہ حکمراں ہوا' منکلی تکین (سنجر کے دادا کا غلام) کو حکومت سنجر پر غلبہ حاصل ہو گیا' سیاہ و سفید کا مالک و مختار بن گیا' یہ امر امراء اور ارکین دولت کو ناگوار گزرا' اکثر امراء ترک رفاقت کر کے سلطان شاہ کے پاس سرخس چلے گئے' دینار غزی' ترکان غز کا ایک گروہ اپنے ساتھ لے کر کرمان چلا گیا اور اس پر قبضہ کر لیا' منکلی تکین نے حکومت و دولت پر قابو پا کر خوب رنگ کھیلے' نیشاپور کے عام باشندوں پر طرح طرح کے مظالم کرنے لگا' ارکین دولت کو بلا کسی جرم کے قتل کر ڈالا۔ اس سے ایک شور مچ گیا۔

علاء الدین تکش کا محاصرہ نیشاپور: خوارزم شاہ علاء الدین تکش کو اس کی خبر لگی ماہ ربیع الاول ۵۸۲ھ میں نیشاپور پر فوج کشی کی' دو مہینہ تک محاصرہ کیے رہا' لیکن کامیابی کی صورت نظر نہ آئی۔ اہل نیشاپور مدافعت پر اڑے رہے۔ مجبوراً محاصرہ اٹھا کر خوارزم واپس آیا۔ پھر سنہ ۵۸۳ھ میں نیشاپور کے سر کرنے کے لیے نکلا۔ پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اہل نیشاپور نے امان حاصل کر کے قبضہ دے دیا۔ خوارزم شاہ نے منکلی تکین کو مار ڈالا اور سنجر شاہ کو احترام و عزت سے خوارزم لے آیا۔ مہمان کی طرح ٹھہرایا' چند روز بعد یہ خبر سننے میں آئی کہ سنجر شاہ اہل نیشاپور سے خط و کتابت کر رہا ہے اور حکومت حاصل کرنے کی غرض سے ریشہ دوانی کر رہا ہے اس بناء پر خوارزم شاہ نے سنجر شاہ کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

علاء الدین تکش و سلطان شاہ: ابن اثیر نے اپنی کتاب کامل میں لکھا ہے کہ ابوالحسن بن ابوالقاسم بیہقی نے یہ واقعہ کتاب مشارب التجارب میں اسی طرح بیان کیا ہے لیکن ان کے علاوہ اور مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ ارسلان بادشاہ خوارزم کے انتقال کے بعد اس کے دونوں لڑکوں علاء الدین تکش اور سلطان شاہ میں حکومت و ریاست حاصل کرنے کی بابت جھگڑا ہوا' علاء الدین تکش نے سلطان شاہ کو خوارزم سے نکال دیا۔ سلطان شاہ مرو چلا گیا اور ترکان غز سے چھین لیا۔ چند روز بعد ترکان غز نے سلطان شاہ کو مرو سے نکال دیا اور دوبارہ قابض ہو گئے۔ اس کے خزانہ کو لوٹ لیا۔ اکثر ارکین سلطنت کو قتل کیا۔ سلطان شاہ پریشان حال بادشاہ خطا (جو کفار ترک کا بادشاہ تھا) کے پاس گیا۔ امداد کی درخواست کی' مصارف جنگ کے علاوہ بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ بادشاہ خطا ایک بڑی فوج لے کر مرو پر چڑھ آیا' مرو' سرخس' نساء اور ابیورد سے ترکان غز کو نکال کر سلطان شاہ کو قبضہ دلا دیا اور اپنے مرکز حکومت واپس گیا۔

غیاث الدین غوری اور سلطان شاہ: سلطان غیاث غوری حکمران ہرات' ابوشنج اور بادغیس وغیرہ صوبہ خراسان اور سلطان شاہ والی مرو' سرخس اور ابیورد سے خط و کتابت شروع ہوئی' ایک نے دوسرے کو اس کے ممالک محروسہ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کے لیے لکھا اور عدم تعمیل کی صورت میں دھمکی دی' ابھی خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ سلطان شاہ نے پیش قدمی شروع کر دی' غیاث الدین کے مقبوضہ شہروں پر شبخون مارنے لگا' تاوان اور جرمانہ جبراً وصول کرنے لگا' سلطان غیاث الدین ان واقعات سے مطلع ہو کر آگ بگولا ہو گیا' سلطان شاہ کی سرکوبی اور مدافعت کے لیے سجستان کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں۔ اپنے ہمشیر زادہ بہاء الدین سام والی بامیان کو بطور کمک والی سجستان کے ساتھ روانہ ہونے کے لیے لکھا' والی سجستان اور بہاء الدین سام کوچ و قیام کرتے ہوئے ہرات پہنچے سلطان شاہ میں مقابلے کی طاقت نہ تھی مجبوراً ہرات چھوڑ کر مرو چلا گیا' جنگ کی نوبت نہ آئی اتنے میں جاڑے کا موسم ختم ہو گیا سلطان شاہ نے سلطان غیاث الدین غوری کو پھر حسب معمول سابق خط لکھا۔ غیاث الدین غوری نے اپنے بھائی شہاب الدین غوری کو اس سے مطلع کیا۔ سلطان شہاب الدین غوری اس وقت ہندوستان میں تھا۔ مطلع ہوتے ہی مشتعل ہو گیا۔ فوج کو واپسی کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے خراسان پہنچا۔ خراسان میں سلطان غیاث الدین اور والی سجستان کی فوجیں پہلے سے موجود تھیں' سلطان شہاب الدین غوری کے آ جانے سے بہت بڑی فوج ہو گئی طالقان میں سب نے پڑاؤ کیا۔ سلطان شاہ نے ترکان غز' مفسدوں' لٹیروں اور اوباشوں کو جمع کر کے فوج بنائی اور طالقان میں غوری لشکر کے مقابلہ پر آیا' دو مہینے تک ایک

دوسرے کے مقابلہ پر پڑاؤ ڈالے رہے فریقین خم ٹھونک کر میدان میں آ جاتے تھے مگر لڑتے نہ تھے۔

صلح نامہ کی مخالفت: سلطان شاہ اور سلطان غیاث الدین میں مصالحت کی خط و کتابت ہو رہی تھی آخر کار غیاث الدین بوشنج اور بادغیس اور بیورا کے قلعے سلطان شاہ کو دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہوا' بہاء الدین سام والی بامیان اور والی سجستان نے اس سے مخالفت کی' جنگ پر آمادہ ہوئے' غیاث الدین ان لوگوں کو جنگ سے روک رہا تھا۔ اتنے میں سلطان شاہ کا ایلچی غیاث الدین کے دربار میں معاہدہ صلح لکھوانے کے لیے حاضر ہوا امراء غوریہ اور سرداران لشکر موجود تھے۔ اگر چہ یہ سب معاہدہ صلح کے مخالف تھے لیکن غیاث الدین کے دباؤ سے کوئی دم نہیں مارتا تھا دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ مجد الدین علوی جو غیاث الدین کی ناک کا بال بنا ہوا تھا اور اس کا اثر اس قدر تھا کہ بلا اجازت جو چاہتا کر گزرتا' غیاث الدین دم نہ مارتا اٹھ کر طیش و غضب کے لہجہ میں بولا ''اس طرح سے صلح ہرگز ہرگز نہ کی جائے گی میں ایک چپہ زمین سلطان شاہ کو نہ دوں گا۔ اپنا چیخا چلایا کہ گلا پھٹ گیا' کپڑے پھاڑ ڈالے سر پر مٹی ڈالی' بال نوچ ڈالے۔' ایلچی سے مخاطب ہو کر کہا ''جا اپنے بادشاہ سلطان شاہ سے کہہ دے کہ سلطان اعظم غیاث الدین نے صلح کر لی ہے۔ لیکن علوی ہر دم تجھ سے تیغ و سپر ہونے کے لیے تیار ہے۔'' اس کے علاوہ اور جو کچھ منہ میں آیا سخت سست کہہ کر غیاث الدین کی طرف مخاطب ہوا ''حضور والا! جن ملکوں کو ہم نے تلوار کے زور سے اپنا خون بہا کر ترکان غز' سلجوقیہ اور سنجریہ سے حاصل کیا ہے۔ کیا وہ ممالک ہم اس شخص کو دے دیں جسے اس کے بھائی نے نکال دیا ہے تن تنہا ادھر ادھر مارا پھرتا ہے اور جب ہم اتنے اپنے مقبوضہ شہر دیدیں گے تو اس کا بھائی بادشاہ خوارزم غزنی اور ہندوستان کا طالب اور خواہاں ہوگا' علوی سے یہ نہ ہوگا۔ غیاث الدین نے خاموشی اختیار کی۔ نہ ہاں کی اور نہ نہیں' شہاب الدین نے فوج کو تیاری کا حکم دیا' ایلچی واپس آیا۔

جنگ شہاب الدین غوری اور سلطان شاہ: سلطان شاہ کو تمام واقعات سے مطلع کیا' غوری لشکر نے پیش قدمی کی' مروالرود میں پہنچ کر جنگ چھیڑ دی' سلطان شاہ کا لشکر سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آیا' ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا' سلطان شاہ کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اس کی ایک بہت بڑی تعداد گرفتار کر لی گئی۔ سلطان شاہ بیس سواروں کے ساتھ جان بچا کر مرو پہنچا' اس کے بعد بقیۃ السیف فوج بھی مرو آ گئی۔ غیاث الدین نے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس واقعہ کی خبر علاء الدین تکش تک پہنچی' فرط مسرت سے اچھل پڑا۔ سلطان شاہ سے بدلہ لینے پر تیار ہو گیا' فوراً ایک فوج جیحون کی طرف روانہ کی تاکہ سلطان شاہ دریا عبور کر کے بادشاہ خطا کے پاس نہ جا سکے اور خود ایک فوج لے کر سلطان شاہ کی گرفتاری اور جنگ کی غرض سے روانہ ہوا' کسی ذریعہ سے سلطان شاہ کو اس کی خبر لگ گئی' ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' سیدھا غیاث الدین غوری کی طرف روانہ ہوا' غیاث الدین غوری نے بڑی آؤ بھگت سے لیا عزت و احترام سے اپنے محل سرا میں اتارا اور اس کے امراء و اراکین دولت کو جو جس مرتبہ کا تھا اسی کے ہم چشم کے یہاں ٹھہرایا۔

علاء الدین تکش اور غیاث الدین: موسم سرما ختم ہونے کے بعد علاء الدین تکش نے غیاث الدین غوری کو ایک مراسلہ بھیجا ''جس میں سلطان شاہ کی ان زیادتیوں کو جو اس نے حکومت غوری کے مقابلے میں کی تھیں تحریر کیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ اسے قید کر کے میرے پاس بھیج دیجئے'' دوسرا مراسلہ غیاث الدین کے گورنر ہرات کو بھیجا' لکھا تھا کہ ''اگر

سلطان غیاث الدین میرے مراسلہ کا خیال نہ کرے گا اور سلطان شاہ کو گرفتار کر کے میرے پاس نہ بھیجے گا تو میں کوئی خیال کیے بغیر غیاث الدین پر عرصہ زمین بھی تنگ کر دوں گا۔'' اتفاق ہے جس وقت علاء الدین تکش کا ایلچی غیاث الدین کے دربار میں پہنچا' اسی وقت گورنر ہرات کا قاصد بھی اس خط کے ساتھ جو علاء الدین تکش نے اسے لکھا تھا حاضر ہوا غیاث الدین نے دونوں مراسلات کو بغور پڑھ کر علاء الدین تکش کو جواباً تحریر کیا'' یہ ناممکن ہے کہ میں سلطان شاہ کو گرفتار کر کے تمہارے پاس بھیج دوں' وہ میرا مہمان ہے اس نے میرے پاس آ کر پناہ لی ہے' بہتر یہ ہے کہ مملکت خوارزم کا نصف حصہ سلطان شاہ کو دے دو' خوارزم میں میرے نام کا خطبہ پڑھو۔ میرے شاہی اقتدار کو تسلیم کرو اور میرے بھائی شہاب الدین سے اپنی بہن کا نکاح کر دو۔''

علاء الدین تکش کی فوج کشی کی دھمکی: خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) خط کو پڑھ کر بہت دیر تک سکوت میں رہا' پھر اپنے امراء وارا کین دولت سے مشورہ کر کے تنبیہ کا خط لکھا' فوج کشی کی دھمکی دی' غیاث الدین نے جواب کی جگہ اپنے ہمشیرزادہ ابوغازی (الپ غازی) اور بہاء الدین والی سجستان کی سرکردگی میں غوری فوج کو خوارزم کی طرف بڑھنے کا حکم دیا ان دونوں سپہ سالاروں کے ساتھ سلطان شاہ کو بھی روانہ کیا' اور مؤید والی نیشاپور کو لکھا کہ ان کی حمایت وامداد اپنا فرض اولین سمجھو ہر وقت تیار رہو (مؤید کی لڑکی غیاث الدین کی زوجہ تھی) مؤید نے فوجیں مسلح کر کے نیشاپور کے باہر خوارزم کے راستہ پر پڑاؤ کیا' خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) لشکر غوری سے مقابلے کے لیے خوارزم سے روانہ ہوا اثناء راہ میں یہ خبر لگی کہ مؤید' نیشاپور سے روانہ ہو کر خوارزم کے راستہ پر قیام پذیر ہے' دل میں خطرہ پیدا ہوا اور خوارزم واپس ہوا' مال واسباب اور خزانہ لے کر دریائے جیحون عبور کر کے بادشاہ خطا کے پاس چلا گیا اور خوارزم کو خالی کر دیا۔

وفات سلطان شاہ: اہل خوارزم کو اس سے سخت تردد کا سامنا ہوا' روساء شہر کا وفد سلطان شاہ اور ابوغازی کی خدمت میں حاضر ہوا' اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار کیا' گورنر مقرر کرنے کی درخواست کی اتنے میں آخر ماہ رمضان ۵۸۹ھ کا وقت آ گیا' سلطان شاہ کی موت سامنے آ کر کھڑی ہو گئی' دل کی دل ہی میں رہ گئی اور آخرت کا سفر اختیار کیا ابوالغازی سلطان شاہ کے ہمراہیوں اور مصاحبوں کے ساتھ اپنے ماموں غیاث الدین کے پاس واپس آیا۔ غیاث الدین نے سلطان شاہ کے سرداروں کو اپنی خدمت میں رکھ لیا اور جاگیریں مرحمت فرمائیں۔

علاء الدین تکش اور غیاث الدین غوری میں مصالحت: علاء الدین تکش اپنے بھائی سلطان شاہ کی خبر موت سن کر خوارزم واپس آیا' سرخس اور مرو پر اپنا شحنہ (انسپکٹر جنرل پولیس) مقرر کیا' عمر مرغنی امیر ہرات نے ایک دستہ فوج بھیج دیا جس نے علاء الدین تکش کے شحنہ کو سرخس اور مرو میں گھسنے نہ دیا اور یہ کہا کہ جب تک سلطان غیاث الدین کی اجازت نہ ہو گی' سرخس اور مرو کی سرزمین میں قدم نہیں رہ سکتے'' خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے غیاث الدین کی خدمت میں پیام صلح بھیجا' سسرالی رشتہ قائم کرنے کی درخواست کی' ایلچی کے ساتھ بطور وفد فقہاء خراسان اور روساء علویہ کو

۱۔ اصل کتاب میں نام نہیں لکھا ہے ایک اینچ چھوڑ کر صرف علوی ہروی لکھا ہے۔ میں نے تاریخ کامل میں سے مجد الدین لکھا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۲۵ مطبوعہ لیدن (مترجم)

روانہ کیا۔ ان لوگوں نے غیاث الدین کو سمجھایا اور یہ ظاہر کیا کہ خوارزم شاہ سے مصالحت کرنا اس وجہ سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرتا ہے ترکوں اور بادشاہ خطا کے مظالم سے بلاد اسلامیہ کو محفوظ رکھتا ہے اور اگر بادشاہ سلامت مصالحت خلاف مصلحت سمجھتے ہیں تو مرو کو مرکز حکومت بنائیں تاکہ خطا کے کافر ترکوں سے بلاد اسلامیہ محفوظ و مامون رہیں' چنانچہ غیاث نے علاء الدین تکش سے مصالحت کر لی اور اس کے بھائی کے تمام مقبوضہ بلاد کو اس کے حوالہ کر دیا۔

ترکان غز کو اس کی خبر لگی' منہ میں پانی بھر آیا' لوٹ اور غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ دن دہاڑے لوٹنے لگے دیہات' قصبات اور شہروں کو تاراج کرنے پر کمر باندھی' علاء الدین تکش (خوارزم شاہ) نے فوجیں فراہم کیں' سرخس' مرو' نساء اور ابیورد کا شیرازہ نظم ونسق درست کیا۔ حفاظت پر فوج کو متعین کیا ترکان غز کا دندان شکن جواب دیا۔

جنگ علاء الدین تکش اور مؤید: ترکوں کے فسادات کا سدباب کر کے طوس کو سر کرنے کا خیال پیدا کیا' طوس پر مؤید کا قبضہ تھا' علاء الدین تکش کے حملہ کی خبر پا کر طوس کے بچانے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا۔ علاء الدین تکش نے اس سے مطلع ہو کر طوس سے ہاتھ کھینچ لیا مصلحتاً خوارزم کی طرف واپس ہوا' راستہ میں جس قدر کنویں اور چشمے ملے سب کا پانی خراب کرتا گیا۔ مؤید تعاقب میں چلا پانی نہ ملنے سے سخت پریشان ہوا' جس وقت کف دست میدان میں پہنچا اور فوج پیاس کی شدت سے بیتاب ہوئی' علاء الدین تکش نے پلٹ کر حملہ کر دیا' مؤید کی فوج مقابلہ نہ کر سکی' شکست کھا گئی اور مؤید گرفتار ہو گیا۔ علاء الدین تکش کے سامنے پیش ہوا' علاء الدین تکش نے فوراً گردن مار دی' مظفر و منصور خوارزم واپس آیا۔

علاء الدین تکش کی نیشاپور پر فوج کشی: نیشاپور میں مؤید کے قتل کے بعد اس کا بیٹا طغان شاہ حکمران ہوا' آئندہ سال علاء الدین تکش (خوارزم شاہ) نے نیشاپور پر چڑھائی کی محاصرہ کیا' طغان شاہ نے نیشاپور سے نکل کر مقابلہ کیا' قسمت میں شکست لکھی تھی گرفتار ہو گیا' علاء الدین تکش نے نیشاپور اور طغان شاہ کے تمام مقبوضہ علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ طغان شاہ اور اس کے اہل وعیال اور اعزا کو خوارزم لے آیا اور وہیں ٹھہرایا' علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ روایت پہلی روایت کی مخالف ہے جسے آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اگر ان دونوں روایتوں میں تطبیق کا امکان ہوتا تو میں ضرور تطبیق کی کوشش کرتا۔ میں نے دونوں روایتوں کو اس وجہ سے لکھ دیا ہے کہ ناظرین پڑھ کر اپنے دل میں فیصلہ کر لیں کہ کونسی روایت صحیح اور قابل اعتبار ہے۔ مسافت بعیدہ کی وجہ سے میں نہیں طے کر سکا واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنگ سلطان طغرل اور قطلغ: ہم اوپر سلاطین سلجوقیہ کے حالات میں لکھ آئے ہیں کہ ارسلان شاہ بن طغرل' ایلدکز اور اس کے بیٹے پہلوان کی کفالت میں تھا۔ سلطنت کا کاروبار ملک کا نظم ونسق ایلدکز اور اس کے بیٹے پہلوان کے قبضہ میں تھا پہلوان کے بعد اس کا بھائی ازبک بن ایلدکز حکمران ہوا اس نے سلطان طغرل کو قید میں ڈال دیا۔ ازبک کے مرنے پر اس کا بھتیجا قطلغ بن پہلوان حکمران ہوا قطلغ نہایت کمزور طبیعت تھا۔ سلطان طغرل کو موقع مل گیا۔ جیل سے نکل بھاگا ۵۸۸ھ میں فوجیں فراہم کر کے قطلغ پر چڑھائی کر دی' قطلغ کو شکست ہوئی' رے جا کر دم لیا۔ خوارزم شاہ نے علاء الدین تکش سے امداد کی درخواست کی' علاء الدین تکش خوارزم شاہ فوجیں لے کر امداد پر آیا۔ قطلغ کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی' ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا' خوارزم شاہ نے رے پر قبضہ کر لیا' قلعہ طبرک کو بھی دبا لیا' جب اسے یہ خبر پہنچی کہ اس کا

بھائی سلطان شاہ خوارزم کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے تو رستے اور قلعہ طبرک پر والی اور محافظ مقرر کر کے خوارزم واپس ہوا۔ راستہ میں یہ خبر سننے میں آئی کہ اہل خوارزم نے مقابلہ کیا اور سلطان شاہ کو ناکام واپس کر دیا۔ خوارزم شاہ کو اس سے بے حد مسرت ہوئی۔ خوارزم پہنچ کر موسم سرما ختم ہونے تک ٹھہرا رہا۔

خوارزم شاہ کا قلعہ سرخس پر قبضہ: اس کے بعد ۵۸۹ھ میں سلطان شاہ سے جنگ کرنے کے لیے مرو روانہ ہوا۔ صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا' والی قلعہ سرخس نے جو سلطان شاہ کی طرف سے تھا امان حاصل کر کے قلعہ سپرد کر دیا خوارزم شاہ نے قبضہ کر لیا اور سلطان شاہ نے اسی سنہ میں سفر آخرت اختیار کیا' میدان خالی ہو گیا کوئی مزاحمت کرنے والا نہ رہا۔ خوارزم نے مرو' ابیورد' نسا' طوس اور تمام مقبوضات سلطان شاہ پر قبضہ کر لیا' مال اور خزانہ پر بھی قابض ہو گیا اپنے بیٹے علاء الدین محمد کو خوارزم سے طلب کر کے مرو کی حکومت دی اور اپنے بیٹے ملک شاہ کو نیشاپور کی حکومت پر مامور کیا یہ واقعات ۵۸۹ھ کے ہیں۔

سلطان طغرل کی رے پر فوج کشی: ۵۹۰ھ میں سلطان طغرل سلجوقی نے رے پر چڑھائی کی قطلغ ایتانج جو خوارزم شاہ کی طرف سے حاکم رے تھا رے چھوڑ کر بھاگ نکلا' خوارزم شاہ کی خدمت میں امداد حاصل کرنے اور عذر پیش کرنے کی غرض سے اپنے لڑکے کو بھیجا' اتفاق سے جس وقت قطلغ ایتانج کا بیٹا خوارزم شاہ کے دربار میں باریاب ہوا اسی وقت خلیفہ عباسی بغداد کا ایلچی فرمان خلافت لیکر پہنچا جس میں سلطان طغرل سلجوقی کی شکایت تحریر تھی۔ اس فرمان میں سلطان طغرل سلجوقی کی شکایت کے علاوہ یہ بھی تحریر کیا تھا کہ خلافت پناہ تمہیں سلطان طغرل کے مقبوضہ ممالک کی سند حکومت بھی عطا فرماتے ہیں اس سرکش کو نکال کر قبضہ کر لو'' چنانچہ خوارزم شاہ' نیشاپور سے رے روانہ ہوا' قطلغ ایتانج اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نیازمندانہ حاضر ہوا اور اس کی رکاب میں رے کی طرف چلا خوارزم شاہ نے پہنچتے ہی سلطان طغرل پر اس سے قبل کہ وہ اپنی فوج کو جمع اور مرتب کر کے میدان جنگ میں آئے حملہ کر دیا۔ تاج دار سلجوقی تلوار کھینچ کر خوارزمی فوج میں گھس پڑا' خوارزمیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۲۴ ربیع الاول ۵۹۰ھ کا ہے خوارزم شاہ نے کامیابی کے بعد سلطان طغرل کا سر دارالخلافت بغداد روانہ کیا اور ہمدان و بلاد جبل پر قابض ہو گیا۔

خوارزم شاہ اور مؤید الدین: وزیر السلطنت مؤید الدین بن قصاب کو خلیفہ ناصر عباسی نے خوارزم شاہ کی کمک پر بغداد سے روانہ کیا تھا۔ ہمدان سے چند کوس کے فاصلہ پر آ کر ٹھہرا۔ خوارزم شاہ نے مؤید الدین کی طرف کوچ کیا' مؤید الدین کو خطرہ پیدا ہوا' کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا خوارزم شاہ نے ملاقات تک نہ کی۔ خوارزم شاہ ہمدان واپس آیا' ہمدان اور اس کے تمام ملحقات کی حکومت قطلغ ایتانج کو عنایت کی' اپنے غلاموں اور خادموں کو جاگیریں دیں' میاجق کو ان سب کا سردار مقرر کیا اور خوارزم واپس آیا۔

وزیر مؤید الدین کا خوزستان پر قبضہ: خوارزم شاہ کی واپسی کے بعد میاجق اور قطلغ ایتانج میں ان بن ہو گئی

۵۹۱ھ میں دونوں گتھ گئے قطلغ اینانج کو شکست ہوئی وزیر السلطنت مؤید الدین بن قصاب نے اس سے فائدہ اٹھایا' خوزستان پہنچ کر قبضہ کر لیا' خوزستان کے علاوہ اکثر بلاد فارس پر جو بنی شملہ اور اس کے امراء کے قبضہ میں تھے قابض ہو گیا۔ بنی شملہ اور ان کے امراء کو دار الخلافت بغداد روانہ کر دیا' جمعیت خاطر کے ساتھ ملک کا نظم و نسق کرنے لگا۔

وزیر مؤید الدین کا ہمدان پر قبضہ: قطلغ اینانج شکست کھا کر بحال پریشان وزیر السلطنت کی خدمت میں پہنچا' امداد کی درخواست کی' وزیر السلطنت نے اسے تسلی و تشفی دی اور فوج لے کر اس کے ہمراہ ہمدان روانہ ہوا' میاجق اور خوارزم شاہ کا لڑکا مقابلہ کے قصد سے نکلے لیکن جوں ہی وزیر کے لشکر سے مقابلہ ہوا' میاجق اور خوارزم شاہ نے ہمدان کو خیر باد کہہ کر رے کا راستہ لیا اور وزیر السلطنت نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۵۹۱ھ کا ہے۔

وزیر مؤید الدین کی رے پر فوج کشی: ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد وزیر السلطنت اور قطلغ اینانج نے رے کا قصد کیا' خوارزمی لشکر نے رے بھی چھوڑ دیا۔ دامغان کی طرف روانہ ہوا' وزیر السلطنت کی فوج نے تعاقب کیا' بسطام اور جرجان تک تعاقب کر کے واپس آئی وزیر السلطنت نے رے اور اس کے قرب و جوار کے تمام شہروں پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔

قطلغ اینانج کی وفات: ان واقعات کے بعد قطلغ اینانج نے وزیر السلطنت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ رے میں قلعہ بند ہو گیا وزیر السلطنت نے سرکوبی پر کمر باندھی' رے پر محاصرہ کیا چند روز بعد قطلغ اینانج مغلوب اور رزیہوا' رے چھوڑ کر ساوہ چلا گیا۔ وزیر السلطنت نے تعاقب کیا مقام دربند کرخ میں مقابلہ ہو گیا ایک دوسرے سے گتھ گئے' قطلغ اینانج بہ ہزار خرابی اپنی جان بچا کر معرکہ کارزار سے بھاگ نکلا۔ ساری فوج کٹ گئی وزیر السلطنت نے ہمدان کی طرف کوچ کیا' تین مہینے تک ہمدان کے باہر پڑاؤ کیے رہا۔

وزیر مؤید الدین کی وفات: خوارزم (علاء الدین تکش) نے وزیر السلطنت کی دست درازیوں سے متاثر ہو کر وزیر السلطنت کے ان افعال پر ناراضگی کا اظہار کیا اور جن شہروں پر وزیر نے قبضہ کر لیا تھا ان کی واپسی کا مطالبہ کیا' وزیر السلطنت نے کچھ جواب نہ دیا' خوارزم شاہ سخت برہم ہوا فوج مرتب کر کے ہمدان کی طرف بڑھا' اتفاق یہ کہ خوارزم شاہ کے پہنچنے سے پیشتر وزیر السلطنت اس عالم سے کوچ کر گیا تھا۔ ماہ شعبان ۵۹۲ھ میں وزیر کی فوج سے مقابلہ کی نوبت آئی' خوارزم شاہ نے اسے شکست فاش دی اور نہایت سختی سے پامال کیا' وزیر السلطنت کی نعش کو قبر سے نکالا' سر کاٹ کر خوارزم روانہ کیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں نے معرکہ کارزار میں وزیر کو قتل کیا ہے۔ الغرض ہمدان پر قابض ہو کر اصفہان سر کرنے کی غرض سے فوج روانہ کی اصفہان پر قبضہ ہونے کے بعد اپنے بیٹے کو اصفہان میں ٹھہرا کر خوارزم واپس آیا۔

سیف الدین طغرل: خوارزم شاہ کے واپس ہوتے ہی خلیفہ ناصر عباسی کا لشکر سیف الدین طغرل کی ماتحتی میں اصفہان آ پہنچا۔ (سیف الدین طغرل وہی شخص ہے جس نے بلاسحف کو عراق سے علیحدہ کیا تھا) اہل اصفہان نے خوارزمی

سپاہ اور اس کے حکمران کے مظالم سے تنگ آ کر دربار خلافت میں یہ تحریک کی تھی کہ "خلافت مآب تھوڑی سی فوج اصفہان بھیج دیں ہم لوگ نہایت خوشی اور مستعدی سے قبضہ دلائیں گے خوارزمیوں کے مظالم ہم پر بہت زیادہ ہو گئے ہیں" جب بغدادی لشکر اصفہان کے قریب پہنچا۔ خوارزم شاہ کی فوج نے اصفہان چھوڑ دیا' اپنے بادشاہ کے پاس چلی گئی' سیف الدین طغرل نے قبضہ کر لیا۔

کوجہ کا رے پر قبضہ: اس کے بعد پہلوان کے غلاموں نے جمع ہو کر اپنے سرداروں میں سے کوجہ نامی ایک سردار کو اپنا امیر بنایا اور رے کی طرف قبضہ کرنے کے لیے بڑھے رے پر قبضہ کر کے اصفہان پر دھاوا کیا اور اسے بھی لے لیا' اس سے کوجہ کے حوصلے بڑھے' بادشاہت کی سوجھی دار الخلافت بغداد میں نیازمندی کا عریضہ بھیجا' رے جوار رے' ساوہ قم' قاشان اور اس کے ملحقات کی سند حکومت طلب کی' اصفہان' ہمدان' زنجان اور مرو دیوان خلافت کو حوالہ کرنے کے لیے لکھا' خلافت مآب نے اس تقسیم و مفاہمت کو منظور فرما کر حکم نامہ روانہ فرمایا۔

ملک شاہ بن علاء الدین تکش: ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے اپنے بیٹے ملک شاہ کو ۵۸۹ھ میں نیشاپور کی حکومت عطا کی تھی خراسان کو بھی اس کی گورنری میں شامل کیا تھا اور اپنے بعد تخت و تاج کا اسے وارث قرار دیا تھا چنانچہ ۵۹۳ھ تک ملک شاہ نیشاپور پر حکومت کرتا رہا۔ اسی سنہ کے ماہ ربیع الآخر میں مر گیا' ایک لڑکا جس کا نام ہندو خان تھا چھوڑ گیا خوارزم شاہ نے اپنے دوسرے بیٹے قطب الدین محمد کو نیشاپور کی حکومت پر مامور کیا۔ اسی کو خوارزم شاہ نے اس سے پہلے مرو کی گورنری دی تھی۔

خوارزم شاہ اور خلیفہ ناصر: جس وقت خوارزم شاہ نے رے' ہمدان اور اصفہان پر قبضہ کر لیا' ابن قصاب اور عساکر بغداد کو شکست دی' خلیفہ ناصر عباسی کی خدمت میں خطبہ میں نام داخل کرنے کی درخواست کی' خلیفہ ناصر عباسی کو پس و پیش ہوا' غیاث الدین غوری بادشاہ غزنی کو لکھ بھیجا کہ "بادولت و اقبال کا منشا یہ ہے کہ تم خوارزم شاہ پر حملہ کر کے اس کے مقبوضات پر قبضہ کر لو تاکہ خوارزم شاہ عراق کا ارادہ ترک کر دے" غیاث الدین غوری نے خوارزم شاہ کو ملک چھین لینے اور جنگ کی دھمکی دی' خوارزم شاہ فکر میں پڑ گیا' نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہو گیا نہ مقابلے کی قوت تھی اور نہ ملک چھوڑتے بنتا تھا۔ غور و فکر کر کے بادشاہ خطا سے خط و کتابت شروع کی' غیاث الدین غوری کے مقابلے میں امداد چاہی اور اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ اگر امداد سے ذرا بھی پہلو تہی کی جائے گی تو غیاث الدین غوری بلاد خوارزم پر اسی طرح قبضہ کر لے گا جیسے کہ بلخ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس وقت بادشاہ خطا کو سخت خطرہ پیش آئے گا اور ماوراء النہر پر قبضہ رکھنا دشوار ہو جائے گا۔

شاہ خطا کی بلخ پر فوج کشی: اس بناء پر بادشاہ خطا نے مملکت غوری پر چڑھائی کر دی' بہاء الدین سام والیٔ بامیان کو جو ان دنوں بلخ میں تھا' بلخ چھوڑ دینے کو لکھا' دیہاتوں' قصبات اور شہروں پر قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھایا' ادھر خود خوارزم شاہ نے ہرات کی طرف پیش قدمی شروع کی رفتہ رفتہ طوس تک پہنچ گیا' امراء غوریہ محمد بن جربک حاکم طالقان' حسین بن

خرمیل اور خروش وغیرہ اس رنگ کو دیکھ کر خراسان میں جمع ہوئے' فوجیں فراہم کیں اور متفق ہو کر بادشاہ خطا کی فوج پر حملہ کیا گھمسان کی لڑائی ہوئی' آخر کار میدان امراء غوریہ کے ہاتھ رہا' بادشاہ خطا کو شکست ہوئی مارتے مارتے جیحون تک پہنچا دیا' بہت سے قتل کیے گئے اور بے شمار دریا میں ڈوب مرے۔

خوارزم شاہ کی اطاعت: بادشاہ خطا نے شکست اور نقصان کا خوارزم کو ذمہ دار قرار دیا اس وقت خوارزم شاہ کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی' غیاث الدین غوری سے بگاڑ پہلے ہی سے تھا۔ بادشاہ خطا علیحدہ مطالبہ کر رہا تھا۔ آخر کار بہت غور کے بعد سلطان غیاث الدین کی خدمت میں معذرت کی' سلطان غیاث الدین نے مکرر اصرار پر خوارزم شاہ کی معذرت قبول کی' خلیفہ عباسی کی اطاعت و فرماں برداری کی ہدایت کرتے ہوئے ان مقامات کو واپس لینے کا حکم دیا' جنہیں بادشاہ خطا نے مسلمانوں سے چھین لیا تھا۔ جب خوارزم شاہ کو غیاث الدین کی جانب سے اطمینان ہو گیا تو بادشاہ خطا کو یہ جواب دیا کہ "تمہاری قوم اور تمہاری فوج میری امداد پر نہیں آئی تھی' بلکہ تمہیں ملک گیری کی ہوس تھی' بلخ کو غوریوں کے قبضہ سے نکالنے میں یہ تکلیفیں پیش آئیں' میں سلطان غیاث الدین کی حکومت کا مطیع ہو گیا ہوں مجھ سے کچھ امید نہ رکھو"۔

جنگ خوارزم شاہ اور شاہ خطا: بادشاہ خطا اس جواب سے برہم ہوا خوارزم شاہ کو زیر کرنے کی غرض سے ایک بڑی فوج روانہ کی' خوارزم پر محاصرہ کیا خوارزم شاہ نے مدافعانہ جنگ شروع کی' لشکر خطا بہت سا جانی اور مالی نقصان اٹھا کر واپس ہوا۔ لشکر خطا کا ایک حصہ اپنے ملک واپس گیا اور ایک حصہ نے بخارا جا کر پناہ لی۔ خوارزم شاہ نے تعاقب کیا' بخارا پہنچ کر محاصرہ کیا' اہل بخارا لشکر خطا کے ساتھ خوارزم شاہ کی فوج سے لڑ رہے تھے' آخر خوارزم شاہ نے ایک مدت کے محاصرہ و جنگ کے بعد بزور تیغ ۵۹۴ھ میں اسے فتح کر لیا اور کچھ عرصہ قیام کر کے خوارزم واپس آیا۔

میاجق کی بغاوت: ماہ ربیع الاول ۵۹۵ھ میں خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے رے اور بلاد جبل کی طرف کوچ کیا' گورنر میاجق اور امراء بہلوانیہ باغی نے بغاوت و مخالفت کا جھنڈا بلند کیا تھا' خوارزم شاہ کی آمد کی خبر پا کر میاجق رے چھوڑ کر بھاگ گیا' خوارزم شاہ نے میاجق کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا' میاجق نے تعمیل نہ کی' خوارزم شاہ نے تعاقب پر کمر باندھی۔ میاجق ایک مقام سے دوسرے مقام پر جا کر دم لیتا تھا اور خوارزم شاہ تعاقب میں تھا۔ میاجق کے بہت سے ہمراہیوں نے خوارزم شاہ سے امان حاصل کر کے میاجق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ میاجق نے ماژندران کے ایک قلعہ میں جا کر پناہ لی' قلعہ بند ہو گیا۔ خوارزم شاہ نے ایک دستہ فوج کو محاصرہ اور تعاقب کا حکم دیا' چنانچہ میاجق پابہ زنجیر خوارزم شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ خوارزم شاہ نے جیل میں ڈال دیا۔

خوارزم شاہ نے دربار خلافت میں ان واقعات کی اطلاع دی' خلیفہ ناصر عباسی بے حد خوش ہوا اسے اور اس کے بیٹے قطب الدین محمد کو خلعت عنایت کیا اور ان صوبجات کی سند حکومت مرحمت فرمائی' خوارزم شاہ نے دربار عام میں خلعت زیب بدن کیا اور انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا۔

خوارزم شاہ کا محاصرہ قلعہ موت اس کے بعد خوارزم شاہ نے ملحدوں[1] کے سر کرنے کی طرف توجہ کی قزوین کے قریب ان کا ایک قلعہ تھا اسے سر کیا' ملحدوں نے قلعہ موت میں جا کر پناہ لی' خوارزم شاہ نے بھی اس پر محاصرہ کیا۔ صدر الدین محمد بن وازن رئیس شافعیہ رے اس محاصرے میں شہید ہوئے' خوارزم شاہ انہیں بے حد دوست رکھتا تھا' دربار شاہی میں ان کی بیحد قدر و منزلت تھی۔ چند دن محاصرہ کر کے خوارزم کی جانب واپس ہوا۔ اثناء راہ میں ملحدوں نے خوارزم شاہ کے وزیر نظام الملک مسعود بن علی کو بحالت غفلت مار ڈالا۔ خوارزم شاہ نے اپنے بیٹے قطب الدین محمد کو ملحدوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ قطب الدین محمد نے قلعہ ترشیش پر محاصرہ کیا' ملحدوں نے جنگ سے تنگ آ کر صلح کا پیام دیا۔ ایک لاکھ دینار تاوان جنگ دینے کا اقرار کیا۔ قطب الدین محمد نے صلح سے انکار کیا' لڑائی جاری رکھی' اتنے میں اس کے باپ (خوارزم شاہ) کی علالت کی خبر پہنچی' مصالحت کر لی اور زر تاوان (ایک لاکھ دینار) وصول کر کے خوارزم واپس آیا۔

علاء الدین تکش کی وفات ماہ رمضان ۵۹۶ھ میں خوارزم شاہ نیشاپور جا رہا تھا۔ راہ میں بیمار ہو گیا۔ مرض کی شدت بڑھی اپنے بیٹے قطب الدین محمد کو طلبی کا خط لکھا' قطب الدین محمد آنے نہ پایا تھا کہ خوارزم شاہ (علاء الدین بن الپ ارسلان بن آتسز بن محمد انوشتکین) کی موت سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

قطب الدین محمد بن علاء الدین تکش اس وقت خوارزم شاہ کے قبضہ میں خوارزم رے ہمدان' بلاد جبلیہ اور زیادہ حصہ خراسان کا تھا اس کے مرنے کے بعد قطب الدین محمد پہنچا' اراکین دولت نے قطب الدین محمد کے ہاتھ پر حکومت و امارت کی بیعت کی' علاء الدین کا لقب دیا۔ (یہی لقب اس کے باپ کا تھا) علاء الدین ثانی نے اپنے باپ کا جنازہ خوارزم پہنچا کر اس مدرسہ میں سپرد زمین کیا جسے علاء الدین خوارزم شاہ نے تعمیر کرایا تھا۔

علاء الدین تکش کا کردار: خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نہایت عادل نیک سیرت' فنون جنگ کا ماہر' سیاسیات سے واقف' اصول فقہ اور فقہ مذہب امام ابو حنیفہ کا عالم تھا۔ باوجودیکہ غیاث الدین غوری' بادشاہ غزنی اور خوارزم شاہ میں عداوت و مخالفت بہت دنوں سے قائم تھی۔ لیکن خوارزم شاہ کی قدر و منزلت کے خیال سے جب اس کی موت کی خبر غزنی پہنچی تو غیاث الدین غوری نے تعزیت کا دربار کیا تین روز غزنی کا بازار بند رہا۔

---

[1] مورخ نے ملحد سے فرقہ باطنیہ مراد لیا ہے کیونکہ قلعہ موت ان کا مقر و مسکن تھا جس کا خوارزم شاہ نے آئندہ محاصرہ کیا تھا۔ (مترجم)

باب : ۹

علاؤالدین محمد بن تکش اور تاتار

تخت نشینی: خوارزم شاہ قطب الدین محمد نے تخت حکومت پر متمکن ہو کر اپنے بھائی علی شاہ کو جو کہ اپنے باپ علاء الدین تکش کی وفات کے وقت اصفہان میں تھا' طلبی کا خط لکھا۔ اس بنا پر علی شاہ اصفہان سے خوارزم روانہ ہوا' اہل اصفہان نے اس کا مال واسباب لوٹ لیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا اپنے بھائی کے پاس خوارزم پہنچا۔ خوارزم شاہ قطب الدین محمد نے خراسان کی حکومت دی' علی شاہ نے نیشا پور کا قصد کیا' نیشا پور میں ہندو خاں بن ملک شاہ بن خوارزم شاہ علاء الدین تکش حکومت کر رہا تھا۔ ہندو خان کو اس کے دادا (علاء الدین تکش بادشاہ خوارزم) نے اپنے بیٹے ملک شاہ کے مرنے کے بعد ہی نیشا پور کی حکومت پر متعین کیا تھا' چونکہ ملک شاہ اور قطب الدین محمد علاء الدین تکش کے بیٹوں میں عداوت کا سلسلہ چلا آ رہا تھا' اس وجہ سے ہندو خان اپنے چچا قطب الدین محمد سے خائف رہتا تھا' علاء الدین تکش بادشاہ خوارزم کے مرنے پر مال واسباب اور شاہی خزانہ لوٹ کر مرو چلا گیا۔

جنگ علاء الدین ثانی اور ہندو خان: اس کے بعد ہندو خان نے فوج فراہم کر کے خراسان پر دھاوا کیا' خوارزم شاہ علاء الدین ثانی نے جقر ترکی کی ماتحتی میں ہندو خان کی مدافعت کے لیے فوجیں روانہ کیں' ہندو خان کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی' پست ہمتی اور بزدلی سے بھاگ گیا۔ غیاث الدین غوری کے پاس پہنچا' غیاث الدین نے عزت واحترام سے ٹھہرایا امداد و اعانت کا وعدہ کیا' جقر ترکی نے مرو میں داخل ہو کر ہندو خاں کی ماں اور اس کے لڑکوں کو بعزت و احترام خوارزم شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

غیاث الدین غوری اور جقر ترکی: غیاث الدین غوری نے محمد بن جربک والی طالقان کو لکھا کہ جقر ترکی کو مرو سے نکال کر قبضہ کر لو' چنانچہ محمد بن جربک نے طالقان سے مرو کا قصد کیا' جقر ترکی کے پاس خط بھیجا' مرو میں غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھنے کی ہدایت کی' عدم تعمیل کی صورت میں مرو پر قبضہ اور جنگ کی دھمکی دی' جقر ترکی نے بظاہر خوارزم شاہ کو خوش کرنے کی غرض سے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ لیکن درپردہ امان کی درخواست کی' شہر سپرد کرنے کا اقرار کیا' یہی باعث تھا کہ غیاث الدین غوری کی طمع ملک گیری بڑھ گئی' خوارزم شاہ کے ممالک مقبوضہ پر قبضہ کرنے کی ہوس ہوئی' اپنے بھائی شہاب الدین غوری کو خراسان پر فوج کشی کا حکم دیا واللہ اعلم۔

شہاب الدین غوری کی مرو پر فوج کشی: جس وقت جقر ترکی گورنر مرو نے غیاث الدین غوری سے امان حاصل

کر کے مرو حوالہ کر دیا۔ غیاث الدین غوری کو خوارزم شاہ کے مقبوضات خراسان پر قبضہ کی طمع دامن گیر ہوئی جیسا کہ آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کو خراسان پر قبضہ کرنے کے لیے بلا بھیجا' غیاث الدین نے اپنے نائب عمر بن محمد مرغنی گورنر ہرات سے خراسان پر چڑھائی کرنے کی بابت مشورہ کیا' عمر بن محمد مرغنی نے مخالفت کی۔ اتنے میں شہاب الدین غزنی' غور اور سجستان کی فوجیں لیے ہوئے آ گیا۔ ماہ جمادی الاول ۵۹۷ھ میں خوارزم شاہ کے مقبوضہ علاقہ کو سر کرنے کے لیے بڑھا' طالقان کے قریب جقر ترکی والی مرو کا خط موصول ہوا' لکھا تھا کہ ''جس قدر جلد ممکن ہو مرو پر آ کر قبضہ کر لیجئے۔ خوارزم شاہ میں اس قدر طاقت نہیں ہے کہ وہ مقابلہ کر سکے'' شہاب الدین نے اپنے بھائی غیاث الدین سے اجازت لے کر مرو پر دھاوا کیا' خوارزمی سپاہ جو اس وقت مرو میں تھی مقابلہ پر آئی' اہل مرو بھی خوارزمی فوج کے ساتھ لڑنے کے لیے نکلے' لڑائی ہوئی' شہاب الدین غوری نے انہیں مغلوب کر کے اپنی فوج کو شہر میں داخل کر دیا۔ ہاتھیوں کا جھنڈ لے کر شہر پناہ کے ڈھانے کو بڑھا۔ اہل شہر نے یہ رنگ دیکھ کر اطاعت قبول کی' شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا' جقر ترکی شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مرو فتح کرنے کے بعد غیاث الدین غوری مرو میں داخل ہوا۔ جقر ترکی کو ہرات بھیج دیا اور مرو ہندو خان ملک شاہ کے حوالے کر دیا جیسا کہ اس سے وعدہ کیا تھا۔

سرخس اور طوس کی تسخیر: مرو کو سر کر کے غیاث الدین غوری نے سرخس کا قصد کیا۔ سرخس صلح و امان سے فتح ہو گیا۔ اپنے چچازاد بھائیوں میں سے زنگی بن مسعود کو سرخس کی حکومت دی' نساء اور ابیورد کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا' طوس کی طرف قدم بڑھایا' تین دن کے محاصرہ و جنگ کے بعد اہل طوس نے امان کی درخواست کی' شہاب الدین نے انہیں امان دی اور طوس پر قبضہ کر لیا۔

جنگ غیاث الدین اور علی شاہ بن خوارزم شاہ: اس کے بعد علی شاہ بن خوارزم شاہ تکش (علاء الدین محمد کا نائب نے) والی نیشاپور کے پاس شہر حوالہ کرنے اور اطاعت و فرماں برداری کا پیام بھیجا' علی شاہ نے شہر حوالہ کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری سے انکار کیا۔ غیاث الدین نے حملہ کا حکم دیدیا۔ نیشاپور میں لڑائی کا نیزہ گڑ گیا۔ ایک طرف غیاث الدین نے حملہ کیا۔ دوسری جانب سے اس کا بھائی شہاب الدین اپنی رکاب کی فوج لے کر بڑھا...... باغات کاٹ ڈالے' کھیتیاں برباد کر دیں' دیہات اور قصبات کو اجاڑ دیا قتل و غارت کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بزور تیغ نیشاپور میں غوری فوجیں داخل ہو گئیں۔ الامان الامان کا شور برپا ہوا۔ امان دی گئی علی شاہ گرفتار ہو کر غیاث الدین غوری کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ غیاث الدین غوری نے نہایت تپاک سے لیا۔ عزت و احترام سے پیش آیا' اور امرائے خوارزمیہ کا سردار بنا کر ہرات کی طرف روانہ کیا۔

امارت خراسان پر ضیاء الدین محمد کا تقرر: خراسان کی حکومت پر اپنے چچازاد بھائی اور داماد' ضیاء الدین محمد بن علی غوری'' کو مامور کیا۔ نیشاپور کو مرکز حکومت بنانے کا حکم دیا' علاء الدین کے خطاب سے مخاطب کیا۔ سرداران غوریہ کی ایک جماعت کو علاء الدین کی خدمت میں رہنے کا اشارہ کیا۔ اہل نیشاپور کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ جس کا جو مال و اسباب لوٹ لیا گیا تھا اس کا کافی معاوضہ دیا۔ انعامات دیئے جائزے دیئے ان کاموں سے فارغ ہو کر ہرات گیا اور علی

شاہ کو اپنے بھائی شہاب الدین غوری کے سپرد کیا۔

قرامطیوں کا قتل عام: شہاب الدین غوری نے ہرات سے قہستان کی طرف کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ جہاں کے رہنے والے اسمٰعیلیہ مذہب رکھتے تھے۔ کسی نے یہ خبر دی کہ اس گاؤں کے رہنے والے اسمٰعیلیہ فرقہ کے ہیں۔ شہاب الدین نے ان کے قتل کا حکم دیدیا۔ پھر کیا تھا جتنے لڑنے والے تھے مار ڈالے گئے' لڑکے اور عورتیں لونڈی اور غلام بنائے گئے۔ مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ مکانات منہدم کردیئے گئے' گاؤں ویران ہوگیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے قلعہ کی طرف قدم بڑھایا جو قہستان کے نواح میں تھا۔ یہ قلعہ بھی فرقہ اسمٰعیلیہ کا تھا۔ چند دن کے محاصرہ کے بعد امان کے ساتھ فتح ہوا۔ سرداران غوریہ میں سے ایک سردار کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ بدعات دور ہوگئیں' شعائر اسلام قائم ہوگئے۔ اسی اثناء میں والی قہستان کا خط سلطان غیاث الدین کی خدمت میں موصول ہوا' لکھا تھا ''آپ کے بھائی شہاب الدین نے ہمارے مقبوضات میں دست درازی شروع کردی ہے۔ متعدد مقامات کو سر کرلیا ہے۔ ہم نے کوئی بدعہدی نہیں کی' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے بھائی نے عہد شکنی پر کمر باندھی ہے۔'' سلطان غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کے پاس اپنے ایک معتمد علیہ امیر کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ فرقہ اسمٰعیلیہ کے مقبوضات پر دست اندازی نہ کرو۔ محاصرہ اٹھا کر میرے پاس چلے آؤ۔ اس وقت شہاب الدین فرقہ اسمٰعیلیہ کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ بھائی کا پیام پا کر پیچ وتاب کھانے لگا' بالآخر تعمیل حکم سے انکار کردیا۔ غیاث الدین کے فرستادہ امیر نے کہا ''آپ کو سلطانی حکم کی تعمیل کرنا ہوگی' اگر آپ تعمیل نہ کریں گے تو میں آپ کو تعمیل حکم پر مجبور کردوں گا'' امیر نے یہ کہہ کر شہاب الدین کے خیمہ کی طنابیں کاٹ دیں' شہاب الدین کو اس سے حد درجہ کا غصہ پیدا ہوا مگر بھائی کا حکم تھا خاموش ہوگیا۔ محاصرہ اٹھا کر ہندوستان کا راستہ لیا۔

علاء الدین محمد بن تکش کی نیشا پور پر فوج کشی: جس وقت علاء الدین محمد بن تکش معروف بہ خوارزم شاہ تک یہ خبر پہنچی کہ غیاث الدین اور شہاب الدین غوری کی فوجیں خراسان سے واپس چلی گئیں اور شہاب الدین اپنے بھائی سے ناراض ہوکر ہندوستان چلا گیا ہے اس وقت غیاث الدین کے پاس خط روانہ کیا اور جن شہروں پر غوری فوج نے قبضہ کرلیا تھا ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ واپس نہ کرنے کی صورت میں یہ دھمکی دی کہ میں ترکان خطا سے امداد حاصل کرکے آپ کے مقابلہ پر آؤں گا' اس وقت آپ پر عرصہ زمین تنگ ہوجائے گا' چونکہ سلطان غیاث الدین عارضہ نقرس میں مبتلا تھا' نقل و حرکت نہ کرسکتا تھا' جواب کے بھیجنے میں شہاب الدین کی واپسی کے انتظار میں تاخیر کی۔ خوارزم شاہ نے علاء الدین غوری نائب سلطان غیاث الدین کو جو نیشا پور میں تھا شہر خالی کرنے کے لیے لکھا اور جنگ کی دھمکی دی' علاء الدین غوری نے غیاث الدین کو اس سے مطلع کیا۔ غیاث الدین نے جواب میں لکھا ''تم گھبراؤ نہیں نیشا پور میں قدم جمائے رکھو میں تمہیں کافی طور پر مدد دوں گا'' خوارزم شاہ نے آخر (۱۵ ذی الحجہ) ۵۹۷ھ میں فوجیں فراہم کرکے نیشا پور کی طرف قدم بڑھایا۔ کوچ وقیام کرتا ہوا ابیورد کے قریب پہنچا۔

---

۱ اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

نیشاپور کا محاصرہ: ہندو خاں (غیاث الدین کا آزاد غلام) ابیورد چھوڑ کر (فیروز کوہ غیاث الدین کے پاس) بھاگ گیا' خوارزم شاہ نے مرو' نساء اور ابیورد پر قبضہ کر لیا۔ نیشاپور پر حملہ کیا۔ نیشاپور میں علاء الدین غوری تھا۔ محاصرہ ڈال کر لڑائی چھیڑ دی۔ مدتوں جنگ کا سلسلہ قائم رہا آخر کار علاء الدین غوری نے غیاث الدین کی امداد سے ناامید اور محاصرہ جنگ سے تنگ آ کر امان کی درخواست کی اور غوریوں کو کسی قسم کی ایذا نہ دینے کی خوارزم شاہ سے قسم لی اور شہر حوالہ کر دیا۔ خوارزم شاہ نے ان لوگوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے کسی قسم کی ایذا و تکلیف نہ دی۔

علاء الدین غوری کی روانگی ہرات: خوارزم شاہ نے شہر پر قبضہ کرنے کے بعد علاء الدین غوری سے کہا ''بہتر ہوتا کہ تم درمیان میں پڑ کر سلطان غیاث الدین سے میری صفائی کرا دیتے'' علاء الدین غوری نے سینہ ٹھونک کر کہا ''میں اس خدمت کو انجام دوں گا آپ مطمئن رہیے'' لیکن علاء الدین غوری' غیاث الدین کے پاس فیروز کوہ نہ گیا بلکہ ہرات چلا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ علاء الدین غوری کو غیاث الدین کی جانب سے دیر کر کے امداد نہ بھیجنے کی وجہ سے ملال پیدا ہو گیا تھا ہرات میں علاء الدین غوری کی جاگیر اور املاک تھے۔ حسن بن خرمیل جو کہ امراء غوریہ کا ایک با اثر شخص تھا نیشاپور ہی میں رہ گیا۔ خوارزم شاہ نے اس کی بے حد عزت افزائی کی اور اپنا ممنون احسان بنا لیا۔

علاء الدین محمد کا محاصرہ سرخس: مہم نیشاپور سے فارغ ہو کر خوارزم شاہ نے سرخس کا قصد کیا۔ امیر زنگی سرخس کا گورنر تھا اور غیاث الدین کے قرابت داروں میں سے تھا۔ چالیس دن تک محاصرہ کیے رہا' شب و روز لڑائی ہوتی رہی۔ شدت محاصرہ سے رسد کی آمد بند ہو گئی' اہل شہر اپنی ضروریات زندگی کو محتاج ہو گئے۔ امیر زنگی نے خوارزم شاہ کے پاس کہلا بھیجا ''آپ شہر پناہ کا دروازہ چھوڑ دیجئے تاکہ اطمینان کے ساتھ ہم شہر خالی کر کے نکل جائیں'' خوارزم شاہ اس فریب میں آ گیا شہر پناہ کے دروازے سے محاصرہ اٹھا لیا' امیر زنگی نے رسد غلہ اور روزمرہ کی ضروریات کا کافی ذخیرہ شہر میں بھر لیا۔ کمزور اور ناتوانوں کو جو محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے شہر سے باہر کر دیا۔ خوارزم شاہ سے کہلا بھیجا ''اب آپ تشریف لائیے ہمارا اور آپ کا فیصلہ جنگ سے ہوگا'' خوارزم شاہ کو بے حد ندامت ہوئی' محاصرہ اٹھا کر چلتا ہوا لیکن روانگی کے وقت چند سرداران لشکر کو محاصرہ پر چھوڑ گیا۔

علاء الدین محمد کی مراجعت خوارزم: خوارزم شاہ کی روانگی کے بعد محمد بن خربک گورنر طالقان امیر زنگی کی کمک پر روانہ ہوا ...... خوارزمی فوجیوں نے یہ خبر پا کر سرخس چھوڑ دیا۔ چنانچہ امیر زنگی اور محمد بن خربک مرورود پہنچے مرورود اور اس کے نواح کا خراج وصول کیا۔ خوارزم شاہ نے تین ہزار فوج اپنے ماموں کی ماتحتی میں روانہ کی۔ محمد بن خربک نو سو سواروں کی جمعیت سے مقابلہ پر آیا۔ خوارزمی فوج میدان جنگ سے بھاگ نکلی' بہت بری طرح سے پامال ہوئی' بہت سے قید کر لیے گئے۔ مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ خوارزم شاہ کو اس واقعہ کی خبر لگی۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' ساری امیدیں خاک میں مل گئیں با دل ناخواستہ خوارزم واپس ہوا۔

حسن بن محمد مرغنی کی گرفتاری: خوارزم شاہ نے خوارزم پہنچ کر غیاث الدین کی خدمت میں صلح کرنے کا مراسلہ

بھیجا' غیاث الدین نے امیر کبیر حسن محمد مرغنی[1] کی معرفت جواب روانہ کیا۔ بظاہر صلح کرنا پسند کیا تھا۔ لیکن درحقیقت خوارزم شاہ کوفریب اور دھوکہ میں ڈالا تھا خوارزم شاہ اس فریب دہی کو تاڑ گیا حسن بن محمد مرغنی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور محاصرہ کے ارادے سے ہرات روانہ ہوا۔ حسن بن محمد مرغنی نے پوشیدہ طور پر اپنے بھائی عمر بن محمد مرغنی امیر ہرات کو یہ واقعات لکھ بھیجے چنانچہ عمر بن محمد مرغنی خوارزم شاہ کے مقابلے پر تیار ہو گیا۔

ہرات پر خوارزم شاہ کی فوج کشی: ہرات پر خوارزم شاہ کی فوج کشی کا سبب یہ تھا کہ سلطان شاہ نے (یہ محمد بن تکش کا چچا تھا) سرخس میں وفات پائی' اس کے حاشیہ نشین امیروں میں سے دو بھائی جن میں ایک کا نام امیر حاجی تھا۔ غیاث الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے غیاث الدین عزت واحترام سے پیش آیا' ہرات میں قیام کرنے کا حکم دیا' ان دونوں بھائیوں نے محمد بن تکش (خوارزم شاہ) کو ہرات پر قبضہ کر لینے کا پیام بھیجا اور قبضہ کرانے کے ذمہ دار ہوئے' خوارزم شاہ کوغیاث الدین سے اس فریب دھوکہ کا بدلہ لینے کا موقع مل گیا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ چنانچہ فوجیں مرتب کر کے ہرات پر حملہ کر دیا۔

امیر حاجی کی گرفتاری: عمر بن محمد مرغنی نے شہر پناہ کے دروازوں کی کنجیاں انہی دونوں بھائیوں کے حوالہ کر دی تھیں اور یہ خیال کر کے کہ یہ خوارزم شاہ کے مخالف ہیں جنگ کا سپہ سالار اعظم بھی انہی کو مقرر کیا تھا۔ کسی نے خوارزم شاہ سے ان کی سازباز کا حال بہ حالت قید حسن مرغنی سے کہہ دیا۔ حسن مرغنی نے اپنے بھائی عمر مرغنی والیٔ ہرات کو لکھ بھیجا' عمر مرغنی کو یقین نہ ہوا' حسن مرغنی نے اسے امیر حاجی کا وہ خط جو اس نے خوارزم شاہ کو ہرات پر قبضہ کر لینے کے لیے لکھا تھا' بھیج دیا۔ دیکھتے ہی عمر مرغنی کی آنکھیں کھل گئیں' پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ فوراً امیر حاجی اور اس کے بھائی اور اس کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ خوارزم شاہ کے مقابلے پر خود کمربستہ ہوا (اس اثناء میں الپ غازی ہمشیر زادہ غیاث الدین) غوری لشکر لے کر آ گیا اور خوارزم شاہ کے لشکر کو گھیر لیا' رسد وغلہ کی آمد بند کر دی۔

طالقان پر شب خون: خوارزم شاہ نے اس خیال سے کہ حریف کی توجہ بٹ جائے اپنی فوج کے ایک حصہ کو طالقان پر شب خون مارنے کے لیے بھیجا حسن بن خربک نے مقابلہ کیا' لڑائی ہوئی' خوارزم شاہ کی فوج کو شکست ملی' ساری فوج کٹ گئی ایک شخص بھی جانبر نہ ہوا۔ اس کے بعد غیاث الدین نے اپنے بھانجے بوعالی کو غوری فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کر کے اہل ہرات کی کمک پر روانہ کیا' خوارزم شاہ محمد بن تکش کے لشکر کے قریب بوعالی نے مورچہ قائم کیا۔ رسد وغلہ کی آمد کے جو راستے کھلے تھے انہیں بھی بند کر دیا۔ خوارزم شاہ پر اب عرصہ زمین تنگ ہوا چاہتا تھا کہ غیاث الدین بھی تھوڑی سی تازہ دم فوج لے کر آ پہنچا' چونکہ غوریوں کے لشکر کا زیادہ حصہ ہند میں اس کے بھائی شہاب الدین کی رکاب میں تھا اور فوج کا کچھ حصہ غزنی کی حفاظت پر تھا۔ اس وجہ سے خوارزم شاہ کی فوج پر پیش قدمی نہ کی' چالیس روز محاصرہ کو گذر چکے تھے۔

خوارزم شاہ کی مراجعت: خوارزم شاہ کو یہ خبر مل چکی تھی کہ طالقان کی جنگ میں خوارزمیوں کو شکست ہوئی ہے کوئی

---

[1] مرغن بلک غور کا ایک قصبہ ہے جہاں کا حسن رہنے والا تھا۔

بھی جانبر نہیں ہوا' شہاب الدین بھی ہندوستان سے غزنی آ رہا ہے' گھبرا گیا' لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس خوف سے کہ مبادا میں ایسے محاصرہ میں نہ آ جاؤں کہ جس سے خلاصی ناممکن ہو ہرات کا محاصرہ اٹھالیا اور عمر مرغنی سے صلح کر کے مرو چلا آیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۵۹۸ھ کا ہے۔

معرکہ مرو: اس کے بعد شہاب الدین ہندوستان سے واپس ہو کر غزنی پہنچا۔ خوارزم شاہ نے خراسان میں جو کچھ دست درازی کی تھی اس سے مطلع ہوا' فوجیں آراستہ کر کے غزنی سے بلخ آیا' بلخ سے خوارزم شاہ سے جنگ کے لیے بامیان پہنچا' اس کے ہراول نے خوارزم شاہ کی مرو میں مڈبھیڑ ہو گئی۔ دونوں حریف جی توڑ کر لڑے' جانبین کے بہت سے آدمی کام آ گئے۔ خوارزم شاہ نے مرو چھوڑ دیا' خوارزم کا راستہ اختیار کیا' امیر سنجر والی نیشاپور کو اس الزام میں کہ اس نے غیاث الدین سے سازش کر لی ہے قتل کر ڈالا۔

جنگ محمد بن خربک و منصور ترکی: خوارزم شاہ کی شکست کے بعد شہاب الدین طوس چلا آیا اور اس خیال سے کہ موسم سرما گزر جانے پر خوارزم پر حملہ کیا جائے' قیام کر دیا۔ اس اثناء میں یہ خبر گوش گذار ہوئی کہ غیاث الدین (اس کے بھائی) کا انتقال ہو گیا ہے طوس سے ہرات واپس آیا۔ خوارزم پر حملہ کا ارادہ ترک کر دیا' مرو کی حکومت پر محمد بن خربک کو مامور کیا' خوارزمی سرداروں کی ایک جماعت ۵۹۹ھ میں مرو پر حملہ آور ہوئی[1] ...... محمد بن خربک نے ان پر شبخون مارا' گنتی کے چند افراد جانبر ہو سکے' خوارزم شاہ کو اس کی خبر لگی غصہ سے کانپ اٹھا' منصور ترکی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ محمد بن خربک کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیا' مرو سے دس کوس کے فاصلہ پر دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی' خوارزمیوں نے غوری فوج کو شکست دی۔ پسپا ہو کر مرو میں داخل ہو گئی' شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے۔ خوارزمی لشکر نے محاصرہ کیا۔ پندرہ روز کے محاصرہ و جنگ کے بعد محصور غوریوں نے امان کی درخواست کی۔ خوارزمیوں نے امان دے دی اور قتل نہ کرنے کا حلف اٹھایا۔ محصور غوریوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیے۔ خوارزمیوں نے سب کو مار ڈالا۔

شہاب الدین کو اس خبر سے نہایت صدمہ ہوا مگر چارہ کار کچھ نہ تھا۔ خوارزم شاہ سے صلح کا نامہ و پیام کیا۔ لیکن صلح نہ ہو سکی' ہرات کی حکومت پر اپنے ہمشیرزادہ بوغانی کو مقرر کر کے بلاد غور اور صوبجات خراسان کی حکومت پر ملک علاء الدین بن ابی علی غوری کو مامور کر کے ۵۹۹ھ میں غزنی واپس آیا۔ اور غزنی سے ہندوستان پر جہاد کرنے کی غرض سے لاہور روانہ ہوا۔

خوارزم شاہ اور حسین بن حرمیل: شہاب الدین کی واپسی کے بعد خوارزم شاہ نے ۶۰۰ھ کے نصف میں ہرات پر پھر فوج کشی کی۔ بوغانی ہمشیرزادہ شہاب الدین مقابلے کے لیے تیار ہوا۔ آخر شعبان سنہ مذکور تک محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا' دونوں طرف کی ایک بڑی جماعت کام آ گئی۔ نامی گرامی سرداروں کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا لیکن لڑائی کا سلسلہ کسی طرح ختم ہی نہ ہوتا تھا۔ حسن بن حرمیل' خوزستان میں تھا جہاں پر اس کی جاگیر تھی' خوارزم شاہ کو دھوکہ اور فریب دہی

[1] بیاض الاصل

کی غرض سے پیام دیا کہ ''آپ ایک فوج خراسان بھیج دیجئے میں شہاب الدین کا خزانہ اور ہاتھی ان کے حوالہ کر دوں''
خوارزم شاہ کو لالچ دامن گیر ہوا' ایک ہزار سوار جس میں نامی گرامی سردار تھے خوزستان روانہ کیے' حسن بن حرمیل اور حسین
بن محمد مرغنی نے غفلت کی حالت میں خوارزم شاہ کی بھیجی ہوئی فوج پر حملہ کر دیا۔ گنتی کے چند افراد جانبر ہوئے خوارزم شاہ کو
اس کی خبر لگی اپنے کیے پر بے حد پشیمان ہوا لیکن پشیمانی سے کچھ نفع نہ ہوا۔

خوارزم شاہ کا ہرات پر قبضہ: بوغانی' والیٔ ہرات کے پاس پیام بھیجا ''اگر تم میری بادشاہت تسلیم کر لو تو میں تمہیں
اور تمام اہل ہرات کو امان دیتا ہوں اور ابھی محاصرہ اٹھا کر چلا جاتا ہوں'' بوغانی نے کچھ جواب نہ دیا' اس کے بعد اتفاق
سے بوغانی علیل ہو گیا' اس خوف سے کہ مبادا شدت مرض کی وجہ سے دشمن کی مدافعت نہ کر سکے اور دشمن شہر پر قبضہ کر لے'
خوارزم شاہ کی خدمت میں شرائط مذکورہ کی منظوری کا پیام بھیجا اور خوارزم شاہ سے امان دینے کا حلف لے کر شہر پناہ کا
دروازہ کھول دیا' نذرانے و تحائف روانہ کیے اور خود نیاز مندی و اطاعت کے اظہار کی غرض سے خوارزم شاہ کی خدمت
میں حاضر ہونے کے لیے سوار ہو کر چلا۔ خوارزم شاہ کی خدمت میں پہنچنے نہ پایا تھا کہ موت کا فرشتہ پہنچ گیا' جان بحق ہو گیا'
خوارزم شاہ نے محاصرہ اٹھا لیا' منجنیقوں کو جلا کر سرخس چلا گیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔

شہاب الدین غوری کی خوارزم پر فوج کشی: جس وقت شہاب الدین کو اس امر کی اطلاع پہنچی کہ خوارزم شاہ
نے ہرات کا محاصرہ کر لیا ہے اس کا گورنر امیر بوغانی جو اس کا بھانجا تھا مر گیا ہے ہندوستان سے واپس ہوا کوچ و قیام کرتا
ہوا خوارزم کی طرف روانہ ہوا' خوارزم شاہ' سرخس سے مرو چلا آیا تھا اور مرو کے باہر قیام پذیر تھا۔ شہاب الدین کی آمد کی
خبر پا کر نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے شہاب الدین کے پہنچنے سے پہلے خوارزم پہنچ گیا۔ چاروں طرف سے ناکہ
بندی کر لی خندقوں کو پانی سے بھر دیا۔ اتنے میں شہاب الدین پہنچا' ہر طرف سے راستہ بند تھا شہر کے اردگرد کی خندقوں میں
پانی بھرا تھا۔ خوارزم تک پہنچنا دشوار ہو گیا۔ راستہ کی درستی میں مصروف ہوا' چالیس دن ٹھہرا ہوا راستہ درست کرتا رہا۔ بہ
ہزار خرابی دو وقت بسیار خوارزم پہنچا' ایک دوسرے سے بھڑ گئے' سخت لڑائی ہوئی دونوں طرف سے ایک بڑا گروہ کام آ گیا۔
نامی گرامی سردار مارے گئے حسن مرغنی غوری بھی اس لڑائی میں مارا گیا' سرداران خوارزم کی ایک جماعت گرفتار ہو گئی' جسے
شہاب الدین نے قتل کرا دیا۔

جنگ شہاب الدین غوری اور ترکان خطا: خوارزم شاہ نے ترکان خطا سے جو اس وقت ماوراء النہر کے حکمران
تھے شہاب الدین کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ ترکان خطا نے غور کی شہروں پر حملہ کر دیا۔ شہاب الدین کو اس
کی خبر لگی۔ خوارزم کا محاصرہ اٹھا کر ترکان خطا کی روک تھام کو چلا۔ اندخوئی کے صحرا میں مڈ بھیڑ ہو گئی (یہ واقعہ اوائل ماہ صفر
۶۰۱ھ کا ہے) پہلی لڑائی میں شہاب الدین کو کامیابی ہوئی' بیشمار کفار مارے گئے اور بہت سے قید کر لیے گئے' دوسرے دن
کی لڑائی میں شہاب الدین کا لشکر ترکان خطا سے ڈر کر بھاگ نکلا۔ شہاب الدین چند جانثاروں کے ساتھ میدان جنگ میں
لڑتا رہا۔ بالآخر یہ بھی کامیابی سے ناامید ہو کر اندخوئی میں داخل ہو گیا' ترکان خطا نے چاروں طرف سے گھیر لیا' شہاب
الدین نے نامہ و پیام بھیج کر مصالحت کر لی اور طالقان چلا گیا' اس وقت اس کے ساتھ صرف سات آدمی تھے' خزانہ اور

مال واسباب لٹ گیا تھا۔

شہاب الدین کی مراجعت غزنی اس واقعہ سے سارے ملک میں شہاب الدین کے مرنے کی خبر مشہور ہوگئی' حسن بن خرمیل والی طالقان نے شہاب الدین کی وہی عزت کی جو اس کے شایان شان تھی اور اسی نیاز مندی سے ملا جیسا کہ اسے ملنا چاہیے تھا۔ سب تکلیفیں دور کر کے تمام ضروریات مہیا کر دیں' شہاب الدین چند روز آرام کر کے غزنی روانہ ہوا' روانگی کے وقت حسن بن خرمیل کو اس خیال سے کہ مبادا خوارزم شاہ سے نہ مل جائے اور اس کا مطیع نہ ہو جائے' اپنے ساتھ لیا اور امیر حاجب کا عہدہ عنایت کیا۔

شہاب الدین کے مرنے کی خبر سے امراء اور سرداران غوریہ میں بے حد اختلاف پیدا ہو گیا' مفسدہ پردازوں کی بن آئی' چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا جیسا کہ ہم اوپر ملوک غوریہ کے حالات کے سلسلہ میں تحریر کر آئے ہیں۔ شہاب الدین نے نہایت مستعدی اور سرگرمی سے غزنی اور ہندوستان کی مخالفتوں اور ہنگاموں کو فرو کیا اور خوارزم شاہ کی گوشمالی کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا۔

شہاب الدین غوری کی شکست کی وجہ ترکان خطا کے مقابلہ میں شہاب الدین کی شکست کا ایک سبب اور بھی تھا جسے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جس وقت شہاب الدین خوارزم سے ترکوں کی سرکوبی کے لیے چلا۔ اثناء راہ میں ایک ایسا درہ پڑ گیا کہ جہاں پر پانی کا نام ونشان نہ تھا اگر کہیں پر پانی موجود بھی تھا تو نہایت قلیل تھا۔ اس وجہ سے شہاب الدین نے اپنی فوج کی متعدد ٹکڑیاں کر کے درہ سے روانہ کیا۔ ترکان خطا راستہ کی اہمیت سے واقف تھے' درہ کے دوسرے سرے پر کھڑے ہو گئے جوں جوں شہاب الدین کا لشکر متفرق طور پر آتا گیا موت کے گھاٹ اتارتے گئے اور جو جانبر ہو جاتا تھا وہ غزنی بھاگ جاتا تھا۔ لوٹ کر شہاب الدین کے پاس نہ آ سکتا تھا۔ لہٰذا ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہوئی' آخر میں شہاب الدین ساقہ کے ساتھ اس درہ سے ہو کر گزرا' ترکان خطا بلا نے ناگہانی کی طرف ٹوٹ پڑے' چار روز تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی' شہاب الدین نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے لڑتا رہا۔

شہاب الدین غوری اور ترکان خطا میں مصالحت پانچویں روز والی سمرقند نے جو مسلمان تھا لیکن ترکان خطا کا مطیع تھا اور انہی کے لشکر میں تھا۔ پوشیدہ طور پر شہاب الدین کو پیام دیا کہ جب تک ترکان خطا آپ سے خائف نہ ہوں گے جنگ سے باز نہ آئیں گے۔ انہیں ڈرانے کے لیے یہ تدبیر کیجئے کہ اپنے لشکر کے ایک حصہ کو آج شب میں کسی طرف بھیج دیجئے' صبح کو سواران لشکر گھوڑے اڑاتے ہوئے میدان جنگ میں متعدد ٹکڑیوں کی صورت میں مختلف راستوں سے آجائیں' میں ان دشمنان اسلام کو یہ فریب دوں گا کہ "شہاب الدین کی کمک پر تازہ دم فوج آگئی ہے اب تمہاری خیر نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ صلح کر لو"۔ چنانچہ شہاب الدین نے ایسا ہی کیا اور والی سمرقند نے ترکان خطا کو ڈرایا' دھمکایا' ترکان خطا مصالحت پر راضی ہو گئے۔ باہم صلح ہو گئی' شہاب الدین کو اس خوفناک اور جان لیوا واقعہ سے نجات مل گئی یہ واقعہ ۶۰۱ھ کا ہے اس کے بعد ہی شہاب الدین نے وفات پائی۔

حسن بن حرمیل کی سازش: ہرات (خراسان) کا گورنر شہاب الدین غوری ماہ رمضان ۶۰۲ھ میں شہید ہو گیا[۱] اور عنان حکومت غیاث الدین محمود بن غیاث الدین (برادر شہاب الدین) نے اپنے ہاتھ میں لی' بلاد غور یہ کو علاء الدین محمد بن ابوعلی کے قبضہ سے نکال لیا۔ حسن بن حرمیل ان واقعات سے مطلع ہوا۔ ہرات کے سرداروں اور رؤساء کا ایک جلسہ طلب کیا۔ جس میں قاضی شہر بھی تھا۔ بظاہر ان لوگوں سے خوارزم شاہ کی مخالفت اور جنگ کی قسمیں لیں اور پوشیدہ طور سے خوارزم شاہ سے سازش کر لی' غوریوں کی روک تھام کی غرض سے خوارزمی لشکر کو بھیجنے کی درخواست کی' اور اپنے بیٹے کو بطور ضمانت خوارزم شاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ چنانچہ خوارزم شاہ نے نیشاپور سے ہرات فوجیں روانہ کیں اور امیر لشکر کو ہدایت کی کہ حسن بن حرمیل کے اشارہ و حکم پر عمل پیرا ہونا۔ غیاث الدین محمود ان واقعات کے اثناء میں حسن ابن حرمیل کو اپنی حکومت کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے لکھ رہا تھا چونکہ حسن بن حرمیل نے خوارزم شاہ سے سازش کر لی تھی۔ اس لیے حیلوں حوالوں سے ٹال رہا تھا۔ کسی ذریعہ سے اس سازش کی اطلاع غیاث الدین محمود کو ہو گئی۔ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ حسن بن حرمیل کو ہوش میں لانے کی غرض سے فوج کشی کر دی۔

علی بن عبدالخالق: حسن ابن حرمیل کو اس کی خبر لگی۔ سرداران لشکر اور رؤساء شہر سے مشورہ کیا' علی ابن عبدالخالق مدرس نظامیہ ناظر اوقات نے رائے دی ''مناسب یہ ہے کہ آپ غیاث الدین محمود کی حکومت کی اطاعت قبول کر لیجئے دھوکہ اور فریب چھوڑ دیجئے'' حسن بن حرمیل نے جواب دیا مجھے اندیشہ ہے کہ غیاث الدین محمود میرے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے لہٰذا آپ شاہی دربار میں حاضر ہو کر میری طرف سے بادشاہ سلامت کو میری طرف سے اطمینان دلا دیجئے۔'' علی ابن عبدالخالق تو یہ چاہتا ہی تھا کہ کسی طرح سے نکل کر غیاث الدین محمود کے پاس چلا جائے' فوراً سامان سفر درست کر کے روانہ ہو گیا۔ غیاث الدین محمود کو اصل واقعہ سے مطلع کر دیا۔

گورنر مرو کی طلبی: غیاث الدین محمود نے اپنے گورنر مرو کو بلا بھیجا' گورنر نے حاضری میں توقف کیا' اہل مرو بگڑ گئے' علانیہ کہہ بیٹھے کہ اگر تم غیاث الدین محمود کی اطاعت سے باہر ہوتے ہو تو ہم بھی تمہارے ساتھ نہیں ہیں' تمہیں غیاث الدین محمود کے حکم کی تعمیل کرنا لازم ہے' گورنر مرو بادل ناخواستہ دربار شاہی میں حاضر ہوا' غیاث الدین محمود نے خلعت عنایت

---

[۱] ان ہنگاموں میں سے جو شہاب الدین کے مرنے کی خبر مشہور ہونے سے رونما ہوئے تھے ایک یہ بھی تھا کہ تاج الدین وز' (شہاب الدین کا وزرخرید غلام) نے قلعہ غزنی کی طرف قدم بڑھایا' قلعہ دار نے مدافعت کی لیکن پسپا ہو کر اپنی جائے قیام میں واپس آیا۔ لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی' شہاب الدین کو غزنی پہنچ کر تاج الدین وز کی دست درازی کی خبر ملی۔ آگ بگولا ہو گیا' گرفتار کر کے قتل کا قصد کیا' تمام خادموں نے سفارش کی' بچ گیا' لیکن اور مفسدوں کو چن چن کر قتل کیا۔ دوسرا ہنگامہ قابل ذکر یہ تھا کہ ایک غلام ایبک بال تر نامی معرکہ جنگ سے بچ کر ہندوستان پہنچا۔ ملتان میں داخل ہو کر سلطان شہاب الدین کے گورنر کو بحالت غفلت قتل کر کے شہر کا حاکم بن بیٹھا اور یہ ظاہر کیا کہ سلطان شہاب الدین معرکہ میں کام آ گیا ہے اب میں بادشاہ ہوں' چنانچہ شاہی مال واسباب اور خزانہ پر قبضہ کر لیا' رعایا کے ساتھ بے حد مظالم کیے' عمر بن یزان نامی ایک ملحد شخص اس کا مشیر تھا۔ وہی ان تمام بدافعالیوں اور مظالم کا محرک تھا شہاب الدین نے ہندوستان پہنچ کر ان لوگوں کا خاتمہ کیا۔ یہ واقعہ جمادی الآخر ۶۰۱ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ مطبوعہ لیدن۔

کیا' جاگیر دی۔

امیران بن قیصر کی معزولی: اس کے بعد گورنر طالقان ''امیران بن قیصر'' کو طلبی کا فرمان روانہ کیا' اس نے بھی حاضری سے انکار کیا' غیاث الدین نے طالقان کی حکومت اپنے باپ کے غلام ''سونج'' معروف بہ امیر شکار کو عنایت کی' حسن بن حرمیل کو حجت پوری کرنے کے خیال سے ابن زیاد کی معرفت خلعت روانہ کیا۔ حکومت ہرات کی سند بھیجی' اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا' حسن بن حرمیل خوارزم شاہ کے لشکر کے انتظار میں حیلوں سے وقت گذارتا رہا' یہاں تک کہ نیشاپور سے خوارزم شاہ کا لشکر آ گیا۔

خوارزم شاہ کی پیش قدمی و مراجعت: اس کے بعد خوارزم شاہ بھی اپنے جاہ وحشم کے ساتھ آ پہنچا' بلخ سے چار کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کر کے جنگ شروع کر دی' حسن بن حرمیل کو اپنے کیے پر پشیمانی ہوئی' سمجھ لیا کہ خوارزم شاہ کی نیت بخیر نہیں ہے' حسن بن حرمیل بڑا چالاک اور سیاست داں تھا۔ کسی ذریعہ سے خوارزمی لشکر کو یہ باور کرا لیا کہ ''حسن بن حرمیل نے غیاث الدین محمود سے مصالحت کر لی ہے اور اس کا مطیع ہو گیا ہے اور غیاث الدین محمود نے اسے ہرات کی گورنری پر بحال رکھا ہے'' لشکر خوارزم اپنا ڈیرہ خیمہ اٹھا کر خوارزم شاہ کے پاس چلا گیا۔ حسن بن حرمیل نے بہت سے نذرانے اور تحائف انہی لشکریوں کی معرفت خوارزم شاہ کی خدمت میں روانہ کیے۔

حسن بن حرمیل کی املاک کی ضبطی: غیاث الدین محمود نے یہ خبر پا کر کہ خوارزم شاہ کا لشکر ہرات آ گیا ہے حسن ابن حرمیل کی جاگیریں' مال واسباب اور خزانہ ضبط کر لیا۔ اس کے ہوا خواہوں اور سرداروں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ حسن ابن حرمیل نے بھی اس امر کو محسوس کر کے کہ اہل ہرات کا میلان غیاث الدین محمود کی جانب ہے' بلوہ کے خوف سے غیاث الدین محمود کی اطاعت کا اظہار کیا مگر جب اہل شہر کو یہ معلوم ہوا کہ غیاث الدین' حسن ابن حرمیل سے ناراض ہے اور اس نے اس کی جاگیر' مال' اسباب اور خزانہ ضبط کر لیا۔ متفق ہو کر غیاث الدین کی خدمت میں عرض داشت بھیجی' شہر حوالہ کر دینے کا اقرار کیا۔ حسن ابن حرمیل نے اس سے اور اپنی جاگیر وغیرہ ضبط ہو جانے کی خبر سے مطلع ہو کر رؤسائے شہر کو جمع کیا' اپنے کیے پر پشیمانی ظاہر کی' معافی چاہی اور یہ کہا کہ میں نے خوارزم شاہ کے لشکر کو واپس کر دیا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اظہار اطاعت کی غرض سے ایک عرض داشت سلطان غیاث الدین محمود کی خدمت میں روانہ کروں' تم لوگ بھی میرے بیان کی تصدیق میں ایک عریضہ بھیج دو'' رؤسائے شہر نے اس رائے کو پسند کیا جیسا کہ حسن ابن حرمیل نے کہا اور چاہا عرض داشت لکھ کر حسن ابن حرمیل کے قاصد کی معرفت روانہ کی۔

خوارزم شاہ کا ہرات پر قبضہ: حسن ابن حرمیل نے قاصد کو در پردہ ہدایت کر دی تھی کہ تم فیروز کوہ کی جانب روانہ ہو لیکن جب شب کی سیاہ چادر سے دن کی روشنی چھپ جائے تو دوسری راہ سے نیشاپور چلے جانا اور خوارزم شاہ کے لشکر کو ہرات واپس لے آنا۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا۔ چوتھے دن قاصد اور خوارزم شاہ کا لشکر واپس آیا۔ حسن ابن حرمیل نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ خوارزم شاہ کا لشکر نقارہ بجاتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔ حسن ابن حرمیل نے ابن زیاد فقیہ کو جو

غیاث الدین محمود کی ہوا خواہی میں زیادہ حصہ لیا رہا تھا گرفتار کر لیا۔ آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں قاضی صاعد کو شہر بدر کر دیا۔ حکومت غوری کے ہوا خواہوں کو جلا وطنی کی سزا دی' بحال پریشان گرتے پڑتے غیاث الدین محمود کی خدمت میں فیروز کوہ چلے گئے۔ شہر ہرات پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا۔

جنگ غیاث الدین محمود اور حسن بن حرمیل: غیاث الدین محمود کو ان واقعات کی خبر لگی۔ فوراً ایک فوج علی ابن ابوعلی کی ماتحتی میں حسن ابن حرمیل کی گوشمالی اور ہرات کو خوارزمی لشکر کے قبضہ سے نکال لینے کی غرض سے ہرات روانہ کی' امیر امیران والی طالقان بھی اس مہم میں تھا اور ہر اول کا کمان افسر تھا۔ چونکہ غیاث الدین محمود نے اسے معزول کر دیا تھا اس وجہ سے ناراض تھا حسن ابن حرمیل سے سازش کر لی اور بوقت مقابلہ میدان جنگ چھوڑ دینے کا وعدہ کیا' حلف اٹھایا' چنانچہ حسن ابن حرمیل نے غیاث الدین محمود کے ہراول پر حملہ کیا' امیر امیران دو چار ہاتھ لڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اس کا فرار ہونا تھا کہ غوریوں کا سارا لشکر تتر بتر ہو گیا' بہت سے سرداران لشکر گرفتار کر لیے گئے۔

حسن بن حرمیل کی بادغیس پر فوج کشی: اس سازش کی کامیابی کے بعد حسن بن حرمیل نے بادغیس وغیرہ مقبوضات غوریہ پر دست درازی شروع کی' لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ غیاث الدین محمود بہ نفس نفیس ہرات کے سر کرنے پر تیار ہوا لیکن غزنی کی مہم اور علاء الدین والی بامیان کی پیش قدمی نے روک دیا اور خوارزم شاہ نے صوبہ ہرات پر بلخ تک قبضہ کر لیا۔

خوارزم شاہ نے شہاب الدین کے بارے جانے کے بعد تمام سرداران غوریہ کو جو زمانہ جنگ خوارزم میں گرفتار ہو گئے تھے رہا کر دیا اور انہیں اختیار دیدیا' چاہیں تو خوارزم میں ٹھہریں اور اگر اپنی قوم اور ملک میں جانا چاہیں تو چلے جائیں' محمد بن بشیر کو جو غوریوں کا ایک با اثر شخص تھا خلعت دیا' جاگیر دی' اس کے علاوہ اور غوریوں کو کافی زاد راہ اور مال و اسباب عنایت کیا۔

خوارزم شاہ کا محاصرہ بلخ: اس کے بعد بلخ کی تسخیر پر اپنے بھائی علی شاہ کو مامور کیا' عمر بن حسین غوری مقابلہ پر آیا' مدافعت پر کمر باندھی' علی شاہ مجبوراً پیچھے ہٹا۔ بلخ سے چار کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اپنے بھائی خوارزم شاہ کو اس کی اطلاع کی' امداد کا خواست گار ہوا' چنانچہ خوارزم شاہ ماہ ذیقعدہ ۶۰۲ھ میں بلخ کے سر کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بلخ پہنچ کر محاصرہ کیا اور لڑائی شروع کر دی' والی بلخ بہاء الدین والی بامیان کی اولاد کی امداد کے بھروسہ اور انتظار میں اپنے حریف سے تیغ و سپر ہوتا رہا۔ چونکہ والی بامیان مہم غزنی میں مصروف تھا۔ والی بلخ کی مدد نہ کر سکا۔ چالیس دن تک خوارزم شاہ محاصرہ کیے رہا لیکن ذرہ بھر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ محمد بن بشیر غوری کو عمر بن حسین غوری والی بلخ کے پاس پیام صلح دے کر بھیجا۔ مال و اسباب دینے کا وعدہ کیا' شرط یہ لگائی کہ "ہمارا شاہی اقتدار تسلیم کر لو" والی بلخ بہت بہادر شخص تھا۔ ٹکا سا جواب دے دیا۔

بلخ پر خوارزم شاہ کا قبضہ: خوارزم شاہ نے ہرات واپس جانے کا ارادہ کیا۔ ابھی روانگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ بہاء الدین والی بامیان کی اولاد کو جو غزنی سر کرنے گئی تھی۔ تاج الدین ذز نے گرفتار کر لیا۔ خوارزم شاہ نے محمد بن بشیر غوری کو دوبارہ والی بلخ کے پاس بھیجا کہ جس کے بھروسہ پر تم بھولے تھے وہ تو گرفتار ہو گیا ہے اب تمہارے لیے مناسب یہ ہے کہ تم میرا شاہی اقتدار تسلیم کر لو اور مطیع ہو جاؤ' والی بلخ نے بادل ناخواستہ خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کی'

خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کا اقرار کیا۔ خوارزمی دربار میں اظہار اطاعت کی غرض سے نیاز مندانہ حاضر ہوا' خوارزم شاہ عزت واحترام سے پیش آیا۔ خلعت دے کر بلخ کی حکومت پر بحال رکھا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۶۰۳ھ کا ہے۔

خوارزم شاہ کا جورجان پر قبضہ: اس کے بعد خوارزم شاہ نے جورجان پر حملہ کیا۔ علی ابن ابوعلی نے شہر حوالہ کر دیا۔ چونکہ جورجان ابن خرمیل کی جاگیر میں تھا اس وجہ سے خوارزم شاہ نے اس کی عنانِ حکومت ابن خرمیل کو عنایت کی۔

علی ابن ابوعلی شہر حوالہ کرنے کے بعد فیروزکوہ چلا گیا۔ غیاث الدین والی فیروزکوہ نے اس بزدلی اور پست ہمتی پر کہ علی ابن ابوعلی نے مقابلہ کیے بغیر دشمن کو شہر حوالہ کر دیا۔ قتل کا حکم دیا لیکن امراء وارا کین دولت کی سفارش سے علی ابن ابوعلی کی جان بچ گئی۔

خوارزم شاہ نے جورجان پر قبضہ کرنے کے عمر بن حسین والی بلخ کو بلخ سے بلا بھیجا اور جب وہ خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو گرفتار کر کے پابہ زنجیر خوارزم روانہ کر دیا اور خود بلخ پر پہنچ کر قابض ہو گیا اور جعفر ترکی کو اپنا نائب مقرر کیا۔

ترکان خطا کو ترمذ کی حوالگی: خوارزم شاہ نے بلخ پر قبضہ کر کے ترمذ کی طرف کوچ کیا۔ ان دنوں عماد الدین (عمر بن حسین والی بلخ کا لڑکا) ترمذ پر حکمرانی کر رہا تھا خوارزم شاہ نے محمد بن علی بن بشیر کو عماد الدین کے پاس بھیجا اور یہ کہلایا "تمہارا باپ (عمر بن حسین) میرے خاص الخواص امراء میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کا شمار میرے اکابرین دولت میں ہے۔ اس نے بطیب خاطر مجھے بلخ سپرد کیا ہے۔ میں نے اسے خوارزم کسی اور وجہ سے روانہ نہیں کیا۔ بلکہ اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ اہل خوارزم پر بھی اس کی عزت وتوقیر کا اظہار ہو جائے۔ تم میرے بھائی ہو۔ ترمذ کیا حقیقت ہے میں تمہیں بہت بڑا صوبہ بطور جاگیر دوں گا۔ تم میرے پاس نیاز مندانہ حاضر تو ہو جاؤ۔" والی ترمذ نے اس امر کو محسوس کر کے کہ ایک طرف سے خوارزم شاہ محاصرہ کیے رہے' دوسری جانب ترکان خطا کا ٹڈی دل لشکر پڑا ہے اور جو میرے حامی مددگار (ملوک بامیان) تھے وہ غزنی میں قید ہو گئے ہیں۔ امان کی درخواست کی اور خوارزم شاہ سے امان دینے کا حلف لے کر ترمذ خوالہ کر دیا۔ خوارزم شاہ نے ترمذ ترکان خطا کو دے دیا۔ یہ سب اس وقت تک حالت کفر میں تھے۔

خوارزم شاہ نے بظاہر یہ فعل نہایت قبیح کیا لیکن اس میں درپردہ یہ راز تھا کہ ترمذ پر ترکان خطا کو قبضہ دے دینے سے ملک خراسان کا سر کرنا آسان ہو جائے گا اور ملک خراسان کو سر کرنے کے بعد ترکان خطا کو ان کے ملک سے نکال باہر کرنا آسان ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اس وقت لوگوں پر یہ عیاں ہو گیا کہ خوارزم شاہ نے ترکان خطا کو ترمذ مکر وفریب سے حوالے کیا تھا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خوارزم شاہ کا طالقان پر قبضہ: خوارزم شاہ نے ترمذ پر قبضہ حاصل کر کے طالقان کا قصد کیا۔ طالقان کی عنانِ حکومت سونج امیر اشکار کے قبضہ اقتدار میں تھی' یہ غیاث الدین محمود کا گورنر تھا۔ خوارزم شاہ نے اپنی حکومت کی اطاعت کا پیام بھیجا' سونج نے انکاری جواب دیا۔ فوجیں مرتب کر کے میدان جنگ میں آ گیا۔ جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا' سونج گھوڑے سے اتر پڑا' آلات حرب پھینک دیے' زمین بوسی کی رسم ادا کی۔ دست بستہ عفو تقصیر کی درخواست کی' خوارزم شاہ یہ خیال کر کے کہ شاید سونج نشہ میں ہے ذرہ بھر متوجہ نہ ہوا' طالقان میں داخل ہو کر جو کچھ مال واسباب تھا سب پر قبضہ کر

لیا اور اپنی طرف سے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو طالقان کا حکمران بنایا۔

اس کے بعد خوارزم شاہ نے قلعہ جات کالوین اور مہوار پر دھاوا کیا۔ حسام الدین علی بن علی حاکم قلعہ جات مذکورہ خم ٹھونک کر مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ خوارزم شاہ مجبوراً پیچھے ہٹا اور اس مہم سے دست کش ہو کر ہرات چلا گیا۔

خوارزم شاہ نے ہرات کے باہر پڑاؤ کیا۔ غیاث الدین کا ایلچی قیمتی قیمتی نذرانے اور تحائف لے کر حاضر ہوا۔ اس سے لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔

اسفرائن پر قبضہ: ابن حرمیل خوارزمی لشکر لیے اسفرائن پہنچا۔ ماہ صفر ۶۰۳ھ میں امان و صلح کے ساتھ اسے فتح کر لیا۔ حرب بن محمد بن ابراہیم والیٔ سجستان کو خوارزم شاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا پیام دیا (حرب بن محمد خلف کی اولاد سے تھا) ابن سبکتگین کے زمانہ حکومت میں سجستان کی عنان حکومت اس کے قبضہ میں آئی تھی) حرب نے حیلہ و حوالہ سے ٹالنا شروع کیا۔ صاف جواب نہ دیا۔

قاضی صاعد کی گرفتاری: خوارزم شاہ کے زمانہ قیام ہرات میں قاضی صاعد بن فضل خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوئے انہیں ابن حرمیل نے گذشتہ سال ہرات سے نکال دیا تھا وہ غیاث الدین کی خدمت میں چلے گئے تھے۔ ایک سال بعد واپس ہوئے۔ ابن حرمیل نے خوارزم شاہ سے جڑ دیا کہ یہ غوریوں سے ملے ہوئے ہیں اور رجعت پسندوں کے سردار ہیں' خوارزم شاہ نے گرفتار کر کے قلعہ زوزن میں قید کر دیا۔ صفی ابوبکر بن محمد سرخسی کو عہدہ قضا پر مقرر کیا' صفی ابوبکر بن محمد سرخسی ہرات کے عہدہ قضا پر قاضی صاعد اور ان کے لڑکوں کی طرف سے بطور نائب مامور تھے۔

ماژندران کی مہم: حسام الدین اردشیر والیٔ ماژندران کے انتقال پر اس کا بڑا لڑکا کرسی حکومت پر رونق افروز ہوا' اپنے منجھلے بھائی کو نکال دیا' اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا' سیدھا جرجان چلا گیا۔ جرجان میں ملک علی شاہ اپنے بھائی خوارزم شاہ بن تکش کی طرف سے حکومت کر رہا تھا۔ امداد کی درخواست کی اپنے بڑے بھائی کے مظالم کی شکایت کی' ملک علی شاہ نے اپنے بھائی خوارزم شاہ کو تمام واقعات لکھ بھیجے۔ خوارزم شاہ نے ماژندران پر فوج کشی کی اجازت دیدی۔ چنانچہ ملک علی شاہ ۶۰۳ھ میں جرجان سے ماژندران کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں حسام الدین اردشیر کا بڑا لڑکا جس نے اپنے منجھلے بھائی کو نکال دیا تھا مر گیا تھا اور اس کا چھوٹا بھائی ماژندران پر حکومت کر رہا تھا۔ ملک علی شاہ کوچ و قیام کرتا ماژندران پہنچا۔ والیٔ ماژندران کا منجھلا بھائی بھی ساتھ تھا غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ قصبات' دیہات اور شہر تاراج ہو گئے۔ موجودہ والیٔ ماژندران قلعہ کورہ میں قلعہ نشین ہو گیا۔ ملک علی شاہ نے تمام شہروں مثلاً ساریہ اور آمل وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ ملک علی شاہ جرجان واپس آیا اور والیٔ ماژندران کا منجھلا لڑکا قلعہ کورہ کے علاوہ تمام صوبہ ماژندران پر خوارزم شاہ کی حکومت کی ماتحتی میں حکومت کرنے لگا۔

ترکان خطا (تاتار): ہم ان واقعات کو کہ جس وقت سلطان سنجر بن ملک شاہ کو شکست ہوئی تھی اور تاتاریوں نے ماوراء النہر پر قبضہ کر لیا تھا اوپر بیان کر آئے ہیں۔

ترکان خطا جنہیں اب ہم تاتاری کے نام سے موسوم کریں گے ایک بادیہ نشین' خانہ بدوش گروہ تھا جو شہروں میں سکونت اختیار نہیں کرتا تھا' بلکہ جنگل اور کھلے میدانوں میں خیموں میں قیام کرتا تھا۔ خیموں کو یہ لوگ خرگاہ کہتے تھے آتش پرستی ان کا مذہب تھا یہ زیادہ تر اطراف اور کنڈ بلاد ساغون اور کاشغر میں رہتے تھے۔

سلطان سمرقند و بخارا' ملوک خانیہ میں سے تھا' جن کے آباؤ اجداد مذہب اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اور قدیم خاندان شاہی سے تھے۔ سلطان سمرقند و بخارا ''خان خاناں'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا جس کے معنی 'سلطان السلاطین' کے ہیں۔

تاتاری غلبہ سے بیزاری: تاتاریوں نے ماوراء النہر اور اکثر اسلامی علاقوں پر خراج مقرر کر رکھا تھا۔ آئے دن ایک نہ ایک مصیبت مسلمانوں پر تاتاریوں کے ہاتھوں نازل ہوا کرتی تھی۔ سلطان سمرقند و بخارا کو یہ ناگوار گزرا' مسلمانوں کی ذلت اور بلاد اسلامیہ پر تاتاری کافروں کا غلبہ اور قبضہ ناپسند ہوا۔ خوارزم شاہ کی خدمت میں پیام بھیجا۔ تاتاریوں کے مظالم کی فریاد کی اور اس امر کا اقرار کیا کہ جس قدر خراج تاتاریوں کو ان صوبوں سے ملتا ہے۔ اسی قدر آپ کو دیا جائے گا۔ مزید برآں آپ ہی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ اور سکہ مسکوک ہوگا۔ اس امر کے اطمینان کے لیے کہ آئندہ کسی قسم کا دھوکا نہ دیا جائے گا۔ سمرقند اور بخارا کے مشہور امراء اور رؤساء کو خوارزم شاہ کی خدمت میں حلف لینے اور بطور ضمانت اس کی خدمت میں رہنے کے لیے بھیج دیا خوارزم شاہ کو اس سے اطمینان ہو گیا۔ فوج کو تیاری کا حکم دیا اور اپنے ممالک مقبوضہ کا انتظام کیا۔

مصالحت مابین خوارزم شاہ و غیاث الدین محمود: اپنے بھائی علی شاہ کو جرجان کے علاوہ طبرستان پر مامور کیا' امیر کز لک خان کو جو اس کا ماموں اور دولت خوارزمی کا ایک با اثر ممبر تھا' نیشاپور کی حکومت عطا کی اور ایک بہت بڑی فوج اس کی رکاب میں متعین کی۔ امیر امین الدین ابو بکر کو شہر زوزن کی حفاظت پر مامور کیا (امیر امین الدین مزدوری کا پیشہ کرتا تھا چلتا پرزہ' ہوشیار تھا۔ ترقی کرتے کرتے گورنری کے عہدے تک پہنچ گیا اتنا وقار بڑھا کہ کرمان کا حکمران ہو گیا تھا۔ امیر جلدک کو شہر جام کی حفاظت سپرد کی' ہرات کی حکومت پر حسن بن حرمیل کو بدستور قائم رکھا۔ ایک ہزار جنگ آوروں کو ہرات میں رہنے کا حکم دیا۔ مرو اور سرخس وغیرہ پر بھی ایک نائب مقرر کیا' غیاث الدین محمود سے مصالحت کر لی۔ جس قدر بلاد غور اور گرمسیر اس کے قبضہ میں تھے ان پر اس کے شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔

خوارزم شاہ کی گرفتاری: اس کے بعد اپنی فوج جمع کر کے خوارزم بھیجی۔ یہاں سے بھی ایک بڑا لشکر مرتب کر کے جیحون کو عبور کیا۔ سلطان سمرقند اور بخارا سے ملا اور اپنے ساتھ لے کر تاتاریوں پر دھاوا کر دیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ مدتوں سلسلہ جنگ جاری رہا۔ کبھی تاتاری غالب آ جاتے تھے اور کبھی خوارزم شاہ کو کامیابی حاصل ہو جاتی تھی۔ آخر کار مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ خوارزم شاہ کو تاتاریوں نے گرفتار کر لیا۔ لشکر اسلام بحال پریشان خوارزم واپس آیا۔ اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ خوارزم شاہ میدان جنگ میں کام آ گیا۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ سارے ملک خراسان میں تلاطم پیدا ہو گیا۔ ہر ایک گورنر کو خود مختار حکومت کا سودا سمایا۔

گورنروں کی خود مختاری: کزلک خاں والیٔ نیشاپور' ہرات کا محاصرہ کیے تھا والی زوزن بھی شریک محاصرہ تھا۔ اس خبر بد کو سن کر دونوں نے محاصرہ اٹھالیا اور اپنے مقبوضہ علاقوں میں واپس آ گئے۔

کزلک خاں والیٔ نیشاپور نے نیشاپور کا شہر پناہ درست کرایا' کثرت سے فوجیں فراہم کیں' غلہ سامانِ خورد و نوش اور آلات حرب جمع کر کے خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا۔

خوارزم شاہ کا فرار: جس وقت تاتاریوں نے خوارزم شاہ کو گرفتار کیا تھا اس کے ساتھ ایک امیر کبیر ابن مسعود نامی بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ ابن مسعود نے خوارزم شاہ کی قید خانہ سے خلاصی کی یہ صورت نکالی کہ اس نے اپنے کو سلطان خوارزم شاہ ظاہر کیا اور خوارزم شاہ کو اپنا خادم' تاتاری جس نے ان دونوں کو گرفتار کیا تھا اس دھوکے میں آ گیا۔ چنانچہ ابن مسعود کو سلطان خوارزم شاہ سمجھ کر شاہی اعزاز سے پیش آنے لگا۔ چند روز بعد ابن مسعود نے جو سلطان خوارزم شاہ بنا ہوا تھا تاتاری سے کہا ''خرچ کی تنگی ہے' تمہارا ہاتھ بھی خالی ہے اگر تم اجازت دو تو میں اپنے خادم کو خوارزم بھیجوں۔ اپنی خیریت سے اپنے اہل و عیال کو مطلع کروں اور روپیہ منگوا کر تمہیں بھی دوں اور خود بھی روزانہ کی فاقہ مستی سے نجات پاؤں''۔ تاتاری اس چکمہ میں آ گیا' اجازت دے دی' ابن مسعود نے ایک خط لکھ کر خوارزم شاہ کو دیا جو خادم بنا ہوا تھا اور خوارزم روانہ کر دیا۔ خوارزم شاہ کوچ و قیام کرتا ہوا خوارزم پہنچا۔ اہل خوارزم نے بے حد خوشی منائی' سارے ملک میں خوارزم شاہ کے آنے کا ڈھنڈورا پٹ گیا۔

ارا کین دولت نے خوارزم شاہ کو جو کچھ اس کے بھائی علی شاہ نے طبرستان میں اور کزلک خاں نے نیشاپور میں کیا تھا اس سے مطلع کیا' ان دونوں کو بھی خوارزم شاہ کی قید تاتار سے نجات پانے اور بخیریت خوارزم آنے کی خبر ہو گئی۔ پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ کزلک خاں عراق چلا گیا اور علی شاہ نے غیاث الدین محمود کی خدمت میں جا کر پناہ لی۔ غیاث الدین محمود نے عزت و احترام سے ٹھہرایا۔

خوارزم شاہ نے نیشاپور کی اصلاح کی جانب توجہ کی۔ خوارزم سے نیشاپور پہنچا' شہر کی حالت پر نظر کر کے اپنی طرف سے ایک گورنر مقرر کیا۔ اس کے بعد ہرات گیا۔ اس طرف تک اس کا لشکر ہرات کا محاصرہ کیے تھا سرداران لشکر کو ابن حسن خدمت پر کہ وہ گذشتہ واقعات سے متاثر نہیں ہوئے اور نہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوئی' انعامات دیئے۔ یہ واقعات ۵۹۶ھ کے ہیں۔

ابن حرمیل کی گرفتاری: خوارزم شاہ کا لشکر (جو ہرات میں ابن حرمیل کے پاس تھا) طرح طرح کی زیادتیاں کرنے لگا ابن حرمیل کو ان کے یہ افعال پسند نہ آئے۔ جس وقت خوارزم شاہ دریائے جیجون عبور کر کے تاتاریوں سے تیغ و سپر ہوا' ابن حرمیل نے خوارزم شاہ کے سارے لشکر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ خوارزم شاہ کی خدمت میں ان کے افعال و کردار ناشائستہ کی شکایت لکھ بھیجی اور معذرت کی' خوارزم شاہ کو ابن حرمیل کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ بمصلحت وقت کے خیال سے ابن حرمیل کو لکھ بھیجا ''جو کچھ تم نے کیا مناسب کیا اب تم میرے لشکر کو میرے پاس بھیج دو مجھے تاتاریوں کے مقابلہ میں ان سے بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ اس کے بجائے میں امیر جلدک بن طغرل والیٔ جام کو تمہاری امداد پر جانے کے لئے لکھتا ہوں' امید

ہے کہ عنقریب وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا' پوشیدہ طور سے امیر جلدک کو ہدایت کی کہ جس طرح سے ممکن ہو ابن حرمیل نمک حرام کو گرفتار کر کے ہرات پر قبضہ کر لو' چنانچہ امیر جلدک دو ہزار سواروں کی جمعیت سے ہرات روانہ ہوا۔ ہرات کی امارت پر امیر جلدک کے دانت پہلے سے لگے تھے۔ اس کا نائب سلطان سنجر کے عہد حکومت میں ہرات کا حاکم رہ چکا تھا۔ کوچ و قیام کرتا ہرات کے قریب پہنچا۔ ابن حرمیل نے رؤسا اور امراء کو استقبال کا حکم دیا۔ اور خود ان کے پیچھے استقبال کے لیے روانہ ہوا' وزیر السلطنت خواجہ صاحب نے ابن حرمیل کے اس فعل کی مخالفت کی۔ ابن حرمیل نے کچھ نہ سنا۔ جوں ہی ابن حرمیل اور جلدک کا مقابلہ ہوا۔ ابن حرمیل آداب بجالانے کے لیے گھوڑے سے اتر پڑا امیر جلدک کے سپاہیوں نے ابن حرمیل کو گھیر لیا۔ ابن حرمیل کا لشکر بھاگ نکلا۔ امیر جلدک کے سپاہیوں نے ابن حرمیل کو گرفتار کر لیا۔

ابن حرمیل کا قتل: ابن حرمیل کا لشکر شہر میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ وزیر السلطنت خواجہ صاحب نے شہر پناہ کے دروازے بند کرا دیئے اور غیاث الدین محمود کی حکومت کی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ امیر جلدک نے محاصرہ کیا اور وزیر السلطنت کو شہر حوالہ نہ کرنے کی صورت میں ابن حرمیل کو مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ وزیر نے شہر حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ امیر جلدک نے ابن حرمیل کو پیش کیا۔ ابن حرمیل نے وزیر سے شہر حوالہ کرنے کے لیے کہا۔ وزیر نے ابن حرمیل اور امیر جلدک کو گالیاں دیں۔ برا بھلا کہا۔ امیر جلدک نے جھلا کر امیر حرمیل کو اس کے سامنے ذبح کر ڈالا۔

امین الدین ابوبکر کی روانگی ہرات: خوارزم شاہ کی خدمت میں اس کی اطلاع دی خوارزم شاہ نے کزلک خاں نائب السلطنت نیشاپور اور امین الدین ابوبکر نائب حکومت زوزن کو امیر جلدک کی کمک اور محاصرہ ہرات پر روانگی کا حکم دیا۔ چنانچہ دس ہزار فوج کی جمعیت سے کزلک خاں اور امین الدین ابوبکر روانہ ہوا اور ہرات کا محاصرہ کیا اسی اثناء میں جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں خوارزم شاہ کو تاتاریوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی گرفتار کر لیا گیا۔ کچھ عرصہ تاتاریوں کی قید میں رہا پھر اس سے کسی طرح نجات پا کر خوارزم پہنچا۔ پھر خوارزم سے نیشاپور پہنچا۔ نیشاپور سے نکل کر اس فوج میں پہنچا جو ہرات کا محاصرہ کیے ہوئے تھی۔ سرداران لشکر کو انعام دیئے۔ ان کی ثابت قدمی کی قدر کی۔

خوارزم شاہ کا ہرات پر قبضہ: وزیر خواجہ اس وقت تک ہرات میں قلعہ بند تھا۔ چونکہ وزیر خواجہ خوارزم شاہ کے سرداران لشکر سے برابر یہ کہتا آتا تھا کہ جس وقت خوارزم شاہ آ جائیں گے میں بلا تامل شہر خالی کر دوں گا۔ اس بناء پر خوارزم شاہ نے وزیر کو شہر حوالہ کرنے کا پیام دیا۔ وزیر خواجہ نے سختی سے انکاری جواب دیا خوارزم شاہ نے محاصرہ میں سختی کی۔ اہل شہر شدت اور طول محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے۔ آپس میں اس مصیبت سے نجات پانے کی بابت گفت و شنید کرنے لگے۔ اس کی خبر وزیر خواجہ کو ہو گئی تو ایک دستہ فوج کا بھیج دیا جس نے جماعت کے سرداروں کو گرفتار کر لیا۔ اس سے شہر میں ہلڑ مچ گیا۔ تمام شہر میں فتنہ و فساد برپا ہو گیا' وزیر خواجہ فتنہ و فساد فرو کرنے میں مصروف ہوا۔ اہل شہر نے خوارزم شاہ کو اس سے مطلع کر دیا۔ خوارزم شاہ نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دے دیا۔ اہل شہر نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ خوارزمی لشکر شہر میں گھس پڑا۔ جنگ و جدال کا بازار گرم ہو گیا۔ بزور تیغ شہر پر قبضہ کر لیا۔ وزیر خواجہ پابہ زنجیر خوارزم شاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ خوارزم شاہ نے قتل کا حکم دے دیا۔ اسی وقت مار ڈالا گیا۔ یہ واقعہ ۶۰۵ھ کا ہے۔ ہرات کی حکومت پر اپنے ماموں امیر ملک

کو مقرر کر کے خوارزم واپس آیا۔ ہرات کے فتح ہونے سے سارا خراسان قبضہ میں آ گیا۔

غیاث الدین محمود اور علی شاہ کا قتل: خوارزم شاہ نے خوارزم میں پہنچ کر اپنے ماموں امیر ملک گورنر ہرات کو فیروزکوہ دارالحکومت سلاطین غوریہ کے سر کرنے کا فرمان بھیجا۔ اس وقت فیروزکوہ کے تخت حکومت پر غیاث الدین محمود بن غیاث الدین رونق افروز تھا۔ خوارزم شاہ کا بھائی علی شاہ بھی فیروزکوہ میں غیاث الدین محمود کے یہاں پناہ گزین اور مقیم تھا چنانچہ امیر ملک ایک بڑی فوج لے کر فیروزکوہ روانہ ہوا۔ غیاث الدین محمود اس کی آمد کی خبر پا کر گھبرا گیا۔ اظہار اطاعت کی غرض سے امیر ملک کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ امان کی درخواست کی۔ امیر ملک نے درخواست منظور کر لی۔ غیاث الدین محمود اور علی شاہ برادر خوارزم شاہ امیر ملک سے ملنے آئے۔ امیر ملک نے دونوں کو گرفتار کر کے بار حیات سے سبکدوش کر دیا۔ یہ واقعہ ۶۰۵ھ کا ہے۔

فتح فیروز کوہ: فیروزکوہ کے فتح ہو جانے سے خوارزم شاہ محمد بن تکش کا پورے ملک خراسان پر قبضہ ہو گیا اور سلطنت و حکومت غوریہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ سلاطین غوریہ کی حکومت کا بڑی اور بہترین حکومتوں میں شمار تھا۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

جنگ خوارزم شاہ اور تاتار: خراسان کے نظم و نسق سے فارغ ہو کر خوارزم شاہ نے تاتاریوں سے بدلہ لینے کا تہیہ کیا۔ فوجیں جمع کیں۔ اپنے ہمدرد اور معاونین والیان سمرقند و بخارا کو ساتھ لے کر دریائے جیحون عبور کیا تاتاریوں کا ٹڈی دل بھی مقابلہ پر آیا اس وقت تاتاریوں کا بادشاہ طائیکوہ نامی ایک شخص تھا۔ سو برس یا اس سے کم و بیش اس کی عمر تھی۔ نہایت تجربہ کار جنگ آزمودہ زمانہ گرم و سرد دیکھے ہوئے تھا اور ہر لڑائی میں مظفر و منصور ہوتا تھا۔ ۶۰۶ھ میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ جس کی نظیر صفحہ تواریخ میں نظر نہیں آتی۔ بالآخر تاتاریوں کو شکست ہوئی ایک بڑا گروہ میدان جنگ میں کام آ گیا' بے شمار گرفتار کر لیے گئے۔ تاتاریوں کا بادشاہ بھی پکڑ لیا گیا۔ خوارزم شاہ نے اس کی بیحد عزت کی۔ اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔

طائیکوہ شاہ تاتار کی گرفتاری: چنانچہ جنگ کے بعد خوارزم شاہ نے طائیکوہ تاتاری بادشاہ کو خوارزم روانہ کر دیا اور خود بدولت ماوراء النہر کی طرف دریا کی طرف بڑھا۔ یکے بعد دیگرے شہروں کو فتح کرتا اوزکند تک پہنچ گیا اور کند میں اپنی طرف سے ایک شخص کو حکمران مقرر کر کے خوارزم واپس آیا۔

خوارزم پہنچ کر والی سمرقند سے اپنی بہن کا عقد کر دیا اور اسے بعزت و احترام سمرقند واپس جانے کی اجازت دی اور جیسا کہ سمرقند میں تاتاریوں کے زمانہ میں تاتاریوں کی طرف سے ایک سیاسی افسر رہتا تھا۔ اسی طرح سے اپنی طرف سے ایک افسر کو مقرر کیا۔ واللہ یؤید بنصرہ من یشاء۔

والیٔ سمرقند کی بغاوت: والی سمرقند نے اپنے مرکز حکومت میں واپس آ کر ایک برس تک نہایت وفا شعاری سے زندگی بسر کی۔ خوارزم شاہ کا سیاسی افسر مع اپنی فوج کے سمرقند میں آزادی سے رہا۔ ایک برس بعد والی سمرقند کو خوارزمیوں کی ہر ادا ناپسند ہونے لگی۔ ان کی ہر بات ناگوار گزرنے لگی اپنے فوجیوں اور رعایا کو خوارزمیوں کے قتل کا حکم دیدیا۔ چاروں طرف سے مار دھاڑ شروع ہوگئی۔ نہایت کم مدت میں خوارزمیوں کے وجود سے سمرقند پاک وصاف ہوگیا۔ والی سمرقند نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کمبخت اپنی بیوی (خوارزم شاہ کی بہن) کے قتل کے ارادہ سے محل سرا میں گھس گیا۔ اس غریب نے دروازہ بند کر لیا۔ خوشامد کی رحم اور جان بخشی کی درخواست کی۔ بارے والی سمرقند کو رحم آ گیا۔ چھوڑ دیا۔ ان زیادتیوں سے فارغ ہو کر بادشاہ تاتار کی خدمت میں اطاعت وفرمانبرداری کا پیام بھیجا اور اعانت وامداد کا خواستگار ہوا۔

فتح سمرقند: ان واقعات کی اطلاع خوارزم شاہ کو ہوئی۔ آگ بگولا ہو گیا۔ حکم دے دیا کہ جس قدر سمرقند والے حکومت خوارزم کی حدود میں ہیں قتل کر ڈالے جائیں۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر اس حکم کو منسوخ کیا اور فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے فوجیں روانہ کیں۔ سب آخر میں خود روانہ ہوا اور دریائے جیحون کو عبور کر کے سمرقند پر جا اترا چاروں طرف سے گھیر کر جنگ شروع کر دی۔ والی سمرقند شہر چھوڑ کر قلعہ نشین ہو گیا۔ شہر پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا قتل وغارت کا بازار گرم ہو گیا تین روز تک قتل عام ہوتا رہا۔ تقریباً دو لاکھ تہ تیغ ہوئے۔ اس کے بعد خوارزم شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اسے بھی بزور تیغ فتح کر لیا۔ والی سمرقند اپنے چند اعزہ واقارب کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ اس کے مارے جانے سے ملوک خانیہ کے آثار صفحۂ دنیا سے نیست و نابود ہو گئے۔ واللہ ولی النصر بمنہ وفضلہ۔

خوارزم شاہ نے سمرقند اور اس کا قلعہ سر ہونے کے بعد اپنے گورنروں کو تمام صوبہ ماوراء النہر کے شہروں پر مامور کیا اور مظفر ومنصور خوارزم واپس آیا۔

ترکوں کا بلاد ساغون میں قیام: ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ایک گروہ بلاد ترکستان اور کاشغر چلا گیا تھا اور وہ سب ماوراء النہر میں پھیل گئے تھے۔ ملوک خانیہ والیانِ ترکستان کی فوجی خدمت کو اپنے اعزاز کا باعث سمجھتے تھے۔ ارسلان خاں محمد بن سلیمان بادشاہ ترکستان نے انہیں اپنے ان سرحدی علاقوں پر جو ملک چین سے متصل تھے حفاظت پر مامور کر رکھا تھا۔ انہی مقامات پر ان کی جاگیریں تھیں ان کے علاوہ وظائف اور تنخواہیں بھی مقرر تھیں۔ اگر ان سے کوئی غلطی، فروگذاشت یا امن عامہ میں خلل واقع ہو جاتا تھا تو ارسلان خاں انہیں سزائیں دیتا اور لڑ کر انہیں زیر کرتا تھا۔ لیکن چند روز بعد ترکوں نے ملوک خانیہ کی حدود مملکت میں رہنا پسند نہ کیا۔ غلامی کی زندگی سے نفرت پیدا ہوئی اس کے ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک کی تلاش میں نکل پڑے۔ چنانچہ بلاد ساغون میں جا کر قیام اختیار کیا۔

شاہ چین اور تاتار: کوخاں بادشاہ اعظم ترک نے چین سے ۵۲۲ھ میں خروج کیا۔ تاتاریوں کا یہ گروہ اس کے ساتھ گیا۔ خان محمود بن محمود بن سلیمان بن داؤد بغرا خاں (ہمشیر زادہ سلطان سنجر) مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ کوخاں نے اسے شکست دی۔ خان محمد نے اپنے ماموں سلطان سنجر سے کوخان کی زیادتیوں کی شکایت کی، امداد کا خواستگار ہوا،

سلطان سنجر نے ملوک خراسان اور عساکر اسلامیہ کو لے کر دریائے جیحون عبور کیا' ماہ صفر ۵۳۶ھ میں بادشاہ چین گوخان اور ان کے ہمراہی تاتاریوں سے مڈبھیڑ ہوئی جس میں ان لوگوں نے سلطان سنجر کو شکست دی۔ سلطان سنجر کی بیگم گرفتار ہوگئی۔ گوخان نے اسے بعزت واحترام سلطان سنجر کے پاس بھیج دیا' چینی ترکوں نے اس جنگ کے بعد بلاد ماوراء النہر پر قبضہ کرلیا۔

اس کے بعد گوخاں بادشاہ چین مرگیا۔ اس کی لڑکی تخت نشین ہوئی۔ زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ یہ لڑکی مرگئی' اس کی ماں (زوجہ گوخاں) اور اس کا بیٹا محمد تخت حکومت پر رونق افروز ہوئے۔ اس وقت سے ماوراء النہر انہی ترکوں کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش نے ان سے چھین لیا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔

کشلی خاں: اس واقعہ سے قبل ایک عظیم واقعہ پیش آیا تھا جس میں تاتاریوں کی قوت اور جماعت فنا ہوگئی۔ اور وہ یہ ہے کہ انہیں تاتاریوں کا ایک گروہ ترکستان سے باہر حدود چین میں جا کر آباد ہوگیا تھا۔ اس گروہ کا سردار کشلی خاں نامی ایک شخص تھا۔ اس گروہ سے اور ان تاتاریوں سے جنہیں خوارزم شاہ کے مقابلے پر شکست ہوئی تھی۔ قرب کے باعث جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے عداوت اور دشمنی چلی آرہی تھی جب کشلی خاں اور اس کے گروہ کو تاتاریوں کی شکست کی خبر ملی۔ اپنی پرانی دشمنی نکالنے اور اپنے پرانے دشمن کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کو اٹھ کھڑا ہوا۔ فوجیں فراہم کیں اور طوفان کی طرح سے بدبخت تاتاریوں کو زیر کرنے کے لیے بڑھا۔ ادھر تاتاریوں نے خوارزم شاہ کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ عفو تقصیر کی درخواست کی اور یہ پیام بھیجا کہ "اگر آپ ہماری اعانت سے ذرا بھی پہلوتہی کریں گے تو ہم لوگوں کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ لہٰذا اس سے قبل کہ وہ ہمارے سروں پر پہنچ کر ہمیں زیروزبر کریں آپ ہماری امداد پر تیار ہو جائیں۔" ادھر کشلی خاں بادشاہ ترک نے بھی مراسلہ بھیجا کہ "آپ ہم دونوں میں سے کسی کی مدد نہ کریں۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ہماری اور آپ کی مصالحت رہے گی آپ ہم کو اور تاتاریوں کو نبٹ لینے دیں۔"

تاتاریوں کی بربادی: خوارزم شاہ نے دونوں فریقوں کو ایسا جواب دیا کہ دونوں فریقوں کو خوارزم شاہ کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ خوارزم شاہ اپنی فوجیں لیے رزم گاہ سے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالے رہا اور ایسا رویہ اختیار کیا کہ دونوں فریق اخیر تک یہی سمجھتے رہے کہ خوارزم شاہ ہماری کمک پر آیا ہے۔ قصہ مختصر ترکوں اور تاتاریوں میں جنگ چھڑ گئی۔ تاتاریوں کو شکست ہوئی۔ میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ ترکوں نے قتل اور قید کرنا شروع کردیا۔ خوارزم شاہ جو اسی وقت کا منتظر تھا ترکوں کے ساتھ ہو کر تاتاریوں پر ٹوٹ پڑا۔ جماعت کی جماعت کام آگئی۔ چند افراد جانبر ہوئے۔

خوارزم شاہ اور کشلی خاں: فتح یابی کے بعد خوارزم شاہ نے کشلی خاں بادشاہ ترک کے پاس سفارت بھیجی اور یہ ظاہر کیا کہ میری ہی امداد سے تاتاریوں کے مقابلہ میں آپ کو کامیابی ہوئی ہے کشلی خاں نے اس کا اعتراف کیا اور شکر گزار ہوا' مدتوں دونوں میں مراسم اتحاد قائم رہے۔ ایک مدت کے بعد خوارزم شاہ اور کشلی خاں سے تاتاریوں کے شہروں اور مال واسباب کی تقسیم میں جھگڑا ہوگیا خوارزم شاہ اپنی کمزوری کو محسوس کر کے جنگ سے پہلوتہی کرتا تھا مگر موقع پا کر چوکتا نہ تھا اور کشلی خاں خوارزم شاہ کو ملامت کرتا اور بار بار یہی لکھتا تھا کہ یہ کام بادشاہوں کا نہیں ہے چوروں اور بزدلوں کا کام ہے' بادشاہت کا دعویٰ ہے تو مقابلہ پر آؤ" خوارزم شاہ اس تاؤ میں نہ آتا اور موقع کو ہاتھ سے نہ دیتا تھا۔ اسی

اثناء میں کشلی خان نے کاشغر، بلاد ترکستان اور ساغون پر قبضہ کر لیا۔ کشلی خان کی بڑھتی ہوئی قوت سے خوارزم شاہ کو خطرہ پیدا ہوا اس خیال سے کہ ساش، فرغانہ، کاشان اور اسفیجاب پر بھی کشلی خان قابض نہ ہو جائے اسے ویران کر دیا۔ وہاں کے رہنے والوں کو بلاد اسلام میں لا کر آباد کیا۔ اس زمانہ میں یہ مقامات عمدہ ترین مقامات میں شمار کیے جاتے تھے، آباد تھے، سرسبز تھے۔ خوش منظر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے شہروں میں ان سے زیادہ اچھا کوئی شہر نہ تھا۔

ترکوں میں اختلاف: اس کے بعد ترکوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ان میں سے ایک گروہ کشلی خان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ جو مغل کے نام سے موسوم تھا اس گروہ کا سردار چنگیز خان تھا کشلی خان ان کی لڑائیوں میں مصروف ہو گیا نہر کو عبور کر کے خراسان چلا گیا اور خوارزم شاہ کو اس کے حال پر چھوڑ گیا۔ ان کے جو کچھ واقعات رونما ہوئے ہم انہیں آئندہ بیان کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابوبکر تاج الدین: ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ خوارزم شاہ محمد بن تکش کے باپ کے امراء میں سے ایک امیر ابوبکر نامی تھا جسے تاج الدین کے لقب سے یاد کرتے تھے ابتداً یہ بہت غریب آدمی تھا اونٹوں کی حفاظت اور چرانے پر مامور تھا۔ قسمت نے یاوری کی۔ خوارزم شاہ کی خدمت تک پہنچ گیا۔ چلتا پرزہ اور ہوشیار تھا۔ ترقی کر کے سردان ہو گیا۔ (سردان اس زمانے میں پیشوائے مجاہدین کو کہتے تھے) کفایت شعار اور منتظم تھا خوارزم شاہ نے امارت کے عہدے سے ممتاز کر کے قلعہ زوزن کا حاکم بنا دیا ایک مرتبہ خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ''کرمان کا علاقہ میرے مقبوضہ قلعہ سے ملا ہوا ہے اگر حضور والا میری اعانت پر آمادہ ہوں اور تھوڑی سی فوج میری موجودہ فوج پر اضافہ فرما دیں تو یہ خانہ زاد نہایت قلیل مدت میں کرمان پر قبضہ کر لے'' خوارزم شاہ نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور اس کے ساتھ ایک فوج ۶۱۲ھ میں کرمان روانہ کی۔

ابوبکر تاج الدین کا کرمان اور سندھ پر قبضہ: ان دنوں کرمان کا والی محمد بن حرب ابوالفضل تھا جو عہد حکومت سنجری میں بحستان کا گورنر رہا تھا۔ ابوبکر تاج الدین نے پہنچتے ہی نہایت کم مدت میں کرمان فتح کر لیا۔ اس کے بعد کرمان کے اطراف کو رفتہ رفتہ سر کر کے اپنے دائرہ حکومت کو سندھ تک بڑھا لیا۔ سندھ فتح ہونے کے بعد ملک فارس کے شہروں میں سے شہر ہرمز پر جو کہ بحر فارس کے ساحل پر واقع ہے۔ دھاوا کیا۔ شہر ہرمز کے والی کا نام ملنک تھا۔ ملنک نے اطاعت قبول کی۔ خوارزم شاہ کے شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ ابوبکر تاج الدین نے بہت سا مال و اسباب اس سے حاصل کر کے خوارزم شاہ کے دربار میں روانہ کیا۔

والیٔ ہرمز کی اطاعت: چونکہ ہرمز بہت بڑی بندرگاہ تھا۔ تجارتی جہازوں کا مرکز تھا۔ اقصائے ہند، چین، یمن اور عمان وغیرہ کی کشتیاں یہاں آ کر لنگر انداز ہوتی تھیں۔ اس وجہ سے بلاد مذکورہ کے حکمراں والیٔ ہرمز کے مطیع رہتے اور اس کی دوستی کو باعث فلاح و بہبودی سمجھتے تھے۔ والیٔ ہرمز کے مطیع ہو جانے سے اس علاقہ کے بعض مقامات پر بھی خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا لیکن کیش اور والیٔ ہرمز سے عداوت کا سلسلہ جیسا کہ اس سے پیشتر تھا اسی

طرح رہا یہ دونوں والیان ملک میں مدت دراز سے ان بن چلی آ رہی تھی دونوں میں سے کسی کی تجارتی کشتی دشمن کے ساحل پر نہیں جاتی تھی اور خوارزم شاہ سمرقند کے اطراف میں اس خوف سے چکر لگا رہا تھا کہ کشلی خان بادشاہ ترک اس پر کہیں قبضہ نہ کر لے۔

خوارزم شاہ کا غزنی پر قبضہ: خوارزم شاہ نے بلاد خراسان اور بامیان وغیرہ پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد تاج الدین اور والی غزنی کو اپنی حکومت کی اطاعت کا پیام بھیجا۔

تاج الدین دز سلاطین غوریہ کے بعد غزنی پر قابض ہو گیا تھا جیسا کہ آپ سلاطین غوریہ کے حالات میں پڑھ آئے ہیں۔ تاج الدین نے اپنے ارکین دولت کو جمع کر کے خوارزم شاہ کا پیام سنایا اور مشورہ طلب کیا امیر کبیر قطلغ تکین (سلطان شہاب الدین غوری کا غلام) اور اس کے تمام ہمراہی یک زبان ہو کر بولے ''مناسب یہ ہے کہ آپ خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کر لیجئے ہم میں اس کے مقابلے کی قوت نہیں ہے اس کے نام کا خطبہ پڑھیے اور سکہ مسکوک کرائیے'' چنانچہ تاج الدین دز نے خوارزم شاہ کی خدمت میں اظہار اطاعت کی غرض سے فدویت نامہ بھیج دیا۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس کے نام کا سکہ مسکوک کرایا۔

اس کے بعد تاج الدین دز قطلغ تکین کو اپنا نائب بنا کر شکار کھیلنے چلا گیا۔ قطلغ تکین نے خوارزم شاہ کی خدمت میں پیام بھیجا ''میدان خالی ہے۔ جلد تشریف لائیے اور غزنی پر قبضہ کر لیجئے۔'' چنانچہ خوارزم شاہ نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے غزنی پہنچ گیا۔ غزنی اور اس کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جس قدر غوری اور بالخصوص ترک ملے' مار ڈالے گئے' تاج الدین دز کو اس کی اطلاع ہوئی۔ لاہور بھاگ گیا۔

قطلغ تکین کا انجام: خوارزم شاہ نے غزنی پر قابض تکین کو حاضری کا حکم دیا تخت وست کہا اور آقا و رفیق کے ساتھ بے وفائی کرنے پر گالیاں دیں اور گرفتار کر لیا چار سو غلام اور تیس اونٹ مال واسباب جرمانے میں وصول کر کے بار حیات سے سبکدوش کر دیا۔ یہ واقعہ ۶۱۳ھ یا بہ روایت بعض ۶۱۲ھ کا ہے۔ اپنے بیٹے جلال الدین منکبرس کو غزنی کا حاکم مقرر کر کے خوارزم واپس آیا۔

تسخیر بلاد جبل: ۵۹۰ھ میں خوارزم شاہ محمد بن تکش نے الرہا' ہمدان اور تمام بلاد جبل کو قطلغ ایانج اور بقیہ امراء سلجوقیہ سے لے لیا تھا موید الدین ابن قصاب وزیر السلطنت خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی اس سے جھگڑ پڑا خوارزم شاہ نے اسے دبا لیا اور قتل کر ڈالا جیسا کہ خلافت عباسیہ کے حالات میں ہم لکھ آئے ہیں۔

ازبک بن محمد کا اصفہان پر قبضہ: اس کے بعد خوارزم شاہ محمد بن تکش دوسری مہم میں مشغول ہو گیا اور ان جھگڑوں سے جو ابن قصاب سے پیش آ گئے تھے غافل ہو گیا یہاں تک کہ ۵۹۷ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد علاء الدین محمد بن تکش خوارزم شاہ کا لڑکا تخت حکومت پر متمکن ہوا سلاطین سلجوقیہ کے موالی میں سے بہلوان کے بعد دیگرے تمام علاقہ جبل پر قابض ہوتا گیا۔ ازبک بن بہلوان نے سلاطین سلجوقیہ سے بدعہدی کی اور خوارزم شاہ کی حکومت کا مطیع ہو گیا۔ ان میں

نسب کے بعد جو حکمران خواندہ اغماش (اغلمش) تھا یہ ایک مدت تک علاء الدین محمد بن تکش خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھتا رہا۔ اس کے بعد ایک باطنی نے اسے مار ڈالا۔ ازبک بن محمد بن بہلوان کو ملک گیری کا لالچ دامن گیر ہوا' اصفہان' رے' ہمدان اور جبل کے پورے علاقے پر دانت لگائے۔ سعد بن زنگی والی فارس کو بھی جسے سعد بن وکلا کے نام سے موسوم کرتے ہیں اپنے مقبوضہ ممالک پر خود مختار حکومت کا شوق چرایا۔ چنانچہ ازبک فوجیں مرتب کر کے صوبہ اصفہان کی جانب بڑھا اور اہل اصفہان کی دوستی اور سازش سے قابض ہو گیا' رے' قزوین اور سمنان کو سعد زنگی نے دبالیا۔

خوارزم شاہ کی ماوراء النہر پر فوج کشی: ان طوائف الملوکی کی خبر خوارزم شاہ کو سمرقند میں ملی۔ ملک گیری کی ہوس بڑھی' فوجیں فراہم کر کے ۶۱۲ھ میں دھاوا کر دیا اور ایک فوج ماوراء النہر اور ترکوں کی سرحد کی طرف روانہ کی۔ قومس پہنچ کر بارہ ہزار سواروں کو لے کر فوج سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کا مقدمۃ الجیش رے کے قریب پہنچ گیا۔ سعد زنگی رے کے باہر ایک میدان میں خیمہ ڈالے پڑا تھا۔ یہ خیال کر کے کہ یہ اہل رے کا لشکر ہے جو میری روک تھام کے لیے آیا ہے' سوار ہو کر لڑنے کو نکلا اور لڑائی چھیڑ دی۔ لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ خوارزم شاہ کی فوج ہے میدان جنگ خالی کر دیا۔ خوارزمی لشکر نے گرفتار کر لیا۔

ازبک کی اطاعت: اس واقعہ کی خبر ازبک کو اصفہان پہنچی۔ خوارزم شاہ کے خوف سے تھرا گیا۔ اصفہان کو خیر باد کہہ کر ہمدان کا راستہ لیا شارع عام کو چھوڑ کر جنگل اور پہاڑی دروں کو طے کرتا ہوا آذربائیجان پہنچا۔ اپنے وزیر ابوالقاسم بن علی کو معذرت نامہ لے کر اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار کی غرض سے خوارزم شاہ کے دربار میں بھیجا۔ خوارزم شاہ نے اس کی معذرت کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور ازبک نے سالانہ خراج خوارزم شاہ کے خزانہ میں داخل کر دیا۔

سعد زنگی کی رہائی و اطاعت: ادھر نصرت الدین ابوبکر نے (سعد زنگی کا بیٹا) اپنے باپ کی گرفتاری کا حال سن کر رنگ کھیلنے شروع کیے۔ اپنے باپ کی معزولی کا اعلان کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ادھر خوارزم شاہ نے سعد زنگی کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ قلعہ اصطخر خوارزم کے حوالے کر دے اور بقیہ علاقہ میں سے مالیہ کا تیسرا حصہ بطور خراج ادا کیا کرے۔ چنانچہ اس شرط کی ایفا کی غرض سے سرداران دولت خوارزمیہ کو قلعہ اصطخر پر قبضہ لینے کے لیے سعد زنگی کے ہمراہ روانہ کیا۔ شیراز پہنچنے پر یہ معلوم ہوا کہ نصرت الدین ابوبکر اپنے باپ کے خلاف حکومت فارس پر قابض ہو گیا ہے اور وہ شہر حوالہ کرنے کے خلاف ہے۔ سعد زنگی کے بعض امراء نے نصرت الدین ابوبکر کو سمجھا بجھا کر راضی کیا۔ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیراز لے گیا اور عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکمرانی کرنے لگا۔ خوارزم شاہ کو بادشاہ تسلیم کر کے اس کے نام کا خطبہ پڑھا گویا اس طرح پر ساوہ' قزوین' جرجان' ابہر' ہمدان' اصفہان' قم' قاشان اور تمام بلاد جبل پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے مصاحب اور امراء شہروں پر قابض ہو گئے۔ امیر طایسن کو ہمدان کی حکومت پر مامور کیا اور اپنے بیٹے رکن الدولہ نادر شاہ کو سب کا افسر اعلیٰ بنایا۔ جمال الدین محمد بن سابق شادی کو اس کی وزارت کا عہدہ عطا کیا۔

خوارزم شاہ اور خلیفہ ناصر الدین اللہ: جس وقت خوارزم شاہ محمد بن تکش کا قدم حکومت و سلطنت پر جمیا

کہ چاہیے استقلال کے ساتھ جم گیا اور دائرہ حکومت وسیع ہو گیا ۶۱۴ھ میں دربار خلافت بغداد میں درخواست بھیجی کہ جس طرح سلاطین سلجوقیہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اسی طرح میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے خلافت مآب نے درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت نہ فرمایا۔ معذرت کرنے کی غرض سے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو خوارزم شاہ کے پاس روانہ کیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی سفارت: خوارزم شاہ نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی بیحد عزت کی۔ نہایت تپاک سے استقبال کیا۔ شیخ شہاب الدینؒ نے تقریر کی ابتدا اس حدیث سے کی[1] ... خوارزم شاہ دوزانو بیٹھ کر کمال ادب سے سنتا رہا۔ جو کچھ عرض و معروض کیا ادب کا پہلو لیے ہوئے تھا۔ شیخ بہت دیر تک وعظ و پند کرتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جو بنو عباس کی ایذا اور تکلیف نہ دینے کے بارے میں تھے کمال خوبی سے بیان کیے خوارزم شاہ نے گذارش کی ماشاءاللہ میں نے کبھی کسی بنی عباس کو کسی قسم کی ایذا اور تکلیف نہیں دی۔ شیخ کے وعظ سننے کا مجھ سے زیادہ استحقاق خلافت مآب کو ہے مجھے معتبر ذریعہ سے یہ خبر ملی ہے کہ خلافت مآب کے حکم سے بنی عباس کا ایک گروہ مدت دراز سے قید کی مصیبتیں جھیل رہا ہے۔ شیخ نے جواب دیا۔ خلافت مآب جب کسی شخص کو بہ نظر اصلاح اور تادیب قید کی سزا دیتے ہیں تو مورد الزام نہیں ہو سکتے۔ اسی اصلاح کی غرض سے عنان خلافت انہیں دی گئی ہے۔ قصہ مختصر خوارزم شاہ نے شیخ کو رخصت کیا۔ شیخ بغداد واپس آئے۔

خوارزم شاہ کی مراجعت: بعض کا بیان ہے کہ خوارزم شاہ نے بلاد جبل پر قبضہ حاصل کر کے بغداد کا قصد کیا کوچ و قیام کرتا عقبہ سراباد پہنچا۔ بے حد برف پڑی۔ حیوانات مر گئے آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کٹ کر گر گئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ خلافت مآب کی طرف سے پیام لیے اس مقام پر خوارزم شاہ کے پاس پہنچے۔ وعظ و پند کیا۔ خوارزم شاہ کو اپنے کیے پر ندامت ہوئی۔ ارادہ ترک کر دیا چنانچہ ۶۱۵ھ میں خوارزم واپس آیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قطب الدین اولاغ شاہ کی ولی عہدی: رے اور بلاد جبل وغیرہ پر کلی فتوحات حاصل کرنے کے بعد خوارزم شاہ نے اپنے ممالک مقبوضہ کو اپنے لڑکوں پر اس طرح تقسیم کیا۔ خوارزم، خراسان اور ماژندران ولی عہد قطب الدین اولاغ شاہ کو دیئے غزنی، بامیان، غور، بست اور ہندوستان کے مقبوضات جلال الدین منکبرس کو مرحمت کیے، کرمان، کیش، مکران کی حکومت اپنے تیسرے بیٹے غیاث الدین تیر شاہ کو دی اور بلاد جبل کا رکن الدین غور شاہ کو حاکم بنایا۔

جلال الدین منکبرس اپنے سب بھائیوں سے بڑا تھا لیکن یہ ولی عہد نہیں بنایا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قطب الدین اولاغ شاہ کی ماں اور سلطان خوارزم شاہ کی ماں ترکمان خاتون ایک ہی قبیلہ بیاروت کی تھیں۔ بیاروت کا قبیلہ ترکمان خطا کے قبیلہ یمک کی ایک شاخ ہے ترکمان خاتون کا اپنے بیٹے سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش پر پورا پورا اثر تھا یہی وجہ ہے کہ بڑے بیٹے جلال الدین منکبرس کے ہوتے قطب الدین اولاغ شاہ کو خوارزم شاہ نے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

وزیر محمد بن احمد کی روایت: وزیر السلطنت محمد بن احمد سنوی منشی کاتب جلال الدین منکبرس نے اس کے اور اس کے باپ علاء الدین محمد بن تکش کے حالات میں لکھا ہے کہ خوارزم شاہ نے ولی عہدی کے دروازے پر پانچوں نمازوں کے بعد نوبت بجوانے کی اجازت دی تھی جو ہر نماز کے بعد بجائی جاتی تھی' اس نوبت کو ذوالقرنین کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ نقارے تعداد میں ستائیس تھے۔ سونے اور چاندی کے بنے تھے' جواہرات کی پچی کاری تھی۔ میں نے اس کی روایت کو دوسروں کی روایت پر اس وجہ سے ترجیح دی ہے کہ یہ ان دونوں کے حالات سے اوروں کی بہ نسبت زیادہ واقف ہے۔

غیاث الدین تیر شاہ کی گورنری: کرمان' مکران اور کیش پر مؤید الملک قوام الدین کا قبضہ تھا اور وہی ان مقامات کا واحد مستقل حکمران تصور کیا جاتا تھا۔ سلطان خوارزم شاہ کی واپسی عراق کے بعد مؤید الملک قوام الدین نے سفر آخرت اختیار کیا' خوارزم شاہ نے اپنے بیٹے غیاث الدین تیر شاہ کو اس کی جگہ مقرر کیا جیسا کہ آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں۔

مؤید الملک قوام الدین: مؤید الملک قوام الدین ایک معمولی بازاری آدمی تھا' قسمت نے یاوری کی بادشاہت کے درجہ تک پہنچ گیا۔ اس کی ماں نصرت الدین محمد بن ایزدائی زوزن کے محل سرا میں دایہ کی خدمت پر مامور تھی' مؤید الملک وہیں پیدا ہوا وہیں نشوونما پائی' سن شعور کو پہنچا' نصرت الدین کی خدمت میں رہنے لگا۔ چند روز بعد نصرت الدین سے علیحدہ ہو کر سلطان خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا' موقع پا کر ادھر سلطان خوارزم شاہ سے جڑا'' کہ نصرت الدین فرقہ باطنیہ کا ایک ممبر ہے۔'' ادھر دربار خوارزمی سے واپس ہو کر نصرت الدین کو سلطان کی سطوت اور جلال سے ڈرایا دھمکایا' نصرت الدین کو سلطان کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا' فرقہ باطنیہ (اسمٰعیلیہ) سے دوستانہ تعلقات پیدا کر کے قلعہ زوزن میں قلعہ نشین ہو گیا' مؤید الملک نے اس خبر کو دربار شاہی تک پہنچا دیا' سلطان سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا نصرت الدین کو معزول کر کے مؤید الملک کو اپنی نیابت کا عہدہ عنایت فرمایا' آخر کار نصرت الدین' مؤید الملک کے دام فریب میں پھنس گیا۔ قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ مؤید الملک نے حراست میں لے لیا۔ پابہ زنجیر سلطان خوارزم شاہ کی خدمت میں بھیج دیا' سلطان نے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

مؤید الملک کا خطاب: اس کے بعد مؤید الملک کو کرمان کا لالچ دامن گیر ہوا' اس وقت کرمان میں ملک دینار کے خاندان کا ایک شخص حکومت کر رہا تھا۔ مؤید الملک نے سلطان کو اس کے خلاف ابھار دیا' سلطان نے خراسان سے فوجیں بھیج دیں اور مالی امداد بھی دی' مؤید الملک نے کرمان پہنچ کر قبضہ کر لیا' خوارزم شاہ کو اس سے بیحد مسرت ہوئی اس حسن خدمت اور کارگذاری کے صلے میں مؤید الملک کا خطاب کیا اور کرمان کو جاگیر میں دے دیا۔

مؤید الملک کی وفات: سلطان خوارزم شاہ کی واپسی عراق کے وقت شاہی اونٹنی گم ہو گئی مؤید الملک نے چار ہزار بختی اونٹنیاں حاضر کر دیں' سلطان بیحد خوش ہوا' اتفاق سے اسی زمانہ میں مؤید الملک کی موت کا پیام آ گیا۔ دنیا کی ساری تمناؤں کو لیے ہوئے دنیا سے چل بسا۔ خوارزم شاہ نے اس کے مقبوضہ صوبہ پر اپنے بیٹے غیاث الدین کو مامور کیا جیسا کہ

ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

مئوید الملک بہت بڑا مالدار تھا غیاث الدین نے اس کے متروکات میں سے ہزار اونٹ سونے سے لدے ہوئے سلطان کی خدمت میں روانہ کیے تھے۔

ترکمان خاتون: ترکمان خاتون مادر سلطان محمد بن تکش قبیلہ بیاروت سے خان جنکش بادشاہ ترک کی لڑکی تھی۔ بیاروت کا قبیلہ' یمک ترکان خطا کی ایک شاخ ہے' سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش نے اس سے عقد کیا جس کے بطن سے سلطان محمد پیدا ہوا۔ جب سلطان محمد تخت آرائے حکومت ہوا تو یمک کے قبائل چاروں طرف سے سمٹ کر ترکمان خاتون کی خدمت میں آ گئے۔ ان کے علاوہ اور ترک بھی جو ان کے ہمسایہ تھے وہ بھی آ ملے۔ ترکمان خاتون کی قوت بے حد بڑھ گئی۔ دولت وحکومت پر قبضہ کر لیا' سلطان محمد نام کا بادشاہ رہ گیا۔ اسی کی حکومت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ بادشاہوں کی طرح اپنی طرف سے عمال مقرر کرتی' ملک کا نظم ونسق اس کے قبضہ اقتدار میں تھا۔ عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہ دیتی تھی۔ فریاد رسی' قتل وخونریزی کو روکتی' برائیوں کا انسداد کرتی' امور خیر انجام دیتی' داد و دہش اور صدقات کو اپنے تمام ممالک محروسہ میں پھیلا رکھا تھا۔ محض حکم نامہ لکھنے پر سات کاتب مامور تھے۔ اگر کبھی اس کا فرمان سلطان کے فرمان کے خلاف ہوتا تو یہ طے تھا کہ پچھلے فرمان پر عمل درآمد کیا جاتا۔

ترکمان خاتون کا لقب: خداوند جہان جس کے معنی ہیں ''ملکہ عالم'' اس کا لقب تھا۔ فرمان کے سرنامہ پر ''عصمۃ الدنیا والدین اولاغ ترکمان ملک نساء العالمین'' لکھا جاتا تھا۔ چوب قلم سے بدست خاص ''عصمت باللہ وحدہ'' دستخط کی جگہ لکھا کرتی تھی۔ خط نہایت پاکیزہ اور دیدہ زیب ہوتا تھا۔ ترکمان خاتون نے نظام الملک کو جو اس کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور سلطان کے دربار میں عہدۂ وزارت سے ممتاز تھا۔ اپنی وزارت پر بلایا۔ جب سلطان نے اپنے وزیر کو معزول کیا تو ترکمان خاتون کے حکم واشارے سے نظام الملک کو سلطان کا قلمدان وزارت دوبارہ سپرد کیا۔ حالانکہ سلطان اس کی وزارت سے خوش اور راضی نہ تھا چونکہ ترکمان خاتون حکومت وسلطنت پر قابو پا گئی تھی' اس وجہ سے نظام الملک کو بھی سلطان کی حکومت وسلطنت پر جابرانہ قوت حاصل ہو گئی۔ نہایت رعب وداب کی وزارت کی۔ کسی گورنر نے سلطان سے نظام الملک کی شکایت کی ''کہ اس نے خوارزم کے نواح میں لوگوں سے تاوان لیا ہے۔'' سلطان نے اپنے ایک خواص کو اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ ترکمان خاتون کو اس کی خبر لگ گئی' خواص کو اس کے قتل سے روک دیا۔ نظام الملک اپنی حالت پر بدستور قائم رہا اور سلطان اپنے حکم کو نافذ نہ کر سکا۔ واللہ یوید بنصرہ من یشاء۔

چنگیز خاں کی سفارت: عراق سے واپسی کے بعد سلطان خوارزم شاہ کی خدمت میں بمقام نیشاپور ۶۱۵ھ میں چنگیز خاں کی سفارت' معاہدہ تجارت اور مراسم اتحاد قائم کرنے کی غرض سے باریاب ہوئی۔ چنگیز خاں نے سفیروں کی معرفت قیمتی قیمتی جواہرات مشک کے نافے' عنبر اور ریشمی کپڑے بطور تحفہ بھیجے تھے' ملک چین اور اس کے متصل بلاد ترک کے فتح کر لینے کی اطلاع دی تھی اور یہ معاہدہ تجارت واتحاد لکھنے کی خواہش کی تھی۔ سفیروں کا انداز گفتگو بے باکانہ تھا۔ سلطان کو شبہ پیدا ہوا کہ شاید چنگیز خاں نے دھوکا اور فریب دینے کی غرض سے سفارت بھیجی ہے' اس وجہ سے نہ تو صاف طور سے معاہدہ کا

اقرار کیا اور نہ انکار۔ محمود خوارزمی کو جاسوسی کی خدمت پر مامور کر کے چنگیز خاں کے یہاں بھیج دیا۔ محمود خوارزمی نے واپس ہو کر چنگیز خاں کی تحریر کی تصدیق کی اور یہ خبر دی کہ چنگیز خاں نے ملک چین پر قبضہ کر لیا ہے۔ شہر طوغاج پر بھی قابض ہو گیا ہے۔ سلطان نے دریافت کیا ''اس کے لشکر کی تعداد کیا ہے؟'' جواب دیا'' کچھ زیادہ نہیں ہے۔'' سلطان خوارزم شاہ نے چنگیز خاں کی درخواست کے مطابق معاہدہ تجارت واتحاد لکھ کر سفیروں کو واپس کر دیا۔

امیر نیال اور تاتاری تاجر: اس کے بعد چنگیز خاں کے ملک کے چند تاجر تجارتی مال لے کر اترار آئے۔ نیال خاں (سلطان کا ماموں زاد بھائی) وہاں کا گورنر تھا۔ بیس ہزار فوج رکاب میں رہتی تھی۔ مال و اسباب کو دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ دست درازی کا لالچ دامن گیر ہوا' شاہی دربار میں رپورٹ کر دی کہ یہ تاجر نہیں ہیں بلکہ جاسوسی کی غرض سے آئے ہیں' سلطنت کی طرف سے ان کی نگرانی کا حکم صادر ہو گیا' نیال خاں کو موقع مل گیا' نگرانی کے بجائے ان لوگوں کو پوشیدہ طور سے قتل کر کے مال واسباب ضبط کر لیا۔

چنگیز خاں کے سفیر کا قتل: چنگیز خاں کو اس کی خبر لگی۔ سلطان کو ناراضگی اور تنبیہ کا خط لکھا' بدعہدی پر نفرین کا اظہار کیا۔ سلطان نے چنگیز خاں کے ایلچی کو بجائے جواب دینے کے مار ڈالا۔ اور اس خیال سے کہ مبادا چنگیز خاں اس خبر کو سن کر خوارزم پر چڑھ نہ آئے۔ سمرقند کی قلعہ بندی کی اور فوجیں مرتب کر کے چنگیز خاں کے ملک پر چڑھ گیا۔ رعایا سے تین برس کا خراج پیشگی وصول کیا۔ دو برس کا خراج مصارف جنگ کے لیے اپنے ساتھ رکھا اور تیسرے برس کا خراج سمرقند کے محافظوں کو عنایت کیا۔ چنگیز خاں ان دنوں اپنے ملک میں موجود نہ تھا۔ کشلی خان بادشاہ ترک سے جنگ کرنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ سوائے عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کے کوئی نہ تھا۔ خوارزم شاہ نے ان پر چھاپہ مارا۔ قتل و غارت کر کے جو کچھ ہاتھ لگا' لے کر واپس ہوا۔

جنگ خوارزم شاہ و چنگیز خاں: ابھی خوارزم شاہ اپنی سرحد میں داخل نہ ہوا تھا کہ چنگیز خاں کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ فوراً تعاقب پر روانہ ہو گیا۔ خوارزم شاہ سے مقابلہ ہوا۔ سخت معرکہ پیش آیا۔ فریقین کی فوج کا زیادہ حصہ کٹ گیا۔ تین دن تک مسلسل لڑائی کا سلسلہ جاری رہا چوتھے روز خوارزم شاہ نے میدان چھوڑ دیا جیحون پر پہنچ کر تاتاریوں کے نتیجہ کے انتظار میں قیام کیا چنگیز خاں نے تعاقب کی غرض سے قدم بڑھایا۔ خوارزم شاہ نے جیحون کا مورچہ بھی خالی کر دیا اور اپنی فوج کو ماوراء النہر' اترار' بخارا' سمرقند' ترمذ اور جند کے شہروں میں چنگیز خاں کے طوفان بدتمیزی کی روک تھام کی غرض سے پھیلا دیا۔ اینانج کو جو ان کا ایک نامی سردار ہونے کے علاوہ حاجب تھا۔ بخارا کی حفاظت پر مامور کیا۔ چنگیز خاں نے پہلے اترار کا محاصرہ کیا۔ اہل اترار لڑے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ چنگیز خاں نے بزور تیغ لے لیا۔

امیر نیال کا انجام: امیر نیال خاں جس نے چنگیز خاں کے تاجروں کو قتل کر کے مال واسباب چھین لیا تھا گرفتار ہو کر پیش کیا گیا۔ چنگیز خاں نے چاندی پگھلوا کر کانوں اور آنکھوں میں ڈلوا دی' جس سے وہ مر گیا' اس کے بعد بخارا کی طرف بڑھا۔ شہر کو امان و صلح سے فتح کر کے قلعہ بخارا پر محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ چند دن تک لڑے۔ بالآخر سب نے ہتھیار ڈال دیئے

بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اہل قلعہ اس کی خونریزی کے ہاتھوں بچ جائیں گے لیکن ایسا نہ ہوا' اس نے ان کے ساتھ بدعہدی کی اور قلعہ پر قبضہ کر کے سب کو گرفتار کر لیا اور قتل کا حکم دے دیا۔ بخارا کے بعد سمرقند کی باری آئی' اہل سمرقند بھی اسی کشتی پر سوار کر کے اتارے گئے۔ ان کے ساتھ بھی اہل بخارا کا سا برتاؤ برتا گیا۔ یہ واقعات ۶۱۹ھ کے ہیں۔

اس کے بعد سلطان خوارزم شاہ کی ماں کے چند قرابت مندوں نے جو سرداری کے رتبہ سے سرفراز تھے چنگیز خاں کو خط لکھا' خوارزم اور خراسان پر قبضہ کرنے کی تحریک کی اور اس خط کو جس شخص کی معرفت روانہ کیا اس نے اس خط کو سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سلطان نے غور سے پڑھا' اپنی ماں اور ان کے قرابت مندوں کی طرف سے مشتبہ و بدگمان ہو گیا۔

علاء الدین والیٔ قندھار کی علیحدگی جس وقت سلطان خوارزم شاہ کو اتراز' بخارا اور سمرقند پر چنگیز خان کے قبضہ کر لینے کی خبر موصول ہوئی اور گورنر بخارا چند اشخاص کے ساتھ جان بچا کر سلطان کی خدمت میں پہنچا' اسی وقت سلطان خوارزم شاہ نے جیحون کو عبور کیا۔ تاتاریوں کا گروہ (جو اس کی رکاب میں تھا) اور علاء الدین والیٔ قندھار سلطانی موکب سے علیحدہ ہو کر واپس آ گئے۔ اس سے لوگوں کے دل ہل گئے' خوف و ہراس کی کوئی انتہا نہ رہی۔

خوارزم شاہ کا تعاقب چنگیز خاں نے بیس ہزار سواروں کو خوارزم شاہ کے تعاقب پر مامور کیا۔ یہ مغربی تاتاری کہلاتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہیں چنگیز خاں نے خراسان کے مغربی علاقہ کو تاراج کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مغربی خراسان کو تاخت و تاراج کیا لوٹ مار کرتے بلاد دیجور تک پہنچ گئے۔ جس طرف سے گزرے کھیتوں اور باغات کو ویران' آبادی کو برباد اور چٹیل میدان کر دیا۔ سلطان خوارزم شاہ بحال پریشان نیشاپور پہنچا لیکن مغربی تاتاریوں کے تعاقب نے نیشاپور میں بھی قیام نہ کرنے دیا۔ عراق کی طرف چلا گیا اور مال و اسباب کو ایک قلعہ میں امانت کے طور پر رکھ گیا۔

خوارزم شاہ کا خزانہ منشی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امیر تاج الدین بسطامی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جس وقت خوارزم شاہ کوچ و قیام کرتا عراق تک پہنچا مجھے حاضری کی اجازت دی' اس کے روبرو دس صندوق موتیوں سے بھرے ہوئے رکھے تھے جس کی قیمت کوئی نہیں لگا سکتا تھا۔ اس میں سے دو صندوقوں میں قیمتی قیمتی جواہرات بھرے تھے جن کی قیمت ملک عراق کی قیمت کے برابر ہوگی' مجھے سلطان نے قلعہ اردوہز میں بطور امانت رکھ آنے کا حکم دیا۔ قلعہ اردوہز نہایت مضبوط قلعہ تھا چنانچہ میں نے اس حکم کی تعمیل کی اور قلعہ میں پہنچا دینے کی رسید لے کر شاہی دربار میں حاضر کر دی۔ اس کے بعد جب چنگیز خاں نے عراق کو فتح کیا تو ان صندوقوں کو بھی لے لیا۔

وزیر عماد الملک کا خاتمہ: قصہ مختصر خوارزم شاہ نیشاپور سے مازندران کی طرف گیا اور مغربی تاتار اس کے تعاقب میں تھے۔ مجبوراً مازندران کو چھوڑ کر ہمدان کے نواح میں چلا گیا' مغربی تاتاریوں نے چھاپہ مارا خوارزم شاہ کسی طرح بچ کر بلاد جبل پہنچا۔ اس کا وزیر عماد الملک بن[1] ...... اس واقعہ میں ساحل بحر ایک گاؤں میں قیام پذیر ہوا' جیسا کہ اس کی نیک عادت تھی صلوٰۃ تسبیح اور تلاوت قرآن میں مصروف ہوا۔

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر جگہ خالی ہے۔

سلطان محمد بن تکش کی وفات: چنگیز خانی تاتاریوں نے خوارزم شاہ کو یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ دوبارہ چھاپہ مارا' خوارزم شاہ کشتی پر سوار ہو کر دریا عبور کر گیا اور خونریز تاتاری اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ناکام واپس ہوئے۔ خوارزم شاہ نے دریائے طبرستان کے ایک جزیرے میں پہنچ کر اقامت اختیار کی اور وہیں رہنے لگا۔ مرض الموت نے آ کر گھیر لیا اہالیان ماژندران تیمارداری کرتے تھے۔ اس امید پر کہ اس زمانے نے پلٹا کھایا تو اس خدمت کے صلے میں خوارزم شاہ انہیں جاگیریں دے گا۔ صوبجات کی گورنری پر مامور کرے گا۔ لیکن خوارزم شاہ کو اس کا موقع نہ ملا۔ ۶۱۷ھ میں موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے سو گیا۔ اور اسی جزیرے میں دفن کر دیا گیا۔ اکیس سال حکومت کی۔ جلال الدین منکبرنی (خوارزم شاہ کا بیٹا) نے اہل ماژندران کی تمام امیدوں کو جو خوارزم شاہ سے متعلق تھیں پورا کیا۔

باب : ۱۰

جلال الدین منکبرس بن علاؤ الدین محمد

خوارزم شاہ نے وفات کے وقت اپنے بڑے بیٹے جلال الدین منکبرس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اپنے چھوٹے بیٹے قطب الدین اذلاغ شاہ کو ولی عہدی سے برطرف کر دیا۔

مادر خوارزم شاہ: ترکمان خاتون (مادر خوارزم شاہ) کو خوارزم میں ان واقعات کی خبر موصول ہوئی' پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ چنگیز خانیوں کے خوف سے خوارزم چھوڑ دینے کا قصد کیا۔ تقریباً بیس سرداران لشکر اور ان بادشاہوں کو جو اس وقت خوارزم میں قید تھے قتل کر کے بھاگ نکلی۔ ماژندران کے قلعوں میں سے قلعہ ایلان میں پہنچ کر قیام کیا۔

ترکمان خاتون کی گرفتاری: مغربی تاتاری جو خوارزم شاہ کے تعاقب میں گئے تھے دریائے طبرستان کو خوارزم شاہ کے عبور کر جانے کے بعد واپس ہوئے تو ماژندران پر حملہ کیا چنانچہ ماژندران کے تمام قلعوں کو سر کر لیا جو کچھ وہاں مال و اسباب تھا لوٹ لیا۔ ماژندران کے قلعے نہایت مضبوط مستحکم اور دشوار گزار تھے۔ کسی زمانے میں فتح نہیں ہوئے تھے جب مسلمانوں نے شاہان فارس کے مقبوضہ علاقے کو فتح کیا تھا اور ان کی حکومت کا جھنڈا عراق سے اقصائے خراسان تک کامیابی کے ساتھ لہرا رہا تھا اس وقت بھی یہ قلعے مسخر نہیں ہوئے تھے مسلمانوں نے صرف خراج لینے پر اکتفا کیا تھا۔ ۹۰ھ میں بہ زمانہ حکومت سلیمان بن عبدالملک (بنو امیہ کے خاندان کا ایک خلیفہ تھا) یہ قلعے فتح ہوئے تھے۔ اس کے بعد چنگیز خانی ترکوں نے یکے بعد دیگرے تمام قلعوں کو سر کیا۔ قلعہ ایلان میں ترکمان خاتون نے محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ اس قلعہ کو بھی صلح کے ساتھ فتح کر لیا اور ترکمان خاتون کو گرفتار کر لیا۔

ابن اثیر کی روایت: فاضل ابن اثیر کا بیان ہے کہ مغربی تاتاریوں کی ترکمان خاتون سے جب کہ وہ خوارزم سے ماژندران کی طرف بھاگ کر آ رہی تھی۔ اثنائے راہ میں مڈبھیڑ ہو گئی۔ چاروں طرف سے اسے گھیر لیا اور گرفتار کر لیا ترکمان خاتون کے علاوہ اور شاہزادیاں بھی جو اس کے ہمراہ تھیں گرفتار کر لی گئیں۔ تاتاریوں نے انہیں اپنے گھروں میں ڈال دیا۔ دوشی خاں ولد چنگیز خاں نے بھی ان میں سے ایک شاہزادی کے ساتھ شادی کر لی تھی۔ ترکمان خاتون نہایت ذلت اور مسکنت سے تاتاریوں کی قید میں رہی۔ چنگیز خاں کی طرف سے اسے بھی ایک خوان کھانا ملتا تھا جیسا کہ اور شاہزادیوں کو ملتا تھا۔

نظام الملک کا انجام: نظام الملک (خوارزم شاہ کا وزیر) ترکمان خاتون کے ساتھ تھا۔ یہ بھی چنگیز خان کے قبضہ میں پڑ گیا۔ چونکہ چنگیز خاں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ سلطان اس سے ناراض تھا اس وجہ سے اس کی عزت کرتا تھا اور اکثر خراج وغیرہ کے معاملات میں اس سے مشورہ کرتا تھا۔ جب دوشی خان نے خوارزم پر قبضہ کر لیا اور سلطانی حرم کو گرفتار کر لیا۔ جن میں چند گانے والی عورتیں بھی تھیں' ان میں سے ایک عورت اپنے کسی خادم کو دی۔ اس عورت نے تاتاری خادم کی خواہشات کو ٹھکرا دیا اور اسے اپنے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ اور نظام الملک کے یہاں جا کر پناہ لی' اس خادم نے نظام الملک سے شکایت کی اور وزیر نظام الملک کو اس عورت کی آشنائی سے متہم کیا۔ چنگیز خان نے وزیر نظام الملک کو سر دربار طلب کر کے اس جرم کا مجرم قرار دے کر مار ڈالا۔

تاتاریوں کی یلغار: مغربی تاتاری ۲۱۷ھ میں خوارزم شاہ محمد بن تکش کے تعاقب میں رہے پیچھے اور جب وہ ہاتھ نہ آیا تو ہمدان کی طرف لوٹے۔ اثناء راہ میں جو دیہات' قصبات اور شہر ملے تاراج کر ڈالے۔ اہل ہمدان نے اس طوفان بدتمیزی کی آمد کی خبر پا کر مال واسباب' قیمتی قیمتی کپڑے اور مویشی جس قدر فراہم کر سکے فراہم کر کے بحکم۔ ع

'دمن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ'

تیسرے تاتاریوں کے پاس حاضر کر دیا' چنانچہ ان کے ہاتھ سے ان کی عزت آبرو اور جان بچ گئی۔ زنجان کی طرف بڑھے۔ اہل زنجان نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا۔ یہ بھی بال بال بچ گئے' قزوین پر دھاوا کیا' اہل قزوین خم ٹھونک کر مقابلہ پر آئے' لڑے' مغربی تاتاریوں نے ان پر محاصرہ کیا اور بزور تیغ لڑ کر ان کو سر کیا۔ بیحد خونریزی ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قزوین میں چالیس ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے۔ اس کے بعد جاڑے کا موسم آ گیا۔ برف گرنا شروع ہو گئی۔ قتل وغارت کرتے ہوئے جیسا کہ ان کی عادت تھی آذربائیجان کی طرف روانہ ہوئے اس وقت تک ازبک پہلوان والی آذربائیجان تبریز میں مقیم تھا۔ لہو ولعب میں مصروف' خواہشات نفسانی میں منہمک انتظام ملک سے غافل' رنگ رلیوں میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ تدبیر آئی کہ اس نے مغربی تاتاریوں سے خط وکتابت کر کے کچھ دے کر اپنے کو ان کے شر سے بچایا' سیلاب کی طرح موقان کی طرف واپس ہوئے تا کہ جاڑے کا موسم کسی ساحل پر قیام کر کے گذاریں۔

بلاد کرج کا تاراج: اس کے بعد بلاد کرج پر چڑھائی کی۔ کرج نے مقابلہ کیا۔ سینہ سپر ہو کر لڑے۔ لیکن تاتاری طوفان کو روک نہ سکے۔ میدان چھوڑ دیا۔ تاتاریوں نے نہایت بے رحمی سے پامال کیا۔ ادھر کرج نے ازبک والی آذربائیجان اور اشرف بن عادل بن ایوب والی خلاط کی خدمت میں ایلچی بھیجے۔ تاتاریوں کے مقابلے پر امداد طلب کی۔ ادھر اقرش (ازبک کا آزاد غلام) تاتاریوں سے مل گیا۔ ترکمان اور اکراد کی فوج کثیر اس کی رکاب میں تھی۔ تاتاریوں کے ساتھ کرج پر چڑھ گیا۔ قتل وغارت کرتے ہوئے بلقین (بلقان) تک پہنچ گئے کرج خم ٹھونک کر مقابلہ پر آئے۔ پہلے اقرش سے مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد تاتاریوں نے حملہ کیا کرج کو شکست ہوئی کرج کی بے شمار فوج کٹ گئی۔ یہ واقعہ ماہ ذیقعدہ ۶۱۷ھ کا ہے۔

مراغہ کی پامالی: مغربی تاتاری مہم کرج سے فارغ ہو کر مراغہ کی جانب لوٹے۔ تبریز ہو کر گزرے والی تبریز جیسا کہ ان کی عادت تھی اسی طرح پیش آیا۔ تحائف اور نذرانے پیش کیے۔ جو کچھ ہوسکا نقد وجنس جمع کر کے نذر کیا۔ قتل وغارت کرتے ہوئے مراغہ پہنچے۔ مراغہ کی والیہ ایک عورت تھی۔ چند دن تک مقابلہ کرتی رہی۔ بالآخر صفر ۶۱۸ھ میں تاتاریوں نے اسے دبالیا اور جی کھول کر پامال کیا۔

تاتاریوں کی اربل پر فوج کشی: مراغہ سے فارغ ہو کر اربل پر حملہ کیا۔ مظفر الدین بن[1] اس شہر کا حاکم تھا۔ اس نے بدر الدین والی موصل سے امداد طلب کی۔ بدر الدین نے مظفر الدین کی کمک پر فوجیں بھیجیں اور خود سرحدی بلاد کی حفاظت کی غرض سے تیار ہوا۔ اتنے میں خلیفہ ناصر کا فرمان آ پہنچا۔ لکھا تھا کہ ''تم اپنی فوج کے ساتھ دقوقا میں جا کر قیام کرو اور عراقوں میں تاتاریوں کو گھسنے نہ دو۔'' چنانچہ اسلامی فوجیں دقوقا میں جمع ہوئیں' خلیفہ ناصر نے اپنے مملوک قشتمر (قشتمر) کو آٹھ سو نامی گرامی سرداران کی جمعیت سے مظفر الدین کی کمک کو روانہ کیا اور تمام لشکر کی قیادت مظفر الدین کو مرحمت فرمائی۔ لیکن دونوں حریف ایک دوسرے سے خائف ومرعوب ہو کر باہم تیغ وسپر نہ ہوئے۔

اہل ہمدان کا قتل: اسلامی لشکر کے متفرق ہونے کے بعد تاتاری طوفان ہمدان کی طرف بڑھا' ہمدان میں ان لٹیروں کی طرف سے ایک شحنہ اسی زمانے سے رہتا تھا۔ جب کہ انہوں نے پہلی مرتبہ ہمدان پر قبضہ کیا تھا۔ شحنہ کو حکم دیا کہ اہل ہمدان سے مال واسباب اور زر نقد وصول کر کے حاضر کر دیں' ہمدان کا رئیس ایک نہایت شریف شخص علوی خاندان کا تھا۔ اہل ہمدان روتے پیٹتے رئیس ہمدان کے پاس گئے۔ تمام حالات بتلائے شحنہ کے ظلم وستم کی شکایت کی' رئیس علوی نے جواب دیا ''اس کے سوائے کہ تاتاریوں کا مطالبہ پورا کیا جائے کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔'' اہل ہمدان بگڑ گئے' سخت وسست کہا اور تاتاریوں کے شحنہ کو ہمدان سے نکال دیا تاتاریوں سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ رئیس علوی کو یہ بات پسند نہ آئی' ہمدان کے قریب ایک قلعہ میں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔ تاتاریوں نے شہر پر حملہ کیا اور بزور تیغ شہر پر قبضہ کر کے خون کا دریا بہا دیا۔ کئی دن قتل عام ہوتا رہا۔

اردبیل کی تباہی: ہمدان سے فارغ ہو کر تاتاری آذربائیجان کی جانب واپس ہوئے۔ اردبیل پر قبضہ کر کے اہل اردبیل کو قتل' ان کے مکانات کو ویران' کھیتوں اور باغات کو برباد وفنا کر دیا۔ اس کے بعد تبریز کی باری آئی ابھی تاتاری تبریز تک نہیں پہنچے تھے کہ ازبک بن پہلوان والی آذربائیجان واران نے تاتاریوں کے خوف سے تبریز چھوڑ دیا۔ نخجوان کی طرف چلا اور اپنے اہل وعیال کو خوئی بھیج دیا' شمس الدین طغرائی تاتاریوں سے مقابلہ کرنے پر اٹھ کھڑا ہوا۔ شہر کی عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ اہل شہر کو جمع کر کے تسلی وتشفی دی۔ ایک حد تک شہر کی حفاظت کا بندوبست کیا۔ اتنے میں غارت گر تاتاری پہنچ گئے۔ اہل شہر کی مستعدی اور حفاظت کا حال سن کر حملہ سے رکے اور اہل شہر کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا۔ اہل شہر نے ایک معین ومقرر مال دے کر ان کے ظلم وستم سے اپنے کو بچا لیا۔

---

[1] بیاض فی الاصل

بلقان کی بربادی: تاتاری لٹیرے تبریز چھوڑ کر شہر سراو پر چڑھ گئے اہل شہر کو اپنی غارت گری اور لوٹ مار کا نشانہ بنایا تباہ و برباد کر کے بلقان کی جانب بڑھے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ ابھی جنگ کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ تاتاریوں نے اہل شہر کی درخواست پر اپنے ایک سردار کو بطور ایلچی شرائط صلح طے کرنے کے لیے اہل شہر کے پاس بھیجا۔ اہل شہر کی شامت آئی۔ تاتاری سردار کو مار ڈالا۔ پھر کیا تھا۔ ماہ رمضان ۶۱۸ھ میں بزور تیغ شہر پر قبضہ کر لیا۔ ایک قیامت برپا ہوگئی۔ قتل و غارت گری کے دروازے کھل گئے مار دھاڑ شروع ہوگئی بلا امتیاز مرد' عورت' جوان اور بوڑھے سب قتل کیے گئے۔ حمل والی عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچوں کو بھی قتل کیا۔ عورتوں کی بے آبروئی کرتے اور پھر انہیں قتل کر ڈالتے تھے۔ غرض کہ کوئی قبیح فعل ایسا نہ تھا کہ جسے ان لٹیرے تاتاریوں نے نہ کیا ہو۔ قرب و جوار کے دیہات اور قصبات ویران و برباد ہو گئے۔ آبادی اور انسانوں کا کہیں نشان باقی نہ رہا۔

اہل گنجہ سے مصالحت: بلقان کو برباد کر کے اران کے پایہ تخت گنجہ پر چڑھائی کی۔ اہل گنجہ نے معقول طور پر قلعہ بندی کر لی تھی۔ غلہ وغیرہ کا ذخیرہ کافی مقدار پر مہیا کر لیا تھا۔ تاتاریوں نے یہ رنگ دیکھ کر مصالحت کی گفتگو شروع کی چنانچہ اہل گنجہ نے جو کچھ تاتاریوں نے مطالبہ کیا' دے کر مصالحت کر لی۔

تاتاریوں اور کرج کی جنگ: مصالحت گنجہ کے بعد آذربائیجان اور اران کے صوبہ میں کوئی شہر ان کے دست برد سے باقی نہ رہا کسی کو مصالحت نے اور کسی کو لڑ کر سر کیا۔ ان صوبہ میں اب صرف وہ رقبہ باقی رہ گیا تھا جس پر کرج کا قبضہ تھا۔ تاتاریوں نے کرج کے مقبوضات کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کرج ان کی آمد سے بہت پہلے مطلع ہو گئے تھے' فوجیں' غلہ کے ذخیرے اور آلات حرب ضرورت سے زیادہ فراہم کر رکھا تھا۔ سینہ سپر ہو کر اپنی سرحد سے نکل کر تیغ در تیغ ہوئے۔ کرج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' تاتاریوں نے کرج کو مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ تقریباً تین ہزار کرج میدان میں کام آ گئے۔ میدان جنگ سے بھاگ کر اپنے پایہ تخت بلقین میں جا کر دم لیا۔ کرج کے بادشاہ نے فوجیں فراہم کیں اور انہیں مرتب کر کے تاتاریوں کے مقابلہ پر دوبارہ روانہ کیا۔ لیکن کرج ہمت ہار گئے۔ مقابلہ سے جی چرا کر الٹے پاؤں بلقین واپس آئے۔ تاتاریوں نے کرج کے تمام مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ جس طرح سے چاہا تباہ و برباد کیا۔ لیکن ملک کے اندرونی حصہ کو اس وجہ سے تاراج نہ کر سکے کہ راستہ نہایت دشوار گزار اور تنگ تھا۔ کثرت سے درے اور سربہ فلک پہاڑ کھڑے تھے۔

اہل شماخی کا قتل عام: بلاد کرج سے واپس ہو کر دربند شروان کی طرف قدم بڑھایا' شہر شماخی پر محاصرہ کیا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ تاتاری لڑتے بھڑتے شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گئے۔ سیڑھیاں نہ تھیں۔ شہر پناہ پر کس طرح چڑھتے۔ مقتولوں کی لاشوں کو ایک دوسرے پر رکھ کر ٹیلہ سا بنا لیا اور اس کے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ محافظوں کو قتل کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ جو سامنے پڑا مار ڈالا گیا جو مال نظر آیا لوٹ لیا گیا۔ کوئی بھی ان کے ظلم و ستم سے نہ بچا۔ تین دن تک قتل عام ہوتا رہا۔

شروان شاہ اور تاتار: شماخی کے تاراج سے فارغ ہو کر دربند کو عبور کرنے کا قصد کیا لیکن عبور نہ کر سکے۔ بادشاہ دربند شروان کے پاس پیام بھیجا کہ کسی کو شرائط صلح طے کرنے کی غرض سے ہمارے پاس بھیج دو شروان شاہ نے اپنے چند امراء کو تاتاریوں کے پاس بھیج دیا۔ تاتاریوں نے ان میں سے اکثر کو قتل کر ڈالا۔ باقی ماندگان کو گرفتار کر لیا۔ دھمکی دی ''کہ اگر تم ہمیں دربند کے عبور کرنے کا راستہ نہ بتاؤ گے تو ہم تمہیں بھی تمہارے ساتھیوں کی طرح مار ڈالیں گے'' چنانچہ ان لوگوں نے جان بچانے کی غرض سے دربند عبور کرنے کا راستہ بتا دیا بلکہ انہیں لوگوں کی رہبری کی وجہ سے دربند عبور کر کے دربند شروان کی کشادہ زمین اور ہموار ملک میں پہنچ گئے۔

تاتاریوں کی قفچاق سے مصالحت: اس صوبہ میں قفچاق' لان' لکز اور بہت سے جرگے ترکوں کے آباد تھے جس میں مسلمان بھی تھے اور کفار بھی۔ تاتاریوں نے ان لوگوں پر حملہ کیا۔ عام طور سے تمام باشندوں پر بلا امتیاز قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھایا۔ قفچاق اور لان نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ لٹیرے تاتاری انہیں مغلوب نہ کر سکے۔ میدان سے واپس ہو کر قفچاق کو پیام دیا کہ ''آؤ ہم اور تم صلح کر لیں ہم اور تم ایک ہی قبیلہ کے ہیں۔ لان سے ہمیں نبٹ لینے دو۔ تم لوگ لان کو بلا وجہ امداد دیتے ہو تم اور وہ نہ ایک خاندان کے ہو اور نہ ایک مذہب کے۔'' قفچاق اس فریب میں آ گئے۔ ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔

لان اور قفچاق کے قبیلوں کی تباہی: لان پر تاتاریوں نے حملہ کیا اور یکے بعد دیگرے ان کے شہروں پر قبضہ کر کے قفچاق پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ جو قفچاق والے دور دراز مقامات پر رہتے تھے ان میں سے بہتیرے بلاد روس چلے گئے' بہتیروں نے پہاڑوں اور جنگل میں جا کر پناہ لی۔ قفچاق صلح کا خواب دیکھتے ہی رہے اور تاتاریوں نے آہستہ آہستہ ان کے شہروں کو بھی سر کر لیا۔ قفچاق کے بے حد زرخیز اور سب سے بڑا شہر سرائے (سوداق) کو بھی لے لیا جو دریائے نیطش متصل خلیج قسطنطنیہ پر واقع تھا اور جنہیں قفچاق کی تجارت اور تجارتی بندرگاہ ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اس شہر کے اکثر باشندگان نے بھی بخوف جان و آبرو پہاڑوں میں جا کر بسیرا لیا اور بعض نے بلاد روم قلیج ارسلان کی حکومت میں جا کر سکونت اختیار کی۔

تاتاریوں کا روس پر حملہ: اس کے بعد تاتاریوں نے ۶۱۶ھ میں قفچاق کے علاقہ سے مملکت روس کا قصد کیا۔ روس کا ملک' قفچاق کے ملک سے ملا ہوا تھا۔ یہ بہت بڑی وسیع سلطنت تھی یہاں کے رہنے والے عیسائی مذہب کے پابند تھے۔ روسیوں نے ان کی آمد کی خبر پا کر فوجیں مرتب اور مہیا کیں اور اس قصد سے کہ تاتاریوں ہی کے ملک میں چل کر لڑنا چاہیے نکل پڑے' قفچاق کی بھی فوجیں روسیوں کے ساتھ تھیں۔ تاتاریوں نے یہ سن کر کہ روسی جنگ کو آ رہا ہے پیچھے ہٹے۔ روسیوں نے یہ خیال کر کے کہ تاتاری جنگ و مقابلہ سے جی چرا رہے ہیں' بڑھے۔ کئی منزل تک یہی حالت رہی کہ تاتاری آج جس منزل کو چھوڑ جاتے ہیں دوسرے دن روسی اس پر قابض ہو جاتے تھے۔ بالآخر تاتاریوں نے پلٹ کر حملہ کیا۔ روسی اور قفچاق مقابلہ نہ کر سکے پسپا ہو گئے۔ تاتاریوں نے قتل و غارت گری شروع کر دی بے حد خونریزی کی ہوئی۔ ہزاروں قید

کر لیے گئے باقی ماندہ اپنے ملک سے دست کش ہو کر کشتیوں پر سوار ہو کر مسلمانوں کے ملک میں چلے گئے۔ تاتاریوں نے ان کے ملک پر قبضہ کر لیا۔

تاتاریوں کی بلغار پر فوج کشی: روس اور قبچاق کو سر کر کے ان لٹیروں نے آخر ۶۲۰ھ میں بلغار پر دھاوا کیا۔ اہل بلغار نے ان کی آمد کی خبر پا کر مقابلہ کی تیاری کی چند مقامات پر فوج کے چند دستوں کو کمین گاہ میں بٹھایا اور باقی ماندہ فوج مقابلے کی غرض سے میدان میں آ گئی۔ تاتاریوں سے تیغ و سپر ہوئی۔ بلغاری فوج لڑتے لڑتے پیچھے ہٹی۔ تاتاری جوش مردانگی میں بڑھتے لگے یہاں تک کہ کمین گاہ سے نکل آئے بلغاری فوج نے کمین گاہ سے نکل کر تاتاریوں پر پیچھے سے حملہ کیا اور بلغاری وہ فوج جو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی تلواریں کھینچ کر پلٹ پڑی تاتاریوں کو دو طرف کی مار نے پریشان کر دیا گھبرا گئے کچھ بنائے نہ بنی سب کے سب کام آ گئے چند ہی کسی طرح جان بچا کر بھاگے اور چنگیز خان سے طالقان میں جا کر ملے۔ قبچاق اپنے ملک واپس آئے اور عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ واللہ یوید بنصرہ من یشاء۔ یہ حالات مغربی تاتاریوں کے تھے جو خراسان کے مغربی شہروں کو تاراج کرنے کے لیے گئے تھے۔

آپ اوپر خوارزم شاہ کی وفات اور مغربی تاتاریوں کا اس کے تعاقب میں روانہ ہونے اور شہروں اور ملکوں کو تاراج کرنے کے واقعات پڑھ آئے ہیں۔

چنگیز خانی لشکر کی غارت گری: چنگیز خاں نے خوارزم شاہ کی شکست اور فرار کے بعد جس وقت کہ وہ سمرقند میں تھا اپنی فوج کو چند حصوں میں منقسم کیا۔ ایک حصہ کو ترمذ کی طرف روانہ کیا جس نے کلات پر دھاوا کیا جو جیحوں کی جانب نہایت مستحکم اور مضبوط قلعہ بنا تھا اس قلعہ کو اس کے گرد و نواح کے مقامات کو ان لوگوں نے سر کر لیا۔ نہایت بے رحمی سے تاخت و تاراج کیا دوسرے حصہ کو فرغانہ کے پامال کرنے پر مامور کیا۔ تیسرے حصہ کو خوارزم کی طرف چوتھے حصہ کو خوزستان اور پانچویں کو خراسان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

تسخیر بلخ: چنگیز خانی لشکر کا جو حصہ خراسان سر کرنے پر مامور ہوا تھا اس نے بلخ پر حملہ کیا۔ ۶۱۷ھ میں صلح و امان سے فتح کیا۔ نہ کسی کو قتل کیا اور نہ لوٹ اور غارت گری سے اپنے ہاتھ کو رنگا۔ اپنے شحنہ (پولیٹیکل افسر) کو بلخ میں ٹھہرا کر زوزن' میمند' اندخوئی اور فاریاب کی طرف روانہ ہوا۔ صلح و آشتی سے ان شہروں پر قبضہ حاصل کیا۔ کسی شخص کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی۔ صرف یہ خدمت ان لوگوں سے لی جاتی تھی کہ ان کے ساتھ ہو کر ان کے مخالفوں سے لڑنا پڑتا تھا۔

محاصرہ طالقان: اس کے بعد طالقان پہنچے۔ طالقان ایک وسیع صوبہ اور چند شہروں پر مشتمل تھا۔ اس میں ایک قلعہ منصور کوہ نامی تھا۔ جس کی مضبوطی اور استحکام کو دوسرے قلعے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ تاتاریوں نے اس قلعہ پر محاصرہ کیا۔ چھ ماہ کامل محاصرہ کیے رہے کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تھی نہ آئی چنگیز خان یہ سن کر خود اس قلعہ کے محاصرے پر آیا۔ علاوہ چھ ماہ سابق کے چار ماہ اور محاصرہ کیے رہا۔ لیکن ثمر نہ ہوا۔ روزانہ لڑائی ہوتی تھی نتیجہ کچھ نہیں نکلتا تھا۔ چنگیز خان نے فوج کو حکم دیا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لائے اور اس کو قلعہ کے مقابل جمع کر کے اس پر مٹی ڈالے پھر اس پر لکڑیاں رکھے اور مٹی

ڈالے۔ یہاں تک کہ قلعہ کی بلندی کے مقابلہ پر ایک ٹیلہ بن جائے۔ فوج نے نہایت تیزی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ ساکنان قلعہ نے اپنی ہلاکت اور قلعہ کے فتح ہونے کا یقین کر کے دروازہ کھول دیا۔ دفعتہً حملہ کرتے ہوئے نکل آئے۔ سواروں کا رسالہ مارتے دھاڑتے نکل گیا۔ پہاڑوں اور جنگلوں کو طے کرتا ہوا بچ گیا۔ باقی رہے پیادے وہ مار ڈالے گئے۔ تاتاریوں نے شہر اور قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام شروع کر دیا جسے دیکھا مار ڈالا جو کچھ پایا لوٹ لیا۔

مرو اور ساوا پر فوج کشی: اس کے بعد چنگیز خاں نے اپنے داماد قفچاق تو ین کو خراسان، مرو اور ساوا کی جانب روانہ کیا اگر چہ قفچاق انہیں لڑائیوں میں کام آ گیا لیکن تاتاریوں نے محاصرہ سے ہاتھ نہ کھینچا۔ برابر حصار کیے ہوئے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ کامیاب ہو گئے۔ خون کی ندیاں بہا دیں دیہات قصبات اور شہر ویران ہو گئے۔ ہو کا عالم ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان معرکوں میں ستر ہزار سے زیادہ آدمی قتل کیے گئے۔ مردوں کی ہڈیوں کے بڑے بڑے ٹیلے بن گئے۔

اختیار الدین زنگی بن عمر: سرداران بنو حمزہ جس زمانہ میں خوارزم شاہ تکش نے خوارزم پر قبضہ کیا تھا اسی زمانہ سے خوارزم میں تھے تاتاریوں کے مظالم سن کر اختیار الدین زنگی بن عمر بن حمزہ کو خوارزم کی حفاظت کے لیے واپس کیا چنانچہ اس نے خوارزم کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور نظم و نسق اور شہر پناہ کی درستگی میں مصروف ہوا۔

مرو کی تسخیر: خراسان کے سر ہونے کے بعد چنگیز خاں نے اپنے بیٹے کو شہر مرو کے سر کرنے کے لیے روانہ کیا اور ان مسلمانوں کو بھی اس مہم پر جانے کا حکم دیا جن کے شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بادل ناخواستہ بخوف جان وآبرو تاتاری لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مرو میں اس وقت ان باقی ماندہ لوگوں کا ایک جم غفیر جمع تھا جو گزشتہ لڑائیوں میں تاتاریوں کے قتل سے بچ گئے تھے جن کی تعداد دو لاکھ سے زائد تھی۔ مرو کے باہر ان لوگوں نے صف آرائی کی اور اپنی کامیابی میں ذرا بھی شک و شبہ نہ کرتے تھے۔ تاتاریوں نے پہنچ کر جنگ چھیڑ دی۔ معرکہ کارزار شروع ہو گیا جس قدر ثابت قدمی سے مسلمانوں نے مقابلہ کیا اس سے کہیں زیادہ تاتاریوں نے اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیا نہایت استقلال سے لڑتے رہے۔ بالآخر چوتھے دن مسلمانوں نے میدان جنگ چھوڑ دیا۔ تاتاری نہایت بے رحمی سے قتل کرنے لگے۔ پانچ دن تک شہر کا محاصرہ کیے رہے۔ حاکم مرو کے پاس صلح کا پیام بھیجا امان دینے کا وعدہ کیا۔ حاکم مرو نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا اور خود تاتاری دربار میں حاضر ہوا۔

چنگیز خاں کا ظلم و جور: چنگیز خاں کے بیٹے نے اولاً نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا۔ خلعت دیا اس کے بعد حاکم مرو کو حکم دیا کہ جائزہ کی غرض سے اپنے لشکر کو حاضر کرو۔ جوں ہی تمام لشکر آ گیا گرفتار کر لیا لشکر کی گرفتاری کے بعد حاکم شہر سے رؤسا، شہر، تجار، کاریگران اور مہاجنوں کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں مرتب کرائیں اور ان سب کو مع اہل و عیال حاضری کا حکم دیا۔ چنگیز خاں سونے کی کرسی پر بیٹھا اور اس فوج کو پیش کرنے کا اشارہ کیا جو اس کے حکم سے گرفتار کی گئی تھی۔ چنگیز خاں نے بلا پس و پیش ان لوگوں کی گردن زدنی کا حکم صادر کیا۔ بات کی بات میں قتل کر دیے گئے امراء، رؤساء، تجار اور مہاجنوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا کہ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کیے گئے۔ بعض تو

زدوکوب کے صدمہ سے مر گئے۔ اور بعض مال نہ دینے کی وجہ سے زندہ قبروں میں دفن کر دیئے گئے۔ حصول زر کی آرزو میں مردوں کی قبریں کھود ڈالیں۔ غرض کہ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے جو جو مظالم کر سکتے تھے کیے۔ عوام الناس کو جن میں مرد بھی تھے۔ عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی تھے۔ لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ اس قتل عام اور غارت گری سے فارغ ہو کر شہر میں آگ لگا دی۔ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ مال ہی کی تلاش اور جستجو میں سلطان سنجر کی قبر کو کھود ڈالا۔ اس واقعہ کے چوتھے دن باقی ماندہ اہل شہر پیش ہوئے جو اس وقت تک ان تاتاریوں کی تلواروں سے بچ گئے تھے۔ چنگیز خان نے ان لوگوں کے بھی قتل کا حکم دے دیا۔ جن کی تعداد سات ہزار سے کم نہ تھی۔

نیشاپور کا تاراج: مرو کو تاراج کر کے نیشاپور کی طرف بڑھے۔ پانچ روز تک محاصرہ کیے رہے چھٹے روز تلوار کے زور سے شہر فتح کر لیا۔ نیشاپور والوں کے ساتھ وہی سلوک کیے جو انہوں نے اہل مرو کے ساتھ کیے تھے بلکہ بعض بعض مظالم کا یہاں اور اضافہ ہوا۔ پندرہ روز نیشاپور میں ٹھہرے رہے قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا۔

مقبروں کا انہدام: نیشاپور سے فارغ ہو کر چنگیز خان نے اپنے لشکر کا ایک حصہ طوس کی طرف روانہ کیا طوس میں بھی وہی مظالم کیے جس کے وہ عادی ہو رہے تھے۔ شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ امام علی بن موسیٰ رضا کے مشہد کو گرا ڈالا۔ خلیفہ رشید کے مقبرے کو زمین دوز کر دیا۔ قتل و غارت گری کرتے ہوئے ہرات کی جانب بڑھے۔ ہرات ایک محفوظ مقام تھا۔ دس دن تک محاصرہ کیے رہے۔ آخر کار یہ بھی سر ہو گیا۔ بہت سوں کو قتل کیا جو باقی رہ گئے انہیں امان دی اور ان پر ایک شحنہ مقرر کر کے جلال الدین منکبرس سلطان خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

اہل ہرات پر مظالم: تاتاریوں کی روانگی کے بعد اہل ہرات نے ان کے شحنہ کو مار ڈالا۔ جس وقت تاتاری جلال الدین سے شکست کھا کر واپس ہوئے اور شحنہ کے قتل کا واقعہ سنا بھڑ اُٹھے۔ ہرات میں گھس کر قتل عام شروع کر دیا۔ مکانوں میں آگ لگا دی۔ شہر پناہ کو توڑ ڈالا۔ ہرات کے نواح میں غارتگری کا بازار گرم ہو گیا المختصر ہرات اور اس کے نواح کو تاراج کر کے چنگیز خاں کے پاس طالقان چلے آئے چنگیز خان طالقان میں خاموش نہیں بیٹھا تھا بلکہ صوبہ خراسان کے بقیہ شہروں کو تاراج کرنے کے لیے فوجیں بھیج رہا تھا جو یکے بعد دیگرے شہروں کو تاراج کر رہی تھی یہاں تک کہ تمام صوبہ خراسان برباد و تباہ ہو گیا۔ یہ مظالم جو تاتاریوں نے خراسان میں کیے بے انتہا ہیں کیے اہل خراسان اکثر فنا ہو گئے جو باقی رہ گئے وہ دوسرے شہروں میں جا کر قیام پذیر ہوئے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

سلطان جلال الدین منکبرس: جس وقت سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش نے دریائے طبرستان کے ایک جزیرے میں جان دی۔ اس کی اولاد جلال الدین منکبرس کی ماتحتی میں جو کہ ان میں سب سے بڑا تھا' خوارزم کی طرف روانہ ہوئی۔

خوارزم پر ترکمان خاتون مادر خوارزم شاہ محمد بن تکش کی واپسی کے بعد عیاروں میں سے ایک شخص قابض ہو گیا تھا اور اس نے خوارزم پر پورے طور سے قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ رعایا کے ساتھ بدسلوکی شروع کر دی' اوباشوں کی بن آئی۔ لوگوں

کے مال و زر پر دست درازی کرنے لگے۔ اتنے میں شاہی دیوان کے امراء خوارزم پہنچے اور انہوں نے سلطان کی موت کی خبر مشہور کی اور یہ بھی ظاہر کیا کہ جلال الدین اور اس کے بھائی خوارزم آ رہے ہیں۔ اوباش اور لٹیرے یہ سن کر بھاگ گئے۔ جلال الدین اپنے بھائیوں کے ساتھ خوارزم پہنچ گیا۔ چاروں طرف سے مسلمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ سات ہزار لشکر جمع ہو گیا۔ اس لشکر میں زیادہ تر قبیلہ بیاروت کے سپاہی تھے جو مادر خوارزم شاہ (ترکمان خاتون) کے اعزا و اقارب تھے۔ یہ لوگ اولاغ شاہ کی طرف مائل ہو گئے اس کا سبب یہ تھا کہ یہ ان کی بہن کا لڑکا تھا جیسا کہ اوپر آپ پڑھ آئے ہیں۔

تاتاریوں کا خوارزم پر حملہ: القصہ ان لوگوں نے جلال الدین پر حملہ کرنے اور اسے معزول کرنے کا مشورہ کیا۔ کسی ذریعہ سے جلال الدین کو اس کی خبر لگ گئی۔ تین سو سواروں کے ساتھ خراسان کا راستہ لیا۔ نسا کے بے آب و گیاہ بیابان کی طرف چلا۔ تاتاریوں کے ایک دستہ فوج سے مقابلہ ہو گیا۔ جلال الدین نے انہیں شکست دے دی۔ تاتاریوں کا شکست خوردہ لشکر نساء میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ نساء میں اس وقت اختیار الدین زنگی بن محمد بن عمر بن حمزہ خوارزم سے واپس ہو کر قیام پذیر تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں نساء کا نظم و نسق اختیار الدین کے قبضہ میں تھا۔ اس نے بقیہ تاتاریوں کو حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ جلال الدین کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ امداد کی درخواست کی' جلال الدین نیشاپور کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد تاتاریوں کا ٹڈی دل لشکر جلال الدین کی روانگی کے تیسرے دن خوارزم پہنچا۔ قطب الدین اولاغ شاہ اور اس کے دوسرے بھائی خوارزم سے بھاگ نکلے۔ تاتاریوں نے تعاقب کیا۔ قطب الدین اولاغ شاہ نیشاپور ہو کر گزرا۔ اختیار الدین والی نساء ساتھ ہو لیا۔

قطب الدین اولاغ شاہ کا قتل: تاتاریوں نے نواح خراسان میں ان لوگوں کا محاصرہ کر لیا۔ ہنگامہ کارزار شروع ہو گیا اولاغ شاہ مارا گیا۔ تاتاریوں نے اس کے مال و متاع اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ اولاغ شاہ کا مال و اسباب عام فوجیوں اور کاشتکاروں کے ہاتھ لگا جسے ان لوگوں نے نہایت ارزاں قیمت پر فروخت کر ڈالا۔ اختیار الدین زنگی نسا واپس آیا اور خود مختار حکومت کرنے لگا لیکن شاہ کے لقب سے اپنے کو ملقب نہ کیا جلال الدین نے نساء کی گورنری کی سند حکومت بھیج دی چنانچہ اختیار الدین نے اس کے شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔

جلال الدین منکبرس کی مراجعت غزنی: اس کے بعد جلال الدین کو یہ خبر پہنچی کہ تاتاریوں نے نیشاپور پر چڑھائی کی ہے۔ اور چنگیز خان طالقان میں ہے[1] ...... نائب ہرات رکاب میں روانہ ہوا۔ سلطان خوارزم شاہ کا ماموں زاد بھائی دس ہزار فوج کے ساتھ تاتاریوں کے مقابلہ سے بھاگ کر سجستان کی طرف چلا۔ اہل سجستان نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ ناچار واپس ہوا۔ جلال الدین نے بلا کر اپنی فوج میں شامل کر لیا۔ اور تاتاریوں پر حملہ کی تیاری کر دی اس وقت تاتاری قلعہ قندھار پر محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ سخت خونریز جنگ ہوئی ایک شخص بھی ان میں سے جانبر نہ ہوا۔ جلال الدین غزنی کی طرف واپس ہوا۔

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

رضاء الملک شرف الدین کا قتل: غزنی پر قربوشت والی غور اس زمانے سے قابض ہو گیا تھا جب کہ والی غزنی جلال الدین کے پاس والی سجستان کی زیادتیوں کی شکایت کرنے کے لیے گیا تھا۔ صلاح الدین نسائی نے اس سے مطلع ہو کر غزنی پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ قلعہ غزنی پر قبضہ حاصل کر کے قربوشت کو مار ڈالا اور شہر غزنی پر بھی قابض ہو گیا[1] ...... رضاء الملک شرف الدین بن امور نے اس سے مخالفت کی اور اسے بھی نیچا دکھا کر غزنی کا حاکم بن گیا۔ جب جلال الدین کو تاتاریوں پر بمقام قندھار کامیابی ہوئی اور مظفر و منصور غزنی واپس آیا تو رضاء الملک کو قتل کر کے غزنی پر قبضہ کر لیا اور وہیں سکونت اختیار کی۔ یہ واقعہ ۶۱۸ھ کا ہے۔

تاتاریوں کا خوارزم پر قبضہ: ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ جیحون سے خوارزم شاہ کے بھاگنے کے بعد چنگیز خاں نے اپنی فوج کو ملک گیری اور تاراج کرنے کی غرض سے تمام ملک میں پھیلا دیا۔ چنانچہ ایک بڑی فوج خوارزم کو سر کرنے کے لیے بھی روانہ کی خوارزم کو خوارزم شاہ کے پایہ تخت ہونے کی عزت حاصل تھی۔ فوج بھی کثرت سے یہیں رہتی تھی۔ تاتاری لشکر چنگیز خاں کے بیٹے جبطائی اور اربطائی کی ماتحتی میں خوارزم کی طرف بڑھا۔ پانچ ماہ کامل محاصرہ کا سلسلہ قائم رہا۔ لڑائی برابر ہوتی رہی۔ منجنیقیں شب و روز چلتی رہیں لیکن کامیابی کی صورت دکھائی نہ دی۔ چنگیز خاں سے امداد کی درخواست کی۔ چنگیز خان نے پے در پے متعدد فوجیں کمک پر بھیجیں۔ سب نے مجموعی قوت سے حملہ کیا اور شہر کے ایک جانب کو فتح کر لیا۔ اس سمت کا سر ہونا تھا کہ یکے بعد دیگرے محلات فتح ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ پورے شہر خوارزم پر تاتاریوں کا قبضہ ہو گیا اس وقت ان تاتاریوں نے اس کھڑکی کو کھول دیا جو جیحون کے پانی کو شہر میں آنے سے روکتا تھا۔ کھڑکی کا کھولنا تھا کہ دفعتہً سیلاب آ گیا۔ سارا شہر غرق ہو گیا یعنی اہل شہر تاتاریوں کی تلواروں اور سیلاب جیحون پر تقسیم ہو گئی کوئی بھی جانبر نہ ہوا۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ نسائی کاتب کا بیان ہے "دوش خاں بن چنگیز خاں نے اہل خوارزم کو امان دی تھی اہل شہر نے اس اطمینان پر شہر کا دروازہ کھولا۔ اور ان کے پاس آئے۔ اس نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۶۱۷ھ کا ہے۔

قصہ مختصر تاتاری قزاق خراسان اور خوارزم کے تاراج سے فارغ ہو کر اپنے بادشاہ چنگیز خاں کے پاس طالقان واپس آئے۔

آبناخ خاں اور اختیار الدین: آبناخ خوارزم شاہ کی حکومت کے زمانے میں ممتاز امراء اور ارکین دولت میں سے تھا خوارزم شاہ نے اسے دوبارہ بخارا کی گورنری پر مامور کیا تھا جب تاتاریوں نے بخارا کو سر کر لیا۔ جیسا کہ آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں تو آبناخ بخارا چھوڑ کر سنستان میدان کی طرف بھاگ گیا۔ بحال پریشان مرتا کھپتا تو اح نساء میں جا کر دم لیا۔ اختیار الدین والی نساء نے خط و کتابت شروع کی۔ نساء میں داخل ہونے کی درخواست کی آبناخ نے صاف انکار کر دیا۔ اختیار الدین خود آبناخ سے ملنے آیا اور ضروری چیزوں سے اس کی امداد کی۔

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

بشخوان کا محاصرہ: نساء کے قصبات میں سے ایک قصبہ بشخوان تھا جس کا رئیس ابوالفتح نامی ایک شخص تھا اس نے تاتاریوں کی سازش اور پشت پناہی سے خوارزم کے شحنہ کو خط لکھا' آبناخ کو زیر کرنے کی غرض سے فوجیں بھیجیں' آبناخ نے اسے شکست دی اور نہایت برے طور سے پامال کیا۔ بشخوان پر محاصرہ کیا اور بزور تیغ اسے فتح کر لیا۔ اثنائے محاصرہ میں ابوالفتح مر گیا۔ آبناخ نے ابیورد کا قصد کیا۔

اختیار الدین زنگی کی وفات: ابیورد اور مرو کے درمیانی شہروں پر تاج الدین بن عمر بن مسعود قابض ہو رہا تھا۔ اکابر امراء کی ایک جماعت اس کا دایاں بازو بنی ہوئی تھی۔ حسب ضرورت وقت پر فوجیں بھی موجود تھیں۔ آبناخ نے چھیڑ چھاڑ مناسب نہ سمجھی نساء واپس آیا۔ اس وقت اس کا گورنر اختیار الدین زنگی جاں بحق تسلیم کر چکا تھا اور اس کے چچا کا لڑکا عمدۃ الدین حمزہ بن محمد بن حمزہ نساء پر حکومت کر رہا تھا۔ آبناخ نے اس سے ۶۱۸ھ کے خراج کا مطالبہ کیا اور جب اس نے دینے سے انکار کیا تو شروان کی طرف روانہ ہوا۔ شروان میں ایلچی بہلوان حکومت کر رہا تھا۔

آبناخ خان اور تاتاریوں کی جنگ: آبناخ نے ایلچی بہلوان کو نیچا دکھا کر شروان پر قبضہ کر لیا۔ ایلچی بہلوان بحال پریشان جلال الدین منکبرس کے پاس ہندوستان چلا گیا اور آبناخ خاں آہستہ آہستہ خراسان پر قابض ہو گیا۔ تکین بن بہلوان کا مرو پر قبضہ تھا۔ آبناخ نے جیحون کو عبور کیا۔ تاتاری شحنہ پر بخارا میں دفعتہً چھاپہ مارا۔ تاتاریوں نے ۶۲۰ھ میں بزور تیغ آبناخ کو پیچھے ہٹا دیا' شروان کی واپس ہوا تاتاری تعاقب میں تھے چنانچہ جرجان پہنچ کر آبناخ کو گھیر لیا۔ لڑائی ہوئی' اس معرکہ میں بھی تاتاریوں کو فتح نصیب ہوئی میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ غیاث الدین تیر شاہ بن خوارزم شاہ کے پاس رے میں جا کر پناہ لی اور اس کی خدمت میں قیام اختیار کیا۔ یہاں تک کہ وفات پائی جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

رکن الدین غور شاہ بن خوارزم شاہ: ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ جب سلطان خوارزم شاہ نے اپنے لڑکوں پر ملکوں کو تقسیم کیا تھا تو عراق کو رکن الدین غور شاہ کے حصہ میں دیا تھا جب سلطان خوارزم شاہ رے کی جانب بھاگا تو اس کا بیٹا غور شاہ اس سے مل کر رے سے کرمان گیا۔ نو مہینہ کرمان پر قابض رہا جب اسے یہ خبر لگی کہ جلال الدین محمد بن آبہ قزدینی جو اس وقت ہمدان میں ہے عراق پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور بہت سے امراء و سرداران لشکر اس کے ہم خیال ہو گئے ہیں اور مسعود بن صاعد قاضی اصفہان بھی مل گیا ہے تو نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے اصفہان پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ قاضی مسعود اتابک سعد بن زنگی والی فارس کے پاس بھاگ گیا اور اس کے سایہ عاطفت میں پناہ گزیں ہوا۔

رکن الدین غور شاہ اور تاتاریوں کی جنگ: رکن الدین غور شاہ نے ہمدان کو سر کرنے کی غرض سے فوجیں روانہ کیں۔ لیکن یہ فوجیں بلا جنگ و جدال ہمت ہار کر واپس آ گئیں۔ رکن الدین غور شاہ رے کی جانب واپس ہوا یہاں پر ابن گل دیگر شگفتہ کا مضمون ہو رہا تھا۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کا ایک گروہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہا تھا۔ رکن الدین غور شاہ کو فرقہ اسمٰعیلیہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ ملا۔ تاتاریوں کا ٹڈی دل لشکر آ پہنچا۔ قلعہ راوند میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ نہایت تنگ

سے لڑائی شروع ہوئی۔ رکن الدین غورشاہ بھی کمال مردانگی سے تیغ سپر ہوا۔ تاتاریوں کے دانت کھٹے ہو گئے اور ناکام واپس آئے۔

ابن آبہ اور تاتاری: ابن آبہ والی ہمدان نے تاتاریوں سے امان کی درخواست کی۔ تاتاریوں نے اسے امان دی اور ہمدان میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس کی جگہ علاء الدین شریف حسین کو ہمدان کی حکومت پر مامور کیا۔

غیاث الدین تیرشاہ بن خوارزم شاہ: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ خوارزم شاہ نے بوقت تقسیم ملک اپنے بیٹے غیاث الدین تیرشاہ کو کرمان اور کیش کی حکومت عطا کی تھی لیکن وہ کسی وجہ سے اپنے باپ کے عہد حکومت میں کرمان نہ گیا جب تاتاریوں نے قزوین پر حملہ کیا تو غیاث الدین تیرشاہ نے نواح اصفہان میں ماروت نامی قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ والی قلعہ نے عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ چند روز بعد اصفہان واپس آیا جس وقت ٹلیرے تاتاری آذربائیجان کی طرف سیلاب کی طرح بڑھ رہے تھے۔ اصفہان ہو کر گزرے اور اس پر محاصرہ کیا اہل اصفہان نے قلعہ بندی کر لی۔ تاتاریوں کی کچھ پیش نہ گئی آخر ۶۲۰ھ تک غیاث الدین تیرشاہ یہاں مقیم رہا۔ جب اس کا بھائی رکن الدین غورشاہ کرمان سے اصفہان آیا تو غیاث الدین تیرشاہ رکن الدین غورشاہ سے ملا۔ اور کرمان پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی اور تحریک کی۔ چنانچہ رکن الدین غورشاہ نے کرمان پر قبضہ حاصل کر لیا پھر جب رکن الدین غورشاہ مارڈالا گیا تو غیاث الدین تیرشاہ عراق چلا آیا۔

امیر بقاط لبستی کی اسیری و رہائی: جس وقت رکن الدین غورشاہ کو اس کے باپ خوارزم شاہ نے عراق کی حکومت عطا کی تھی تو امیر بقاط لبستی کو رکن الدین غورشاہ کی وزارت کا عہدہ مرحمت فرمایا تھا۔ امیر بقاط لبستی نے حکومت پر قابو حاصل کر لیا۔ رکن الدین غورشاہ نے اپنے باپ خوارزم شاہ سے شکایت کی اور گرفتار کر کے جیل میں ڈالنے کی اجازت طلب کی' چنانچہ رکن الدین غورشاہ نے امیر بقاط لبستی کو گرفتار کر کے قلعہ سرجہاں میں قید کر دیا۔ جب رکن الدین غورشاہ مارڈالا گیا تو نائب قلعہ اسد الدین حولی نے امیر بقاط لبستی کو رہا کر دیا۔ امراء اور فوج کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ غیاث الدین تیرشاہ کو خطرہ پیدا ہوا۔ میل جول پیدا کیا اور اپنی بہن سے عقد کر دیا۔ لیکن اپنی بہن کو عروسی میں جانے سے روک لیا۔

جنگ امیر بقاط لبستی و ازبک خان: رکن الدین غورشاہ کے قتل کے بعد اصفہان کی حکومت پر ازبک خان نامی ایک شخص قابض ہو گیا تھا۔ ایک فوج اس کی رکاب میں جمع ہو گئی تھی۔ امیر بقاط لبستی نے ازبک خان پر حملہ کیا۔ ازبک خان نے غیاث الدین تیرشاہ سے امداد کی درخواست کی غیاث الدین تیرشاہ نے اپنے ایک امیر دولۃ الملک کی ماتحتی میں ایک فوج ازبک خان کی کمک پر بھیج دی یہ کمک نہیں پہنچنے پائی تھی کہ امیر بقاط لبستی نے ازبک خان پر حملہ کر کے شکست دے دی اور اثناء دار و گیر میں اصفہان کے باہر میدان جنگ میں مارڈالا۔ اصفہان پر قبضہ کر لیا۔

غیاث الدین تیرشاہ کا محاصرہ اصفہان: دولۃ الملک غیاث الدین کے پاس واپس آیا غیاث الدین کو امیر بقاط لبستی کا یہ فعل ناگوار گزرا فوجیں آراستہ کر کے اصفہان پر چڑھائی کر دی۔ قاضی اصفہان اور صدر الدین رئیس نے اطاعت قبول کی۔ امیر بقاط لبستی بھی مطیع ہو گیا اور غیاث الدین تیرشاہ کو راضی کر لیا۔ غیاث الدین تیرشاہ نے اپنی بہن کی

رسم رخصتی ادا کر دی۔ عراق، ماژندران اور خراسان کا واحد حکمران ہو گیا۔ ماژندران اور اس کے صوبہ پر دولۃ الملک کو متعین کیا اور صوبہ ہمدان کی حکومت امیر بقاطالبستی کو عطا کی۔

اس کے بعد غیاث الدین تیر شاہ نے آذر بائیجان پر حملہ کیا۔ مراغہ پر متعدد چھاپے مارے۔ ازبک بن بہلوان والی آذر بائیجان نے صلح کے مراسلات بھیجے، رد و کد کے بعد صلح ہو گئی۔

امیر بقاطالبستی کی بغاوت و سرکوبی: امیر بقاطالبستی نے نہایت کم مدت میں غیاث الدین تیر شاہ کی حکومت و سلطنت پر قابو حاصل کر لیا دماغ پھر گیا خود مختار حکومت کی سوجھی۔ مراسم اتحاد کو خیر باد کہہ کر آذر بائیجان کا قصد کیا۔ آذر بائیجان میں دو نمک حرام غلام ازبک بن بہلوان کی مخالفت پر پہلے سے تلے ہوئے تھے یہ دونوں امیر بقاطالبستی سے مل گئے اور بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا غیاث الدین تیر شاہ ان کی گوشمالی کے لیے نکلا اور لڑ کر نیچا دکھا دیا۔ مغلوب ہو کر واپس ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ[1] ... خلیفہ بغداد کے اشارے سے امیر بقاطالبستی غیاث الدین تیر شاہ کی مخالفت پر اٹھا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

غیاث الدین تیر شاہ اور آبناخ: مقام جرجان میں آبناخ نائب بخارا جنگ تاتار سے نجات پا کر غیاث الدین تیر شاہ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ غیاث الدین تیر شاہ نے عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ سلطان کا ماموں دولت ملک اور اس کے بھائی نے آبناخ کی جا و بے جا شکایت کی۔ طرح طرح کے الزامات لگائے۔ غیاث الدین تیر شاہ نے التفات نہ کی بلکہ ڈانٹ ڈپٹ کر اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ یہ دونوں ناراض ہو کر چلے آئے۔

جنگ امیر بقاطالبستی و تاتار: دولت ملک تاتاریوں کے لشکر میں جا کر مل گیا اور اس کے ساتھ مرو اور زنجان پر جنگ کرنے کے لیے گیا۔ اسی لڑائی میں کام آ گیا اس کا بیٹا بزکہ خان، ازبک خان کے پاس آذر بائیجان چلا گیا اس کے بعد تاتاری فوج نے امیر بقاطالبستی پر حملہ کیا امیر بقاطالبستی کو شکست ہوئی۔ کرم جا کر پناہ لی اور اس کے بقیہ ہمراہی غیاث الدین تیر شاہ کے پاس چلے گئے۔ تاتاری فوج لوٹ مار کرتی ماوراء جیحون کی طرف واپس ہوئیں جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ والی فارس سعد الدین زنگی اور اہل اصفہان نے جس وقت کہ ان کو والی فارس سے شکست مل چکی تھی۔

غیاث الدین تیر شاہ کا قلعہ جات اصطخر و حرہ پر قبضہ: غیاث الدین تیر شاہ سے خط و کتابت شروع کی۔ چنانچہ غیاث الدین تیر شاہ اہل اصفہان کی تحریک پر سعد الدین بن زنگی کو زیر کرنے کی غرض سے روانہ ہوا قلعہ اصطخر میں اسے گھیر لیا اور تلوار و نیزہ کے زور سے فتح کر کے قبضہ کر لیا۔ اصطخر کو فتح کر کے شیراز کی طرف بڑھا اور اسے بھی سر کر لیا۔ اس کے بعد قلعہ حرہ کا محاصرہ کیا اہل قلعہ نے امان کی درخواست کی۔ صلح کے ساتھ فتح ہوا۔ آبناخ خان نے اسی مقام پر انتقال کیا اور وہیں شعب سلیمان میں سپرد زمین ہوا۔ اس کے بعد ایک فوج گازرون کو سر کرنے کے لیے روانہ کی گئی۔ گازرون بھی بزور تیغ فتح ہو گیا۔ سخت خونریزی ہوئی۔ نواح بغداد کا قصد کیا۔ اربل اور بلاد جزیرہ سے بے شمار فوجیں

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

جمع ہو کر آ گئیں۔ غیاث الدین تیر شاہ نے صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا۔ باہم مصالحت ہو گئی۔ غیاث الدین تیر شاہ عراق واپس آیا۔

جلال الدین منکبرس اور تا تار: ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ خوارزم شاہ نے بوقت تقسیم ملک جلال الدین منکبرس کے حصہ میں غزنی' بامیان' غور' بست' کھیاباد اور جو مقامات ہندوستان کے اس سے ملے ہوئے تھے دیئے تھے' جلال الدین منکبرس نے ان مقامات پر اپنی طرف سے بطور نائب[ا] ... ... کو مقرر کیا تھا۔ اور غزنی میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ جب سلطان خوارزم شاہ کو تا تاریوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو حربوشہ والی غور نے جلال الدین کے نائب سے غزنی کو چھین لیا۔ جب جلال الدین نیشاپور سے غزنی کی طرف بھاگا اور تا تاری بلاد خراسان پر قابض ہو گئے' امراء' رؤساء خراسان بھی بہ خیال حفظ ناموس بھاگ نکلے۔ جلال الدین کے پاس جا کر پناہ لی۔

تا تاریوں کی شکست: نائب ہرات امین الملک نے سلطان کے ماموں کو قتل کر ڈالا اور باغی ہو گیا۔ اس واقعہ کو ہم محاصرہ سجستان کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں چند روز بعد اس نے سلطان جلال الدین کی اطاعت قبول کر لی۔ سیف الدین بغراق خلجی' اعظم ملک بلخی' مظفر اور حسن' سلطان سے آ ملے۔ ان میں سے ہر ایک کی رکاب میں تیس ہزار نبرد آزما موجود تھے۔ سلطان کے موکب ہمایوں میں بھی اسی قدر فوج تھی۔ سب نے متفقہ اور مجموعی قوت سے تا تاریوں پر جس وقت کہ وہ قلعہ قندھار کا محاصرہ کیے تھے حملہ کیا۔ اس معرکہ میں تا تاریوں کو شکست ہوئی۔ بقیہ بھاگ کر اپنے بادشاہ چنگیز خاں کے پاس پہنچے۔

معرکہ شروان: چنگیز خان نے ایک بڑی فوج اپنے بیٹے طولی خاں کی سرکردگی میں جلال الدین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کی۔ مقام شروان میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ جلال الدین نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ تا تاریوں کو شکست ہوئی۔ طولی خاں بن چنگیز خاں معرکہ کارزار میں مارا گیا تا تاری فوج تتر بتر ہو گئی۔ سلطان جلال الدین کے لشکر میں تقسیم مال غنیمت پر جھگڑا ہو گیا۔ سیف الدین بغراق' اور امین الملک نائب ہرات سے بھی اسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ امین الملک نے عراق کا راستہ لیا۔ اعظم ملک اور مظفر ملک بھی لڑ پڑے۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی بلوہ میں بغراق کا بھائی مار ڈالا گیا۔ بغراق ناراض ہو کر ہندوستان کی طرف واپس ہوا۔ اس کے ہمراہی ساتھ ہو لیے۔ جلال الدین نے ہر چند ملانے اور واپس لانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی اور ایک بھی واپس نہ ہوا۔

جنگ جلال الدین منکبرس اور چنگیز خاں: اس شکست کی چنگیز خاں کو اطلاع ہوئی تمام تا تاریوں کے گروہ کو جمع کیا اور مسلح کر کے جلال الدین منکبرس سے لڑنے کے لیے چلا۔ جلال الدین بھی چنگیز خاں کے ارادے سے آگاہ ہو کر مقابلے کے لیے نکلا۔ چنگیز خاں کے مقدمۃ الجیش (ہراول) سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ سخت خونریز جنگ کے بعد جلال الدین کو فتح نصیب ہوئی۔ تا تاریوں میں سے صرف چند افراد جانبر ہوئے۔

[ا] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

جلال الدین میدان جنگ سے واپس ہو کر نہر سندھ پر مقیم ہوا۔ تمام امراء اور سرداران کو جو اس سے منحرف ہو گئے تھے۔ اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ ابھی ایلچی واپس نہیں ہوا تھا کہ چنگیز خان نے جلال الدین پر حملہ کر دیا۔ تین شب روز جنگ کے بعد جلال الدین کو شکست ہوئی۔ امین الملک اپنے باپ کے پاس قتل ہوا۔ سلطانی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ تاتاریوں نے نہر سندھ عبور کرنے سے روک ٹوک شروع کی۔ بہت سے شکست خوردہ نہر میں ڈوب کر مر گئے۔ بہت سوں کو تاتاریوں نے اپنی خوں آشام تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

جلال الدین منکبرس کی شکست و فرار: سلطان جلال الدین کا بیٹا جس کی عمر سات برس کی تھی۔ تاتاریوں کے ہاتھ پڑ گیا۔ تاتاریوں نے اس بچہ کو بھی مار ڈالا۔ جلال الدین میدان جنگ سے بھاگ کر کنارہ نہر پر پہنچا اور تاتاری تعاقب میں تھے جلال الدین نے اپنی عورتوں کو قتل کر کے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ تیر کر دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ ان کی فوج سے صرف تین سو سوار چار سو پیادے اور چند سردار جانبر ہوئے تین دن کے بعد گرتے پڑتے سلطان کی خدمت میں پہنچے۔ سلطان کے بعض خاص الخواص امیروں نے اس واقعہ جاں گداز سے مطلع ہو کر ایک کشتی جس میں کھانا' کپڑے اور تمام ضروری اشیاء تھیں سلطان کی خدمت میں روانہ کی۔ جس سے ان لوگوں کی حاجت پوری ہوئی۔

اعظم ملک کسی قلعہ میں جا کر روپوش ہوا۔ چنگیز خاں نے مطلع ہو کر محاصرہ کیا اور تلوار کے زور سے فتح کر کے اسے اور تمام ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ قلعہ میں تھے بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔

غزنی کا تاراج: اس کے بعد تاتاری لشکر نے غزنی کا قصد کیا غزنی بھی فتح ہو گیا لوگوں کو قتل کیا۔ جسے جہاں پایا مار ڈالا۔ شہر میں آگ لگا دی۔ جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ غرض یہ کہ غزنی اور تمام نواح غزنی ایسا تاراج ہوا کہ گویا اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ یہ واقعات ۶۱۹ ھ کے ہیں۔

ان واقعات کی اطلاع والی جبل جرذی (بلاد ہندوستان) کو ہوئی۔ جلال الدین سے اپنا پرانا کینہ نکالنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ چونکہ جلال الدین اور اس کے ہمراہی تاتاریوں کی جنگ سے تھک گئے تھے اس وجہ سے جنگ کے موقع پر نہ آئے۔ والی جبل جرذی ناکام واپس ہوا۔ جلال الدین کے ایک مصاحب نے موقع پا کر حملہ کر دیا اور انہیں شکست فاش دے کر ان پر مسلط ہو گیا۔ ہندوستان کا نائب السلطنت بہ نرمی اور مہربانی پیش آیا۔ تحائف اور نذرانے نذر کیے واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

جلال الدین منکبرس ہندوستان میں: جلال الدین منکبرس کے سرداران لشکر کا ایک گروہ فوج کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن میں سے امین الملک کی لڑکی شمس الملک (جو جلال الدین منکبرس کا اس کے باپ کے زمانے میں وزیر تھا) اور قزل خاں ابن امین الملک ذکر کے قابل ہیں نہ قزل خاں شہر کلور امین جا کر پناہ گزین ہوا تھا۔ کلور کے گورنر نے اسے قتل کر ڈالا۔ اور قباچہ نے شمس الملک کا کام اس وجہ سے تمام کر دیا کہ اسے خطرہ پیدا ہوا تھا کہ یہ جلال الدین کو اس کی حرکات و سکنات سے مطلع کر دے گا۔ امین الملک نے جلال الدین کو اس کی اطلاع کر دی تھوڑے دن بعد اس کے بھائی (غیاث الدین) کے سرداران لشکر اس کی خدمت میں آ گئے جس کی

بوجہ سے ان کی قوت بڑھ گئی شہر کلور اپر پہنچ کر محاصرہ کیا اور سر کر لیا۔ اس کے بزور ترتوج کو بھی اسی طرح فتح کیا۔ قباچہ نے جلال الدین سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں فراہم کیں۔ جلال الدین کو ان کی خبر لگ گئی فوراً دھاوا کر دیا۔ قباچہ مقابلہ پر نہ آیا مور چہ اور کیمپ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ جلال الدین نے جو کچھ لشکر گاہ میں تھا لوٹ لیا۔ لاہور کی طرف قدم بڑھایا۔ لاہور میں قباچہ کا لڑکا تھا۔ قلعہ بند ہو گیا۔ پھر اس امر کو محسوس کر کے کہ مقابلے کی قوت نہیں ہے۔ صلح کا پیام دیا۔ ایک مقررہ سالانہ خراج پر مصالحت ہو گئی۔ محاصرہ اٹھا کر تستشان پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ فخر الدین سلاوی قباچہ کا نائب اس شہر کا والی تھا۔ اس نے اطاعت قبول کی۔ شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد اوجا پر حملہ کیا۔ محاصرہ ڈالا۔ اہل اوجا نے تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ جانس کا محاصرہ کیا۔

جلال الدین منکبرس اور شمس الدین التمش: بادشاہان ہندوستان میں سے شمس الدین التمش نامی ایک بادشاہ جو شہاب الدین غوری کا غلام تھا اس شہر کا حاکم تھا۔ اس نے جلال الدین سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور جلال الدین کی حکومت کی اطاعت قبول کی۔ اہل شہر بھی مطیع ہو گئے' جلال الدین نے چند روز یہاں قیام کیا۔ التمش نے تین ہزار سوار' ایک لاکھ پیادے اور تین سو زنجیر فیل سے حملہ کیا۔ جلال الدین بھی اپنی فوج مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ مقدمۃ الجیش (ہراول) پر جہاں پہلوان ازبک تھا دونوں فریق کے ہراول غلط راستہ پر چلے گئے۔ ایک کی دوسرے سے مڈبھیڑ نہ ہوئی۔ التمش نے صلح کا پیام بھیجا جلال الدین مصالحت پر مائل ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد التمش' قباچہ اور تمام ملوک ہند متفق ہو کر جلال الدین سے لڑنے کے لیے نکلے۔ جلال الدین جنگ سے پہلو تہی کر گیا اور ہندوستان کے ان مقامات پر جن پر قبضہ کر لیا تھا اپنی طرف سے جہاں پہلوان کو مقرر کر کے ہندوستان سے روانہ ہوا۔ نہر عبور کر کے غزنی کی طرف چلا۔ غزنی اور غور پر امیر وفا ملک کو جس کا نام حسن مزلف تھا مامور کر کے عراق کی طرف روانہ ہوا۔ یہ واقعہ ۶۲۱ھ کا ہے۔ دو برس ہندوستان سے مراجعت کو ہو گئے تھے۔

خود مختار امراء اور سلطان غیاث الدین: جس وقت جلال الدین ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ غیاث الدین کے پاس کرمان میں بچی بچائی فوج آ کر جمع ہوئی غیاث الدین نے انہیں مسلح کر کے عراق کا قصد کیا۔ چنانچہ خراسان اور مازندران پر قبضہ حاصل کر لیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ لہو ولعب اور عیش وعشرت میں ڈوب گیا۔ کاروبار سلطنت سے غافل ہو گیا۔ گورنروں نے ملک کو بانٹ لیا۔ تاج الدین نے نیشاپور پر خود مختار حکومت کی بنیاد ڈالی۔ یغز بن ایلچی پہلوان شروان دبا بیٹھا۔ نیال نے جطا پر قبضہ کر لیا۔ نظام الملک اسفرائن کا مستقل حکمران ہو گیا۔ نصرت الدین بن محمد نے نسا پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اور تاج الدین عمر بن مسعود ترکمانی ابیورد کا بادشاہ بن گیا۔ غیاث الدین اپنی رنگ رلیوں میں مصروف' دنیا و مافیہا سے غافل' لذات دنیاوی میں ڈوبا ہوا تھا تاتاری فوجیں سیلاب کی طرح بڑھیں۔ غیاث الدین عراق سے نکل کر بلا دجبل چلا گیا' تاتاریوں نے تمام ملک ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان ڈالا۔ سارے ملک میں ہو کا عالم ہو گیا۔ غارت گری اور قتل کا ہنگامہ برپا ہوا۔ امن وامان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ رعایا برباد وتباہ ہو گئی' ملک ویران ہو گیا۔ چونکہ سلطان غیاث الدین کاروبار سلطنت سے غافل ہو گیا تھا اور عیش وعشرت کے سوا اس کو کوئی کام نہ

رہا تھا۔ اس وجہ سے اس کی ماں حکومت وسلطنت پر قابو پا گئی اور ترکمان خاتون اور سلطان خوارزم شاہ کا رویہ اختیار کیا اور اس کے قدم بہ قدم چلی ''خداوند جہاں'' کا لقب اختیار کیا۔ یہاں تک کہ سلطان جلال الدین آیا اور اس نے مغلوب کیا۔

جلال الدین کی ہندوستان سے مراجعت: ۶۲۱ھ میں جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں جلال الدین ہندوستان سے واپس ہوا بے حد تکالیف اور بے انتہا مصائب جو بیان سے باہر ہیں برداشت کرتا ہوا کرمان پہنچا۔ چار ہزار سوار رکاب میں تھے جو خچروں اور بیلوں پر سوار تھے۔ اس وقت کرمان میں براق حاجب (جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کا) نائب حکومت کر رہا تھا۔

براق حاجب: براق گورخان بادشاہ کا حاجب تھا کسی وجہ سے بادشاہ خطا سے علیحدہ ہو کر خوارزم چلا آیا۔ اور وہیں قیام اختیار کیا اس کے بعد خوارزم شاہ کو بادشاہ خطا پر فتح نصیب ہوئی۔ براق کو حجابت کے عہدہ پر مامور کیا۔ کچھ دن بعد غیاث الدین تیر شاہ ابن خوارزم شاہ کے پاس کرمان چلا آیا۔ غیاث الدین نے عزت واحترام سے ٹھہرایا اور جب جلال الدین ہندوستان کی طرف روانہ ہوا اور تاتاری اس کے تعاقب وگرفتاری سے ناامید ہو کر واپس ہوئے تو غیاث الدین کو عراق کے قبضہ کی ہوس پیدا ہوئی چنانچہ براق کو کرمان کا حاکم مقرر کیا۔

فارس سعد بن زنگی کی اطاعت: جلال الدین نے کرمان پہنچ کر براق کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ وزیر السلطنت شرف الملک فخر الدین علی بن ابوالقاسم جنیدی معروف بہ خواجہ جہاں نے عرض کی ''یہ موقع براق کی گرفتاری کا نہیں ہے۔ اس سے عوام الناس بھڑک اٹھیں گے کسی اور موقع پر دیکھا جائے گا'' جلال الدین اس فعل سے رک گیا۔ شیراز کی طرف قدم بڑھایا۔ والی شیراز برد اتابک نیاز مندانہ حاضر ہوا۔ نذرانے اور تحائف پیش کیے۔ حکومت کا مطیع ہو گیا۔ چونکہ اتابک فارس سعد بن زنگی کو غیاث الدین سے مخالفت پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے جلال الدین سے صلح کر لی اور اپنی بیٹی سے جلال الدین کا عقد کر دیا۔

جلال الدین منکبرس اور غیاث الدین: اس کے بعد جلال الدین اصفہان گیا قاضی رکن الدین مسعود ابن صاعد حاضر خدمت ہوا۔ اطاعت قبول کی۔ اس کی خبر غیاث الدین تک پہنچی۔ یہ ان وقت رے میں تھا۔ فوجیں جمع کر کے جلال الدین سے لڑنے کو چلا۔ جلال الدین کو اس کی اطلاع ہوئی۔ ملاطفت آمیز خط لکھا۔ طولی خاں پسر چنگیز خاں کا اسباب' لباس' گھوڑا اور تلوار بطور ہدیہ بھیجا جو جنگ پرندان میں مارا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ان امراء کو بھی ملانے کی کوشش کی جو غیاث الدین کے ساتھ تھے ان لوگوں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ اس کی خبر کسی ذریعہ سے غیاث کو ہو گئی۔ غیاث الدین نے ان میں سے بعض کو گرفتار کر لیا۔ باقی جلال الدین کے پاس بھاگ گئے۔

جلال الدین منکبرس اور غیاث الدین میں مصالحت: چنانچہ جلال الدین ان لوگوں کے ساتھ غیاث الدین کے لشکر میں آیا۔ غیاث الدین کے تمام سرداران لشکر اور ہم نشین جلال الدین کی طرف ہو گئے۔ جلال الدین نے غیاث الدین کے خیموں' ذخیروں اور مکمل اسباب پر قبضہ کر لیا۔ اس کی ماں بھی قبضہ میں آ گئی۔ غیاث الدین قلعہ سلوقان

بھاگ گیا تھا جلال الدین نے اس کے بھاگ جانے سے اس کی ماں پر بے حد ناراضگی ظاہر کی۔ اس نے اپنے بیٹے غیاث الدین کو بلا کر دونوں میں صلح کرا دی۔ غیاث الدین اپنے بھائی کی خدمت میں جیسا کہ چھوٹے اپنے بڑوں کی خدمت میں رہتے ہیں' رہنے لگا۔ خراسان اور عراق کے غاصب امراء جلال الدین کے دربار میں نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہوئے اور حکومت کی اطاعت قبول کر لی حالانکہ اس سے پہلے غیاث الدین کی کچھ نہ سنتے تھے اور اس کی حکومت کو مٹا رہے تھے۔ سلطان جلال الدین نے اس کی اطاعت و حکم برداری پر خوشنودی ظاہر کی۔ اور جیسا مناسب وقت سمجھا ویسا ہی عمل کیا۔

نصرت الدین بن محمد اور غیاث الدین: نصرت الدین بن محمد اپنے چچا زاد بھائی اختیار الدین کے بعد نساء کا حکمران ہو گیا تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں لیکن امور سلطنت کی عنان محمد بن احمد نسائی منشی مورخ تاریخ بنی خوارزم شاہ کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ انیس سال تک غیاث الدین کی حکومت کی ماتحتی میں حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد خود مختار حکومت کا دعوے دار ہوا' غیاث الدین کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ غیاث الدین نے طوطی بن آبناخ کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں' ارسلان کو کمک پر مامور کیا قرب و جوار کے امراء کو امداد و اعانت کا حکم دیا۔ نصرت الدین کو اپنے کیے پر پشیمانی ہوئی۔ اپنے نائب السلطنت محمد بن احمد منشی کو غیاث الدین کی خدمت میں صلح کا پیام دیکر بھیجا اور وہ مال بھی پیش کر دیا جس پر مصالحت کا دار و مدار تھا۔

آبناخ کا نساء پر قبضہ: محمد بن احمد منشی ابھی غیاث الدین کے دربار تک نہیں پہنچا تھا کہ جلال الدین منکبرس کے آنے اور غیاث الدین کو مغلوب کرنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ اصفہان میں برف رک جانے اور راستہ کھل جانے کے انتظار میں قیام کیا۔ چند دن بعد ہمدان کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت سلطان ہمدان میں موجود نہ تھا۔ اتابک یغا طائیسی کی جنگ پر گیا تھا۔ اس کے حالات آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ غیاث الدین نے اس سے اپنی بہن کا عقد کر دیا تھا اور غیاث الدین ولی عہدی سے معزول ہونے کے بعد آذر بائیجان بھاگ گیا۔ اتابک سعد سے میل جول پیدا کیا۔ جلال الدین کو اس کی خبر لگی فوراً ان لوگوں کی طرف کوچ کر دیا...... غیاث الدین بھی جلال الدین سے جنگ کرنے کے لیے چلا۔ جلال الدین نے پہنچ کر اسے گرفتار کر لیا۔ امان دی۔ واپس ہو کر اس کے خیمے میں قیام کیا۔ عزت و احترام سے ملاقات کی۔

نصرت الدین نے بلاد نساء میں آفت مچا دی' ہنگامہ و فساد کا بازار گرم کر دیا۔ جلال الدین نے آبناخ کو اس کی گوشمالی پر متعین کیا۔ دو دن کے بعد جلال الدین کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ نصرت الدین نے اس دار فانی کو چھوڑ دیا اور ہلاک ہو گیا۔ اور آبناخ کا نساء پر پورے طور سے قبضہ ہو گیا ہے۔

جلال الدین کی روانگی خوزستان: جس وقت جلال الدین کو اپنے بھائی غیاث الدین پر غلبہ حاصل ہو گیا اور ملک کا نظم و نسق درست ہو گیا۔ گرمی کا موسم تھا اس موسم کو ختم کرنے کی غرض سے خوزستان کی طرف کوچ کیا اور اس کے دارالحکومت[2] کا پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ مظفر الدین' وجہ السبع' خلیفہ ناصر کا غلام اس صوبہ کا حاکم تھا۔ جلال الدین نے زمانہ

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

[2] اس وقت خراسان کا دارالحکومت تشتر تھا۔ ماہ محرم ۶۲۱ھ میں جلال الدین نے اس کا محاصرہ کیا تھا اور مظفر الدین معروف بہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محاصرہ میں اپنی فوج کو چند حصوں پر تقسیم کر کے شہروں پر شب خون مارنے کا حکم دیا۔ خراسان کے اطراف میں لوٹ مار شروع ہوگئی۔ بادریا اور بصرہ بھی محفوظ نہ رہا۔ تکین (ملکتین) پولیس افسر بصرہ مقابلہ پر نکلا۔ دربار خلافت سے فوجیں جلال الدین قشتمر کی ماتحتی میں جو خلیفہ ناصر کا غلام تھا' پہنچ گئیں۔ دونوں حریف لڑائی سے رک گئے۔

جلال الدین منکبرس کا محاصرہ دقوقا: جلال الدین نے ضیاء الملک علاء الدین محمد بن مودود کو دربار خلافت میں بطور وفد روانہ کیا اس کے مقدمۃ الجیش پر جہاں پہلوان تھا۔ اثناء راہ میں عرب کا ایک گروہ اور خلافت پناہی کا لشکر سامنے آ گیا۔ خوارزمی لوٹ پڑے حملہ کر دیا بہت سے بغداد واپس گئے اور جنہیں خوارزمیوں نے گرفتار کر لیا تھا' سلطان جلال الدین کے دربار میں ان کو پیش کیا۔ سلطان نے ان لوگوں کو رہا کر دیا اور ضیاء الملک بغداد چلا گیا۔ اس کی خبر اہل بغداد تک پہنچی حفاظت پر کمر بستہ ہو گئے۔ سلطان جلال الدین نے بھی یعقوبا میں پہنچ کر قیام کیا جو بغداد سے دو یا تین منزل پر تھا یعقوبا سے کوچ کر کے دقوقا کا محاصرہ کیا اور بزور تیغ قابض ہو گیا۔ شہر پناہ اور قلعہ کو منہدم کر کے شہر میں آگ لگا دی۔

جلال الدین منکبرس اور مظفر الدین میں مصالحت: جس وقت جلال الدین دقوقا کے سر کرنے میں مصروف تھا اس کی فوجیں جو متعدد حصوں میں تقسیم ہو کر لوٹ مار کر رہی تھیں تکریت پر بھی پہنچ گئیں۔ اہل تکریت سے جنگ ہوئی۔ جس میں خوارزمیوں کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اپنے لشکر میں واپس آ گئیں۔ ان لڑائیوں کے زمانے میں جلال الدین اور مظفر الدین والی اربل سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ آخر کار باہم مصالحت ہوگئی۔ لیکن اس کے باوجود ملک میں بے حد بدامنی پھیل گئی۔ چاروں طرف قتل اور غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ عربوں نے رہزنی شروع کر دی۔ دن دہاڑے قافلے لٹنے لگے۔ ضیاء الملک بغداد ہی میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ سلطان جلال الدین نے مراغہ پر قبضہ حاصل کیا۔

وزیر شرف الملک: وزیر السلطنت شرف الملک کا نام فخر الدین علی بن قاسم خواجہ جہان تھا۔[1] .... ابتدا میں یہ صاحب دیوان کا نائب تھا۔ نجیب الدین شہرستانی (سلطان کا وزیر السلطنت) اور اس کے بیٹے بہاء الملک وزیر حرب کی خدمت میں رہتا تھا رفتہ رفتہ خدمتگاری سے ترقی کر کے پرچہ نویسی کی خدمت پر مامور ہوا۔ اس لالچ سے کہ نجیب الدین شہرستانی عہدہ وزارت سے معزول کر دیا جائے اور قلمدان وزارت پر میرا قبضہ ہو جائے سلطان سے نجیب الدین شہرستانی کی چغلی کی اور یہ الزام لگایا کہ اس نے دو لاکھ دینار غبن کیا ہے۔ سلطان نے اس کی چغلی پر کوئی توجہ نہ دی اور نجیب الدین شہرستانی سے کوئی مطالبہ نہ کیا۔ اس کے بعد بہاء الملک وزیر حرب پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ اس مرتبہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ فوجی وزارت کی خدمت سپرد ہوئی۔ چار برس اس عہدہ پر رہا۔ جب سلطان کا مرکب ہمایوں بخارا آیا۔ تو لوگوں نے اس کی شکایت بکثرت کی۔ سلطان نے گرفتاری کا حکم دیا روپوش ہو گیا۔ طالقان چلا گیا۔ طالقان

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ سے) وجیہ السبع نے نہایت مردانگی سے اپنے شہر کی حفاظت کی تھی۔ جب جلال الدین کو محاصرہ میں کامیابی نہ ہوئی تو لوٹ مار شروع کر دی۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۶ مطبوعہ لیدن۔

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

سے غزنی پہنچا اور جلال الدین کی بارگاہ میں سلطان کے انتقال کے بعد حاضر ہوا۔ جلال الدین نے حاجبوں کی جماعت میں داخل کر لیا۔ اس وقت سے برابر حجابت ہی کے عہدہ پر رہا۔ پھر جب جلال الدین نے دریائے سندھ عبور کیا اور اس کے وزیر السلطنت شہاب الدین ہروی کو قباچہ بادشاہ ہندوستان نے قتل کر ڈالا۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں تو جلال الدین نے شہاب الدین کی جگہ اسے عہدہ وزارت سے سرفراز کیا۔

خراسان کا دوبارہ تاراج: آذربائیجان' بلاد قفچاق اور شروان سے مغربی تاتاریوں کی واپسی کے بعد خراسان تباہ و برباد ہو کر چٹیل میدان کی طرح رہ گیا تھا۔ ان لوگوں کے علاوہ جنہوں نے حکومت کی تباہی کے بعد خراسان کے نواح پر غلبہ حاصل کر لیا تھا کوئی حاکم نہیں رہا تھا انہی لوگوں نے بربادی و غارت گری اول کے بعد خراسان کو پھر آباد کیا۔ چنگیز خاں نے خراسان کو تباہ کرنے کے لیے تاتاریوں کا ایک دوسرا لشکر بھیج دیا۔ اس لشکر نے خراسان کو دوبارہ تاراج کیا۔ مکانات منہدم کر دیئے بازاروں کو لوٹ لیا اسی قسم کا برتاؤ ساوا' قاشان اور قم میں بھی ان لٹیرے تاتاریوں نے کیا۔ حالانکہ تاتاریوں نے اس سے پہلے اس قسم کے افعال ان مقامات پر نہیں کیے تھے۔

تاتاریوں کی ہمدان میں غارت گری: ان شہروں کی غارت گری سے فارغ ہو کر ہمدان کی طرف بڑھے۔ اہل ہمدان ان کی آمد کی خبر سن کر بھاگ گئے۔ تاتاریوں نے جی کھول کر شہر کو ویران اور تاراج کیا' اہل ہمدان کے تعاقب میں آذربائیجان تک گئے۔ اطراف آذربائیجان میں بھی قتل و غارت کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ ہمدانیوں نے آذربائیجان بھی چھوڑ دیا۔ انتہائی بے سروسامانی سے بھاگ نکلے۔ بعضوں نے تبریز جا کر دم لیا۔ تاتاری لٹیرے تعاقب میں تھے۔ یہاں بھی ان غریبوں کو چین نصیب نہ ہوا۔ تاتاریوں نے ازبک بن بہلوان والی تبریز کو خط لکھا اور ان لوگوں کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ ازبک نے ان لوگوں میں سے ایک گروہ کو قتل کر کے ان کے سروں کو اور باقی ماندہ لوگوں کو تاتاریوں کے پاس بھیج دیا اور ایسے افعال کیے جس سے تاتاری راضی ہو کر واپس گئے۔ تبریز سے تعارض نہ کیا۔

رشید والی شروان اور قفچاق: جس وقت تاتاری بلاد قفچاق اور روس سے واپس ہوئے اور قفچاق کا ایک گروہ جو تاتاریوں کے مقابلہ سے بھاگ گیا تھا۔ بحال پریشان دربند شروان پہنچا۔ دربند شروان کا بادشاہ رشید نامی ایک شخص تھا۔ ان لوگوں نے رشید سے درخواست کی کہ "ہم لوگ آپ کی اطاعت و فرماں برداری کو باعث فخر و عزت سمجھیں گے۔ آپ اپنے ملک میں ہم کو قیام کرنے کی اجازت دیجئے اور اس اطمینان کے لیے کہ ہم لوگ آپ سے کسی قسم کی بدعہدی نہ کریں گے ضمانت دینے کے لیے تیار ہیں۔" رشید کو کچھ شبہ پیدا ہوا۔ درخواست منظور نہ کی تب ان لوگوں نے یہ خواہش پیش کی۔ "آپ ہم کو اپنے ملک سے غلہ اور دیگر ضروریات خریدنے کی اجازت دیجئے۔" رشید نے اجازت دے دی۔

اس کے بعد قفچاقی گروہ کے بعض سردار رشید کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ظاہر کرنے لگے کہ "قفچاقی آپ کے ساتھ بدعہدی کرنے پر آمادہ ہیں۔ آپ ہمیں ایک فوج عنایت فرمائیے۔ ہم انہیں لڑ کر آپ کے ملک سے نکال دیں گے۔" رشید نے انہیں فوجیں دیں۔ سامان جنگ دیا' چنانچہ اس سردار نے قفچاق کے بعض گروہ پر حملہ کیا۔ قفچاق کی ایک جماعت کام آ گئی' مال و اسباب لوٹ لیا گیا' لیکن قفچاق نے ذرا بھی حرکت نہ کی اور یہی کہہ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کیا۔ "بادشاہ شروان کے ہم

فرمانبردار ہیں اگر اس نے ہمیں امان نہ دی ہوتی تو ہم اس سے برسر پیکار ہوتے۔''

قفچاقی سردار اس واقعہ سے خوش خوش مال غنیمت لیے واپس ہوا۔ فوج کو ذرہ بھر نقصان نہ پہنچا۔ دو چار روز کے بعد یہ خبر لگی کہ قفچاق اپنی جائے قیام سے کوچ کر کے تین روز کی مسافت پر جا کر مقیم ہوئے ہیں۔ قفچاق سردار نے دوبارہ فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ اور نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے قفچاق کے سر پر پہنچ کر حملہ کر دیا۔ ایک گروہ کام آ گیا۔ باقی ماندہ کو گرفتار کر لیا۔ جن میں جوان' بوڑھے' لڑکے' عورت اور مرد ہر طرح کے لوگ تھے۔ قفچاقی سردار' قیدی اور مال غنیمت لیے رشید کی خدمت میں پہنچا۔ فتح یابی کی خوشخبری سنائی۔

قفچاقی گروہ کا شروان پر قبضہ: قفچاقی گروہ کو ان حرکات سے اشتعال پیدا ہوا۔ ایک تابوت میں مصنوعی مردہ رکھ کر روتے پیٹتے' سروں پر خاک اڑاتے شہر کے قریب پہنچے اور یہ ظاہر کیا یہ ہمارا سردار تھا اور بادشاہ کا دلی دوست تھا اس نے مرتے وقت وصیت کی ہے کہ ہمارے بال بچوں کو بادشاہ کی خدمت میں پہنچا دینا اور جہاں وہ فرمائیں ہمیں سپرد زمین کرنا۔ چنانچہ ہم لوگ اسی غرض سے آئے ہیں' ان لوگوں کے ساتھ ایک سردار بھی تھا جس کے اشارہ پر یہ لوگ کام کرتے تھے۔ رشید کو اس کی اطلاع ہوئی۔ رشید نے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ قفچاقی گروہ یکے بعد دیگرے شہر میں داخل ہو گئے۔ جس وقت جماعت مکمل ہو گئی۔ دفعتہً حملہ کرنے پر تل گئے' رشید قلعہ سے چھپ کر نکل بھاگا۔ بلاد شروان میں جا کر پناہ لی اور قفچاق نے قلعہ اور ان تمام چیزوں پر جو رشید چھوڑ گیا تھا قبضہ کر لیا۔

قفچاقیوں کا قلعہ شروان میں اجتماع: قفچاق کو اس کامیابی سے بے حد مسرت ہوئی۔ اپنے ہمراہیوں کو اس سے مطلع کیا اور بلا بھیجا۔ چنانچہ جس قدر قفچاقی مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے تھے۔ سمٹ کر اپنے ہمراہیوں کے پاس قلعہ شروان میں آ گئے' قوت' مال سب کچھ موجود تھا قلعہ کرج کا قصد کیا اور پہنچ کر اس پر محاصرہ کیا۔ رشید کو اس کی خبر لگ گئی۔ فوراً قلعہ شروان کی طرف لوٹ پڑا۔ قبضہ کر لیا اور جس قدر قفچاق قلعہ میں تھے سب کو مار ڈالا۔

ازبک بن بہلوان اور قفچاق: اس کے بعد قفچاق قلعہ کرج کے محاصرہ سے واپس ہوئے۔ قلعہ تک دسترس نہ ہو سکی' ناکام ہو کر لوٹے۔ شروان کے علاقے میں غارت گری شروع کر دی' لوٹ مار کرتے گنجہ کی طرف چلے۔ گنجہ بلاد اران کا دارالحکومت تھا۔ ازبک بن بہلوان والی آذربائیجان کا ایک غلام (کوشخرہ تابی) اس کی حکومت پر مامور تھا۔ قفچاقی گروہ نے پیام بھیجا کہ ''ہم لوگ ازبک کے فرمانبردار و مطیع ہیں۔ ہمیں اپنے ملک میں قیام کی اجازت دو۔'' والی گنجہ نے درخواست منظور نہ کی اور ان کی بدعہدیوں' بے وفائیوں' قتل اور غارت[1] ...... کو ایک ایک تفصیل کے ساتھ ظاہر کیا۔ قفچاقیوں نے معذرت کی ''ہم لوگوں نے شروان شاہ کے ساتھ اس وجہ سے غداری کی ہے کہ ہم لوگ آپ کے بادشاہ آذربائیجان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ اس نے ہمیں اپنے ملک سے راہ نہ دی اس وجہ سے ہم لوگوں نے اس سے بدعہدی کی اور اس کے قلعہ کو چھین لیا۔ لیکن پھر بلا کسی خوف و خیال ہم نے قلعہ چھوڑ دیا' قلعہ کرج کا والی آپ کا دشمن

---

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔

ہے اگر اسے ہم نہ دباتے تو ہمیں آپ تک پہنچنا دشوار ہو جاتا۔ ہم لوگ آپ کی خدمت میں ضمانت دینے کے لیے تیار ہیں۔'' والی گنجہ کے خیالات اس پیام سے تبدیل ہو گئے۔ قفچاق کے دوسر دار بھی دو چار آدمیوں کے ساتھ حاضر ہوئے جس سے والی گنجہ کا دل ان لوگوں کی طرف سے بالکل صاف ہو گیا۔ اپنے بادشاہ ازبک کی خدمت میں ان لوگوں کی اطاعت و فرمانبرداری کی رپورٹ اور سفارش کی اور گنجہ میں قیام کرنے کی اجازت دی۔ ان کے سرداروں میں سے ایک سردار کی لڑکی سے عقد کر لیا۔

ازبک بن بہلوان والی تبریز کو والی گنجہ کی اس کارگزاری سے مسرت ہوئی۔ خلعت اور جائزہ دیا۔ اور قفچاق کو کوہ کیلکون میں ٹھہرانے کا حکم دیا۔

جنگ کرج اور قفچاق: کرج کو اس کی خبر لگی تو جیں فراہم کرنے لگے۔ والی گنجہ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ قفچاق کو کرج کے حملہ سے بچانے کے لیے کوہ کیلکون سے گنجہ بلا لیا۔ اس کے بعد قفچاق کے سرداروں میں سے ایک سردار نے چند دستہ فوج لے کر کرج کے لشکر پر حملہ کیا اور کامیاب واپس ہوا۔ قفچاق پھر کوہ کیلکون واپس گئے اور وہیں قیام اختیار کیا۔ قفچاق کے دوسرے سرداروں کو اس سے رشک پیدا ہوا۔ کرج پر حملہ کرنے کا شوق چرایا۔ والی گنجہ نے مخالفت کی لیکن قفچاق نے ذرا بھی نہ سنی۔ بلاد کرج پر چڑھ گئے۔ قتل و غارت کر کے مال غنیمت لیے ہوئے ہوئے کرج نے دوسرا راستہ طے کر کے قفچاق کے فتح مند گروہ پر حملہ کر دیا۔ اچانک حملہ سے گھبرا گئے۔ برے طور پر پامال ہوئے۔ جو کچھ مال غنیمت لائے تھے وہ اور سامان کے ساتھ سب کچھ چھین لیا۔ بحال پریشان قفچاق کے باقی ماندہ کوہ کیلکون واپس آئے۔ اور سامان اٹھا کر بردعہ کی طرف کوچ کر گئے۔ والی گنجہ سے کرج کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی۔ امیر گنجہ نے یہ کہہ کر درخواست منظور نہ کی ''تم نے میرے حکم کی مخالفت کی جس کی سزا تمہیں ملی اب میں تمہاری ایک سوار سے بھی امداد نہ کروں گا۔''

قفچاقیوں کی پامالی: قفچاق صاف جواب پا کر بگڑ گئے۔ جن لوگوں کو بطور ضمانت والی گنجہ کو دیا تھا ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ والی گنجہ نے ان لوگوں کو واپس کرنے سے انکار کیا۔ قفچاق نے ان کے عوض میں مسلمانوں کو گرفتار کر لیا۔ جن کی تعداد ان سے دو چند تھی۔ اس سے مسلمانوں کو اشتعال پیدا ہوا۔ چاروں طرف سے قفچاق پر ٹوٹ پڑے۔ مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ بھاگ کر شروان پہنچے۔ کرج اور مسلمانوں نے ان کے قتل پر کمریں باندھ لیں۔ بہت سے قتل کر ڈالے گئے اور بہتیرے قید کر لیے گئے۔ غرض کہ اس طور پر یہ جماعت فنا کر دی گئی۔ ان کے قیدیوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ دربند شروان میں نہایت کم قیمت پر فروخت کیے گئے۔ یہ واقعات ۶۱۹ھ کے ہیں۔

کرج کا بیلقان پر قبضہ: شہر بیلقان (صوبہ اران) کو تاتاری لٹیروں نے ویران کر دیا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ بیلقان کی بربادی کے بعد تاتاری قفچاق کے ملک کی طرف قتل و غارت گری کرتے ہوئے چلے گئے۔ تاتاریوں کے جانے کے بعد اہل بیلقان جو تاتاریوں کی غارت گری اور قتل سے بچ گئے تھے بیلقان واپس آئے اور اجڑے ہوئے شہر کو پھر آباد کیا۔ شہر پناہ کی عمارت کی مرمت ابھی تکمیل کو نہیں پہنچی تھی کہ کرج نے اسی سنہ کے ماہ رمضان میں حملہ کر دیا۔ لڑائی ہوئی۔ خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ اہل بیلقان کو شکست ملی۔ کرج نے شہر پر قبضہ کر لیا اور شہر پناہ کو منہدم کر کے شہر پر

استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگے۔

اس واقعہ کے بعد غازی بن عادل بن ایوب والی خلاط اور کرج سے جنگ ہوئی' غازی نے کرج کو شکست دی اور نہایت سختی سے پامال کیا جیسا کہ ہم حکومت بنی ایوب کے سلسلہ میں تحریر کریں گے۔

شروان شاہ اور کرج: ۶۲۲ھ میں شروان شاہ سے اس کا بیٹا باغی ہو گیا اور اپنے باپ کے قبضہ سے ملک کو نکال لیا۔ شروان شاہ کرج کے یہاں چلا گیا۔ اپنے بیٹے کی زیادتی کی شکایت کی۔ کرج اس کی حمایت پر اٹھے' فوجیں مرتب کر کے اس کے ساتھ روانہ ہوئے شروان شاہ کا بیٹا مقابلہ پر آیا۔ اس واقعہ میں کرج کو شکست ہوئی۔ لینے کے دینے پڑ گئے۔ نہایت برے طور سے پسپا ہوئے۔ کرج نے اس ناکامی کو شروان شاہ کی بدبختی کی طرف منسوب کیا اور اسے اپنے ملک سے نکال دیا۔ شروان کا بیٹا اطمینان کے ساتھ حکومت پر قابض ہو گیا۔ رعایا اور فوج کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے جس سے اس کے ہم عصر دل کو رشک پیدا ہوا۔

کرج کی پامالی: اس کے بعد کرج کا ایک گروہ تفلیس سے آذربائیجان کے قصد سے روانہ ہوا آذربائیجان کے قریب ایک درہ کوہ پر یہ خیال قائم کر کے مسلمانوں کی فوج یہاں تک نہ پہنچ سکے گی' قیام کیا۔ مسلمانوں کو اس کی خبر ہو گئی' چند نوجوانان اسلام مسلح ہو کر گئے اور دفعتہً چھاپہ مارا' کرج غافل بیٹھے تھے' بھاگ کھڑے ہوئے۔ راستہ تنگ تھا دو آدمی ایک ساتھ نہیں جا سکتے تھے۔ مسلمانوں نے جس طرح چاہا انہیں قتل کیا۔ بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔

جلال الدین منکبرس کی مراغہ پر فوج کشی: گنتی کے چند کرج اس واقعہ سے جاں بر ہو کر اپنے شہر پہنچے۔ اپنی دکھ بھری کہانی اپنی قوم کو سنائی۔ قوم نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ ابھی روانگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ یہ خبر سننے میں آئی کہ سلطان جلال الدین منکبرس' مراغہ پہنچ گیا ہے' ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور بک بن بہلوان والی آذربائیجان کو مصالحت اور اتحاد کا پیام بھیجا' جلال الدین کے مقابلے پر امداد کی درخواست کی' لیکن اتفاق یہ کہ ان دونوں کے متحد ہونے سے پہلے جلال الدین مراغہ پہنچ گیا' جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

جلال الدین منکبرس کا مراغہ پر قبضہ: نواح بغداد میں سلطان جلال الدین کے جانے اور نواح بغداد کے جن مقامات پر اس نے قبضہ کیا تھا اور والی اربل سے اس کی صلح و موافقت کے حالات ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں' قصہ مختصر ان مہموں سے فارغ ہو کر ۶۲۲ھ میں آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا۔ پہلے مراغہ کا قصد کیا اور اس پر قابض ہوا' چند روز قیام پذیر رہا۔ شہر پناہ کی مرمت کرائی نہایت خوبصورتی سے شہر کو آباد کیا۔

امیر مغان طائسی: امیر مغان طائسی (غیاث الدین کا ماموں زاد بھائی) آذربائیجان میں تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں' اس نے فوجیں مہیا کیں۔ شہر کو تاراج کیا اور لوٹ مار کرتا ساحل اراس چلا گیا۔ وہیں موسم سرما گذرا۔ جس وقت سلطان جلال الدین نے نواح بغداد کو اپنی غارت گری کا نشانہ بنایا' جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں تو خلیفہ ناصر نے دارالخلافت بغداد سے امیر مغان طائسی کو پیام بھیجا کہ تم جلال الدین کی روک تھام کرو' ہمدان پر پہنچ کر قابض ہو جاؤ۔

ہمدان اور جن شہروں کو تم فتح کرو گے تمہیں جاگیر میں دے دیئے جائیں گے۔'' جلال الدین کو اس نامہ و پیام کی خبر لگ گئی۔ نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے نواح ہمدان میں امیر مغاں طائسی کا محاصرہ کر لیا۔ صبح ہوئی تو امیر مغاں طائسی نے اپنے کو جلال الدین کے لشکر کے محاصرہ میں پایا۔ بدحواس ہو گیا۔ کچھ بنائے نہ بنی' اپنی بیوی کو جو سلطان جلال الدین کی بہن تھی' سلطان جلال الدین کی خدمت میں بھیجا۔ امان کی درخواست کی' جلال الدین نے امان دی اور اس کے لشکر میں شامل کر لیا۔ امیر مغاں طائسی تنہا رہ گیا۔

ازبک بن پہلوان اور جلال الدین منکبرس: اس کے بعد جلال الدین مراغہ کی جانب واپس ہوا۔ ازبک بن پہلوان والیٔ آذربائیجان نے اپنے دارالحکومت تبریز کو جلال الدین کے خوف سے چھوڑ دیا تھا۔ گنجہ چلا آیا تھا۔ جلال الدین نے اہل تبریز کے پاس رسد اور ضروریات روزمرہ کے بہم پہنچانے کا پیام بھیجا۔ اہل تبریز نے نہایت خوشی سے اس خدمت کو منظور کیا چنانچہ جلال الدین کے فوجی تبریز میں اپنی ضروریات کے خریدنے کے لیے جانے لگے۔ چند دن بعد اہل تبریز نے فوجیوں کی زیادتی اور اشیاء کو زبردستی کم قیمت پر لینے کی شکایت کی۔ جلال الدین نے انصاف و عدل کرنے کی غرض سے تبریز میں ایک افسر پولیس بھیج دیا۔ جس سے اہل تبریز کی شکایت رفع ہو گئی۔

جلال الدین منکبرس کا تبریز پر قبضہ: بیگم ازبک' سلطان طغرل بک بن ارسلان بن طغرل بن محمد بن ملک شاہ سلجوقی کی بیٹی تھی جس کا ذکر اس کے اسلاف کے سلسلہ میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔ تبریز میں مقیم تھی اور چونکہ ازبک لہو و لعب اور عیش و عشرت میں پڑا ہوا تھا اس وجہ سے ازبک کے مقبوضہ علاقہ پر یہی حکمرانی کر رہی تھی۔ اہل تبریز نے چند دن بعد جلال الدین کے افسر پولیس کو نکال دیا۔ جلال الدین کو ناگوار گزرا۔ تبریز پہنچ کر محاصرہ کر دیا۔ پانچ دن تک محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ سختی کے ساتھ جاری رہا۔ جلال الدین کو اہل تبریز سے یہ شکایت تھی کہ ''تم لوگوں نے ہمارے آدمیوں کو جو مسلمان تھے قتل کر کے ان کے سروں کو کفار تاتار کے پاس بھیجا'' اہل تبریز نے معذرت کی ''یہ فعل ہمارا نہ تھا بلکہ ہمارے حاکم شہر کا یہ فعل ہے لیکن ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا الزام اب ہم پر ہے۔ ہماری خطاؤں کو معاف کیجئے اور امان دیجئے۔'' چنانچہ جلال الدین نے تمام اہل تبریز کو امان دی' بیگم ازبک کو شہر طغرل نے شہر خوی تک کے تمام شہر دیدیئے۔ اس کے مال و اسباب اور خزانہ سے ذرا بھی تعارض نہ کیا اور نصف رجب ۶۲۲ھ میں تبریز پر قبضہ کر لیا۔

تبریز پر قبضہ کے بعد جلال الدین نے بیگم ازبک کو اپنے دو معتبر خادموں قلیج اور بلال کے ہمراہ خوئی روانہ کیا۔ تبریز کی حکومت پر اس کے پروردہ نظام الدین برادر زادہ شمس الدین طغرائی کو مامور کیا۔ اسی نے فتح تبریز میں سلطان جلال الدین کا ہاتھ بٹایا تھا۔

سلطان جلال الدین نے اہل تبریز کے ساتھ بے حد احسان اور سلوک کیے۔ عدل اور داد و دہش سے رعایا کو خوش کر دیا۔ ویرانی' آبادی سے بدل گئی اور امن قائم ہو گیا۔

جنگ جلال الدین منکبرس و کرج: اس کے بعد جلال الدین یہ خبر پا کر کہ کرج نے آذربائیجان اران' آرمینیہ اور دربند شروان کو تاراج کیا ہے اور مسلمانوں کو حد سے زیادہ تکلیفیں دی ہیں۔ کرج پر جہاد کا اعلان کر دیا۔ شاہی فوج اور

مجاہدوں کو مرتب کر کے بزون کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں پر کرج کی ٹڈی دل فوج جمع ہو رہی تھی۔ جلال الدین کے مقدمۃ الجیش پر جہاں پہلوان کنجی تھا۔ جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ کرج پہاڑ پر تھے۔ اسلامی لشکر نے انہیں اس قدر مہلت نہ دی کہ وہ پہاڑ سے اتر کر تیغ و سپر ہوتے' نہایت تیزی سے خندقوں اور پہاڑ کے ٹیلوں کو طے کر کے کرج سے جڑ گئے۔ کرج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' چار ہزار یا اس سے زیادہ کام آئے۔ بعض لوگ گرفتار کر لیے گئے بعض نے کسی قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ جلال الدین نے اس کے سر کرنے پر فوجیں روانہ کیں۔ جنہوں نے کرج کے ملک کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان ڈالا اور جی کھول کر تاراج کیا۔

<u>جلال الدین منکبرس کی مراجعت تبریز:</u> سلطان جلال الدین مہم کرج سے فارغ ہو کر اپنے بھائی غیاث الدین کو بلاد کرج میں قیام کرنے کا حکم دے کر تبریز کی جانب واپس ہوا۔

سلطان جلال الدین تبریز میں وزیر السلطنت شرف الدین کو نظم و نسق درست کرنے کی غرض سے چھوڑ گیا تھا۔ اور نظام الملک طغرائی کو شہر کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ وزیر السلطنت نے جلال الدین کی خدمت میں رپورٹ کی کہ نظام الملک طغرائی اور اس کا چچا شمس الدین بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ اہل شہر کو بغاوت پر ابھار دیا ہے۔ ان لوگوں کا ارادہ یہ ہے کہ عنان حکومت ازبک کے قبضہ میں دے دی جائے کیونکہ سلطان اس وقت مہم کرج میں مشغول ہے ہمارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔'' سلطان جلال الدین نے اس خبر کو کسی پر ظاہر نہ کیا جب اسے کرج کی گوشمالی اور پامالی سے فراغت ہوئی اس وقت تبریز کی خبر کو ظاہر کیا اور اپنے بھائی غیاث الدین کو حکمراں بنا کر کرج کے ملک کو تاراج کرنے کا حکم دے کر تبریز کی جانب واپس ہوا۔

<u>نظام الملک طغرائی اور شمس الدین پر عتاب:</u> جلال الدین نے تبریز پہنچ کر نظام الملک طغرائی اور اس کے ساتھیوں اور ہوا خواہوں کی گرفتاری کا حکم صادر کیا۔ شمس الدین سے ایک لاکھ جرمانہ وصول کیا اور مراغہ میں قید کر دیا۔ شمس الدین بہ حکمت عملی مراغہ سے بھاگ نکلا۔ بغداد پہنچا اور ۶۲۵ھ میں حج کرنے گا۔ جلال الدین کو کسی ذریعہ یہ خبر پہنچ گئی کہ شمس الدین طواف میں ان الزامات سے اپنی بریت اور بیزاری کی اپنے حق میں دعا کر رہا تھا جو اس پر لگائے گئے تھے اور یہ عرض کر رہا تھا کہ اے الٰہی اگر مجھ سے وہ افعال سرزد ہوئے ہیں جو میرے سر تھوپے جاتے ہیں تو مجھے وہ سزا دے جس کی نظیر نہ ہو۔'' سلطان جلال الدین کا دل یہ سن کر کانپ اٹھا۔ تبریز واپس بلا لیا اور اس کا تمام مال و اسباب اور زر جرمانہ واپس کر دیا۔

<u>جلال الدین منکبرس کا بیگم ازبک سے نکاح:</u> ازبک کی بیوی (دختر سلطان طغرل) نے نکاح کا پیام بھیجا اور یہ ظاہر کیا کہ ازبک نے اپنی قسم توڑ ڈالی جس کی وجہ سے مجھے طلاق[1] ہو گئی ہے' عزیز الدین قزوینی قاضی تبریز کے روبرو مقدمہ طلاق پیش ہوا۔ قاضی نے طلاق ہونے کا اور حلت نکاح جائز ہونے کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ جلال الدین نے زوجہ

[1] تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ ازبک نے اپنی بیوی سے قسم کھائی تھی کہ فلاں غلام کو قتل نہ کروں گا اور اگر قتل کروں تو تجھے طلاق ہے' اتفاق یہ کہ ازبک نے قسم توڑ ڈالی' غلام کو مار ڈالا۔ لہٰذا طلاق ثابت ہو گئی اور نکاح صحیح و درست ہوا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۴ مطبوعہ لیڈن۔

ازبک نے عقد کرلیا اور اس کے پاس گیا۔ خوئی میں رسم شب عروسی ادا ہوئی۔ ازبک کو ان واقعات سے ایسا صدمہ ہوا کہ اسی صدمہ سے جاں بحق ہوگیا۔

ارخان کی معزولی: سلطان جلال الدین خوئی سے تبریز پھر واپس آیا۔ ایک مدت تک قیام پذیر رہا۔ ایک فوج ارخان کی ماتحتی میں گنجہ (صوبہ نقچوان) کے سر کرنے کے لیے روانہ کی۔ اس وقت ازبک گنجہ ہی میں تھا۔ سلطان جلال الدین کی آمد کی خبر پا کر گنجہ چھوڑ دیا۔ جلال الدین قمی کو بطور نائب گنجہ میں متعین کر کے چلتا ہوا۔ سپہ سالار ارخان نے گنجہ پر پہنچ کر قبضہ کرلیا اور اس کے تمام اطراف وشمکور، برذعہ اور شنکور دبا لیا۔ لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ ازبک نے جلال الدین سے اس کی شکایت کی۔ جلال الدین نے ارخان کے پاس ممانعت کا فرمان بھیجا۔ ارخان کو سلطان کے حکم سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ سلطان نے معزول کر دیا۔ کبیدہ خاطر ہو کر سلطان کے کیمپ سے نکل گیا۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کے کسی شخص نے مار ڈالا۔

خلیفہ ناصر الدین اللہ کی وفات: آخری ماہ رمضان ۶۲۲ھ میں خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی نے سینتالیس سال خلافت کر کے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کا لڑکا خلیفہ ظاہر بامر اللہ ابو نصر محمد تخت خلافت پر متمکن ہوا جیسا کہ خلفاء بنی عباس کے سلسلہ میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

کرج اور ارمن: کرج' ارمن کے نسبی بھائی ہیں۔ ارمن کا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ دولت سلجوقیہ کے بعد انہی کی حکومت کو عروج حاصل ہوا' مذہباً عیسائی تھے۔ والی ارمن ان سے خائف رہتا تھا۔ اکثر تحفے اور نذرانے بھیجتا تھا۔ بادشاہ کرج خلعت اور جائزہ دیتا اور بادشاہ ارمن اسے نہایت مسرت سے پہنتا تھا۔ شروان والی دربند شروان بھی ان سے دبتا تھا۔ ان لوگوں نے ارجیش (بلاد آرمینیہ) اور شہر فارس پر قبضہ کرلیا۔ خلاط اور اس کے دارالحکومت پر محاصرہ کیا۔ اتفاق سے ان کا سپہ سالار ایوائے گرفتار ہوگیا۔ ان لوگوں نے اس شرط سے اسے رہا کیا کہ کرج اپنا محاصرہ اٹھا کر چلے جائیں چنانچہ ناکام کرج واپس آئے۔

طغرل شاہ اور کرج: کرج نے رکن الدولہ قلیج ارسلان والی بلاد روم کو بھی شکست دی تھی جب اس نے اپنے بھائی طغرل شاہ ارزن روم پر حملہ کیا تھا اور طغرل شاہ نے کرج سے امداد طلب کی تھی۔ اگرچہ رکن الدولہ کی قوت بے حد بڑھی ہوئی تھی۔ فوج کا انتظام بھی معقول تھا۔ لیکن کرج نے شکست دیدی۔ قصہ مختصر کرج کی غارت گری کا جولان گاہ آذربائیجان کا صوبہ تھا۔ نواح آذربائیجان کو ہر وقت ان کی غارت گری کا خطرہ رہتا تھا۔

کرج کا تفلیس پر تسلط: تفلیس کی سرحد نہایت مستحکم تھی۔ ملوک فارس کی زمانے سے اس کا شمار مہتم بالشان سرحدی مقامات میں تھا۔ ۵۱۵ھ میں بہ زمانہ حکومت محمود بن محمود بن ملک شاہ سلجوقی کرج نے تفلیس پر قبضہ حاصل کرلیا۔ اگرچہ دولت سلجوقی ان دنوں عروج پر تھی۔ قوت بھی بڑھی ہوئی تھی' فوج بھی کثیر تھی۔ لیکن کرج کے قبضہ سے تفلیس کو نکال نہ سکی۔ ایلدکز اور اس کا بیٹا پہلوان بلاد جبل' آذربائیجان' اران' آرمینیہ' خلاط اور ان کے مرکز حکومت پر بھی قابض ہوگیا لیکن اس

کے باوجود تفلیس کو کرج سے واپس نہ لے سکا۔ اللہ تعالیٰ نے ازل سے اس کی فتح یابی کا سہرا سلطان جلال الدین کے سر پر باندھا تھا۔ چنانچہ جب سلطان جلال الدین نے آذربائیجان کو سر کر لیا تو کرج نے سلطان جلال الدین پر حملہ کیا۔ سلطان نے انہیں ۶۲۲ھ میں نیچا دکھا کر تبریز کی جانب توجہ کی۔ تبریز کی جانب واپسی کے وقت اپنا لشکر ظفر پیکر اپنے بھائی غیاث الدین اور وزیر السلطنت شرف الدین کی ماتحتی میں بلاد کرج کو زیروزبر کرنے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔

جلال الدین منکبرس کا بلاد کرج پر جہاد: جب اسے مہم تبریز سے فراغت حاصل ہوگئی تو بلاد کرج پر جہاد کرنے کی طرف پھر توجہ ہوئی۔ فوجیں آراستہ اور سامان جنگ درست کر کے بلاد کرج کی طرف روانہ ہوا۔ کرج نے بھی فوجیں مہیا کر لی تھیں۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ قفچاق اور لکز کا گروہ بھی امداد و اعانت پر آیا تھا۔ غرض کہ ایک عالم سلطان کے مقابلہ پر آ گیا تھا۔ دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ سخت خونریز جنگ شروع ہوئی۔ میدان لشکر اسلام کے ہاتھ رہا۔ کرج اور ان کے معاون و مددگار میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کی تلواروں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کوئی بھی جانبر نہ ہو سکا۔ سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔

جلال الدین منکبرس کا تفلیس پر قبضہ: اس کامیابی کے بعد سلطان جلال الدین ربیع الاول ۶۲۳ھ میں تفلیس (کرج کا دارالسلطنت) کے سر کرنے کو روانہ ہوا۔ قریب تفلیس پہنچ کر مورچہ قائم کیا۔ ایک روز سلطان جلال الدین شہر کے حالات اور موقع جنگ دیکھنے کے لیے تھوڑی سی فوج لے کر روانہ ہوا۔ باقی فوج کو مختلف مقامات پر کمین گاہ میں بٹھا دیا۔ کرج نے اس امر کا احساس کر کے سلطان کی رکاب میں نہایت قلیل تعداد ہے شہر سے نکل کر حملہ کر دیا۔ سلطان جلال الدین مقابلہ کرتا ہوا پیچھے ہٹا جس وقت کرج کمین گاہ سے نکل آئے سلطان کی فوج نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ کرج بے سروسامانی کے ساتھ شہر کی طرف بھاگے۔ سلطانی لشکر نے تعاقب کیا۔ بھگدڑ میں شہر پناہ کا دروازہ بند نہ کر سکے۔ مسلمان بھی کرج کے ساتھ شہر میں گھس گئے۔ اللہ اکبر کا نعرہ مار کر سلطان جلال الدین زندہ باش! سلطان جلال الدین زندہ باش!! چلا اٹھے!!! کرج کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ کرج سے وہی لوگ بچے جنہوں نے اسلام کے پرچم کے نیچے آ کر امان حاصل کی تھی باقی جس قدر کرج تفلیس میں تھے وہ سب تہ تیغ ہوئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ مال غنیمت اور قیدیوں سے مالا مال ہو گئے۔ یہ بہت بڑی فتح تھی جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مسلمانوں کو حاصل ہوئی فاضل ابن اثیر نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

نسائی کاتب: نسائی کاتب کہتا ہے کہ سلطان جلال الدین نے کرج پر حملہ کی غرض سے کوچ کیا۔ جس وقت سہراس پر پہنچا' شدت سے برف پڑی۔ بیمار ہوگیا۔ اسی حالت میں تفلیس کی طرف ہو کر گزرا۔ اہل تفلیس سلطان کی آمد کی خبر پا کر شہر سے نکل کر مقابل ہوئے۔ سلطانی لشکر نے انہیں شکست دی اور نہایت تیزی سے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا چونکہ شہر بلا امن بزور تیغ فتح ہوا۔ اس وجہ سے خونریزی زیادہ ہوئی۔ کرج اور ارمن جو سامنے پڑا تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اہل شہر نے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ سلطان نے انہیں گھیر لیا۔ مجبور ہو کر مصالحت کا پیام بھیجا اور زر کثیر دینے کر مصالحت کر لی۔ جسے انہوں نے فوراً ادا کر دیا اور سلطان نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

براق حاجب کی بغاوت: سلطان جلال الدین کو جنگ کرج اور مہم تفلیس میں مصروف دیکھ کر براق (بلاق) حاجب' کرمان پر خود مختار حکومت کا خواب دیکھنے لگا۔

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ غیاث الدین نے براق حاجب کو روانگی عراق کے وقت کرمان پر مقرر کیا تھا اور سلطان جلال الدین نے ہندوستان سے واپسی کے وقت براق حاجب سے مشکوک ہو کر اسے گرفتار کر لینے کا قصد کیا۔ لیکن کسی وجہ سے براق کو حکومت کرمان پر بحال و قائم رکھا۔ جس وقت سلطان جلال الدین جنگ کرج پر چلا گیا' میدان خالی پا کر بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ اس کی خبر سلطان جلال الدین کو اس وقت موصول ہوئی جب کہ خلاط کا ارادہ کر چکا تھا لیکن ارادہ تبدیل کر کے کرمان کی طرف نہایت تیزی سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت کیلکون میں چند سرداروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ وزیر السلطنت شرف الدین کو تفلیس کی حکومت پر مقرر کیا' بلاد کرج پر جہاد کرنے کی ہدایت کی اور اپنے بھائی غیاث الدین کو اپنے ہمراہ لیا۔ کوچ و قیام کرتا کرمان کے قریب پہنچا۔ والی کرمان (براق حاجب) کے پاس خلعت بھیجا' دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ والی کرمان تاڑ گیا کہ اس میں کچھ نہ کچھ فریب ضرور ہے۔ کرمان چھوڑ کر ایک قلعہ میں جا کر قلعہ نشین ہو گیا۔ سلطان جلال الدین کا قاصد واپس آیا۔

سلطان جلال الدین یہ سمجھ کر وار خالی گیا' تدبیر کارگر نہ ہوئی' اصفہان میں قیام کر دیا اور اسے حکومت کرمان پر بحال رکھا اور واپس ہوا۔

وزیر شرف الدین اور کرج: وزیر السلطنت شرف الدین تفلیس میں تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ ادھر کرج نے اس پر عرصہ زمین تنگ کر دیا پریشان کرنے لگے۔ اور چند امراء بھی کرج کی چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے چین سے بیٹھ نہ سکے جو کیلکون میں تھے۔ مزید براں کرج نے تفلیس کا محاصرہ کر لیا۔ ارخان فوجیں لے کر تفلیس کی طرف بڑھا۔ اتنے میں قاصد یہ خوشخبری لے کر پہنچ گیا کہ سلطان جلال الدین عراق سے واپس آ رہا ہے۔ وزیر السلطنت نے چار ہزار دینار انعام مرحمت کیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر بلاد کرج میں پھیل گیا۔ ایوائی سپہ سالار کرج اپنے چند سواروں کے ساتھ انہیں شہروں میں تھا۔ سلطان جلال الدین نے ایک فوج شہر قرس کے سر کرنے کے لیے بھیجی جس نے نہایت سختی سے محاصرہ کیا۔ اس کے بعد کثیر التعداد اسلامی فوجیں آ کر جمع ہو گئیں۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ تفلیس واپس آیا۔

جلال الدین منکبرس کا محاصرہ خلاط: خلاط اشرف بن عادل بن ایوب کے دائرہ حکومت میں تھا۔ اس کی طرف سے حسام الدین علی موصلی خلاط پر حکومت کر رہا تھا۔ وزیر السلطنت شرف الدین کو زمانہ قیام تفلیس میں رسد و غلہ کی ضرورت ہوئی۔ ایک دستہ فوج رسد کی فراہمی کی غرض سے ارزن روم روانہ کیا چنانچہ وہ ارزن روم کے علاقہ کو تاراج کر کے مال غنیمت لیے واپس ہوا۔ خلاط ہو کر گزرا۔ حسام الدین علی گورنر خلاط نے روک ٹوک کی اور جو کچھ اس کے پاس تھا چھین لیا۔ وزیر السلطنت شرف الدین نے جلال الدین کو اس کی شکایت لکھی جلال الدین اس وقت کرمان میں تھا۔ جلال الدین کرمان سے خلاط کی طرف واپس ہوا۔ شہر آنی پر محاصرہ کیا۔ حسام الدین علی خلاط کی مدد پر تیار ہو گیا۔ جلال الدین نے اہل خلاط کی مستعدی دیکھ کر فریب دینے کی غرض سے محاصرہ اٹھا کر بلاد ابنحاز کی جانب کوچ کر دیا۔ دس روز کے بعد

نہایت تیزی سے خلاط کی طرف بڑھا۔ ماہ ذی القعدہ ۶۲۳ھ میں شہر ملاز کرد کا محاصرہ کیا۔ شہر ملاز کرد سے کوچ کر کے خلاط پہنچ کر محاصرہ کیا متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ روزانہ جنگ اور محاصرہ سے اہل خلاط تنگ آ گئے۔ کئی مرتبہ جلالی فوجیں شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گئیں ایک یا دو بار شہر میں بھی گھس پڑیں' چونکہ خلاط والے' خوارزمی لشکر کی عادات اور مظالم سے واقف تھے۔ جان پر کھیل گئے اور سرفروشانہ مقابلہ کر کے پیچھے ہٹا دیا۔

ترکمان ایوامیہ کی سرکشی و سرکوبی: محاصرے کے دوران جلال الدین کے پاس ان کے نائب اور اس کی بیگم بنت سلطان طغرل نے یہ خبر بھیجی کہ ترکمان ایوامیہ بلاد آرمینیہ' آذربائیجان پر قابض ہو گئے ہیں۔ اکثر شہروں کو برباد اور ویران کر ڈالا ہے۔ راستہ خطرناک ہو گیا ہے اہل خوئی سے تاوان وصول کیا ہے اور اس کے نواح کو تاراج کر کے کف دست میدان بنا دیا چنانچہ جلال الدین خلاط کا محاصرہ اٹھا کر ترکمان ایوامیہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ نہایت تیزی سے منزلیں طے کر کے ترکمان ایوامیہ کے سر پر پہنچ گیا ترکمان ایوامیہ اس غفلت میں پڑے تھے کہ جلال الدین خلاط کی مہم میں مصروف ہے ورنہ اپنے قلعوں میں جو سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھے چلے جاتے جہاں پر پہنچنا دشوار ہو جاتا۔ جلال الدین کے لشکر نے ترکمان ایوامیہ پر دفعتہً چھاپہ مارا۔ نہایت سختی سے پامال ہوئے قتل ہوئے یا قید۔ مال و اسباب لوٹ کر تبریز واپس آیا۔

کرج کا تفلیس پر قبضہ: خلاط اور غزوہ ترکمان سے واپسی کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنی فوج کو موسم سرما گذارنے کے لیے متفرق کر دیا اور چونکہ خوارزمی امراء نے تفلیس میں طرح طرح کے مظالم اور بداخلاقی شروع کر دی تھی۔ اس وجہ سے جو فوج ان لوگوں کی رکاب میں تفلیس میں بھی علیحدہ ہو گئی۔ اہل شہر نے کرج کو قبضہ تفلیس کے لیے بلا بھیجا۔ کرج یہ سمجھ کر کہ جلال الدین اس وقت تفلیس کی حمایت سے معذور ہے تفلیس پر چڑھ آئے لوٹ لیا آگ لگا دی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۶۲۴ھ کا ہے۔

تفلیس کا تاراج: نسائی کاتب لکھتا ہے کہ جس زمانے میں سلطان جلال الدین خلاط کا محاصرہ کیے تھا اسی زمانے میں فرانس (عیسائیان کرج) نے تفلیس پر قبضہ حاصل کیا تھا اور جلا کر خاک سیاہ کیا تھا۔ جب جلال الدین کو اس کی اطلاع ہوئی۔ غضبناک واپس ہوا۔ اثناء سفر میں یہ خبر پا کر کہ ترکمان نے فتنہ مچا رکھا ہے اور ہر طرف قتل و غارتگری کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ترکمانوں پر حملہ کیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور بہت سے مویشیوں کو ہنکا لیا۔ جس کا خمس (پانچواں حصہ جو بیت المال میں داخل کیا جاتا ہے) تیس ہزار تھا' اس کے بعد سلطان طغرل کی لڑکی سے (جس سے عقد کیا تھا) ملنے کو خوئی گیا۔ خوئی سے گنجہ کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ کرج' تفلیس میں آگ لگا کر واپس چلے گئے۔

خاموش بن اتابک ازبک: نسائی کاتب لکھتا ہے کہ گنجہ میں سلطان جلال الدین کی آمد کے بعد خاموش بن اتابک ازبک بن پہلوان حاضر ہوا۔ ایک پٹی نذر گزرانی جس میں ہتھیلی کے برابر سرخ یاقوت جڑا تھا۔ جس پر کیکاؤس اور

چند شاہان فارس کے نام کندہ تھے سلطان جلال الدین نے اس کی شکل تبدیل کر کے اپنا نام کندہ کرایا۔ عیدین کے موقع پر پہنا کرتا تھا۔ یہ پیٹی چنگیز خانی غارت گری کے زمانے میں تاتاریوں کے ہاتھ پڑ گئی۔ اپنے خان اعظم ال چنگیز خان بقا کو دے دیا۔

اس زمانے سے خاموش سلطان جلال الدین ہی کی خدمت میں رہا۔ اخیر عمر میں فقر و فاقہ میں مبتلا ہوا علاء الملک بادشاہ فرقہ اسمٰعیلیہ کے پاس چلا گیا اور وہیں جاں بحق ہوا۔ انتہی کلام النسائی۔

ارخان اور فرقہ اسمٰعیلیہ: سلطان جلال الدین نے ہندوستان سے واپسی کے بعد ارخان کو نیشا پور اور اس کے صوبہ کی حکومت پر مامور کیا جیسا کہ زمانہ قیام ہندوستان میں وعدہ کیا تھا۔ ارخان نے ایک شخص کو اپنی طرف سے نیشا پور پر بطور نائب مقرر کیا اور خود سلطان کی رکاب میں رہا۔

ارخان کا نائب منچلا تھا۔ مقبوضات اسمٰعیلیہ پر جو اس کے صوبہ سے ملحق و متصل تھے اکثر قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھاتا تھا۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کے چند امراء سلطان کی خدمت میں بمقام خوی وفد لے کر آئے اور ارخان کے

ارخان کا خاتمہ: ارخان اس سے زیادہ برافروختہ ہوا اور اسمٰعیلیہ پر سختی کرنے لگا۔ سلطان جلال الدین خوی سے گنجہ کی طرف واپس ہوا۔ چونکہ گنجہ ارخان کی جاگیر تھی اس وجہ سے ارخان بھی رکاب میں تھا۔ گنجہ کے باہر خیمہ نصب کیا گیا۔ تین باطنی ارخان پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر ڈالا۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کو فدویہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کا شیخ جس کے قتل کا حکم دیتا ہے اسے یہ قتل کر ڈالتے ہیں اور جان کی ذرہ پروا نہیں کرتے تھے اور اس کے عوض اپنے شیخ سے جنتی ہونے کی دستاویز لکھا تے۔ القصہ ارخان کے مقتول ہونے کے بعد ایک دو اشخاص پر باطنیوں نے حملہ کیا۔ آخر میں ارخان کے آدمیوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور تکے بوٹی کر ڈالا۔

اسمٰعیلیوں کا دامغان پر قبضہ: اسمٰعیلیہ زمانہ طوائف الملوکی میں دامغان وغیرہ پر قابض ہو گئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد فرقہ باطنیہ کا ایلچی سلطان کے وزیر السلطنت کی خدمت میں بمقام بیلقان حاضر ہوا۔ وزیر السلطنت نے دامغان کے قبضہ کا مطالبہ کیا اور تیس ہزار دینار تاوان کا طلب گار ہوا۔ فرقہ باطنیہ نے یہ مطالبہ تسلیم کر لیا۔

آذربائیجان سے واپسی کے وقت، وزیر السلطنت کے لشکر میں پانچ باطنی گرفتار ہوئے جو غالباً وزیر السلطنت یا کسی اور سردار کے قتل کے لیے آئے ہوں گے۔ وزیر السلطنت نے ان کی گرفتاری سے سلطان کو مطلع کیا۔ سلطان نے انہیں آگ میں ڈال دینے کا حکم صادر کیا۔ انتہی کلام النسائی۔

سلطان جلال الدین منکبرس اور فرقہ اسمٰعیلیہ: ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سلطان جلال الدین ارخان کے قتل کے بعد فوجیں لے کر بلاد اسمٰعیلیہ پر چڑھ گیا۔ قلعہ موت سے گردکوہ تک تاراج کرتا چلا گیا۔ ارخان کے قتل کا پورا پورا انتقام لیا۔ اس واقعہ کے بعد فرقہ اسمٰعیلیہ کو انتقام کا خیال پیدا ہوا۔ بلاد ارسلان کی طرف بڑھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی قوت ٹوٹ گئی اور وہ مقابلہ نہ کر سکے۔

سلطان جلال الدین کامیابی کے ساتھ بلاد اسمٰعیلیہ سے واپس آ رہا تھا کہ اثناء راہ میں یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ تاتاری لٹیرے رے کے قریب دامغان تک پہنچ گئے ہیں۔ فوراً تاتاریوں کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہو گیا اور ان کے سر پر پہنچ کر نہایت برے طور سے انہیں شکست دی۔ اس کے بعد ہی یہ خبر پہنچی کہ تاتاریوں کا جم غفیر سلطان سے جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ یہ سن کر قیام کیا۔ انتہیٰ۔

بیگم جلال الدین منکبرس: آپ اوپر پڑھ چکے ہو کہ جس وقت سلطان جلال الدین نے تبریز کو ازبک بن بہلوان کے قبضہ سے نکال لیا اور اس کی بیوی (دختر سلطان طغرل) کو شہر خوی بطور جاگیر عنایت فرما کر اس سے عقد کر لیا۔ اس وقت چونکہ سلطان جنگی اور انتظامی مہمات ملکی میں مصروف تھا اپنی اس نئی بیگم کو خوی میں چھوڑ گیا۔ اس وجہ سے بیگم سلطان کا تمام اعزاز و اقتدار جاتا رہا۔

نسائی کاتب نے لکھا ہے کہ سلطان نے اس کی جاگیر میں شہر سلماس اور آرمینیہ کا اور اضافہ فرما کر اپنے ایک معتمد علیہ امیر کو بغرض انتظام جاگیر مقرر کیا۔ یہ امر بیگم صاحبہ کا ناگوار گزرا۔ ادھر وزیر السلطنت نے بیگم کو دھوکے میں ڈال دیا۔ ادھر خفیہ طور سے سلطان کو لکھ بھیجا کہ بیگم صاحبہ اتابک ازبک سے ساز باز رکھتی ہیں اور باہم سلسلہ خط و کتابت جاری ہے۔ اس کے بعد سلطان کے حکم سے وزیر السلطنت خوی پہنچا اور بیگم صاحبہ کے محل سرا میں قیام پذیر ہوا۔ جو کچھ مال و اسباب تھا ضبط کر لیا۔ بیگم صاحبہ ان دنوں قلعہ طلم میں مقیم تھیں۔ وزیر السلطنت نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بیگم نے سلطان کی خدمت میں جانے کی درخواست کی۔ وزیر السلطنت نے جواب دیا ''آپ کی کوئی درخواست منظور نہیں کی جائے گی۔ خیر اسی میں ہے کہ آپ بلا کسی شرط قلعہ حوالہ کر دیجئے''۔ انتہیٰ۔

حسام الدین کا شہر خوی پر قبضہ: چونکہ اہل خوی سلطان کے مظالم اور اس کے لشکر کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے تھے اس وجہ سے بیگم صاحبہ نے باتفاق اہل خوی حسام الدین حاجب کو جو کہ اشرف بن عادل بن ایوب کا خلاط میں گورنر تھا خوی پر قبضہ کرنے کو بلا بھیجا چنانچہ حسام الدین نے جن دنوں سلطان جلال الدین عراق میں تھا خوی پر پہنچ کر خوی اور اس کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا[1] ان کے دیکھا دیکھی اہل نقجوان نے بھی حسام الدین سے نامہ و پیام کر کے شہر حوالہ کر دیا۔ حسام الدین خلاط واپس آیا اور بیگم صاحبہ جلال الدین کو اپنے ہمراہ خلاط لے آیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

سلطان جلال الدین منکبرس اور تاتاریوں کی جنگ: سلطان جلال الدین کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاری اپنے شہروں سے نکل کر ماوراء النہر اور عراق کی طرف بڑھ رہے ہیں فوراً روک تھام کی غرض سے کمر باندھ کر تبریز پر کوچ کر دیا۔ چار ہزار سواروں کو رے اور دامغان کی جانب تاتاری لٹیروں کی خبر لانے کے لیے روانہ کیا۔ واپس ہو کر ان لوگوں نے بیان کیا کہ تاتاری طوفان کی طرح اصفہان تک پہنچ گئے ہیں۔ افواج اسلامی سے مر جانے اور مارنے کا حلف لیا۔ قاضی کو حکم دیا کہ عامۃ مسلمین کو جہاد پر آمادہ کر کے اصفہان روانہ کرو۔ اتنے میں یہ خبر لگی کہ تاتاریوں کا ایک لشکر رے کے تاراج

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ سلطان جلال الدین نے ایک فوج مقابلہ پر بھیج دی جس نے تاتاری لشکر کو شکست دی اور کامیاب ہوا۔ اس کے بعد ماہ رمضان ۶۲۵ھ میں تاتاریوں کے اصفہان پہنچنے کے چوتھے دن دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ سلطان جلال الدین کے بھائی (غیاث الدین) اور جہاں پہلوان کجی نے بدعہدی کی اور ایک لشکر لے کر علیحدہ ہو گئے۔ اس کے باوجود تاتاریوں کا میسرہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ سلطان نے تعاقب کیا۔ تاتاریوں نے چند مقامات پر تھوڑی تھوڑی فوج کمین گاہ میں بٹھا دی تھی چنانچہ اس نے سلطانی موکب کی گذر جانے کے بعد کمین گاہ سے حملہ کیا۔ لشکر اسلام نے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا۔ سرداران لشکر کا ایک گروہ کام آ گیا۔ کچھ گرفتار ہو گئے۔ جن میں علاء الدین والی یزد بھی داخل تھا۔ سلطان جلال الدین نے نہایت مردانگی سے حملہ کیا۔ تاتاری کائی کی طرح پھٹ گئے اور اپنے لشکر گاہ کا راستہ لیا۔ سلطان گرفتاری سے بال بال بچ گیا۔ لشکر اسلام شکست پا کر فارس و کرمان پہنچا۔ میمنہ لوٹ کر قاشان آیا۔ سلطان کو صحیح وسلامت پایا۔ شکست کے بعد سلطان قاشان چلا گیا۔

تاتاریوں کا محاصرہ اصفہان: امیر طاقالیسی ان دنوں اصفہان میں موجود تھا۔ اہل اصفہان نے اس کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کا قصد کیا۔ اتنے میں سلطان پہنچ گیا۔ رک گئے۔ تمام لشکر سلطان کے ساتھ ہو گیا۔ تاتاری لشکر دن نے شکست کے بعد اصفہان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جس وقت سلطان کا لشکر اصفہان پہنچا۔ اہل اصفہان بھی سلطان کے ساتھ ہو کر میدان میں نکل آئے تاتاریوں سے تیغ و سپر ہوئے اور انہیں شکست دی۔ سلطان رے تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جب وہ ہاتھ نہ آئے تو شکست خوردہ تاتاریوں کے تعاقب میں ایک لشکر خراسان کی طرف روانہ کیا۔

ابن اثیر کہتا ہے کہ بلاد فارس کا حاکم ابن اتابک سعد تھا۔ اپنے باپ کے بعد فارس کا حکمران ہوا۔ سلطان کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھا۔ تاتاریوں کو پہلے شکست ہوئی۔ والی فارس ان کے تعاقب میں دور تک چلا گیا جب واپس ہوا تو سلطان جلال الدین کو اس کے بھائی غیاث الدین اور بعض سرداران لشکر کی غداری اور تعاقب کی وجہ سے شکست ہو چکی تھی شکست کے بعد سلطان تبریز واپس آیا۔ کچھ عرصہ قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد اصفہان کی طرف واپس ہوا۔

سلطان جلال الدین منکبرس اور غیاث الدین میں کشیدگی: سلطان جلال الدین اور اس کے بھائی غیاث الدین میں کشیدگی اور ناچاقی کی بنیاد اس وقت سے پڑی جب کہ حسن بن حرمیل گورنر سلاطین غوریہ کو خوارزم شاہ محمد بن تکش کے لشکر نے مار ڈالا تھا اور اس کے وزیر السلطنت کا جو کسی قلعہ میں قلعہ نشین ہو گیا تھا۔ محاصرہ کر لیا تھا یہاں تک کہ بزور تیغ قلعہ فتح کیا اور وزیر کو قتل کر ڈالا[1] ...... محمد بن حسن بن حرمیل ہندوستان کی طرف چلا گیا۔

جب سلطان جلال الدین تاتاریوں سے جنگ کرنے کے لیے اصفہان گیا تو غیاث الدین کے چند غلام سلطان سے باغی ہو کر نصرت الدین بن حرمیل کے پاس چلے گئے۔ غیاث الدین نے انہیں نصرت الدین کی اجازت سے پوشیدہ طور

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا اور اس کے بعد بے ربط فقرہ جس کا ترجمہ "محمد بن حسن بن حرمیل ہندوستان کی طرف" سے تحریر ہے تلاش کے باوجود مجھے اس کا ربط کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ مترجم

پر اپنے گھر بلا لیا۔ ان لوگوں نے جلال الدین کی طرف سے غیاث الدین کے کان بھر دیئے۔ جا و بے جا شکایتیں کیں۔ جس سے غیاث الدین کے سینہ میں اپنے بھائی سلطان جلال الدین کی طرف سے کینہ پیدا ہو گیا۔ جس وقت تا تاریوں سے مقابلہ ہوا اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر خوزستان چلا گیا۔

غیاث الدین کا قلعہ موت میں قیام: غیاث الدین نے خوزستان پہنچ کر دربار خلافت میں عرضداشت بھیجی۔ امداد کا خواستگار ہوا۔ تمیں ہزار دینار روز بار خلافت میں بھیجے۔ غیاث الدین خراسان سے قلعہ موت چلا گیا جہاں علاء الدین فرقہ اسمٰعیلیہ کا شیخ رہتا تھا۔

سلطان جلال الدین منکبرس کا محاصرۂ قلعہ موت: جب سلطان جنگ تا تار سے فارغ ہو کر رے کی جانب واپس ہوا۔ قلعہ موت کے سر کرنے کے لیے محاصرہ کیا۔ علاء الدین نے سلطان سے غیاث الدین کو امان دینے کی خواہش کی۔ سلطان نے امان دیدی اور ایک اپنے معتمد امیر کو غیاث الدین کے لانے کے لیے بھیجا۔ غیاث الدین نے حاضری سے انکار کیا اور قلعہ چھوڑ دیا نواح ہمدان میں شاہی لشکر سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔ معمولی سی لڑائی کے بعد شاہی لشکر نے غیاث الدین کے ہمراہیوں میں سے ایک جماعت کو گرفتار کر لیا۔ غیاث الدین کسی طرح بچ بچا کر براق حاجب کے پاس کرمان پہنچا اور اس کی ماں سے براق کی مرضی کے خلاف عقد کر لیا۔

غیاث الدین کا قتل: چند دن بعد کسی نے براق حاجب سے جڑ دیا کہ ''تمہاری ماں تمہیں زہر دینے کی فکر میں ہے۔'' براق حاجب نے ذرا بھی تفتیش نہ کی اور اسے مار ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی جہاں پہلوان کو بھی قید حیات سے سبکدوش کر دیا اور غیاث الدین کو ایک قلعہ میں قید کر دیا چند روز بعد قید کی حالت میں قتل کر ڈالا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ غیاث الدین قید سے نکل کر اصفہان پہنچا تھا اور سلطان جلال الدین کے حکم سے مارا گیا۔ نسائی کہتا ہے کہ میں نے براق کا ایک خط دیکھا ہے جو اس نے وزیر السلطنت شرف الملک اور سلطان جلال الدین کی خدمت میں بمقام تبریز بھیجا تھا۔ براق نے اس میں اپنی خدمات کو شمار کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ میں نے ایک بہت بڑی خدمت سلطان کی یہ انجام دی ہے جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا کہ سلطان کے دشمن ترین شخص (غیاث الدین) کو قتل کیا ہے۔

پہلوانیہ کی بغاوت: جس وقت سلطان جلال الدین وزیر السلطنت شرف الملک کے ساتھ ہمدان پہنچا یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ امراء پہلوانیہ تبریز کے باہر جمع ہو رہے ہیں اور حکومت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرنا چاہتے ہیں۔ خاموش بن اتابک ازبک بھی قلعہ تو طور سے فوج لے کر آ گیا ہے اور امراء پہلوانیہ کا ہم خیال ہو گیا ہے۔ سلطان نے متوکب ہمایوں کو تبریز کی طرف واپسی کا حکم دیا وزیر السلطنت شرف الملک کو بطور مقدمۃ الجیش آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ تبریز کے قریب باغیان امراء پہلوانیہ سے مقابلہ ہوا۔ وزیر السلطنت نے انہیں شکست دی اور جن سرداروں نے فساد اور بغاوت کی آگ بھڑکائی تھی انہیں گرفتار کر لیا۔ اور مظفر و منصور شہر تبریز میں داخل ہوا۔ قاضی کو معزول اور بہت سے اور سرداروں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ قوام الدین حرادی ہمشیرزادہ طغرائی سے زر کثیر جرمانہ وصول کیا۔ ان کے بعد سلطان جلال الدین

تاتاریوں سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ وزیر السلطنت نے مقبوضہ علاقہ میں نائب السلطان کی حیثیت سے قیام اختیار کیا۔

حسام الدین اور وزیر السلطنت: آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ حسام الدین گورنر خلاط نے آذربائیجان پر حملہ کیا اور کامیاب و منصور ہو کر بیگم سلطان جلال الدین کو لے کر خلاط واپس گیا۔ وزیر السلطنت کو اس سے بے حد صدمہ ہوا۔ بلاد اران سے موقان کی طرف روانہ ہوا۔ ترکمان کو ایک وقت مقررہ پر جمع ہونے کا حکم صادر کیا' گورنروں کو پیشگی خراج وصول کرنے کی غرض سے صوبجات کی طرف بھیجا۔ شروان شاہ سے پچاس ہزار دینار طلب کیے۔ شروان شاہ نے دینے میں توقف کیا۔ وزیر السلطنت نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ لگا ناکام آذربائیجان واپس آیا۔

اتابک بہلوان کی لڑکی (بیگم سلطان) بیقوان میں تھی' ایدغمش اس سے علیحدہ ہو کر وزیر السلطنت کے پاس چلا آیا اور اسے بیقوان پر قبضہ کرنے کا لالچ دیا۔ وزیر السلطنت بیگم سلطان کو دھوکہ دینے کی غرض سے بیقوان روانہ ہوا۔ بیگم نے وزیر السلطنت کو داخل ہونے سے روک دیا۔ مرج میں خیمہ ڈال دیا لیکن اس ممانعت کے باوجود بیگم نے عزت واحترام سے وزیر السلطنت کی میزبانی کی۔

جورس پر فوج کشی: اس کے بعد وزیر السلطنت نے جورس کی طرف قدم بڑھایا۔ یہ صوبہ ازبک کے زمانہ حکومت سے اشرف والی خلاط کے قبضہ میں تھا۔ لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ زبردستی رعایا کا مال چھیننے لگے۔ وزیر السلطنت نے لشکریوں کی حمایت کی۔ رعایا بگڑ گئی۔ اتنے میں والی خلاط کا حاجب فوجیں لے کر آ گیا اور وزیر السلطنت انتہائی بے سروسامانی سے اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یہ واقعہ ۶۲۲ھ کا ہے۔

حاجب کے ساتھ فخر الدین والی حلب اور حسام الدین خضر والی تبریز بھی تھا اور وزیر[1] اس کے زمانہ غیر حاضری میں ظاہر ہوا۔ وزیر اران بھاگ گیا اور حاجب اس کے تعاقب میں کچھ دور تک گیا پھر تبریز واپس ہوا۔ خوی ہو کر گذرا۔ خوی کو لوٹ لیا۔ بیقوان کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد تبریز کو بھی بزور تیغ لے لیا۔

خوی کی مہم: ان واقعات کے بعد وزیر السلطنت تبریز میں قیام پذیر ہوا۔ اتابک ازبک اس وقت تبریز ہی میں تھا۔ اتنے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ سلطان شکست کھا کر اصفہان کی طرف واپس آ رہا ہے۔ وزیر السلطنت تبریز اور آذربائیجان کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں سلطانی امراء ملے جنہیں سلطان نے وزیر کی کمک پر بھیجا تھا۔ سلطان نے وزیر کو محاصرہ خوی کا حکم دیا۔ اس وقت خوی میں حاجب حسام الدین والی خلاط کا نائب بدر الدین سرہنگ اور حاجب حسام الدین علی موجود تھے وزیر نے مصلحتاً خوی کا ارادہ ترک کر کے ترکری پر جا کر محاصرہ کیا۔ دونوں حریفوں نے ترکری کے باہر ایک میدان میں صف آرائی کی۔ ایک خونریز جنگ کے بعد حاجب کو شکست ہوئی۔ ترکری میں داخل ہو کر قلعہ بندی کر لی۔ وزیر نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حاجب نے صلح کا پیام بھیجا۔ وزیر نے انکاری جواب دیا۔ شاہی امراء جو اس کے ساتھ اس مہم میں شریک تھے وہ اپنی فوجوں کے ساتھ آذربائیجان واپس آ گئے وزیر نے ترکری کا محاصرہ اٹھایا۔ خوی کی طرف روانہ

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔

ہوا۔ ابن سرہنگ خوی خالی کر کے قلعہ قوطور چلا آیا تھا۔ اس کے بعد سلطان سے امان حاصل کی۔

وزیر بلا مقابلہ خوی میں داخل ہوا۔ اہل خوی سے تاوان اور جرمانہ وصول کیا خوی سے فارغ ہو کر ترمذ اور بیقچو ان پر حملہ کیا۔ ترمذ اور بیقچو ان والوں پر بھی وہی مظالم کیے جو اہل خوی کے ساتھ کیے تھے۔ خوی فتح ہونے سے حاجب والی خلاط کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

فتوحات وزیر شرف الملک جس وقت سلطان جلال الدین اپنے وزیر السلطنت کو بطور نائب السلطنت اپنے مقبوضہ ممالک میں چھوڑ کر تاتاریوں سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ اسی وقت سے وزیر السلطنت نے اپنی تمام توجہ اور تمام قوت ممالک محروسہ سلطانی کے نظم و نسق درست کرنے' والی خلاط کی مدافعت' آذر بائیجان اور اران کے شہر کو واپس لینے اور باغی قلعوں کے سر کرنے میں صرف کرنے لگا۔

حاجب حسام الدین والی خلاط اور وزیر السلطنت میں جو واقعات رونما ہوئے۔ اسے ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ ان واقعات کے دوران وزیر السلطنت باغی قلعوں کے والیوں سے حاربات کرتا رہا۔ وقتاً فوقتاً نقد و جنس بھی دیتا رہا۔ اکثر قلعگیں بھی دین۔ چند دن بہت سوں نے وزیر السلطنت کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد امراء بہلوانیہ میں سے ناصر الدین محمد کو گرفتار کر لیا۔ یہ ایک مدت سے نصرت الدین محمد بن سکتگین کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ وزیر السلطنت نے ایک کثیر رقم کا مطالبہ کیا اور جب وہ ادا نہ کر سکا تو اس کے نائب سے وہ قلعہ جو اس کے قبضہ میں تھا' چھین لیا۔ اس کے بعد آقسنقر اتابکی (سلطان کا گورنر گنجہ) مر گیا۔ وزیر السلطنت نے حملہ کر دیا اور اس کے نائب شمس الدین کو شاسفت سے خزانہ کا مطالبہ کیا اور جب اس نے نہ دیا تو قلعہ ہرو دنجار مرد (صوبہ اران) چھین لیا۔

قلعہ زونین پر تسلط قلعہ زونین پر سلطان خاموش کی بیگم کا قبضہ تھا۔ وزیر السلطنت نے فوجیں مہیا کر کے دھاوا کیا ایک مدت تک محاصرہ کیے رہا۔ بیگم نے نکاح کا پیام دیا۔ وزیر السلطنت نے صاف جواب دیدیا جب سلطان عراق سے واپس ہوا تو وزیر السلطنت نے بیگم سے عقد کر لیا اور اپنے خادم سعد الدین کو قلعہ کا حاکم مقرر کیا۔ سعد الدین بیگم کے ساتھ نہایت بداخلاقی کے ساتھ پیش آیا اس کا مال و اسباب ضبط کر لیا۔ رعایا کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی متفق ہو کر سعد الدین کو نکال دیا اور بغاوت پر تل گئے۔

جس وقت وزیر السلطنت کو حاجب نائب خلاط کی جنگ سے نجات ملی تو اران کا قصد کیا۔ خراج وصول کیا۔ فوجیں جمع کیں اور سامان اکٹھا کر کے قلعہ مرد اقنین کے سر کرنے کے لیے بڑھا۔ قلعہ مرد اقنین وزیر برکت الدین کے داماد کا تھا۔ اس نے چار ہزار دینار پیش کیے۔ وزیر السلطنت کی باچھیں کھل گئیں قلعہ مرد اقنین کو چھوڑ کر قلعہ حاجین پر دھاوا کر دیا۔ قلعہ حاجین جلال الدولہ ہمشیر زادہ ابوانی امیر کرج کے قبضہ میں تھا۔ اس نے بھی قلعہ پر قبضہ نہ دیا۔ اور تیس ہزار دینار اور سات سو مسلمان قیدی دے کر مصالحت کر لی۔ ان واقعات کے بعد امراء بہلوانیہ کی بغاوت کا قصہ پیش آیا۔ جسے وزیر السلطنت نے نہایت خوبی سے فوجیں بھیج کر ختم کیا۔

امیر مقدکی کی مخالفت چونکہ اتابک ازبک کے بعض غلاموں نے آذر بائیجان میں جس وقت کہ تاتاریوں کے

مقابلہ میں سلطان کو شکست ہوئی تھی۔ خوارزم پر چڑھائی کی تھی اور نہایت بے دردی سے خوارزمیوں کو قتل کیا تھا لہٰذا جب سلطان جلال الدین نے آذربائیجان پر قبضہ حاصل کیا تو پہلوانیہ حکومت کے آثار کو ملیامیٹ کر دیا۔ امیر مقدی اشرف بن عادل بن ایوب والی شام کے پاس چلا گیا اور وہیں قیام پذیر رہا۔ جب اسے یہ خبر پہنچی کہ وزیر السلطنت شرف الملک کو حسام الدین گورنر اشرف کے حاجب نے بمقام خلاط شکست دے دی تو اتابکیوں کے ساتھ رہنے کی غرض سے شام سے آذربائیجان کا راستہ لیا۔ خوی ہو کر گزرا ان دنوں حاجب خوی میں تھا تعاقب کیا۔ امیر مقدی نہر عبور کر کے بلاد قبار میں داخل ہوا۔ بلاد قبار میں متعدد قلعے تھے جس پر باغیان سلطنت اور مخالفین حکومت قابض تھے۔ امیر مقدی نے ان لوگوں سے خط و کتابت شروع کی۔ اتابکیہ حکومت کی تبلیغ کرنے لگا اور خاموش بن ازبک کی امارت کی ترغیب دیتا رہا کہ قلعہ قوطور سے بلا کر اسے اپنا امیر بنا لو۔ وزیر السلطنت کو اس کی خبر لگی بے حد صدمہ ہوا۔ اس کے بعد ہی سلطان جلال الدین کی شکست کی خبر بھی پہنچ گئی جس سے صدمہ اور بڑھ گیا۔

امیر مقدی کی اطاعت: جب امیر مقدی کو بلاد قبار میں اپنے مقاصد میں کامیابی نہ ہوئی تو نصرت الدین محمد بن سبکتگین کے پاس چلا گیا اور یہی جال بچھایا۔ نصرت الدین نے بظاہر حیلہ حوالہ میں رکھا اور خفیہ طور پر وزیر السلطنت کو اس سے مطلع کر دیا۔ وزیر السلطنت نے لکھا: ''جس طرح ممکن ہو امیر مقدی کو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے' سلطان کی اطاعت پر راضی کر لیجئے اور جس قسم کا وہ اطمینان کرنا چاہے کر دیجئے''۔ نصرت الدین نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا' امیر مقدی کو اپنے ہمراہ لیے وزیر السلطنت کے پاس پہنچا۔ وزیر السلطنت نے امیر مقدی اور اس کے تمام ہمراہیوں کو جائزے اور خلعت دیئے اور خوارزمیوں کے قتل و خونریزی سے درگزر کرنے کا وعدہ کیا قسم کھائی اتنے میں سلطان جلال الدین کی اصفہان سے واپسی کی خبر سننے میں آئی۔ وزیر السلطنت حاضر ہونے کی غرض سے روانہ ہوا امیر مقدی اور نصرت الدین محمد بھی ہم رکاب ہوئے۔ سلطان نے ان دونوں کی بے حد عزت کی اور تپاک سے ملا۔

صفی الدین محمد طغرائی: صفی الدین محمد طغرائی وزیر خراسان قریہ کلاجرد کا رہنے والا تھا۔ اس کا باپ اس قریہ کا زمیندار تھا۔ نہایت تربیت یافتہ اور بے حد خوش خط تھا۔ سلطان کی خدمت میں زمانہ قیام ہندوستان میں حاضر ہوا' وزیر السلطنت شرف الملک کے دربار میں ملازمت کی جب شاہی موکب ہندوستان سے عراق کی جانب واپس ہوا تو صفی الدین کو طغرائی کی خدمت عطا کی گئی۔ جب سلطان نے تفلیس کو کرج سے چھین لیا اور آقسنقر (مملوک اتابک ازبک) کو تفلیس کی حکومت پر متعین فرمایا تو صفی الدین طغرائی کو اس کی وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔ چند روز بعد کرج نے تفلیس پر محاصرہ کیا اور واپس لینے کی کوشش کی' آقسنقر گورنر تفلیس شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ صفی الدین طغرائی نے نہایت مردانگی سے مقابلے پر کمر باندھی۔ کرج کے دانت کھٹے کر دیئے جس سے وہ ناکام واپس گئے۔ اس سے سلطان کی آنکھوں میں اس کی عزت دوبالا ہوگئی۔ خوش ہو کر خراسان کی وزارت سے ممتاز کیا۔

صفی الدین کی گرفتاری: چنانچہ ایک سال تک خراسان کے عہدہ وزارت کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ اس کے بعد اہل خراسان کو شکایتیں پیدا ہوئیں۔ اتنے میں سلطان کا موکب ہمایوں رے میں وارد ہوا۔ اہل خراسان نے حاضر ہو کر

بے حد شکایتیں کیں جس کی وجہ سے عتاب شاہی میں آ گیا' مال و اسباب ضبط کر لیا گیا۔ اس کے خادموں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ گھوڑوں کو شاہی اصطبل میں لے جا کر باندھ دیا۔ جن کی تعداد تین سو تھی۔ اتفاق سے اس کے خادموں میں سے صرف ایک شخص علی کربانی کسی طرح بچ کر ایک قلعہ میں جا کر قلعہ نشین ہو گیا۔ جس پر اس کا پہلے سے قبضہ تھا۔

تاج الدین بلخی: سلطان نے اس کی جگہ خراسان کی وزارت پر تاج الدین بلخی کو مقرر کیا اور اسے نئے وزیر کی نگرانی میں قید کر دیا تا کہ نیا وزیر بزور دستی جو کچھ بھی اس کے پاس مال و زر موجود ہو وصول کرے اور اس کے خادم نے قلعہ لے لئے۔ نئے وزیر کو اس سے پرانی عداوت تھی تشدد اور تکلیف دہی کا کوئی دقیقہ باقی اٹھا نہ رکھا مگر ذرا بھی کامیاب نہ ہوا۔

صفی الدین کی گرفتاری کے بعد اس کا خزانچی پیش کیا گیا۔ سلطان نے جواہرات اور اس مال کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ جو وزیر کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے گئے تھے۔ خزانچی نے یہ خیال کر کے کہ صفی الدین کو سزائے موت دی گئی ہے چار ہزار دینار اور ستر نگینے یاقوت سرخ اور زمرد آب دار کے حاضر کیے۔

صفی الدین کی رہائی: اس کے بعد صفی الدین نے ارکان دولت سے خط و کتابت شروع کی انقد وجنس دینے کا وعدہ کیا۔ ارکان دولت نے سلطان سے صفی الدین کی سفارش کی اور منت وساجت سے قید سے رہا کرایا۔ سلطان نے دست خاص سے اس کی رہائی کا فرمان تحریر فرمایا۔ صفی الدین قید سے نجات پا کر دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے تمام مال و اسباب واپس کر دیا۔ جواہرات باقی رہ گئے۔

نساء کی وزارت پر سلطان نے محمد بن مودود نسوی کو مقرر کیا۔ یہ خاندان ریاست سے تھا۔ زمانہ کی گردش نے اسے کھینچ کر غزنی پہنچایا۔ جب سلطان ہندوستان سے واپس ہوا اشرف الملک کو رشک وحسد پیدا ہوا۔

ضیاء الدین کی معزولی: جب احمد بن محمد منشی کاتب' نصرت الدین محمد بن حمزہ والی نساء کی طرف سے سلطان کی خدمت میں قاصد ہو کر حاضر ہوا تھا کہ ہم اوپر پڑھ چکے ہیں تو سلطان نے اسے دفتر انشاء کا میر منشی مقرر کیا۔ ضیاء الدین اس رشک وحسد سے جل کر خاک ہو گیا۔ سلطان سے نساء کی وزارت کی درخواست کی۔ سلطان نے نساء کا قلمدان وزارت حوالہ کر دیا اور تنخواہ وزارت کے علاوہ دس ہزار دینار سالانہ بطور وظیفہ مرحمت کرنے کا حکم صادر کیا۔ ضیاء الدین شاہی دربار میں عبدالملک نیشاپوری کو اپنا نائب مقرر کر کے نساء چلا گیا۔ شامت آئی۔ سالانہ خراج خزانہ شاہی میں بھیجنا بند کر دیا۔ سلطان نے معزول کر کے احمد بن محمد منشی کاتب کو متعین کیا۔ لگانے بجھانے والے لگانے بجھانے لگے۔ کثرت سے شکایتیں پیش ہوئیں۔ سلطان نے نساء سے نکال دیا اور اسی حالت میں مر گیا۔

بلبان والی خلخال: بلبان' اتابک ازبک کے خادموں میں سے تھا جس وقت تاتاری فتنہ رونما ہوا۔ اور خراسان شاہی لشکر اتوں سے خالی ہو گیا اور سلطان جلال الدین آذربائیجان پر قابض ہوا اس وقت بلبان کو موقع مل گیا۔ شہر خلخال چلا گیا۔ اس پر اور اس کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ سلطان مہم عراق اور والی خلاط کی لڑائیوں میں مصروف تھا۔ بلبان کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ جب لشکر اسلام جنگ تاتار سے واپس ہوا تو قلعہ فیروز آباد میں بلبان پر محاصرہ کیا۔ بلبان نے زچ

ہو کر ایمان کی درخواست کی۔ سلطان نے امان دی اور فیروز آباد پر قبضہ کر کے حسام الدین بکتاش (سعد اتابک والی فارس کے غلام) کو مقرر کیا۔

عز الدین خلخالی: اس کے بعد سلطان نے سامان و اسباب کو موقان میں چھوڑ کر خلاط کا قصد کیا۔ لیکن برف و سردی نے ارجیش سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ سلطان نے ارجیش کے بعض قلعے سر کر لیے۔ عز الدین خلخالی اس وقت ارجیش کے قریب کفر طاب میں موجود تھا یہ خبریں سن کر خلاط چلا گیا۔ حاجب نے اسے سروسامان اور فوجیں دے کر سلطنت کے خلاف مادہ بغاوت اور فساد پھیلانے کی غرض سے آذر بائیجان روانہ کیا لیکن حاجب کا یہ منشا پورا نہ ہوا۔ عز الدین خلخالی ناکام و نامراد کوہ زنجان چلا گیا اور رہزنی کرنے لگا۔ سلطان نے اسے خط لکھا اور اصفہان میں قیام کرنے کی شرط پر امان دینے کا وعدہ کیا۔ ابھی کوئی معاملہ طے نہ پایا تھا کہ گورنر اصفہان نے اس کا سر اتار کر سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔

خرت برت کا تاراج: سلطان کفر طاب سے واپس ہوا' خرت برت کو ایسا تاراج کیا کہ نام کی آبادی باقی نہ چھوڑی۔ اسی اثناء میں جب کہ ۶۲۳ھ کا نصف گذر چکا تھا۔ خلیفہ ظاہر عباسی بغدادی کی وفات اور اس کے بیٹے المستنصر باللہ عباسی بغدادی کی خلافت کی خبر موصول ہوئی دربار خلافت سے بیعت لینے کا فرمان صادر ہوا۔ خلعت آیا' واللہ ولی التوفیق لا رب غیرہ۔

وزیر شرف الملک سے سلطان کی کشیدگی: جس وقت سلطان کا موکب ہمایوں موقان کی طرف واپس ہوا اور سلطان نے خوی میں قیام اختیار کیا۔ اہل خوی کا ایک وفد دربار شاہی میں حاضر ہوا وزیر السلطنت شرف الملک کی زیادتیوں' مظالم اور بکثرت تاوان وصول کرنے کی شکایت کی اور یہ بھی ظاہر کیا کہ باوجود یکہ ملکہ سلطانہ بنت طغرل ان الزامات سے بری تھی جو اس پر قائم کیے گئے تھے۔ لیکن وزیر نے پھر بھی اس کا مال و اسباب ضبط کر لیا ہے۔

خوی سے کوچ کر کے سلطانی موکب تبریز پہنچا۔ اہل تبریز نے اس سے زیادہ شکایات پیش کیں جس قدر اہل خوی نے کی تھیں' فریہ کورتان کے رئیس نے بھی دربار شاہی میں حاضر ہو کر وزیر کی شکایت کی کہ میں باوجود یکہ وزارت پناہ کی خدمت میں نیاز مندانہ حاضر ہوتا تھا لیکن وزیر السلطنت نے میرے دو خادموں سے ایک ہزار دینار تاوان وصول کیا ہے۔ سلطان نے بہ نظر کرم ایک ہزار دینار واپس کر دیئے اور اہل شہر کو تین سال کا خراج (مال گزار) معاف فرما دیا۔ اس کے بعد وزیر السلطنت کی شکایات کی بھر مار ہوئی' سلطان کی عدم موجودگی کے زمانے میں وزیر السلطنت نے بڑی بڑی نمایاں خدمتیں انجام دی تھیں۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کے قلعہ فتح میں بہت بڑا حصہ لیا تھا ان کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا تھا۔ جب سلطان آذر بائیجان کی جانب واپس ہوا تو علاء الدین بادشاہ فرقہ اسمٰعیلیہ کا پیام بر دربار شاہی میں حاضر ہوا اور یہ ظاہر کیا' وزیر السلطنت نے بد عہدی کی اور ہمارا مال و اسباب ضبط کر لیا ہے۔' سلطان کے کان تو پہلے ہی سے بھر گئے تھے۔ اس شکایت نے سونے پر سہاگہ کا کام دے دیا۔ وزیر السلطنت سے ناراض ہو گیا۔ اسی وقت دو سرداروں کو مامور فرما کر حکم دیا کہ جس قدر وزیر نے فرقہ اسمٰعیلیہ کا مال و اسباب اور زر نقد ضبط کیا ہے واپس دے دو۔ (بیان کیا جاتا ہے کہ تیس ہزار دینار نقد اور دوس راس گھوڑے تھے) اور وزیر السلطنت سے خط و کتابت اور گفتگو ترک کر دی۔ دربار میں حاضری کی ممانعت ہو گئی' وزیر

السلطنت جو عرض داشت بھیجتا تھا' کوئی جواب نہیں دیا جاتا تھا۔ چند دن بعد تبریز میں رسد کی کمی محسوس ہوئی۔ سلطان نے حکم دیا کہ وزیر السلطنت کے مقبوضات کو ضبط کر کے رسد و غلہ کا انتظام کیا جائے۔ اس کے بعد سلطان تبریز سے موقان کی جانب چلا۔ کوچ کیا موقان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ محض عشر خاص لینے پر اکتفا کیا عراق کا عشر بہتر ہزار دینار سالانہ ہوتا تھا واللہ اعلم۔

سلطان جلال الدین اور قبائل قبچاق: شروع ہی سے قبچاق کو سلطان اور اس کی قوم سے محبت اور دوستی تھی۔ بظاہر اس کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ سلطان اور اس کی قوم کی شادیاں قبچاق کی لڑکیوں سے اکثر ہوتی تھیں غالباً چنگیز خان نے اسی سبب سے قبچاق کو انتہا سے زیادہ پامال کیا تھا اور سلطان اور اس کی قوم کی دوستی ہی کی وجہ سے قبچاق کے پیچھے پڑا تھا۔ جب سلطان نے اصفہان سے کوچ کیا اور تاتاریوں کی مہم درپیش ہوئی تو قبائل قبچاق سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سیر جنکش قبچاقی کو قبائل قبچاق کے پاس امداد کا پیام دے کر روانہ کیا قبائل قبچاق نے نہایت کشادہ دلی سے لبیک کہا اور گروہ کے گروہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قبچاق کا بادشاہ کورکان بھی تین سوا پنے قرابت مندوں کے ساتھ براہ دریا وزیر السلطنت کے پاس موقان پہنچا۔ موسم سرما کے ختم ہونے کے بعد سلطان کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلطان نے خلعت فاخرہ عنایت کیا اور یہ وعدہ فرمایا کہ دربند (باب الابواب) کے فتح ہونے پر تمہارے ساتھ بہترین سلوک برتا جائے گا اور انہیں واپس جانے کا حکم دیا۔

فتح دربند: اس کے بعد سلطان نے والی دربند کو جو کہ ایک نو عمر چھوکرا اور نام کا والی تھا بلا بھیجا۔ اس کا اتالیق اسد کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا اور یہی سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ والی دربند کوئی عذر کیے بغیر حاضر دربار ہو گیا۔ لیکن اسد نے مخالفت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ سلطان نے والی دربند کو خلعت دیا اور دربند فتح ہو جانے پر جاگیر دینے کا وعدہ کیا چنانچہ سلطان نے فوج اور سرداران لشکر کو دربند کے سر کرنے کا حکم دیا۔ سرداران لشکر نے دربند پہنچ کر اسد کو گرفتار کر لیا۔ دربند کے علاقہ میں غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ اسد کسی حیلہ سے ان کے قبضہ سے نکل بھاگا جس سے یہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوئے۔

سلطان جلال الدین کا صوبہ کیتاسفی پر قبضہ: چونکہ وزیر السلطنت کو اپنی بعض نمایاں خدمات کی وجہ سے یہ اطمینان تھا کہ سلطان کو مجھ سے کبھی کسی قسم کی ناراضگی نہ ہوگی اس وجہ سے فوجیں مہیا کر کے نہر ارش کو عبور کیا اور صوبہ کیتاسفی کو شروان شاہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ جب سلطان جلال الدین' موقان واپس آیا تو اس صوبہ کو جلال الدین سلطان شاہ بن شروان شاہ کو بطور جاگیر عنایت کیا۔

جلال الدین سلطان شاہ' کرج کے پاس قید تھا۔ اس کے باپ نے اسے بچپن میں اس شرط سے کرج کو سپرد کر دیا تھا کہ بڑے ہونے پر شاہزادی رسودان بنت تامار سے اس کا عقد کر دیا جائے لیکن یہ باتیں صرف خوش کن تھیں جس کا خارج میں کوئی وجود نہ تھا۔ چنانچہ دامادی کے بجائے جلال الدین سلطان شاہ کو قید کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ اتفاق سے جب سلطان نے بلاد کرج کو سر کیا تو جلال الدین سلطان شاہ کو قید کرج سے نجات ملی۔ سلطان نے اس کی پرورش اور پرداخت کی۔ تعلیم دلائی اور واپسی موقان پر صوبہ کیتاسفی بطور جاگیر عنایت فرمایا۔

کرج کے یہاں ڈالی اور ان روم کا لڑکا بھی تھا جو عیسائی ہو گیا تھا۔ کرج نے شاہزادی رسوداں بنت تاماد سے اسے بیاہ دیا تھا۔ سلطان بوقت فتح بلاد کرج اسے بھی نکال لایا تھا لیکن یہ پھر مرتد ہو کر کرج کے پاس چلا گیا۔ کرج نے اس کے زمانہ غیر حاضری میں رسوداں شاہزادی کی شادی دوسرے شخص سے کر دی تھی۔

شروان شاہ کی باریابی: سلطان ملک شاہ بن الپ ارسلان نے ملک اران پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد بلاد شروان پر غارت گری شروع کر دی۔ بلاد شروان کا بادشاہ فریدون بن تبریز وفد کے ساتھ سلطان ملک شاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ ایک لاکھ دینار سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا۔ سلطان ملک شاہ نے غارت گری سے ہاتھ روک لیا۔ جب سلطان جلال الدین نے ۶۲۲ھ میں ملک اران پر قبضہ حاصل کیا تو بادشاہ شروان سے سالانہ خراج جو سلطان ملک شاہ کو دیتا تھا طلب کیا۔ بادشاہ شروان نے ملک کی تباہی و بربادی اور کرج کے غلبہ کا عذر کیا۔ سلطان نے نصف خراج معاف فرما دیا۔ جب سلطان واپس ہوا تو شروان شاہ دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ نذر گزرانی۔ پانچ سو راس گھوڑے ہدیۃً پیش کیے اس کے ساتھ ہی پچاس راس گھوڑے وزیر السلطنت کو بھی بطور تحفہ دیئے۔ وزیر السلطنت نے اس ہدیہ کو حقیر اور اپنے شان کے شایان نہ سمجھا' سلطان سے جڑ دیا کہ ''یہ نہایت دغاباز اور فریبی ہے گرفتار کر لیا جائے'' سلطان نے وزیر کی کوئی بات نہ سنی اسے انعام اور خلعت دیا اور بیس ہزار خراج معاف کر دیا۔ صرف تیس ہزار سالانہ خراج باقی رہ گیا۔ نسائی کاتب کہتا ہے کہ فرمان شاہی لکھنے پر مجھے ایک ہزار ملے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایلک خاں کا بلاد کرج پر جہاد: جس زمانے میں سلطان آذر بائیجان سے واپس ہو کر موقان آیا تھا انہی دنوں لشکر اسلام کو ایلک خاں کی ماتحتی میں بلاد کرج پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کیا تھا چنانچہ ایلک خاں نے بلاد کرج پر جہاد کیا۔ زیر وزبر کرتا بحیرہ تیانج ہو کر گزرا۔ کرج کو موقع مل گیا دفعتہً حملہ کر دیا۔ ایلک خاں سنبھل نہ سکا۔ شکست اٹھائی۔ جنگ کے دوران اریطائی گم ہو گیا۔

قیدیانِ بحیرہ کی رہائی: سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ سخت صدمہ ہوا اسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ کرج بھی مسلح ہو کر مقابلہ پر آئے۔ سلطانی مقدمہ نے کرج کے مقدمۃ الجیش کو شکست دی اور بہت سے قیدی گرفتار کر لیے۔ سلطان نے سب کو قتل کرا دیا اور کرج کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ کوزی پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑا اور کرج سے قیدیان بحیرہ کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ کرج نے قیدیان بحیرہ کو سلطان کی خدمت میں بھیج دیا اور اریطائی کی نسبت یہ کہا کہ وہ آج ہی شب میں قید سے نکل کر آذر بائیجان چلا گیا ہے۔ سلطان محاصرہ اٹھا کر نخجوان پہنچا۔ اریطائی ملا۔ سلطان کو بے حد مسرت ہوئی۔

سلطان جلال الدین کا محاصرہ قلعہ سکان: چونکہ بہرام کرجی نے نواح گنجہ پر چھاپہ مارا تھا اور اسے برباد و ویران کیا تھا اس وجہ سے سلطان اس کی سرکوبی اور گوشمالی کے لیے روانہ ہوا۔ قلعہ سکان پر محاصرہ کیا اور بزور تیغ فتح کیا۔ قلعہ علیا اس کے بعد سر کیا گیا۔ قلعہ کاک پر حملہ کیا اور وہ بھی فتح ہوا۔ زمانہ محاصرہ قلعہ کاک میں وزیر السلطنت کو قلعہ کورانی کے محاصرہ کی خدمت سپرد ہوئی۔ تین مہینہ تک محاصرہ کیے رہا۔ بالآخر اہل قلعہ نے زچ ہو کر صلح کی درخواست کی۔ سالانہ

خراج ادا کرنے پر مصالحت ہو گئی۔ موکب سلطانی نے خلاط کی طرف کوچ کیا۔

خلاط کی مہم: سلطان مہم کرج سے فارغ ہو کر نقجوان کی طرف روانہ ہوا اور اسباب و خزانہ کو براہ قافرزان خلاط جانے کا حکم دیا۔ کرج کو سلطانی حملوں سے نجات مل گئی۔ آرام و چین سے اپنے ملک میں رہنے لگے۔ سلطان نے چند روز نقجوان میں خراسان و عراق کے انتظامات اور خلاط کی مہم کی تیاری کی غرض سے قیام کیا۔

نسائی کا تب کہتا ہے کہ زمانہ قیام نقجوان میں سلطان نے اہل خراسان اور عراق سے ایک ہزار دینار وصول کیے اس کے بعد نقجوان سے کوچ کر کے بمقام خلاط اپنی فوج سے جا کر مل گیا۔

حسام الدین علی کا قتل: ملک الاشرف نے عز الدین ایبک کو حسام الدین علی بن حماد گورنر خلاط کی گرفتاری[1] کے لیے خلاط بھیجا تھا۔ عز الدین نے اس حکم کی تعمیل کی اور اس پر مزید اضافہ یہ کہ فریب سے حسام الدین کو قتل کر ڈالا۔ اور سلطان کی خدمت میں محض خوشنودی کے خیال سے ایک قاصد روانہ کیا۔ قاصد نے دربار شاہی میں باریاب ہو کر عز الدین کی طرف سے گذارش کی کہ ''ملک الاشرف نے آپ کی حکومت کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔'' سلطان نے اس پر ذرا بھی خیال نہ کیا اور اپنا ارادہ پورا کرنے پر تیار رہا اور قاصد کو یہ جواب دیا کہ عز الدین کا یہ بیان اگر صحیح ہے تو ملک الاشرف کے حاجب کو میرے پاس حاضر ہونا تھا۔

محاصرہ خلاط: عز الدین کو اس جواب سے سکتہ سا ہو گیا اور سلطان نے عید الفطر ۶۲۶ھ میں خلاط کا محاصرہ کر لیا۔ رکن الدین جہان شاہ ابن طغرل والی ارزن روم بھی اس مہم میں سلطان کے ساتھ تھا۔ چاروں طرف سے منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری شروع کر دی۔ بشدت محاصرہ اور روزانہ جنگ سے اہل خلاط تنگ آ گئے۔ فاقہ کشی کی نوبت پہنچ گئی۔ سواری کے گھوڑے، خچر، اونٹ، مویشی ذبح کر کے کھا لیے۔ بہت سے بھوک کی شدت سے مر گئے اور بہت سے شہر چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ گئے بقیہ باشندگان خلاط کے چند لوگوں نے سلطان سے اس شرط پر کہ انہیں امان دی جائے اور آذربائیجان میں جاگیریں عنایت ہوں سازش کر لی۔

خلاط پر قبضہ: چنانچہ سلطان نے حسب اقرار سلماس میں اور چند دوسرے مقامات پر ان لوگوں کو جاگیریں دیں اور شب کے وقت اپنی فوج کے چند دستہ کو شہر پناہ کی دیوار پر بذریعہ کمند چڑھا دیا۔ محافظوں سے لڑائی چھڑ گئی بالآخر شہر میں ہلڑ مچ گیا۔ باشندگان خلاط کو شکست ہوئی سلطانی فوج نے پکڑ دھکڑ شروع کر دی شہر پر سلطان کا قبضہ ہو گیا۔ موجودہ باشندگان شہر گرفتار کر لیے گئے جس میں عیسائیوں کی بھی کافی تعداد تھی۔ اسد بن عبداللہ بھی گرفتار ہو گیا۔ عز الدین ایبک قلعہ نشین ہو گیا۔ سلطان نے اسے امان دی اور قلعہ درقان میں قید کر دیا۔

---

[1] بظاہر اس گرفتاری کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی حالانکہ حسام الدین علی نہایت مستعد کفایت شعار اور ملک الاشرف کا خیر خواہ تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۲ صفحہ ۔۔ مطبوعہ لیڈن

عزالدین ازبک کا خاتمہ: ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حسام الدین کے خادموں سے ایک خادم سلطان کی خدمت میں چلا آیا تھا۔ جب سلطان نے خلاط پر قبضہ حاصل کیا تو اس نے سلطان سے درخواست کی کہ میرے آقا کا عوض اس سے لیا جائے۔ چنانچہ سلطان عزالدین ازبک کو خادم کے حوالہ کر دیا۔ خادم نے اپنے نارڈالا۔ اسی ہنگامہ میں سلطان نے شہر خلاط کو تین بار تاراج کیا' والی ارزن کو علاقہ خلاط کی غارت گری پر متقرر فرمایا۔ قمہری قید سے نکل بھاگا' اسد بن عبداللہ مہرانی نے بمقام جزیرہ اسے قید حیات سے سبکدوش کر دیا۔ سلطان نے سرداران لشکر اور امراء دولت کو اس لڑائی کی خدمات کے معاوضہ میں جاگیریں دیں اور واپس آیا۔

الملک الاشرف والی دمشق: خلاط پر سلطان جلال الدین کے قبضہ کے بعد الملک الاشرف والی دمشق کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی' فوجیں مرتب کیں اور بڑے سروسامان سے ۶۲۷ھ میں جزیرہ اور شام کی فوجیں لیے سلطان جلال الدین سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ علاء الدین اور کیقباد والی بلاد روم سے بمقام سیر اس ملاقات ہوئی۔

جہاں شاہ ابن طغرل: چونکہ جہاں شاہ (علاء الدین کیقباد کا چچا زاد بھائی) ابن طغرل والی ارزن روم سلطان جلال الدین کے پاس چلا آیا تھا۔ اس وجہ سے کیقباد کو پرانی عداوت کی وجہ سے جلال الدین کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا۔ چنانچہ ملک الاشرف اور کیقباد مفاد ایک ہونے کی وجہ سے سلطان جلال الدین سے جنگ کے لیے سیر اس سے روانہ ہوئے۔ ملک الاشرف کا مقدمۃ الجیش اکراد ہنکار یہ امراء حلب کے ایک نامی شجاع اور دلیر عزالدین عمر بن علی کی ماتحتی میں تھا۔ کیقباد بھی اپنی فوجیں لیے دوسری جانب پڑا ہوا تھا۔ جوں ہی دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا۔ عزالدین عمر نے سلطان کے لشکر پر حملہ کیا اور پہلی ہی لڑائی میں سلطانی لشکر کو شکست دے دی۔ سلطان خلاط واپس آیا۔ وزیر السلطنت اس وقت بلاد کرد کا محاصرہ کیے تھا۔ اس خبر بد کو سن کر محاصرہ اٹھا کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سب کے سب آذربائیجان کی جانب روانہ ہو گئے۔

جہاں شاہ بن طغرل کی گرفتاری: رکن الدین جہاں شاہ بن طغرل اس جنگ میں گرفتار ہو گیا' پابہ زنجیر اپنے چچا زاد بھائی علاء الدین کیقباد کے سامنے پیش کیا گیا۔ کیقباد اسے اپنے ہمراہ لیے ارزن آیا' رکن الدین نے ارزن اور اس کے تمام مضافات کیقباد کے حوالے کر دیے۔ ملک الاشرف فتح یابی کے بعد خلاط گیا۔ خلاط ایک چٹیل میدان کی طرح اجڑا پڑا تھا۔ دیکھ کر بے حد رنجیدہ ہوئے۔

سلطان نے آذربائیجان پہنچ کر افواج شاہی کو وزیر السلطنت کے پاس چھوڑا اور خوی میں جا کر قیام کیا اور ترکوں کی فوج شکست کے بعد موقان چلی گئی۔

جلال الدین منکبرس اور ملک الاشرف میں مصالحت: اس کے بعد ملک الاشرف کا ایلچی (شمس الدین تکریتی) سلطان جلال الدین کے پاس صلح کا پیام لایا۔ مصالحت کی گفت و شنید شروع ہوئی۔ علاء الدین کیقباد بھی اس مصالحت میں شریک کیا گیا۔ چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا۔ دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ سلطان نے خلاط کے ساتھ سرحد کو حسب

شرائط صلح دوسرے فریق کو دے دیتا۔

نصرت الدین کی گرفتاری و رہائی: ان واقعات میں سے جو خلاط کے محاصرے کے دوران پیش آئے ایک یہ تھا کہ نصرت الدین اصبہبذ والی جبل امراء سلطان میں سے ایک امیر ارخانامی کے ساتھ جو اس کے ساتھ کا سسرالی قرابت مند ہوتا تھا سلطانی بارگاہ میں وفد کی صورت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے کسی مصلحت سے اسے گرفتار کرلیا۔ جب سلطان بلاد روم سے شکست کھا کر واپس ہوا تو نصرت الدین کو قید سے رہا کر کے جاگیر عنایت فرمائی اور اسے اس کے ملک واپس جانے کا حکم دیا۔

ہمشیرہ سلطان و ترکمان خاتون: دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ہمشیرہ سلطان جو دوشی خاں کے نکاح میں تھی خوارزم سے ترکمان خاتون کے حالات اپنے بھائی (سلطان) کو لکھا کرتی تھی۔ زمانہ محاصرہ خلاط میں خاقان کے ذریعہ سے یہ تحریک پیش کی کہ جیحون کے پرلی طرف کے علاقے دے کر مصالحت کرلی جائے۔ سلطان نے اسے منظور نہیں کیا۔

رکن الدین شاہ کی اطاعت: تیسرا واقعہ یہ تھا کہ رکن الدین شاہ ابن طغرل والی ارزن روم جو ملک الاشرف کا مطیع تھا اور اپنے چچا زاد بھائی علاء الدین کیقباد ابن کیخسرو والی روم سے رنجش کی وجہ سے سلطان سے بھی عداوت رکھتا تھا اور حاجب کا (جو ملک الاشرف کی طرف سے خلاط کا گورنر تھا) معین و مددگار تھا اور جس نے سلطان کے قاصد کو واپسی روم کے وقت قتل کرڈالا تھا اور سلطانی فوج کا رسد و غلہ روک دیا تھا۔ محاصرہ خلاط کے طول و شدت سے گھبرا کر امن کا خواستگار ہوا نیاز مندانہ حاضر دربار ہوا۔ وزیر السلطنت اور ارکین دولت نے نہایت تپاک اور گرم جوشی سے استقبال کیا' سلطان بڑے تپاک سے ملا۔ خلعت دیا اور اسے اس کی حکومت پر بحال و برقرار رکھا۔ آلات حرب کی بہم رسانی کا حکم دیا۔ جس کی تعمیل اس نے نہایت مستعدی سے کی۔ جب ملک الاشرف سے جنگ کی ٹھہری تو سلطان کے ساتھ شریک جنگ ہوا۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

سلطان جلال الدین منکبرس کا خطبہ: چوتھا واقعہ یہ تھا کہ دربار خلافت بغداد سے سعد الدین حاجب سلطان کے پاس فرمان خلافت لے کر حاضر ہوا۔ خلافت مآب نے سلطان کو اس کے مقبوضہ ممالک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت دی تھی اور مظفر الدین کوکبرون والی اربل' والی موصل کی اولاد' شہاب الدین سلیمان شاہ بادشاہ[1] ... اور عماد الدین پہلوان بن ہزار ست بادشاہ جبال سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اور ان لوگوں کو حکومت عباسیہ کے ہوا خواہوں میں شمار کیا تھا۔ سلطان نے اس حکم کی تعمیل کی۔

عماد الدین بن پہلوان و سلیمان شاہ کی اطاعت: شرف الدین گورنر عراق نے سلطان کے پاس پیام بھیجا کہ بادشاہ جبال عماد الدین بن پہلوان اور بادشاہ سلیمان شاہ کی اطاعت سے عراق پر حکومت کرنے میں آسانی ہوگی ورنہ

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

ناممکن ہے چنانچہ سلطان نے ان دونوں کے پاس ایسے شخص کو روانہ کیا جس نے انہیں میٹھی میٹھی باتوں سے ایسا سبق پڑھایا کہ وہ اس کے قبضہ میں ہو گئے۔ اس کے بعد سلطان نے بدر الدین طولو بن آبتاج خاں حاجب کو دربار خلافت میں اظہار قدریت کی غرض سے روانہ کیا۔ بدر الدین نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا اور دربار خلافت سے خلعت اور قیمتی تحائف لے کر واپس ہوا۔

خلعت و تحائف کی تفصیل: دو خلعت سلطان کے لیے تھے۔ ایک خلعت میں جبہ عمامہ اور ہندی تلوار مرصع تھی۔ دوسرے خلعت میں قنع[1]، کمہ، فرجیہ، سیف (جس کا قبضہ طلائی تھا) مرصع کاٹھی دو راس گھوڑے ساز کے ساتھ جن کی طلائی نعلیں چار چار سو دینار وزن کی تھیں طلائی سپر (ڈھال) جس پر جواہرات کی نہایت خوبصورت پچی کاری تھی اور گرد اکتالیس نگینہ یاقوت اور لعل بدخشاں کے تھے درمیان میں ایک بڑا نیشاپوری فیروزہ جڑا ہوا تھا۔ تین راس عربی النسل گھوڑے (جن کی زین پوش کا ابرا (اوپر کا کپڑا) اطلس رومی کا تھا اور استر (اندرونی حصہ کا کپڑا) اطلس بغدادی کا تھا طلائی نعلیں ساٹھ ساٹھ دینار وزن کی لگی ہوتی تھیں۔ بیس غلام زرق برق پوشاکیں زیب بدن کیے عمدہ و نفیس گھوڑوں پر سوار، دس عماریاں (جن پر اطلس کے پردے پڑے ہوئے تھے) سونے کی جھولیں دس ظروف طلائی مرصع جمع سرپوش ڈیڑھ سو بقچے (ہر ایک بقچہ میں دس دس تھان ریشمی پارچہ پانچ پانچ من عنبر (سونے کے ڈبوں میں) ایک درخت عود ہندی (جس کی لمبائی ساڑھے سات گز کی تھی) چودہ زنانے خلعت خادمات کے لیے تین سو خلعت امراء کے لیے (ہر ایک امیر کے لیے ایک ایک قبا ایک ایک کمہ) وزیر السلطنت کے لیے سیاہ عمامہ، قبا، فرجیہ، سیف ہندی دو من عنبر، پچاس ریشمی تھان اور خچر اور دفتر والوں کے لیے ایک ایک خلعت آیا تھا، ہر خلعت میں جبہ، عمامہ اور بیس تھان کپڑے (جس میں اکثر اطلس رومی اور بغدادی تھا) اور بیس خچر تھے۔

اظہار مسرت کی غرض سے سلطان نے دربار عام کیا۔ ایک پر تکلیف خیمہ نصب کیا گیا۔ سلطان نے خلعت زیب تن کیا۔ خلافت مآب کے قاصد نے اہل خلاط کی سفارش کی۔ سلطان نے بطیب خاطر قبول فرمایا۔

والی روم کا وفد و تحائف: پانچواں واقعہ یہ تھا کہ والی روم نے سلطان جلال الدین کی خدمت میں رسم اتحاد بڑھانے کی غرض سے ایک وفد کے ساتھ تحفہ کے طور پر تیس خچر (جن پر اطلس خطائی، فرو قندزی اور سمور کی جھولیں پڑی تھیں) تیس غلام زرق برق پوشاکیں پہنے پورے پورے سر و سامان سے عمدہ اور نفیس گھوڑوں پر سوار، ایک سو راس عمدہ نسل کے گھوڑے اور پچاس خچر روانہ کیے تھے۔ جس وقت وفد اس ہدیہ کے ساتھ آذربائیجان ہو کر گزرا، رکن الدین جہاں شاہ بن طغرل والی ارزن کے منہ میں پانی بھر آیا۔ (رکن الدین جہاں شاہ ان دنوں ملک الاشرف کی حکومت کا مطیع تھا) والی روم کے ہدیہ کو ضبط کر لیا۔ لیکن کسی وجہ سے چند روز کے بعد خود وفد ہو کر دربار سلطانی میں حاضر ہوا اور اس

---

[1] قنع وہ لباس ہوتا ہے جو سب سے نیچے پہنا جائے۔ جیسے بنیان، کمہ آستین دار جبہ ہوتا ہے اور فرجیہ پاجامے یا تہمد کے نیچے نیکر کی طرح پہنا جاتا ہے۔

ہدیہ کو بحیثیت پیش کر دیا جسے ضبط کر لیا تھا۔

قلعہ موت کی مہم: چھٹا واقعہ یہ تھا کہ سلطان کا بھائی غیاث الدین قلعہ موت میں علاء الدین رئیس فرقہ حشاشین کے پاس پناہ گزین ہوا تھا اس وجہ سے سلطان کے دل میں علاء الدین کی طرف سے غبار پیدا ہو گیا تھا وزیر السلطنت نے حسب عادت موقع پا کر قزوین کے ایک سر بفلک پہاڑ پر فرقہ حشاشین کے قلعہ پر محاصرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وزیر السلطنت کو اس مہم میں کامیابی ہوئی علاء الدین کے لشکر کے سردار کو گرفتار کر لیا اور خلاط کے محاصرے کے زمانہ میں سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔ سلطان نے اسے قلعہ زماں میں قید کر دیا۔ چند مہینوں کے بعد مر گیا۔

والی قلعہ موت کی اطاعت: اس کے بعد سلطان نے اپنے کاتب (سیکرٹری) محمد ابن احمد نسائی کو علاء الدین والی قلعہ موت کے پاس بھیجا اور خوارزم کو حوالہ کرنے اور اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا مطالبہ کیا۔ علاء الدین نے اولاً انکار کیا۔ سلطان نے یہ حجت پیش کی کہ ''آپ کے پدر بزرگوار جلال الدین حسن' خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش (سلطان جلال الدین کے باپ) کے نام کا خطبہ پڑھا کرتے تھے' علاء الدین نے اسے منظور نہ کیا۔ اس کی جگہ ایک لاکھ سالانہ دینار پسند کیا۔

جہان پہلوان کی ہندوستان سے واپسی: جن دنوں سلطان نے ہندوستان سے عراق کے خیال سے واپسی کا قصد کیا تھا۔ اس وقت ہندوستان کے ان مقامات پر جن پر سلطانی حکومت کا پرچم اڑ رہا تھا جہاں پہلوان ازبک کو مامور کر آیا تھا چنانچہ جہان پہلوان ازبک ہندوستان کے مقبوضہ علاقہ پر حکومت کرتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد شمس الدین التمش والی لاہور نے جہان پہلوان پر فوج کشی کی' جہان پہلوان اس سے مطلع ہو کر پیچھے ہٹا اور مرکز حکومت کو چھوڑ کر کشمیر کا راستہ لیا۔ والی کشمیر نے روک ٹوک کی' اپنے شہروں میں گھسنے نہ دیا۔ سرحد کشمیر سے مار بھگایا' مجبوراً عراق کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس کے ہمراہی اس سے علیحدہ ہو کر شمس الدین التمش کے پاس واپس چلے گئے' جن میں برلق ملقب رجا ملک خصوصیت کے ساتھ ذکر کے قابل ہے۔

جہان پہلوان کا قتل: جہان پہلوان نے والی عراق سے خط و کتابت شروع کی' سات سو سواروں کی جمعیت سے ہندوستان سے واپس آنے سے مطلع کیا والی عراق نے دس ہزار دینار خرچ کے لیے بھیج دیا اور سلطان سے اس معاملہ میں رائے لی۔ سلطان کا فرمان صادر ہوا کہ بیس ہزار دینار بھیج دیے جائیں بلو موسم سرما گذارنے اور آرام لینے کی غرض سے عراق میں قیام کرنے کا حکم دیا اتفاق سے جس وقت سلطان بلاد روم سے واپس ہوا اور آذربائیجان کے خیال سے روانہ ہوا۔ جہان پہلوان اور اس کے ارادوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا حکم آ کر حائل ہو گیا اسی مقام پر ۶۲۸ھ میں کسی نامعلوم شخص نے اسے قتل کر دیا۔

خراسان کی ویرانی: جس وقت تاتاریوں نے ماوراء النہر پر قبضہ حاصل کر کے خراسان پر حملہ کیا اس وقت بادشاہ خوارزم ان کے مقابلہ سے عاجز ہو گیا اور تاتاری طوفان خراسان کے شہروں میں گھس پڑا جس طرف سے گزرا دیہات

قصبات اور شہروں کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ جسے جہاں پایا' لوٹ لیا' مار ڈالا غرض کہ ماوراء النہر پر تاتاریوں کی حکومت کا سکہ جاری ہو گیا اور انہوں نے ان شہروں کی آبادی شروع کر دی۔ خوارزم کے قریب ایک بہت بڑا شہر خوارزم کی جگہ آباد کیا۔ لیکن خراسان ویران پڑا رہا ملک کے چھوٹے چھوٹے رقبوں پر امراء قابض ہو گئے اور سلطان جلال الدین کی ہندوستان سے واپسی کے بعد اس کی حکومت کے مطیع ہو گئے۔ سلطان جلال الدین کی حکومت عراق' فارس' کرمان' آذربائیجان اور اران تک محدود ہوئی۔ خراسان تاتاریوں کی غارت گری اور جنگ کی جولان گاہ بنا رہا۔

تاتاریوں کی آذربائیجان پر فوج کشی: سلطان جلال الدین کی ہندوستان سے واپسی کے بعد تاتاریوں کا ایک گروہ مقام اصفہان پر سلطانی فوج سے مقابل ہوا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین' ملک الاشرف والی شام اور علاء الدین کیقباد والی روم سے ۶۲۷ھ میں لڑائیاں ہوئیں۔ علاء الدین سردار فرقہ اسمٰعیلیہ والی قلعہ موت اور جلال الدین سے بھی جل گئی۔ جلال الدین نے اس کے ملک کو نہایت سختی سے پامال کر کے سالانہ خراج مقرر کیا۔ علاء الدین والی قلعہ موت نے تاتاریوں کو ملا لیا اور سلطان جلال الدین کے خلاف ابھار دیا۔ چنانچہ ابتداء ۶۲۸ھ میں تاتاریوں نے آذربائیجان پر چڑھائی کر دی۔

جنگ بوعز و تاتار: سلطان جلال الدین کو اس کی خبر لگی۔ امراء دولت میں سے بوعز نامی ایک امیر کو فوج کے چند دستوں کے ساتھ بطور ہراول تاتاریوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ تاتاریوں کے مقدمۃ الجیش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ بوعز کو شکست ہوئی۔ سوا بوعز کے علاوہ کوئی بھی جانبر نہ ہو سکا۔ سلطان جلال الدین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تبریز سے موقان کی طرف کوچ کیا اور اپنے اہل عیال کو تبریز میں وزیر السلطنت کی حفاظت میں چھوڑ آیا اور یہ ہدایت کی کہ بہت جلد ان لوگوں کو کسی محفوظ قلعہ میں پہنچا دینا۔ موقان کے راستہ میں اہل آذربائیجان کا ایک خط اس مضمون کا ملا کہ تاتاریوں کے مقدمۃ الجیش سے بوعز کا مقابلہ ہوا تھا ان کی تعداد سات سو سواروں سے زیادہ نہیں ہے اور وہ خان کے میدان میں قیام پذیر ہیں۔

سلطانی لشکر پر تاتاریوں کا شبخون: سلطان نے یہ خیال کر کے کہ تاتاریوں کی تعداد قلیل ہے' آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ کریں گے کوچ و قیام کرتا موقان پہنچا اور خیمہ ڈال دیا۔ امیر بن بغان شحنہ خراسان اور اوسان بہلوان شحنہ مازندران کو فوجیں فراہم کرنے پر مامور کر کے مختلف شہروں کی طرف روانہ کیا اور خود شکار کھیلنے میں مصروف ہو گیا' تاتاریوں کو موقع مل گیا۔ اس کے لشکر گاہ پر چھاپہ مارا۔ کیمپ کو لوٹ لیا۔ سلطان بحال پریشان مہر اوس چلا گیا پھر یہاں سے گنجہ کی طرف روانہ ہوا۔ ماہان پہنچا۔

جلال الدین منکبرس کی ماہان سے روانگی: اگرچہ عزالدین والی قلعہ شاہین دو سال سے سلطان سے قطع تعلق کر کے قلعہ کا خود سر حاکم بنا ہوا تھا' لیکن ماہان میں سلطان کے پہنچنے پر نیاز مندانہ خدمت میں حاضر ہوا' رسد کا معقول انتظام کیا' تاتاریوں کے حالات سے مطلع کرتا رہا۔ چند روز بعد سلطان کو یہ ذہن نشین کرایا کہ ''آخری موسم سرما میں تاتاری

ارجان سے آپ پر حملہ آور ہوں گے چونکہ آپ کے ساتھ کوئی فوج نہیں ہے لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ اران واپس جائیں وہاں شاہی فوجیں موجود ہیں اور تبریز میں ترکمانوں کا لشکر بکثرت قلعہ نشین ہے۔'' سلطان نے یہ سن کر ایک آہ سرد بھری اور ماہان سے رخصت ہو گیا۔

سلطان نے وزیر السلطنت کو جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اپنے حرم اور خزانے کی محافظت پر تبریز میں مامور کیا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ کسی محفوظ ترین قلعہ میں انہیں پہنچا دینا۔ چنانچہ وزیر السلطنت نے ابتداً امراء ترکمان یاران میں سے ارسلان کبیر کے پاس جا کر قیام کیا۔ اس کے بعد اسی مقام پر ایک نہایت مضبوط قلعہ سنگ سرخ نامی تعمیر کرا کر سلطانی خزانہ اور حرم کو ٹھہرایا۔

جلال الدین منکبرس اور وزیر السلطنت: چونکہ ان دنوں سلطان چاروں طرف سے مصائب میں گھر گیا تھا۔ وزیر السلطنت کے دماغ میں یہ سودائے خام پیدا ہوا کہ بحالت موجودہ اس ملک میں سلطان کا ٹھہرنا ناممکن ہے ہندوستان جانے کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے ملک الاشرف والی شام اور کیقباد والی روم سے جو سلطان کے پرانے دشمن تھے خط و کتابت شروع کی اور نیازمندی اور فرمانبرداری کا عہد و پیمان کیا' کسی ذریعہ سے قلیج ارسلان ترکمانی کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے وزیر السلطنت کو ڈانٹ کا خط لکھا' سلطانی حرم اور خزانے کی حفاظت کی تاکید کی اور سلطان کو اس کے تمام حالات لکھ بھیجے۔ جب سلطان کا اس قلعہ کی طرف گذر ہوا وزیر السلطنت کو حاضری کا حکم دیا۔ وزیر السلطنت ہاتھ میں کفن لیے حاضر ہوا' سلطان کے خیالات تبدیل ہو گئے اور اپنا مخلص و جاں نثار سمجھ کر مطمئن ہو گیا۔

تاتاریوں کا تبریز اور گنجہ پر قبضہ: جس وقت سلطان' تاتاریوں کے حملہ کے بعد موقان سے اران روانہ ہوا اور یہ خبر اہل تبریز تک پہنچی۔ اہل تبریز خوارزمیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کی پامالی اور قتل پر تیار ہو گئے' بہاء الدین محمد بن بشیر قاربک جو ان دنوں تبریز کا والی تھا بلوائیوں کا شریک کار ہو گیا طغریائی رئیس نے مخالفت کی لیکن کسی نے کوئی بات نہ سنی' بلوائیوں نے ایک خوارزمی کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ خوارزمیوں نے اس کے عوض دو آدمی مار ڈالے شہر میں ہلڑ مچ گیا' بہاء الدین نے تبریز کی قلعہ بندی کر لی' پورے طور سے نگرانی کرنے لگا' فوجیں بھرتی کیں زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ بہاء الدین مر گیا۔ اہل تبریز نے شہر تاتاریوں کے حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد اہل گنجہ میں بھی اسی قسم کا جوش و خروش پیدا ہوا اور انہوں نے اور اہل بیلقان نے شہر تاتاریوں کے سپرد کر دیئے۔ واللہ اعلم۔

وزیر السلطنت کی گرفتاری و قتل: قلعہ جاریر پہنچنے کے بعد سلطان کو وزیر السلطنت کی کشیدگی اور منافرت کا علم ہوا لیکن اس خیال سے کہ مبادا وزیر السلطنت روپوش نہ ہو جائے یا بھاگ نہ جائے پیچ و تاب کھا کر خاموش رہا۔ ایک روز وزیر السلطنت سوار ہو کر قلعہ کی طرف گیا' والی قلعہ کو پوشیدہ طور پر وزیر السلطنت کو قید کر لینے کا اشارہ کر دیا۔ چنانچہ والی قلعہ نے نہایت خوبی اور تیزی سے اس حکم کی تعمیل کی۔

اس کے بعد سلطان نے اپنی قیام گاہ پہنچ کر وزیر السلطنت کے خادموں کو جمع کیا۔ جن میں ان کا سردار ناصر قشتمر تھا۔ سلطان نے ان لوگوں کو اتر خان کے گروہ میں شامل کر دیا۔ لگانے بجھانے والوں نے والی قلعہ کے کان میں یہ بھر دیا کہ

'' سلطان تم سے ناراض ہے ''۔ والی قلعہ کو سلطان کی طرف سے بد دلی اور منافرت پیدا ہوئی' وزیر السلطنت کی انگوٹھی قشتمر کے پاس بھیجی اور یہ کہلا بھیجا کہ '' ہمارا اور تمہارا آقا ایک ہی حالت میں مبتلا ہے۔ جس شخص کو اس کی حق شناسی اور خدمت منظور ہو قلعہ میں آ جائے۔'' اتفاق سے سلطان کو اس کی خبر ہو گئی' ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ والی قلعہ کا لڑکا سلطان کی خدمت میں رہتا تھا۔ سلطان نے اسے حکم دیا کہ '' تم اپنے باپ کو یہ واقعات لکھ بھیجو اور اس فعل پر ناراضگی ظاہر کرو''۔ والی قلعہ کے پاس اس کے لڑکے کا خط پہنچا تھا کہ اس کے حواس جاتے رہے معذرت کا عریضہ لکھا سلطان نے کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنے قول کے سچے ہو تو وزیر السلطنت کا سر اتار کر میرے پاس بھیج دو۔ والی قلعہ نے وزیر السلطنت کا سر اتار کر بھیج دیا۔

وزیر السلطنت' اہل علم و کمال کی بے حد عزت کرتا تھا بخشش میں اس کا ہاتھ بہت کھلا ہوا تھا۔ اگر سلطان اس کی روک تھام نہ کرتا تو شاہی خزانے میں ایک حبہ بھی باقی نہ رہتا۔ نہایت منکسر مزاج اور اللہ تعالیٰ سے ہر کام میں ڈرنے والا تھا۔ تر کی زبان کا بہت بڑا عالم اور فصیح تھا۔ سلطانی دربار سے جو فرمان لکھے جاتے تھے اس پر الحمد اللہ العظیم اور دفتر وزارت سے جو فرمان صادر ہوتے تھے اس پر ابوالمکارم علی ابن ابی القاسم خالصۃ امیر المومنین لکھا کرتا تھا۔

گنجہ پر سلطان کا دوبارہ قبضہ: جس وقت اہل گنجہ نے خوارزمیوں کی مخالفت پر کمریں باندھیں اس وقت ان میں سے ایک شخص بندار نامی ان کا سردار تھا۔ سلطان کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ ایک قاصد اہل گنجہ کے پاس بھیجا اور انہیں اپنی حکومت کی اطاعت کی ترغیب دی اور دربار میں حاضری کا حکم دیا' چنانچہ اہل گنجہ شاہی لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر قیام پذیر ہوئے۔ رئیس جمال الدین قمی اپنی اولاد کے ساتھ سلطانی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ باقی ماندہ مخالفت پر اڑے رہے۔ سلطان نے ان لوگوں کو بہت کچھ سمجھایا۔ لیکن وہ نہ سمجھے اور جنگ کرنے پر تل گئے۔ شاہی خیمہ پر حملہ آور ہوئے' سلطان نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور بہ نفس نفیس سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا۔ لڑائی ہوئی' اہل گنجہ مقابلہ نہ کر سکے شکست کھا کر بھاگے شہر پناہ میں داخل ہو گئے۔ لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے دروازہ بند نہ کر سکے۔ سلطانی لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔ تین بانیان فساد کو گرفتار کیا اور مار ڈالا۔ بندار بھی گرفتار ہو کر پیش کیا گیا۔ یہی مفسدوں کا سرغنہ اور باغیوں کا سردار تھا۔ اسی نے اس تخت شاہی کو توڑا تھا جسے سلطان محمد بن ملک شاہ نے گنجہ میں رکھوایا تھا۔ سلطان کے روبرو اس کے اعضا بدن یکے بعد دیگرے کاٹے گئے اور مار ڈالا گیا۔ سلطان نے گنجہ میں ایک ماہ تک قیام کیا۔

ملک الاشرف و کیقباد کی جلال الدین منکبرنی سے علیحدگی: گنجہ سے واپسی کے بعد سلطان نے خلاط کی طرف ملک الاشرف سے تاتاریوں کے مقابلہ پر امداد لینے کی غرض سے کوچ کیا۔ ملک الاشرف کو اس کی خبر لگ گئی مصر چلا گیا اور حیلوں سے ٹالتا رہا۔ سلطان کوچ و قیام کرتا قلعہ جمس پہنچا۔ اراک بن ایوان کرجی قلعہ کا حاکم تھا۔ نیازمندانہ حاضر ہوا۔ دور ہی سے زمین بوسی کی رسم ادا کی اور شاہی حکم کی تعمیل کی۔ سلطان نے ملک الاشرف کی امداد سے ناامید ہو کر ملوک حلب' آمد اور ماردین سے امداد و اعانت کی درخواست کی۔ لیکن صدائے برنخاست کا مضمون ہوا۔ فوج کو خرت برت ملطیہ اور آذربائیجان کی طرف واپسی کا حکم دیا۔ فوجوں نے آفت مچا دی۔ غارت گری کا ہنگامہ گرم کر دیا ان واقعات نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ کیقباد اور ملک الاشرف کو ناراضگی پیدا ہو گئی سلطان کی امداد و اعانت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ واللہ تعالیٰ

والی التوفیق۔

تاتاریوں کی پیش قدمی: خلاط میں قیام کے دوران سلطان کو یہ خبر لگی تھی کہ تاتاری غارت گر جنگ کرنے کے لئے بڑھ رہے ہیں سلطان نے اس طوفان کی روک تھام پر امیر اوتر خان کو چار ہزار سواروں کے ساتھ تاتاریوں کی خبر لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ امیر اوتر خان نے واپس ہو کر خبر دی کہ تاتاری طوفان جد و ملاز کرد سے واپس ہو گیا۔ اراکین دولت اور سرداران فوج نے سلطان کو ا دیار بکر جانے کا مشورہ دیا۔ اتنے میں والی آمد کا قاصد پہنچ گیا اور یہ پیام دیا کہ ''آپ کسی طرف کا رخ نہ کیجئے بلاد روم کی طرف بڑھیے اور اس پر قبضہ حاصل کر لیجئے تاکہ قپچاق سے آپ قریب ہو جائیں اور ان سے مدد حاصل کر کے تاتاریوں سے تیغ و سپر ہو سکیں میں چار ہزار سواروں سے مدد دینے کے لئے تیار رہوں گا''۔

والی آمد اور حکمران روم سے ان بن چلی آ رہی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ رومی حکمران نے والی آمد کے بعض قلعوں کو دبا لیا تھا اسی وجہ سے والی آمد نے سلطان کو والی روم کے خلاف ابھار کر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے تھے۔

تاتاریوں کا سلطانی کیمپ کا محاصرہ: سلطان پر والی آمد کا پیام کام کر گیا۔ اصفہان سے اعراض کر کے آمد کی جانب کوچ کیا۔ قریب آمد پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ والی آمد کے پاس ایک ترکمان کو خبر دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ ترکمان نے واپس ہو کر یہ خبر دی کہ کل تاتاریوں کا جس مقام پر قیام تھا اسی مقام پر آپ قیام پذیر ہیں۔ لیکن دوسرے دن صبح نہ ہونے پائی تھی کہ تاتاریوں نے آمد پہنچ کر سلطانی کیمپ پر محاصرہ کر دیا۔ سلطانی لشکر کو تیار ہونے کا موقع نہ ملا۔ لیکن امیر اوتر خان نے نہایت مردانگی سے تاتاریوں پر حملہ کیا اور آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس اثناء میں سلطان کو موقع مل گیا۔ مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اپنی بیگم بنت اتابک سعد کو دو امیروں کے سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں تک لے جا سکو لے جاؤ' اوتر خان میدان جنگ سے واپس ہوا۔ چار ہزار سوار اس کی رکاب میں تھے۔ سلطان چھپ کر آمد کے سنسان بیابان میں جا چھپا۔ لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ لشکر نے سلطان کے ساتھ دغا کیا ہے۔ ہر چند لشکر کو واپس لانے کی تدبیریں کی گئیں مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ سلطان رفتہ رفتہ دربند اثت کی سرحد تک پہنچ گیا۔ یہ تمام راستہ بلوائیوں اور مفسدوں سے گھرا ہوا تھا۔ اوتر خان نے واپس چلنے کی رائے دی۔ چنانچہ سلطان آگے بڑھنے کی بجائے واپس ہوا۔ میافارقین کے نواح میں ایک گاؤں تک پہنچا بیدر میں قیام اختیار کیا۔

امیر اوتر خان کا انجام: امیر اوتر خان سلطان کی رفاقت ترک کر کے شہاب الدین غازی والی حلب کے پاس چلا گیا اس سے اور اوتر خان سے بہت دنوں سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ شہاب الدین غازی نے مراسم سابقہ کا کوئی لحاظ و پاس نہ کیا گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اس کے بعد ملک الکامل نے اسے والی حلب سے منقلب کیا والی حلب نے پابہ زنجیر ملک الکامل کے پاس بھیج دیا جہاں چھت سے گر کر مر گیا۔

سلطان جلال الدین منکبرس کی گرفتاری: تاتاریوں کو کسی ذریعہ سے سلطان کی خبر مل گئی۔ دفعتہً بیدر پر حملہ کیا

---

۱ بالاصل بیاض۔

سلطان کسی طرح لباس تبدیل کر کے بھاگ گیا اور اس کے تمام ہمراہی قتل کر ڈالے گئے۔ کسی نے تاتاریوں سے یہ کہہ دیا کہ جو شخص بھاگا ہے وہی سلطان ہے فوراً تعاقب میں روانہ ہوئے۔ مفر دروں میں دو شخص ہاتھ آ گئے۔ تاتاریوں نے انہیں قتل کر ڈالا۔ سلطان کے ملنے سے ناامید ہو کر تاتاری واپس ہوئے اور سلطان کوہ اکراد پر چڑھ گیا۔ وہاں بھی تاتاری لٹیرے موجود تھے۔ اور ناکہ بندی کیے ہوئے قتل و غارت گری پر آمادہ تھے۔ چنانچہ تاتاریوں نے سلطان کو گرفتار کر لیا اور اس کے قتل کرنے پر آمادہ ہوئے۔ کسی نے ان کے سردار کے کان میں کہہ دیا ''کہ یہی سلطان ہے۔'' سردار کو رحم آ گیا لوگوں کو قتل سے روک دیا۔ چھوڑ دینے کے خیال سے اپنے ساتھ اپنے مکان لایا۔

سلطان جلال الدین منکبرس کا قتل: سردار کی عدم موجودگی میں ایک کمینہ تاتاری سرداری کے مکان پر آیا۔ ہاتھ میں ایک تیغہ لیے تھا۔ اس کے بھائی کو خلاط میں ایک خوارزمی نے مار ڈالا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کے بدلہ میں سلطان کو مار ڈالا۔ سردار کی ہمدردی نے کچھ کام نہ دیا یہ واقعہ پندرھویں شوال ۶۲۸ھ کا ہے۔ یہ نسائی کاتب سلطان جلال الدین کا بیان ہے۔

فاضل ابن اثیر نے واقعہ آمد کا ذکر لکھا ہے کہ اس کے بعد سلطان مفقود الخبر ہو گیا۔ میں چند دن تک اس کی خبر ملنے کا منتظر رہا۔ اس کے واقعہ قتل کو نہیں لکھا ہے۔ آمد ہی کے واقعہ پر اس نے اپنی کتاب تاریخ کامل کو ختم کیا ہے اور اس پر کچھ اضافہ نہیں کیا۔

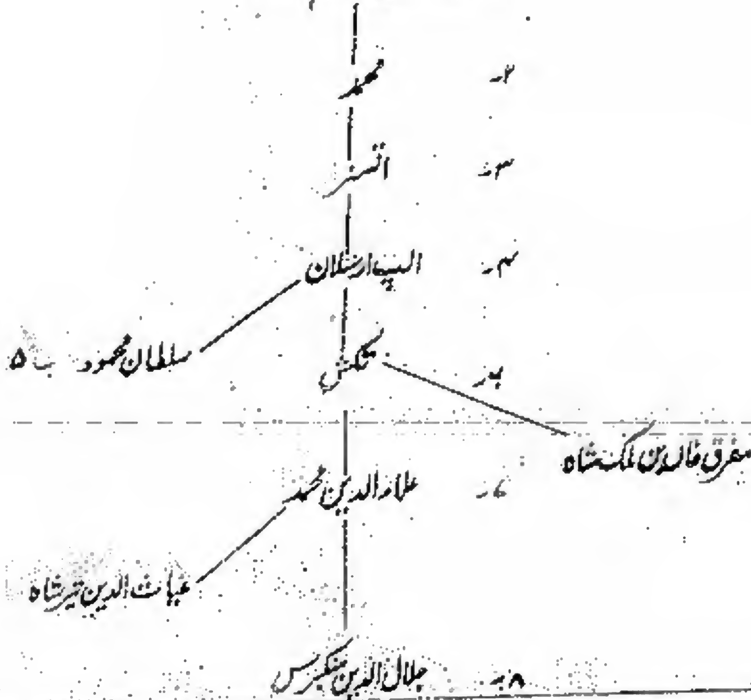
سلطان جلال الدین منکبرس کی سیرت و کردار: نسائی نے لکھا ہے کہ سلطان پستہ قد' گندمی رنگ' ترکی النسل' شجاع' حلیم اور باوقار تھا۔ تبسم کے سوا کھلکھلا کر کبھی نہیں ہنسا' کم سخن تھا' بیہودہ گفتگو سے سخت نفرت کرتا تھا' عادل تھا لیکن فتنہ و بغاوت کی وجہ سے مغلوب الغضب ہو گیا تھا' باوجودیکہ خلافت مآب سے کشیدگی اور رنج کا سلسلہ قائم تھا۔ لیکن جس طرح اس کا باپ خود کو خلافت مآب کا تابعدار لکھتا تھا۔ اسی طرح یہ بھی اپنے کو خادم اور تابعدار لکھا کرتا تھا۔ جس وقت خلیفہ بغداد نے اسے بمقام خلاط خلعت مآب کو جو القاب و آداب لکھتا تھا وہ یہ تھے ''مولانا' سیدنا' وامیر المومنین وامام المسلمین وخلیفہ رب العالمین قدوۃ المشارق والمغارب المنیف علی الذروۃ العلیا ابن لوی ابن غالب'' سلاطین روم' مصر اور شام کو صرف سلطان فلاں ابن فلاں سے خط و کتابت میں مخاطب کرتا تھا اور کوئی الفاظ نہیں ہوتے تھے جو احکام اپنی حکومت میں حکام کے نام لکھتا تھا۔ اس کی پیشانی پر والنصرۃ من اللہ وحدہٗ لکھا کرتا تھا اور جب سلطان ہندوستان سے واپس آیا تھا تو خلافت مآب نے اپنے فرمان عالی شان میں ''الجناب الرفیع الخاقانی'' کے موقر الفاظ سے مخاطب کیا تھا۔ اس پر سلطان نے دربار خلافت میں اس قسم کا خطاب عطا ہونے کی درخواست کی' جواب دیا کہ اکابر ملوک کو یہ خطاب دیئے جاتے ہیں۔ جب دربار خلافت سے خلعت آیا تو سلطان نے حد سے زیادہ منت وسماجت کی تو ''الجناب العالی الشاہنشاہی'' کے خطاب سے مخاطب کیا۔

تاتاریوں کی سفاکیاں: قصہ مختصر جنگ آمد کے بعد تاتاری طوفان آمد کے علاقہ میں پھیل گیا ارزن' میافارقین اور تمام دیار بکر ویران اور برباد کر دیئے۔ پانچ دن کے محاصرہ کے بعد بزور تیغ شہر اسعرد کو فتح کیا۔ کئی دن تک قتل عام کا

سلسلہ جاری رہا۔ ماردین پر حملہ کیا اہل ماردین نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ لوٹ مار کرتے نصیبین پہنچے۔ اطراف نصیبین کو بھی اپنی بناہ کاری کی جولاں گاہ بنایا۔ نصیبین سے فارغ ہو کر سنجار' خابور' تدلیس اور صوبہ خلاط کو بھی غارت کر کے چٹیل میدان بنا دیا' انہی تاتاریوں کا ایک گروہ آذربائیجان سے صوبہ اربل کی طرف قتل و غارت کرتا ہوا بڑھا۔ ترکمان ایوانیہ اور اکراد جوزقان کی طرف ہو کر گزرا۔ ان لوگوں نے تاتاریوں کا تیغ و سنان سے استقبال کیا۔ لوٹ لیا' قتل کیا' مظفر الدین والی اربل بھی موصل سے امداد حاصل کر کے تاتاری لٹیروں کے مقابلے کے لیے نکلا لیکن وہ زیادہ دور نکل گئے تھے ہاتھ نہ آئے۔ واپس آئے۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا وھو خیر الوارثین۔

سلطان جلال الدین منکبرس کے قتل کے بعد اس کا لشکر متفرق ہو گیا۔ گرتا پڑتا کیقباد بادشاہ روم کے پاس پہنچا۔ کیقباد نے انہیں اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔ ۶۳۴ھ میں کیقباد نے وفات پائی اس کا بیٹا غیاث الدین کیخسرو تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اسے ان کی طرف سے شبہ پیدا ہوا۔ ان کے سردار کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ باقی ماندہ بھاگ گئے۔ جس طرف سے گزرے اور جہاں پہنچے لوٹ لیا' بستیوں کو اجاڑ ڈالا۔ اسی حالت پر ایک مدت تک ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد الملک الکامل نے جو اپنے باپ کی طرف سے بلاد شرقیہ حران' کیفا اور آمد کا حاکم تھا۔ اپنے پدر بزرگوار سے اجازت حاصل کر کے ان لوگوں کو اپنی فوج میں شامل کر لیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ بنو ایوب کے حالات میں تحریر کریں گے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ ولی التوفیق بمنہ و فضلہ



لے امیر بلکا بیگ سلجوقی کا خادم تھا۔ اور یہی جد اعلیٰ دولت ملوک خوارزم کا ہے۔

وذكرهم بأيام الله إن في ذلك لآيات لكل صبار شكور

تاریخ ابن خلدون

حصہ ہشتم

زنگی اور خاندانِ صلاح الدین ایوبی کے سلاطین اور تاتاریوں کا زوال

ترجمہ: حکیم احمد حسین الہ آبادی، حافظ سید رشید احمد ارشد (سابق صدر شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی)

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

كتاب العبر وديوان المبتداء والخبر
من احوال العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من
ملوك التتر یعنی علامہ ابن خلدون کی کتاب التواریخ
کے
اردو ترجمہ کے جملہ حقوق قانونی اشاعت وطباعت دائمی
تصحیح وترتیب وتبویب

چوھدری طارق اقبال گاھندری
مالک نفیس اکیڈمی۔ اُردو بازار کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب: ——— تاریخ ابن خلدون
مصنف: ——— رئیس المورخین علامہ عبدالرحمن بن خلدون
ناشر: ——— نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
طبع: ——— جدید کمپیوٹر ایڈیشن جنوری ۲۰۰۳ء
ایڈیشن: ——— آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اُردو بازار کراچی



فاتح بیت المقدس

از چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

دنیا کے سب سے نامور مؤرخ اور فلسفہ تاریخ کے بانی علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون کی تاریخ العبر کے اردو ترجمہ کی اشاعت کا عظیم الشان کام جو نفیس اکیڈمی کراچی نے شروع کر رکھا ہے اللہ رؤف و رحیم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کی آٹھویں جلد کا اردو ترجمہ اس وقت اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اس آٹھویں جلد کا اردو ترجمہ مولانا رشید احمد ارشد پروفیسر جامعہ کراچی نے کیا ہے جو ایک جانے پہچانے صاحب علم اور صاحب قلم ہیں۔

تاریخ ابن خلدون کی یہ جلد زنگی فرمانرواؤں اور ایوبی سلاطین کے دور حکومت پر مشتمل ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ہلاکو خان تاتاری کے ہاتھوں تباہی بغداد اور اس کے اثرات مابعد کا بیان بھی اس میں موجود ہے یہ جلد ۵۰۲ھ سے ۶۸۸ھ تک کے احوال، واقعات اور حوادث کی منہ بولتی تصویر ہے۔

آج جب کہ ۱۹۴۸ء سے بیت المقدس اور فلسطین پر چیرہ دست، بے رحم اور متعصب یہودی قابض ہیں اور پچھلے اکتیس سال سے اللہ کے بندوں پر انہوں نے زندگی کی راہیں بند کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے تاریخ اسلام کے اس دور کا حال خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کے قابل ہے جب کہ اسلام کے ایک بطل جلیل سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۵۸۳ھ کے ماہ رجب میں بیت المقدس کو صلیبی نصرانی بادشاہوں کے ۹۱ سالہ قبضہ، ظلم اور تعدی سے نجات دلائی تھی پچھلے ۹۱ سال سے بیت المقدس پر تعصب و کم ظرفی کے پیکر یورپ کے نصرانی بادشاہ قابض تھے اور اس یقین میں مبتلا تھے کہ اب کوئی شخص بیت المقدس کو ان کے خون آلود آہنی پنجوں سے نہیں چھڑا سکتا۔ ان کا یہ گھمنڈ خاک میں مل گیا اسدالدین شیرکوہ کے بھتیجے اور سلطان نورالدین کے ایک سابق فوجی افسر سلطان صلاح الدین ایوبی کی شمشیر خارا شگاف نے غرور و قوت کے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور بیت المقدس کو آزاد کرا لیا، حالانکہ دنیا اس سے مایوس ہو چکی تھی کہ بیت المقدس پھر کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ سکے گا لیکن جب مسلمانوں میں ایمان و اخلاص کی لہریں بلند ہوئیں فضل خداوندی نے ان کا ساتھ دیا اور وہ سب کچھ ہو گیا جس کو اسباب ظاہری کو دیکھنے والی آنکھیں ناممکن دیکھ رہی تھیں۔

آج پھر وہی معرکہ درپیش ہے یہودیوں کا قبضہ بیت المقدس پر قائم ہے بڑے بڑے ممالک ان کی امداد بھی کر

رہے ہیں۔ یورپ وامریکہ کے دولت مند یہود ان کے مددومعاون ہیں۔ عربوں میں بدقسمتی سے اب تک اتحاد قائم نہیں ہوسکا ہے۔ اسباب وعلامات حد درجہ مایوس کن ہیں لیکن یہ ناممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسرا سلطان صلاح الدین ایوبی اس مہم کے سر کرنے کے لیے پیدا کردے تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے ایک صلاح الدین نہیں بلکہ ایک ہزار سلطان صلاح الدین مسلمانوں میں پیدا ہوسکتے ہیں۔

ہم تاریخ ابن خلدون کی یہ آٹھویں جلد پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ اسے پوری توجہ اور غور وخوض کے ساتھ مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ یہ صورت حال کچھ آج ہی پیدا نہیں ہوئی ہے بلکہ تاریخ کے ہر دور میں پیدا ہوتی رہی ہے اس وقت بھی ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں لیکن یہ مایوس ہوکر بیٹھ رہنے کا نہیں بلکہ اپنے ایمان واعمال کو درست کرکے پورے عزم واستقلال سے متحرک ہوجانے کا وقت ہے اور اس کے بعد ہی ہم اللہ تعالیٰ سے فضل کی امید کرسکتے ہیں۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تاریخ اسلام کے ان تابناک اوراق سے روشنی حاصل کرنے اور اس کی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔

فہرست

زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے سلاطین اور تاتاریوں کا زوال

مقدمۂ مترجم

از حافظ رشید احمد ارشد ایم اے صدر شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی

علامہ ابن خلدون کی تاریخ کے ترجمہ کی اس جلد کا آغاز ۴۷۰ھ سے ہوتا ہے جب کہ سلجوقی سلطان ملک شاہ نے اپنے بھائی تتش کو شام کی حکومت عطا کر دی تھی اور اس نے وہاں کے شہروں کو فتح کر کے اپنے خاندان کے لیے خود مختار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔

اس کے بعد سلجوقیوں کی وسیع سلطنت مستحکم نہیں رہی بلکہ سلجوقی امراء کی نااتفاقیوں اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور چھوٹے چھوٹے علاقوں اور شہروں کے حکام نے خود مختار ہو کر اپنی اپنی جداگانہ ریاستیں قائم کر لیں تھیں۔ چنانچہ شام میں تتش کی حکومت قائم ہوئی اس کے زوال کے بعد زنگی اور ایوبی خاندان کی سلطنتیں قائم ہوگئیں اس کے علاوہ بلاد روم کے ان علاقوں میں جنہیں سلجوقی حکومت نے نہایت بہادری کے ساتھ فتح کیا تھا قونیہ کی خود مختار سلجوقی سلطنت قائم ہوگئی اسی طرح ارمینیہ اور خلاط کے علاقے میں بھی ایک خود مختار سلجوقی سلطنت قائم ہوگئی یہاں تک کہ دیار بکر کے چھوٹے علاقے میں بھی بنوارتق خود مختار ہو گئے بلکہ ماردین اور کیفا کے قلعہ میں بھی خود مختار اسلامی ریاستیں قائم ہوگئیں۔

اقتدار کی یہ جنگ اس قدر وسیع ہوتی گئی کہ موصل اور الجزیرہ کے علاقے میں ہر بڑے شہر میں آزاد اور خود مختار حکومتیں قائم ہوتی گئیں جنہیں سلطان صلاح الدین نے آگے چل کر ختم کیا۔

ان چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستوں نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے غیر ملکی اور مسیحی صلیب پرستوں سے ساز باز کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ وہ ان سے فوجی امداد حاصل کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کا گلا کاٹتے تھے اور اس کے بعد اپنی غداریوں اور خود غرضی کے نتیجے میں خود بھی تباہ و برباد ہوتے تھے۔

اس تاریخ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ان تمام خود مختار اسلامی ریاستوں میں ایک کا دوسرے حاکم کے خلاف جوڑ توڑ کا سلسلہ شرمناک حد تک جاری رہا اور اپنی نااتفاقیوں اور خانہ جنگیوں کی بدولت وہ اس قدر ذلیل اور رسوا ہوگئے کہ صلیب پرست فرنگی حکام نے ان پر مکمل برتری حاصل کر لی یہاں تک کہ ایک زمانے میں انہوں نے تمام اسلامی ریاستوں سے بھاری ٹیکس (خراج) وصول کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ شام کے بینام نہاد مسلم حکام انہیں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ یہ بھاری رقم ادا کرتے تھے۔

ان صلیب پرستوں نے بے گناہ مسلمانوں کی بستیوں کو تباہ و برباد کیا اور ان کا قتل عام کیا۔ وہ ان پر ایسے ظلم و ستم کرتے تھے جنہیں بیان کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یوں کہنا چاہیے کہ تمام عیسائی قوم نے سازش کر کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

عیسائیوں کی سازش: درحقیقت پاپائے روم اور بازنطینی حکومت نے اپنے گرتے ہوئے اقتدار کو سنبھالنے کے لیے یورپ کی مسیحی حکومتوں سے مل کر ایک گہری سازش کی تھی۔ انہوں نے اپنی بقا و زیست کے لیے مغرب کے مسیحیوں کو مذہب کے نام پر مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کیا اور پھر وہ مناسب موقع کا انتظار کرتے رہے۔

انہوں نے یہ سازش اس لیے کی تھی کہ سلجوقی حکومت نے ارمینیا' تونیہ اور ایشیائے کوچک کے ان تمام علاقوں کو فتح کر لیا تھا جو بلاد روم کے نام سے مشہور تھے یوں روم کی بازنطینی (مشرقی) سلطنت کا چراغ گل ہونے لگا تھا اور رومیوں کے پاس صرف قسطنطنیہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقے باقی رہ گئے تھے۔

اس سازشی منصوبے کے ماتحت مسلمانوں کی ہمسایہ مسیحی سلطنتیں مناسب موقع کی منتظر رہیں جب انہوں نے دیکھا کہ سلجوقیوں کی وسیع اور مستحکم سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے اور کوئی مستحکم مرکزی حکومت مسلمانوں کی باقی نہیں رہی ہے تو پاپائے روم اور اس کے مسیحی پادریوں نے یورپ کی ابھرتی ہوئی عیسائی سلطنتوں کو اس بات پر ورغلایا کہ وہ شام و فلسطین میں عیسائیوں کے مذہبی اور متبرک مقامات پر قبضہ کر لیں اور بیت المقدس کو فتح کر کے مسلمانوں کو نکال دیں۔

صلیبی جنگیں: ان مذہبی پیشواؤں کے ورغلانے سے یورپ کے دور دراز علاقوں سے بے شمار مسیحی رضا کار اس مذہبی جنگ میں جو بعد میں صلیبی جنگ کے نام سے مشہور ہوئی نہایت جوش و خروش کے ساتھ حصہ لینے لگے وہ کثیر تعداد میں مغربی ممالک سے روانہ ہوئے چونکہ مسلمانوں کی سلطنتیں باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے کمزور ہو گئی تھیں اس لیے ان صلیب پرستوں نے نہایت آسانی کے ساتھ شام کے اہم ساحلی شہروں پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے پیش قدمی کرنے کے لیے مستحکم قلعے قائم کر لیے تھوڑے عرصہ کے بعد انہوں نے بیت المقدس بھی فتح کر لیا وہ جہاں بھی گئے مسلمانوں کے خلاف قتل و غارت کا بازار گرم کرتے رہے۔ پھر یہ صلیب پرست شام و فلسطین کے علاوہ مصر اور ایشیائے کوچک کے کئی شہروں پر بھی قابض ہو گئے۔

مسلمانوں کی نا اتفاقی: اگر مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں متحد ہو کر ان کا مقابلہ کرتیں تو ان صلیب پرستوں کا قلع قمع کرنا مشکل کام نہ تھا مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی ریاستوں میں اس قدر نا اتفاقی اور خود غرضی چھائی ہوئی تھی کہ وہ اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے خود ان فرنگی صلیب پرستوں کی آغوش میں چلے جاتے تھے اور اپنے حریف کے خلاف خود ان سے فوجی امداد حاصل کیا کرتے تھے لہٰذا وہ ان صلیب پرستوں کا مقابلہ نہیں کر سکے اور اگر زنگی اور ایوبی خاندان کے چند جاں باز حکمران نہ ہوتے تو شام و مصر موصل الجزائر اور ایشیائے کوچک کی اسلامی سلطنتوں کی مکمل تباہی یقینی تھی۔

زنگی خاندان کے کارنامے: یہ حقیقت ہے کہ زنگی سلطنت کے بانی عماد الدین زنگی نے نہایت شجاعت اور بہادری کے ساتھ ان صلیب پرستوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور انہیں لگاتار شکستیں دے کر انہیں ان کے مستحکم مقامات اور قلعوں سے نکال دیا اس کے بعد اس کے جلیل القدر فرزند نور الدین زنگی نے انہیں مزید شکست دے کر مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔

زنگی سلطنت نے اپنے زوال سے پیشتر ایوبی خاندان کے دو نامور جرنیل اسد الدین شیر کوہ اور صلاح الدین پیدا کیے۔ جنہوں نے نہ صرف صلیب پرستوں کی پیش قدمی روک کر مصر کو ان کے خطرناک حملوں سے بچایا بلکہ مصر میں کمزور فاطمی خلافت کا خاتمہ کر کے مصر وشام میں عباسی خلافت کا جھنڈا بلند کیا۔

سلطان صلاح الدین: غازی صلاح الدین کا وجود دنیائے اسلام کے لیے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا کیونکہ اس نے اپنے بہادرانہ کارناموں کی بدولت مصر وشام سے لے کر یمن اور افریقہ تک ایک وسیع اسلامی سلطنت قائم کر کے صلیب پرستوں کے چھکے چھڑا دیئے اس نے مسلمانوں کے قبلہ اول (بیت المقدس) کو صلیب پرستوں سے واپس لے لیا اور انہیں برق رفتاری کے ساتھ پے در پے شکستیں دیں اس کے مجاہدانہ کارناموں سے تمام یورپ لرز اٹھا اور اس کا بچہ بچہ اس کے نام سے کانپنے لگا۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سلطان صلاح الدین نے اپنی شجاعت' دلیری اور عدل وانصاف کے کارناموں کی بدولت' اسلام کے خلفائے راشدین کی یاد تازہ کر دی تھی اور ان ظالم وجابر صلیب پرستوں کو شکست دے کر مسلمانوں کی قدیم عظمت کی روایات قائم کیں اور مسلمانوں کی قدیم شان وشوکت کو زندہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی وفات پر ایک مورخ اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

> ''خلافت راشدہ کا مٹ جانا اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا اس کے بعد سلطان صلاح الدین کی وفات ایک دوسرا بڑا حادثہ تھا۔ جس سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا۔''

موجودہ دور سے مشابہت: مسلمانوں کا موجودہ دور بھی اسی قسم کا ہے اس وقت صلیبی جنگوں کی وجہ سے مسلمان تباہ وبرباد ہو رہے تھے مگر انہیں نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین نے آ کر بچایا اور مسلمانوں کے قبلہ اولیٰ بیت المقدس کو عیسائیوں سے واگذار کرا لیا آج بھی اسلام صیہونیت اور استعمار پسندوں کے خطروں سے دوچار ہے اور آج بھی بیت المقدس یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ اس لیے تمام عالم اسلام ایک دوسرے صلاح الدین ایوبی کا منتظر ہے جو بیت المقدس کو دشمنان اسلام کے پنجے سے چھڑائے اور اسلام کا بول بالا کرے۔

آج بھی مسلمانوں کی نااتفاقیاں اور غداری عالم عروج کو پہنچی ہوئی ہیں۔ فلسطین پنجہ اغیار میں ہے مگر عربوں اور دیگر مسلمانوں نے ابھی تک کوئی سبق حاصل نہیں کیا وہ ابھی تک اپنے بھائیوں کا گلا کاٹ رہے ہیں کیا وہ اپنے موجودہ اور گذشتہ تاریخی واقعات سے عبرت حاصل نہیں کریں گے اور متحد ہو کر دشمنوں کا مقابلہ نہیں کریں گے؟

یہ ایسا سوال ہے جس کا مستقبل جواب دے گا!

ہمارا ترجمہ: ہمارے ترجمے کا آغاز دمشق کی خودمختار سلطنت تتش سے ہوتا ہے ہمیں ترجمہ کے لیے مطبع بولاق مصر کا قدیم ایڈیشن دستیاب ہوا ہے جو کاغذ کتابت اور طباعت کے لحاظ سے بہت خراب ایڈیشن ہے اور اس میں اغلاط بھی بہت ہیں سب سے بڑی دقت ہے کہ ہر صفحے پر بیاض ہے یعنی خالی جگہ چھوٹی ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے اصل مطلب سمجھ میں نہیں آتا ہے اور خالی جگہ کو تاریخی واقعات کی وجہ سے مکمل کرنا بہت دشوار کام ہو گیا ہے سابق مترجم کے سامنے بھی غالبا

بولاق کا نسخہ تھا۔ لہٰذا انہوں نے کہیں کہیں الکامل لابن الاثیر سے مدد لے کر ان تمام خالی مقامات کو مکمل کیا ہے اور جا بجا حواشی میں اسی کے حوالے دیئے ہیں کیونکہ تاریخ الکامل ہی اس دور کی سب سے معتبر اور مستند تاریخ ہے۔

دوسری دقت یہ تھی کہ بولاق کے اس نسخہ میں تاریخی شخصیتوں اور تاریخی مقامات کے نام بھی بہت غلط چھپے ہیں اور متن میں بھی سنین اور عبارت کی کئی غلطیاں ہیں اس لیے میں کراچی میں ایک نئے اور صحیح نسخہ کی تلاش کرتا رہا بدقسمتی سے کراچی کے اکثر کتب خانوں اور کراچی یونیورسٹی کی لائبریری میں بھی صرف بولاق کا نسخہ ہے۔

بیروت کا نسخہ: آخر کار بڑی جدوجہد اور تلاش کے بعد ایک کتب خانہ سے مجھے ایک عمدہ نسخہ بیروت کا چھپا ہوا مستعار ملا۔ اسے بیروت کے دار الکتاب اللبنانی نے شائع کیا ہے اس کا کاغذ بھی زیادہ عمدہ نہیں ہے تاہم کتاب کا متن جلی حروف میں کشادہ، صاف اور واضح طور پر چھاپا گیا ہے اور آخر میں ان تاریخی اشخاص، قبائل، تاریخی مقامات، موضوعات وغیرہ کی انڈکس (اشاریہ) بھی ہے جو اس جلد میں مذکور ہیں اس انڈکس کے ذریعے تاریخی اشخاص و مقامات وغیرہ کی تصحیح میں ہمیں بہت مدد ملی۔

ان تمام چیزوں کے باوجود بیروت کے نسخہ میں بھی اسی طرح جا بجا ہر صفحے پر خالی جگہ (بیاض) موجود ہے جس طرح بولاق کے نسخے میں موجود تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ناشر کو بھی اس نسخہ بولاق کے علاوہ اور کوئی مکمل اور صحیح مخطوطہ (قلمی نسخہ) نہیں حاصل ہو سکا جس کے ذریعے وہ ان خالی مقامات کو مکمل کرا سکتا ان ناشر نے بھی متن کی اغلاط کی زیادہ تصحیح نہیں کرائی کیونکہ سنین اور عبارت کی اغلاط اس میں بھی موجود ہیں۔

تحقیق و تصحیح: ان حالات میں ایک تاریخی کتاب کا ترجمہ کرنا کس قدر دشوار کام ہے اس کا اندازہ وہی محقق علماء کر سکتے ہیں جو مخطوطات کی تصحیح کرتے رہتے ہیں اور ان کے صحیح ایڈیشن شائع کراتے ہیں چنانچہ مجھے سلیس اور رواں ترجمہ کرنے کے ساتھ اصل متن کی اغلاط اور سنین کو بھی درست کرنا پڑا اور خالی جگہوں کو مکمل کرنے کے لیے مستند تاریخی کتب کی ورق گردانی کرنی پڑی کیونکہ صحیح نسخہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا ضروری تھا طوالت سے بچنے کے لیے ہر مقام پر حاشیہ کے ذریعے ان کی نشاندہی مشکل تھی اس لیے جہاں بہت ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہم نے حاشیہ میں عبارت کے ابہام کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور تاریخی کتب کا حوالہ بھی دیا ہے۔

تبویب و ترتیب: اصل کتاب میں چند طویل عنوانات تھے نہ اس میں پیراگراف تھے اور نہ ذیلی عنوانات تھے اور نہ ابواب مقرر کیے گئے تھے لہٰذا ہم نے ہر سلطنت کے حالات ایک باب کے ماتحت ترتیب دیئے ہیں اور ہر مضمون کے لیے جداگانہ پیراگراف متعین کر کے ان کے لیے مناسب ذیلی عنوانات قائم کیے پھر بڑے بڑے عنوانات کے ماتحت چھوٹے عنوانات قائم کیے تاکہ عام قارئین کرام اور بالخصوص تاریخ اسلام کے طلبہ کو تاریخی مواد تلاش کرنے اور واقعات کا خلاصہ معلوم کرنے میں سہولت ہو آخر میں ہم نے ان سب چھوٹے بڑے عنوانات کی ایک مکمل اور جامع فہرست اس طرح مرتب کی ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن میں بیک نظر تاریخی واقعات کا تسلسل قائم رہے۔

عام فہم ترجمہ: مسلمانوں کے اس مایہ ناز مورخ اعظم اور عمرانیات کے ماہر فلسفی مصنف ابن خلدون کے اس تاریخی شاہکار کا ترجمہ کرنے میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں؟ اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ ہم نے تاریخی واقعات کی عبارت کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد قارئین کو نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں سمجھانے کی کوشش کی ہے لہٰذا عربی زبان کے عام مترجموں کی طرح ہم نے ترجمہ کو گنجلک' مبہم اور غیر واضح نہیں رہنے دیا ہے بلکہ مورخ اعظم کے خیالات اور تاریخی واقعات کو منفرد انداز میں مختصر مگر واضح طور پر بیان کیا ہے اور جہاں ضرورت سمجھی گئی وہاں قوسین کے ذریعے مناسب تشریح کی گئی ہے۔

یکم مارچ ۱۹۷۳ء
شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی

باب : اوّل

شام میں بنو تتش کی سلطنت

ہم بیان کر چکے ہیں کہ سلجوقی سلاطین اپنے ابتدائی دور میں شام پر قابض ہو چکے تھے اور سلطان ملک شاہ کا ایک حاکم اتسنر بن ارتق الخوارزمی نے فلسطین کی طرف لشکر کشی کی اور اس نے رملہ اور بیت المقدس کو فتح کر لیا تھا اور وہاں اس نے فاطمی حکومت کی خلافت کی تحریک ختم کرا کر عباسی خلافت کے ماتحت اس علاقہ کو مطیع کر دیا تھا اس کے بعد اس نے دمشق کا محاصرہ کیا یہ واقعہ ۴۶۳ھ میں ہوا۔ پھر وہ بار بار دمشق کا محاصرہ کرتا رہا' یہاں تک کہ اس نے ۴۶۸ھ میں دمشق پر قبضہ کر لیا پھر ۴۶۹ھ میں اس نے مصر کی طرف لشکر کشی کی اور اس کا محاصرہ کیا اور وہاں سے لوٹ آیا۔

فتح دمشق: سلطان الپ ارسلان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان ملک شاہ ۴۶۵ھ میں تخت نشین ہوا تھا اس نے اپنے بھائی تتش کو شام اور اس سے متعلقہ علاقوں کا حاکم بنا دیا تھا اور ۴۷۰ھ میں اسے ان سب علاقوں کو اپنے قبضہ میں لینے کا اختیار دے دیا تھا لہٰذا اس نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا اس عرصہ میں مصری سپہ سالار بدر الجمالی نے دمشق کے محاصرہ کے لیے اپنی فوجیں بھیج رکھی تھیں دمشق اتسنر کے قبضہ میں تھا اس نے تاج الدولہ تتش سے امداد طلب کی اور وہ لشکر لے کر اس کی مدد کے لیے روانہ ہوا اتنے میں مصری فوجیں رک گئیں اس کے بعد اتسنر دمشق کے شہر سے تتش کی ملاقات کے لیے باہر نکلا تتش نے اطاعت کرتے ہوئے تامل اور تاخیر پر اسے ملامت کی اور قتل کر دیا اس کے بعد وہ خود دمشق پر قابض ہو گیا یہ واقعات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

حلب کی جنگ: پھر سلیمان بن قطلمش نے شہر انطاکیہ پر قبضہ کر لیا اور اس نے مسلم بن قریش کو قتل کر دیا اور حلب کی طرف فوج کشی کی اور اس شہر پر قبضہ کر لیا جب تتش کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ لشکر لے کر حلب پہنچا اور ۴۷۹ھ میں فریقین میں جنگ ہوئی اور سلیمان بن قطلمش جنگ میں مارا گیا۔

سلطان ملک شاہ خود فوج لے کر حلب پہنچا اور شہر فتح کر لیا اور اس کا حاکم اقسنقر قسیم الدولہ کو بنایا جو نور الدین العادل کا جد امجد تھا۔

متحدہ لشکر: پھر سلطان ملک شاہ ۴۸۴ھ میں بغداد آیا وہاں اس کے پاس دمشق سے اس کا بھائی تاج الدولہ تتش' حاکم حلب قسیم الدولہ اقسنقر' حاکم رہا بوزان پہنچے جب وہ اپنے علاقوں کی طرف لوٹنے لگے تو سلطان نے قسیم الدولہ اور بوزان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تاج الدولہ تتش کے لشکر کے ساتھ شام کے ساحلی علاقوں کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوں اور وہ سب مل کر مستنصر فاطمی حاکم کے قبضہ سے مصر کے ملک کو چھڑا لیں اور وہاں سے فاطمی سلطنت کا نام و نشان مٹا دیں۔

چنانچہ یہ متحدہ لشکر روانہ ہوا۔ اس اثناء میں تتش نے ابن ملاعب کے قبضہ سے بزور شمشیر حمص کے شہر کو نکال لیا ایک فاطمی حاکم نے پناہ حاصل کر کے امامیہ کا علاقہ اس کے حوالہ کر دیا پھر اس نے طرابلس کا محاصرہ کیا جہاں کا حاکم جلال الدین عمار تھا۔ اس نے قسیم الدولہ اقسنقر کو مالی امداد دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ تتش سے اس کی سفارش کرے مگر اس نے سفارش قبول نہیں کی لہٰذا وہ ناراض ہو کر چلا گیا اور وہ جبلہ کی طرف بھاگ گئے۔

بادشاہت کا دعویٰ: سلطان ملک شاہ ۴۸۵ھ میں بغداد میں فوت ہو گیا جہاں وہ آیا ہوا تھا اس اثناء میں تتش اس سے ملاقات کرنے کے لیے بغداد روانہ ہوا راستے میں اسے اس کی وفات کی خبر ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ تخت نشینی کے سلسلے میں اس کا فرزند محمود اور برکیارق جھگڑ رہے ہیں اور ایسی صورت میں اس نے خود بادشاہ بننے کا عزم کر لیا اور اس مقصد کے لیے وہ دمشق واپس آیا اس نے تمام فوجوں کو اکٹھا کیا اور انہیں بخشش سے مالا مال کیا پھر وہ حلب آیا جہاں اقسنقر نے اس کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا کیونکہ ملک شاہ کی اولاد صغیر سن تھیں اور ان کے درمیان جھگڑا چل رہا تھا اس نے حاکم انطاکیہ اور بوزان حاکم رہا کو بھی اس کا مطیع اور وفادار رہنے کا مشورہ دیا۔

حاکم موصل کی شکست: اس کے بعد وہ سب حکام ماہ محرم ۴۸۶ھ میں لشکر لے کر روانہ ہوئے اور انہوں نے رحبہ کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا وہاں تتش نے خطبہ میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا پھر اس نے نصیبین کے علاقہ کو بزور شمشیر فتح کیا اور محمد بن مسلم بن قریش کو وہاں کا حاکم بنایا پھر وہ موصل کی طرف روانہ ہوا وہاں کا حاکم ابراہیم بن قریش بن بدران تھا اس نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ اپنی مساجد کے منبروں پر اس کی بادشاہت کا خطبہ پڑھوائے مگر اس نے انکار کیا اور تیس ہزار فوج لے کر اس کے مقابلہ کے لیے آیا۔ سلطان تتش کی فوج دس ہزار تھی موصل کے گرد و نواح المفیع کے مقام پر فریقین میں جنگ ہوئی جس میں ابراہیم کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ سلطان نے اس کے بعد قتل عام کا حکم دیا اور عرب امراء کو قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد سلطان تتش نے بغداد پیغام بھجوایا کہ اس کی بادشاہت کا خطبہ پڑھا جائے اس کے جواب میں زبانی وعدے کیے گئے۔

تتش کی شکست: پھر وہ دیار بکر کی طرف روانہ ہوا اور اسے فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر میں ہوا۔ وہاں سے اس نے آذربائیجان کی طرف لشکر کشی کی اس اثناء میں ملک شاہ کا فرزند برکیارق رے ہمدان اور اکثر کوہستانی علاقوں پر قابض ہو چکا تھا اس لیے وہ اپنے علاقوں کی مدافعت کے لیے اس کے مقابلہ پر آیا جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے قریب پہنچیں تو اقسنقر اور بوزان اپنے لشکر کے ساتھ برکیارق کی فوج میں شامل ہو گئے اور سلطان تتش شکست کھا کر شام واپس آ گیا۔

اقسنقر کا قتل: یہاں آ کر اس نے تمام فوجی طاقت کو جمع کیا اور تمام لشکر کو لے کر اقسنقر کے مقابلہ کے لیے حلب پہنچا وہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلا اس کی مدد کے لیے رہا کا حاکم بوزان اور حاکم موصل کربوقا کا لشکر بھی پہنچا ہوا تھا سلطان تتش

نے حلب سے باہر چھ فرسنگ کے فاصلے پر ان سے جنگ کی جس میں ان سب کو شکست ہوئی جب اقسنقر کو اسیر جنگ بنا کر لایا گیا تو سلطان نے اس کو قتل کر دیا۔

دیگر فتوحات: کربوقا اور بوزان حلب کے قلعے کے اندر محصور ہو گئے تاہم سلطان تتش نے اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اس قلعہ کو بھی فتح کر لیا اور ان دونوں حاکموں کو اسیر کر لیا اس کے بعد اس نے حران اور رہا کے لوگوں کو مطیع ہونے کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کیا لہٰذا اس نے حاکم رہا بوزان کو قتل کر دیا اور کربوقا کو حمص میں قید رکھا۔

پھر سلطان تتش جزیرہ کی طرف گیا اور وہاں کے پورے علاقہ کو فتح کر لیا وہاں سے وہ دیار بکر اور خلاط ہوتا ہوا آذربائیجان پہنچا وہاں سے وہ ہمدان گیا اور بغداد پیغام بھیجا کہ اس کی بادشاہت کا وہاں خطبہ پڑھا جائے۔

برکیارق کو شکست: اس زمانے میں برکیارق نصیبین کے مقام پر تھا یہ خبر سن کر وہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے اربل کے مقام پر پہنچا اور وہاں سے سرخاب بن بدر کے شہر پہنچا اس اثناء میں سلطان تتش کے لشکر میں سے امیر یعقوب بن ارتق لشکر لے کر پہنچا اس نے اس کو شکست دی اور وہ اصفہان کی طرف بھاگ گیا۔

سلطان تتش نے یوسف بن ارتق ترکمانی کو بغداد بھیجا مگر وہ نہیں گیا اور اس کے گرد و نواح میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگا جب اسے سلطان تتش کے ہلاک ہونے کی خبر ملی تو وہ حلب واپس آ گیا۔

یہ تمام واقعات سلجوقی سلطنت کے ابتدائی زمانے میں تحریر کیے گئے تھے یہاں ہم نے ان کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ سلطان تتش کے فرزندوں نے شام میں حکومت قائم کر لی تھی اس لیے یہ آنے والے واقعات تک کے لیے تمہید کا کام دے سکے۔

سلطان تتش کا قتل: جب برکیارق اپنے چچا سلطان تتش سے شکست کھا کر اصفہان کی طرف بھاگ گیا تو سلطان محمود اور اس کے ارکان دولت نے اسے پناہ دی تاہم وہ اس کے قتل کے بارے میں مشورے کرتے رہے پھر یہ فیصلہ ہوا کہ سلطان محمود کے تندرست ہونے تک اسے زندہ رکھا جائے پھر یہ اندیشہ ہوا کہ محمود مر جائے گا اس لیے انہوں نے برکیارق کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

سلطان تتش رَے سے واپس آیا اور اس نے اصفہان کے امراء کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے بادشاہ تسلیم کر لیں انہوں نے برکیارق کی اطاعت سے الگ ہونے کا اعلان کیا مگر اس عرصہ میں برکیارق اپنی بیماری سے تندرست ہو گیا اور وہ بھاری فوج لے کر رَے کی طرف روانہ ہوا مقابلہ ہونے پر سلطان تتش اور اس کے لشکر کو شکست ہوئی مگر خود سلطان تتش ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا مگر سلطان اقسنقر کے ایک ساتھی نے اپنے حاکم کا انتقام لینے کے لیے اسے مار ڈالا۔ اس کے مرنے پر سلطان برکیارق کے لیے بادشاہت کا میدان خالی ہو گیا۔

رضوان بن تتش کا عہد حکومت: جب سلطان تتش حلب سے روانہ ہوا تھا تو اس نے ابوالقاسم حسن بن علی الخوارزمی کو وہاں اپنا جانشین بنایا تھا اور قلعہ حلب بھی اس کے حوالے کیا تھا جنگ کرنے سے پہلے اس نے اپنے ساتھیوں کو

ہدایت کی تھی کہ وہ اس کے فرزند رضوان کی اطاعت کریں اس نے اپنے فرزند کو یہ تحریر کیا تھا کہ وہ بغداد جا کر دار السلطنت میں مقیم ہو جائے۔ لہٰذا وہ ابوالغازی بن ارتق کو لے کر جسے اس کے والد نے وہاں چھوڑ رکھا تھا بغداد کی طرف روانہ ہوا اس کے ساتھ محمد بن صالح بن مرداس وغیرہ بھی روانہ ہوئے تھے۔

ہیت کے مقام پر رضوان کو اپنے والد کے قتل کی خبر ملی لہٰذا وہ حلب لوٹ گیا اس کے ساتھ دونوں نوعمر شہزادے ابوطالب اور بہرام اور اس کی والدہ بھی تھیں جس کے ساتھ جناح الدولہ حسن بن ایتکین نے نکاح کر لیا تھا جو معرکہ کے بعد وہاں پہنچ گیا تھا۔

ابوالقاسم کی بغاوت: جب یہ سب حلب پہنچے تو ابوالقاسم نے قلعہ بند کر لیا (اور باغی ہو گیا) اس کی فوج میں مغرب (شمالی افریقہ) کے سپاہیوں کی کثرت تھی جنہیں جناح الدولہ نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا لہٰذا انہوں نے رات کے وقت قلعہ میں بغاوت کر دی اور سلطان رضوان کے حق میں نعرے لگا کر ابوالقاسم کا محاصرہ کر لیا بہر حال سلطان رضوان نے اسے پناہ دی اور اب حلب کے تمام علاقے میں اس کی بادشاہت کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور جناح الدولہ اس کی سلطنت کا انتظام کرنے لگا اور وہ عمدہ منتظم ثابت ہوا۔

فوجی مہمیں: شہر انطاکیہ کے حاکم باغیسیان بن محمد ترکمانی نے ابتداء کی مخالفت کی۔ تاہم بعد میں اطاعت قبول کر لی۔ اس نے سلطان رضوان کو اس بات کا مشورہ بھی دیا کہ وہ دیار بکر کا قصد کرے وہ اس کے ساتھ خود بھی گیا وہاں ان کے پاس ان تمام علاقوں کے حکام آئے جو سلطان تتش کے ماتحت تھے اس کے بعد انہوں نے سروج کا قصد کیا' مگر ان سے پہلے سقمان بن ارتق نے پہنچ کر وہاں قبضہ کر لیا۔ اس لیے وہ رہا کے مقام پر پہنچے' وہاں رومیوں کا حاکم فارقلیط تھا جو بوزان کی طرف سے اس علاقے میں حکومت کرتا تھا وہ قلعہ میں محصور ہو گیا اور مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار اس نے شکست کھائی اور سلطان رضوان کو فتح حاصل ہوئی۔

ان واقعات کے بعد باغیسیان اور جناح الدولہ کے تعلقات میں خرابی پیدا ہو گئی۔ لہٰذا جناح الدولہ کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا اور وہ حلب چلا گیا۔ رضوان اور اس کے امراء بھی واپس آ گئے۔

پھر وہ حران کی طرف روانہ ہوا جہاں کا حاکم قراجا تھا۔ وہاں کے باشندوں نے پوشیدہ طور پر اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ جس کی اطلاع قراجا کو ہو گئی اور اس کے خلاف اس سازش کا ملزم ابن المفتی کو سمجھا گیا جس پر سلطان تتش شہر کی حفاظت کے سلسلے میں اعتماد کرتا تھا لہٰذا اس نے اس کو اور اس کے بھتیجوں کو قتل کر دیا۔

باغیسیان ابوالقاسم الخوارزمی کو لے کر اپنے شہر انطاکیہ واپس آ گیا اور رضوان اپنے پایۂ تخت حلب واپس آ گیا۔

یوسف کا قتل: اس کے ارکان سلطنت میں یوسف بن ارتق خوارزمی بھی تھا جسے سلطان تتش نے بغداد بھیجا تھا۔ اس کے برخلاف ایک شخص تھا جو اس سے عداوت رکھتا تھا۔ وہ جناح الدولہ کے پاس جو رضوان کا وزیر مختار تھا' آیا۔ اس نے یوسف بن ارتق کے خلاف یہ الزام لگایا کہ اس کی باغیسیان کے ساتھ خط و کتابت ہے اور اس سے مل کر خفیہ بغاوت کی سازش کر رہا ہے اس نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی چنانچہ اس نے نہ صرف اس کو اجازت دی بلکہ فوجی امداد بھی

دی۔ یوسف اپنے گھر میں پناہ گزین ہو گیا اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے گھر کے ساز و سامان کو لوٹ لیا۔

سیاسی فریب: اس کے بعد اس شخص نے خود مختار حاکم بننے کی کوشش کی اور جناح الدولہ کو پوشیدہ طور پر یہ اطلاع دی کہ رضوان نے اسے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر وہ حمص بھاگ گیا جہاں اس کی جاگیر تھی۔ یوں وہ ایک خود مختار حاکم بن گیا تاہم ۴۸۹ھ میں رضوان اس کے برخلاف ہو گیا اور اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ مگر وہ چھپ گیا لہٰذا اس کا گھر اور مال و دولت ضبط کر لی گئی۔ پھر اس کے بعد وہ گرفتار ہو گیا اور مختلف سزائیں دینے کے بعد اسے اور اس کی اولاد کو قتل کر دیا گیا۔

دمشق پر دقاق کا قبضہ: سلطان تتش نے اپنے دوسرے فرزند دقاق کو اپنے بھائی ملک شاہ کے پاس بغداد بھیجا تھا جہاں وہ بادشاہ ملک شاہ کی وفات تک مقیم رہا۔ پھر وہ اس کے فرزند محمود اور اس کی والدہ خاتون الجلالیہ کے ساتھ اصفہان گیا وہاں سے وہ پوشیدہ طور پر بر کیارق کے پاس چلا گیا اور وہاں سے اپنے والد کے پاس پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہوا جس میں اس کا باپ سلطان تتش مارا گیا تھا۔

جب اس کا باپ مارا گیا تو اسے اس کا ایک آزاد کردہ غلام ایتکین حلب لے گیا جہاں وہ اپنے بھائی رضوان کے ساتھ رہنے لگا۔

دمشق کے قلعہ میں سلطان تتش کا ایک غلام ساوتکین نامی بھی رہتا تھا جسے تتش نے اپنی موت سے پہلے حاکم بنایا تھا۔ اس نے دقاق کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ بادشاہت کا دعویٰ کر دے۔ لہٰذا وہ اس کے پاس چلا گیا۔ رضوان نے اس کا تعاقب کرایا مگر وہ گرفتار نہیں ہو سکا بلکہ وہ دمشق پہنچ گیا۔

انطاکیہ کے حاکم باغیسیان نے بھی اسے خط لکھا کہ وہ رضوان کے برخلاف دمشق کا خود مختار حاکم بن جائے۔ اس عرصے میں سلطان تتش کی خاص جماعت کو لے کر معتمد الدولہ طغتکین بھی دمشق پہنچ گیا وہ اس جنگ میں شریک تھا اور مقید ہو گیا تھا۔ چنانچہ اسیری سے رہائی پانے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر دمشق پہنچ گیا۔

دقاق نے اس سے ملاقات کی اور اسے اپنے معاملات کا مختار بنا دیا۔ اس نے ساوتکین خادم کے خلاف سازش کر کے اسے قتل کرا دیا۔

اس اثناء میں انطاکیہ سے باغیسیان اور ابوالقاسم خوارزمی بھی وہاں پہنچ گئے۔ دقاق نے ان دونوں کی بہت خاطر و مدارت کی اور خوارزمی کو اپنا وزیر بنا لیا اور اس کی رائے پر چلنے لگا۔

دقاق اور رضوان کی خانہ جنگی: جب رضوان کو یہ معلوم ہوا کہ دقاق نے دمشق پر قبضہ کر لیا ہے تو اس نے اس کے قبضہ سے دمشق کو نکالنے کے لیے لشکر کشی کی اور دمشق پہنچا۔ وہاں اسے ناکامی ہوئی تو وہ مالبس کے مقام کی طرف لوٹ گیا اور حراس کی طرف گیا وہاں بھی اسے ناکامی ہوئی تو وہ حلب واپس آ گیا۔

انطاکیہ کا حاکم باغیسیان رضوان کا مخالف ہو کر اس کے بھائی دقاق کا طرفدار ہو گیا تھا اس نے اسے اس بات پر بھی آمادہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کے برخلاف لشکر کشی کر کے حلب جائے۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گیا۔

دقاق کی شکست: رضوان نے سقمان سے مدد طلب کی تاکہ وہ سروج سے ترکمانی قبائل کی فوج بھیجے اس کے بعد جب فریقین میں جنگ قنسرین کے مقام پر ہوئی تو دقاق کی فوجوں کو شکست ہوئی اور اس کا علاقہ لوٹ لیا گیا۔

رضوان اس کے بعد حلب واپس آ گیا اور دونوں بھائیوں کے درمیان مصالحت کی اس شرط پر کوشش کی گئی کہ دمشق و انطاکیہ کی مساجد میں دقاق کے نام سے پہلے رضوان کے بادشاہ ہونے کا نام بھی لیا جائے۔ چنانچہ اس شرط پر مصالحت ہوگئی۔

جب جناح الدولہ باغیسیان کے ساتھ مخالفت کی وجہ سے حلب چھوڑ کر حمص پہنچا تو باغیسیان نے رضوان کے پاس پہنچ کر اس سے مصالحت کر لی۔

فاطمی خلیفہ کے نام کا خطبہ: اس سے کچھ عرصہ کے بعد رضوان کے پاس مصر کے فاطمی خلیفہ المستعلی کا یہ پیغام پہنچا کہ وہ اس کے بھائی کے خلاف مدد کرنے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اس کی سلطنت میں مساجد کے خطبوں میں اس کی خلافت کا تذکرہ کیا جائے۔ اس کے کچھ مشیروں نے اس فاطمی مسلک کے صحیح ہونے کا یقین دلایا چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس کی سلطنت میں فاطمی خلیفہ کا نام خطبوں میں لیا جائے۔ البتہ انطاکیہ معرہ اور قلعہ حلب اس سے مستثنیٰ تھے۔

انطاکیہ پر فرنگیوں کا قبضہ: اس حکم کے دو مہینوں کے بعد حاکم سروج سکمان بن ارتق اور حاکم انطاکیہ باغیسیان اس کے پاس آئے ابھی انہیں آئے ہوئے تین دن نہیں ہوئے تھے کہ فرنگی (اہل یورپ) انطاکیہ پہنچ گئے اور انہوں نے اس کا محاصرہ کر کے اس شہر پر قبضہ کر لیا اور اس کے حاکم کو قتل کر دیا۔

رحبہ کی تسخیر: رحبہ کا علاقہ حاکم موصل کربوقا کے قبضہ میں تھا۔ جب وہ مارا گیا تو سلطان الپ ارسلان کا ایک غلام قائمار اس کا حاکم بن بیٹھا۔ لہٰذا دقاق بن تتش اور اس کا نائب طغرکین نے ۴۹۵ھ میں اس کی طرف سے فوج کشی کی اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا مگر انہیں ناکامی ہوئی اس لیے وہ وہاں سے لوٹ کر آ گئے۔

قائمار کا ماہ صفر ۴۹۶ھ میں انتقال ہوگیا اس کے بعد ایک ترک غلام یہاں کا حاکم بنا اس نے ظلم وستم کرنا شروع کیا۔ اس نے شہر کے کچھ معزز سرداروں کو قتل کر دیا اور کچھ کو قید کر دیا۔ نیز اس نے فوج کے ایک حصہ کو ملازم رکھا اور باقی لوگوں کو نکال دیا اور مساجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا۔

دقاق نے یہ صورت حال دیکھ کر اس کی طرف فوج کشی کی اور اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا آخر کار اس نے پناہ طلب کی۔ لہٰذا دقاق نے اسے شام میں بہت سی جاگیریں دے کر رخصت کیا اور خود رحبہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان پر ایک حاکم مقرر کر کے دمشق واپس چلا گیا۔

تلتاش کی حکومت اور فرار: دقاق حاکم دمشق نے ۴۹۷ھ میں وفات پائی اور اس کا نائب طغرکین مستقل حاکم بن گیا اس نے ایک سال تک مساجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ پھر اپنے نام کا خطبہ منسوخ کر کے دقاق کے بھائی تلتاش کے نام کا خطبہ پڑھوانے لگا جو نابالغ لڑکا تھا مگر اس کی والدہ نے اسے طغرکین سے خوفزدہ کرا دیا تھا کیونکہ اس کا خیال یہ تھا

کہ چونکہ طغرکین نے دقاق کی والدہ سے شادی کررکھی ہے۔ اس لیے وہ دقاق کے لڑکے کی طرف اس کی دادی کی وجہ سے زیادہ مائل ہے چنانچہ وہ (طغرکین سے ڈر کر) دمشق سے بعلبک کی طرف ماہ صفر ۴۹۸ھ میں منتقل ہوگیا۔ وہاں اس کے ساتھ بصرے کا حاکم ایتکین حلبی بھی مل گیا۔ ان دونوں نے فوجی امداد کے لیے فرنگیوں کے بادشاہ سے بھی خط و کتابت کی۔ اس نے ان سے وعدہ تو کرلیا مگر اسے پورا نہیں کیا۔ اس لیے تلتاش رحبہ پہنچا اور اس پر قبضہ کرلیا۔

طغرکین کی خودمختاری: ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب تلتاش طغرکین سے خوفزدہ ہوا تو وہ اپنے قلعوں کی طرف چلا گیا اور وہاں رہنے لگا۔ اس عرصے میں طغرکین دقاق کے صغیرسن بچے کو حاکم بنا کر اس کے نام کا خطبہ پڑھوانے لگا اور اس کے بجائے خود حکومت کرنے لگا چونکہ اس کا رعایا کے ساتھ اچھا سلوک تھا اس لیے اس کی حکومت قائم رہی۔

فرنگیوں کی شکست: فرنگیوں کا ایک فوجی دستہ دمشق کے قریب پہنچ گیا تھا اس نے دمشق پر بھی غارت گری شروع کر دی تھی اس لیے طغرکین نے اپنی فوج کو اکٹھا کیا اور اس کے مقابلے کے لیے پہنچے بیت المقدس اور عکا کا فرنگی حاکم بھی اس کی مدد کے لیے فوج لے کر پہنچا۔ طغرکین نے ان فرنگیوں سے جنگ کی اور انہیں ان کے قلعہ میں محصور کر دیا پھر اس قلعہ کا محاصرہ کر کے اس پر بزور شمشیر قبضہ کرلیا اور اہل قلعہ کا صفایا کر کے اس کی ایک جماعت کو قیدی بنالیا۔ پھر دمشق فتحیاب اور بامراد واپس آیا۔

فرنگیوں نے شام کے ایک قلعہ رمسہ پر قبضہ کرلیا تھا لہٰذا طغرکین اس کو دشمن کے قبضہ سے چھڑانے کے لیے فوج لے کر پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کرلیا اور وہاں کے فرنگی باشندوں کو تباہ کر کے اس کو ویران کر دیا۔

جکرمس کے خلاف جنگ: حلب کے حاکم رضوان نے بھی فرنگیوں کی سرکوبی کا ارادہ کیا اور گردونواح کے حکام کو اس مقصد کے لیے بلوایا' چنانچہ ابوالغازی بن ارتق اور البی بن ارسلان مشورہ دینے کے لیے اس کے پاس آئے۔ البی موصل کے حاکم جکرمس کا ہم زلف اور سنجر کا حاکم تھا۔ ابوالغازی نے اسے مشورہ دیا کہ وہ جکرمس کے علاقے کی طرف جائے جہاں اسے فوجی اور مالی امداد ملے گی۔ البی نے بھی اس کی تائید کی۔ چنانچہ وہ سب ماہ رمضان ۴۹۹ھ میں نصیبین کے علاقے کی طرف بڑھے اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ وہاں جکرمس کی طرف سے دو حاکم مقرر تھے۔ یہ محاصرہ بہت شدید ہوتا گیا اور البی بن ارسلان دشمن کی طرف سے ایک تیر لگنے سے زخمی ہوگیا۔ اس لیے وہ اپنے علاقے سنجر کی طرف لوٹ گیا اور دیہاتی موصل کی طرف بھاگ گئے۔

صلح کی تجویز: جکرمس نے شہر کے باہر پڑاؤ ڈال رکھا تھا اور وہ جنگ کرنے کا ارادہ کررہا تھا۔ تاہم اس نے فوج کے سرداروں سے خط و کتابت کی اور انہیں رضوان کے خلاف بھڑکایا اور ان کے ساتھیوں کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ اطاعت کا اظہار کریں اور اس سے صلح کرلیں۔

اس نے رضوان کو بھی اسی قسم کا پیغام بھیجا اور یہ وعدہ کیا کہ انہیں جس قدر ضرورت امداد کی ہے اسے وہ مہیا کرے گا۔ بشرطیکہ ابوالغازی کو گرفتار کرلیا جائے۔

رضوان نے یہ پیغام سن کر ابوالغازی کو بلوایا اور اسے مطلع کیا کہ اس وقت مصلحت اسی میں ہے کہ جکرمس کے ساتھ صلح کر لی جائے تاکہ انہیں فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے میں مدد مل سکے۔ اس طرح تمام مسلمان متحد ہو سکیں گے۔

ابوالغازی کی مخالفت: ابوالغازی نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ اس پر اسے گرفتار کر کے قید کر لیا گیا۔ اس حرکت پر ترکمانی فوج بگڑ بیٹھی اور انہوں نے شہر پناہ کے قریب جا کر رضوان کی فوجوں سے جنگ شروع کر دی۔ رضوان نے ابوالغازی کو نصیبین بھیجا۔ وہاں سے فوج اس کی امداد کو نکلی مگر ترکمانی فوج ان سے الگ ہو کر لوٹ مار کرنے لگی۔ یہ صورت حال دیکھ کر رضوان فوراً حلب واپس آ گیا۔

جکرمس کو یہ خبر تل اعصر میں ملی جب کہ وہ جنگ کا ارادہ کر رہا تھا۔ اس لیے وہ سنجار چلا گیا۔

جکرمس سے صلح: رضوان نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ امداد کا وعدہ پورا کرے مگر اس نے وہ وعدہ پورا نہیں کیا بلکہ اپنے ہم زلف البی بن ارسلان کے پاس سنجر چلا گیا جہاں وہ نصیبین میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی پڑا ہوا تھا۔

البی اسی زخمی حالت میں اس کے استقبال کے لیے نکلا اور اپنے فعل پر معذرت کا اظہار کیا۔ جکرمس نے اسے معاف کر دیا اور اسے اس کے شہر کی طرف لوٹا دیا جہاں وہ فوت ہو گیا۔ اس کے ساتھی سنجار میں دو مہینے یعنی رمضان اور شوال میں رکے رہے۔ بعدازاں البی کا چچا نکل کر آیا اور اس نے جکرمس سے صلح کر لی۔ اس کے بعد وہ موصل لوٹ گیا۔

افامیہ پر قبضہ: خلف بن ملاعب الکلابی حمص میں تھا جو تاج الدولہ تتش کے ماتحت تھا۔ اس لیے وہ مصر چلا گیا اور وہاں مقیم ہو گیا۔ پھر افامیہ کے حاکم نے مصر کے فاطمی حاکم کی اطاعت کا ارادہ کیا تو اس نے ابن ملاعب کو وہاں بھیجا۔ اس نے اس علاقہ پر قبضہ کر کے فاطمی حکومت سے سرکشی اختیار کی اور جیسا کہ حمص میں اس کا طریقہ تھا۔ یہاں بھی اسی طرح رہزنی شروع کر دی۔

ابن الصائغ کی سازش: جب فرنگیوں نے سرمیر پر قبضہ کر لیا تو وہاں کا حاکم اس کے پاس چلا گیا۔ وہ رافضی مسلک کا تھا۔ اس نے کٹر شیعوں کے پیشوا ابن الطاہر الصائغ سے خفیہ خط و کتابت شروع کر دی۔ وہ رضوان کے ساتھیوں میں سے تھا۔ قاضی نے اس کے ساتھ ابن ملاعب کو اچانک قتل کرنے کا منصوبہ باندھا۔ یہ خبر اسے بھی پہنچ گئی مگر قاضی نے اس کی تردید کر کے اسے مطمئن کر دیا اور در پردہ ابن الصائغ کے ذریعے لشکر تیار کیا جو ابن ملاعب کے پاس پناہ لینے آتے تھے اور اسے اپنے گھوڑے اور ہتھیار دیتے تھے اور کفار کے خلاف جہاد کرنے میں اس کا ساتھ دیتے تھے اور اس نے انہیں افامیہ کے مضافات میں ٹھہرا رکھا تھا۔

قاضی مذکور نے ایک رات انہیں اور اہل سرمیر کو لے کر رسیوں کے ذریعے انہیں شہر کے اندر ٹھہرا دیا اور اچانک حملہ کر کے ابن ملاعب کو اس کے گھر کے اندر ہی مار ڈالا اور اس کے ساتھ اس کے ایک فرزند کو بھی قتل کر دیا۔ اس کا دوسرا فرزند بھاگ کر ابوالحسن حاکم شیرز کے ہاں پناہ گزین ہوا۔

اس کے بعد ابن الصائغ حلب سے قاضی کے پاس آیا اور اسے نکال کر افامیہ کا خودمختار حاکم بن بیٹھا ابن ملاعب کا

ایک لڑکا طغرکین کے پاس بھی تھا جس کو اس نے ایک قلعہ کا محافظ بنا رکھا تھا اس لیے وہ بہت ضرر رساں تھا۔

فرنگیوں کا قبضہ جب طغرکین نے اسے طلب کیا تو وہ فرنگیوں کے پاس بھاگ گیا اور انہیں افامیہ فتح کرنے پر آمادہ کیا۔ اس نے انہیں وہاں کے پوشیدہ مقامات سے بھی آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ وہاں کھانے کی چیزیں نایاب ہیں۔ لہٰذا فرنگیوں نے اس شہر کا محاصرہ ایک مہینہ تک برقرار رکھا پھر انہوں نے اس شہر کو زبردستی اپنے قبضے میں لے لیا اور قاضی اور الصائغ دونوں کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۴۹۹ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

دوسری روایت: ایک روایت یہ ہے کہ الصائغ کو ابن بدیع اور حاکم حلب سلطان تتش نے قتل کیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کونسی روایت صحیح ہے۔

بعد ازاں انطاکیہ کے فرنگی حاکم نے طویل محاصرہ کے بعد قلعۃ الامارہ کو بھی فتح کر لیا۔

منبج اور بالس کے باشندے وہاں سے کوچ کر گئے اور ان دونوں شہروں کو خالی اور ویران کر کے چلے گئے۔

اسلامی ریاستوں پر ٹیکس: اب فرنگیوں کا شام کے اہم علاقوں پر قبضہ ہو گیا تھا۔ اس لیے انہوں نے مسلمانوں کے شہروں اور قلعوں پر جزیہ (ٹیکس) مقرر کر دیا اور یہاں کے مسلمان حکام یہ ٹیکس انہیں ادا کرنے لگے۔ چنانچہ حلب کے حاکم رضوان پر تیس ہزار دینار کا ٹیکس مقرر ہوا۔ صور کے علاقے پر سات ہزار اور شیزر کے حاکم ابن منقذ پر چار ہزار دینار اور حماۃ کے شہر پر دو ہزار دینار مقرر کیے گئے۔ یہ واقعہ ۵۰۵ھ میں ہوا۔

بصریٰ کا محاصرہ: ہم پہلے ۴۹۷ھ کے واقعات میں بتا چکے ہیں کہ دقاق کے مرنے کے بعد اس کے بھائی تلتاش کے نام پر مساجد میں خطبہ پڑھا جانے لگا تھا مگر وہ دمشق سے نکل گیا تھا اور فرنگیوں سے مدد کا طالب ہوا تھا۔ ان تمام کاموں کا ذمہ دار بصریٰ کا حاکم ایتکین الحلبی تھا۔ لہٰذا طغرکین حاکم دمشق ۵۰۰ھ میں اس کی سرکوبی کے لیے بصریٰ پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے لوگوں نے فرنگی حملوں کی وجہ سے کچھ مہلت طلب کی اس لیے وہ دمشق چلا گیا۔ جب مقررہ مدت ختم ہو گئی تو بصریٰ کے باشندوں نے اطاعت قبول کی اور اس نے بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

طغرکین کی شکست: پھر ۵۰۲ھ میں طغرکین نے طبریہ کی طرف فوج کشی کی۔ وہاں فرنگی حاکم بغدوین کا بھانجا بھی پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا جنگی مقابلہ ہوا۔ شروع میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ آخر کار طغرکین میدان میں اترا اور اس نے مسلمانوں کو غیرت دلائی تو انہوں نے زبردست حملہ کیا جس کے بعد فرنگیوں کو شکست ہوئی اور بغدوین (فرنگی حاکم) کا بھانجا گرفتار ہو گیا۔ طغرکین نے اسے اسلام قبول کرنے کی پیشکش کی مگر جب اس نے انکار کر دیا تو طغرکین نے اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا اور باقی قیدیوں کو بغداد بھیج دیا اس کے بعد طغرکین اور بغدوین کے درمیان چار سال کے بعد صلح ہوئی۔

غزہ پر حملہ: اسی سال طغرکین ماہ شعبان میں غزہ کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ طرابلس کے حاکم قاضی فخر الملک

بن علی بن عمار کے ایک غلام کے قبضہ میں تھا جس نے بغاوت کر دی تھی۔ فرنگیوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور وہاں غلہ پہنچنا بند ہو گیا تھا پھر اس نے دمشق کے حاکم طغرکین کو پیغام بھجوایا کہ وہ اس قلعہ کو بچانے میں اس کی مدد کرے لہٰذا پہلے اس نے اپنے ایک ساتھی اسرائیل کو وہاں بھیجا۔ اس نے جاتے ہی قلعہ پر قبضہ کر لیا اور مولی ابن عمار کو اچانک قتل کر دیا تا کہ وہ خود حاکم بن جائے۔

صلیبیوں سے مقابلہ: طغرکین نے موسم سرما کے آنے کا انتظار کیا پھر وہ قلعہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ اس کی صحیح صورت حال معلوم کرے اس عرصہ میں فرنگی حاکم اسردانی طرابلس کا محاصرہ کر رہا تھا۔ جب اس نے سنا کہ طغرکین اس کے قلعہ کے پاس پہنچ گیا ہے تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ فوج لے کر اس کے مقابلہ کے لیے پہنچ گیا اور اسے شکست دیدی اور اس کے لشکر کا تمام ساز وسامان لوٹ لیا۔ یہاں سے طغرکین حمص چلا گیا۔

صلیبیوں کی فتوحات: فرنگی حاکم نے غزہ کے مقام پر بھی جنگ کی۔ اس کے بعد وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس نے غزہ کو بھی فتح کر لیا اور اسرائیل کو قیدی بنا لیا اور اسے اپنے ایک قیدی کے بدلے میں واپس کیا جو دمشق میں سات سال سے اسیر تھا۔

صلیبیوں کو شکست: پھر طغرکین دمشق پہنچا۔ وہاں معلوم ہوا کہ فرنگی حاکم نے دمشق کے علاقہ کے ایک مقام رمسد پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں غلہ اور محافظ دستوں کا بندوبست کر رکھا ہے تاہم جب طغرکین کو یہ معلوم ہوا کہ وہاں کی محافظ فوجیں کمزور ہیں تو اس نے لشکر کشی کر کے انہیں شکست دے دی اور وہاں کے فرنگیوں کو قید کر لیا۔

اسلامی لشکر کی فتح: سلطان محمد بن ملک شاہ نے موصل کے حاکم مودود بن موشکین کو حکم دیا کہ وہ فرنگی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جائے۔ کیونکہ بیت المقدس کے فرنگی حاکم نے دمشق پر ۵۰۶ھ میں لگاتار حملے شروع کر دیئے تھے اور طغرکین نے مودود سے بھی فوجی امداد طلب کی تھی۔ اس لیے اس نے تمام فوجوں کو اکٹھا کیا اور ۵۰۹ھ میں فوج لے کر روانہ ہوا۔ طغرکین کی فوجیں اس سے سنفہ کے مقام پر ملیں۔ وہ دونوں فوجیں قدس کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب وہ اردن کے علاقہ میں الخواتہ کے مقام پر پہنچے تو فرنگی حاکم بغدوین لشکر لے کر دریائے اردن کے سامنے ان کے مقابلے کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ اس کا سپہ سالار جوسکین بھی تھا آخر کار ۵۰۷ھ کے ماہ محرم کی پندرہ تاریخ بحیرہ طبریہ کے مقام پر فریقین میں جنگ کا آغاز ہوا۔ اس جنگ میں فرنگی لشکر کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے افراد مارے گئے اور بہت سے بحیرہ طبریہ اور دریائے اردن میں ڈوب گئے۔

طویل محاصرہ: اس کے بعد طرابلس اور انطاکیہ کے فرنگی لشکر ان کے مقابلے کے لیے آئے اور انہوں نے سخت مقابلہ کیا انہوں نے طبریہ کے قریب ایک پہاڑ پر اپنا ڈیرہ جما دیا تھا۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا تھا مگر جب طویل محاصرہ کے بعد وہ کامیابی سے مایوس ہو گئے تو اسلامی لشکر فرنگیوں کے مفتوحہ علاقوں میں پھیل گیا اور انہیں تباہ و ویران کر دیا۔ وہ مرج الصفر میں مقیم تھے۔ پھر مودود نے حکم دیا کہ تمام فوجیں واپس آ کر آرام کریں اور موسم سرما کے ختم ہونے پر دوبارہ

حملہ کرنے کی تیاریاں کریں۔

مودود کا قتل: اس اثناء میں مودود طغرکین کے پاس دمشق آ گیا تا کہ اس درمیانی مدت میں صرف وہاں رہے۔ جب اس نے پہلا جمعہ وہاں پڑھا تو نماز کے بعد فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے اس پر تیزے سے حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں وہ دن کے آخری حصہ میں فوت ہو گیا۔ اس کے قتل کا ملزم طغرکین کو گردانا گیا۔ تاہم سلطان محمد نے اس کے بعد موصل کا حاکم اقسنقر برسقی کو مقرر کیا۔ اس نے قلعہ کیفا کے حاکم ایاز بن ابی الغازی اور اس کے والد کو گرفتار کر لیا۔

بنو ارتق کا مقابلہ: بنو ارتق لشکر لے کر برسقی کے مقابلہ کے لیے آئے اور اسے شکست دے کر ایاز کو اس کی قید سے چھڑا لیا۔ اس کا باپ ابو الغازی وہاں سے نکل کر دمشق کے حاکم طغرکین کے پاس پہنچ گیا اور وہاں رہنے لگا۔

طغرکین سلطان محمد سے ناراض تھا کیونکہ اس نے اس پر مودود کے قتل کا الزام لگایا تھا اس لیے اس نے انطاکیہ کے حاکم کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور انہوں نے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا۔

ابو الغازی کی گرفتاری: ابو الغازی نے دیار بکر کے علاقہ کا قصد کیا۔ وہاں اسے حمص کے حاکم قیر جان بن قراجا نے گرفتار کر لیا اور مقید کر لیا۔ جب طغرکین اس کو چھڑانے کے لیے آیا تو قیر جان نے حلفیہ اعلان کیا کہ اگر طغرکین اپنے ملک واپس نہیں جائے گا تو وہ اسے ضرور قتل کر دے گا۔ یہ بغداد سے لشکر آنے کا انتظار کرتا رہا تا کہ وہ اسے آ کر لے جائے مگر اس کے پہنچنے میں دیر ہو گئی تو طغرکین وہاں سے چلا گیا۔

جہاد کا حکم: پھر سلطان محمد نے تمام فوجوں کو فرنگی عیسائیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے یہ حکم دیا کہ اس جنگ کی ابتداء طغرکین اور ابو الغازی کے مقابلہ سے کی جائے۔ چنانچہ وہ ۵۰۸ھ میں ماہ رمضان میں روانہ ہوئے۔ ان فوجوں کے ہراول دستے پر حاکم ہمدان برسق ابن برسق کی فوج تھی۔ جب وہ حلب پہنچے تو انہوں نے اس کے افسر لؤلؤ الخادم اور ہراول دستے کے سردار شمس الخواص کو پیغام بھجوایا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں۔ انہوں نے اس کے ثبوت میں سلطان کے خطوط بھی پیش کیے۔ ان دونوں سرداروں نے طغرکین اور ابو الغازی کو طلب کیا چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو اہل حلب نے صلح کرنے سے انکار کر دیا اور مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔

فتح حماۃ: یہ صورت حال دیکھ کر (سلطانی لشکر کے سردار) برسق نے شہر حماۃ کی طرف فوج کشی کی جو طغرکین کا علاقہ تھا۔ اس پر اس نے بزور شمشیر قبضہ کر لیا اور تین دن تک وہاں لوٹ مار کی۔

وہ اس کے تمام شہر سلطان کے حکم کے مطابق فتح کرتا رہا۔ اس پر امراء بگڑ بیٹھے اور جنگ کرنے میں سستی کرنے لگے۔

مسلم حکام کی نا اتفاقی: ابو الغازی، طغرکین اور شمس الخواص اس عرصے میں انطاکیہ پہنچے اور اس کے فرنگی عیسائی حاکم روجیل سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ پھر انہوں نے موسم سرما کے ختم ہونے تک صلح کر لی۔ اور ابو الغازی ماردین

اور طغرکین دمشق واپس چلے گئے۔ (اس خانہ جنگی اور نااتفاقی کا) نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور برسق اور اس کا بھائی زنگی شہید ہو گئے۔

پھر سلطان محمد بغداد آیا تو اس کے پاس طغرکین حاکم دمشق کا نائب بھی پہنچا اور اس نے سلطان سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ اس نے اسے مدد بہم پہنچائی اور اسے اس کے شہر واپس کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ ذوالقعدہ ۵۰۹ھ میں ہوا۔

رضوان کی وفات: ۵۰۹ھ میں حاکم حلب رضوان فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے دونوں بھائیوں ابوطالب اور بہرام کو قتل کر دیا تھا۔ وہ اپنے مشکل کاموں میں فرقہ باطنیہ سے مدد حاصل کرتا تھا اور ان سے ساز باز رکھتا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کے آزاد کردہ غلام نے اس کے نوعمر بیٹے الپ ارسلان کے نام پر لوگوں سے بیعت حاصل کی۔ وہ ابھی صغیرسن بچہ تھا اور اس کی زبان میں لکنت تھی۔ اس وجہ سے اس کا لقب اخرس (گونگا) تھا۔ لؤلؤ الخادم اس وقت خود مختار حاکم تھا۔

فرقہ باطنیہ کی گرفتاری: رضوان کے زمانے میں حلب میں فرقہ باطنیہ کے افراد اس کثرت سے آباد ہو گئے تھے کہ ابن بدیع اور دیگر ارکان سلطنت ان سے خائف رہتے تھے۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے فرزند الپ ارسلان نے ارکان سلطنت کو اجازت دے دی کہ وہ انہیں گرفتار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کے پیشوا ابن الطاہر الصائغ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں قتل کیا گیا۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ دوسرے مقامات پر منتشر ہو گئے۔

لؤلؤ الخادم کا قتل: لؤلؤ الخادم قلعہ حلب پر مسلط ہو گیا تھا اور وہ اپنے آقازادہ الپ ارسلان ابن رضوان کا نائب بن گیا تھا۔ پھر وہ اس سے ناراض ہو گیا اور اسے قتل کر کے اس کے بھائی سلطان شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور اسے اپنے ماتحت رکھا۔ جب ۵۱۱ھ کا سال شروع ہوا تو وہ قلعہ جعفر کے حاکم سالم بن مالک سے ملاقات کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس موقع پر اس کے ترک غلاموں نے غداری کر کے اسے خرت برت کے مقام پر قتل کر دیا اور اس کے خزانوں کو لوٹ لیا۔ تاہم اہل حلب نے ان کا مقابلہ کر کے ان سے خزانے واپس لے لیے۔

حکام حلب کی تبدیلی: پھر سلطان شاہ کا نائب شمس الخواص یارقیاس مقرر ہوا۔ ایک مہینے کے بعد وہ بھی معزول ہوا۔ اس کے بعد ابوالمعالی الملحمی دمشقی نائب مقرر ہوا مگر وہ بھی جلد معزول کر دیا گیا اور اس کا مال و متاع ضبط ہو گیا۔ یوں حلب کا انتظام سلطنت خراب ہوتا گیا۔ ایسی حالت میں اہل حلب کو عیسائی فرنگیوں کے حملوں کا خطرہ لاحق ہوا تو انہوں نے ابوالغازی بن ارتق کو بلوا کر اپنا حاکم مقرر کیا۔ اس وقت خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ اسے مال و دولت نہیں ملی تو اس نے سابق بادشاہ کے خادموں کے مال و دولت کو ضبط کر کے ان کے ذریعے فرنگیوں سے ملک کو بچایا۔ پھر وہ ماردین چلا گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس کی حفاظت کرنے کے لیے واپس آئے گا۔ اس لیے اپنے فرزند حسام الدین مرتاش کو اپنا جانشین بنایا۔ اس کے بعد رضوان بن تتش کے خاندان کی بادشاہت کا حلب سے خاتمہ ہو گیا۔

طغرکین کا جہاد: ۵۱۲ھ میں بیت المقدس کا فرنگی حاکم بقدوین فوت ہو گیا اور اس کے بعد وہاں رُہا کا وہ حاکم مقرر ہوا جسے جکرمس نے اسیر بنا لیا تھا اور جاولی نے اسے رہا کیا تھا۔ اس نے طغرکین کو مصالحت کا پیغام بھیجا۔ مگر وہ فرنگیوں سے

جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے صلح سے انکار کر دیا اور طبریہ پہنچ کر اسے لوٹ لیا۔ پھر اس نے عسقلان کے مقام پر مصر کے سپہ سالاروں سے ملاقات کی کیونکہ حاکم مصر نے طغرکین کی رائے پر انہیں عمل کرنے کا حکم دیا تھا اس کے بعد وہ دمشق لوٹ آیا۔

جنگ میں شکست: ادھر فرنگیوں نے طغرکین کے ایک مقبوضہ قلعے پر حملہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور فرنگیوں نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا پھر وہ اذرعات کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں طغرکین نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ دیکھ کر فرنگی اذرعات سے ہٹ کر وہاں کے ایک پہاڑ پر چلے گئے بوری نے ان کا محاصرہ کیا جب اس کے پاس ابوطغرکین آیا تو انہوں نے اس سے خط و کتابت کی تا کہ وہ وہاں سے نکل جائیں مگر اس نے انکار کیا کیونکہ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ فتح حاصل کر لے گا۔

یہ صورت حال دیکھ کر فرنگیوں نے اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں پر زوردار حملہ کیا اور مسلمانوں کو شکست دیدی اور انہیں بہت نقصان پہنچایا۔ بچی کھچی شکست خوردہ فوج دمشق واپس آ گئی۔

اس واقعہ کے بعد طغرکین فوجی امداد حاصل کرنے کے لیے حلب ابوالغازی کے پاس گیا۔ اس نے فوجی امداد کا وعدہ کیا اور فوج اکٹھی کرنے کے لیے ماردین روانہ ہوا۔ طغرکین دمشق واپس آ گیا مگر اس سے پہلے فرنگی فوج حلب کی طرف روانہ ہو گئی۔

دمشق پر حملہ فرنگ: ۵۲۰ھ میں فرنگیوں کے تمام حکام اور ان کی فوجیں اکٹھی ہو گئیں اور وہ دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ مرج الصفر کے مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ طغرکین نے دیار بکر کی ترکی فوجوں وغیرہ کو مدد کے لیے بلوایا اور فرنگیوں کے لشکر کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ اس نے اپنے فرزند بوری کو دمشق میں اپنا جانشین مقرر کیا اور خود فرنگیوں کے ساتھ سال کے آخر تک لڑتا رہا۔ بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں طغرکین اپنے گھوڑے سے گر پڑا اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ جب طغرکین اور اس کی فوجیں پیچھے ہٹ کر دمشق کی طرف جانے لگیں تو فرنگیوں کی سوار فوج نے ان کا تعاقب کیا۔

پیدل فوج کا صفایا: اس وقت میدان جنگ میں ترکمانوں کی پیدل فوج باقی رہ گئی تھی۔ جب فرنگیوں کی پیدل فوج ان کے مقابلہ کے لیے آئی تو ترکمانی پیدل فوج نے اپنی صفیں درست کیں اور فرنگی کی پیدل فوج پر جاں نثاری کے ساتھ زبردست حملہ کیا اور انہیں مار ڈالا اور ان کے فوجی خیموں کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد وہ بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے فتح یاب ہو کر دمشق واپس آئے۔

فرنگی سواروں کی فوج جب ناکام ہو کر لوٹی تو انہوں نے اپنے خیمے خالی دیکھے۔ ان کا سازوسامان لٹ چکا تھا اور ان کی پیدل فوج مری پڑی تھی۔ یہ قدرت کا ایک عجیب و غریب کرشمہ تھا۔

بوری کا عہد حکومت: اس واقعہ کے بعد دمشق کے حاکم طغرکین نے ماہ صفر ۵۲۲ھ میں وفات پائی۔ وہ تاج الدولہ تتش کا آزاد کردہ غلام تھا وہ نیک سیرت انصاف پسند اور مجاہد انسان تھا۔ اس کا لقب ظہیر الدین تھا۔ جب اس کی وفات

ہوئی تو اس کے بعد اس کا فرزند تاج الدولہ بوری جو اس کا سب سے بڑا فرزند اور ولی عہد تھا۔ حاکم دمشق ہوا۔ اس نے اپنے والد کے وزیر ابوعلی طاہر بن سعد المزدغانی کو برقرار رکھا۔

اسماعیلی فرقہ کا تسلط: مزدغانی رافضی اور اسماعیلی تھا۔ جب اسماعیلی فرقہ کا پیشوا ابراہیم استر آبادی بغداد میں مارا گیا تو اس کا بھتیجا بہرام شام چلا آیا تھا اس نے قلعہ بانیاس پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر وہ دمشق چلا گیا۔ وہاں اسماعیلی فرقہ کے خلیفہ کی حیثیت سے رہنے لگا اور اپنے مسلک کی طرف لوگوں کو بلانے لگا تھا۔ پھر وہاں سے بھی چلا گیا اور بعلبک کے قریب پہاڑی قلعوں پر قبضہ کر کے وہاں اس نے اپنا مرکز بنایا تھا۔ مگر ضحاک اس پر غالب آ گیا اور اس نے بہرام کو قتل کر دیا۔

مزدغانی نے بھی دمشق میں اپنا ایک خلیفہ مقرر کر لیا تھا جس کا نام ابوالوفاء تھا۔ اس کے پیرو بہت زیادہ ہو گئے۔ اور اس کا اثر ونفوذ شہر میں بہت زیادہ ہو گیا۔

مزدغانی کا قتل: بوری حاکم دمشق کو یہ اطلاع ملی کہ اس کے وزیر مزدغانی اور اسماعیلی فرقہ نے فرنگیوں کے ساتھ خط و کتابت کی ہے کہ وہ آ کر دمشق پر قبضہ کر لیں۔ لہٰذا اس نے اپنے وزیر مزدغانی کو قتل کر دیا۔ اور فرقہ اسماعیلیہ کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔

فرنگیوں کا متحدہ حملہ: یہ خبر فرنگی حکام کو ملی تو بیت المقدس، انطاکیہ، طرابلس اور تمام علاقوں کے فرنگی اکٹھے ہو گئے اور وہ سب مل کر دمشق کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوئے۔ تاج الملک بوری حاکم دمشق نے بھی عربوں اور ترکمانی فوجوں سے مدد مانگی۔

۵۲۳ھ کے ماہ ذوالقعدہ میں فرنگی فوجیں آ گئیں۔ انہوں نے اپنے فوجی دستے مختلف مقامات پر لوٹ مار اور غارت گری کے لیے بھیجے۔ ان میں سے ایک فوجی دستہ خوارزم بھی بھیجا گیا تھا۔

صلیبیوں کی پسپائی: تاج الدولہ بوری حاکم دمشق نے اپنے ایک حاکم شمس الخواص کی قیادت میں مسلمانوں کا لشکر فرنگی فوجوں کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور انہوں نے فرنگی لشکر کا صفایا کر دیا جب باقی فرنگی فوجوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کے علاقے کو آگ لگا کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے بھی ان کا تعاقب کیا اور جو ملے انہیں قتل کر دیا یا انہیں قیدی بنا لیا۔

دبیس کی گرفتاری: شام کے علاقہ میں صرخد کے مقام کا ایک شخص حاکم تھا وہ ۵۲۵ھ میں فوت ہو گیا اس کا لشکر اس قلعہ پر قابض رہا۔ اسے یہ بتایا گیا تھا کہ اس قلعہ پر مکمل قبضہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کے ہاں کسی ایک شخص کا نکاح کرا دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے دبیس کا نام پیش کیا گیا۔ لہٰذا اسے بلوایا گیا۔

دبیس اس وقت بصرہ میں تھا اور جب سے وہ سنجر کے پاس سے واپس آیا تھا اس وقت سے دو سلطان کا مخالف تھا۔

جب اسے بلوایا گیا تو اس نے اپنے ساتھ چند رہبروں کو لیا اور صرخد کی طرف روانہ ہوا اس کو راستہ بتانے والے خود بھٹک گئے اور دمشق کے آس پاس بھٹکتے ہوئے وہ غوطہ دمشق کے مشرقی حصے میں بنو کلاب کی بستی میں پہنچ گئے۔ وہ اسے تاج

الملک کے پاس لے گئے اس نے اسے قید کرلیا اور اسے عماد الدین زنگی کے پاس بھیج دیا۔ اس کے ساتھ چند افراد بھی قیدی تھے۔ ان سب کو عماد الدین زنگی کے پاس بھیج دیا گیا۔ تاج الملک بوری کو اس کی جان کا اندیشہ تھا۔

زنگی کا حسن سلوک: جب وہ عماد الدین زنگی کے پاس پہنچا تو اس کے اندیشہ کے برخلاف عماد الدین زنگی نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کی تمام ضرورتوں کو پورا کیا۔ خلیفہ المسترشد بھی اس کی تلاش میں تھا۔ زنگی نے اسے بھی اس کے بارے میں سفارشی خط لکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دبیس کو چھوڑ دیا گیا۔

بوری کی وفات: ۵۲۵ھ میں فرقہ باطنیہ کی ایک جماعت نے تاج الملک بوری حاکم دمشق پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا تھا۔ اس کا زخم ابتداء میں مندمل ہو گیا تھا۔ مگر آخر کار وہ اس سے جانبر نہیں ہو سکا اور وہ اپنی حکومت کے ساڑھے چار سال پورے کر کے ماہ رجب ۵۲۶ھ میں فوت ہو گیا۔

دمشق کے نئے انتظامات: اس کے بعد اس کا فرزند اور ولی عہد شمس الملوک اسماعیل حاکم دمشق ہوا۔ اس نے شہر بعلبک اور اس کے گرد و نواح کے علاقے پر اپنے دوسرے فرزند شمس الدولہ کو حاکم بنایا تھا۔

اس کی سلطنت کے امور کا انتظام حاجب یوسف بن فیروز کوتوال دمشق کو سپرد کیا گیا۔ چنانچہ اس نے رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔

شمس الملک کا عہد حکومت: جب تاج الملوک بوری کا فرزند شمس الملوک اسماعیل دمشق کا حاکم ہوا اور اس کا بھائی محمد بعلبک گیا تو شمس الملوک لشکر لے کر بعلبک پہنچا اور اس نے اپنے بھائی محمد کا محاصرہ کرلیا اور اس کے شہر پر قبضہ کرلیا۔ محمد نے قلعہ میں پناہ لی اور اپنے بھائی سے اس نے درخواست کی کہ اسے وہیں رہنے دیا جائے۔ اس نے اس کی درخواست منظور کرلی اور دمشق چلا گیا۔

صلیب پرستوں کی سرکوبی: پھر وہ باشاش کی طرف روانہ ہوا جو فرنگیوں کے ماتحت تھا۔ انہوں نے صلح کی شرائط کو توڑ دیا تھا اور وہ دمشق کے تاجروں کی ایک جماعت کو پکڑ کر دمشق لے گئے تھے۔ وہاں وہ ماہ صفر ۵۲۷ھ میں پہنچا اور جنگ کا آغاز کیا اس نے اس مقام کی فصیلوں میں نقب زنی کر کے اس پر قبضہ کرلیا اور ان فرنگیوں کا صفایا کیا جو وہاں تھے۔ شکست خوردہ فوج نے قلعہ میں پناہ لی پھر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ فتح ہو گیا اور وہ دمشق واپس آ گیا۔

فتح حماۃ: پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ خلیفہ مسترشد موصل کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں اس نے حماۃ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ ماہ رمضان المبارک کے آخر میں روانہ ہوا اور عید الفطر کے دوسرے دن پہنچ گیا۔ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس نے اس شہر کو فتح کرلیا۔

پھر وہ قلعہ شیرز کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کا حاکم بنو منقذ کے خاندان سے تھا۔ شمس الملوک نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے حاکم نے مال دے کر اس سے پیچھا چھڑایا۔ اور وہ دمشق چلا آیا یہ واقعہ اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ میں ہوا۔

ایک قلعہ کی تسخیر: پھر وہ ماہ محرم ۵۲۸ھ میں حصن شقیف کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ بیروت اور صیدا کے قریب ایک پہاڑ پر واقع تھا۔ یہ قلعہ ضحاک بن جندل رئیس وادی التیم کے ماتحت تھا۔ اس نے اس پر قبضہ کر رکھا تھا اور اس قلعہ کو مسلمانوں اور فرنگیوں دونوں کے حملوں سے محفوظ کر رکھا تھا۔ جب بھی ان دونوں میں سے کوئی گروہ اس پر حملہ کرتا تھا تو وہ دوسرے گروہ کی مدد سے اسے بچا لیتا تھا۔

صلیب پرستوں کی تباہی: مگر شمس الملوک نے جاتے ہی اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ بات فرنگیوں کو بہت شاق گزری اس لیے انہوں نے حوران کی طرف لشکر کشی کی اور اس کے گرد و نواح میں تباہی مچائی۔ شمس الملوک نے یہ صورت حال دیکھ کر فوجوں کو اکٹھا کیا اور ترکمانی فوجوں سے بھی کمک حاصل کی۔ اس کے بعد وہ ان کے مقابلہ کے لیے پہنچ گیا۔ وہاں وہ صف آرا ہو کر خشکی کی طرف نکل گیا اور طبریہ اور عکا کے گرد و نواح کا (جہاں فرنگی فوجیں تھیں) صفایا کر دیا۔

ان فوجی مہموں میں اس کی فوجوں کو بہت سا مال غنیمت اور قیدی حاصل ہوئے۔ جب ان نقصانات کی خبر فرنگی فوجوں کو جو حوران میں تھیں ملی تو وہ اپنے شہروں کی طرف بھاگ گئیں اور وہ بھی دمشق لوٹ آیا۔ ایسی حالت میں فرنگی فوجوں نے تجدید صلح کی درخواست کی جو اس نے منظور کر لی۔

شمس الملوک کے مظالم: شمس الملوک بد سیرت اور ظالم و جابر حکمران تھا وہ اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں سے بھی برا سلوک کرتا تھا۔ اس لیے یہاں تک کہ اس کے جد امجد کے ایک غلام نے ۵۲۷ھ میں اس پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کرنے کے لیے تلوار لے کر کھڑا ہو گیا مگر اسے فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ جب اسے زد و کوب کیا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ ایک جماعت نے اس کے ساتھ مل کر (قتل کرنے کی) سازش کی تھی۔

مخالفانہ سازشیں: شمس الملوک نے ان سب سازشیوں کو قتل کر دیا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی سونج کو بھی قتل کر دیا۔ اس کی یہ حرکت لوگوں کو پسند نہیں آئی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں یہ افواہ بھی اڑائی گئی کہ وہ عماد الدین زنگی کے ساتھ خط و کتابت کر رہا ہے تاکہ وہ دمشق پر قبضہ کر لے۔ نیز وہ اسے اس بات پر بھی آمادہ کر رہا ہے کہ وہ جلد وہاں پہنچ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ فرنگی فوجیں اس شہر پر قبضہ کر لیں۔ چنانچہ عماد الدین زنگی اس مقصد کے لیے روانہ ہو گیا ہے۔

شمس الملوک کا قتل: جب عوام نے اس افواہ کو صحیح قرار دیا تو شمس الملوک کے والد کے ساتھی اس سے بگڑ گئے اور انہوں نے اس کی شکایت جا کر اس کی والدہ سے کی۔ اس کی والدہ کو بھی اس بات کا اندیشہ ہوا۔ اس لیے اس نے اس کے غلاموں کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے اسے ماہ ربیع الآخرہ ۵۲۹ھ میں قتل کر دیا۔

دوسری روایت: دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی والدہ پر حاجب یوسف بن فیروز سے تعلقات رکھنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ لہٰذا شمس الملوک نے اپنی والدہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر یوسف تو بھاگ گیا اور اس کی والدہ نے اسے قتل کرا دیا۔

شہاب الدین محمود کی حکومت: اس کے قتل کے بعد اس کا بھائی شہاب الدین محمود دمشق کا حاکم ہوا عماد الدین زنگی اس کے قتل کے بعد دمشق پہنچا۔ اس نے میدان حصار کی طرف سے دمشق کا محاصرہ کیا' مگر اہل دمشق نے اس کی مدافعت کے لیے سرتوڑ کوشش کی اور وہ اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس سلسلے میں اس کے جد امجد طغرکین کے غلام معین الدین انز نے زبردست کردار ادا کیا اور شہر کی مدافعت اور محاصرہ کا مقابلہ نہایت بہادری کے ساتھ کیا۔

زنگی سے مصالحت: پھر خلیفہ المسترشد کا قاصد ابوبکر بن بشر الجزری عماد الدین زنگی کے پاس پہنچا جو یہ پیغام لے کر آیا تھا کہ وہ حاکم دمشق شہاب الدین محمود کے ساتھ مصالحت کر لے۔ چنانچہ وہ مصالحت کر کے سال کے نصف حصے میں دمشق سے واپس چلا گیا۔

فتح حمص: حمص کا علاقہ قیر جان بن قراجا اور اس کی اولاد اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کے قبضے میں رہا تھا۔ مگر عماد الدین زنگی نے مطالبہ کیا کہ وہ یہ علاقہ اس کے سپرد کر دیں۔ جب اس نے انہیں بہت تنگ کرنا شروع کیا تو انہوں نے حاکم دمشق شہاب الدین محمود کو یہ تحریر کیا کہ وہ اس علاقے پر قبضہ کر لے اور اس کے بدلے میں وہ انہیں تدمر کا علاقہ دے دے۔

اس نے ان کی یہ بات مان لی اور وہاں ۵۳۰ھ میں پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس کی حکومت اپنے دادا کے غلام معین الدین انز کے سپرد کر دی (جس نے دمشق کے محاصرہ میں سب سے زیادہ بہادرانہ کارنامے انجام دیئے تھے) اس نے ان کے ساتھ وہاں ایک محافظ فوج بھی متعین کی اور خود دمشق واپس آ گیا۔

یوسف کا قتل: حاجب یوسف بن فیروز تدمر بھاگ گیا تھا۔ موالی اور ارکان سلطنت کی ایک جماعت اس سے ناراض تھی کیونکہ بادشاہ کے بھائی سونج کے قتل میں وہ شریک سمجھا جاتا تھا۔

جب اس نے دمشق آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اس کی مخالفت کی تاہم یوسف نے نرمی سے انہیں رضامند اور مطمئن کرنے کی کوشش کی اور اس نے حلف اٹھایا کہ وہ سلطنت کے کسی کام میں حصہ نہیں لے گا۔

مگر جب وہ دمشق آ گیا تو اس نے پہلی جیسی حرکتیں شروع کر دیں لہٰذا اس کے مخالفوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا پھر وہ دمشق سے بھاگ کر بیرونی علاقے میں خیمہ زن ہو گئے۔

قاتلوں سے صلح: جب ان کا تعاقب کیا گیا تو وہ شمس الدولہ محمد بن تاج الملوک کے پاس بعلبک پہنچ گئے۔ وہاں سے وہ فوجیں دمشق کی طرف بھیجتے تھے۔ جو اس کے گرد و نواح میں فتنہ و فساد برپا کرتی تھیں۔

آخر کار تنگ آ کر جب شہاب الدین محمود حاکم دمشق نے ان کے تمام مطالبات منظور کر لیے تو وہ دمشق کے بیرونی علاقے میں پہنچے۔ وہاں سے شہاب الدین محمود حلفیہ معاہدہ کرنے کے بعد انہیں دمشق میں لے آیا اور ان کے بزرگ مرواش کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے اپنی سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

زنگی کا حملہ حمص: پھر ماہ شعبان ۵۳۱ھ میں عماد الدین زنگی نے حمص کی طرف پیش قدمی کی اور ہراول فوج پر اپنے حاجب صلاح الدین باغیسیانی کو جو اس کا سب سے بڑا حاکم تھا مقرر کیا۔ اس نے حمص کے حاکم معین الدین انز کو مشورہ دیا

کہ وہ ہتھیار ڈال دے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس پر شہر کا محاصرہ کیا گیا جس کا زبردست مقابلہ کیا گیا۔ لہٰذا وہ اس سال ماہ شوال کے آخر میں وہاں سے چلا گیا۔

دوبارہ محاصرہ: پھر وہ ۵۳۲ھ میں بعلبک کے گردونواح میں پہنچا تو حاکم دمشق کے ایک قلعہ المجوالی کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر وہاں سے دوبارہ حمص پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

شاہ روم کے حملے: اس اثناء میں شاہ روم حلب پہنچا اس نے فرنگی فوجوں کو بلوا کر بہت سے (مسلمانوں کے) قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ جن میں عین زربہ اور تل حمدون کے قلعے بھی شامل تھے۔ اس نے انطاکیہ کا محاصرہ بھی کیا تھا۔ اس کے بعد شاہ روم واپس چلا گیا۔

زنگی کا نکاح: عماد الدین زنگی نے شہنشاہ روم کے حملوں کے دوران حمص سے محاصرہ اٹھا لیا تھا۔ مگر جب شاہ روم واپس چلا گیا تو اس نے دوبارہ جنگ شروع کر دی۔ اس اثناء میں اس نے حاکم دمشق شہاب الدین محمود کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس سے اپنی والدہ مردخاتون بنت جاولی کا نکاح کرا دے۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس بہانے سے دمشق پر قابض ہو سکے گا۔ شہاب الدین محمود نے اپنی والدہ کا نکاح عماد الدین زنگی سے کرا دیا مگر دمشق پر قبضہ کرنے کی آرزو پوری نہیں ہو سکی۔ البتہ حمص اور اس کا قلعہ اس کے سپرد کر دیا گیا اور مردخاتون کو ماہ رمضان میں اسی سال اس کے پاس رخصت کر دیا گیا۔

شہاب الدین کا قتل: شہاب الدین محمود حاکم دمشق کو اس کی خواب گاہ میں ماہ شوال ۵۳۳ھ میں اس کے تین آزاد کردہ غلاموں نے اچانک قتل کر دیا اور وہ بھاگ گئے۔ ان میں سے ایک بچ نکلا اور باقی دو گرفتار کر لیے گئے۔

جمال الدین محمد کی تخت نشینی: اس کے قتل کے بعد معین الدین انز نے اس کے بھائی جمال الدین بن بوری کو جو بعلبک کا حاکم تھا' یہ خبر پہنچائی تو وہ بہت سرعت کے ساتھ اپنی فوج اور ارکان سلطنت کو لے کر دمشق پہنچا اور وہاں کا حاکم بن گیا۔ اس نے بعلبک کی حکومت اور اس کا انتظام سلطنت اپنے جدامجد کے آزاد کردہ غلام معین الدین انز کے سپرد کیا۔ اس طرح اس کے تمام امور سلطنت درست ہو گئے۔

انتقامی کارروائی: جب شہاب الدین محمود کے قتل کی خبر اس کی والدہ خاتون کو حلب میں موصول ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوئی۔ اس نے اپنے شوہر اتابک عماد الدین زنگی کو یہ خبر پہنچائی جو اس وقت جزیرہ میں تھا۔ اس کی والدہ نے زنگی کو اس کے بیٹے کا انتقام لینے پر آمادہ کیا۔

عماد الدین زنگی یہ خبر سن کر دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اور دمشق کا محاصرہ کرنے کی تیاری کی پھر وہ بعلبک کی طرف روانہ ہوا' جہاں کا حاکم معین الدین انز تھا۔ اس سے پیشتر عماد الدین زنگی نے پوشیدہ طور پر اس کی طرف مال و دولت بھیجی تھی تاکہ وہ دمشق پر اسے قبضہ دلا دے مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

فتح بعلبک: پھر وہ اس کے شہر بعلبک آیا اور وہاں زبردست جنگ کا آغاز کیا۔ اور اس کے خلاف منجنیقیں نصب کر دیں تاکہ شہر والے ہتھیار ڈال دیں۔ آخر کار اس نے ۵۳۴ھ میں شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت بھی ایک فوجی دستہ قلعہ میں محصور رہا۔ مگر تنگ آ کر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ مگر انہیں قتل کر دیا گیا۔ اس نے وہاں کے دوسرے باشندوں کو بھی خوفزدہ کیا۔

شامی فوج کی شکست: پھر وہ دمشق روانہ ہوا اور وہاں کے حاکم کو پیغام دیا کہ وہ شہر اس کے حوالے کر دے اور وہاں کی حکومت سے دستبردار ہو جائے۔ مگر وہ اس کی بات ماننے پر تیار نہیں ہوا۔ زنگی نے اس کے بدلے میں دوسرے مقام کی حکومت دینے کا بھی وعدہ کیا۔ مگر وہ اس کے لیے بھی تیار نہیں ہوا۔

لہٰذا وہ فوج لے کر آگے بڑھا اور داریا کے مقام پر اس نے پڑاؤ ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۵ ربیع الاول ۵۳۴ھ میں ہوا۔ دمشق کی تمام فوجیں اس کے مقابلے کے لیے باہر نکلیں تو زنگی نے ان پر فتح حاصل کی اور انہیں شکست دے دی۔ پھر وہ عیدگاہ کی طرف بڑھ گیا اور وہاں بھی دوبارہ جنگ کر کے شام کی فوجوں کو دوبارہ شکست دی۔ پھر اس نے دس دن کے لیے جنگ بند کر دی اور فریقین کے درمیان قاصد اور ایلچی یہ پیغام لے کر دوڑتے رہے کہ حاکم دمشق کو اس شہر کے بدلے میں بعلبک یا حمص یا وہ علاقے جو وہ پسند کرے دے دیا جائے گا۔

حاکم دمشق کے ساتھیوں نے اسے یہ شرط قبول کرنے سے روک دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زنگی نے دوبارہ جنگ شروع کر دی اور شہر کا محاصرہ سخت کر دیا۔

جمال الدین محمد کی وفات: ابھی عماد الدین زنگی نے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہو رہی تھی کہ جمال الدین محمد بن بوری حاکم دمشق کا ۴ شعبان المبارک ۵۳۴ھ میں انتقال ہو گیا زنگی نے یہ خیال کیا کہ اب دمشق کے حکام و امراء کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے اس نے جنگ اور محاصرہ کو سخت کر دیا۔

مجید الدین ابز کی حکومت: مگر دمشق کے حکام نے ہمت نہیں ہاری انہوں نے جمال الدین محمد کے بعد اس کے فرزند مجید الدین ابز کو متفقہ طور پر حاکم بنایا۔ اس کا سرپرست معین الدین انز مقرر ہوا۔ اور وہی امور سلطنت کا مختار کل اور منتظم اعلیٰ بنا۔

معین الدین انز نے فرنگی فوجوں سے زنگی کے خلاف جنگ میں مدد طلب کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ فوجی امداد کے صلے میں دشمن کے علاقہ قاشاس کا محاصرہ کرے گا اور اسے فتح کرنے کے بعد فرنگیوں کے حوالے کر دے گا۔ فرنگیوں نے اس کی بات مان لی کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر عماد الدین زنگی نے دمشق فتح کر لیا تو وہ ان کے خلاف جنگ کرے گا۔

فرنگیوں کی سازش: عماد الدین زنگی کو جب اس سازش کا علم ہوا تو اس سے پہلے کہ فرنگی فوجیں دمشق کی فوجوں کی مدد کو پہنچیں وہ خود لشکر لے کر فرنگیوں کی طرف روانہ ہو گیا اور حوران کے علاقے میں اسی سال کے ماہ رمضان میں اس نے پڑاؤ ڈالا۔ فرنگی فوجیں اس کا مقابلہ کرنے سے ہچکچائیں اور اپنے شہروں سے باہر نہیں نکلیں۔ اس لئے زنگی رمضان کے بعد

ماہ شوال میں دمشق کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے دمشق کے مضافات میں مرج اور غوطہ کے دیہاتوں کو نذر آتش کیا اور اس کے بعد وہ اپنے شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہر صلیبیوں کے حوالے: فرنگی فوجیں اس کے کوچ کرنے کے بعد دمشق پہنچ گئیں اور معین الدین انز (اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے) زنگی کے علاقہ قاشاش کو فتح کرنے کے لئے ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس نے اسے فرنگیوں کے حوالے کرنے کا معاہدہ کیا تھا۔

قاشاش کے حاکم نے شہر صور پر حملہ کیا تھا واپسی پر اس کی مڈبھیڑ انطاکیہ کے حاکم سے ہوئی جو فوج لے کر اپنے ساتھی حاکم دمشق کو فوجی کمک پہنچانے کے لئے دمشق جا رہا تھا (لہٰذا دونوں میں جنگ ہوئی) اور حاکم قاشاش اور اس کے ساتھ کی فوجیں ماری گئیں اور جو باقی بچ گئیں انہوں نے قاشاش کی طرف بھاگ کر پناہ لی۔

اس واقعہ کے بعد وہاں معین الدین انز لشکر لے کر پہنچا۔ اس نے اسے فتح کر کے فرنگی فوجوں کے حوالے کیا۔

زنگی کا شدید حملہ: جب زنگی کو یہ خبر ملی تو اس نے دمشق کی طرف کوچ کیا۔ اس نے اپنی فوج کے مختلف حصے حوران اور دمشق کے مضافات پر حملہ کرنے کے لئے بھیجے اور خود صبح وسویرے دمشق پہنچ کر اس نے وہاں اچانک حملہ کر دیا دمشق کی فوجیں اس کا مقابلہ کے لئے نکلیں۔ اس نے سارا دن جنگ کی۔ اس کے بعد مرج راہط کی طرف ہٹ گیا اور وہاں وہ اپنے فوجی دستوں کا انتظار کرنے لگا۔ چنانچہ وہ تمام فوجیں بہت سا مال غنیمت لے کر اس کے پاس پہنچیں۔ اس کے بعد وہ اپنے شہر کی طرف واپس روانہ ہوا۔

جرمنی کے شہنشاہ کا شدید حملہ: جب فرنگی فوجوں نے شام کے ساحلی علاقوں کو فتح کیا تو یورپ کے ہر ملک کے لوگ مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کے لئے پہنچنے لگے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ اپنے دشمن کے مقابلے میں تنہا ہیں۔

چنانچہ ۵۴۳ھ میں جرمنی کے شہنشاہ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ اسلامی ممالک کا قصد کیا۔ اس کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی اس کے علاوہ ساز وسامان اور مال ودولت کی بہت فراوانی تھی۔ اس لئے ان کی فتح ونصرت کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ تھا۔

جب یہ لشکر جرار شام پہنچا تو وہاں کی تمام فرنگی فوجیں ان کے ساتھ شامل ہو گئیں اور شہنشاہ کے تعمیل حکم کا انتظار کرنے لگیں۔ اس نے تمام فرنگی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ دمشق کی طرف کوچ کریں۔ لہٰذا وہ ۵۴۳ھ میں دمشق پہنچ گئیں اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔

معین الدین انز بڑی بہادری کے ساتھ ان فرنگی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا آخر کار ۶ ربیع الاول ۵۴۳ھ کو گھمسان کی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے نہایت صبر واستقلال کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ تاہم انہیں کافی جنگی نقصان برداشت کرنا پڑا۔

یوسف مغربی کی شہادت: اسی جنگ میں مشہور عالم وزاہد حجۃ الدین یوسف الفندلاوی المغربی شہید ہوئے۔ معین

الدین انر نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے ضعف پیری کی وجہ سے واپس چلے جائیں۔ مگر انہوں نے فرمایا:

میں نے (اپنی جان) فروخت کر دی ہے اور اس (اللہ تعالیٰ) نے اسے خرید لیا ہے اس لئے میں یہ سودا واپس نہیں کروں گا۔ جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔[1]

چنانچہ جب موصوف جنگ کے لئے آگے بڑھے اور دمشق سے نصف فرسخ پر اسرت کے مقام پر شہید ہوئے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی شہید ہوئے۔ جس سے فرنگی فوجوں کو غلبہ حاصل ہوا اور شہنشاہ جرمنی میدان اخضر میں پہنچ گیا۔

عماد الدین زنگی کی وفات: اس سے پیشتر موصل کے حاکم عماد الدین زنگی کا ۵۴۱ھ میں انتقال ہو گیا تھا اس کی وفات کے بعد اس کا ایک فرزند سیف الدین غازی موصل کا حاکم ہوا اور دوسرا فرزند نور الدین محمود حلب کا حاکم ہوا۔

مسلمانوں کا متحدہ مقابلہ: معین الدین انر نے موصل کے حاکم سیف الدین غازی سے فوجی امداد طلب کی۔ لہٰذا وہ اپنے بھائی نور الدین کے ساتھ فوج لے کر روانہ ہوا۔ جب حمص کے شہر کے پاس پہنچا تو فرنگیوں کو جنگ کا الٹی میٹم بھیجا۔ لہٰذا وہ اس کے ساتھ بھی جنگ کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح ان کا جنگی ساز وسامان اور تعداد دو حصوں میں تقسیم ہونے لگی۔

اس اثناء میں معین الدین انر نے بھی جرمن فوجوں کو پیغام بھیجا کہ وہ یہ شہر شاہ مشرق یعنی حاکم موصل کے سپرد کر دیں۔ اس نے شام میں مقیم فرنگی فوجوں کو بھی ایک پیغام بھیجا جس میں انہیں خبردار کیا گیا تھا کہ جب شہنشاہ جرمنی دمشق فتح کر لے گا تو وہ اس کے ساتھ شام میں نہیں رہ سکیں گے۔ اس نے ان سے یہ وعدہ بھی کیا کہ (اگر وہ واپس چلے جائیں گے) تو وہ انہیں قاشاش کا قلعہ دے دے گا۔

(اس پیغام کے بعد) وہ جرمنی کے شہنشاہ کے پاس گئے اور اسے حاکم موصل کے خطروں سے آگاہ کیا اور بتایا کہ وہ دمشق پر قبضہ کر لے گا۔

جرمنی کے شاہ کی واپسی: یہ باتیں سن کر وہ اس شہر سے کوچ کر گیا اور معین الدین انر نے حسب وعدہ انہیں قاشاش کا قلعہ دے دیا۔ جرمنی کا شہنشاہ سمندر پار انتہائی شمال مغرب میں اپنے ملک واپس چلا گیا۔

معین الدین انر جرمن فوجوں کے محاصرہ دمشق کے ایک سال بعد ۵۴۴ھ میں فوت ہو گیا۔ وہ سلطنت الق کا بہت بڑا سیاست دان تھا۔

تتش سلطنت کا خاتمہ: موصل کا حاکم سیف الدین غازی ۵۴۴ھ میں فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد اس کا بھائی قطب الدین حاکم ہوا اور نور الدین محمود حلب اور اس کے مضافات کا حاکم برقرار رہا۔

---

[1] آیت کریمہ: ﴿ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ﴾ [پارہ ۱۱ سورہ توبہ]

نورالدین محمود دمشق کو فتح کر کے فرنگیوں سے جہاد کرنا چاہتا تھا۔ اس عرصہ میں یہ اتفاق پیش آیا کہ فرنگی فوجوں نے فاطمی خلفاء کے قبضے سے عسقلان کا علاقہ چھین لیا۔ کیونکہ وہ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ ۵۴۸ھ میں پیش آیا۔

فرنگیوں کے خطرات: نورالدین محمود عسقلان کے علاقے کو ان سے واپس نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اس کے درمیان میں دمشق حائل تھا پھر ان فرنگی فوجوں کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے کہ وہ عسقلان کو فتح کرنے کے بعد دمشق کو فتح کرنے کا ارادہ کرنے لگے۔ اہل دمشق انہیں ٹیکس ادا کرتے تھے اور وہ یہ ٹیکس وصول کرنے کے لیے اس علاقے میں آتے تھے اور اپنی من مانی کارروائیاں کرتے تھے۔ وہاں جو فرنگی قیدی اپنے وطن جانا چاہتے تھے اسے چھڑا لیتے تھے۔

نورالدین کی سیاست: ایسے حالات کی وجہ سے نورالدین محمود کو فرنگیوں سے بہت خطرہ محسوس ہوا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر وہ دمشق پر حملہ کرے گا تو حاکم دمشق فرنگیوں سے ضرور امداد حاصل کرے گا۔ اس لیے اس نے حاکم دمشق مجیدالدین سے خط و کتابت کی اور تحائف بھیج کر اسے اپنے اعتماد میں لیا۔ اس نے یہ حکمت عملی بھی اختیار کی۔ اس نے اسے ان امراء و حکام کے خلاف ایک ایک کر کے بھڑکانا شروع کیا۔ جو اس کی قوت مدافعت کا ذریعہ تھے وہ اسے تحریر کرتا تھا کہ فلاں شخص نے اسے لکھا کہ وہ دمشق اسے حوالے کرنے کے لیے تیار ہے۔

امرائے دمشق کا خاتمہ: جب مجیدالدین حاکم دمشق کو اس کے ذریعے کسی ایسے شخص کی سازش کا علم ہوتا تھا تو وہ اسے قتل کروا دیتا تھا ایسا آخری شخص عطاء بن حافظ السلمی الخادم تھا۔ وہ نورالدین محمود کی مدافعت کے بارے میں بہت سخت تھا۔ تاہم جب مجیدالدین کو اس کے بارے میں بھی اسی قسم کی سازش کی اطلاع دی گئی تو اس نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

نورالدین کی فتح دمشق: اس عرصے میں نورالدین نے دمشق کے نوجوان طبقہ سے خط و کتابت کر کے انہیں اپنی طرف مائل کر لیا تھا اور انہوں نے اس کی حمایت کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ لہٰذا اب نورالدین نے دمشق کی طرف پیش قدمی کی۔ مجیدالدین حاکم دمشق نے فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی اور اس کے صلے میں بعلبک شہر ان کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا چنانچہ وہ اپنی منتشر فوج کو اکٹھا کرنے لگے۔ مگر ان سے پہلے نورالدین دمشق پہنچ گیا۔ اس موقع پر ان نوجوانوں نے بغاوت کر دی جن کی اس سے خط و کتابت تھی۔ انہوں نے شہر کا مشرقی دروازہ کھول دیا جہاں سے نورالدین داخل ہو گیا اور اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔

آخری حاکم کی جلاوطنی: مجیدالدین حاکم دمشق نے قلعہ میں پناہ لی نورالدین نے بذریعہ خط و کتابت اسے حمص کا شہر اس کے معاوضہ میں دے دیا۔ لہٰذا وہ وہاں چلا گیا مگر اس کے بعد اس نے حمص کے بجائے بالس کا علاقہ دینا چاہا مگر وہ اس پر رضامند نہیں ہوا اور وہ بغداد چلا گیا۔ جہاں اس نے نظامیہ کے قریب گھر بنوایا اور وہیں فوت ہوا۔

نورالدین محمود زنگی دمشق اور اس کے مضافات پر قابض ہو گیا اور اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یوں شام و ایران سے خاندان تتش کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ درحقیقت باقی رہنے والی ذات صرف خدائے واحد کی ہے۔

شجرہ خاندان تتش

مجید الدین اتق

شمس الدین محمد

تاج الملوک بوری

طغرتکین

دقاق بن تتش الپ ارسلان

رضوان بن تتش

باب : دوم

قونیہ کی سلجوقی سلطنت

اس خاندان کا بانی قطلمش تھا۔ اس کے نسب میں اختلاف ہے ایک روایت یہ ہے کہ وہ قطلمش بن بیغو تھا۔ مورخ ابن الاثیر کبھی لکھتا ہے کہ قطلمش طغرل بیگ کا چچازاد بھائی تھا اور کبھی لکھتا ہے کہ قطلمش بن اسرائیل سلجوقی خاندان سے تھا اور غالباً یہ اجمال کی تفصیل ہے۔

جب سلجوقی امراء اسلامی ممالک میں تلاش حکومت میں منتشر ہوگئے تو قطلمش رومی علاقے میں داخل ہوا اور اس نے قونیہ اقصرا اور اس کے گردونواح کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔

سلطان طغرل بیگ نے اسے فوج دے کر حاکم موصل قریش بن بدران کے ساتھ بھیجا تھا تا کہ وہ دبیس بن مزید کو گرفتار کرسکے جس نے حلب میں فاطمی سلطنت کی اطاعت کا اظہار کیا تھا مگر دبیس اور بساسیری نے انہیں شکست دی۔

طغرل بیگ کے بعد جب سلطان الپ ارسلان تخت نشین ہوا تو قطلمش نے سلطان سے بغاوت کی اور رے پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔

الپ ارسلان نے ۴۵۶ھ میں اس سے جنگ کی اور قطلمش کو اس جنگ میں شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس کی لاش مقتولوں کی لاشوں کے درمیان سے ملی۔ الپ ارسلان کو اس کی موت کا بہت رنج ہوا اور اس نے اس کا سوگ کیا۔

<u>فتح انطاکیہ</u>: اس کے بعد اس کا بیٹا سلیمان اس کے مقبوضہ علاقوں یعنی قونیہ اقصر اور اس کے گردونواح کے علاقوں کا حاکم ہوا۔ اس نے رومیوں کے قبضہ سے ۴۷۷ھ میں انطاکیہ کے شہر کو چھین لیا جس پر وہ ۴۵۵ھ سے قابض تھے۔ اس نے اسے فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کرلیا۔

<u>عربوں کو شکست</u>: حاکم موصل مسلم بن قریش انطاکیہ کے رومیوں سے ٹیکس وصول کرتا تھا جب سلیمان نے اسے فتح کرلیا تو اس نے اس سے یہ ٹیکس ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ جب اس نے اس سے انکار کیا تو مسلم نے انطاکیہ کا محاصرہ کرنے کے لیے عربوں اور ترکمانوں کی فوجیں جمع کیں اور اس کے ساتھ ترکمانی سپہ سالار جق بھی تھا ۴۷۸ھ میں فریقین میں جنگ شروع ہوئی۔ اس جنگ میں ترکمانی سپہ سالار جق اپنی فوج کے ساتھ سلیمان کی فوجوں کے ساتھ شامل ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو شکست ہوئی۔

<u>سلیمان کی خودکشی</u>: اس کے بعد سلیمان بن قطلمش حلب کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا انہوں نے اس کا مقابلہ کیا اور

اس سے مہلت مانگی تا کہ سلطان ملک شاہ سے خط و کتابت کی جائے۔ اس کے بعد انہوں نے پوشیدہ طور پر تتش حاکم دمشق سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ تاج الدولہ تتش برق رفتاری کے ساتھ فوج لے کر آیا۔ راستے میں سلیمان بن قطلمش کی فوج غافل ہو کر آرام کر رہی تھی۔ لہٰذا جب تتش کی فوج سے قطلمش کے فرزند سلیمان کی فوجوں کا مقابلہ ہوا تو اسے شکست ہوئی اور سلیمان نے اپنے آپ کو خنجر مار کر خودکشی کر لی اور تتش نے اس کے تمام لشکر کو لوٹ لیا۔

عہد قلیج ارسلان: اس کے بعد اس کا فرزند قلیج ارسلان اس کا جانشین حاکم ہوا اور وہ حکومت کرتا رہا۔ جب ۴۹۰ھ میں فرنگی فوج لے کر شام کے ساحلی علاقے کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے قسطنطنیہ کا راستہ اختیار کیا۔ روم کے بادشاہ نے انہیں اس راستے پر سے اس شرط کے ساتھ گزرنے کی اجازت دی کہ وہ انطاکیہ کو فتح کرنے کے بعد اس کے قبضے میں دے دیں۔ انہوں نے یہ شرط تسلیم کر لی اور قسطنطنیہ کی خلیج کو عبور کر کے وہ قلیج ارسلان بن سلیمان کے علاقے سے گزرے تو قلیج ارسلان نے فوج کشی کر کے قونیہ کے قریب ان فرنگی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ فرنگی فوج نے اسے شکست دی اور ابن لیون الارمن کے علاقے میں پہنچ گئے۔ وہاں سے گزر کر وہ انطاکیہ پہنچے وہاں باغیسیان نامی ایک سلجوقی حاکم تھا وہ محاصرہ کے لیے تیار ہو گیا اور اس نے خندق کھودنے کا حکم دیا چنانچہ ایک دن اس مقصد کے لیے مسلمانوں نے کام کیا اور دوسرے دن عیسائیوں نے کام کیا۔

انطاکیہ کا محاصرہ: آخر کار فرنگی فوجیں وہاں پہنچ گئیں اور انہوں نے اس شہر کا نو مہینے تک محاصرہ کیا۔ پھر کچھ محافظ دستوں نے شہر کی فصیل سے نکل کر انہیں کچھ سرنگوں کے راستے سے اندر بلا لیا۔ چنانچہ شہر میں گھسنے کے بعد ان فوجوں نے شہر کو لوٹ لیا۔

صلیبیوں کی حکومت: باغیسیان صلح کے ارادے سے نکلا اور بھاگ گیا مگر ایک ارمنی نے پکڑ کر اسے مار ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر فرنگی فوجوں کے پاس لے گیا پھر فرنگیوں کا ایک حاکم اس شہر پر حکومت کرنے لگا۔

حلب اور دمشق کے حکام نے اہل انطاکیہ کی مدد کے لیے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر فرنگی فوجوں نے ان سے مصالحت کے لیے خط و کتابت کی اور وعدہ کیا کہ وہ انطاکیہ کے علاوہ اور کسی مقام پر قبضہ نہیں کریں گے چنانچہ ان کے اس وعدہ کے بعد انہوں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہ باغیسیان کی فوجی مدد کرنے سے قاصر رہے۔

فرنگیوں کے حملے: اس اثناء میں ترکمانی فوجیں عراق کے گرد و نواح میں منتشر ہو گئی تھیں اور کمشتکین بن طیلق نے جس کا باپ دانشمند بننے معلم مشہور تھا انطاکیہ کے قریب رومی علاقہ سیواس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسی کے قریب ملطیہ کے علاقے کو ایک دوسرے ترکمانی سردار نے فتح کر لیا تھا اور اس کے اور دانشمند کے درمیان جنگیں ہوتی رہتی تھیں اس لیے ملطیہ کے حاکم نے فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ انطاکیہ کا ایک فرنگی سردار ۴۹۳ھ میں پانچ ہزار کا لشکر لے کر پہنچا۔ ابن دانشمند نے اس کا مقابلہ کیا اور اس فرنگی سردار کو شکست دے کر اسے اسیر بنا لیا۔ اس کے بعد مزید فرنگی فوجیں اس کو چھڑانے کے لیے آئیں۔ انہوں نے قلعہ انکوریہ کے قریب جسے انقرہ بھی کہا جاتا ہے۔ جنگ کی اور اسے فتح کر لیا۔ پھر وہ دوسرے

قلعہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے جہاں اسماعیل بن دانشمند تھا۔ انہوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس عرصہ میں ابن دانشمند نے بہت سی فوج جمع کر لی تھی اور فوج کی ایک بڑی تعداد کو ایک کمین گاہ میں چھپا کر جنگ کا آغاز کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد کمین گاہ سے اس کی بہت بڑی فوج نکلی اور اس نے پلٹ کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ دشمن کا کوئی آدمی بھی جان بچا کر نہیں بھاگ سکا۔

اس کے بعد اس نے پیش قدمی کر کے ملطیہ کو فتح کر لیا اور اس کے حاکم کو قیدی بنا لیا۔ اس کے بعد انطاکیہ سے مزید فرنگی فوج آئی' اسے بھی اس نے شکست دی۔

موصل کی جنگیں: موصل' دیار بکر' جزیرہ کے علاقے کا حاکم ایک سلجوقی سپہ سالار تھا اس نے بغاوت کا ارادہ کیا تو سلطان نے موصل اور اس کے مضافات کا علاقہ جاولی کو دے دیا اور اپنے سپہ سالار کو حکم دیا کہ وہ فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے روانہ ہو جائیں چنانچہ جاولی روانہ ہو گیا۔ جکرمس کو جب اس بات کی خبر ملی تو وہ موصل سے اربل کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس نے اربل کے حاکم ابوالہیجاء بن موسک الکردی کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اس عرصے میں جاولی بوزیج پہنچ گیا تھا' لہٰذا جکرمس دریائے دجلہ عبور کر کے اس کے مقابلہ کے لیے فوج لے کر پہنچا اور جنگ کی مگر جنگ میں جکرمس کی فوجوں کو شکست ہوئی اور جکرمس تن تنہا رہ گیا لہٰذا جاولی نے اسے قیدی بنا لیا۔

جاولی سے مقابلہ: باقی ماندہ شکست خوردہ فوج موصل پہنچی اور اس نے جکرمس کے بجائے اس کے صغیر سن فرزند زنگی کو حاکم بنایا اور اس کے باپ کے آزاد کردہ غلام غزغلی نے سلطنت کا انتظام سنبھالا۔ قلعہ اس کے قبضے میں تھا اور اس نے فوج میں مال و دولت اور گھوڑے تقسیم کیے اور جاولی کا جنگی مقابلہ کرنے کے لیے تیاریاں مکمل کر لیں اس نے صدقہ بن مزید' برسقی اور رومی علاقوں کے حاکم قلیج ارسلان سے فوجی امداد کے لیے خط و کتابت کی اور ان میں سے ہر ایک سے اس نے یہ وعدہ کیا کہ جب وہ جاولی کو مقابلہ میں شکست دے دیں گے تو وہ انہیں موصل کا حاکم بنا دے گا۔

صدقہ نے تو اس کے پیغام کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اس اثناء میں جاولی موصل پہنچ گیا اور اس نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ اگر وہ شہر کو اس کے حوالے نہیں کریں گے تو جکرمس کو قتل کر دے گا۔

جاولی کا فرار: محاصرہ کے دوران جاولی کے پاس یہ خبر پہنچی کہ قلیج ارسلان اپنی فوجیں لے کر نصیبین کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ یہ خبر سن کر اس نے موصل کا محاصرہ چھوڑ دیا اور سنجار کی طرف روانہ ہو گیا۔

برسقی جاولی کے کوچ کرنے کے بعد وہاں پہلے پہنچ گیا تھا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کو اطاعت کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لیے وہ بغداد واپس آ گیا۔

موصل پر قبضہ: دمشق کے حاکم رضوان نے فرنگی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جاولی کو بلوایا تو وہاں کوچ کر گیا۔ اس کے بعد جکرمس کی فوجیں موصل سے نکلیں۔ انہوں نے نصیبین کے مقام پر قلیج ارسلان کے پاس پہنچ کر اس سے معاہدہ کر لیا اور اسے موصل لا کر ۵۰۰ھ میں ماہ رجب کے آخر میں اسے اپنا حاکم بنا لیا۔ جکرمس کا فرزند اور اس کے ساتھی وہاں سے نکل

کر چلے گئے۔ انہوں نے غرعلی کے قلعہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

بہر حال قلیج ارسلان موصل کے تخت پر بیٹھا اور خلیفہ کے بعد اپنا نام مساجد کے خطبوں میں شامل کیا۔ اس نے فوج کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور عوام پر عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے ساتھیوں میں ابراہیم ابن نیال ترکمانی حاکم آمد اور محمد بن جق ترکمانی حاکم قلعہ زیاد جسے خرت برت بھی کہتے ہیں شامل تھے۔

فتح خرت برت: خرت برت رومی حاکم قلادروس کے قبضے میں تھا اور رہا اور انطاکیہ بھی اس کے مقبوضات میں شامل تھے۔ مگر انطاکیہ کو سلیمان بن قطلمش نے فتح کر لیا تھا اور دیار بکر کے علاقے کو فخر الدولہ بن جہیر نے فتح کر لیا تھا۔ اس طرح قلادروس کی طاقت کمزور ہوتی گئی اور خرت برت کے قلعہ کو بھی جق نے اس کے قبضہ سے نکال لیا تھا آخرکار قلادروس نے سلطان ملک شاہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ سلطان نے اسے رہا کا وہ علاقہ دیا جہاں وہ مرتے دم تک مقیم رہا۔ پھر جق نے اس علاقہ کو اور اس کے قریبی قلعوں کو فتح کر لیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا فرزند محمد بن جق اس کا جانشین ہوا۔

صلیب پرستوں سے جنگ: انطاکیہ کا حاکم سمند تھا جو فرنگی حاکم تھا اس کے اور قسطنطنیہ کے بادشاہ روم کے درمیان ناچاقی ہوگئی جو بڑھتی گئی۔ آخرکار سمند حاکم انطاکیہ نے فوج لے کر رومی علاقے پر غارت گری کی۔ ایسی حالت میں شاہ روم نے قلیج ارسلان سے فوجی امداد طلب کی تو وہ رومی لشکر کی مدد کے لیے گیا اور ان دونوں فوجوں نے مل کر فرنگی فوجوں کو شکست دی اور انہیں قیدی بنا لیا۔ شکست خوردہ فوج اپنے علاقوں میں واپس آ گئی۔ پھر انہوں نے جزیرہ کے مقام پر قلیج ارسلان سے بدلہ لینے کا قصد کیا مگر اس عرصے میں انہیں اس کے قتل کی خبر ملی تو وہ واپس آ گئے۔

قلیج ارسلان کی فتوحات: یہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ قلیج ارسلان نے موصل اور دیار بکر کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا اور تخت نشین ہو گیا تھا وہاں کا سابق حکمران جاولی سکاوؤ سنجار چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے رحبہ کے مقام کی طرف چلا گیا تھا وہاں کے حاکم محمد بن اسباق نے جو شیبانی خاندان سے تھا دقاق کے ہلاک ہونے کے بعد قلیج ارسلان کا نام خطبہ میں شامل کر لیا تھا۔

جاولی کی پیش قدمی: جب جاولی نے اس مقام کا محاصرہ کیا تو حلب کے حاکم رضوان بن تتش نے فرنگیوں کے مقابلے کے لیے اس سے فوجی امداد طلب کی کیونکہ وہ اسی کے علاقے میں شامل ہو گئے تھے اس نے وعدہ کیا کہ محاصرہ ختم ہونے کے بعد وہ فوجی امداد دے گا۔ اس عرصے میں رضوان خود اس کے پاس پہنچ گیا۔ اب محاصرہ بہت سخت ہو گیا تھا۔ اس لیے اہل رحبہ میں سے کچھ لوگوں نے غداری کی اور رات کے وقت انہوں نے جاولی کے ساتھیوں کو شہر میں داخل کرا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی فوج نے اگلے دن ظہر تک شہر کو خوب لوٹا۔ آخرکار رحبہ کے حاکم محمد شیبانی کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور اس نے اس کی اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد جاولی وہاں سے واپس چلا گیا۔

قلیج ارسلان کی خودکشی: جب قلیج ارسلان کو یہ خبر پہنچی تو وہ جاولی کے مقابلہ کے لیے موصل سے روانہ ہوا اور اس نے اپنے صغیر سن فرزند ملک شاہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور اس کی مدد کے لیے ایک سردار کو نگران بنایا۔ جب وہ فوج لے کر سرحد

کے قریب پہنچا تو شہر آمد کا حاکم ابراہیم بن نیال اپنی فوج لے کر اپنے شہر واپس آ گیا۔ تاہم قلیچ ارسلان نے طویل جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور اس نے اپنے اس لشکر کو بلوایا جس نے فرنگیوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی تھی۔ چنانچہ وہ اس کے پاس آ گئے مگر اس عرصے میں جاولی نے اس کی فوج کی قلیل تعداد کو غنیمت سمجھا۔ اس لیے اس سال ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں اس نے حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ قلیچ ارسلان نے بذات خود جاولی پر حملہ کیا اور اس کے علم بردار کو گرا دیا اس کے مقابلے میں جاولی نے اپنی تلوار سے حملہ کیا۔ پھر جاولی کے دوسرے ساتھیوں نے بھی اس پر حملہ کر کے اسے شکست دے دی۔ قلیچ ارسلان نے (غیرت و شرم کی وجہ سے) اپنے آپ کو پانی میں ڈبو کر خودکشی کر لی۔

<u>موصل پر قبضہ</u>: آخرکار جاولی نے موصل پہنچ کر اسے فتح کر لیا اور سلطان محمد کا نام مساجد کے خطبوں میں دوبارہ شامل کرایا اور اس کے پاس قلیچ ارسلان کے فرزند ملک شاہ کو بھیج دیا۔ قونیہ اور اقصرا اور دیگر رومی شہروں میں (موجودہ ترکی مقبوضات پر) اس کا فرزند مسعود حاکم ہوا اور اس کی سلطنت برقرار رہی۔

<u>فتح ملطیہ</u>: ملطیہ اور سیواس ایک ترکمانی حاکم کے قبضے میں تھے اس کی قونیہ کے حکام سے جنگ رہتی تھی اس جنگ میں کمشتکین بن دانشمند ہلاک ہو گیا تھا اور اس کی جگہ پر اس کا فرزند محمد حاکم ہوا۔ وہ بھی اپنے باپ کی طرح فرنگی فوجوں سے لگاتار جنگ کرتا رہا اور ۵۳۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد مسعود بن قلیچ ارسلان نے اس کے اکثر مقبوضات پر قبضہ کر لیا اور کچھ حصہ اس کے بھائی کے قبضہ میں رہا۔ جس کا نام یاغی ارسلان بن محمد تھا۔

<u>قلیچ ارسلان دوم</u>: پھر مسعود بن قلیچ ارسلان ۵۵۱ھ میں فوت ہو گیا اور اس کا جانشین اس کا فرزند قلیچ ارسلان دوم ہوا۔ وہ حاکم ملطیہ یاغی ارسلان کے ساتھ جنگ کرتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قلیچ ارسلان نے شاہ طلیق بن علی بن ابی القاسم کی صاحبزادی سے نکاح کیا اس کے والد نے اسے بہت جہیز اور ساز و سامان دے کر بھیجا۔ راستے میں حاکم ملطیہ یاغی ارسلان نے اس قافلہ کو لڑکی سمیت لوٹ لیا اور اس لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے ذوالنون بن محمد بن دانشمند کے ساتھ کرا دیا اور اس کا طریقہ یہ نکالا کہ اس نے یہ مشورہ دیا کہ وہ لڑکی مرتد ہو جائے تاکہ نکاح فسخ ہو جائے پھر اسلام لانے کے بعد اس لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا۔

<u>خانہ جنگیاں</u>: اس واقعہ کے بعد قلیچ ارسلان نے اپنی فوجوں کو جمع کر کے یاغی ارسلان پر حملہ کر دیا مگر یاغی ارسلان نے اسے شکست دی۔ اس اثناء میں شاہ روم نے فوجی امداد طلب کی تو اسے مدد کی اور اسی عرصے میں یاغی ارسلان نے کوچ کیا تو اس کا بھتیجا ابراہیم بن محمد اس کا جانشین ہوا۔ قلیچ ارسلان نے یہ موقع غنیمت جانتے ہوئے اس کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بھائی ذوالنون بن محمد نے بھی قیساریہ کا علاقہ فتح کر لیا اور قلیچ ارسلان کے بھائی شاہ بن مسعود کے پاس صرف انگوریہ (انقرہ) کا شہر رہ گیا۔ کچھ عرصہ تک یہی صورت حال رہی پھر قلیچ ارسلان اور نور الدین محمود زنگی کے درمیان ناچاقی ہو گئی اور انہوں نے جنگ کی طرف رجوع کیا۔ صالح بن رزیک نے مصر سے قلیچ ارسلان کو تحریری طور پر اس بات سے منع کیا۔

جب ابراہیم بن محمد بن دانشمند فوت ہو گیا اور اس کی جگہ پر اس کا بھائی ذوالنون حاکم ہوا تو قلیج ارسلان نے اس پر حملہ کر دیا اور ملطیہ کا علاقہ اس سے چھین لیا۔

نور الدین زنگی سے جنگ: پھر نور الدین محمود بن زنگی نے ۵۶۸ھ میں قلیج ارسلان دوم بن مسعود کے مقبوضہ علاقوں یعنی ملطیہ' سیواس اور اقصرا کی طرف کوچ کیا جب وہ وہاں پہنچا تو قلیج ارسلان دوم اس کے پاس معذرت کرتے ہوئے پہنچا اور اس کا احترام کیا اور اس ملک کو فتح کرنے کے ارادے سے باز رکھا۔

پھر اس نے ذوالنون بن دانشمند کو اس کے پاس سفارش کے لیے بھیجا۔ مگر اس نے سفارش قبول نہیں کی۔ لہٰذا اس نے فوج کشی کر کے مرعش اور بہسنا اور اس کے درمیانی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ ذوالقعدہ میں اسی سال ہوا۔

نور الدین سے مصالحت: اس نے ایک لشکر سیواس کی طرف بھیجا جس نے جا کر سیواس پر قبضہ کر لیا۔ ایسی حالت میں قلیج ارسلان دوم مصالحت کی طرف مائل ہوا اور اس نے نور الدین عادل کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور حسن سلوک کا خواستگار ہوا۔ چونکہ وہ فرنگی فوجوں کی طرف سے بہت پریشان تھا۔ اس لیے اس نے ان شرائط پر صلح کی کہ وہ جہاد کے لیے فوجی امداد بھیجے اور یہ کہ سیواس کا علاقہ اس کے نمائندے ذوالنون بن دانشمند کے قبضہ میں رہے گا۔

پھر ممالک کی تقسیم کے بارے میں خلیفہ کا فرمان آیا جس میں قلیج ارسلان' خلاط اور دیار بکر کے بارے میں بھی احکام مذکور تھے اور جب نور الدین فوت ہو گیا تو قلیج ارسلان نے ذوالنون کو سیواس سے نکال دیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

صلاح الدین کا عزم جنگ: ایشیائے کوچک (رومی علاقوں) کے حاکم قلیج ارسلان دوم بن مسعود نے دیار بکر کے قلعہ کیفا وغیرہ کے حاکم نور الدین محمود بن قلیج ارسلان سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی اور اسے اس سلسلے میں کئی قلعے بھی دیدیئے تھے۔ مگر اس نے اس کی بیٹی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور اس کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح کر لیا تھا اور اسے چھوڑ دیا تھا۔

لڑکی کے والد قلیج ارسلان دوم کو اس بات کا بہت رنج ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ وہ دیار بکر میں اپنے داماد نور الدین کے علاقے پر حملہ کر کے اسے چھین لے۔

اس کے داماد نے صلاح الدین بن ایوب کو درمیان میں ڈالا اور اس کی سفارش کرائی مگر اس نے اس کی سفارش بھی قبول نہیں کی اس نے یہ جواب دیا کہ وہ ان قلعوں کو واپس لینا چاہتا ہے جسے اس نے شادی کے وقت عطیہ کے طور پر دیئے تھے۔

صلاح الدین اس بات سے بہت رنجیدہ ہوا اس زمانے میں وہ فرنگی فوجوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ لہٰذا اس نے ان کے ساتھ مصالحت کی اور خود لشکر لے کر رومی علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ شام میں الصالح اسماعیل بن نور الدین محمود تھا صلاح الدین وہاں سے تل باشر کے راستے سے رعبان پہنچا اور وہاں اس نے حاکم کیفا نور الدین محمود سے ملاقات کی۔

قاصد کی آمد: اس عرصے میں قلیج ارسلان دوم نے اس کے پاس ایک قاصد بھیجا جس نے اس کی بیٹی کے ساتھ اس

کے داماد کی غداری کے حالات بتائے مگر وہ اس قاصد پر بہت ناراض ہوا اور اسے دھمکی دی کہ وہ اس کے ملک کو فتح کر لے گا۔

قاصد نے صلاح الدین کے ساتھ نرم لہجہ اختیار کیا اور پوشیدہ طور پر صلاح الدین کو سمجھایا کہ اس نے ایک عورت کی خاطر جہاد کو ملتوی کیا اور دشمن سے صلح کر کے فوجوں کو اکٹھا کر کے وہ یہاں آیا ہے اس میں اس کا بڑی طرح سے خسارہ ہے۔ اگر قلیج ارسلان دوم کی بیٹی اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ ناچاقی کے سلسلے میں اس سے منصفانہ فیصلے کے لیے درخواست کرتی ہے تو وہ اس کا حق رکھتی ہے۔

شرط مصالحت: صلاح الدین کو اس کا یہ مشورہ پسند آیا اور اس نے اس ایلچی کو حکم دیا کہ وہ ان کے درمیان صلح کرائے اور اس مصالحت میں وہ بھی اس کا مددگار رہو گیا۔ لہٰذا ایلچی نے ان کی صلح کرادی اور یہ شرط رکھی کہ وہ ایک سال کے بعد اس عورت کو طلاق دے گا۔ اس نے نور الدین سے اس قسم کا معاہدہ کرایا جو اس نے پورا کیا۔ یوں ہر ایک اپنے اپنے شہر کی طرف لوٹ گیا۔

مقبوضہ علاقے کی تقسیم: قلیج ارسلان دوم نے ۵۸۷ھ میں اپنے مقبوضہ علاقوں کو اپنے فرزندوں میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ قونیہ اور اس کے مضافات کا علاقہ اس نے اپنے فرزند غیاث الدین کیخسرو کو دے دیا اور اقصرا دسیواس کا علاقہ قطب الدین کو دیا اور دوقاط کا علاقہ رکن الدین سلیمان کو اور انقرہ یا انکوریہ کا علاقہ محی الدین کو اور ملطیہ عز الدین قیصر شاہ کو دیا۔ کچھ حصہ مغیث الدین کو اور قیساریہ نور الدین محمود کو دیا۔ نکسار اور اماسا اپنے دونوں بھتیجوں کو دیا۔

فرزندوں کا جھگڑا: اس کے فرزند قطب الدین کا اثر اس پر زیادہ غالب تھا اس لیے اس نے اسے آمادہ کیا کہ وہ قیصر شاہ کے قبضے سے ملطیہ چھین لے چنانچہ اس نے یہ علاقہ اس سے چھین لیا۔ اس واقعہ کے بعد قیصر شاہ صلاح الدین بن ایوب کے پاس پہنچا تاکہ وہ اس کی سفارش کرے۔ صلاح الدین نے اس کا عزت و احترام کیا اور اپنے بھائی العادل کی بیٹی سے اس کا نکاح کرا دیا پھر اس نے اس کے بھائی اور والد کے پاس اس کی سفارش کی جو انہوں نے قبول کر لی اور اسے ملطیہ کا علاقہ لوٹا دیا۔

فرزندوں کی نافرمانی: اس کا فرزند رکن الدین پھر اس پر مسلط ہو گیا اور اس نے اس کے شہر میں اختیار الدین حسن کو قتل کر دیا۔ اس پر اس کے باقی فرزند اس کے دائرہ اطاعت سے نکل گئے اور قطب الدین اپنے والد کو پکڑ کر قیساریہ لے گیا۔ تاکہ وہ اس علاقے کو اس کے بھائی سے چھین کر اسے دے دے۔ مگر قلیج ارسلان بھاگ کر قیساریہ چلا گیا اور قطب الدین نے قونیہ اور اقصرا جا کر ان دونوں علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد قلیج ارسلان دوم کی یہ حالت ہوگئی کہ کبھی وہ ایک بیٹے کے پاس رہتا تھا اور کبھی دوسرے بیٹے کے پاس پہنچتا تھا مگر وہ سب اس سے بے رخی کا اظہار کرتے تھے آخر کار قونیہ کے حاکم غیاث الدین کیخسرو نے اس سے فوجی امداد طلب کی چنانچہ اس نے اسے امداد دی اور اس کے ساتھ قونیہ پہنچ کر اس پر اس کا قبضہ کرا دیا۔

پھر وہ اقصرا کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر اس عرصہ میں قلیج ارسلان دوم بیمار ہو گیا اور وہ قونیہ لوٹ گیا اور وہاں وہ فوت ہو گیا۔

دوسری روایت: دوسری روایت یہ ہے کہ اس کے فرزندوں کا جھگڑا اس سے اس بات پر ہوا کہ اسے اپنے فرزندوں میں علاقوں کی تقسیم پر پشیمانی ہوئی اس لیے اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے فرزند قطب الدین کو اپنا سارا علاقہ دے دے اس پر وہ سب ناراض ہو گئے اور اس کے دائرہ اطاعت سے نکل گئے۔ وہ اپنے فرزندوں کے پاس باری باری جاتا تھا۔ آخرکار اس کے فرزند کیخسرو حاکم قونیہ نے اس کی اطاعت قبول کی تو وہ اس کے ساتھ فوج لے کر اس کے بھائی محمود کے علاقہ کی طرف روانہ ہوا اور قیساریہ کا محاصرہ کر لیا۔ چنانچہ اسی محاصرہ کی حالت میں قلیج ارسلان کی وفات ہوئی اس وقت غیاث الدین قونیہ لوٹ گیا۔

قلیج ارسلان دوم کی وفات: پھر قلیج ارسلان دوم قونیہ میں یا دوسری روایت کے مطابق قیساریہ میں فوت ہو گیا اس کی وفات ۵۸۸ھ کے سال کے درمیانی عرصہ میں ہوئی اس نے ستائیس سال تک حکومت کی۔ وہ انصاف پسند سیاستدان اور بارعب حکمران تھا اور اس نے جہاد میں بہت حصہ لیا تھا۔

سلطنت کی تقسیم: جب وہ فوت ہوا تو اس وقت اس کا ایک فرزند غیاث الدین کیخسرو قونیہ اور اس کے مضافات کا خودمختار حاکم تھا اور اس کا بھائی قطب الدین اقصرا اور سیواس کا حاکم تھا۔ قطب الدین جب کبھی ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا تھا تو راستے میں قیساریہ کا شہر پڑتا تھا جہاں شہر سے باہر اس کا بھائی نور الدین محمود اس سے ملاقات کرتا تھا۔ وہ ایک عرصے تک اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا۔ پھر اس نے اچانک اس کے ساتھ غداری کر کے اسے قتل کر دیا۔ مگر قیساریہ میں اس کے ساتھیوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ ان کا سربراہ حسن تھا۔ اس نے اس کو بھی اپنے بھائی کے ساتھ قتل کر دیا اس کے بعد شہر والوں نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر بہت جلد اسی واقعہ کے بعد قطب الدین بھی فوت ہو گیا۔

رکن الدین سلیمان کی فتوحات: قطب الدین کی وفات کے بعد دوقاطہ کے حاکم رکن الدین سلیمان نے اپنے والد کے تمام رومی علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی چنانچہ اس نے قطب الدین کے مقبوضات سیواس' اقصرا اور قیساریہ کی طرف فوج کشی کی اور ان تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا پھر اس نے قونیہ پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر کے اپنے بھائی غیاث الدین کو شکست دی اور قونیہ کو فتح کر لیا غیاث الدین شام بھاگ گیا۔

اس کے بعد رکن الدین سلیمان نے نکسار اور اماسیا کو بھی فتح کر لیا پھر ۵۹۷ھ میں ملطیہ بھی معز الدین قیصر شاہ سے چھین لیا اور معز الدین العادل ابوبکر بن ایوب کے پاس پہنچ گیا۔

فتح ارزن الروم: پھر وہ ارزن الروم پہنچا جو قدیم شاہی خاندان کے شاہ محمد بن طغرل کے فرزند کے قبضہ میں تھا جب اس کا حاکم اس سے مصالحت کرنے کے لیے آیا تو اس نے اسے گرفتار کر لیا اور شہر فتح کر لیا یوں رکن الدین سلیمان ارزن الروم کے علاوہ

اپنے بھائیوں کے تمام مقبوضہ علاقوں کا واحد حاکم بن گیا۔ انقرہ کا قلعہ بہت مستحکم تھا (اس لیے وہ اسے جلد فتح نہیں کر سکا) اس کو فتح کرنے کے لیے اس نے بہت فوج جمع کی اور تین دن تک اس کا محاصرہ کیا۔ پھر اس نے پوشیدہ طور پر کسی شخص کو بھیجا جس نے اس کے بھائی کو قتل کر دیا اس کے بعد اس نے ۶۰۱ھ میں انقرہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

رکن الدین کی وفات: ماہ ذوالقعدہ ۶۰۱ھ میں رکن الدین سلیمان فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا فرزند قلیج ارسلان سوم حاکم ہوا مگر وہ زیادہ مدت تک حکومت نہیں کر سکا۔ رکن الدین ایک دوراندیش حاکم تھا۔ دشمنوں کے لیے بہت سخت تھا البتہ وہ فلسفیانہ خیالات کی طرف زیادہ مائل تھا۔

غیاث الدین کا فرار: جب رکن الدین سلیمان نے غیاث الدین کیخسرو کا قونیہ کا علاقہ چھین لیا تھا تو وہ حلب گیا تھا جہاں الظاہر غازی بن صلاح الدین حکمران تھا اس نے اس کا خیر مقدم نہیں کیا تو وہ قسطنطنیہ چلا گیا۔ جہاں شاہ روم نے اس کا استقبال کیا اور وہاں کے ایک مذہبی پیشوا (بشپ) نے اپنی بیٹی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اس پادری کا قسطنطنیہ کے مضافات میں ایک قلعہ بند گاؤں تھا چنانچہ جب فرنگی فوجوں نے قسطنطنیہ پر ۶۰۰ھ میں قبضہ کر لیا تو غیاث الدین اپنے اس خسر کے قلعے میں جو پادری تھا پناہ گزین ہوا اسی سال اسے اپنے بھائی کی موت کی اطلاع ملی اس کے ساتھ ساتھ قونیہ کے بعض حکام نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ وہ قونیہ آ کر قونیہ پر حکومت کرے لہٰذا وہ وہاں پہنچ گیا۔ پہلے اہل شہر محصور ہو گئے پھر ان کی فوجیں نکل کر حملہ آور ہوئیں اور اسے شکست دے دی اور وہ کسی شہر میں بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا۔

قونیہ پر دوبارہ قبضہ: پھر اقصرا کے باشندے اس کے حامی ہو گئے اور انہوں نے اپنے حاکم کو نکال دیا۔ جب قونیہ کے باشندوں کو یہ خبر ملی تو انہوں نے بھی قلیج ارسلان سوم بن رکن الدین کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے گرفتار کر لیا اور غیاث الدین کو بلوا کر اسے اپنا حاکم بنا لیا اور اس نے بھتیجے کو اس کے حوالے کر دیا۔

اس کا دوسرا بھائی قیصر شاہ اپنے خسر العادل ابو بکر بن ایوب کے پاس پہنچ گیا تھا اور جب رکن الدین نے جو اس کا بھائی تھا ملطیہ اس کے ہاتھ سے چھین لیا تھا تو اس نے اپنے خسر سے فوجی امداد طلب کی تھی۔ اس نے رہا جانے کا حکم دیا۔

غیاث الدین کا قتل: اس عرصے میں غیاث الدین طاقتور حاکم ہو گیا تھا۔ چنانچہ شمشاط کا حاکم علی بن یوسف اور خرت برت کا حاکم نظام الدین بن ارسلان اس کے پاس آتے جاتے تھے۔ اس کی طاقت بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ کے حاکم اشکری نے ۶۰۷ھ میں اسے قتل کر دیا۔

کیکاؤس کی حکومت: جب غیاث الدین کیخسرو مارا گیا تو اس کے بعد اس کا فرزند کیکاؤس حاکم ہوا۔ عوام نے اس کا لقب الغالب باللہ رکھا۔ ارزن الروم کے حاکم طغرل شاہ بن قلیج ارسلان نے جو اس کا چچا تھا اس کے برخلاف اپنی حکومت کا دعویٰ کیا اور اس مقصد کے لیے وہ اپنے بھتیجے کے خلاف جنگ کے لیے روانہ ہوا اور سیواس میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ اسی اثناء میں اس کے بھائی کیقباد بن کیخسرو نے انکوریہ (انقرہ) پر قبضہ کر لیا۔

کیکاؤس نے الملک العادل حاکم دمشق سے فریاد کی چنانچہ اس نے اس کی امداد کیلئے فوجیں بھیجیں مگر ان فوجوں کے

پہنچنے سے پہلے طغرک سیواس سے کوچ کر گیا تھا لہٰذا کیکاؤس پہلے انکوریہ (انقرہ) گیا اور اسے اپنے بھائی کیقباذ کے قبضہ سے چھڑایا اور اسے گرفتار کر لیا مگر اس کے حکام کو قتل کیا۔

پھر وہ اپنے چچا طغرک سے جنگ کرنے کے لیے ارزن الروم گیا اور ۶۱۰ھ میں اس پر فتح حاصل کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے ملک کو فتح کر لیا۔

فتح حلب کا ارادہ: الظاہر بن صلاح الدین حلب کا حاکم تھا اس کے زمانے میں حلب کا ایک باشندہ اس سے بھاگ کر کیکاؤس کے پاس پہنچ گیا تھا اس نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حلب پر قبضہ کر لے کیونکہ اسے فتح کرنا بہت آسان ہے اور اس کے بعد وہ دیگر علاقوں کو بھی فتح کر سکتا ہے۔

جب الظاہر فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا صغیر سن فرزند حاکم ہوا تو کیکاؤس کے خیال نے عملی جامہ پہنا اور حلب کو فتح کرنے کے بارے میں اس کا ارادہ مستحکم ہو گیا۔

افضل سے معاہدہ: اس نے افضل بن صلاح الدین ابن شمیشاط کو اس کے ساتھ کوچ کرنے کے لیے بلوایا اس نے یہ معاہدہ کیا کہ مساجد کے خطبوں میں کیکاؤس کا نام لیا جائے گا اور حلب اور اس کے مضافات کے علاقوں پر افضل حکومت کرے گا۔ مگر جب الاشرف کے قبضہ سے حران' الرہا اور الجزیرہ کے دیگر شہر چھین لیے جائیں گے تو اس کی حکمرانی کا حق کیکاؤس کو ہو گا۔

مشترکہ فوجوں کے حملے: یہ معاہدہ کرنے کے بعد وہ ۶۱۵ھ میں مشترکہ افواج لے کر روانہ ہوئے پہلے انہوں نے قلعہ اعبان کو فتح کیا اور معاہدہ کی شرائط کے مطابق افضل نے اس کا اقتدار سنبھالا۔ پھر انہوں نے قلعہ تل ناشر فتح کیا تو کیکاؤس نے اسے اپنے قبضہ میں رکھا' جس سے افضل کو شبہ ہوا پھر ابن الظاہر حاکم حلب نے حاکم جزیرہ' خلاط' اشرف بن العادل سے ان شرائط کے ساتھ فوجی امداد طلب کی کہ اس کا نام خطبہ میں پڑھا جائے گا اور سکہ پر اس کا نام کندہ کیا جائے گا۔

کیکاؤس کا فرار: اشرف بن العادل اس کی مدد کے لیے روانہ ہوا اس کے ساتھ مشہور قبیلہ عرب طے کی فوجیں بھی موجود تھیں اس نے حلب کے بیرونی میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ اس عرصے میں کیکاؤس اور افضل ملیتج چلے گئے تھے اس لیے ان کے ہراول دستوں نے الظاہر کے ہراول دستوں کا مقابلہ کیا۔ کیکاؤس کا لشکر شکست کھا کر اس کے پاس پہنچا تو وہ بھی بھاگ گیا۔

پھر اشرف اعبان اور تل ناشر کے قلعوں کی طرف روانہ ہوا وہاں کیکاؤس کی فوجیں تھیں اس نے انہیں شکست دے کر حاکم کے حوالے کیا۔ اس نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ پھر اشرف نے دونوں قلعوں کو حاکم حلب شہاب الدین بن الظاہر کے حوالے کر دیا۔ اتنے میں اسے خبر ملی کہ اس کے والد الملک العادل مصر میں فوت ہو گئے ہیں۔ اس لیے اس نے رومی علاقوں کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔

کیقباد کی تخت نشینی: اشرف سے جنگ کے بعد کیکاؤس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اشرف کے علاقہ الجزیرہ پر حملہ کرے گا اس نے آمد اور اربل کے حاکموں کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا تھا۔ یہ دونوں حکام اس کے نام کا خطبہ پڑھواتے تھے۔ وہ ملطیہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ اشرف موصل کی حفاظت سے غافل ہو جائے اور اسے حاکم اربل فتح کر لے۔ مگر اس عرصے میں وہ راستے ہی میں بیمار ہو گیا اور اپنے وطن لوٹ گیا۔ وہاں وہ ۶۱۶ھ میں فوت ہو گیا اس کے تمام بچے صغیر سن تھے اس لیے اس کی فوج نے اس کے بھائی کیقباد کو قید خانہ سے رہا کیا کیونکہ انکوریہ (انقرہ) کی فتح کے بعد کیکاؤس نے اسے قید خانے میں مقید کر دیا تھا۔ لہٰذا قید خانے سے نکالنے کے بعد اسے وہاں کا حاکم بنا دیا گیا۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ کیکاؤس نے خود اسے قید خانہ سے نکال کر ولی عہد بنا دیا تھا جب کیقباد حاکم بن گیا تو ارزن الروم کے حاکم نے جو اس کا چچا تھا' اس کی مخالفت کی تو اس نے اشرف کے ساتھ تعلق قائم کیا اور اس کے ساتھ صلح کر لی۔

اشرف سے جنگ: الجزیرہ کے حاکم الاشرف اور دمشق کے حاکم المعظم کے درمیان ناچاقی ہو گئی۔ دوسری طرف جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں سے بھاگ کر ہندوستان چلا گیا تھا اور وہاں سے واپس آ کر آذربائیجان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے ذریعے حاکم دمشق المعظم کی طاقت میں الاشرف کے مقابلے میں اضافہ ہو گیا۔ خاندان بنو ارتق میں سے شاہ مسعود حاکم آمد نے ان دونوں کی حمایت کی۔

ایسی حالت میں الاشرف نے رومی علاقوں کے حاکم کیقباد کو پیغام بھیجا کہ وہ حاکم آمد کے برخلاف اس کی فوجی امداد کرے۔ اس زمانے میں الاشرف ماردین کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ لہٰذا کیقباد نے فوج کشی کر کے خود ملطیہ قیام کیا اور وہاں سے آمد کی طرف فوجیں روانہ کیں اور چند قلعے فتح کر لیے۔

ایسی صورت میں آمد کے حاکم نے الاشرف سے مصالحت کر لی تو اشرف نے کیقباد کو لکھا کہ وہ مفتوحہ علاقے اسے لوٹا دے مگر اس نے انکار کیا۔ لہٰذا اشرف نے آمد کے حاکم کی امداد کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں۔ اس وقت کیقباد قلعہ الکختا کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ تاہم اس نے ان کی مشترکہ افواج کا مقابلہ کیا اور نہ صرف انہیں شکست دی بلکہ خوب خون ریزی کی۔ اس جنگ سے فارغ ہو کر وہ پھر قلعہ الکختا کی طرف روانہ ہوا اور یہ قلعہ فتح کر لیا۔

شہر ارزنکان پر قبضہ: ارزنکان شہر کا حاکم بہرام شاہ تھا جو قدیم شاہی خاندان بنو الاحدب سے تعلق رکھتا تھا وہ ساٹھ سال تک وہاں کا حاکم رہا اور قلیج ارسلان اور اس کی اولاد کی اطاعت گزاری کرتا رہا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا فرزند علاء الدین داؤد شاہ حاکم ہوا۔ ۶۲۵ھ میں کیقباد نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ فوج لے کر اس کے پاس آئے اور وہ اس کے ساتھ کسی جنگی مہم میں شریک ہو۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے اسے گرفتار کر کے شہر ارزنکان پر قبضہ کر لیا۔ اس کا ایک قلعہ کماخ تھا۔ وہاں کے حاکم نے ہتھیار نہیں ڈالے تو اس نے داؤد شاہ کو دھمکا کر اس سے اس کے نائب کے نام حکم لکھوا لیا اور اس نے اس حکم کے مطابق وہ قلعہ کیقباد کے حوالے کر دیا۔

پھر کیقباد نے ارزن الروم کا قصد کیا۔ وہاں کا حاکم ابن عمر طغرل شاہ بن قلیج ارسلان تھا۔ ابن طغرل شاہ نے

اشرف کی اطاعت کا اعلان کیا اور خلاط میں اس کے نائب حاکم حسام الدین علی سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ فوج لے کر آ گیا۔

فرنگیوں کو شکست: کیقباد کو جب اس بات کا پتہ چلا تو اس نے اس کا مقابلہ نہیں کیا۔ اور شہر ارزنکان سے اپنے ملک واپس آ گیا جب وہ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس کے دشمن فرنگیوں نے اس کے ایک قلعہ صوبا کو فتح کر لیا ہے۔ یہ قلعہ بحر خزر کے کنارے واقع تھا لہٰذا اس نے اس کا بحری اور بری دونوں راستوں سے محاصرہ کر لیا اور آخر کار مسلمانوں نے اس قلعہ کو فرنگیوں سے چھین لیا۔

خوارزم شاہ سے جنگ: ارزن الروم کا حاکم کیقباد کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس نے جلال الدین خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور اس کے ساتھ خلاط کا محاصرہ بھی کیا تھا۔ جہاں اشرف کا آزاد کردہ غلام ایبک تھا۔ جلال الدین نے خلاط پر قبضہ کرنے کے بعد ایبک کو قتل کر دیا تھا۔

کیقباد اس واقعہ کے بعد ان دونوں سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس نے الملک الکامل سے فوجی امداد طلب کی۔ اس نے اس کی مدد کے لیے اپنے بھائی اشرف کو جو دمشق میں تھا، مقرر کیا۔ اس نے الجزیرہ اور شام کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور انہیں لے کر کیقباد کے پاس پہنچا۔ اس نے سیواس میں اس سے ملاقات کی اور وہ دونوں پچیس ہزار کا لشکر جرار لے کر سیواس سے خلاط کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا مقابلہ جلال الدین خوارزم شاہ سے شہر ارزنکان کے گردونواح میں ہوا۔ وہ ان کا وسیع لشکر دیکھ کر خوفزدہ ہوا اور وہ شکست کھا کر خلاط کی طرف روانہ ہوا اور وہاں سے آذربائیجان چلا گیا۔

انہوں نے خوئی کے قریب قیام کیا۔ پھر اشرف خلاط کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ جلال الدین نے خلاط کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ سب اپنے اپنے ملک کی طرف لوٹ گئے۔ اس کے بعد مصالحت کے لیے ایلچیوں کی آمد و رفت ہوئی اور صلح ہو گئی۔

بنو ایوب کی شکست: علاء الدین کیقباد نے روم کے مشرقی علاقے میں اپنی سلطنت وسیع کر لی تھی۔ اس نے خلاط کے علاقے پر بھی قبضہ کر لیا۔ حالانکہ اس نے اس کی مدافعت کے لیے اشرف بن عادل کے ساتھ مل کر جلال الدین خوارزم شاہ سے جنگ کی تھی۔ اشرف بن عادل نے اس کی مخالفت کی اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے بھائی الکامل سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ مصر سے فوج لے کر ۶۳۱ھ کو روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے تمام خاندان کے حکام شامل تھے۔

وہ رومی سرحد کے قریب دریائے ارزن پر پہنچ گیا تھا۔ اس کی ہراول فوجوں کا سردار حاکم حماۃ تھا۔ وہ بھی اس کے خاندان کا تھا۔ کیقباد کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی اور کیقباد نے اس کو شکست دے دی اور اسے خرت برت میں محصور کر دیا جو بنو ارتق کے قبضہ میں تھا۔

۶۳۲ھ میں الکامل اپنی فوجوں کو لے کر مصر واپس چلا گیا۔ کیقباد ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ پھر اس نے رُہا اور حران پر حملہ کیا اور ان دونوں علاقوں کو الکامل کے نائب کے ہاتھ سے چھین لیا اور اپنی طرف سے ان کا حاکم مقرر کیا۔ یہ دونوں علاقے الکامل نے ۶۳۳ھ میں واپس لے لیے۔

کیخسرو کا عہدِ حکومت

علاء الدین کیقباد ۶۳۴ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا فرزند غیاث الدین کیخسرو تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانے میں بھی سلجوقی سلطنت کا زوال اسلامی ممالک میں ہوا۔ خوارزم شاہی سلطنت بھی زوال پذیر ہوئی اور اسی زمانے میں تاتاری ماوراء النہر سے نکلے اور چنگیز خان نے جو ان کا بادشاہ تھا' بہت سے اسلامی ممالک کو فتح کر لیا اور اس نے خوارزم شاہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ ان کا آخری بادشاہ جلال الدین ہندوستان بھاگ گیا۔ پھر وہاں سے واپس آ کر اس نے آذربائیجان اور عراق عجم پر قبضہ کر لیا۔

اس کے زمانے میں ایوبی خاندان شام اور ارمینیہ کے علاقوں پر حکمران تھا۔ تاتاری فوج تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی تھی اور وہ ہر جگہ فتنہ وفساد برپا کرنے لگے تھے اور جہاں موقع پاتے تھے وہاں ان علاقوں کو فتح کر لیتے تھے۔ اس طرح ان کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی۔

__فتنہ تاتار:__ تاتاری فوج کا ایک حصہ ۶۴۱ھ میں روم کے مشرقی علاقے کی طرف بھی گیا۔ اس وقت غیاث الدین کیخسرو نے ایوبی سلطنت اور دیگر ترک حکومتوں سے جو اس کے پڑوس میں تھیں امداد طلب کی۔ چنانچہ ہر طرف سے فوجی امداد دی گئی اور وہ تاتاریوں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس کی فوج کے اگلے حصہ نے قشمیر زنجان کے مقام پر جنگ کی مگر اس ہراول فوج کو شکست ہوئی اور وہ سب اس کے پاس پہنچ گئے۔ اسے بھی شکست ہوئی اور وہ اپنے اہل وعیال اور ذخیرہ کو لے کر میدان جنگ سے دور ایک ایسے شہر کی طرف بھاگ گیا جو ایک مہینے کی مسافت پر تھا۔

تاتاریوں نے اس کے دیہاتوں کو خوب لوٹا اور وہ روم کے تمام مشرقی علاقوں میں پھیل گئے اور فتنہ وفساد اور لوٹ مار کرتے رہے۔ انہوں نے خلاط اور آمد کو بھی فتح کر لیا۔

غیاث الدین کیخسرو اپنے شہر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا آخر کار وہ ان سے پناہ کا طالب ہوا اور ان کی اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد اس کے تاتاریوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات ہو گئے۔ تاہم تاتاریوں نے قیساریہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

غیاث الدین کیخسرو اس جنگ سے واپسی پر فوت ہو گیا اس کی وفات ۶۵۵ھ میں ہوئی۔

__کیقباد ثانی:__ کیخسرو کی وفات کے بعد ولی عہد ہونے کی وجہ سے علاء الدین کیقباد ثانی قونیہ کی سلطنت کا حاکم ہوا۔ وہ کیخسرو کا سب سے بڑا فرزند تھا اس کے دوسرے فرزند عز الدین کیکاؤس اور رکن الدین قلیج ارسلان تھے۔ کیقباد ثانی نے سب بھائیوں کو سلطنت میں شریک کر رکھا تھا اور مساجد کے خطبوں میں ان کا نام بھی لیا جاتا تھا۔

__مغلوں کی سلطنت:__ اس کے زمانے میں سلطان چنگیز خان فوت ہو گیا۔ تاتاریوں کا پایۂ تخت قراقرم میں تھا۔ چنگیز خان کے مرنے کے بعد تلو خان اس کا فرزند تخت نشین ہوا۔ وہ ان کے ہاں خان اعظم کے لقب سے پکارا جاتا تھا کیونکہ اسے

اپنے تمام خاندان کے بادشاہوں اور تمام شمالی علاقوں اور عراق میں بالادستی حاصل تھی۔

تلو خاں کے مرنے کے بعد اس کا فرزند منگو خان تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے بھائی ہلاکو خان کو عراق اور اسماعیلیوں کے علاقوں کو فتح کرنے کے لیے فوج دے کر ۶۵۰ھ میں بھیجا چنانچہ اس نے عراق عرب و عجم اور بغداد کو فتح کر لیا۔

رومی علاقوں پر قبضہ: پھر خان اعظم منگو خان نے ۶۵۴ھ میں ایک مغل سردار کو جس کا نام بیکو تھا لشکر دے کر مسلمانوں کے رومی علاقے کی طرف بھیجا چنانچہ وہ ارزن الروم (موجودہ ارض روم) پہنچا۔ وہاں کا حاکم سلطان علاء الدین کیقباد کا آزاد کردہ غلام نسان الدین یاقوت حاکم تھا۔ تاتاری سپہ سالار نے اس شہر کا دو مہینے تک محاصرہ کیا اور (قلعہ شکن) منجنیقیں وہاں نصب کرا دیں۔ پھر اس نے زبردستی اس کو فتح کر لیا اس کے حاکم یاقوت کو قیدی بنا لیا۔ پھر اس نے تمام اسلامی فوجوں کو تہ تیغ کیا۔ صرف وہاں کے دوکان داروں اور کاریگروں کو باقی رکھا۔

پھر اس نے دوسرے رومی شہروں کی طرف کوچ کیا اور قیساریہ اور وہاں سے ایک مہینے کی مسافت کے تمام علاقوں کو فتح کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن لوٹ گیا۔

۶۵۵ھ میں وہ دوبارہ آیا اور شہروں کو تباہ و برباد کیا اور پہلے سے زیادہ علاقوں پر قبضہ کیا۔

کیکاؤس ثانی: چونکہ بیکو کے تاتاری لشکر نے علاء الدین کیقباد ثانی کی مملکت میں بہت تباہی مچا رکھی تھی اس لیے کیقباد ثانی نے یہ ارادہ کیا کہ وہ خان اعظم منگو خان کے دربار میں حاضر ہو کر اس کی اطاعت قبول کرنے کا تائیدی اعلان کرے۔ اس سے درخواست کرے کہ وہ بیکو اور اس کے مغل لشکر کو اس کی مملکت میں آنے سے منع کرے۔

چنانچہ وہ قونیہ سے ۶۵۵ھ میں اپنے والد کے آزاد کردہ غلام (اور وفادار مشیر) سیف الدین طرنطائی کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ (نذرانہ پیش کرنے کے لیے) بہت سا مال و دولت اور تحائف تھے۔

کیکاؤس کی بغاوت: (اس کے جانے کے بعد) اس کے بھائی عز الدین کیکاؤس ثانی نے اپنے دوسرے بھائی قلیج ارسلان کو گرفتار کر کے قونیہ میں نظر بند کر دیا اور خود سلطنت پر قبضہ کر لیا اس نے اپنے بھائی کے جانے کے بعد اپنے اکابر رفقاء کے ذریعے سیف الدین طرنطائی کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان تحائف کو روک لیں جو ان کے ساتھ ہیں اور علاء الدین کیقباد ثانی کو واپس بھیج دیں کیونکہ وہ خود ان تحائف کو خان اعظم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔

مگر کیکاؤس ثانی کے قاصد اس وقت وہاں پہنچے جب کہ وہ خان اعظم کی مملکت میں داخل ہو چکے تھے اور وہاں اس کے کسی حاکم کے پاس مقیم ہو گئے تھے۔

اس ایلچی نے اس تاتاری حاکم سے جس کے پاس وہ ٹھہرے ہوئے تھے یہ جھوٹی شکایت کی کہ ان کے پاس زہر ہے۔ تاتاری حاکم نے جب تحقیقات کی تو ان کے پاس سے کھانے کی چیز نکلی اس نے طبیبوں کو بلایا تو ان اطباء نے اس کے شک و شبہ کو دور کیا۔ اس کے بعد اس حاکم نے ان لوگوں کو خان اعظم کے پاس بھیجا۔

کیقباد ثانی کی وفات: علاء الدین کیقباد ثانی راستے میں فوت ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس کے امراء اور مشیروں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ اس کے بعد سب سے بڑا فرزند ہونے کی وجہ سے عزالدین کیکاؤس ثانی کو حاکم تسلیم کر لیا جائے اور اس کی طرف سے خان اعظم کے مصالحت طے کی جائے۔ لہٰذا خان اعظم نے صلح نامہ لکھا اور انہیں خلعت عطا کیے پھر اس کے سپہ سالار بیکو نے خان اعظم کو لکھا کہ ''رومی علاقے کے باشندے اس سے جنگ کر رہے ہیں اور اسے عبور کرنے سے روک رہے ہیں'' لہٰذا اس خط کے بعد خان اعظم نے ایلچیوں کو بلوایا اور انہیں اس خبر سے آگاہ کیا۔

وہ بولے ''جب ہم ان کے پاس سلطان کا خط لے کر جائیں گے تو وہ مطیع وفرمانبردار ہو جائیں گے۔''

سلطنت کی تقسیم: اس کے بعد خان اعظم نے قونیہ کی سلطنت کو دونوں بھائیوں یعنی عزالدین کیکاؤس اور اس کے بھائی رکن الدین قلیج ارسلان کے درمیان اس طرح تقسیم کیا کہ سیواس سے قسطنطنیہ تک کا مغربی علاقہ عزالدین کیکاؤس کے پاس رہے گا اور سیواس سے ارزن الروم تک کا مشرقی حصہ جو تاتاری سلطنت سے ملا ہوا ہے وہ رکن الدین قلیج ارسلان کے قبضہ میں رہے گا ان دونوں کو خان اعظم کی اطاعت قبول کرنی ہوگی اور وہ منگوخان کے جس کا پایۂ تخت قراقرم میں ہے باج گزار ہوں گے۔

اس شرائط صلح کے بعد وہ ایلچی اپنے وطن لوٹ گئے اور اپنے ساتھ علاء الدین کیقباد ثانی کی لاش بھی لے گئے تاکہ اسے وطن میں دفن کریں۔

قونیہ پر تاتاریوں کا قبضہ: اس صلح کے بعد بیکو مغلوں کا لشکر لے کر تیسری مرتبہ رومی علاقے پر حملہ کرنے کے لیے آیا۔ عزالدین کیکاؤس نے اس کے مقابلے کے لیے اپنے سپہ سالار ایدغمش ارسلان کے زیر قیادت فوجیں روانہ کیں۔ مغل سردار بیکو نے انہیں شکست دی اور ان کے تعاقب میں دارالسلطنت قونیہ تک پہنچ گیا۔ اس کی خبر سن کر عزالدین کیکاؤس سمندر کے ساحلی مقام علایا کی طرف بھاگ گیا۔

قونیہ پہنچ کر بیکو نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں تک کہ شہر والوں نے اپنے خطیب کے ذریعے اس سے پناہ لینے کا پیغام بھیجا۔ جب خطیب موصوف اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا خیر مقدم کیا اور اس کی بیوی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اور بیکو نے شہر والوں کو پناہ دی اور امن وامان بحال کیا۔

کردوں کی سرکوبی: جب ہلاکو خان ۶۵۵ھ میں بغداد کی طرف روانہ ہوا تو اس نے بیکو اور اس کی ان فوجوں کو جو رومی علاقے میں مقیم تھیں حکم دیا کہ وہ اس کے پاس پہنچ جائیں۔ بیکو نے یہ معذرت پیش کی کہ اس کے راستے میں اربیہ اور یاردقیہ کے مقام پر کردی چھاپہ مار حائل ہیں۔ لہٰذا ہلاکو خان نے اس کی سرکوبی کے لیے انہیں فوجیں بھیجیں جنہوں نے انہیں بھگا دیا۔ اس کے بعد مغل لشکر آذربائیجان پہنچا یہاں کے باشندے کردوں کے حملوں کی طرف سے بھاگ گئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور یہ فوجیں بیکو کی قیادت میں ہلاکو خان کے پاس پہنچ گئیں اور اس کے فتح بغداد (اور اس کی تباہی) میں شریک ہوئیں جس کا حال خلفائے عباسیہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے اور ہلاکو خان کے حالات میں

بھی اس کا تذکرہ ہوگا۔

بیکو کا انجام: ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب ہلاکو خاں نے بیکو کو بلوا کر بھیجا تھا تو وہ اس کے ساتھ فتح بغداد میں شریک نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس نے اس کے ساتھ غداری کی تھی۔ چنانچہ جب بغداد فتح ہو چکا تو ہلاکو خان نے اس کے پاس ایسا شخص بھیجا تھا جس نے اس کو زہر پلایا تھا اور وہ اس کی تاثیر سے مرگیا تھا۔ ہلاکو خان نے اسے خود مختاری اور نافرمانی کا ملزم قرار دیا تھا۔

بغداد کو فتح کرنے کے بعد ہلاکو ۶۵۸ھ میں شام کی طرف روانہ ہوا اور حلب کا محاصرہ کرلیا اور اس نے عزالدین کیکاؤس' رکن الدین قلیج ارسلان اور معین الدین سلیمان برنواء کو بلا بھیجا۔

سلیمان برنواء: معین الدین سلیمان برنواء کا حال یہ ہے کہ اس کا والد مہذب الدین علی دیلم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے علم حاصل کیا اور اس میں کمال پیدا کیا۔ پھر وہ علاء الدین کیقباد کے عہد حکومت میں وزیر سعد الدین متوفی کے پاس آیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ اس کا وظیفہ جاری کردے۔ وہ اچھا مقرر اور خطیب تھا وزیر مذکور نے اسے پسند کیا اور اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کردیا۔ اس کے بطن سے سلیمان پیدا ہوا جو حکومت کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔

جب سعد الدین متوفی فوت ہوا تو سلطان علاء الدین کیقباد نے مہذب الدین کو وزیر بنایا اور قلمدان وزارت اس کے سپرد کیا۔ اس کے بعد مہذب الدین بھی فوت ہوگیا اس عرصے میں اس کا فرزند مہذب الدولہ اور معین الدین کے خطابات سے سرفراز ہوا اور مختلف مراتب پر ترقی پاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ حاجب کے عہدہ پر سرفراز ہوا اسے برنواء کے نام سے پکارا جاتا ہے کیونکہ ان کی (ترکی) زبان میں برنواء حاجب کو کہتے ہیں۔ وہ رکن الدین کا مشیر خاص تھا جب وہ دونوں بھائیوں کے ساتھ ہلاکو خان کے دربار میں حاضر ہوا تو اس کی نگاہوں میں سما گیا اور اس نے رکن الدین سے یہ کہا:

''تمہارے امور سلطنت میری طرف سے صرف یہی سرانجام دیتا ہے۔''

اس کے بعد سے اس نے اس قدر ترقی کی کہ وہ روم کے تمام مشرقی علاقے کا حاکم ہوگیا۔

رکن الدین قلیج ارسلان کا تسلط: ۶۵۹ھ میں عزالدین کیکاؤس اور اس کے بھائی رکن الدین قلیج ارسلان کے درمیان سخت جھگڑا ہوا۔ اس لیے رکن الدین' سلیمان برنواء کو لے کر ہلاکو خان کے پاس پہنچا تاکہ وہ اس کے برخلاف اسے فوجی کمک مہیا کرے۔ لہٰذا ہلاکو خان نے اسے فوجی امداد مہیا کی۔ پہلی دفعہ جب اس نے اپنے بھائی سے جنگ کی تھی تو عزالدین نے اسے شکست دی تھی۔ مگر جب ہلاکو خان نے اس کو فوجی کمک مہیا کی تو عزالدین نے شکست کھائی اور وہ قسطنطنیہ بھاگ گیا اور رکن الدین اس کے تمام صوبوں کا حاکم ہوگیا۔

ترکمانوں کا حاکم: ترکمان قوم بھی بھاگ کر پہاڑوں' سرحدوں اور ساحلی علاقوں میں پناہ گزین ہوگئی تھی انہوں نے ہلاکو خان کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی آبادیوں پر بھی ایک حاکم مقرر کرے۔ چنانچہ اس نے محمد بیگ کو ان کا امیر مقرر کیا اور علی بیگ اس کا مشیر مقرر ہوا۔ علی بیگ نے محمد بیگ کو ہلاکو خان کے پاس بلوایا۔ مگر وہ اس کے پاس نہیں آیا۔ لہٰذا اس نے قلیج

ارسلان اور ان تاتاری فوجوں کو جو اس کے ساتھ تھیں' حکم دیا کہ وہ اس کے خلاف جنگ کریں۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچ گئیں۔ اس جنگ میں اسے شکست ہوئی۔ پھر اس نے سلطان رکن الدین سے پناہ طلب کی چنانچہ وہ اسے پناہ دے کر قونیہ لے آیا اور وہاں اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد علی بیگ ترکمان قوم کا امیر مقرر ہوا اور یہ حکومت اس کی اولاد میں موروثی طور پر چلتی رہی مگر تاتاری وہاں کے قریبی علاقوں پر مسلط رہے۔

کیکاؤس کی گرفتاری: جب عزالدین کیکاؤس شکست کھا کر قسطنطنیہ پہنچا تو وہاں کے بادشاہ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کے نام کا وظیفہ جاری کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کی ننھیال میں سے بعض رومی امراء بھی تھے۔ ان سب نے مل کر بغاوت کا منصوبہ باندھا اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ ان کی یہ سازش پکڑی گئی اور قسطنطنیہ کے بادشاہ نے عزالدین اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور اسے کسی قلعہ میں نظر بند کر دیا۔

کیکاؤس کی وفات: اس کے کچھ عرصہ کے بعد حاکم قسطنطنیہ اور دوشی خان بن چنگیز خان کے خاندان کے ایک حاکم منکوتمر بن طغان کے درمیان ناچاقی ہوگئی۔ منکوتمر شمالی علاقے کا حاکم تھا اس نے قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا اور اس کے گرد و نواح میں خوب تباہی مچائی۔ یہ حالت دیکھ کر عزالدین کیکاؤس قید خانے سے بھاگ کر اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اس کے پایۂ تخت سرائی چلا گیا۔ وہاں ۶۷۷ھ میں وہ فوت ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند مسعود اس کا جانشین ہوا۔ سرائی کے بادشاہ منکوتمر نے اس کی والدہ سے نکاح کرنا چاہا مگر مسعود نے اس رشتہ سے انکار کیا۔ اور وہاں سے بھاگ کر ہلاکو خان کے فرزند ابغا خان حاکم عراق کے پاس چلا گیا۔ اس نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اسے سیواس' ارزن الروم اور ارزنکان کے علاقے عطا کیے اور وہ وہاں مقیم ہوگیا۔

رکن الدین قلیج ارسلان کا قتل: معین الدین برنواہ نے رکن الدین قلیج ارسلان کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا اور اس پر غالب آیا ہوا تھا رکن الدین اس کی ان مطلق العنانی حرکات کی وجہ سے ناراض تھا۔ دونوں میں کشیدگی بہت بڑھ گئی تھی۔ جب برنواہ کو یہ اطلاع ملی کہ عزالدین کیکاؤس قسطنطنیہ میں نظر بند ہے تو اس نے رکن الدین کو قتل کرنے کی سازش کو مکمل کیا اور پوشیدہ طور پر اچانک اسے قتل کر دیا اور اس کے بجائے اس کے نوعمر لڑکے غیاث الدین کیخسرو ثانی کو اپنی زیر نگرانی تخت نشین کیا۔ یوں وہ تمام ایشیائی رومی علاقے کی سلطنت کا مالک بن بیٹھا اور اس کی حکومت کے تمام حکام درست ہوگئے۔

ملک ظاہر سے تاتاریوں کی جنگ: ہلاکو خان نے ۶۵۸ھ میں شام پر بار بار حملے کیے۔ اسی طرح اس کا فرزند ابغا خان بھی حملے کرتا رہا۔ مصر و شام کا حاکم الملک الظاہر اس کی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا اور اکثر ان کے شہروں میں گھس جاتا تھا۔ چنانچہ ۶۷۵ھ میں وہ رومی علاقے میں گھس گیا۔ وہاں اس وقت ایک تاتاری حاکم طنا حکومت کرتا تھا۔ لہٰذا شاہ الظاہر کے مقابلے کے لیے ہلاکو خان کے فرزند اباقا خان نے دو تاتاری سپہ سالاروں کی قیادت میں فوجیں بھیجیں جن کے نام کداون اور زتو تھے۔ مغل فوجیں شام کی طرف بڑھیں اور شاہ الظاہر مصر سے ان کے مقابلے کے لیے آیا۔ کمہ ہراول فوجوں کا سپہ سالار سنقر الاسقر تھا۔ چنانچہ اس کے اگلے حصے کی فوجوں کی مڈبھیڑ مغل فوجوں سے کوکصو کے

مقام پر ہوئی۔

تاتاریوں کو شکست: اس جنگ میں تاتاریوں کو شکست ہوئی۔ شاہ ظاہر نے ان کا تعاقب کیا اور فریقین میں دوبارہ ایلیش کے مقام پر جنگ ہوئی اور تاتاریوں نے دوبارہ شکست کھائی اور شاہ الظاہر قیساریہ کے مقام پر ان کا قتل عام کرتا رہا اور جنگی قیدی بناتا رہا۔ اس کے بعد اس نے قیساریہ کو فتح کر لیا۔ وہاں وہ برنواء کی آمد کا انتظار کرتا رہا۔ کیونکہ اس نے پوشیدہ طور پر شاہ الظاہر کو دعوت جنگ دی تھی اور اسے مغلوں کے علاقے پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

برنواء کی سلطنت کا خاتمہ: جب مغلوں کے حاکم اباقاخان کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ مغلوں کا بہت بڑا لشکر لے کر قیساریہ پہنچا اس وقت تک شاہ الظاہر اپنے ملک واپس چلا گیا تھا۔ تاہم اس نے اپنی قوم کے سپاہیوں کی لاشوں سے میدان بھرے ہوئے دیکھے۔ اس وقت اسے برنواء کی سازش کا پتہ چلا گیا کہ اسی نے ملک الظاہر کو اس جنگ کے لیے آمادہ کیا تھا۔ کیونکہ اس نے اس کے رومی علاقے کے کسی باشندہ کی لاش نہیں دیکھی۔ یہ حالت دیکھ کر وہ برنواء پر بہت ناراض ہوا اور اسے گرفتار کر کے لے گیا اور اس کے تمام ملک پر خود قبضہ کر لیا۔

تاتاری شہزادہ کا قتل: ہلاکو خان کا ایک فرزند قنطغر طاس ایشیائی روم میں اس کے بادشاہ غیاث الدین کیخسرو کے ساتھ رہتا تھا اور وہاں اباقاخان کے عہد سے وہاں کی مغل فوج کا سپہ سالار تھا۔ جب اباقاخان کے بعد ہلاکو خان کا دوسرا فرزند احمد تکودار حاکم ہوا تو اس نے وہاں سے اپنے بھائی قنطغر طاس کو بلوایا۔ مگر اس نے وہاں جانے سے پس و پیش کیا۔ کیونکہ اسے اپنی جان کا اندیشہ تھا مگر غیاث الدین نے اسے آمادہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کے حکم کی تعمیل کرے۔ چنانچہ وہ خود بھی اس کے ساتھ وہاں گیا جب وہ وہاں پہنچا تو تکودار نے اپنے بھائی قنطغر طاس کو مار ڈالا۔

سلطنت قونیہ کا خاتمہ: مغلوں نے غیاث الدین پر یہ الزام لگایا کہ اسے تکودار کے خیالات کا علم تھا اور وہ قصداً اسے وہاں لایا۔ چنانچہ جب تکودار کے بعد ارغوان خان بن اباقاخان بادشاہ ہوا تو اس نے غیاث الدین کیخسرو کو ایشیائی روم (موجودہ ترکی) کے علاقے سے معزول کر دیا اور اسے ارزنکان میں مقید کر دیا اور اس کے بجائے روم کے قلعوں پر اولاکو خان کو ۶۸۲ھ میں مقرر کیا اور غیاث الدین کیخسرو کے چچا زاد بھائی مسعود بن کیکاؤس کو ۶۸۱ھ میں رومی علاقے کا حاکم مقرر کیا مگر اس کی سلطنت کو جلد زوال آ گیا اور قونیہ کی سلطنت مغل اور تاتاریوں کے ہاتھ میں آ گئی پھر ان کی حکومت بھی ناکام ہوئی اور ان کی سلطنت کو زوال بھی آ گیا۔ البتہ میواس میں مرداش بن جوبان کے غلام ارشا کے فرزندوں کی حکومت کچھ عرصہ تک قائم رہی۔ اس کے بعد یہ پورا ملک ترکمانوں کے قبضے میں آ گیا اور وہ اس کے حاکم ہو گئے۔

شجرہ سلاطین قونیہ

غیاث الدین کیخسرو

بن

قلیج ارسلان

بن

غیاث الدین کیخسرو

بن

کیقباد

بن

غیاث الدین کیخسرو

بن

قلیج ارسلان

بن

مسعود

بن

قلیج ارسلان بن سلیمان بن قطلمش بن اسرائیل بن سلجوق

باب : سوم

سلجوقی سلاطین خلاط وارمینیہ

آذربائیجان کے علاقہ مزید کا حاکم اسماعیل بن یاقوتی بن داؤد تھا (داؤد جو الپ ارسلان الپ ارسلان وطغرل بیگ کا بھائی تھا) اسماعیل کا لقب قطب الدولہ تھا۔ اس کا ایک ترکی آزاد کردہ غلام تھا جس کا نام سکمان یا سقمان دونوں طریقوں سے لیا جاتا ہے وہ قطب الدولہ کی نسبت سے سکمان القطبی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ وہ بہت بہادر تھا اور اپنے احکام میں انصاف پسند تھا۔

دیار بکر کی تسخیر: خلاط اور ارمینیہ کے علاقے دیار بکر کے حکام بنو مروان کے ماتحت تھے انہوں نے اپنی سلطنت کے آخری زمانے میں رعایا کے ساتھ بہت ظلم وستم شروع کر دیا تھا اور شہر کے باشندے ان سے ناراض ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے سکمان سے خط وکتابت کی اور اسے بلوایا تاکہ وہ ان پر حکومت کرے چنانچہ وہ ۵۰۲ھ میں فوج لے کر دیار بکر کے شہر میافارقین پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کے لوگوں نے پناہ کی درخواست کی اور وہ وہاں کا حاکم بن گیا۔

پھر سلطان محمد شاہ بن ملک شاہ نے موصل کے حاکم مودود بن زید بن صدقہ کو حکم دیا کہ وہ فرنگی فوجوں کا مقابلہ کرے اور ان کے قبضے سے اسلامی علاقے نکال لے اس نے سرحد کے حکام کو اس کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کا حکم دیا چنانچہ ہمدان کا حاکم برسبق اور مراغہ کا حاکم احمد بیگ اور اربل کا حاکم ابوالہیجاء ماردین کا حاکم ابوالغازی اور دیار بکر کے حاکم سقمان القطبی بھی ان کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے انہوں نے دشمن کے متعدد قلعے فتح کیے۔ انہوں نے رُہا کا محاصرہ کیا جس کو وہ فتح نہ کر سکے اور یہی حال تل ناشر کا رہا۔

سکمان کی وفات: اس عرصے میں حلب کے حاکم رضوان بن تتش نے انہیں بلوایا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو اس نے ان سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ اتنے میں سکمان قطبی وہیں بیمار ہو گیا۔ لہٰذا وہ وہاں سے واپس ہو گیا۔ مگر راستے میں بالس کے مقام پر فوت ہو گیا اور تمام ملکوں کی فوجیں الگ الگ ہو گئیں۔

ظہیر الدین ابراہیم کا عہد حکومت: اس کی وفات کے بعد اس کا فرزند ظہیر الدین ابراہیم خلاط وارمینیہ کا حاکم ہوا وہ اپنے باپ کے طریقے پر چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ۵۲۱ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی احمد بن سکمان دس مہینے تک حکمران رہا۔

شاہ ارمن کی حکومت: جب وہ بھی فوت ہو گیا تو ارکان سلطنت نے ارمینیہ اور خلاط کا حکمران اس کے بھتیجے شاہ ارمن

...مان بن ابراہیم بن سکمان کو مقرر کیا جو نو عمر لڑکا تھا۔ پس پر اس کی دادی والدۂ ابراہیم حاوی اور غالب تھی اس کی دادی نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ارکان سلطنت نے اس کی دادی کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد شاہ ارمن سکمان بن ابراہیم خود مختار حاکم ۵۲۸ھ میں ہو گیا۔

کرج قوم کو شکست: کرج قوم کے ساتھ اس کے بہت معرکے رہے کیونکہ اس سے پہلے وہ ۵۰۶ھ میں اران کے علاقہ کے شہرانی کو لوٹ چکے تھے۔ وہ ان کے مقابلے کے لیے لشکر لے کر پہنچا تو انہوں نے اسے شکست دی اور اسے بہت نقصان پہنچایا۔

اس کے نکاح میں ارزن الروم کے حاکم طلیق بن علی کی ہمشیرہ تھی۔ طلیق بن علی کے ساتھ بھی کرج قوم کی جنگ ہوئی جس میں طلیق کو شکست ہوئی اور وہ جنگی قیدی بنالیا گیا۔ شاہ ارمن نے کرج کے بادشاہ کے پاس فدیہ بھیج کر طلیق کو چھڑایا اور اسے اس کے ملک ارزن الروم بھیج دیا۔

اس کے بعد صلاح الدین بن ایوب مصر و شام کا حاکم ہو گیا اور اس کی سلطنت وسیع ہو گئی تو مظفر الدین کوکبری نے اس سے خط و کتابت کی اور اسے الجزیرہ کو فتح کرنے پر آمادہ کیا اور پچاس ہزار دینار کا وعدہ بھی کیا۔

صلاح الدین کا محاصرہ: چنانچہ غازی صلاح الدین فوج لے کر سنجار پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ مقام موصل کے راستوں کا سنگم تھا اس زمانے میں موصل کا حاکم عز الدین مودود بن زنگی تھا۔ اس نے خلاط کے حاکم شاہ ارمن سے فوجی کمک طلب کی لہٰذا شاہ ارمن نے اپنے آزاد کردہ غلام بکتمر کو غازی صلاح الدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ حاکم موصل سے (جنگ نہ کرنے کے بارے میں) سفارش کرے۔ چنانچہ وہ غازی صلاح الدین کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ وہ سنجار کا محاصرہ کیے ہوئے تھے مگر غازی صلاح الدین نے اس کی سفارش قبول نہیں کی اور وہ ناراض ہو کر لوٹ آیا۔

فتح سنجار: اب شاہ ارمن غازی صلاح الدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس نے قطب الدین نجم الدین کو ماردین کے حاکم کے پاس بھیجا جو ان کا بھتیجا اور عز الدین کا ماموں زاد بھائی تھا۔ ان کے ساتھ دولت شاہ بن طغرک شاہ بن قلیج ارسلان بھی حاضر ہوا۔ وہ ۵۷۸ھ میں اس وقت روانہ ہوا جبکہ غازی صلاح الدین نے سنجار کو فتح کر لیا تھا اور فوجیں منتشر ہو گئی تھیں۔ جب اسے ان کے روانہ ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے حماۃ سے تقی الدین کو بلوایا وہ وہاں جلد پہنچا اور راس عین کی طرف کوچ کیا۔ مگر اس وقت ان کی فوجیں منتشر ہو چکی تھیں۔ اس لیے غازی صلاح الدین ماردین کی طرف روانہ ہو گئے اور اس کے علاقہ کو تباہ کرنے کے بعد لوٹ آئے۔

فتح حران: غازی صلاح الدین سال کے آخر میں موصل کی طرف روانہ ہوئے اور الجزیرہ میں سے گذرتے ہوئے حران پہنچے۔ وہاں ان کی ملاقات مظفر الدین کوکبری بن زین الدین سے ہوئی اس نے پچاس ہزار دینار دینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ اس نے پورا نہیں کیا اس لیے انہوں نے اس سے حران اور رہا کا علاقہ چھین لیا۔ کچھ عرصے کے بعد اسے رہا کر دیا گیا کیونکہ اس کی خط و کتابت کے مطابق عمل کیا گیا تھا۔ انہوں نے اسے اس کا شہر بھی لوٹا دیا اور حران سے روانہ ہو گئے۔

صلح کی گفت وشنید: اس کے بعد قلعہ اور دارا کی فوجیں ان کے پاس حاضر ہوئیں اور الجزیرہ کا حاکم سنجر شاہ بھی جو عز الدین مودود کا بھتیجا تھا ان کے پاس آیا۔ اس نے اپنے چچا کی اطاعت چھوڑ کر غازی صلاح الدین کی حمایت کرنے کا اعلان کیا اور ان کے ساتھ موصل کی طرف روانہ ہوا۔ جب غازی صلاح الدین بلد کے شہر کے پاس پہنچے تو عز الدین نے اپنے چچازاد بھائی نور الدین محمود اور اپنے ارکان سلطنت کی ایک جماعت کو صلح کی گفت وشنید کرنے کے لیے بھیجا۔ سلطان صلاح الدین نے اس وفد کا احترام کیا اور اپنے ارکان سلطنت سے صلح کے بارے میں مشورہ کیا۔ ہکاریہ کے سردار علی بن احمد المشطوب نے صلح نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے مصالحتی وفد کو لوٹا دیا اور (صلح نہ کرنے کی) معذرت پیش کی۔ اس کے بعد وہ (جنگ کرنے کے لیے) روانہ ہوئے اور موصل سے دو فرسخ پہلے پڑاؤ کیا۔ اہل موصل نے سخت مقابلہ کیا اور وہ ناقابل تسخیر ثابت ہوئے۔ ایسی حالت میں سلطان صلاح الدین کو اس بات پر سخت ندامت ہوئی کہ اس نے مصالحت کیوں نہیں قبول کی اور اس سلسلے میں اس نے علی المشطوب اور اس کے ساتھیوں کو مورد الزام گردانا۔

قاضی الفاضل البیانی نے مصر سے انہیں اس طرح مخاطب کیا کہ انہیں اس کی وجہ سے معزول کر دیا۔

قلعہ کا محاصرہ: اربل کے حاکم زین الدین یوسف اور اس کے بھائی مظفر الدین کو کبری آئے تو سلطان نے ان کا استقبال کیا اور انہیں مشرقی سمت کی فوجوں کے ساتھ ٹھہرایا۔ انہوں نے علی بن احمد المشطوب الہکاری کو ہکاریہ قوم کے علاقہ کے قلعہ الجزیرہ کی طرف بھیجا چنانچہ اس نے جا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ کرد قوم کے لوگ اس کے مقابلہ کے لیے آئے مگر وہ اس قلعہ کا محاصرہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سلطان صلاح الدین موصل سے لوٹ کر آ گئے وہ کچھ عرصہ تک اس محاصرہ میں شریک رہے۔

عز الدین کو یہ اطلاع ملی کہ ان کا نائب ان سے خط وکتابت کر رہا ہے تو اس نے اسے وہاں جانے سے منع کیا۔ وہ مجاہد الدین کی رائے کی پیروی کر رہا تھا۔ اس نے اس کو صلح کرنے کے لیے بھیجا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس نے کوشش کی۔ پھر سلطان صلاح الدین میافارقین پہنچ گئے۔

مکتمر کی حکومت: خلاط کا حاکم شاہ ارمن سکمان بن ابراہیم ۵۷۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام مکتمر میافارقین میں تھا۔ لہٰذا وہ جلد اپنے ساتھ دیگر ارکان سلطنت کو لے کر پایۂ تخت پہنچا اور خاندان سکمان کے تخت پر بیٹھ گیا اس نے میافارقین کا حاکم اسد الدین برتقش کو مقرر کیا جو شاہ ارمن کا آزاد کردہ غلام تھا۔

آذربائیجان و ہمدان کے حاکم بہلوان ابن ایلدکر نے اپنی بیٹی کا نکاح شاہ ارمن سے اس مقصد کے لیے کیا تھا کہ وہ خلاط کا حاکم بننا چاہتا تھا جب شاہ ارمن فوت ہو گیا تو وہ لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ اہل خلاط نے سلطان صلاح الدین بن ایوب سے خط وکتابت کی اور انہوں نے ان دونوں کی فوجوں کو لڑا کر اپنی مدافعت کی کوشش کی۔

صلاح الدین کا محاصرہ: صلاح الدین فوج لے کر خلاط کے لیے روانہ ہوئے ان کے اگلے حصے کی فوج کے سپہ سالار ناصر الدین محمد بن شیرکوہ اور مظفر الدین بن زین الدین وغیرہ تھے یہ تمام فوجیں خلاط کے قریب آ کر ٹھہریں۔

سلطان صلاح الدین اور شمس الدین البهلوان دونوں کی طرف سے قاصد اہل خلاط کے پاس آمد و رفت کرتے رہے اور اہل خلاط دونوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ انہیں یہ خبر ملی کہ یہاں کا حاکم قطب الدین فوت ہوگیا ہے اور برتقش نے اس کے صغیر سن فرزند کو حاکم برائے نام مقرر کیا ہے۔ مگر دراصل وہ خود مختار حاکم ہے لہٰذا سلطان صلاح الدین وہاں پہنچے اور خلاط کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو انہوں نے مکتمر کو خلاط کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے طویل مدت تک حکومت کی۔ تاہم اس کی سلطان صلاح الدین سے جنگیں ہوتی رہیں۔ جب سلطان صلاح الدین کی ۵۸۹ھ میں وفات ہوئی تو اس نے خوشی کا اظہار کیا اور اپنا نام عبدالعزیز اور لقب سیف الدین رکھا۔ اس کے بعد ہی وہ فوت ہوگیا۔

مکتمر کا قتل: مکتمر نے اپنی حکومت کے آغاز میں شاہ ارمن کے ایک آزاد کردہ غلام اقسنقر کو اپنا مقرب خاص بنالیا تھا اور اسے ہزار دیناری کا خطاب دے کر اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا تھا اور اسے اپنا نائب بنالیا تھا۔ وہ کچھ عرصہ تک اس عہدہ پر قائم رہا۔ پھر اس کی مکتمر سے ناچاقی ہوگئی اور وہ موقع کا منتظر رہا۔ چنانچہ جب صلاح الدین وفات پاگئے تو مکتمر میافارقین سے روانہ ہوا۔ اس صورت میں اس نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ سلطان صلاح الدین کی وفات کے دو مہینے کے بعد ہوا مکتمر نے دس سال تک حکومت کی تھی۔

اقسنقر کی حکومت: اقسنقر اس کے بعد خلاط اور ارمینیہ کا خود مختار حاکم بن گیا اور اس نے مکتمر کے فرزند اور اس کی والدہ کو کسی قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ اقسنقر نے خلاط اور ارمینیہ پر پانچ سال حکومت کی اس کے بعد وہ ۵۹۴ھ میں فوت ہوگیا اس کے بعد قطلغ ارمنی ملک کا حاکم بن گیا مگر خلاط کے باشندے اس سے خوش نہیں تھے اس لیے سات دن کے بعد انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔

محمد بن مکتمر: انہوں نے محمد بن مکتمر کو قید خانے سے نکال کر اسے اپنا حکمران مقرر کیا اور اس کا لقب الملک المنصور رکھا۔ سلطنت کا نگران شاہ ارمن کے دوار شجاع الدین قطلغ الیحاتی مقرر ہوا اور وہ خود مختاری کے ساتھ ۶۰۳ھ تک حکومت کرتا رہا۔ پھر دوادار کو گرفتار کر کے قید کر لیا گیا۔

محمد بن مکتمر نیک خصلت تھا مگر کسی وجہ سے فوج اور عوام اس سے ناراض ہوگئے۔ اس کے علاوہ وہ دوادار کی معزولی کے بعد وہ عیش و عشرت کا دلدادہ ہوگیا تھا۔ اس لیے خلاط کے باشندوں اور فوج نے اپنے سربراہ شاہ ارمن کے غلام بلبان کی سرکردگی میں اس کے خلاف سازش کی اور انہوں نے شاہ ارمن کے بھانجے ارتق بن ابو الغازی بن البی نجم ماردین سے خط و کتابت کی اور اسے حکومت کرنے کی دعوت دی۔ اس کے بعد بلبان نے بغاوت کا اعلان کیا اور ملاز کرد کے مقام پر چلا گیا اور وہاں اس کی فوج جمع ہونے لگی۔

بلبان کی بغاوت: جب بلبان نے ملاز کرد کے شہر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا اور فوج جمع کر لی تو وہ لشکر لے کر خلاط کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اتنے میں ارتق بن ابی الغازی حاکم ماردین بھی وعدہ کے مطابق وہاں پہنچ گیا اور خلاط

کے قریب مقیم ہوا۔ بلبان نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ چونکہ فوج اور رعایا نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں تمہارے ساتھ مل کر سازش کر رہا ہوں۔ اس لیے تم واپس چلے جاؤ جب شہر پر قبضہ ہو جائے گا تو میں شہر تمہارے حوالے کر دوں گا۔

ارتق بن ابی الغازی نے اس پیغام کے بعد تھوڑی دیر توقف کیا پھر وہ ماردین واپس چلا گیا۔

جزیرہ اور حران کے حاکم اشرف موسیٰ بن العادل ابن ایوب نے جب یہ سنا کہ ارتق خلاط کی طرف روانہ ہو گیا ہے تو اس نے خود اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اسے اندیشہ تھا کہ اس طرح اس کی طاقت بڑھ جائے گی لہٰذا وہ ماردین کی طرف گیا اور وہاں پوشیدہ طور پر رہا اور دیار بکر کو تباہ کیا اور پھر حران واپس آ گیا۔

بلبان کا تسلط: ادھر بلبان نے فوج جمع کر کے خلاط کا محاصرہ کر لیا محمد بن بکتمر اپنی باقی ماندہ فوج کو لے کر مقابلے کے لیے نکلا اس جنگ میں بلبان کو شکست ہوئی اور وہ اپنے مقبوضہ علاقے ملاز کرد اور ارمیش وغیرہ کی طرف واپس آ گیا پھر اس نے تازہ دم فوج اکٹھی کی اور دوبارہ خلاط پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور اہل شہر کو بہت تنگ کیا اس حالت میں بھی ابن بکتمر اپنے عیش و عشرت میں مصروف رہا جب اہل شہر محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے تو انہوں نے اپنے حاکم کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے گرفتار کر کے بلبان کے حوالے کر دیا۔

بلبان نے شہر میں داخل ہو کر تمام ملک پر قبضہ کر لیا اور محمد بن بکتمر کو وہاں کے ایک قلعہ میں بند کر دیا اور یہاں کا خود مختار حاکم ہو گیا۔

ایوبی حکومت سے مقابلہ: ادھر اوحد نجم الدین ایوب ابن العادل نے ایوب کو اس کے والد نے میافارقین سے لے کر خلاط تک کے علاقے کا حاکم بنا دیا تھا۔ اس کا تقرر ۶۰۲ھ میں ہوا تھا۔ اس نے شہر موش کا محاصرہ کرنے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے قریبی علاقے کو بھی فتح کر لیا۔ بلبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکا پھر وہ خلاط بھی پہنچ گیا یہاں پر بلبان نے اس کا جم کر مقابلہ کیا اور اوحد نجم الدین ایوب کو شکست دے دی۔ لہٰذا وہ میافارقین واپس آ گیا۔

دوبارہ جنگ: اس کے بعد نجم الدین ایوب نے مزید فوجیں اکٹھی کیں اور اپنے والد الملک العادل سے بھی فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے بھی اپنی فوجیں بھیج دیں۔ چنانچہ اب وہ وسیع فوج لے کر دوبارہ خلاط پہنچ گیا۔ بلبان دوبارہ اس کے مقابلہ کے لیے فوج لے کر آیا مگر اس دفعہ اوحد نجم الدین ایوب نے اسے شکست دی اور خلاط کے شہر کے اندر محصور کر دیا۔ اس کے بعد بلبان نے طغرک سے فوجی کمک طلب کی اور جب وہ کمک پہنچی تو ان دونوں فوجوں کے سامنے اوحد کی فوجیں ٹھہر نہیں سکیں اور انہیں شکست ہو گئی۔

بلبان کا قتل: پھر بلبان طغرک کے ساتھ مراش کے مقام کی طرف روانہ ہوا اور ان دونوں نے مل کر اس مقام کا محاصرہ کیا۔ مگر یہاں طغرک نے اس کے ساتھ غداری کر کے اسے قتل کر دیا۔

پھر طغرک خلاط کو فتح کرنے کے لیے وہاں پہنچا۔ مگر خلاط کے باشندوں نے اسے ناکام بنا دیا۔ پھر وہ ملاز کرد گیا وہاں بھی اسے ناکامی ہوئی۔ اسی طرح ارزن کے مقام سے بھی وہ ناکام لوٹا۔

خلاط میں اوحد نجم الدین کی حکومت: کچھ عرصے بعد خلاط کے باشندوں نے اوحد نجم الدین کی اطاعت قبول کر لی اور اس نے وہاں پہنچ کر تمام ملک پر قبضہ کر لیا اس نے کرج قوم پر بھی فوج کشی کی اور اس کے جواب میں انہوں نے خلاط پر غارت گری کی اور اس کے گردونواح میں تباہی مچائی مگر اوحد خلاط میں مقیم رہا اور اس تباہی کے باوجود وہ وہاں سے باہر نہیں نکلا۔ اس لیے قلعہ روم کے ایک فوجی دستہ نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور انہوں نے ارجیش کے شہر پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور تمام باغی اور مفسد جماعت وہاں جمع ہو گئی۔

یہ حالت دیکھ کر نجم الدین ایوب نے اپنے والد الملک العادل سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے اپنے دوسرے فرزند اشرف موسیٰ کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے قلعہ روم کا محاصرہ کیا۔ آخر کار وہاں کے فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد اشرف اپنے علاقہ حران و رہا کی طرف واپس چلا گیا۔

اہل خلاط کی بغاوت: نجم الدین بھی خلاط چلا گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ملاز کرد کے حالات معلوم کرنے کے لیے وہاں گیا تو اہل خلاط نے اس کی فوج کے خلاف بغاوت کی اور انہیں نکال دیا۔ پھر انہوں نے نجم الدین کے ساتھیوں کو قلعہ میں محصور کر دیا اور شاہ ارمن اور اس کی قوم کی حمایت میں نعرے لگائے۔

سلجوقی سلطنت خلاط کا خاتمہ: اوحد نجم الدین یہ حالت دیکھ کر واپس چلا گیا اور الجزیرہ کی فوج لے کر اس نے خلاط کا محاصرہ کیا پھر اہل خلاط میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ اس لیے وہ زبردستی وہاں داخل ہو گیا اور وہاں قتل عام کیا پھر اس شہر کے سرداروں کی ایک جماعت کو میا فارقین کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اس قدر تشدد اور قتل عام کے بعد اہل خلاط مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ آخر کار اس "خاندان غلاماں" یعنی خاندان سکمان کی سلطنت کے آثار مٹ گئے۔

اس سے پہلے اسی خاندان کے حکام مقرر ہوتے تھے اور معزول بھی ہوتے تھے۔ مگر اب خاندان سکمان کا خلاط سے خاتمہ ہو گیا اور ایوبی خاندان کی یہاں حکومت قائم ہو گئی۔

شجرہ سلاطین خلاط

خلاط اور ارمینیہ کی سلجوقی حکومت کا شجرہ یہ ہے:

عز الدین بن بلبان مولیٰ شاہ ارمن بن ابراہیم بن سکمان القطبی مولیٰ قطب الدین اسماعیل بن یاقوتی بن داؤد بن میکال۔

باب چہارم
صلیبی جنگیں

یہ فرنگی قوم (اہل یورپ) ایفات بن کومر بن یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔ مقالبہ، خزر اور ترک بھی اسی نسل سے ہیں۔ ہروشوش کا قول ہے کہ وہ ماین غومر کے زمانہ سے ہیں۔ ان کا وطن بحیرۂ روم کے شمال میں مغرب اور شمال میں ہے جب روم اور یونان کی سلطنتیں طاقتور تھیں تو یہ لوگ ان کے باتحت تھے۔ مگر جب ان سلطنتوں کو زوال آیا اور یہ فرنگی ممالک خود مختار ہو گئے اور ان کی جداگانہ سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ مثلاً اندلس میں قوط (گاتھ) کی سلطنت قائم ہوئی اور اس کے بعد جلالقہ کی سلطنت قائم ہوئی۔ جرمن خاندان کے لوگ جزیرۂ انگلستان سے لے کر بحر غربی شمالی (بحر اٹلانٹک) تک اور اس کے آس پاس کے ممالک پر حکومت کرنے لگے انہی میں سے فرانس کے سلاطین ہیں جو معرب ہو کر فرنج یا فرنگی کہلاتے ہیں۔ ان کا ملک بحر روم کے مغرب سے لے کر جزیرہ نمائے اندلس کے اس سلسلہ کوہ تک پھیلا ہوا ہے جو اندلس کے مشرقی حصہ کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ سلسلہ کوہستانی السروت (پیرنیز) کہلاتا ہے۔

فرانس کی سلطنت: فرنگی ممالک میں فرانس کی سلطنت سب سے بڑی ہے۔ رومی سلطنت کے زوال کے بعد آغاز اسلام میں یہ سلطنت طاقتور ہوتی گئی اور یہ مشرق کی طرف پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ پانچویں صدی کے آخر میں یہ بحیرہ روم کے جزائر پر قابض ہو گئی اس زمانے میں اس ملک کا بادشاہ بردویل تھا۔ اس نے اپنے حکام صقلیہ (جزیرۂ سسلی) کی طرف بھیجے چنانچہ انہوں نے یہ جزیرہ (سسلی) ۴۸۰ھ میں مسلمانوں سے چھین لیا۔ پھر وہ بحر روم کے پرے افریقیہ، شام اور بیت المقدس کو فتح کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے اور ان علاقوں کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے۔

صلیبیوں کی آمد کی وجوہات: کہا جاتا ہے کہ جب مشرق میں سلجوقی حکومت طاقتور ہوئی اور انہوں نے فاطمی سلطنت سے شام کا علاقہ چھین لیا اور مصر کا بھی محاصرہ کر لیا تو فاطمی سلاطین نے فرنگی فاتحوں کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اس سلسلے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فاطمی سلطان المستنصر نے فرنگیوں کے ساتھ سازش کی اور انہیں آمد و رفت کی سہولتیں فراہم کیں تاکہ وہ سلجوقی حکمرانوں کو مصر کی طرف آنے سے روک سکیں۔

فرنگی حکام اور ان کی نوجوان نے آگے بڑھنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور وہ خشکی کے راستے قسطنطنیہ آئے۔ رومی بادشاہ نے انہیں اس شرط پر اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت دی کہ وہ انطاکیہ کو فتح کرنے کے بعد اس کے حوالے کر دیں۔ کیونکہ انطاکیہ کو مسلمانوں نے ان کے غلاموں سے چھینا تھا۔ فرنگیوں نے یہ شرط تسلیم کر لی اس کے بعد شہنشاہ روم نے اپنی خلیج سے انہیں گزرنے کی تمام سہولتیں فراہم کیں اور وہ ۴۹۰ھ میں کثیر فوجی ساز و سامان اور ایک لشکر جرار کو لے کر سمندر

عبور کرنے کے بعد وہ قلیج ارسلان کے علاقے میں پہنچ گئے۔

صلیبیوں کی یلغار: قلیج ارسلان نے ان کا مقابلہ کیا مگر ان کی کثیر تعداد کے مقابلے میں شکست کھا کر بھاگ گیا۔ پھر وہ انطاکیہ پہنچے یہاں کا حاکم ایک سلجوقی سردار باغیسیان تھا۔ انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ سخت ہو گیا تو بعض محافظ فوجی دستوں نے غداری کی اور ان کی غداری کی بدولت فرنگیوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ باغیسیان بھاگ گیا مگر وہ مارا گیا اور اس کا سر ان کے پاس لایا گیا۔ ان جنگوں میں یورپ کے پانچ بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ شریک تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: (۱) بردویل (۲) صنجیل (۳) کبریری (۴) القمص (۵) اسمند۔ آخری بادشاہ اسمند فرنگیوں کے اگلے حصے کا سپہ سالار تھا۔ اس لیے انطاکیہ کی حکومت اس کے حوالے کر دی گئی۔

مسلمانوں کا مجاہدانہ مقابلہ: جب مسلمانوں کو فرنگیوں کی فتح کی خبر ملی تو مشرق و مغرب سے تمام فوجیں ان کے مقابلہ کے لیے جمع ہونے لگیں۔ اس مقصد کے لیے موصل کے حاکم قوام الدولہ کربوقا نے شام کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور انہیں لے کر دمشق روانہ ہوا۔ وہاں دقاق بن تتش طغتکین اتابک حاکم حمص جناح الدولہ ارسلان صاحب سنجر اور سکمان ارتق وغیرہ مسلمان حکام اس جہاد میں شامل ہوئے۔ ان سب نے انطاکیہ کی طرف کوچ کیا اور وہ تیرہ دن تک اس کا محاصرہ کرتے رہے۔ جب فرنگیوں پر محاصرہ سخت ہو گیا تو وہ بہت گھبرا گئے کیونکہ مسلمانوں کی فوجیں اچانک وہاں پہنچ گئی تھیں اور وہ مقابلہ کے لیے تیار نہیں تھے انہوں نے بحفاظت نکل جانے کی درخواست کی مگر مسلم لشکر نے ان کی یہ درخواست منظور نہیں کی۔ اس کے بعد خود مسلمانوں کی فوجوں میں انتشار پیدا ہو گیا اور سپہ سالار اعلیٰ کربوقا نے مسلمان فوجیوں کے ساتھ بدسلوکی کی نیز مسلمان سپہ سالاروں کو اپنی کثرت کا غرور بھی ہو گیا تھا اس وجہ سے جب دوبارہ فرنگی فوجیں مقابلہ کے لیے نکلیں اور انہوں نے بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا تو مسلمان فوجیں پسپا ہو گئیں اور جنگ کیے بغیر واپس چلی گئیں (فرنگی فوجوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور) وہ اسے کوئی جنگی چال سمجھیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں کا تعاقب نہیں کیا اس جنگ میں ہزاروں مسلمان شہید ہو گئے۔

صلیب پرستوں کا بیت المقدس پر قبضہ

جب فرنگیوں نے اس طرح مسلمانوں کو شکست دی تو ان میں آگے بڑھنے اور دوسرے شہروں کو فتح کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے پیش قدمی کر کے معرۃ النعمان کا محاصرہ کر لیا۔ اس کی فصیلوں کے اندر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ شہر کے باشندے بہت گھبرا گئے اور وہ فصیلوں کو چھوڑ کر گھروں کے اندر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ لہٰذا فرنگیوں نے شہر کو فتح کر لیا اور شہر کے اندر داخل ہو کر انہوں نے تین دن تک قتل عام کیا اور چالیس دن تک مقیم رہے اس کے بعد وہ عرقہ کی طرف کوچ کر گئے۔ وہاں پہنچ کر عرقہ کا انہوں نے چار مہینے تک محاصرہ کیا مگر وہ اسے فتح نہ کر سکے۔ آخر کار ابن منقذ نے ان سے صلح کر کے ان سے پیچھا چھڑایا۔ وہاں سے وہ حمص پہنچے اور اس کا محاصرہ کیا۔ جناح الدولہ نے بھی ان سے صلح کر لی۔ پھر وہ عکا پہنچے۔ اسے بھی وہ فتح نہ کر سکے۔

بیت المقدس کی سابق حکومت: بیت المقدس کو سلجوقیوں نے فتح کر لیا تھا اور وہ تاج الدولہ تتش کے قبضہ میں تھا۔ یہ علاقہ اس نے ایک ترکمانی سردار سکمان بن ارتق کو دے دیا تھا مگر جب انطاکیہ کی جنگ ہوئی تو اہل مصر نے اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ مصر کی فاطمی حکومت کا سپہ سالار افضل بن بدر الجمالی فوج لے کر بیت المقدس روانہ ہوا۔ وہاں ارتق کے دونوں فرزند سکمان اور ابوالغازی اور ان کا چچا زاد بھائی سوع اور بھتیجا یاقوتی موجود تھے۔ فاطمی حکومت کے لشکر نے اس شہر کا چالیس دن سے زیادہ محاصرہ کیا۔ انہوں نے اس کی فصیل پر چالیس سے زیادہ (قلعہ شکن) منجنیقیں نصب کر دی تھیں آخر کار انہوں نے پناہ دے کر ۴۹۱ھ میں بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔

فاطمیوں کا تسلط: فاطمی سپہ سالار افضل نے سلجوقی سرداروں یعنی سکمان وابو الغازی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور انہیں دمشق بھجوا دیا۔ پھر انہوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور سکمان رہا چلا گیا اور ابوالغازی عراق چلا گیا۔

افضل نے اپنا قائم مقام افتخار الدولہ کو بنایا جو دمشق میں تھا۔

فرنگی فوجیں جب عکا کے محاصرہ میں ناکام رہیں تو انہوں نے بیت المقدس کا قصد کیا انہوں نے چالیس دن تک اس کا محاصرہ کیا اور شہر کے چاروں طرف فوجی دستے متعین کر دیئے تھے آخر کار شمالی سمت سے داخل ہو کر اسی سال کے ماہ شعبان میں انہوں نے بیت المقدس کو فتح کر لیا اور وہاں غارت گری اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا۔ فرنگی بیت المقدس میں ایک ہفتے تک مقیم رہے کچھ مسلمانوں نے محراب داؤد میں پناہ لی اور وہیں سے تین دن تک جنگ کرتے رہے آخر کار وہ بھی پناہ حاصل کر کے عسقلان چلے گئے۔

فرنگی حملہ میں شہیدوں کی تعداد: بیت المقدس میں جو ائمہ کرام علماء عباد و زہاد اور مسجد اقصیٰ کے مجاورین شہید ہوئے تھے جب ان کا شمار کرایا گیا تو وہ ستر ہزار سے زائد تھے۔ قبہ صخرہ کے قریب چاندی کی چالیس قندیلیں معلق تھیں۔ ان میں سے ہر قندیل کی قیمت تین ہزار چھ سو ساٹھ درہم نقرئی تھی۔ اس کا وزن شامی رطل (پونڈ) کے لحاظ سے چالیس رطل تھا۔ وہاں ایک سو پچاس چھوٹی قندیلیں بھی تھیں اس کے علاوہ بے شمار قیمتی ساز و سامان تھا (جو لوٹ لیا گیا)۔

بغداد میں کہرام: قاضی ابوسعید ہروی نے خلافت بغداد میں مسلمانوں کی یہ دردناک فریاد پہنچائی اور جب انہوں نے فرنگیوں کے مظالم کے دردناک واقعات سنائے تو قصر خلافت میں گریہ وزاری کا ماتم برپا ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے حکم دیا کہ علماء اور معزز سرداروں کی ایک جماعت سلطان برکیاروق کے پاس جائے اور اسے اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کے لیے آمادہ کرے اس وفد میں یہ علماء اور معزز حضرات بھی شامل تھے:

(۱) قاضی ابومحمد دامغانی (۲) ابوبکر شاشی (۳) ابوالوفاء بن عقیل۔

سلاطین اسلام کا اختلاف: یہ لوگ حلوان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس اثناء میں انہیں سلجوقی سلطنت کی ابتری اور محمد بن ملک الپ ارسلان کے قتل کی خبریں ملیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلاطین اسلام میں اختلاف موجود ہے لہٰذا یہ

واپس آ گئے۔

اس عرصے میں فرنگی اسلامی شہروں پر غالب آتے گئے اور انہوں نے کندفری نامی ایک بادشاہ کو بیت المقدس کا حاکم مقرر کیا۔

مصری فوجوں کو شکست: جب بیت المقدس کے واقعہ کی خبر مصر میں پہنچی تو مصری سپہ سالار افضل نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور وہ عسقلان پہنچا اس نے فرنگیوں کو دھمکی کے پیغامات بھیجے۔ انہوں نے اس کا جواب اس صورت میں دیا کہ تیزی کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے اسے عسقلان کے قریب جا پکڑا جبکہ وہ جنگ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ فرنگیوں نے اسے شکست دی اور مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ان کے دیہات لوٹ لیے افضل عسقلان میں محصور ہو گیا اور اس کی شکست خوردہ فوجیں تتر بتر ہو گئیں۔ پھر افضل عسقلان سے مصر چلا گیا۔ فرنگیوں نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اہل مصر نے انہیں بیس ہزار دینار دینا منظور کیا۔ اس کے بعد وہ بیت المقدس واپس چلے گئے۔

صلیبیوں کی شکست: کمستکین بن دانشمند ایک ترکمانی سردار تھا وہ طابلواء کے لقب سے مشہور تھا۔ دانشمند معلم کے مفہوم میں مستعمل ہے اس کا باپ ترکمانوں کو تعلیم دیتا تھا (اس لیے وہ دانشمند کے نام سے مشہور ہوا) وہ مختلف مناصب پر سرفراز ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سیواس وغیرہ کا حاکم بن گیا۔ ملطیہ کا حاکم اس سے دشمنی رکھتا تھا۔ اس نے حاکم انطاکیہ اسمند سے اس کے برخلاف کمک طلب کی تو وہ پانچ ہزار کا لشکر لے کر مدد کے لیے آیا۔ جب ابن دانشمند اس کے مقابلہ کے لیے پہنچا تو اس نے اسے قیدی بنا لیا۔ فرنگی انکوریہ کے قلعہ کی طرف چلے گئے اور اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں جو مسلمان تھے انہیں مار ڈالا۔

پھر ان فرنگیوں نے اسماعیل بن دانشمند کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت کمستکین ان سے جنگ کرنے کے لیے پہنچا اور انہیں شکست دی اور ان کا قتل عام کیا۔ وہ لوگ تین لاکھ تھے پھر وہ ملطیہ کی طرف گئے اور اسے فتح کر کے اس کے حاکم کو قید کر دیا۔

اس کی مدد کے لیے اسمند انطاکیہ سے فرنگی فوج لے کر آیا۔ ابن دانشمند نے بہادری سے ان کا مقابلہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو لگاتار فتوحات عنایت کیں یہاں تک کہ اسمند قید سے نکلا اور انطاکیہ اپنے فرنگیوں کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے قیس عواصم اور اس کے مضافات کے باشندوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کی حکومت قبول کر لیں۔ مسلمانوں نے اس بارے میں پس و پیش کیا۔ مگر ایک معاہدہ کے بعد انہوں نے اسے تسلیم کر لیا۔

قلعہ جبلہ کا محاصرہ: جبلہ کا قلعہ طرابلس کے علاقہ میں تھا جسے رومیوں نے فتح کر لیا تھا اور وہاں کے مسلمانوں پر رومیوں نے وہاں کے حاکم کے فرزند منصور بن صلیحہ کو حاکم مقرر کر دیا تھا۔ وہی ان کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا۔

جب مسلمانوں نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا تو اس کی حکومت جمال الملک ابوالحسن علی بن عمار کے ہاتھوں میں آ گئی جو طرابلس کا خودمختار حاکم تھا۔ اس نے منصور ابن صلیحہ کو حسب معمول برقرار رکھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو ابو محمد عبداللہ اس کا

قائم مقام ہوا۔ جب اس نے خوشی کا اظہار کیا تو ابن عمار کو اس کے بارے میں شک و شبہ ہوا اور اس نے چاہا کہ وہ اسے گرفتار کرے تو اس نے بغاوت کا جبلہ میں اعلان کیا اور وہاں عباسی خلافت کا خطبہ جاری کر دیا۔

ابن عمار نے اس کے مقابلے کے لیے دقاق بن تتش سے فوجی امداد طلب کی چنانچہ وہ فوج لے کر آیا۔ اس کے ساتھ اتابک طغرکین بھی تھا مگر اس نے ان سب کے حملے ناکام بنا دیئے اور وہ واپس چلے گئے پھر فرنگی آئے اور انہوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا مگر وہ بھی ناکام رہے۔ اس اثناء میں یہ افواہ پھیلائی گئی کہ سلطان برکیارق شام آ گیا ہے۔ یہ سن کر وہ چلے گئے۔ پھر وہ دوبارہ آئے۔ اس وقت یہ ظاہر کیا گیا کہ مصری افواج اس کی مدد کے لیے آ گئی ہیں۔ یہ سن کر وہ دوبارہ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد وہ پھر تیسری مرتبہ آئے اس وقت ان عیسائی باشندوں نے جو وہاں تھے یہ ارادہ کیا کہ وہ فصیل کے کسی ٹوٹے ہوئے سوراخ سے فرنگیوں کو داخل کریں۔ چنانچہ انہوں نے تین سو سرداروں کو وہاں بھیجا۔

غداروں کا قتل: یہ سن کر وہ فصیل پر جا کر بیٹھ گیا اور رسوں کے ذریعے انہیں اوپر چڑھا کر قتل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے ان سب کو قتل کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر فرنگی فوج چلی گئی مگر پھر واپس آئی۔ اس دفعہ اس نے انہیں شکست دے دی اور ان کے بادشاہ کیر اینطل کو قید کر لیا چنانچہ اس نے ایک بہت بڑا مالی فدیہ ادا کر کے اپنے آپ کو چھڑا لیا۔

ابن صلیحہ کا فرار: جب محاصرہ بہت سخت ہو گیا تو منصور بن صلیحہ نے دمشق کے حاکم طغرکین کو پیغام بھیجا۔ ابن عمار نے بھی سلطان دقاق کے ذریعے پیغام بھیجا کہ وہ بذات خود اپنے آپ کو حوالے کرے اور اسے تین ہزار دینار دے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

ابن صلیحہ بغداد روانہ ہو گیا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ انبار سے اپنا سامان آنے کا انتظار کر رہا ہے۔ وزیر نے کسی آدمی کو بھیج کر اس کے سامان پر قبضہ کیا تو سامان میں سے بے شمار کپڑے کے جوڑے، عمامے اور دیگر ساز و سامان نکلا۔ اس نے ان سب پر قبضہ کر لیا۔

ابن عمار کی فتح: جب تاج الملک نے جبلہ پر قبضہ کر لیا تو اس نے رعایا کے ساتھ بدسلوکی کی۔ لہٰذا ان لوگوں نے طرابلس کے حاکم فخر الملک ابوعلی بن عمار سے خط و کتابت کی اور اسے حکومت کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس نے اپنا لشکر بھیجا اس لشکر نے تاج الملک اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی اور اسے شکست دے دی۔ انہوں نے تاج الملک کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا اور ابن عمار کے نام پر قلعہ جبلہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر تاج الملک کو ابن عمار کے پاس لے گئے۔ اس نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اسے اس کے والد کے پاس دمشق بھیج دیا اور یہ معذرت پیش کی کہ اس نے فرنگیوں کے حملے کے خوف سے یہ کارروائی کی ہے۔

سروج اور قیساریہ پر فرنگی تسلط: ۴۹۴ھ میں فرنگیوں کا حاکم کبریری بیت المقدس سے اس کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اسے دشمن کا ایک تیر لگا جس سے وہ مر گیا پھر اس کا بھائی بغدوین پانچ سو سوار لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔ دمشق کا حاکم دقاق اور حمص کے حاکم جناح الدولہ نے فرنگیوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی اور ان کا صفایا کر

دیا۔ پھر اہل شہر نے اپنے بڑے حاکم کے ذریعے فرنگیوں سے خط و کتابت کی اور ان کی اطاعت قبول کر لی۔

سروج کا حاکم سکمان بن ارتق نے ترکمانی فوج میں سے فوج اکٹھی کی اور وہ رُہا کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کا مقابلہ فرنگی فوجوں سے ہوا اور انہوں نے اسے ۴۹۴ھ ماہ ربیع الاول میں شکست دی پھر فرنگی فوج سروج کی طرف روانہ ہوئی اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فتح کر لیا اور وہاں قتل عام کیا۔

پھر انہوں نے عکا کے قریب کیفا کے قلعہ کو بھی فتح کر لیا اور ارسوف پر بھی اس کے باشندوں کو پناہ دے کر قبضہ کر لیا۔ پھر وہ ماہ رجب میں قیساریہ پہنچے اور اسے بھی فتح کر لیا اور خوب تباہی مچائی۔

طرابلس کا محاصرہ: صنجیل ان فرنگی سلاطین میں سے تھا جو شام آ گئے تھے۔ اس نے طرابلس کا محاصرہ کیا۔ اس کے مقابلہ کے لیے ایشیائی روم کا حاکم قلیج ارسلان پہنچا اور فتح یاب ہوا۔ صنجیل شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

فخر الدولہ ابن عمار حاکم طرابلس نے ایک دوسرے حاکم کو جو حمص میں جناح الدولہ کا نائب تھا' دقاق بن تتش کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس بارے میں کوئی کارروائی کرے چنانچہ تاج الدولہ بذات خود آیا اور دقاق کی طرف سے فوجی امداد بھی اسے حاصل ہوئی۔ اور وہ سب لشکر طرابلس کے قریب اکٹھا ہوا۔ صنجیل نے اپنی شکست خوردہ فوج کو ان کے مقابلے کے لیے الگ الگ کر کے بھیجی مگر وہ سب ہار گئیں۔ اس نے خود اہل طرابلس پر حملہ کیا اور ان کا محاصرہ سخت کر دیا۔ کوہستانی دیہاتی باشندوں اور عیسائیوں نے اس کی مدد کی۔ پھر انہوں نے مال و دولت اور گھوڑے دے کر صلح کر لی۔

فتح طرسوس: پھر وہ وہاں سے طرابلس کے ایک ماتحت علاقہ طرسوس کی طرف گیا اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور قلعہ طوبارتک اسے تباہ کیا۔ وہاں اس کا مقابلہ ابن العریض سے ہوا۔ صنجیل نے ان سے جنگ کی۔ مگر انہوں نے اس کے لشکر کو شکست دی اور صنجیل کے بدلے انہوں نے ایک فرنگی سردار کو مقید کر لیا جس کے پاس دس ہزار دینار اور ایک ہزار قیدی تھے۔ یہ واقعہ ۴۹۵ھ میں رونما ہوا۔

جناح الدولہ کا قتل: پھر صنجیل نے حصن الاکراد کی طرف کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا جناح الدولہ اس سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ مگر فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے مسجد میں اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا کہا جاتا ہے کہ رضوان بن تتش نے اسے اس کام پر مقرر کیا تھا۔

فرنگی حاکم کی شکست: اس کے بعد صنجیل حمص پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے اس کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پھر فرنگی حاکم رُہا القمص اسی سال کے ماہ جمادی الآخر میں عکا پر قابض ہو گیا۔ لہٰذا ساحلی مقامات کے تمام مسلمان اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے پہنچے اور اسے شکست دے دی اور اس کے ساز و سامان اور ان (قلعہ شکن) منجنیقوں کو جلا دیا جو جنگ کے لیے نصب کی گئی تھیں۔ پھر حاکم رُہا القمص سروج کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر ناکام رہا۔

حاکم بیت المقدس کا فرار: اس عرصے میں مصری فوجیں اپنے ساحلوں کی حفاظت کے لیے عسقلان پہنچیں تو بیت المقدس کے فرنگی حاکم بردویل نے فوج لے کر ان کی طرف کوچ کیا۔ مگر سب مسلمانوں نے اسے شکست دی اور وہ رملہ کی

طرف بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا آخر کار بڑی مشکل سے جان بچا کر وہ یافا کی طرف بھاگ گیا۔ البتہ باقی ماندہ فرنگی فوج کو یا تو قتل کر دیا گیا یا قیدی بنالیا گیا۔

مصری فوجوں سے جنگیں: جب فرنگی فوجوں کی طاقت شام میں وسیع ہوگئی اور انہوں نے عسقلان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تو مصری افواج کے سالار اعلیٰ افضل نے ان سے جنگ کرنے کے لیے ۴۹۶ھ میں اپنے والد کے آزاد کردہ غلام سعد الدولہ القوامسی کی قیادت میں مصری افواج کو بھیجا۔ دوسری طرف بیت المقدس کے فرنگی حاکم بقدوین نے بھی جنگی تیاریاں تیز کر دیں۔ چنانچہ فریقین میں یافا اور رملہ کے درمیان جنگ ہوئی جس میں مصری فوجوں کو شکست ہوئی۔ ان کا سپہ سالار سعد الدولہ گھوڑے سے گر کر مر گیا اور فرنگیوں نے دیہاتی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

فرنگیوں کو شکست: اس کے بعد افضل نے اپنے فرزند شرف المعالی کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے رملہ کے قریب بازور کے مقام پر فرنگی فوجوں کا مقابلہ کیا اور فرنگیوں کو شکست دی اس نے انہیں کافی نقصان پہنچایا۔ تاہم بہت سے فرنگی سردار بھاگ کر آس پاس کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے شرف المعالی نے ان کا پندرہ دن تک محاصرہ کر کے اس قلعہ کو سر کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کو قتل کیا اور کچھ کو قیدی بنا لیا۔

فرنگی سپہ سالار بقدوین پہلے بھاگ کر یافا گیا اور پھر وہاں سے بیت المقدس پہنچا اسی وقت بہت سے فرنگی بیت المقدس کی زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے لہٰذا اس نے انہیں جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ وہ سب جنگ کرنے کے لیے عسقلان پہنچ گئے جہاں شرف المعالی اپنی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ اس لیے وہ ناکام لوٹ گئے۔

بحری بیڑہ: اس کے بعد جب اشرف المعالی نے اپنے والد سے مزید فوج طلب کی تو اس کے والد کے آزاد کردہ غلام تاج العجم کی قیادت میں بری فوج بھیجی اور یافا کا محاصرہ کرنے کے لیے قاضی ابن وقادس کی رہنمائی میں ایک بحری بیڑہ بھیجا جب بحری بیڑہ یافا پہنچا تو اس نے تاج العجم کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوجیں لے کر آئے۔ مگر اس نے انکار کیا لہٰذا افضل نے اسے گرفتار کرنے کے لیے آدمی بھیجے اور مصری افواج اور عسقلان کی مدافعت کے لیے اپنے ایک آزاد کردہ غلام جمال الملک کو حاکم بنا کر روانہ کیا۔

فرنگی مقبوضات میں توسیع: سال ختم ہونے پر فرنگی عسقلان فتح نہیں کر سکے۔ البتہ بیت المقدس پر ان کا قبضہ بدستور تھا اور شام کے مندرجہ ذیل علاقے ان فرنگیوں کے قبضے میں تھے۔

یافا ارسوف قیساریہ حیفا طبریہ اردن لاذقیہ انطاکیہ۔ ان کے پاس رہا اور سروج بھی تھے۔

صنجیل نے شہر طرابلس اور اس کے حاکم فخر الملک بن عمار کا محاصرہ کر رکھا تھا کیونکہ وہ اپنا بحری بیڑہ فرنگیوں کے علاقوں پر ہر سمت سے حملہ کرنے کے لیے بھیجتا تھا۔

جب ۴۹۷ھ کا سال شروع ہوا تو رہا کی فرنگی فوجوں نے رقہ اور قلعہ جعفر پر حملہ کیا اور اس کے گرد و نواح کا صفایا کر دیا۔ اس کا حاکم سالم بن مالک بدوان تھا جسے سلطان ملک شاہ نے ۴۷۹ھ میں حاکم بنایا تھا۔

جبیل اور عکا کی تسخیر: ۴۹۷ھ میں فرنگی ممالک سے بہت سی بحری کشتیاں ساحل شام پر لنگر انداز ہوئیں جن میں سے بہت سے فرنگی سوداگر اور زائرین سوار تھے۔ صنجیل نے ان سے طرابلس (شام) کے محاصرہ میں مدد حاصل کی چنانچہ وہ محاصرہ میں شریک ہوئے مگر جب اس میں ناکام رہے تو وہ جبیل کی طرف کوچ کر گئے اور وہاں کے باشندوں کو پناہ دے کر اس پر قبضہ کر لیا مگر فرنگی نو واردوں نے معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی کی اور وہاں کے باشندوں کا قتل عام کیا۔

پھر بیت المقدس کے فرنگی بادشاہ بقدوین نے ان تازہ وارد فرنگی مسافروں کو عکا کے محاصرہ کے لیے امدادی فوج کی حیثیت سے بلوایا' لہٰذا وہ اس محاصرہ میں شریک ہوئے اور اس شہر کا خشکی اور بحری دونوں راستوں سے محاصرہ کر لیا۔ وہاں مصر کے اعلیٰ سپہ سالار ملک افضل کی طرف سے مصری سپہ سالار نے ان فرنگی فوجوں کا مقابلہ کیا' مگر ناکام رہا۔ پھر وہ دمشق کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے بعد فرنگی فوجوں نے عکا پر قبضہ کر لیا اور وہاں خوب تباہی مچائی۔

مسلمانوں کی نا اتفاقی: جب فرنگی فوجیں شام کے کچھ حصے پر غالب آ گئیں تو مسلم حکام اس وقت آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے یہاں تک کہ فرنگی فوجوں نے وہاں قدم جما لیے اور طویل عرصہ کے لیے مقیم ہو گئے۔ اس زمانے میں حران اور حمص کا علاقہ ملک شاہ کے ایک آزاد کردہ غلام قراجا نامی شخص کے ماتحت تھا۔ موصل کا حاکم جکرمش اور قلعہ کیفا کا حاکم سقمان بن ارتق تھا۔ حران میں بغاوت ہو گئی چنانچہ ترکوں کے ایک آزاد کردہ غلام جاولی نے قراجا کو اچانک قتل کر دیا۔

متحدہ جہاد کی کوشش: اس واقعہ کے بعد فرنگی فوجوں نے حران کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانے میں حاکم موصل اور سقمان بن ارتق میں خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ تاہم حران کی مدافعت کے لیے انہوں نے باہمی جنگ بند کر دی اور معاہدہ کر کے فرنگی فوجوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

صلیبیوں کو شکست: اس وقت سقمان کے پاس اپنی قوم ترکمان کے سات ہزار فوجی تھے اور جکرمش کی فوج میں اس کی قوم ترک' عرب اور کردی سپاہیوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان دونوں کی متحدہ افواج کا مقابلہ کرنے کے لیے حران سے فرنگی فوج ان کے پاس پہنچی۔ جب فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو مسلمان فوجیں ان سے دور رہ کر دوبارہ ان پر پلٹیں اور گھمسان کی جنگ کی اور ان کا صفایا کر دیا اور ان کا ساز و سامان اور مال و دولت کو لوٹ لیا۔

انطاکیہ کا فرنگی حاکم اسمند اور ساحلی علاقوں کا فرنگی حاکم' پہاڑ کے پیچھے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو پتہ نہیں چل سکا تھا کہ وہ ان کے ساتھی ہیں لہٰذا وہ محفوظ رہے اور انہوں نے وہاں رات گزاری۔ صبح ہوتے ہی وہ بھاگ گئے جب مسلمانوں کو پتہ چلا تو انہوں نے فرنگیوں کا تعاقب کر کے ان کا صفایا کر دیا۔

فرنگی حاکم کی گرفتاری: اس جنگ میں رہا کا فرنگی حاکم القمص بردویل گرفتار ہو کر قیدی بن گیا۔ اسے سقمان کے ایک ترکمانی سپاہی نے گرفتار کیا تھا۔ جکرمس کے ساتھیوں کو یہ بات شاق گزری کہ ترکمانی سپاہیوں نے اسے گرفتار کیا ہے اور بہت مال غنیمت حاصل کر لیا ہے۔ انہوں نے جکرمس حاکم موصل پر زور دیا کہ وہ فرنگی القمص کو سقمان سے حاصل کر لے چنانچہ اس نے اس عظیم فرنگی قیدی کو اپنی حراست میں لے لیا ترکمانی فوج اس پر بہت ناراض ہوئی اور انہوں نے اس مسئلہ

پر جکرمس اور اس کی فوج سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا مگر سقمان نے مسلمانوں میں باہمی اختلافات پیدا ہونے کے اندیشے سے انہیں اس ارادے سے باز رکھا اور انہیں لے کر روانہ ہو گیا۔

صلیبیوں کے قلعوں کی تسخیر: راستے میں سقمان جس فرنگی قلعے کے پاس سے گزرتا تھا تو فرنگی قلعہ سے یہ سمجھ کر نکلتے تھے کہ ان کے فرنگی بھائی فتح حاصل کرنے کے بعد واپس آ رہے ہیں لہٰذا سقمان نے ان سے جنگ کر کے ان قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

جکرمس نے حران پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور اپنی طرف سے حران کا حاکم مقرر کیا پھر وہ رہا گیا اور چند دنوں تک اس کا محاصرہ کیا۔ پھر وہ موصل واپس آ گیا۔

اس نے فرنگی حاکم اقمص کو پینتیس ہزار دینار نقد اور ایک سو ساٹھ مسلمان قیدیوں کے بدلے میں رہا کیا۔

حاکم حلب کی شکست: پھر انطاکیہ کا فرنگی حاکم سکری ۴۹۸ھ میں حاکم حلب رضوان کے ایک قلعہ اریام کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں کے باشندوں کا حال پتلا ہو گیا تو انہوں نے حاکم حلب رضوان سے فوجی امداد طلب کی۔ رضوان ان کی امداد کے لیے روانہ ہوا اور ادھر فرنگی فوجیں بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئیں پھر ان فرنگیوں نے رضوان سے صلح کی درخواست کی مگر ایک سلجوقی سردار اسپہبد صباؤ نے جو اپنے آقا ایاز کے قتل کے بعد اس کے پاس آیا ہوا تھا' صلح نہ کرنے کا مشورہ دیا (لہٰذا جنگ شروع ہوئی) ابتداء میں فرنگیوں نے شکست کھائی پھر وہ جانثاری کے جذبے سے لڑے اور پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی بلکہ ان کا قتل عام کیا۔ وہ پیدل فوج جو پہلے حملے میں قلعہ میں داخل ہو گئی تھی' ماری گئی۔ البتہ رضوان اور اس کے ساتھی بچ نکلے اور حلب پہنچ گئے سلجوقی سردار اسپہبد صباؤ 'طغرکین' اتابک دمشق کے پاس چلا گیا۔

اس جنگ کے بعد فرنگی فوجوں نے دوبارہ اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کے باشندے حلب سے بھاگ گئے اور فرنگیوں نے اس قلعہ کو فتح کر لیا۔

مصری فوجوں سے مقابلہ: حاکم مصر افضل نے ۴۹۸ھ میں اپنے فرزند شرف المعالی کو فوج دے کر رملہ کی طرف بھیجا۔ اس نے اسے فتح کر کے فرنگیوں کو مغلوب کر لیا۔ پھر اس فتح کے دعوے میں اہل فوج میں اختلاف پیدا ہوا اور باہمی جنگ کی نوبت آنے لگی تھی کہ اتنے میں فرنگیوں نے ان پر حملہ کیا۔ اس وقت شرف المعالی مصر چلا گیا اور افضل نے اپنے دوسرے فرزند سناء الملک حسن کو اس کے بجائے سپہ سالار بنا کر بھیجا اس کے ساتھ عسقلان کا حاکم جمال الدین بھی روانہ ہوا انہوں نے حاکم دمشق طغرکین سے بھی کمک طلب کی۔ چنانچہ اس نے اسی سلجوقی سردار اسپہبد صباؤ کے زیر قیادت فوج بھیجی۔

مسلمانوں کی اس فوج کے مقابلہ کے لیے) عکا اور بیت المقدس کا فرنگی حاکم بغدوین بھی فوج لے کر پہنچا۔ فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور دونوں طرف لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اس جنگ میں عسقلان کے حاکم جمال الدین شہید ہو گئے پھر فریقین نے جنگ بند کر دی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے شہر روانہ ہو گئیں۔

غداروں کی جماعت: فرنگی فوج میں مسلمانوں کی ایک جماعت بھی شامل تھی چنانچہ انہی میں ایک (مسلمان سردار) بکباش بن تتش بھی تھا۔ کیونکہ دمشق کے قائم مقام حاکم طغرکین نے اس کے بجائے اس کے بھتیجے کو وہاں کا حاکم بنا دیا تھا۔ اس لیے وہ ناراض ہو کر دمشق سے چلا گیا اور فرنگیوں کے پاس جا کر ان سے پناہ لی۔

فرنگی سردار کی سرکوبی: فرنگیوں کا ایک سردار دمشق کے قریب رہتا تھا وہ اکثر اس علاقے پر حملہ کرتا رہتا تھا اور دمشق کے فوجیوں سے جنگ کرتا تھا اس لیے اس کی سرکوبی کے لیے طغرکین حاکم دمشق فوج لے کر آیا۔ اس کی فوجی امداد کے لیے حاکم بیت المقدس بقدوین بھی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آیا مگر اس فرنگی سردار نے اسے واپس بھیج دیا کیونکہ اسے اپنی فوج کی مدافعت پر بھروسہ تھا۔ اس لیے بقدوین اپنی فوج لے کر عکا واپس آ گیا۔

طغرکین کے کارنامے: طغرکین ان فرنگیوں سے جنگ کرنے کے لیے پہنچ گیا اور اس نے جنگ کر کے ان فرنگیوں کو اس کے قلعہ میں محصور کر دیا۔ پھر اس نے اس قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کے پتھر وادی میں ڈلوا دیئے اور اس قلعہ کی محافظ فوج اور دیگر باشندوں کو قتل کرا دیا۔ پھر فاتح اور کامیاب ہو کر دمشق لوٹا۔

ایک ہفتے کے بعد وہ فرنگیوں کے دوسرے مقام پر گیا۔ وہاں کا حاکم جبیل کا بھانجا تھا' اسے بھی فتح کیا اور اس کی محافظ فوجوں کا صفایا کر دیا۔

خلف بن ملاعب کی بغاوت: پہلے خلف بن ملاعب الکلابی زبردستی حمص کا حاکم بن بیٹھا تھا۔ پھر تتش نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد مصر کے حالات بدلتے رہے۔

حلب کے حاکم رضوان کے عہد میں قلعہ افامیہ کے حاکم نے اس سے بغاوت اختیار کی چونکہ وہ رافضی تھا۔ اس لیے اس نے فاطمی حاکم مصر کی اطاعت قبول کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ ان پر کوئی حاکم مقرر کر کے بھیجے۔ چنانچہ فاطمی حکام نے خلف بن ملاعب کو اپنا نمائندہ اور حاکم بنا کر وہاں بھیجا کیونکہ وہ جہاد کو بہت پسند کرتا تھا۔

اس نے افامیہ پہنچ کر بغاوت اختیار کی اور خود مختار بن بیٹھا۔ ملک کے باغی اور فسادی اشخاص اس کے پاس اکٹھے ہونے لگے۔ اس عرصہ میں فرنگیوں نے حلب کے ایک مقام پر قبضہ کر لیا جس کے باشندے رافضی تھے۔ وہاں کا قاضی بھی ابن ملاعب کے پاس افامیہ پہنچ گیا اس نے ابن ملاعب کے خلاف سازش شروع کر دی اور رضوان کے ایک ساتھی ابوطاہر الصائغ کو جو شیعوں کا معتمد رہنما تھا' پیغام بھیجا اور ابن ملاعب پر حملہ کرنے اور قلعہ کو رضوان کے سپرد کرنے کی سازش میں اس کو شریک کیا۔

قاضی کی سازش: ابن ملاعب کے دو فرزندوں کو اس سازش کا علم ہو گیا تھا اور انہوں نے اپنے والد کو قاضی کی سازش سے آگاہ کیا۔ مگر قاضی نے اس کے پاس جا کر اور حلف اٹھا کر اس الزام کی تردید کی۔ چنانچہ اس نے قاضی کو سچا سمجھ کر چھوڑ دیا۔

قاضی اس کے بعد بدستور ابوطاہر اور رضوان کے ساتھ مل کر سازش کرتا رہا۔ آخر کار انہوں نے سرمین مقام کے

مسلح سواروں کو اس بہانے سے بھیجا کہ وہ ابن ملاعب کے ہاں ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔ ابن ملاعب نے انہیں افامیہ کے باہر ٹھہرایا جب سازش مکمل ہوگئی قاضی نے انہیں فصیل کے اوپر چڑھا کر قلعہ کے اندر داخل کرا دیا انہوں نے ابن ملاعب کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ابن ملاعب کے دونوں بیٹے بھاگ گئے ان میں سے ایک فرزند حاکم شیزر ابوالحسن بن منقذ کے پاس پہنچ گیا مگر دوسرا مارا گیا۔

افامیہ پر قبضہ: ابوالطاہر الصائغ' قاضی کے پاس اس یقین کے ساتھ آیا کہ وہ قلعہ اسے مل جائے گا مگر قاضی نے اسے حکومت نہیں دی۔ تاہم وہ اس کے پاس مقیم رہا۔ خلف بن ملاعب کا ایک فرزند اپنے والد سے ناراض ہو کر طغرکین کے پاس دمشق چلا گیا تھا۔ اس نے اسے کسی قلعہ کا حاکم بنا دیا تھا۔ مگر اس نے وہاں فتنہ وفساد برپا کیا لہٰذا طغرکین نے اسے بلوایا مگر وہ فرنگیوں کے پاس چلا گیا اور انہیں ترغیب دیتا رہا کہ وہ افامیہ کے قلعہ کو فتح کر لیں گے چنانچہ فرنگیوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہاں کے باشندے بھوک سے مرنے لگے تو انہوں نے زبردستی کے حاکم قاضی کو اور الصائغ کو قتل کر دیا پھر فرنگیوں نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۵۹۹ھ میں ہوا۔

طرابلس کا محاصرہ: فرنگی حاکم صنجیل طرابلس کا محاصرہ کرتا رہا اس نے جبلہ کو ابن صلیحہ سے چھین لیا تھا۔ اس نے طرابلس کے باہر ایک قلعہ تعمیر کرایا جس میں وہ رہتا تھا۔ اسی محاصرہ کے دوران وہ مر گیا تو اسے بیت المقدس لے جا کر دفن کیا گیا۔

شاہ روم نے لاذقیہ کے باشندوں کو حکم دیا کہ وہ ان فرنگی فوجوں کو غلہ فراہم کریں جو طرابلس کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ چنانچہ وہ کشتیوں میں غلہ اور خوراک کا سامان لے گئے مگر ابن عمار کے ساتھیوں نے کچھ کو تو پکڑ لیا اور انہیں قتل کر دیا یا اسیر بنا لیا۔

یہ محاصرہ پانچ سال تک جاری رہا۔ اس عرصے میں خوراک کا ذخیرہ ختم ہوگیا اور دولت مندوں کی تمام کمائی خرچ ہو گئی اور ان کی حالت خراب ہوگئی۔ ایک سال پانچ سو غلہ کی کشتیاں جزیرۂ قبرص' انطاکیہ' جزائر دنیس سے بحری راستے سے آئیں جس سے ان کی گذر اوقات ہوگئی۔

ابن عمار کا سفر بغداد: پھر ابن عمار کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمد بن ملک شاہ اپنے بھائی برکیاروق کے بعد بادشاہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس نے اس کے پاس فریادی کی حیثیت سے جانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنا جانشین طرابلس میں اپنے چچازاد بھائی ذوالمناقب کو مقرر کیا۔ راستے میں اس نے دمشق میں قیام کیا جہاں طغرکین نے اس کا استقبال کیا پھر وہ بغداد پہنچا جہاں سلطان محمد نے اس کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اس نے اسے فوجی امداد دینے کا وعدہ بھی کیا۔

فوجی امداد کا حکم: جب ابن عمار نے بغداد سے کوچ کیا تو سلطان نے اس سے نہروان کے مقام پر ملاقات کی۔ اس نے حکم دیا کہ امیر حسین بن اتابک قطلغ تکین اس کے ساتھ جائے اور وہ فوجوں کے ساتھ رہے جو اس نے امیر مودود کے ساتھ موصل کی طرف روانہ کی ہیں تاکہ وہ جاولی سکاوو کے ساتھ جنگ کرے۔ اس نے جاولی کی اصلاح کرنے کا حکم بھی دیا

اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ ابن عمار کے ساتھ جائے۔

پھر سلطان محمد اور صدقہ بن مزید کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ آخر کار ان میں صلح ہو گئی۔

خلعت حاصل کرنے کے بعد ابن عمار وہاں سے رخصت ہوا اور اس کے ساتھ امیر حسین بھی گیا مگر وہ امیر مودود کے لشکر کے ساتھ موصل نہیں گیا بلکہ اس نے بغاوت اختیار کی۔ لہٰذا ابن عمار فخر الدین ماہ محرم ۵۰۲ھ میں دمشق پہنچا اور وہاں سے ایک دوسرے مقام پر پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔

نئے حاکم کا تقرر: ادھر (اس کی غیر حاضری میں) اہل طرابلس نے مصر کے سپہ سالار اعلیٰ افضل کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان کی ہر قسم کی امداد کرے اور ان پر کوئی حاکم مقرر کرے چنانچہ اس نے اشرف الدولہ بن ابی الطیب کو حاکم بنا کر فوجی امداد، خوراک، ہتھیار اور محاصرہ کے تمام ساز و سامان کے ساتھ بھیجا۔ اس نے پہنچتے ہی ابن عمار کے تمام ذخیروں پر قبضہ کر لیا اور اس کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا اور ان سب چیزوں کو بحری راستے سے مصر بھیج دیا۔

جاولی کا فرار: جاولی نے جکرمس کے ساتھیوں سے چھین کر موصل پر قبضہ کر لیا تھا پھر وہ باغی ہو گیا تھا۔ اس لیے سلطان نے امیر مودود کے زیر قیادت اس کے خلاف فوجیں بھیجیں لہٰذا جاولی موصل سے بھاگ گیا اور اپنے ساتھ زبانے فرنگی حاکم بردویل کو بھی لیتا گیا جسے سقمان نے گرفتار کیا تھا پھر اس سے جکرمس اور اس کے ساتھیوں نے اسے حاصل کر لیا تھا۔

فرنگی حاکم سے معاہدہ: موصل چھوڑنے کے بعد جاولی نے اس فرنگی حاکم کو ۵۰۳ھ میں پانچ سال کی قید کے بعد رہا کر دیا اور اس کے معاوضے میں ایک مقرر کردہ بھاری رقم وصول کی اور یہ شرائط بھی طے کیں کہ وہ ان مسلمان قیدیوں کی ایک مقررہ تعداد کو رہا کر دے گا جو اس کے پاس مقید ہیں۔ جب جاولی کو ضرورت پیش آئے تو وہ اپنی جان و مال اور فوج کے ذریعے اس کی مدد کرے گا۔

جب دونوں کے درمیان یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو اس نے فرنگی حاکم کو والی سالم بن مالک کے ہمراہ قلعہ جعفر بھیجا۔ وہاں اس کا ماموں زاد بھائی جوسکین تل ناشر آیا۔ اس نے اپنے آپ کو وہاں اپنے بھائی کے بجائے یرغمال رکھا۔ اس کے بعد جاولی نے اسے رہا کیا اور اس کے بجائے اس کے سالے اور اس کی بیوی کو یرغمال کے طور پر روک لیا۔

جوسکین (فرنگی حاکم) جب منبج پہنچا تو اس نے اس پر حملہ کیا اور غارت کر کے جاولی کے چند ساتھیوں کو قیدی بنا لیا جو معاہدہ کی صریح خلاف ورزی اور غداری تھی مگر اس نے یہ معذرت پیش کی کہ یہ شہر اس کے نہیں تھے۔

فرنگی حاکم کی رہائی: بہر حال جب وہ فرنگی حاکم رہا ہوا تو انطاکیہ گیا تاکہ وہ دوسرے فرنگی حاکم سکری کے قبضے سے رہا کے شہر کو چھڑائے۔ کیونکہ اس کے مقید ہونے کے بعد اس نے اس پر قبضہ کر لیا تھا مگر اس نے یہ شہر اس کے حوالے نہیں کیا بلکہ (اس کے معاوضے کے طور پر) اس نے اس کو تیس ہزار دینار پیش کیے۔ اس کے بعد وہ حاکم تل ناشر پہنچا جہاں اس کے پاس اس کا بھائی جوسکین آیا جو جاولی کے پاس بطور یرغمال تھا۔

انطاکیہ کا حاکم سکری ان دونوں سے لڑنے کے لیے آیا تاکہ وہ ان دونوں کے طاقتور ہونے اور جاولی کی کمک پہنچنے

تک ان کی سرکوبی کر سکے۔ لہٰذا فریقین میں جنگ ہوئی۔ پھر وہ انطاکیہ واپس چلا گیا۔

قلعوں پر حملے: (معاہدہ کے مطابق) اس فرنگی حاکم نے مسلمانوں کے ایک سو ساٹھ قیدی رہا کر دیئے۔ پھر وہ اور اس کا بھائی جوسکین انطاکیہ کے قلعوں پر چھاپے مارتے رہے۔ شمالی حلب کے قلعہ المیان و کیسوم وغیرہ کے حاکم نے جو ارمنی تھا ان کی ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج سے مدد کی۔

رُہا کی واپسی: سکری پھر ان کے مقابلے کے لیے نکلا اور جنگ ہوتی رہی پھر ترکوں نے انہیں مصالحت پر آمادہ کیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ رُہا کا شہر اس کے اصل حاکم القمص بردویل کے حوالے کیا جائے۔ اس سلسلے میں عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں اور پادریوں نے یہ گواہی دی کہ سکری کا ماموں اسمند جب اپنے ملک لوٹنے لگا تھا تو اس نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ رہا کے اصلی حاکم کے اس وقت حوالے کر دے جب وہ قید سے رہا ہو کر آ جائے۔

لہٰذا سکری نے القمص کو رُہا ماہ صفر ۵۰۳ھ میں واپس کر دیا اور القمص نے بھی جاولی کی شرائط کے مطابق معاہدہ کی پابندی کی۔

جاولی کی جنگی سرگرمیاں: اس کے بعد جاولی نے شام کا قصد کیا تا کہ اسے فتح کر لے اور اس مقصد کے لیے وہ اس کے مضافات میں گھومتا رہا۔ یہ حالت دیکھ کر حلب کے حاکم رضوان نے انطاکیہ کے حاکم سکری کو لکھا کہ وہ جاولی کے حملوں سے خبردار رہے۔ اس نے اس سے فوجی امداد بھی طلب کی۔

سکری نے اس کی بات مان لی اور انطاکیہ سے روانہ ہو گیا۔ رضوان نے اس کی مدد کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں۔ ان کے مقابلے کے لیے جاولی نے رہا کے حاکم القمص سے امداد طلب کی تو وہ بذات خود فوج لے کر اس کے پاس منبج کے مقام پر پہنچا۔ وہاں یہ خبر موصول ہوئی کہ سلطان کا لشکر اس کے شہر موصل پر غالب آ گیا ہے اور وہاں کے خزانوں پر بھی اس نے قبضہ کر لیا ہے یہ خبر سن کر اس کے اکثر ساتھی اسے چھوڑ کر چلے گئے جن میں زنگی بن اقسنقر بھی شامل تھا۔

اس کے بعد جاولی تل ناشر آ گیا اور وہاں اس کا سکری کی فوجوں سے مقابلہ ہوا فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ انطاکیہ کی فوجیں تو ثابت قدم رہیں مگر جاولی کی فوجوں نے ہمت ہار دی اور انہیں شکست ہوئی۔ پھر فرنگی فوجیں اپنے علاقے کی طرف چلی گئیں اور القمص اور جوسکین تل ناشر آ گئے۔

فرنگیوں کے خلاف طغرکین کا جہاد: طغرکین ۵۰۲ھ میں طبریہ کی طرف روانہ ہوا اس کا مقابلہ بغدوین (حاکم بیت المقدس) کے بھانجے نے کیا۔ جب جنگ ہوئی تو ابتداء میں مسلمان فوج نے نقصان اٹھایا۔ پھر وہ جاں نثاری سے لڑے تو انہوں نے فرنگیوں کو شکست دے دی۔ مسلمانوں نے حاکم بیت المقدس کے بھانجے کو (جو فرنگیوں کا سپہ سالار تھا) گرفتار کر لیا۔ اس نے زر فدیہ میں تیس ہزار دینار دینے اور پانچ سو مسلمان اسیروں کو چھوڑ دینے کا وعدہ کیا۔ مگر طغرکین نے اسے قبول نہیں کیا اس نے فرنگی سپہ سالار سے یہ کہا کہ ''یا تو مسلمان ہو جاؤ یا قتل ہونا قبول کر و''۔ آخر کار طغرکین نے اسے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

پھر فرنگی حاکم بیت المقدس بقدوین اور طغرکین کے درمیان چار سال کے لیے صلح ہوگئی۔

قلعوں پر قبضہ: حصن غربۃ (قلعہ) طرابلس کی عملداری میں شامل تھا اور ابن عمار کا ایک آزاد کردہ غلام اس کا حاکم تھا اس نے بغاوت کی اور اس عرصے میں وہاں غلہ اور خوراک بھی فرنگیوں کی تباہ کاریوں کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا اس لیے اس نے طغرکین کو اطاعت قبول کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے ایک ساتھی اسرائیل کو بھیجا جب مولیٰ ابن عمار (حاکم قلعہ) اس کے استقبال کے لیے اُترا تو اسرائیل نے ازدحام میں اسے ایک تیر مار کر قتل کر دیا تا کہ اتابک کو اس علاقہ کی خبر نہ ہو سکے۔

اس کے بعد طغرکین نے اس قلعہ کا حال معلوم کرنے کے لیے سفر کیا مگر برف باری کی وجہ سے وہاں جا نہیں سکا۔ جب برف باری ختم ہوئی اور موسم کھلا تو چار ہزار سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے فرنگیوں کے کئی قلعے فتح کیے۔ جن میں قلعہ الاکنہ بھی شامل تھا۔ آگے چل کر فرنگیوں کا سپہ سالار سردانی جو طرابلس کا محاصرہ کر رہا تھا۔ اس کے مقابلہ کے لیے آیا۔ جنگی مقابلہ میں طغرکین اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور وہ حمص چلے گئے۔ مگر سردانی نے باشندوں کو پناہ دے کر قلعہ غربہ پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد طغرکین دمشق پہنچا تو بیت المقدس کے فرنگی حاکم بقدوین نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ صلح پر قائم رہے یہ واقعہ ماہ شعبان ۵۰۲ھ میں ہوا۔

صلیب پرستوں کی مزید فتوحات: طرابلس ابن عمار کے قبضہ سے نکل گیا تھا اور مصری حاکم نے وہاں اپنا نائب مقرر کر دیا تھا تاہم فرنگیوں کا محاصرہ بدستور جاری تھا اور ان کا سپہ سالار صنجیل کا بھانجا سردانی تھا جب ۵۰۳ھ میں ماہ شعبان آیا تو فرنگی فوجوں کے مذہبی پیشوا بہت سے فرنگیوں کو لے کر اسلحہ اور سامان خوراک کے ساتھ کشتیوں میں سوار ہو کر آئے۔ ان کی سردانی کے ساتھ جھڑپیں ہوئیں یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آ گئی۔ سکری حاکم انطاکیہ سردانی کی فوجی امداد کے لیے پہنچا پھر بیت المقدس کا حاکم بقدوین نے آ کر دونوں فرنگی فوجوں میں صلح کرا دی اور وہ سب طرابلس کا محاصرہ کرنے لگے انہوں نے وہاں ''برجیاں'' نصب کر دی تھیں جن سے محاصرہ بہت سخت ہو گیا اہل طرابلس کے پاس خوراک کی رسد ختم ہو گئی اور مصر کا بحری بیڑہ ابھی تک خوراک لے کر نہیں پہنچا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی فوجوں نے قبضہ کر لیا۔ انہوں نے شہر کو لوٹا اور قتل وغارت گری کی۔

شہر کے مصری حاکم نے کئی دن پہلے پناہ طلب کی تھی وہ شہر جبلہ چلا گیا تھا جہاں فخر الدین بن عمار بھی تھا اس شہر والوں نے بھی سکری حاکم انطاکیہ سے پناہ طلب کی تھی اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس لیے فخر الدین بن عمار شیرز پہنچ کر وہاں کے حاکم سلطان بن علی بن منقذ الکلفانی کا مہمان ہوا اور پھر وہاں سے دمشق چلا گیا جہاں کے حاکم طغرکین نے اس کا استقبال کیا اور دمشق کا ایک علاقہ زبدانی دے دیا۔ یہ واقعہ محرم ۵۰۱ھ میں ہوا۔

فتح صیدا: مصر کا بحری بیڑہ طرابلس کی فتح کے آٹھ دن بعد پہنچا اور صور کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ اس کا غلہ صور، صیدا اور بیروت کے علاقوں میں تقسیم کر دیا گیا صیدا پر بھی فرنگی فوجیں ماہ ربیع الآخر ۵۰۴ھ میں غالب آ گئیں۔ اس کی صورت

یہ ہوئی کہ فرنگیوں کا بحری بیڑہ جو ساٹھ کشتیوں پر مشتمل تھا۔ فرنگیوں اور خوراک کے ذخیرہ ان کے ساتھ وہاں پہنچا ان میں ان کے امراء بھی شامل تھے یہ لوگ زیارت اور صلیبی جنگوں میں حصہ لینے کے لیے وہاں آئے تھے۔ وہ بیت المقدس کے حاکم بقدوین سے ملے۔ پھر انہوں نے بحری اور بری راستوں سے صیدا کی ناکہ بندی کر دی۔ یوں مصر کا بحری بیڑہ ان کی امداد کے لیے نہیں پہنچ سکا۔

فتح صور: پھر انہوں نے صور پر فوج کشی کی۔ یہاں بھی انہوں نے قلعہ شکن آلات استعمال کیے۔ اس لیے اہل شہر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو اہل بیروت کا حشر ہوا تھا۔ اس لیے انہوں نے فرنگیوں سے پناہ طلب کی۔ چنانچہ فرنگیوں نے انہیں ماہ جمادی الاولیٰ میں پناہ دے کر اسے بھی فتح کر لیا۔ اہل شہر کا ایک حصہ سینتالیس دن محصور رہنے کے بعد دمشق چلا گیا۔ تاہم ان کی اکثریت فرنگیوں کی پناہ میں رہ کر شہر میں مقیم رہی پھر حاکم بیت المقدس بقدوین واپس آ گیا۔

عسقلان میں جھڑپیں: عسقلان کا شہر مصر کی فاطمی حکومت کے ماتحت تھا ان کی فوجوں کے ساتھ فرنگی فوجوں کی جنگیں ہوتی رہیں اور آخر کار ایک فاطمی حاکم جمال الملک ان کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوا۔ اس کے بعد شمس الخلافہ حاکم ہوا۔ اس نے بیت المقدس کے حاکم بقدوین سے خط و کتابت کی اور اس سے صلح کر لی تاکہ وہ فاطمی خلیفہ سے محفوظ رہے۔

۵۰۴ھ میں مصر کے سپہ سالار اعلیٰ نے جہاد کے لیے اپنا ایک سپہ سالار فوج دے کر بھیجا اسے پوشیدہ طور پر یہ حکم دیا کہ وہ شمس الخلافہ کو گرفتار کرے اور اس کے بجائے حاکم عسقلان بن جائے۔

شمس الخلافہ کو اس سازش کا پتہ چل گیا تھا اس لیے اس نے علانیہ بغاوت کا اظہار کیا۔ ایسی صورت میں مصری حاکم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں فرنگی اس پر قبضہ نہ کر لیں۔ اس لیے اس نے خط و کتابت کر کے شمس الخلافہ کو بحال رکھا۔ شمس الخلافہ نے اس کے بعد عسقلان کی تمام فوج کو معزول کر دیا اور ایک ارمنی جماعت سے مدد طلب کی۔ اس کی اس حرکت سے اہل شہر بہت ناراض ہوئے چنانچہ انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور مصر کے حاکم امیر افضل کے پاس اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا اس کی طرف سے ایک حاکم بھیجا گیا جس کے بعد عسقلان کے تمام انتظامی امور درست ہو گئے۔

حصن الاقارب پر قبضہ: انطاکیہ کے حاکم سکری نے فوجیں اکٹھی کیں اور حلب سے تین فرسنگ پر ایک قلعہ حصن الاقارب کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر لیا ان نے وہاں قتل و غارت گری کی اور لوگوں کو قیدی بنا لیا پھر وہاں سے وہ قلعہ وزدنا کی طرف روانہ ہوا اور یہاں بھی تباہی مچائی۔ آخر کار یہاں کے باشندے بھاگ گئے یوں اس نے دونوں شہروں پر قبضہ کر لیا یہاں سے فرنگی فوجیں شہر صیدا کی طرف گئیں اور اہل شہر کو پناہ دے کر ان پر قبضہ کر لیا۔

مسلم ریاستوں پر ٹیکس: فرنگی فوجوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے شام کی چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستوں کو بہت خطرہ محسوس ہوا اس لیے انہوں نے مصالحت کے لیے ان سے خط و کتابت کی مگر فرنگیوں نے اصرار کیا کہ انہیں ہر مسلم ریاست کی

طرف سے ایک مقررہ خراج اور ٹیکس کے طور پر پیش کی جائے۔ لہٰذا حلب کے حاکم رضوان نے صلح کے طور پر بتیس ہزار دینار دینا منظور کیا اس کے علاوہ یہ بھی منظور کیا کہ وہ فرنگیوں کو ایک مقررہ تعداد میں گھوڑے اور کپڑے بھی فراہم کرے گا۔

صور کے حاکم نے سات ہزار دینار ادا کرنے منظور کیے شیزر کے حاکم ابن منقذ پر چار ہزار دینار مقرر ہوئے حماۃ کے حاکم الکردی کے ذمے دو ہزار دینار مقرر ہوئے۔ صلح کی مدت جو کی فصل کے کٹنے تک تھی۔

اس کے بعد فرنگی کشتیاں مصر کی تجارتی کشتیوں سے متصادم ہوئیں تو انہوں نے تمام تجارتی کشتیوں کو پکڑ لیا اور ان تاجروں کو قیدی بنالیا۔

بارگاہ خلافت میں فریاد: (شام کی اس بری حالت کو دیکھتے ہوئے) حلب کے علماء اور عوام کا ایک وفد بغداد فریادی کی حیثیت سے پہنچا وہ جمعہ کے دن بادشاہی جامع مسجد آیا۔ انہوں نے اس وقت اپنی دردناک فریاد اور چیخوں سے مسلمانوں کو نماز نہیں پڑھنے دی۔ انہوں نے اس جوش و خروش میں مسجد کے منبر کو بھی توڑ دیا آخرکار سلطان نے جہاد کے لیے اسلامی لشکر بھیجنے کا وعدہ کیا اور دارالخلافہ سے اس شاہی جامع مسجد کے لیے منبر بھجوایا گیا۔

جامع مسجد میں ہنگامہ: دوسرے جمعہ کو ایک بہت بڑا مجمع محل کی جامع مسجد پہنچا دربان نے انہیں اندر آنے سے روکا۔ مگر وہ زبردستی جامع مسجد میں گھس گئے انہوں نے محراب کی کھڑکیاں توڑ دیں اور اس قدر شور و غل مچایا کہ جمعہ کی نماز نہیں ہوسکی۔ آخرکار خلیفہ نے بھی سلطان کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ مسلمانوں کے ان دردناک واقعات کا ازالہ کرے چنانچہ سلطان نے تمام مسلمان حکام کو حکم دیا کہ وہ جہاد کے لیے تیاریاں کریں۔ اس نے اپنے فرزند مسعود کو امیر مودود حاکم موصل کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام مسلم حکام اپنے لشکروں کو لے کر اس کے ساتھ شامل ہو جائیں اور سب مسلمان فوجیں متحد ہو کر فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے اکٹھی روانہ ہوں۔

جہاد کے لیے متحدہ فوج: جب سلطان کا فرزند مسعود حاکم موصل امیر مودود کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوا تو اس کے لشکر میں قریبی مسلم ریاستوں کے مندرجہ ذیل حکام اپنی فوج کے ساتھ جہاد کے لیے شریک ہوئے۔ (۱) دیار بکر کا حاکم سقمان القطبی (۲) برسق کے دونوں فرزند ایلنکی و زنگی حکام ہمدان (۳) حاکم مراغہ امیر احمد بیگ (۴) اربل کا حاکم ابوالہیجا (۵) ایاز بن ابوالغازی' اسے ماردین کے حاکم نے جو اس کا بھائی تھا' بھیجا تھا۔

مسلم فوجوں کی یلغار: یہ سب مسلم حکام اپنی فوجوں کو لے کر سنجار پہنچے اور فرنگیوں کے کئی قلعے فتح کر لیے۔ پھر رہا کے شہر پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ اسلامی لشکر دریائے فرات کے قریب فرنگی لشکر سے ملا مگر فریقین نے جنگ شروع کرنے میں پس و پیش کیا۔ مسلمان فوجیں پیچھے ہٹ کر حران کی طرف آ گئیں تاکہ فرنگی پیش قدمی کر کے دریائے فرات کو عبور کریں۔ مگر فرنگی فوجیں مسلمانوں کی توقع کے برخلاف رہا چلی گئیں۔ وہاں انہوں نے خوراک کا ذخیرہ اور سامان جنگ جمع کیا اور کمزور باشندوں کو وہاں سے نکال دیا۔

فرنگیوں سے مقابلہ: پھر فرنگی فوجیں دریائے فرات کو پار کر کے حلب کے علاقہ میں گھس گئیں۔ کیونکہ جب فرنگی

فوجیں الجزیرہ کے علاقے چلی گئی تھیں تو حاکم حلب رضوان نے ان سے وہ قلعے واپس لے لیے تھے جن پر ان فرنگیوں نے قبضہ کیا تھا۔ اس لیے فرنگی فوجیں اب انہیں دوبارہ فتح کرنے کے لیے پہنچیں۔ انہوں نے وہاں پہنچتے ہی تباہی مچادی۔ اسی حالت میں سلطان کی متحدہ فوج رُہا پہنچی۔ وہاں انہوں نے فرنگی فوجوں سے جنگ کی مگر ناکام رہے۔ پھر مسلمان فوجوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور قلعہ تل ناشر کا ڈیڑھ مہینے تک محاصرہ کیا مگر اسے فتح نہیں کر سکیں۔

سقمان کی وفات: پھر وہ حلب پہنچیں۔ وہاں حاکم حلب نے ان سے ملاقات نہیں کی۔ اس عرصہ میں دیار بکر کا حاکم سقمان القطبی بیمار ہو گیا۔ اس لیے اس کی فوجیں واپس ہو گئیں۔ سقمان القطبی بالس کے مقام پر فوت ہو گیا اور اس کی لاش اس کے شہر پہنچائی گئی۔

اسلامی فوجوں کا انتشار: سلطان کا متحدہ لشکر معرۃ النعمان کے قریب خیمہ زن ہوا اس وقت دمشق کا حاکم طغرکین، مودود حاکم موصل کے پاس آیا پھر اسے ان مسلم حکام کے بارے میں کچھ شک و شبہ ہوا تو اس نے پوشیدہ طور پر فرنگیوں کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ پھر یہاں سے متحدہ فوجیں الگ الگ ہو گئیں اور صرف امیر مودود طغرکین کے ساتھ دریائے عاصی پر باقی رہ گیا۔ فرنگیوں نے ان کی نااتفاقی سے فائدہ اٹھایا اور وہ افامیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

پھر شیرز کا حاکم سلطان بن منقذ نکل کر مودود اور طغرکین کے پاس آیا اور انہیں اپنے علاقہ شیرز کی طرف لے گیا اس طرح فرنگیوں کا کام آسان ہو گیا۔ ان کے ہاں خوراک کی رسد کم ہو گئی تھی اس لیے وہ کوچ کر گئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں دور بھگا دیا۔

شہر صور کا محاصرہ: جب بادشاہی فوجیں منتشر ہو گئیں تو بیت المقدس کا فرنگی حاکم بقدوین نکلا اور اس نے اپنی فرنگی فوجیں اکٹھی کیں اور ماہ جمادی الاولیٰ ۵۰۵ھ میں شہر صور کا محاصرہ کر لیا جو مصر کی فاطمی حکومت کے سربراہ امیر افضل کے قبضہ میں تھا۔ وہاں اس کا جانشین حاکم عز الملک تھا انہوں نے وہاں برجوں اور منجنیقوں (قلعہ شکن آلات) کو نصب کر دیا تھا۔ اس نے اہل طرابلس میں سے جن کی تعداد ایک ہزار تھی بہت دلیر نوجوانوں کو بلایا۔ انہوں نے سخت حملہ کیا اور وہ فصیل کے متصل برج تک پہنچ گئے اور اسے جلا دیا۔ دوسرے برجوں پر بھی مٹی کا تیل (نفط) چھڑک کر نذر آتش کیا۔ یوں گھمسان کی جنگ جاری رہی۔

طغرکین کا مقابلہ: اہل صور نے طغرکین حاکم دمشق کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی مدد کرے اس کے بدلے میں وہ شہر اس کے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ وہ بانیاس کے مقام پر آیا اور انہیں دو سو گھوڑے بھیجے اس کے بعد بھی شدید جنگ جاری رہی شہر کے حاکم نے طغرکین کو پھر پیغام بھیجا کہ وہ بہت جلد وہاں پہنچے تاکہ وہ شہر کو اس کے حوالے کر دے۔

ادھر طغرکین فرنگی عملداری پر حملے کر رہا تھا اور دمشق کے علاقے میں ان کے ایک قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے ان کے پاس خوراک اور غلہ رسانی کا راستہ بھی بند کر دیا تھا چنانچہ یہ فرنگی بحری راستے سے خوراک کی رسد حاصل کرتے تھے۔

پھر اس نے صیدا پر حملہ کیا اور اسے نقصان پہنچایا اس کے بعد میوہ پکنے کا موسم آیا تو فرنگیوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں طغرکین ان کے شہروں پر قبضہ نہ کر لے اس لیے انہوں نے صور کا محاصرہ ختم کر دیا اور عکا چلے گئے اس کے بعد طغرکین صور کے شہر پہنچا۔ اس نے ان کی مالی امداد کی اور اہل شہر اپنی فصیل اور خندق کی مرمت کرنے میں مشغول ہو گئے۔

مودود کی پیش قدمی: پھر موصل کے حاکم امیر مودود ۵۰۶ھ میں سروج پہنچے اور اس کے گرد و نواح کو تباہ کیا۔ ان کے مقابلے کے لیے تل باشر کا حاکم جکرمس نکلا۔ اس نے لشکر کے مویشیوں پر حملہ کر کے انہیں ان کے چرواہے سے چھین لیا اور فوج کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا اور پھر وہ واپس چلا گیا۔

اس کے بعد ارمنی امیر کا دبن کاوز کے علاقے میں فوت ہو گیا۔ یہ خبر سن کر انطاکیہ کے فرنگی حاکم سکرمی نے اپنے علاقے سے پیش قدمی کی تاکہ وہ اس کے علاقے پر قبضہ کر لے مگر وہ راستے میں بیمار ہو گیا۔ اس لیے انطاکیہ لوٹ گیا اور ۵۰۶ھ کے درمیانی عرصے میں فوت ہو گیا اس کے بعد اس کا بھانجا سرجان انطاکیہ کا حاکم ہو گیا اور وہاں کا انتظام درست ہو گیا۔

پھر امیر مودود حاکم موصل نے مختلف علاقوں سے فوجیں اکٹھی کیں۔ چنانچہ سنجار کا حاکم اور ماردین کا حاکم ایاز بن ابو الغازی اور دمشق کے حاکم طغرکین اپنی اپنی فوجیں لے کر آئے یہ سب ماہ محرم ۵۰۷ھ میں فرنگی علاقوں میں گھس گئے ان کے مقابلے کے لیے شاہ بیت المقدس اور جوسکین (فرنگی حاکم) روانہ ہوئے۔

فرنگیوں کو شکست: مسلمان فوجوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور بیت المقدس کو فتح کرنے کے ارادہ سے وہ اردن پہنچے۔ فرنگی فوجیں ان کے سامنے تھیں۔ چنانچہ محرم کی پندرہویں تاریخ کو فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ جس میں فرنگیوں کو شکست ہوئی اور ان میں سے بہت سے سپاہی بحیرہ طبریہ اور دریائے اردن میں غرق ہو گئے۔ مسلمانوں نے کافی مال غنیمت حاصل کیا۔

فرنگی علاقہ کا صفایا: جب فرنگی فوجیں شکست کھا کر واپس گئیں تو راستے میں انہیں طرابلس اور انطاکیہ کی فوجیں ملیں۔ وہ بھی ان کے ساتھ منتشر ہو گئیں۔ انہوں نے طبریہ کے پہاڑ پر اپنے مورچے قائم کر لیے۔ مسلمانوں نے ان کا ایک مہینہ تک محاصرہ کیا مگر فتح حاصل نہیں کر سکے۔ اس لیے انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ تاہم مسلمانوں نے عکا اور بیت المقدس کے درمیان فرنگی علاقہ کا صفایا کر دیا۔

چونکہ مسلمانوں کی فوجیں اپنے ممالک سے دور ہو گئی تھیں اور ان کی خوراک کی رسد ختم ہو گئی تھی اس لیے وہ اس خیال سے مرج الصفر کے مقام پر لوٹ آئے کہ موسم بہار میں وہ دوبارہ جہاد کریں گے لہٰذا انہوں نے فوجوں کو چھٹی دے دی (اسلامی لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ) امیر مودود دمشق چلا گیا تاکہ دوبارہ جنگ شروع ہونے کے درمیانی عرصہ میں وہ دمشق میں قیام کرے۔

مودود کا قتل: جب مودود دمشق میں جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آ رہا تھا تو اس سال کے ماہ ربیع الاول میں فرقہ باطنیہ

(شیعہ) کے ایک فرد نے اس پر نیزے سے حملہ کر دیا اور وہ اسی دن (زخموں کی تاب نہ لا کر) فوت ہو گیا۔ اس کے بعد حاکم دمشق طغرکین پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے اسے قتل کرایا تھا۔

نئے مسلم سپہ سالار کا تقرر: مودود کے مقتول ہونے کے بعد سلطان محمد نے اس کے اقسنقر برسقی کو مجاہدین کے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا اور فرنگیوں سے جہاد کرنے کے لیے اس کے ساتھ اپنے فرزند مسعود کو بھی روانہ کیا۔ سلطان نے دیگر علماء امراء کو یہ پیغام دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔

چنانچہ (مسلم حکام میں سے) عماد الدین زنگی بن اقسنقر اور حاکم سنجار غبرک (جہاد میں) شریک ہوئے اور یہ لشکر جزیرۂ ابن عمر کی طرف روانہ ہوا اور اسے مودود کے نائب کے قبضہ سے چھڑا لیا گیا۔

پھر وہ ماردین کی طرف روانہ ہوئے اور اس کا محاصرہ کر لیا تا آنکہ اس کا حاکم ابو الغازی ان کا مطیع ہو گیا اور اس نے اپنے فرزند ایاز کو اس لشکر کے ساتھ روانہ کیا پھر یہ مجاہدین رہا گئے اور ماہ ذوالحجہ ۵۰۸ھ میں ستر دن وہ اس کا محاصرہ کرتے رہے مگر اسے فتح نہیں کر سکے اور مسلمانوں کے پاس خوراک کی رسد کم ہو گئی۔ اس لیے وہ شمشاط اور سروج کی طرف کوچ کر گئے اور ان علاقوں کو خوب تباہ کیا اور اس اثناء میں مرعش کیسوم اور رعبان کا فرنگی حاکم ہلاک ہو گیا اور اس کے بعد اس کی بیوہ حاکم ہوئی۔ اس نے زنگیوں کے برخلاف برسقی کی اطاعت کرنے کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا اس نے اس خاتون حکمران کی طرف خابور کے حاکم کو بھیجا تو اس (ملکہ) نے اس کے ہاتھ مال و دولت اور تحائف بھیجے اور مسلمانوں کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اس لیے اس کے پاس جو فرنگی تھے وہ انطاکیہ چلے گئے۔

سلطانی لشکر کا جہاد: سلطان محمد دمشق کے حاکم طغرکین سے ناراض تھا کیونکہ وہ مودود کے قتل کا ملزم تھا۔ لہٰذا وہ باغی ہو گیا اور سلطان کا مخالف بن گیا۔ ماردین کے حاکم ابو الغازی نے مخالفت میں اس کا ساتھ دیا کیونکہ اس کے اور برسقی کے درمیان رنجش تھی لہٰذا سلطان کو ان دونوں کی مخالفت اور فرنگیوں کی جنگ کی وجہ سے بہت پریشانی ہوئی کیونکہ زنگیوں کی طاقت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔

لہٰذا اس نے حاکم ہمدان امیر برسق کے ساتھ مل کر فوجوں کو تیار کیا اس کے ساتھ امیر جیوش بیگ امیر کسقری اور موصل و الجزیرہ کی فوجیں بھی تھیں۔ سلطان نے انہیں حکم دیا تھا کہ ابو الغازی اور طغرکین کی سرکوبی کے بعد فرنگیوں سے جہاد کریں۔

متحدہ لشکر کی فتوحات: چنانچہ وہ ماہ رمضان المبارک ۵۰۸ھ میں جہاد کے لیے روانہ ہوئے انہوں نے رملہ کے مقام پر دریائے فرات کو عبور کیا اور حلب پہنچے۔ وہاں رضوان کے بعد لولو الخادم حاکم حلب تھا اور وہاں کی فوج کا سردار شمس الخواص تھا۔ اسلامی لشکر نے ان دونوں کے سامنے سلطان کے وہ خطوط پیش کیے جن میں شہر کو ان کے حوالے کرنے کے لیے لکھا گیا تھا۔ انہوں نے جواب کو ٹالا اور ابو الغازی و طغرکین سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ دونوں دو ہزار سواروں کو لے کر وہاں پہنچے اور اس کے ذریعے مجاہدین کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ یہ حالت دیکھ کر امیر برسق حماۃ چلا گیا جو طغرکین کے ماتحت تھا اس نے اسے فتح کر کے تین دن تک اسے لوٹا اور پھر اسے حاکم حمص امیر قرجان کے حوالے کر دیا۔ اس طرح وہ سلطان کے حکم کے مطابق ہر شہر فتح کرنے لگے۔ یہ بات دیگر حکام کو بہت ناگوار گزری اور ان کی نیتیں خراب ہونے لگیں۔

طویل جنگ کا منصوبہ: ادھر ابوالغازی طغرکین اور شمس الخواص انطاکیہ پہنچے اور اس کے فرنگی حاکم اربیل سے حماۃ کی مدافعت کے لیے فوج طلب کی۔ مگر وہاں پہنچ کر انہیں اس کے مفتوح ہونے کی خبر ملی۔ انطاکیہ میں ان کے پاس بیت المقدس اور طرابلس وغیرہ کے شیاطین صفت فرنگی حکام بھی پہنچ گئے تھے۔ وہ سب افامیہ کے مقام پر اکٹھے ہوئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کو طویل کیا جائے تاکہ موسم سرما میں وہ منتشر ہو جائیں۔

فتح کفر طاب: جب موسم سرما آیا اور مسلمانوں کا لشکر وہیں موجود تھا تو ابوالغازی ماردین چلا گیا اور طغرکین دمشق واپس آ گیا اور فرنگی فوجیں بھی اپنے شہروں کی طرف لوٹ آئیں۔ اس وقت مسلمانوں نے کفر طاب کا قصد کیا جو افامیہ کی طرح فرنگیوں کے قبضہ میں تھا اس مقام کو انہوں نے فتح کر لیا اور فرنگیوں پر حملہ کر کے اس کے حاکم کو قید کر لیا۔

پھر وہ قلعہ افامیہ کی طرف روانہ ہوئے جو ان کے لیے ناقابل تسخیر ثابت ہوا تو مسلمانوں کا لشکر معرہ کی طرف لوٹ گیا جو فرنگیوں کے قبضہ میں تھا۔

اسلامی لشکر میں سے امیر جیوش بیگ اپنا لشکر لے کر الگ ہو گیا اور اس نے وادی مرانہ پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا باقی لشکر معرہ سے حلب کی طرف روانہ ہو گیا ان کا تمام ساز و سامان اور مویشی بھی ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ چنانچہ اس کا اگلا حصہ شام پہنچ گیا اور اس نے تباہی کا کام شروع کر دیا۔

اچانک حملہ: انطاکیہ کا فرنگی حاکم پانچ سو سوار اور دو ہزار پیادہ فوج لے کر کفر طاب کی مدافعت کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے مسلمانوں کے خیموں پر اچانک حملہ کر دیا وہ ابھی منزل مقصود پر نہیں پہنچے تھے کہ فرنگیوں نے غلاموں اور نوکروں وغیرہ کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ فرنگی مسلمانوں کے خیموں میں گھس گئے اور جو کوئی ملتا اسے قتل کر دیتے تھے۔ آخر کار امیر برسق اور اس کے بھائی زنگی وہاں پہنچ گئے وہ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور انہوں نے شکست خوردہ مسلمانوں کا احاطہ کر کے ان کی حفاظت کی۔ امیر برسق کا ارادہ تھا کہ فرنگی فوجوں کا نہایت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا جائے مگر اس کے بھائی زنگی نے بھاگ جانے کا فیصلہ کیا اور اس کے ساتھی اس کے ساتھ بھاگ گئے۔ فرنگی فوجوں نے ایک فرسنگ کے فاصلے تک مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ پھر وہ لوٹ آئے۔

فرنگیوں کی دہشت: اس طرح اسلامی لشکر شکست کھا کر اپنے علاقوں کی طرف چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد اہل حلب اور شام کے علاقوں کے مسلمان باشندے فرنگیوں سے خوفزدہ ہو گئے تھے۔

رمیلہ کی جنگ: فرنگی فوجیں دمشق کے ماتحت ایک مقام رمیلہ پہنچ گئیں اور اس پر قابض ہو گئیں اور اس کی مستحکم قلعہ بندی کی۔ ادھر طغرکین حاکم دمشق نے فرنگی شہروں کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا تھا' مگر اسے خبر ملی کہ خود اس کا مقام رمیلہ محافظوں سے خالی ہو گیا ہے اس لیے وہ بہ عجلت تمام ۵۰۹ھ میں وہاں پہنچا اور اسے دوبارہ فتح کر لیا۔ اس نے جنگ کر کے فرنگیوں کو قیدی بنا لیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور وہ دمشق لوٹ آیا۔

اس کے بعد رمیلہ کا مقام مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔ یہاں تک کہ ۵۲۰ھ میں فرنگیوں نے دوبارہ اس کا محاصرہ کر

کے اس پر قبضہ کر لیا۔

فرنگی بادشاہ کی موت: بیت المقدس کا فرنگی حاکم بقدوین ۵۱۱ھ کے آخر میں فوت ہو گیا۔ اس نے دیار بکر کو فتح کرنے کے لیے لشکر کشی کی تھی جب وہ تنیس پہنچا تو رات کے وقت وہ زخمی ہو گیا اور وہ بیت المقدس لوٹ گیا۔ جہاں وہ مر گیا۔ اس وقت وہاں رہا کو وہ فرنگی حاکم بھی موجود تھا جو مسلمانوں کی قید میں تھا اور جسے جاولی نے رہا کیا تھا۔ مگر وہ اپنے علاقہ کی طرف لوٹ گیا۔

طغرکین کی یلغار: حاکم دمشق طغرکین فرنگیوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا تھا اور یرموک پہنچ گیا تھا۔ فرنگی حاکم نے اس کی طرف صلح کا پیغام بھیجا تو طغرکین نے یہ شرط رکھی کہ وہ جبل عردہ سے الفور تک کا علاقہ چھوڑ دے۔ مگر اس فرنگی نے یہ شرط قبول نہیں کی۔ اس لیے طغرکین طبریہ پہنچا اور وہاں کے گردونواح میں غارت گری کی۔ پھر وہاں سے عسقلان پہنچا تو اس کا مقابلہ مصر کی سات ہزار فوجوں سے ہوا جو بقدوین کے تعاقب میں آئی تھیں۔ جبکہ اس نے دیار بکر سے کوچ کیا تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ ان کے حاکم نے طغرکین سے مقابلہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے اس پر طغرکین نے ان کا شکریہ ادا کیا اور دمشق واپس چلا گیا۔

مسلمانوں کی شکست: اس کے بعد اسے خبر ملی کہ فرنگی فوج اذرعات پہنچ گئی ہے اور وہاں کے ایک قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اسے لوٹ لیا ہے لہٰذا اس نے تاج الملک بوری کو فوج دے کر ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے ان فرنگیوں کو وہاں ایک پہاڑ میں محصور کر دیا یہاں تک کہ جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے جان پر کھیل کر زوردار حملہ کیا اور مسلمانوں کو شکست دے دی۔ اس کے بعد قتل و غارت گری کی۔ مسلمانوں کی بقایا شکست خوردہ فوج دمشق واپس آ گئی۔

متحدہ حملے کی کوشش: اس واقعہ کے بعد طغرکین حلب گیا تا کہ وہ ابوالغازی سے فوجی امداد حاصل کرے۔ اس نے اس کے ساتھ کوچ کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر اتنے میں یہ خبر ملی کہ فرنگیوں نے دمشق کی عملداری پر حملہ کیا ہے اور حوران کو لوٹ کر اس کا صفایا کر دیا ہے۔ اس لیے طغرکین بہت جلد دمشق چلا گیا اور ابوالغازی ماردین چلا گیا تا کہ وہ فوجوں کو اکٹھا کرے اور وہ متحد ہو کر فرنگیوں کے خلاف جنگ کر سکیں۔

اہل حلب کی مصالحت: ۵۱۳ھ میں فرنگی فوجیں حلب کے قریب پہنچ گئیں۔ انہوں نے مراغہ پر قبضہ کر لیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار شہر والوں نے اپنی جائیداد میں انہیں شریک کر کے ان کے ساتھ صلح کی۔

شدید جنگ: پھر ابوالغازی ماردین سے باقاعدہ فوجیوں اور رضا کاروں پر مشتمل بیس ہزار کی فوج لے کر مقابلہ کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ اسامہ بن مالک بن شیرز الکنانی اور ارزن کے حاکم امیر طغان ارسلان بن افتکین بھی شریک جنگ تھے فرنگی فوجیں اتادب کے قریب ضنبیل عرس کے مقام کی طرف روانہ ہوئیں اور ایک ایسی جگہ پر پڑاؤ کیا۔ جہاں کے راستے معدوم تھے۔ انہوں نے جنگ کو طول دینے کا ارادہ کیا تھا مگر ابوالغازی ان کے پاس پہنچ کر اچانک حملہ آور ہوا اور

ان کی صفوں میں گھس گیا۔

فرنگی فوجوں نے شدید جنگ کی مگر اس کے حملوں کی تاب نہ لا سکے۔ اس نے انہیں بری طرح پیٹا اور انطا کیہ کے فرنگی حاکم سرجان کو قتل اور ان کے ستر فوجی افسر قیدی بنا لیے گئے۔

فرنگیوں کو دوبارہ شکست: پھر فرنگیوں کی شکست خوردہ فوجیں اکٹھی ہوئیں اور انہوں نے دوبارہ جنگ شروع کی تو ابو الغازی نے انہیں دوبارہ شکست دی اور ان کے قلعہ آلات حرب اور زرد باد پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ حلب آیا اور اس شہر کی حالت درست کر کے ماردین واپس چلا گیا۔

جوسکین کی شکست: پھر تل ناشر کا فرنگی حاکم جوسکین فرنگی سپاہیوں کے دو سو کے دستہ کو لے کر قبیلہ طے کی ایک شاخ پر جو بنو خالد کے نام سے مشہور تھی حملہ آور ہوا۔ اس نے انہیں لوٹا اور مال غنیمت حاصل کیا پھر انہی لوگوں نے اس فرنگی حاکم کو اپنی قوم بنی ربیعہ کا پتہ بتایا جو دمشق اور طبریہ کے درمیان آباد تھی۔ لہٰذا جوسکین نے وہاں اپنے ساتھیوں کو بھیجا اور خود ایک دوسرے راستے سے روانہ ہوا مگر وہ خود راستے سے بھٹک گیا اور پیچھے رہ گیا ان کے ساتھی اسی مقام پر پہنچ گئے تھے وہاں قبیلہ کا سردار مرتھا جو ربیعہ کے قبیلہ میں سے تھا۔ قبیلہ کے سردار نے جنگ کر کے فتح حاصل کی۔ اس نے ان کے ستر افراد کو قتل کیا اور بارہ کو جنگی قیدی بنا لیا اور بہت مال لے کر انہیں چھوڑا۔ پھر ان کے قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔

جوسکین کو یہ خبر راستے میں ملی اس لیے وہ طرابلس واپس چلا گیا پھر اس نے مزید فوج اکٹھی کر کے عسقلان پر حملہ کیا' یہاں بھی مسلمانوں نے اسے شکست دی اور وہ شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

جوسکین کی گرفتاری: پھر بہرام جو ابو الغازی کا بھائی تھا فوج لے کر شہر رہا کی طرف گیا اور کافی مدت تک اس کا محاصرہ کرتا رہا۔ مگر فتح نہیں کر سکا۔ اس لیے وہ وہاں سے کوچ کر گیا راستے میں کسی نے اسے آگاہ کیا کہ رہا اور سروج کا حاکم جوسکین اس کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا ہے۔ مالک (فرزند بہرام) سے اس کے ساتھی جدا ہو گئے تھے اس لیے وہ وہاں پہنچا جہاں فرنگی فوج پہنچ چکی تھی۔ اس نے انہیں دلدلی زمین کی طرف دھکیل دیا۔ جب ان کے گھوڑے اس دلدلی زمین میں پہنچے تو ان میں سے کوئی بھاگ نہیں سکا اور خود جوسکین (حاکم رہا) گرفتار ہو گیا۔ اس نے بہت مال فدیہ کے طور پر ادا کر کے اپنے آپ کو چھڑانا چاہا مگر مالک بن بہرام نے زر فدیہ لینے سے انکار کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ وہ رہا کا قلعہ مسلمانوں کے سپرد کر دے۔ مگر اس نے یہ شرط نہیں مانی تو اس نے اسے خرت برت کے مقام پر مقید کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کا خالہ زاد بھائی کلیام جو بہت بڑا شیطان تھا اور دوسرے فرنگی افسران بھی مقید تھے۔

قلعہ خرت برت پر مقابلہ: مالک بن بہرام خرت برت کا حاکم تھا اس کے قریب فرنگی قلعہ کرکر میں آباد تھے اس لیے اس نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ دوسرا فرنگی حاکم بقدوین لشکر لے کر اس کے مقابلہ کے لیے ماہ صفر ۵۱۷ھ میں پہنچا مگر مالک بن بہرام نے ان فرنگیوں کو شکست دی اور ان کے بادشاہ (بقدوین) اور دوسرے افسروں کو گرفتار کر لیا مالک نے انہیں بھی خرت برت کے قلعے میں جوسکین حاکم رہا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مقید کر دیا۔ پھر مالک ماہ ربیع الاول

میں حران پہنچا اور اسے فتح کر لیا۔

فرنگی حکام کا فرار: جب مالک خرت برت سے باہر گیا ہوا تھا تو فرنگی افسران دھوکہ دے کر بعض مسلمان سپاہیوں کی مداخلت سے قید خانے سے نکل بھاگے چنانچہ بقدوین اپنے شہر چلا گیا اور باقی فرنگی افسروں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

جب مالک بن بہرام واپس آیا تو اس نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اسے ان کے قبضہ سے چھڑا لیا پھر اس نے وہاں ایک (معتبر) فوجی دستہ مقرر کیا۔

صور کی سابق حکومت: صور کا شہر مصر کے فاطمی خلفاء کے قبضہ میں تھا اور وہاں مصری سپہ سالار اور سربراہ مملکت افضل کی طرف سے عز الملک حاکم تھا ۵۰۱ھ میں فرنگی فوج نے اس کے محاصرے کے لیے تیاری کی انہوں نے حاکم دمشق سے امداد طلب کی تو اس نے فوج اور مال و دولت دونوں طریقوں سے ان کی مدد کی اور اپنی طرف سے ایک حاکم بھی بھیجا جس کا نام مسعود تھا۔ اس حاکم نے آ کر وہاں خطبہ میں یا سکہ میں فاطمی خلافت کے دعوے کو تبدیل نہیں کیا اور اس کی اطلاع اس نے مصر کے سربراہ افضل کو دی۔ اس نے مصری حاکم سے یہ بھی درخواست کی کہ وہ مدد کے لیے بحری بیڑا بھیجے۔

افضل نے اس کے خط کا جواب دیا اور اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔ پھر افضل مارا گیا اور بحری بیڑا مصر سے حسب معمول وہاں پہنچا۔ اس بحری بیڑا کے افسر کو یہ حکم ملا تھا کہ وہ صور کے حاکم مسعود کو جو طغرکین حاکم دمشق کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا کسی تدبیر سے گرفتار کر لے کیونکہ اہل مصر کو اس سے شکایات تھیں۔

چنانچہ بحری بیڑہ کے افسر نے اسے گرفتار کر لیا پھر وہ بحری بیڑا تو مصر لے گیا اور مسعود کو دمشق بھیج دیا گیا اور صور کا حاکم اہل مصر کی طرف سے مقرر کیا گیا اور طغرکین کو مسعود کی گرفتاری کے بارے میں معذرت نامہ بھیجا گیا۔ یہ واقعہ ۵۱۶ھ میں رونما ہوا۔

صور پر فرنگی حملہ: جب فرنگیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ مسعود صور سے واپس چلا گیا ہے تو انہوں نے صور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا محاصرہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے وہاں کے حاکم نے امیر کو مطلع کیا اور یہ بھی بتایا کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے طغرکین بھی بانیاس پہنچ گیا تا کہ وہ مدد کے لیے قریب رہے۔ اس نے اہل مصر سے فوجی امداد طلب کی۔ پھر فرنگیوں نے اہل شہر سے خط و کتابت کی کہ وہ شہر کو ان کے حوالے کر دیں اور جو وہاں ہیں وہ نکل جائیں۔

فتح صور: آخر کار اس سال کے ماہ جمادی الاول میں فرنگی شہر صور میں داخل ہو گئے اور شہر والے جاتے وقت جو لے جا سکے لے گئے اور جو سامان نہیں لے جا سکے وہ انہوں نے وہیں چھوڑ دیا۔

برسقی کی فتح و شکست: پھر برسقی نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا اور ۵۱۹ھ میں فوج لے کر کفر طاب کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فرنگیوں سے چھین لیا پھر وہ حلب کے شمال میں قلعہ عزر پہنچا وہاں جو سکین موجود تھا اس نے اس قلعہ کا بھی محاصرہ کیا۔ اس کے مقابلہ کے لیے فرنگی فوجیں اکٹھی ہو گئیں اور سخت جنگ ہوئی اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور عیسائیوں نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔

برسقی حلب پہنچا اور وہاں اس نے اپنے فرزند مسعود کو اپنا جانشین بنایا اور خود دریائے فرات کو عبور کر کے موصل پہنچا تاکہ مزید فوجی کمک حاصل کرے اور پھر وہاں جا کر ان سے جہاد کرے مگر اس عرصے میں کسی نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بجائے اس کا فرزند عز الدین تھوڑے عرصے کے لیے حاکم ہوا مگر ۵۲۱ھ میں وہ بھی فوت ہو گیا۔

زنگی خاندان: اس کے بعد سلطان محمود عماد الدین زنگی بن اقسنقر اس کے بجائے موصل الجزیرہ اور دیار بکر کا حاکم ہوا۔ پھر وہ شام کا حاکم بھی ہو گیا اور اس کے بعد اس کی سلطنت پر اس کے فرزند قابض ہوئے اور یہ اپنے کارناموں کی وجہ سے ایک عظیم سلطنت بن گئی۔ جس کا ذکر عنقریب کیا جائے گا۔

زنگی خاندان کی سلطنت سے ایوبی سلطنت قائم ہوئی چنانچہ فرنگیوں کی ان صلیبی جنگوں کا حال جو ان دونوں سلطنتوں کے زمانے میں ہوئیں ہم متعلقہ سلطنت کے حالات کے ساتھ ساتھ بیان کریں گے تاکہ تکرار بیان نہ ہو سکیں۔ یہاں ہم صرف وہ حالات بیان کریں گے جن کا تعلق مذکورہ بالا دونوں سلطنتوں سے نہیں ہے۔

صلیب پرستوں کا حملہ دمشق: پھر فرنگی فوجیں ۵۲۰ھ میں اکٹھی ہوئیں اور دمشق کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئیں۔ پھر وہ مرج الصفر آ کر مقیم ہوئیں۔ دمشق کے حاکم طغرکین نے دیار بکر وغیرہ کے ترکمانی سرداروں سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ لوگ اس کی مدد کے لیے آئے۔

طغرکین بذات خود ۵۲۰ھ کے آخر میں فرنگیوں کے مقابلے کے لیے پہنچا اور بذات خود ان سے جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ میدان جنگ میں گھوڑے سے گر پڑا ان کے ساتھیوں نے سمجھا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس لیے وہ سب بھاگ گئے۔ طغرکین بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اس شکست خوردہ فوج کے ساتھ شامل ہو گیا۔

صلیبیوں کا فرار: فرنگیوں نے مسلمانوں کی فوج کا تعاقب کیا۔ انہوں نے ترکمانوں کی پیدل فوج کو بہت نقصان پہنچایا تھا لہٰذا جب فرنگی فوجیں تعاقب میں روانہ ہوئیں تو ترکمانوں کی پیدل فوج فرنگیوں کے خیموں کی طرف پلٹ گئی اور وہاں ان کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا اور وہاں جو لوگ موجود تھے انہیں قتل کر کے دمشق پہنچ گئے۔

جب فرنگی لشکر شکست خوردہ فوج کا تعاقب کر کے واپس آیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے خیمے لٹ گئے ہیں لہٰذا وہ بھی ابتری کی حالت میں بھاگ گئے۔

دشمن کی متحدہ فوج سے مقابلہ: ۵۲۳ھ میں جب کہ فرنگی حکام دمشق کو فتح کرنے کا ارادہ کر رہے تھے دمشق میں مزدغانی اور اسماعیلیہ کا واقعہ رونما ہوا۔ فرنگی حکام کو اس کے قتل پر بہت افسوس ہوا اور بیت المقدس انطاکیہ اور طرابلس کے فرنگی حکام اور وہ فرنگی جو سمندر کے راستے سے تجارت یا زیارت کے لیے آئے تھے سب اکٹھے ہوئے اور ایک بہت بڑی فوج لے کر دمشق روانہ ہوئے۔ اس وسیع لشکر میں دو ہزار سوار تھے اور پیدل فوج تو بے شمار تھی۔

طغرکین نے عربوں اور ترکمانوں کی فوج میں سے آٹھ ہزار کی سوار فوج اکٹھی کر لی تھی۔ فرنگی لشکر سال کے آخر میں دمشق پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا انہوں نے دمشق کے گرد و نواح میں لوٹ مار اور حملے کرنے کے لیے فوجی دستے تیار کیے

اور غلہ اور سامان خوراک جمع کیا۔

فرنگیوں کو شکست: اس سلسلے میں تاج الملک کو معلوم ہوا کہ فرنگی فوجوں کا ایک دستہ حوران میں بھی ہے اس لیے اس نے اپنے ایک مخصوص حاکم شمس الخواص کو فوج دے کر فرنگی فوجی دستہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا اس نے فرنگی فوجوں پر فتح حاصل کیا اور ان کا ساز و سامان لوٹ لیا اور پھر وہ دمشق واپس آ گیا۔

فرنگی حکام کو جب ان کی شکست کی خبر ملی تو وہ اپنا ناقابل محل سامان کو جلا کر دمشق سے بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کیا اور قیدی بنا لیا۔

اس واقعہ کے بعد انطاکیہ کے حاکم اسمند نے قلعہ قدموس جا کر اسے فتح کر لیا۔

فرنگی حاکم کی شکست: پھر ۵۲۷ھ میں الجزیرہ کی ترکمانی فوجیں جمع ہوئیں اور انہوں نے طرابلس کے شہروں پر حملہ کیا۔ فرنگیوں کو قتل کیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اس حالت کو دیکھ کر طرابلس کا فرنگی حاکم ان کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ انہوں نے اسے آگے بڑھنے دیا پھر پلٹ کر اس پر حملہ کیا اور اسے شکست دی اور اسے بہت نقصان پہنچایا۔ وہ فرنگی حاکم بقوین کے قلعہ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ جب ترکمانوں نے اس کا محاصرہ کیا تو وہ رات کے وقت اپنے بیس معزز ساتھیوں کے ساتھ نکل کر طرابلس چلا گیا اور ہر طرف سے فرنگیوں کو مدد کے لیے اکٹھا کیا اور انہیں لے کر ترکمان فوج کے مقابلہ کے لیے گیا اور ان سے جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ فرنگیوں کو شکست ہونے لگی تو وہ ارمینیہ کی طرف بھاگ گئے۔ چونکہ ترکمان فوج ان کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی اس لیے وہ واپس آ گئے۔

بانیاس کی فتح: دمشق کا حاکم بوری بن طغرکین ۵۲۶ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند شمس الملوک اسماعیل حاکم ہوا۔ فرنگیوں نے اسے کمزور سمجھتے ہوئے صلح نامہ کی خلاف ورزی کا ارادہ کیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ بعض مسلمان سوداگر بیروت پہنچے تو فرنگیوں نے ان کا مال چھین لیا۔ شمس الملوک نے انہیں لکھا کہ وہ ان کا مال واپس کر دیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس لیے شمس الملوک تیار ہو کر ماہ صفر ۵۲۷ھ میں بانیاس کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کی فصیل میں نقب لگا کر اسے فتح کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کا صفایا کیا۔ ان کی شکست خوردہ فوج قلعہ میں محصور ہو گئی اور دو دن کے بعد اس نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔ دوسرے علاقوں کے فرنگی مقابلہ کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے تھے مگر جب انہیں بانیاس کے فتح ہونے کی خبر ملی تو وہ واپس آ گئے۔

شمس الملوک کے مجاہدانہ کارنامے: پھر حاکم دمشق شمس الملوک اسماعیل شقیف (بیروت) کی طرف فوج لے کر پہنچا۔ یہ بیروت وصیدا کے سامنے ایک پہاڑ میں واقع تھا۔ یہ مقام ضحاک بن جندل رئیس وادی التیم کے زیر نگین تھا۔ وہ محفوظ مقام میں تھا۔ مسلمان اور فرنگی دونوں اس سے الگ رہتے تھے اور وہ بھی ایک کو دوسرے کے برخلاف رکھ کر اپنی حفاظت کر لیتا تھا۔

شمس الملوک نے یہاں پہنچ کر اسے فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۵۲۸ھ میں رونما ہوا۔ فرنگیوں کو یہ فتح بہت شاق

گذری اس کے بعد وہ شمس الملوک سے ڈرنے لگے۔ وہ شہر حوران پہنچے اور اس کے چاروں طرف تباہی مچادی۔ شمس الملوک اپنی فوج کے کچھ حصے کو لے کر فرنگیوں کے مقابلہ کے لیے گیا۔ اس نے طبریہ ناصرہ اور عکا کا رخ کیا تو اس کے گرد و نواح میں فرنگیوں کا صفایا کر دیا۔ جب فرنگی حکام کو یہ خبر ملی تو وہ اپنے شہروں کی طرف بھاگ گئے۔ انہیں ان مقامات کی تباہی اور ویرانی بہت ناگوار معلوم ہوئی اس لیے انہوں نے شمس الملوک سے خط و کتابت کر کے جنگ بندی کے معاہدہ کی تجدید کے لیے کوشش کی چنانچہ اس نے از سر نو جنگ بندی کا معاہدہ کر لیا۔

صلیبیوں کے افریقیہ پر حملے: جزیرہ جربہ افریقیہ کی عملداری میں تھا یہ طرابلس اور کالبس کے درمیان واقع تھا۔ اس میں بربری قبائل آباد تھے جو اس وقت سے اس جزیرہ میں حکومت کرتے تھے جبکہ ہلالی قبیلہ کے عرب افریقیہ میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے وہاں سے صنہاجہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا اسی زمانے میں رومہ (اٹلی) میں اور شمالی علاقوں میں فرنگیوں کی سلطنتیں طاقتور ہونے لگی تھیں اور انہوں نے مسلمانوں کے ممالک کی طرف دست درازی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ فرنگیوں کا ایک بادشاہ بردویل اپنے ساتھ بڑے بڑے افسروں اور عیسائی پادریوں کی ایک جماعت اور فوج کو لے کر شام پہنچا اور وہاں کے شہروں اور قلعوں کو فتح کر لیا۔

راجر کے عزائم: اس قسم کے فرنگی بادشاہوں میں سے راجر بن تبیر تھا۔ جس کا پایہ تخت شہر میلکو اتھا جو جزیرہ سسلی کے سامنے تھا جب وہاں مسلمانوں کی حکومت کو زوال آ گیا اور بنو ابوالحسین الکلبی کی سلطنت کا سسلی سے خاتمہ ہو گیا تو اس فرنگی بادشاہ راجر نے مسلمانوں کے جزیرہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔

جزیرہ سسلی پر قبضہ: جزیرہ سسلی (صقلیہ) کے بعض علاقوں پر جو لوگ قابض ہو گئے تھے انہوں نے راجر کو اس علاقے کے فتح کرنے پر اکسایا چنانچہ اس نے مسلمانوں کی خانہ جنگی میں ایک کو دوسرے کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بحری بیڑی میں اپنے فوجی بھیجے۔ پھر اس نے مسلمانوں کے قبضے سے ایک ایک قلعہ کر کے نکالنا شروع کیا یہاں تک کہ آخری علاقے جو اس نے وہاں کے ایک باغی عبداللہ بن الجواس کے قبضہ سے چھینے تھے وہ طرابنہ اور مازر تھے اس نے بذریعہ مصالحت یہ دونوں علاقے ۴۶۴ھ میں حاصل کر لیے تھے۔ اس کے بعد وہاں سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ گیا۔

شاہ روجر ثانی: پھر شاہ روجر ۴۹۴ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند روجر دوم تخت نشین ہوا۔ وہ عرصہ دراز تک حکومت کرتا رہا اور اس کی سلطنت وسیع ہو گئی اس کی حکومت اس زمانے میں قائم ہوئی جبکہ فرنگیوں کا اثر و اقتدار شام میں قائم ہو گیا تھا اور وہ اندرون ملک گھس گئے تھے اور جہاں موقع پاتے تھے مسلمانوں کے شہروں کو فتح کر لیتے تھے۔

روجر ثانی کے حملے: اس زمانے میں روجر ثانی افریقیہ کے ساحل پر حملے کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے جزیرہ سسلی (صقلیہ) سے ۵۵۳ھ میں افریقیہ کے جزیرہ جربہ کی طرف ایک بحری بیڑا بھیجا۔ اس وقت صنہاجی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کی فرنگی فوجوں نے اس جزیرہ کا محاصرہ کر لیا۔ پھر شدید جنگ ہوئی پھر وہ زبردستی جزیرہ میں گھس گئے وہاں فرنگیوں نے مال غنیمت حاصل کیا اور مسلمانوں کو قیدی بنا لیا۔ باقی لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور فرنگیوں نے باج

گزار بنا کر انہیں وہاں برقرار رکھا اور خود ان پر حکومت کرنے لگے۔

فرنگی قلعوں کی تسخیر: ۵۳۱ھ میں حاکم دمشق شمس الملوک اسماعیل نے امیر خرداش کے زیر قیادت مسلمان فوجیں طرابلس الشام کی طرف بھیجیں اس کے ساتھ ترکمانی فوج اور رضاکار تھے۔ طرابلس کا فرنگی حاکم مقابلہ کے لیے آیا۔ مسلمانوں نے جنگ کر کے اسے شکست دی اور اس کی فوجوں کا صفایا کر دیا اور اسے طرابلس میں محصور کر دیا مسلمانوں نے اس کے بیرونی علاقے کو تباہ کر دیا اور ان کے قلعوں میں سے وادی ابن الاحمر کے قلعہ کو فتح کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کو قتل کیا۔

صلیبیوں کو عسقلان میں شکست: پھر ۵۳۵ھ میں فرنگی فوجیں عسقلان گئیں اور اس کے گرد و نواح کے علاقے کو تباہ کر دیا وہاں سے مصری فوجیں نکل کر حملہ آور ہوئیں انہوں نے فرنگیوں کو شکست دی اور ان پر غالب آ گئیں اور وہ شکست کھا کر واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا لیا۔

طرابلس الغرب میں صلیبی جنگ: جب افریقیہ میں صنہاجہ کی سلطنت کا زوال ہوا اور طرابلس الغرب سے ان کا اقتدار جاتا رہا تو یہاں کے باشندے خود مختار ہو گئے تھے۔ خاندان بنو بادیس کا آخری بادشاہ حسن بن علی بن یحییٰ مہدیہ میں حکمران تھا مگر طرابلس الغرب میں ابو یحییٰ بن مطروح خود مختار حاکم ہو گیا تھا اور یہاں کے لوگوں نے حسن بن علی اور خاندان بنو بادیس کی ماتحتی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جبکہ فرنگی چاروں طرف اقتدار حاصل کرنے کے لیے کوشش کر رہے تھے چنانچہ شاہ روجر نے اسے فتح کرنے کا ارادہ کیا اس نے بحری بیڑا بھیجا اور ۵۳۷ھ کے آخر میں وہاں جنگ کی اور اس کی فصیل میں نقب لگائی۔

صلیب پرستوں کو شکست: یہاں کے باشندوں نے عربوں سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ عربوں نے انہیں فوجی کمک پہنچائی اور وہ فرنگیوں کے مقابلے کے لیے پہنچے۔ انہوں نے فرنگیوں کو شکست دی اور ان کے ہتھیاروں اور مویشیوں کو لوٹ لیا۔

دیگر افریقی مقام پر حملے: فرنگی فوجیں جزیرہ سسلی (صقلیہ) واپس آ گئیں۔ پھر وہ مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور بجایہ کے ساحلی مقام جیجل پر حملہ کیا۔ یہاں کے باشندے پہاڑ کی طرف بھاگ گئے انہوں نے اس مقام میں گھس کر اسے لوٹ لیا اور اس محل کو تباہ کر دیا جسے یحییٰ بن العزیز بن حماد نے تعمیر کرایا تھا اور اس کا نام النزمۃ رکھا تھا۔ پھر وہ اپنے شہروں کی طرف واپس چلے گئے۔

دوبارہ جنگ: راجر نے دوبارہ ۵۴۱ھ میں ایک بحری بیڑا بھیجا جو طرابلس الغرب پر لنگر انداز ہو گیا اور ان کے جنگجو سپاہی وہیں مقیم ہو گئے انہوں نے بری اور بحری دونوں راستوں سے اس کا محاصرہ کر لیا اور تین دن تک جنگ کرتے رہے۔

خانہ جنگی کے برے نتائج: (یہ حقیقت عبرتناک ہے کہ) شہر والے فرنگیوں کی آمد سے پہلے باہمی اختلافات میں

مشغول تھے انہوں نے بنو مطروح کو نکال دیا تھا اور امرائے عبدونہ میں سے ایک ایسے شخص کو اپنا حاکم بنا لیا تھا جو اپنی قوم کے ساتھ حج کرنے کے لیے نکلا تھا انہوں نے اسے اپنا حاکم تسلیم کیا تھا۔

چنانچہ جب شہر والے فرنگیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں مشغول تھے تو اس وقت بنو مطروح کے حامیوں نے موقع غنیمت سمجھا اور انہوں نے اسے اور اس کی فوج کو شہر میں داخل کرا دیا۔ یوں شہر کے اندر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔

طرابلس پر فرنگی قبضہ: جب فرنگی فوجوں کو اس خانہ جنگی کا علم ہوا تو انہوں نے بعجلت تمام فصیلوں پر سیڑھیاں لگوا دیں اور ان کے ذریعے فصیلوں پر چڑھ کر وہ شہر میں گھس گئے اور اسے فتح کر لیا اور خوب لوٹ مار کی اور شہریوں کو قیدی بنا لیا۔ بہت سے باشندے عرب اور بربر کی بستیوں کی طرف بھاگ گئے۔

طرابلس کی آبادکاری: جب فرنگیوں نے قتل عام بند کیا اور عام معافی کا اعلان کیا تو مسلمان شہر واپس آئے اور فرنگیوں کو خراج دینا منظور کیا مسلمانوں نے چھ مہینے کے اندر فصیلوں اور شکستہ مقامات کی مرمت کر لی اور ابن مطروح کو اپنا حاکم بنا لیا اور اسے اطاعت کرنے کا پابند بنا لیا پھر صقلیہ (سسلی) میں اعلان کیا گیا کہ جو طرابلس جانا چاہے چلا جائے۔ چنانچہ وہاں لوگ آ گئے اور اس کی آبادی اچھی ہو گئی۔

افریقا کی اسلامی سلطنت کا زوال: جب صنہاجہ سلطنت کا نظام بگڑا تو قابس کے شہر پر بھی کچھ لوگوں نے قبضہ کر لیا اور دوسرے علاقے بھی خودمختار ہو گئے۔ انہی خودمختار امراء میں سے ابن کامل بن جامع بھی تھا۔ جو قبیلہ ہلال کی ایک شاخ قبیلہ ریاح سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ وہ قبیلہ تھا جسے مصر میں فاطمی حکومت کے خلیفہ المستنصر کے وزیر جرجرائی نے معز بن بادیس اور اس کی قوم کے خلاف بھیجا تھا انہوں نے سلطنت کو کمزور کیا اور اس کا انتظام خراب کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ علاقوں پر انہوں نے قبضہ کر لیا اور کچھ علاقوں پر دوسرے قابض ہو گئے۔

مسلم حکام کی خانہ جنگیاں: انہی بنو ہمان کے دائرہ عمل میں قابس کا علاقہ بھی تھا یہاں کا حاکم رشید تھا۔ وہ ۵۴۲ھ میں فوت ہو گیا اس کے بعد اس کے آزاد کردہ غلام یوسف نے اس کے چھوٹے بیٹے محمد بن رشید کو حاکم بنایا اور اس کے بڑے فرزند معمر کو نکال دیا اور چھوٹے بیٹے محمد کو اپنے ماتحت رکھا۔ وہ پوشیدہ طور پر زنان خانے (حرم سرائے) میں بھی آمدورفت رکھتا تھا۔ جہاں رشید کی بیوی بھی ہوتی تھی۔

یہ لوگ حاکم مہدیہ کے پاس اس کی شکایت لے کر گئے اور مہدیہ کے حاکم حسن بن علی نے یوسف سے اس بارے میں خط و کتابت کی مگر وہ نہیں مانا بلکہ اس نے دھمکی دی کہ وہ فرنگیوں کو قابس میں بلا لے گا۔

فرنگیوں سے ساز باز: اس لیے حاکم مہدیہ نے اس کے خلاف فوجیں بھیجنے کا ارادہ کیا۔ ادھر یوسف نے طرابلس الغرب کے فرنگی حاکم کو اپنی اطاعت کا پیغام پہنچایا اور یہ درخواست کی کہ وہ اسے قابس کا اسی طرح حاکم بنا دے جس طرح اس نے ابن مطروح کو طرابلس الغرب کا حاکم بنایا ہے۔

یوسف کی ہلاکت: قابس شہر کے باشندوں کو فرنگی حکام سے اس کی ساز باز کا علم ہو گیا تھا۔ لہٰذا جب حسن بن علی کی فوجیں وہاں پہنچیں تو اہل شہر نے ان فوجوں کے ساتھ مل کر اس کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا۔ ایسی حالت میں یوسف محل میں قلعہ بند ہو گیا مگر اہل شہر نے محل پر بھی زبردستی قبضہ کر لیا اور یوسف کو گرفتار کر کے رشید کے بڑے بیٹے معمر کو قابس کا حاکم بنا دیا جو اپنے چھوٹے بھائی محمد کی جگہ پر حاکم مقرر ہوا تھا۔

یوسف کو مختلف انواع و اقسام کی تکالیف دی گئیں۔ یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا یوسف کا بھائی عیسیٰ اور اس کا فرزند صقلیہ (سسلی) کے بادشاہ راجر کے پاس پہنچ گئے اور اس کی پناہ میں آ گئے۔

افریقا میں قحط سالی: ادھر افریقیہ میں ۵۳۷ھ میں سخت گرانی ہو گئی تھی اور وہاں کے اکثر باشندے صقلیہ (سسلی) چلے گئے تھے۔ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگ گئے تھے۔ موت کے حادثات کی کثرت ہو گئی تھی۔ ایسی حالت میں راجر نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔

دشمن کے بحری بیڑے کی روانگی: اس نے اس معاہدۂ صلح کو توڑ دیا جو اس کے اور حاکم مہدیہ حسن بن علی کے درمیان کئی سالوں سے نافذ تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے بحری بیڑے کو ڈھائی سو کشتیوں سے تیار کیا اور انہیں جنگجو سپاہیوں اور ہتھیاروں سے مسلح کیا اس بحری بیڑا کا افسر جرجی بن میخائیل تھا جو عیسائی ہو گیا تھا اور حسن کا حال ہم صنہاجہ اور موحدین کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

اس نے قوصرہ کا قصد کیا۔ وہاں اس نے مہدیہ کی ایک کشتی دیکھی اس نے اسے لوٹ لیا۔ اس نے وہاں ڈاک کا کبوتر دیکھا تو اس نے اس کے بازوؤں پر اس خبر کا پرچہ باندھ کر مہدیہ بھجوایا کہ "فرنگیوں کا بحری بیڑہ قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر بندرگاہ کے قریب ۸ صفر ۵۴۳ھ کو پہنچے گا۔"

بحری بیڑہ کی ناکامی: مگر اللہ تعالیٰ نے ایسی ہوا چلائی کہ وہ بندرگاہ میں داخل نہیں ہو سکا یوں اس کا مقصد نہیں پورا ہو سکا۔ اس لیے اس نے حسن بن علی حاکم مہدیہ کو یہ لکھ بھیجا کہ وہ صلح کے معاہدے پر قائم ہے۔ وہ محض اس لیے آیا تھا کہ وہ محمد بن رشید کے انتقام کا مطالبہ کرے اور اسے اس کا شہر قابس واپس کرے۔

حسن بن علی کا فرار: یہ پیغام پڑھ کر حسن بن علی نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا۔ لوگوں نے جنگ کرنے کا مشورہ دیا مگر اس نے جنگ سے گریز کیا اور خوراک کی کمی کا عذر پیش کیا۔ اس کے بعد وہ قابل نقل ہلکے سامان لے کر شہر سے کوچ کر گیا۔ دوسرے باشندے بھی اپنے اہل و عیال اور ہلکے ساز و سامان کو لے کر چلے گئے مگر بہت سے مسلمان گرجوں میں چھپ گئے۔

فتح مہدیہ: اس کے بعد ہوا فرنگیوں کے بحری بیڑہ کے لیے موافق ثابت ہوئی اور وہ بندرگاہ پہنچ گئے وہ کسی مقابلہ کے بغیر شہر میں داخل ہو گئے بحری بیڑا کا افسر جرجی شاہی محل میں داخل ہوا تو وہ اسی حالت میں عمدہ اور نفیس سامان سے بھرا ہوا

تھا اس میں ایسی نایاب اشیاء تھیں جو کہیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ اس نے ان باشندوں کو جو چلے گئے تھے پناہ دینے کا اعلان کیا۔ چنانچہ جب لوگ واپس آ گئے تو اس نے ان پر جزیہ مقرر کیا۔

حسن بن علی کا فرار: حاکم مہدیہ حسن بن علی اپنے اہل وعیال اور فرزند کو لے کر معلقہ کے مقام پر پہنچا وہاں محرز بن زیاد حاکم تھا جو قبیلہ ہلالیون کے امراء میں سے تھا راستے میں اسے اسی قبیلہ کا حاکم حسن بن ثعلب ملا۔ جب وہ محرز بن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے اس کا زبردست استقبال کیا اور اس کی آمد پر اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کیونکہ وہ اسے عربوں پر ترجیح دیتا تھا اور اس کی قدر ومنزلت کرتا تھا۔

بجایہ میں قیام: حسن بن علی محرز بن زیاد کے پاس ایک مہینہ تک رہا۔ پھر اس نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر جرجی (فرنگی امیر البحر) نے بحری بیڑہ کے ذریعے اس کا راستہ روک رکھا تھا۔ اس لیے اس نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا اور مغرب کے خاندان موحدین کے بادشاہ عبدالمؤمن کے پاس جانے کا قصد کیا۔ راستے میں اس کا چچازاد بھائی یحییٰ بن عبدالعزیز بجایہ میں تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے تینوں بیٹوں یحییٰ، تمیم اور علی کو بھیجا اور وہاں آنے کی اجازت طلب کی۔ اس نے اجازت دے دی اور ایک ایسے شخص کو بھیجا جو اسے جزائر بنی مذغنہ پہنچا دے اس نے اس کی اور اس کی اولاد کی کفالت کی تا آنکہ عبدالمؤمن نے ۵۴۷ھ میں بجایہ کو فتح کر لیا۔

شمالی افریقا میں مزید فرنگی فتوحات: پھر جرجی نے ایک دوسرا بحری بیڑہ تیار کر کے صفاقس بھیجا۔ اہل عرب ان کی مدد کے لیے آئے جب وہ جنگ کے لیے بالکل تیار ہوئے تو فرنگی تھوڑی دور پیچھے ہٹ گئے۔ پھر آگے بڑھ کر انہیں شکست دے دی اور اہل عرب بھی وہاں سے چلے گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں نے شہر کو فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۲ صفر کو ہوا۔ داخل ہو کر انہوں نے قتل عام کیا پھر شہر والوں کو پناہ دے دی۔ ان کے قیدیوں سے زر فدیہ وصول کیا اور ان پر جزیہ (ٹیکس) مقرر کیا سوسہ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا۔ پھر سسلی کے بادشاہ روجر نے افریقیہ کے ساحل کے باشندوں کے لیے امن وامان کا اعلان کیا اور ان کے ساتھ مختلف وعدے کیے گئے۔

صلیبیوں کی شکست: پھر جرجی (فرنگی امیر البحر) تونس کے ساحلی مقام اقلیبیہ تک پہنچ گیا وہاں بھی اہل عرب کی فوج اکٹھی ہو گئی تھی انہوں نے فرنگیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور وہ ناکام ہو کر مہدیہ واپس آ گئے۔

صلیب پرستوں کے باہمی اختلافات: اس کے بعد سسلی کے بادشاہ روجر اور قسطنطنیہ میں روم کے بادشاہ کے درمیان جھگڑا ہو گیا جس کی وجہ سے روجر افریقیہ میں (اپنی جنگی مہم) جاری نہیں رکھ سکا اس فتنہ وفساد کا بانی مہدیہ کا حاکم جرجی بن میخائیل تھا۔ وہ ۵۴۶ھ میں مر گیا۔ اس کے بعد یہ فتنہ وفساد دب گیا اور اس کے بعد روجر کا کوئی مخالف نہیں رہا۔

روجر ثانی کی موت: پھر روجر ثانی نے ۵۴۸ھ میں بونہ شہر کی طرف ایک بحری بیڑہ بھیجا جس کا افسر رقبات المہدوی تھا۔ اس نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس سلسلے میں عربوں سے بھی مدد لی۔ چنانچہ یہ شہر مفتوح ہو گیا اس کے بعد وہاں اس

نے قتل عام کیا مگر علماء اور مذہبی پیشواؤں کو چھوڑ دیا اس لیے وہ اپنے اہل وعیال اور مال و دولت لے کر دیہاتوں میں چلے گئے وہاں وہ دس دن تک رہا۔ پھر وہ مہدیہ ہوتے ہوئے سسلی واپس آ گیا۔

روجر ثانی نے بونہ میں مسلمانوں کے ساتھ امیر البحر کی نرمی کو ناپسند کیا۔ اس لیے اس نے ان کو قید کر دیا۔ پھر اس نے اس پر خلاف مذہب الزامات بھی لگائے۔ چنانچہ بڑے بڑے عیسائی پادریوں نے جمع ہو کر اسے زندہ جلا دیا۔

اس سال کے آخر میں روجر ثانی بیس سال تک حکومت کرنے کے بعد فوت ہو گیا تو اس کے بجائے اس کا فرزند ولیم (غلیالم) تخت نشین ہوا۔ وہ بذات خود نیک خصلت تھا۔ مگر اس نے اپنا وزیر مائق البرقیانی کو بنایا۔ اس کا انتظام بہت خراب تھا۔ اس لیے سسلی کے قلعہ والوں اور قلوریہ کے باشندوں نے اس کی مخالفت کی اور ان کے امراء نے افریقی باشندوں پر زیادتیاں کیں۔

صلیبیوں کی فتح عسقلان: عسقلان کا شہر فاطمی حاکم ظافر العلوی کے ماتحت تھا۔ فرنگی فوجیں بار بار اس کا محاصرہ کرتی تھیں۔ مصر کے وزراء اس شہر کی مدافعت مال فوجوں اور ہتھیاروں کے ذریعے کرتے تھے کیونکہ وزراء کا فاطمی خلفاء پر قبضہ تھا۔

جب ۵۴۸ھ میں ابن السلار مارا گیا تو مصر کی سیاسی حالت ابتر ہو گئی۔ یہاں تک کہ عباس وزیر مقرر ہوا۔ اس ابتری کی حالت میں فرنگی فوجیں شام کے علاقے سے روانہ ہوئیں اور انہوں نے عسقلان کا محاصرہ کر لیا مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکے پھر شہر والوں میں اندرونی اختلافات ہونے لگے یہاں تک کہ خانہ جنگی کی نوبت پہنچ گئی لہٰذا فرنگیوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور انہوں نے شہر کو فتح کر لیا اور اس کے بعد وہاں لوٹ مار کی۔

سسلی کی سلطنت کا زوال: روجر ثانی کے مرنے کے بعد اس کا فرزند ولیم (غلیالم) سسلی کا بادشاہ ہو گیا تھا۔ مگر اس کے وزیر کا انتظام درست نہیں تھا اس لیے لوگوں میں اختلاف برپا ہو گیا۔ اس اختلاف کی خبر افریقہ کے ان مسلمانوں کو بھی ہو گئی جو ان کے محکوم تھے۔

روجر نے شہر صفاقس کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں پر انہی کے ایک شخص ابوالحسین الفریانی کو حاکم بنا دیا تھا۔ وہ بڑا عالم اور دیندار تھا۔ جب وہ حکومت نہیں کر سکا تو اس نے اپنے بیٹے عمر کو حاکم بنانا چاہا تو روجر نے اسے حاکم بنا دیا اور ابوالحسین کو سسلی بلوا کر یرغمال کے طور پر رکھ لیا۔ ابوالحسین نے اپنے فرزند عمر کو یہ ہدایت کی تھی:

"اے میرے پیارے فرزند! میں عمر رسیدہ ہوں اور میری موت قریب ہے اس لیے جب تمہیں موقع ملے تو تم مسلمانوں کو دشمن کے قبضے سے چھڑا لو اور میرے بارے میں کوئی اندیشہ نہ کرو۔"

اسلامی شہروں کی آزادی: چنانچہ جب موجودہ بادشاہ سسلی کے نظام حکومت میں خلل آ گیا تو عمر نے صفاقس کے باشندوں کو بلوا کر انہیں فرنگی حکام سے بغاوت پر آمادہ کیا چنانچہ وہ باغی ہو گئے اور انہوں نے ۵۵۱ھ میں فرنگیوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ابو یحییٰ بن مطروح طرابلس میں اور محمد بن رشید قابس میں واپس آ گئے (اور وہاں حکومت کرنے لگے)۔

(مغرب کے بادشاہ) عبدالمومن کا لشکر بونہ پہنچا اور اسے فتح کر لیا۔ اس طرح مہدیہ اور سوسہ کے علاوہ افریقہ سے

فرنگی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

اہل زویلہ کو پیغام آزادی: عمر الفریانی نے اہل زویلہ کو جو مہدیہ کے قریب رہتے تھے یہ پیغام دیا کہ وہ ان فرنگیوں پر حملہ کر دیں جوان کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ان فرنگیوں پر حملہ کر دیا۔ ان کے آس پاس کے لوگوں نے بھی ان کی مدد کی۔ انہوں نے مہدیہ کے فرنگیوں کے ساتھ بھی جنگ کی اور ان کی خوراک کی رسد منقطع کر دی۔

ابوالحسین کی شہادت: سسلی کے بادشاہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے عمر الفریانی کو صفاقس پیغام بھیجا اور اس کے باپ کے انجام سے ڈرایا مگر عمر نے اس کے قاصد کے سامنے ایک نقلی جنازہ دکھا کر یہ کہا کہ ''میں نے اسے دفن کر دیا ہے۔''

جب وہ قاصد یہ پیغام لے کر فرنگی بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس نے ابوالحسن کو سولی پر چڑھا دیا اور وہ بیچارا شہید ہو گیا۔

اہل زویلہ کا قتل عام: صفاقس کے باشندے اور اہل عرب زویلہ کے مقام پر پہنچے اور وہاں کے باشندوں کے ساتھ مل کر مہدیہ کا محاصرہ کر لیا۔ سسلی کے بادشاہ نے مہدیہ والوں کو خوراک اور اسلحہ فراہم کیے اور اہل عرب کو مال و دولت دینی چاہی تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ پھر وہ جنگ کے لیے نکلے تو اہل عرب کو شکست ہوئی۔ ایسی حالت میں اہل صفاقس بھی بحری راستے سے اپنے شہر چلے گئے مگر فرنگیوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں زویلہ کے قریب پکڑ کر قتل کیا پھر وہ زویلہ کے شہر میں بھی گھس گئے اور وہاں جو موجود تھے ان کا قتل عام کیا۔

سلطان عبدالمؤمن کا جہاد: اہل زویلہ کے ساتھ فرنگیوں نے جو وحشیانہ سلوک کیا تھا اس کے بارے میں وہ فریاد کرنے کے لیے مغرب کے بادشاہ عبدالمؤمن کے پاس پہنچے اور امداد کے لیے درخواست کی۔ بادشاہ نے ان کی فریاد رسی کی اور ان کی امداد کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ لوگ ان کی مہمان نوازی اور لطف و کرم سے مستفید ہوتے رہے پھر اس نے فوج کشی کی تیاری کی اور اپنے حکام کو ہدایت کی کہ وہ پیداوار وصول کریں اور ترقی زراعت کے لیے کنویں کھودیں۔

فتح تونس: پھر وہ ماہ صفر ۵۵۴ھ کو ایک لاکھ فوج لے کر روانہ ہوئیں۔ اس کی اگلی فوج مہدیہ کے حاکم حسن بن علی کی زیر قیادت تھی اس فوج نے تونس کا اس سال کے درمیانی عرصہ میں محاصرہ کر لیا' وہاں باقی ماندہ صنہاجہ کی سلطنت کا ایک حاکم احمد بن خراساں حکومت کرتا تھا شاہ عبدالمؤمن کے بحری بیڑہ نے اس کا سمندر کی طرف سے بھی محاصرہ کر لیا اس کے بعد شہر کے دس معزز افراد سیڑھیوں کے ذریعے شہر پناہ سے اترے اور انہوں نے نہ صرف اپنے لیے بلکہ تمام اہل شہر کے لیے پناہ کی درخواست کی۔ لہٰذا بادشاہ نے شہر والوں کو اس شرط پر پناہ دی کہ وہ اپنے مال میں انہیں بھی شریک کریں گے اور حاکم شہر احمد بن خراسان کو اس کے حوالے کریں گے۔

مہدیہ کا محاصرہ: جب یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو بادشاہ اپنی فوج کو لے کر مہدیہ کی طرف روانہ ہو گیا اس کا بحری بیڑہ

سمندر میں اس کے آگے تھا وہاں یہ فوج اسی سال کے ماہ رجب کی پندرہ تاریخ کو پہنچ گئی۔ وہاں فرنگیوں کے شہزادے اور سپہ سالار تھے فرنگیوں نے مہدیہ سے تھوڑے فاصلے پر زویلہ کے مقام کو ویران کر دیا لہٰذا شاہ عبدالمؤمن نے اسی وقت اسے آباد کر دیا اور مہدیہ کا بیرونی میدان اس کی فوج سے بھر گیا۔ اس نے چند دنوں تک شہر کا محاصرہ کیا چونکہ خشکی کے راستے سے میدان جنگ بہت تنگ تھا اور سمندر راستے گھیرے ہوئے تھا۔ اس لیے یہ شہر سمندر میں ایسے ہاتھ کی مانند تھا جس کا بازو خشک زمین میں ہو۔ بہرحال بادشاہ کے بحری بیڑہ سے سمندر میں اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔

شاہ عبدالمؤمن بذات خود حسن بن علی کے ساتھ بحری بیڑہ میں سوار ہو کر سمندر میں چار دن طرف شہر کا معائنہ کرتا رہا تو معلوم ہوا کہ وہ شہری بحری راستے سے بہت محفوظ ہے اس لیے اس نے محاصرہ کو طول دے دیا اور خوراک کی رسد جمع کر لی۔

افریقی حکام کی اطاعت: اہل صنعاقس، طرابلس اور جبال نفوسہ کے باشندوں نے اس کی اطاعت قبول کرنے کے پیغام بھیجے۔ تاہم اس نے قابس کی طرف ایک لشکر بھیج کر اسے فتح کر لیا اس نے اپنے فرزند عبداللہ کو آس پاس کے علاقوں میں فوج دے کر بھیجا۔ چنانچہ اس نے وہاں بہت سے شہر فتح کر لیے۔

پھر بادشاہ کے پاس نقصہ کا حاکم یحییٰ بن تمیم اپنے معزز ارکین سلطنت کے ساتھ آیا اور اپنی اطاعت کا اقرار کیا۔ اس پر شاہ عبدالمؤمن نے انعام کے طور پر اسے ایک ہزار دینار دیے۔

بحری جنگ: جب ماہ شعبان کا آخری دن ہوا تو سسلی (صقلیہ) سے ڈیڑھ سو کشتیوں کا ایک مسلح بحری بیڑہ وہاں ایک جزیرہ میں پہنچا اور اسے تباہ کر دیا اس کے بعد حاکم صقلیہ نے پیغام بھیجا کہ اس کا بحری بیڑہ مہدیہ کا قصد کر رہا ہے۔ جب وہ بندرگاہ کے قریب پہنچا تو شاہ عبدالمؤمن کے بحری بیڑوں نے اس وقت حملہ کیا جب کہ اس کی فوج خشکی پر موجود تھی۔

سلطان کی دعا کا اثر: یہ حالت دیکھ کر شاہ عبدالمؤمن سجدہ میں گر پڑا اور اپنے چہرہ کو خاک آلود کر کے خدا سے (فتح و نصرت کی) دعا مانگنے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی بحری بیڑہ کو شکست ہوئی اور وہ واپس چلے گئے مسلمانوں کا بحری بیڑہ فتح مند رہا اس کے بعد مہدیہ کے باشندے فوجی امداد سے مایوس ہو گئے تاہم وہ سال کے آخر تک اس محاصرہ کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے جب وہ اس محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے تو انہوں نے شاہ عبدالمؤمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ شاہ موصوف نے فرنگیوں کو مسلمان ہونے کی دعوت دی۔

صلیب پرستوں کی واپسی: مگر انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تاہم زبانی طور پر وہ اطاعت کا اقرار کرتے رہے آخر کار شاہ موصوف نے انہیں پناہ دی اور (وہاں سے چلے جانے کے لیے) انہیں کشتیاں دیں۔ اور وہ ان کشتیوں میں سوار ہو گئے۔ مگر چونکہ ان دنوں موسم سرما تھا اس لیے سمندر میں طوفان آ گیا اور وہ فرنگی ڈوب گئے اور بہت کم لوگ بچ سکے۔

فتح مہدیہ: آخر کار شاہ عبدالمؤمن ماہ محرم ۵۵۵ھ کو مہدیہ میں داخل ہو گیا۔ اس طرح فرنگیوں کی وہاں بارہ سال کی

حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

شاہ موصوف وہاں بیس دن رہا۔ اس نے شہر کے حالات کو درست کیا اور وہاں فوج کے محافظ دستے متعین کیے اور ان لوگوں نے بکثرت سامان خوراک مہیا کیا اور اپنے ایک ساتھی کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اس کے ساتھ (سابق حاکم) حسن بن علی کو بھی رکھا اور اس کے اور اس کی اولاد کے لیے جاگیریں مقرر کیں اور اپنے حاکم کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس کے مشورہ اور رائے کے مطابق کام کیا کرے۔

شیر کوہ کا حملہ مصر: سلطان نور الدین العادل نے ۵۵۹ھ میں سلطان صلاح الدین کے چچا اسد الدین شیر کوہ بن شادی کو فوج دے کر بھیجا تا کہ وہ فاطمی خلیفہ مصر العاضد کے وزیر شاور کی مدد کرے' جو اپنے حریف ضرغام کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ سلطان نور الدین خود بھی دمشق سے اپنی فوجیں لے کر فرنگیوں کے علاقے کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ انہیں اسد الدین شیر کوہ کے خلاف جنگ کرنے سے روکے جب اسد الدین شیر کوہ مصر پہنچا تو ضرغام کا بھائی ناصر الدین مصری فوجیں لے کر مقابلہ کے لیے نکلا اسد الدین شیر کوہ نے اسے تنیس کے مقام پر شکست دی اور پھر اس کا قاہرہ تک تعاقب کیا پھر اس نے اس سال کے درمیانی زمانے میں قاہرہ پہنچ کر شاور کو مصر کا وزیر بنا دیا۔

وزیر مصر کی غداری: مگر شاور نے جلد ہی معاہدہ کی خلاف ورزی کی کیونکہ وہ اسد الدین شیر کوہ سے خائف تھا۔ اس لیے اس نے پوشیدہ طور پر فرنگیوں کو اس کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بلوایا اور انہیں بہت مال و دولت کا لالچ دلوایا۔ لہٰذا وہ فرنگی' مصری علاقوں کو فتح کرنے کا ارادہ کرنے لگے۔

بیت المقدس کا فرنگی بادشاہ' فرنگی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کی فوجیں بھی شامل ہو گئیں اور وہ سب اسد الدین شیر کوہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گئیں اور بلبیس کے مقام پر انہوں نے شیر کوہ کا محاصرہ کر لیا اور تین دن تک محاصرہ کرتے رہے مگر کامیاب نہیں ہو سکے۔

صلح کی درخواست: پھر انہیں یہ اطلاع ملی کہ نور الدین العادل نے ان کے ساتھی فرنگیوں کو خارد کے مقام پر شکست دے کر اسے فتح کر لیا ہے اور اس کے بعد وہ بانیاس روانہ ہو گیا ہے۔ اس خبر کو سن کر ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور انہوں نے اسد الدین شیر کوہ سے مصالحت کی درخواست کی۔ لہٰذا وہ بھی بلبیس سے شام کی طرف روانہ ہو گیا (اور ان سے صلح کر لی)۔

دوبارہ حملہ: سلطان اسد الدین شیر کوہ' دوبارہ ۵۶۲ھ میں مصر آیا۔ اس نے دریائے نیل کو اطفیح کے مقام سے عبور کیا اور جزیرہ میں اتر گیا۔ یہ خبر سن کر وزیر مصر شاور نے فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی تو وہ اپنی فوجیں لے کر اس طرف روانہ ہو گئے اور اس وقت اسد الدین شیر کوہ بالائی مصر تک پہنچ گیا تھا اس لیے مصری اور فرنگی فوجیں اس کے تعاقب میں روانہ ہوئیں اور اسے جا پکڑا۔

شیرکوہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ وہ سب جنگ کرنے پر متفق تھے۔ جب مصری اور فرنگی فوجیں وہاں پہنچیں تو وہ صف بندی کر رہا تھا۔

شیرکوہ کی کامیاب جنگی چال: لہٰذا اس نے فوج کے قلب (مرکزی حصہ) میں فرنگی فوجوں کے حملہ کے اندیشے سے اپنا قائم مقام راشد کو بنایا اور خود اپنے معتبر اور دلیر ساتھیوں کے ساتھ میمنہ (دائیں طرف کی فوج) میں شامل ہو گیا۔

فرنگیوں نے اس کے قلب (مرکزی حصہ کی فوج) پر حملہ کیا اور اس حصہ فوج کو شکست دے کر اس کا تعاقب کیا۔ (اسد الدین شیرکوہ نے یہ چال چلی کہ) اس نے فرنگیوں کی مخالفت میں ان کی فوج کے پچھلے حصہ پر جسے وہ چھوڑ گئے تھے حملہ کر کے اسے پسپا کر دیا اور ان کا قتل عام کیا۔ چنانچہ جب فرنگی فوج ان کے مرکزی حصے (قلب) پر حملہ کرنے کے بعد واپس آئیں تو انہیں اور ان کے ساتھی سب کو پسپا ہونا پڑا اور وہ سب مصر واپس چلے گئے۔

مشروط مصالحت: اسد الدین شیرکوہ نے اسکندریہ پہنچ کر مصالحت کے ساتھ اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھتیجے غازی صلاح الدین کو وہاں کا حاکم متعین کیا۔ جب فرنگی فوجوں نے اس کا محاصرہ کیا تو اس کا چچا شیرکوہ بالائی مصر سے فوج لے کر آ گیا۔ آخر کار فرنگیوں نے صلح کا پیغام دیا تو شیرکوہ نے مصالحت کے لیے یہ شرائط رکھیں کہ فرنگی اسے پچاس ہزار دینار (تاوان کے طور پر) دیں اور شہر میں کوئی فرنگی باشندہ نہیں رہے گا اور وہ شہر کی کسی چیز پر قبضہ نہیں کریں گے۔

فرنگیوں نے یہ شرائط قبول کر لیں اور وہ شام واپس چلے گئے۔

صلیب پرستوں کا معاہدہ: پھر اہل مصر نے اسکندریہ پر قبضہ کر لیا اور اہل مصر اور فرنگیوں کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ قاہرہ میں ان کی نگران فوج رہے گی اور اسی کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ قاہرہ کے پھاٹک کھولے یا بند کرے۔ انہوں نے یہ شرط بھی رکھی کہ مصر کے خراج میں سے فرنگیوں کو ایک لاکھ دینار سالانہ دیا جائے گا۔

یہ معاہدہ طے کرنے کے بعد فرنگی فوج شام کے ساحل پر اپنے شہروں کی طرف واپس چلی گئی۔

مصر کا محاصرہ: قاہرہ میں فرنگیوں کے جو حامی تھے انہوں نے فرنگیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ آ کر مصر پر قبضہ کر لیں۔ وہ اس سلسلے میں ان کا کام آسان کر دیں گے۔

اس زمانے میں شام کے فرنگیوں کا بادشاہ مرکا تھا۔ اس جیسا بہادر اور عقل مند بادشاہ ان میں سے اس سے پہلے کوئی نہیں آیا تھا۔ اس نے یہ مشورہ دیا کہ "مصر سے خراج وصول کرنا ہمارے لیے اسے فتح کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ ممکن ہے کہ وہ مجبور ہو کر نور الدین کو اپنا ملک دے دیں۔ بہر حال ہم سے پہلے اس کے بادشاہ کو ہمارے ساتھ مصالحت کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔"

مگر فرنگیوں نے اس کا یہ مشورہ تسلیم نہیں کیا۔ وہ بولے:

"مصر کو فتح کر کے ہماری طاقت بڑھ جائے گی۔"

مجبور ہو کر اس کے بادشاہ نے ان کی رائے پر عمل کیا اور وہ سب مل کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ فرنگی فوجیں ماہ

صفر ۵۶۴ھ میں تنیس کے مقام پر پہنچ گئیں۔ اور اسے فتح کر کے وہاں لوٹ مار کی۔ پھر انہوں نے قاہرہ کی طرف کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

آتش زدگی: مصر کے وزیر مختار شاور نے مصر کو نذر آتش کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم بھی دیا کہ اس کے باشندے قاہرہ منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ وہ شہر لوٹا گیا اور وہاں کے باشندوں کا مال بھی لوٹا گیا۔ یہ آگ فرنگیوں کی آمد سے دو دن پہلے لگائی گئی تھی مگر یہ دو مہینے تک بھی نہیں بجھ سکی۔

فرنگیوں سے مصالحت: مصر کے فاطمی خلیفہ عاضد نے سلطان نور الدین کے پاس امداد کے لیے اپنی فریاد پہنچائی تاہم جب محاصرہ سخت ہوتا گیا تو وزیر مصر شاور نے فرنگیوں کے بادشاہ کو دس لاکھ دینار پر صلح کر لینے کی تجویز پیش کی اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ دھمکی بھی دی کہ بصورت دیگر سلطان نور الدین کی فوجیں وہاں پہنچ جائیں گی۔

فرنگیوں نے اس کی یہ تجویز مان لی اور مصری حکومت کی طرف سے ایک لاکھ دینار دے دیئے گئے اور بقایا رقم مال کی وصولی کے بعد دینے کا وعدہ کیا گیا مگر وہ وصول نہیں ہو سکا اس لیے فرنگی بقایا رقم کا تقاضا کرتے رہے۔

شیر کوہ کی روانگی مصر: اس درمیانی مدت میں اہل مصر نے سلطان نور الدین کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ فرنگیوں کے برخلاف ان کی فوجی امداد کرے اور وہ اسد الدین شیر کوہ کو ایک لشکر دے کر بھیجے جو مصر میں قیام کرے گا۔ اس کے بدلے میں اہل مصر' مصر کی آمدنی کا تہائی حصہ ادا کریں گے اور اسد الدین شیر کوہ کو جاگیریں دی جائیں گی اور فوج کے اخراجات برداشت کریں گے۔

(اس پیغام کے جواب میں) سلطان نور الدین نے اسد الدین شیر کوہ کو حمص سے بلوایا جہاں اس کی جاگیریں تھیں اس نے اسے حکم دیا کہ وہ مصر کی طرف فوج کشی کرے۔ سلطان نے مویشی گھوڑوں اور ہتھیاروں کے علاوہ دو لاکھ دینار مزید اخراجات کے لیے دیئے اور اسے فوج اور خزانوں کا خود مختار سپہ سالار بنایا۔ (وہ جنگی ضروریات کے لیے جو چاہے خرچ کر سکتا ہے)

چنانچہ شیر کوہ چھ ہزار فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس نے فوج کی تمام خامیوں کو دور کیا اور ہر فوجی سوار کے لیے بیس دینار مقرر کیے اس کے ہمراہ دیگر امراء اور حکام بھی شامل تھے جن میں سے اس کا آزاد کردہ غلام خردیک' عز الدین قلیج' شرف الدین بن بخش عین الدولہ بازوتی' قطب الدین نیال بن حسان اور اس کے بھائی ایوب کا فرزند غازی صلاح الدین یوسف قابل ذکر تھے۔

شیر کوہ کا استقبال: جب اسد الدین شیر کوہ مصر کے قریب پہنچا تو (اس لشکر کی آمد کی خبر سن کر) فرنگی فوجیں وہاں سے رخصت ہو گئیں اور اپنے شہروں کی طرف روانہ ہو گئیں۔ شیر کوہ سال کے درمیانی عرصے میں مصر میں داخل ہو گیا فاطمی خلیفہ عاضد نے (اس کا اور اس کی فوجوں کا استقبال کیا اور) اسے خلعت فاخرہ عطا کیا اور اس کی فوجوں کے بہت وظائف مقرر کیے۔

شاور کا قتل: مصر کے وزیر شاور نے اس دفعہ بھی متفقہ معاہدہ کو پورا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا اور شیرکوہ کو گرفتار کر کے اس کی فوجوں کو فرنگیوں کے مقابلہ میں استعمال کرنے کی سازش کی مگر یہ سازش کامیاب نہیں ہو سکی۔ کیونکہ اسد الدین شیرکوہ نے اس کے برے ارادوں کو بھانپ لیا تھا۔ لہٰذا اس کے بھتیجے صلاح الدین اور اس کے آزاد کردہ غلام عز الدین خردیک نے اسے امام شافعیؒ کے مزار کے قریب پکڑ کر اسے قتل کر دیا۔

شیرکوہ کا انتظام سلطنت: اس کے بعد فاطمی خلیفہ عاضد نے اپنی سلطنت کا انتظام اسد الدین شیرکوہ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد فرنگی فوجیں وہاں نہیں پہنچ سکیں۔

اسد الدین شیرکوہ کی وفات کے بعد سلطان صلاح الدین نے مصر کا انتظام سلطنت سنبھالا اور یہ اسلامی ملک فرنگیوں کی یلغار سے محفوظ ہو گیا۔ جیسا کہ ہم سلطان موصوف کے حالات میں بیان کریں گے۔

شہر دمیاط کا محاصرہ: جب اسد الدین شیرکوہ نے مصر کو فتح کر لیا تو فرنگیوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ شام اور ساحل شام پر ان کے مقبوضہ علاقوں پر نہ قبضہ کر لے۔ اس لیے انہوں نے اپنی قوم اور خاندان کے ان باشندوں کو خطوط لکھے جو جزائر سسلی (صقلیہ) اور فرانس میں تھے کہ وہ مصر کو فتح کرنے میں ان کی فوجی امداد کریں۔ انہوں نے بیت المقدس سے اپنے عیسائی پادریوں اور راہبوں کو بھی ان ممالک کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں مذہبی جوش دلا کر انہیں اپنی حمایت پر آمادہ کریں۔ انہوں نے ان نئے فرنگی باشندوں کو مصر کے شہر دمیاط آنے کا دعدہ لیا تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ اس شہر پر قبضہ کر کے اسے تمام مصر کو فتح کرنے کا ذریعہ بنائیں گے۔ لہٰذا وہ سب کے سب شہر دمیاط کے قریب جمع ہو گئے اور سلطان صلاح الدین کے ابتدائی عہد حکومت میں اس کا محاصرہ کر لیا۔

صلیب پرستوں کا مقابلہ: سلطان صلاح الدین نے اہل شہر کی فوج اور مال سے مدد کی اور وہاں بذات خود پہنچا اس نے سلطان نور الدین کو بھی پیغام بھیجا کہ وہ بہت جلد مصر فوجی کمک بھیجے کیونکہ مصر کو سخت خطرہ درپیش ہے سلطان نور الدین نے اس پیغام کے بعد وہاں لگا تار فوجی کمک بھیجی اور خود بھی فوج لے کر شام کے فرنگی مقبوضات کی طرف کوچ کیا اور ان علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ ادھر فرنگی فوجوں نے پچاس دن تک دمیاط کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد انہوں نے محاصرہ اٹھا لیا۔

فرنگیوں نے شام میں زنگی خاندان کے عہد حکومت اور ایوبی خاندان میں جو حملے کیے تھے ان کا حال ان دونوں حکومتوں کے واقعات میں بیان کیا جائے گا۔ اب صرف وہ واقعات بیان کیے جا رہے ہیں جن کا تعلق روم کے قبضہ سے قسطنطنیہ کے فتح کرنے سے ہے۔

فتح قسطنطنیہ

جب ان صلیب پرست فرنگیوں نے شام کے اسلامی شہروں پر قبضہ کر لیا تو ان کے تعلقات قسطنطنیہ کے رومی حکومت کے ساتھ بھی تبدیل ہوتے رہے۔ کبھی ان کے ساتھ بھی جنگ ہوتی تھی اور کبھی صلح ہو جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان فرنگیوں نے مسلمانوں کی ان سرحدوں پر قبضہ کیا تھا جو رومی سرحدوں کے قریب تھیں اور یہ علاقے پہلے رومیوں کے قبضے میں تھے اس لیے مسلمانوں کے برخلاف رومیوں نے جنگ میں ان فرنگیوں کی مدد کی تھی مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان صلیب پرستوں نے آخر میں خود قسطنطنیہ بھی فتح کر لیا اور پائے تخت شہر رومیوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور ایک عرصہ تک صلیبی فرنگیوں کے قبضہ میں رہا۔ آخر کار ان کے ایک مذہبی پیشوا شکری نے اس شہر کو ان صلیبی فرنگیوں کے قبضہ سے چھڑایا۔

فتح کے اسباب: واقعات یہ ہیں کہ شاہان روم نے ان فرنگی بادشاہوں کے ساتھ سمدھیانہ قائم کر لیا یعنی ان کی ایک بیٹی کی شادی روم کے بادشاہ سے ہوگئی۔ اس کے بطن سے ایک فرزند تولد ہوا جس کا ماموں افرنسیس تھا اس کے والد کا بھائی اس پر حملہ آور ہوا اور اس کے قبضہ سے ملک کو چھین کر اسے قید کر دیا۔

مگر اس کا لڑکا کسی طرح وہاں سے بھاگ کر فرنگی بادشاہ کے پاس جو اس کا ماموں تھا' چلا گیا وہ ایسے زمانے میں اس کے پاس پہنچا تھا جبکہ فرنگی فوجیں بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے چھڑانے کی تیاریاں کر رہی تھیں کیونکہ سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس فتح کر لیا تھا لہٰذا دوبارہ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لیے یورپ کے تین بادشاہ آئے ہوئے تھے ان میں سے ایک وینس کا بادشاہ دموس تھا جو اس بحری بیڑہ کا مالک تھا جس میں سوار ہو کر وہ اور اس کی فوج آئی ہوئی تھی وہ بہت بوڑھا اور نابینا تھا اور ایک رہنما کے بغیر نہ تو وہ سوار ہو سکتا تھا اور نہ چل سکتا تھا دوسرا شخص شاہ الفرنیس کا نمائندہ تھا جو مارکونیس کے نام سے مشہور تھا تیسرا بادشاہ ''کہد اقلید'' کے نام سے موسوم تھا۔ اس کی فوج کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔

شاہ فرنیس نے اپنے بھانجے کو ان کے ساتھ بھیجا اور فوج کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ قسطنطنیہ پر اس کی بادشاہت کی حمایت کریں۔

رومیوں سے جنگ: چنانچہ یہ فوج ماہ ذوالقعدہ ۵۹۹ھ میں قسطنطنیہ پہنچی۔ اس لڑکے کا چچا (جس نے ملک پر قبضہ کر لیا تھا) مقابلہ کے لیے نکلا اور فوج لے کر جنگ کرتا رہا۔ اس لڑکے کے حامیوں نے گردونواح میں آگ لگا دی جس کی وجہ سے اس کا لشکر پریشان ہو کر واپس چلا گیا۔ پھر اس کے حامیوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اس طرح حملہ آور فرنگی شہر میں گھس گئے اور اس لڑکے کا چچا بھاگ گیا۔ ان صلیبی فرنگیوں نے لڑکے کو بادشاہ بنا دیا۔

صلیبیوں کا قبضہ: انہوں نے اس لڑکے کے والد کو قید خانے سے رہا کر دیا مگر حکومت پر خود قابض ہو گئے۔ انہوں نے عوام کا مال ضبط کر لیا اور فروخت کے مال پر بھی قبضہ کر لیا۔ وہاں کے گرجوں میں صلیبیوں اور حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کے بتوں پر جو سونا چڑھا ہوا تھا وہ سب انہوں نے نکال لیا۔ اسی طرح وہ انجیل جو سونے سے مرصع تھی' اس میں

سے بھی سونا نکال لیا۔

اہل شہر کا محاصرہ: شہر کے رومیوں کو یہ حرکت بہت ناگوار محسوس ہوئی۔ اس لیے انہوں نے اس لڑکے کو پکڑ کر مار ڈالا اور شہر سے تمام صلیبی فرنگیوں کو نکال دیا۔ یہ واقعہ ۶۰۰ھ کے درمیانی عرصے میں ہوا۔ فرنگیوں نے شہر کے باہر اپنا ڈیرہ جمایا اور شہر والوں کا محاصرہ کر لیا۔

رومیوں نے قونیہ کے بادشاہ رکن الدین سلیمان بن قلیج ارسلان سے اس کی فریاد کی مگر اس نے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔

رومیوں کا قتل: شہر میں ان فرنگیوں میں سے بہت سے لوگ رہ گئے جن کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی۔ جب رومی فوجیں باہر ان کے فرنگی ساتھیوں کے ساتھ جنگ کر رہی تھیں تو اندرون شہر فرنگی فوجوں نے شہر کے اندر بغاوت کر دی اور شہر میں دوبارہ آگ لگا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیرون شہر کی فرنگی فوجیں اندر گھس آئیں اور شہر میں دوبارہ آگ لگا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیرون شہر کی فرنگی فوجیں اندر گھس آئیں اور لوٹ مار کرنے لگیں۔ ایسی حالت میں بہت سے رومی بھاگ کر گرجوں میں چھپ گئے ان کا سب سے بڑا گرجا صوفیا تھا۔ مگر ان سے بھیا نہیں کچھ زیادہ فائدہ نہیں پہنچا (قتل و غارت کو روکنے کے لیے) بڑے بڑے پادری اور عیسائی پیشوا انجیل اور صلیب ہاتھ میں لے کر (مذہب عیسوی کا واسطہ دینے کے لیے) باہر نکلے مگر ان فرنگیوں نے انہیں بھی قتل کر دیا۔

نیا بادشاہ: اس کے بعد تینوں فرنگی بادشاہوں کے درمیان قسطنطنیہ کی ملکیت کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ آخر کار قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ میں کبد اقلید کا نام نکلا تو وہ قسطنطنیہ کا بادشاہ ہوا۔ مگر شرط یہ رکھی گئی کہ بحری جزائر یعنی امریطش (کریٹ) روڈس وغیرہ وینس کے بادشاہ دموس کے ماتحت رہیں گے اور فرانیس کے مارکوئیس کے قبضہ میں خلیج کا مشرقی حصہ ہوگا۔ مگر کسی کو کچھ نہیں ملا البتہ کبد اقلید قسطنطنیہ کا بادشاہ ہو گیا۔ وہ اپنی وفات تک اس کا بادشاہ رہا۔

دوبارہ قبضہ: خلیج کے مشرقی حصہ پر روم کا ایک بشپ (بڑا پادری) قابض ہو گیا تھا جس کا نام شکری تھا۔ وہ فرنگی بادشاہ کے مرنے کے بعد قسطنطنیہ پر قابض ہو گیا تھا اور اس نے اس شہر کو یورپ کے فرنگیوں اور صلیب پرستوں کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔

باب : پنجم

دیار بکر کی سلطنت بنوارتق

ارتق بن اکسک (جسے اکست بھی کہا جاتا ہے مگر اکسک زیادہ صحیح ہے) سلطان ملک شاہ بن الپ ارسلان کا جو سلجوقی بادشاہ تھا' غلام تھا اس نے ان کی سلطنت میں قابل تعریف کارنامے انجام دیئے۔ وہ حلوان اور اس کے قریبی اضلاع عراق کا حاکم تھا۔

ارتق کا حال: جب سلطان ملک شاہ نے ۷۷ ۴ھ میں موصل کا محاصرہ کرنے کے لیے فخر الدولہ بن جہیر کی سرکردگی میں فوجیں بھیجی تھیں تو اس نے ان کے بعد ارتق کی قیادت میں ایک دوسرا لشکر بھی اس مقصد کے لیے بھیجا۔ مگر اسے مسلم بن قریش نے شکست دی۔ پھر اس نے آمد کا محاصرہ کر لیا اور اندرونی طور پر اس نے حصار توڑنے کا سمجھوتہ کیا بشرطیکہ اسے مالی رقم دی جائے۔ اس کے بعد وہ رقہ بھاگ گیا پھر ارتق کو اپنی اس حرکت سے خوف لاحق ہوا تو وہ سلطان تتش کے ساتھ مل گیا اور حلب کا حاکم بننے کی توقع پر حلب گیا۔ مگر تتش نے اس کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔ تاہم ارتق نے اس جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

ان کے بعد تتش نے حلب پہنچ کر شہر فتح کر لیا۔ اس کے نگران حاکم ابن الحسین نے ارتق کے پاس جا کر پناہ لی اور اس نے اسے سلطان تتش سے بچا لیا۔

ارتق کی وفات: جب بیت المقدس میں ارتق ۴۸۳ھ میں فوت ہو گیا تو اس کے دونوں فرزند ابوالغازی اور سقمان اس کے جانشین ہو گئے ان کے پاس رہا اور سروج کے علاقے تھے۔

انطاکیہ کا محاصرہ: جب ۴۹۱ھ میں فرنگیوں نے انطاکیہ کو فتح کر لیا تو شام' الجزیرہ اور دیار بکر کے حکام نے مل کر اس کا محاصرہ کر لیا اس محاصرہ میں سقمان نے قابل تعریف کارنامے انجام دیئے۔ پھر ان مسلم حکام میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ چلے گئے۔

بیت المقدس پر قبضہ: اہل مصر نے ان سے بیت المقدس کو چھیننے کا ارادہ کیا چنانچہ ملک افضل جو مصر کا خود مختار حاکم بن بیٹھا تھا' فوج لے کر پہنچا اور اس نے شہر کا چالیس دن تک محاصرہ کیا اور پناہ دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔ ارتق کے دونوں فرزند سقمان اور ابوالغازی اور ان کا بھتیجا یاقوتی اور ان دونوں کا چچا زاد بھائی سونج (اس کے استقبال کے لیے) نکلے۔

افضل نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ پھر وہ بیت المقدس پر قبضہ کر کے مصر لوٹ گیا۔

پھر فرنگی فوجیں آئیں اور بیت المقدس پر قابض ہو گئیں۔ جیسا کہ سلجوقی سلطنت کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

بنو ارتق کا حال: ابو الغازی عراق پہنچ گیا اور وہاں بغداد کے کوتوال کے عہدہ پر سرفراز ہوا۔ اس کا بھائی سقمان رہا چلا گیا اور وہاں رہنے لگا اس کی موصل کے حاکم کربوقا کے ساتھ بہت جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ایک جنگ میں اس کا بھتیجا یاقوتی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

کربوقا ۴۹۵ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بعد موسیٰ الترکمانی موصل کا حاکم ہوا۔ وہ قلعہ کیفا میں اس کا نائب تھا۔ جزیرہ ابن عمر کا حاکم جکرمس اس کے خلاف صف آرا ہوا اور اس نے اس کا موصل میں محاصرہ کر لیا اس موقع پر موسیٰ ترکمانی نے سقمان سے فوجی کمک طلب کی اور اس کے بدلے میں اس نے قلعہ کیفا دینے کا وعدہ کیا۔ لہذا سقمان فوج لے کر مدد کے لیے پہنچا اور جکرمس کو وہاں سے بھگا دیا۔ جب موسیٰ سقمان سے ملاقات کے لیے شہر سے باہر نکلا تو اس کے ایک ساتھی نے غداری کر کے موسیٰ کو قتل کر دیا۔ تاہم سقمان نے قلعہ کیفا جا کر اسے فتح کر لیا۔

متحدہ حملہ: پھر ابو الغازی اور کمشتکین القیصری[1] کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا کیونکہ قیصری کو سلطان برکیارق نے بغداد کا کوتوال بنا کر بھیجا۔ ابو الغازی سلطان محمد کی طرف سے پہلے سے اس عہدہ پر فائز تھا۔ اس لیے اس نے قیصری کو بغداد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ پھر اس نے اپنے بھائی سقمان سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ قلعہ کیفا سے اپنی فوج لے کر وہاں پہنچا اور اس نے تکریت کو لوٹ لیا۔ پھر ابو الغازی بھی اس کے پاس گیا اور اس کے ساتھ حاکم حلہ صدقہ بن مزید بھی شامل ہو گیا اور ان سب نے مل کر بغداد کے گردونواح میں تباہی مچائی اور شہر والوں پر بھی حملہ کیا۔

خلیفہ نے انہیں مصالحت کا پیغام بھیجا اور یہ وعدہ کیا کہ قیصری واسط چلا جائے گا چنانچہ وہ واسط چلا گیا۔ اس کے بعد ابو الغازی بغداد آ گیا اور سقمان اپنے شہر کی طرف چلا گیا جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا گیا ہے۔

سلطنت کی توسیع: پھر مالک بن بہرام جو سقمان کا بھتیجا تھا ۴۹۵ھ میں خرمیہ کے تمام علاقے پر قابض ہو گیا۔ سروج کا شہر بھی اس کے قبضے میں تھا جسے فرنگیوں نے چھین لیا تھا' اس لیے وہ نمانہ گیا اور اسے بنو یعیش بن عیسیٰ سے چھین لیا۔ انہوں نے صدقہ بن مزید حاکم حلہ سے فوجی کمک طلب کی تو وہ فوج لے کر وہاں گیا اور اس مقام کو مالک بن بہرام سے چھین کر انہیں یہ شہر لوٹا دیا اور خود (اپنے پایہ تخت) حلہ چلا آیا۔ اس کے واپس جانے کے بعد مالک نے پھر اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے ملک میں قائم رہا۔

اتحاد و اختلاف: پھر ۴۹۷ھ میں سقمان اور جکرمس حاکم موصل دونوں فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے پر متحد اور متفق ہو

---

[1] ابن خلدون نے یہاں کمشتکین القیصری لکھا' لیکن اکثر مقامات پر القیصری کی بجائے النصیری ہے' ملاحظہ ہو ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج ۷ ص ۱۰۱۔ (مترجم)

گئے۔ وہ حران کا محاصرہ کر رہے تھے۔ لہٰذا ایسی حالت میں انہوں نے باہمی تنازع کو موقوف کیا اور فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے نکلے۔ سقمان سات ہزار ترکمانی فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ لہٰذا ان دونوں فوجوں نے فرنگیوں کو شکست دی اور رہا (اڈیسا) کے حاکم بردویل کو گرفتار کر لیا۔ اس کو گرفتار کرنے والے سقمان کے فوجی تھے مگر جکرمس کے ساتھیوں نے زبردستی کر کے اس فرنگی حاکم کو اپنا قیدی بنا لیا اور اس جھگڑے کی وجہ سے دونوں فوجیں ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں اور دوبارہ ان میں جھگڑے اور اختلافات شروع ہو گئے۔

قلعہ ماردین کی تسخیر: ماردین کا قلعہ دیار بکر کے علاقے میں تھا۔ سلطان برکیارق نے اس کے تمام اضلاع سمیت اس کو اپنے ایک مغنی (گویا) کو جاگیر میں دے دیا تھا۔ یہ موصل کے صوبہ سے متعلق تھا اور یہاں کردوں کی قوم آ کر راستے میں فتنہ وفساد برپا کرتی تھی۔

یاقوتی کی گرفتاری: موصل کا حاکم کربوقا ایک دفعہ شہر آمد کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا جو کسی ترکمانی سردار کے قبضہ میں تھا۔ اس کے حاکم نے سقمان سے فوجی کمک طلب کی تو وہ ان کی مدد کے لیے گیا۔ مگر کربوقا نے سخت جنگ کے بعد اسے شکست دی۔ اس کا بھتیجا یاقوتی بن ارتق گرفتار ہو گیا تھا اور اسے مغنی کے پاس قلعہ ماردین میں مقید کیا گیا۔ چنانچہ وہ ایک طویل مدت تک وہاں مقید رہا۔ اس عرصے میں کردوں کی لوٹ مار میں اضافہ ہوتا رہا۔

کردوں سے مقابلہ: ایسے حالات میں یاقوتی نے قلعہ کے حاکم مغنی کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے رہا کر دے تاکہ وہ شہر سے باہر رہ کر کردوں کا مقابلہ کرے۔ حاکم نے اسے رہا کر دیا اور وہ کردوں کی بستیوں پر خلاط کے علاقے تک حملہ کرتا تھا۔ قلعہ کے کچھ سپاہی بھی اس کے ساتھ مل کر ان حملوں میں شریک ہوتے تھے (اس قسم کے حملوں کا عادی بننے کے بعد) اس نے قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ کردوں پر چھاپے مارنے کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے قلعہ کے سپاہیوں کو بھی پکڑ لیا اور قلعہ کے قریب آ کر اس نے یہ اعلان کیا کہ اگر قلعہ کا دروازہ نہ کھولا گیا تو وہ ان کے سپاہیوں کو قتل کر دے گا۔ لہٰذا اہل قلعہ نے دروازہ کھول دیا تو اس نے داخل ہو کر قلعہ پر قبضہ کر لیا پھر اس نے لشکر اکٹھا کر کے نصیبین کی طرف کوچ کیا اور جزیرہ ابن عمر پر حملہ کر دیا جو جکرمش کے ماتحت تھا۔

یاقوتی کا قتل: جکرمش اور اس کے ساتھیوں نے جنگ میں اسے شکست دی اور اسے مار ڈالا۔ پھر خود جکرمش اس کے مرنے پر رو دیا۔

یاقوتی کی بیوی اس کے چچا سقمان کی بیٹی تھی وہ اس کے قتل کے بعد اپنے والد کے پاس چلی گئی اور اس نے ترکمانی فوج کو اکٹھا کرنا شروع کیا۔ سقمان ان ترکمانی فوجوں کو لے کر نصیبین پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے (اپنے بھتیجے کا) انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ جکرمش نے اس کے خون بہا (دیت) کے طور پر اس قدر مال و دولت دی کہ وہ خوش ہو گیا اور اپنے وطن لوٹ گیا۔

سقمان کی حکومت: یاقوتی کے مرنے کے بعد اس کا بھائی علی جکرمش کے ماتحت ماردین کا حاکم بن گیا۔ مگر سقمان نے

وہاں پہنچ کر اپنے بھتیجے کو جبل جور کا حاکم بنایا اور ماردین کے قلعہ کو خود اپنی ملکیت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد کیفا[1] کے علاوہ اس نے نصیبین کو بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

سقمان کی وفات: پھر فخر الدین بن عمار حاکم طرابلس نے سقمان بن ارتق سے فرنگیوں کے خلاف فوجی امداد طلب کی۔ وہ مصر کے فاطمی خلفاء سے باغی ہو کر طرابلس کا خود مختار حاکم ہو گیا تھا اور جب فرنگیوں نے شام کے ساحلی شہروں پر قبضہ کیا تو انہوں نے اس کے ساتھ بھی جنگ شروع کی تو اس نے ۴۹۸ھ میں سقمان سے امداد طلب کی۔ سقمان نے اسے فوجی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ ابھی وہ جنگی تیاریاں کر رہا تھا کہ دمشق کے خود مختار حاکم طغرکین کی طرف سے اسے ایک خط موصول ہوا جس میں اسے دمشق بلوایا گیا تھا کیونکہ اسے فرنگیوں کی طرف سے دمشق پر حملہ کا خطرہ تھا۔ لہٰذا سقمان فوج لے کر جلد روانہ ہوا اس کا ارادہ تھا کہ وہ طرابلس کے بعد دمشق جائے گا۔ جب وہ قریتین کے مقام پر پہنچا تو طغرکین کو اس کے بلوانے پر ندامت ہوئی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ مشورہ کرنے لگا کہ کسی طرح اسے دمشق آنے سے روکا جائے۔ اتنے میں سقمان بیت المقدس پہنچ کر فوت ہو گیا یوں دمشق والے اس کے خطرے سے محفوظ ہو گئے۔

سقمان کے ساتھیوں نے مرنے کے قریب اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے قلعہ کیفا واپس چلا جائے۔ مگر اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا:

"یہ جہاد ہے اگر میں جہاد کے راستے میں مر جاؤں گا تو شہید ہوں گا۔"

جب یہ فوت ہو گیا تو اس کا فرزند ابراہیم اس کی لاش کو لے کر قلعہ کیفا لے گیا اور اسے وہیں دفن کیا۔

ابوالغازی کا حال: اس کا بھائی ابوالغازی بغداد کا کوتوال تھا۔ سلطان محمد سلجوقی نے اسے اس وقت مقرر کیا تھا جب کہ اس کے اور اس کے بھائی برکیارق کے درمیان خانہ جنگی ہو رہی تھی ۴۹۹ھ میں برکیارق اور اس کے بھائی کے درمیان ان شرائط پر صلح ہوگئی کہ بغداد اور دوسرے اسلامی ممالک اس کے ماتحت ہوں گے ان میں حلوان کا علاقہ بھی شامل تھا۔ جو ابوالغازی کی جاگیر تھا۔ اس لیے ابوالغازی نے بہت مستعدی کے ساتھ بغداد میں برکیارق کی سلطنت کا خطبہ پڑھوا دیا۔

ابوالغازی کی معزولی: صدقہ بن مزید نے جو سلطان محمد کا حامی تھا' اس بات کو ناپسند کیا۔ وہ بغداد آیا تا کہ وہ ابوالغازی کو اس کے عہدہ سے الگ کر دے اس لیے وہ یعقوب کے پاس چلا گیا اور صدقہ بن مزید کو یہ معذرت نامہ بھجوایا کہ وہ برکیارق کے ماتحت ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کو امن اور صلح کا کوئی اور راستہ اس کے سوا نظر نہیں آیا تھا۔ اس کے بعد جب برکیارق فوت ہو گیا تو ابوالغازی نے اس کے فرزند ملک شاہ کی سلطنت کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا۔ سلطان محمد نے اس رویہ کو بھی ناپسند کیا۔ لہٰذا جب وہ مکمل بادشاہ بن گیا اور پورا اقتدار سنبھال لیا تو اس نے ابوالغازی کو بغداد کے انتظام سے معزول کر دیا۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون کے قدیم نسخہ بولاق میں کیفا یا کبیفا لکھا ہوا ہے مگر صحیح کیفا ہے۔ (مترجم)

ماردین پر قبضہ: ابوالغازی شام چلا گیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر حلب کے حاکم رضوان بن تتش کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ جکرمش کے مقبوضہ شہر نصیبین کا محاصرہ کرے۔ چنانچہ وہ دونوں فوج لے کر وہاں پہنچے اور شہر نصیبین کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت جکرمش نے رضوان کو ایک پیغام بھیجا جس میں رضوان کو ابوالغازی کے خلاف بھڑکایا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے تعلقات خراب ہو گئے اور نصیبین کا محاصرہ ختم کر کے وہ دونوں وہاں سے جدا ہو کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف کوچ کر گئے۔ ابوالغازی قلعہ ماردین کی طرف چلا گیا۔ چونکہ اس کا بھائی سقمان مر چکا تھا۔ اس لیے اس نے آسانی کے ساتھ وہاں کا اقتدار سنبھال لیا۔

جکرمش کی حمایت: سلجوقی سلطان محمد نے ۵۰۲ھ میں مودود بن التونتکین کو جاولی سکاوو کے بجائے موصل الجزیرہ اور دیار بکر کا حاکم بنایا۔ جاولی سکاوو نے ان علاقوں کو جکرمش سے چھینا تھا۔ جب مودود موصل پہنچا تو جاولی نصیبین چلا گیا۔ جو ان دنوں ابوالغازی کے ماتحت تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے تعاون اور فوجی امداد کے لیے ابوالغازی کو لکھا۔ پھر وہ اچانک ماردین ابوالغازی کے پاس پہنچ گیا اور اس سے فوجی امداد کے لیے درخواست کی۔ لہٰذا وہ اسے فوجی کمک پہنچانے پر مجبور ہو گیا۔ بلکہ وہ خود اس کے ساتھ فوج لے کر روانہ ہوا اور اس نے سجار اور رحبہ کے مقامات کا سخت محاصرہ کیا۔ جب وہ خابور پہنچا تو ابوالغازی بھاگ گیا اور وہاں سے نصیبین چلا آیا پھر وہ اپنے شہر واپس آ گیا اور جنگ کے معاملے میں پس و پیش کرتا رہا اور سخت اضطراب میں رہنے لگا۔

جہاد میں عدم شرکت: سلطان محمد نے ۵۰۵ھ میں امیر مودود کو فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے بھیجا اور یہ بھی حکم دیا کہ ہر علاقے کے حکام اس کے ساتھ جہاد میں شامل ہوں۔ ان میں دیار بکر کے حاکم سقمان القطبی' مراغہ کے حاکم احمد بک' اربل کے حاکم ابوالہیجا اور ماردین کے حاکم ابوالغازی کے نام شامل تھے ابوالغازی کے سوا تمام حکام اس جہاد میں شریک ہوئے۔ تاہم ابوالغازی نے اپنے بیٹے ایاز کو لشکر دے کر وہاں بھیجا تھا۔

یہ تمام اسلامی فوجیں رہا کے مقام پر پہنچیں اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ مگر انہیں کامیابی نہیں ہوئی پھر وہ سروج کی طرف بڑھے اور وہاں بھی یہی حال رہا۔

مودود کا قتل: ۵۰۷ھ میں اسلامی لشکر نے فرنگیوں کے مخصوص شہروں کی طرف کوچ کیا اور طبریہ کے مقام پر انہیں شکست دی اور فرنگیوں کے شہروں کو تباہ کر دیا اس کے بعد مودود دمشق واپس آ گئے اور مختلف علاقوں کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔

امیر مودود موسم سرما گزارنے کے لیے حاکم دمشق طغرکین کے پاس مقیم ہوئے مگر اچانک انہیں قتل کر دیا گیا۔ طغرکین پر قتل کی سازش کا الزام لگایا گیا۔

اقسنقر کا تقرر: اس کے بعد سلطان محمد نے موصل کا حاکم اور مجاہدین کے لشکر کا سپہ سالار اقسنقر برسقی کو مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ فرنگی صلیب پرستوں کے ساتھ جنگ کرے۔ سلطان نے دیگر حکام کو اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا اور اپنے

فرزند ملک مسعود کو ایک لشکر جرار دے کر بھیجا تا کہ وہ بھی اس جہاد میں شریک ہو۔

ابوالغازی کا فرار: اقسنقر (جہاد کے لیے) ۵۰۸ھ میں روانہ ہوا مگر ابوالغازی بھاگ گیا اس لیے اقسنقر نے اس کا قلعہ ماردین میں محاصرہ کیا۔ آخر کار ابوالغازی درست ہو گیا اور اس نے اپنے فرزند ایاز کو فوج دے کر بھیجا۔ اس کے متحدہ اسلامی لشکر نے رہا کا محاصرہ کیا اور اس کے مضافات کو تباہ کیا پھر سروج اور شمشاط کا بھی یہی حال کیا۔

مرعش اور کیسوم کے مقامات کے حاکم نے اطاعت قبول کر لی۔

فرزند کی گرفتاری: اقسنقر نے واپس آ کر ابوالغازی کے فرزند کو قید کر لیا اور ماردین کے دیہات کو لوٹ لیا۔ اس وقت ابوالغازی فوراً اپنے بھتیجے رکن الدولہ داؤد کے پاس گیا جو اس کے بھائی سقمان کا فرزند تھا اور قلعہ کیفا کا حاکم تھا اس نے اس سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے فوجی امداد دی اور دونوں مل کر ۵۰۸ھ کے آخر میں برسقی (اسلامی لشکر کے سپہ سالار) سے جنگ کرنے کے لیے آئے اور اسے شکست دے کر اس کے فرزند ایاز کو قید سے چھڑا لائے۔

فرنگیوں کے ساتھ ساز باز: سلطان نے ابوالغازی کو (جنگ کی) دھمکی کا پیغام بھجوایا تو وہ دمشق کے حاکم طغرکین کے پاس فریادی کی حیثیت سے پہنچا۔ چونکہ اس پر بھی مودود کے قتل کا الزام لگ چکا تھا۔ اس لیے طغرکین سلطان سے ناراض تھا۔ اس لیے دونوں نے فرنگیوں سے فوجی امداد حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لیے انہوں نے انطاکیہ کے فرنگی حاکم کو پیغام بھجوایا۔ چنانچہ وہ ان دونوں سے ملنے کے لیے حمص کے قریب پہنچا اور ان سے باہمی امداد کا معاہدہ کر کے انطاکیہ چلا گیا۔

ابوالغازی کی گرفتاری: اس کے بعد ابوالغازی اپنے ساتھیوں کے ساتھ دیار بکر جا رہا تھا کہ حمص کا حاکم قیرجان راستے میں ملا۔ اس نے ابوالغازی کو گرفتار کر کے اسے قید کر لیا اور سلجوقی سلطان محمد کو اس کی اطلاع بھیج دی۔ مگر وہاں سے کوئی جواب میں تاخیر ہو گئی کہ اتنے میں طغرکین (حاکم دمشق) حمص پہنچا اور قیرجان کے پاس آیا (اور اس کی رہائی کا مطالبہ کیا) مگر قیرجان نے اس کو قتل کرنے پر اصرار کیا (تو طغرکین چلا گیا) بعد میں قیرجان نے (سلطان کی طرف سے کوئی جواب نہ آنے کی وجہ سے) ابوالغازی کو چھوڑ دیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ آئندہ ایسی حرکتیں نہیں کرے گا۔

ابوالغازی کے خلاف جنگ: وہاں سے ابوالغازی حلب چلا گیا۔ پھر سلطان نے ہمدان کے حاکم یوسف بن برسق اور دیگر حکام کی زیر قیادت ابوالغازی سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ سلطان نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اس کے بعد فرنگیوں سے جہاد کریں۔

چنانچہ یہ فوجیں حلب پہنچیں، وہاں کا حاکم لولو خادم تھا جو رضوان بن تتش کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے رضوان کی حکومت کے بعد اس کے فرزند الپ ارسلان کو اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ اس کے بعد سپہ سالار شمس الخواص بھی (شریک حکومت) تھا اس لیے اس اسلامی لشکر نے ان دونوں سے مطالبہ کیا کہ وہ دونوں سلطان محمد کے تحریری حکم کے مطابق حلب کا

شہر ان کے حوالے کر دیں۔

حماۃ کی تباہی: مگر ابو الغازی اور طغرکین بہت جلد ان دونوں کی مدد کے لیے فوج لے کر آ پہنچے۔ اس وجہ سے حلب فتح نہیں ہو سکا لہٰذا یہ لشکر حماۃ پہنچا جو طغرکین کے ماتحت تھا اور وہیں اس کے ذخائر جمع تھے۔ اسلامی لشکر نے اس شہر کو فتح کر کے اسے تباہ کیا اور اس شہر کو حاکم حمص امیر قیرجان کے حوالے کر دیا اس کے بدلے میں اس نے ابو الغازی کے فرزند ایاز کو (جو اس کے پاس یرغمال کے طور پر تھا) ان کے حوالے کر دیا۔

امداد کی درخواست: اس اثناء میں ابو الغازی، طغرکین اور شمس الخواص، انطاکیہ کے فرنگی حاکم روجیل کے پاس پہنچے تھے تا کہ وہ شہر حماۃ کی مدافعت کے لیے ان کی امداد کرے۔ اس وقت ان کے پاس بیت المقدس کا فرنگی حاکم بغدوین اور طرابلس کا حاکم القمص وغیرہ بھی آئے ہوئے تھے۔ ان سب کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ وہ جنگ کو طول دیں تا کہ موسم سرما آنے پر یہ لشکر متفرق ہو جائے۔

فوجوں کی واپسی: فرنگیوں کا لشکر قلعہ افامیہ میں موجود رہا اور وہاں سے منتشر نہیں ہوا آخر کار فوجیں واپس چلی گئیں۔ طغرکین بھی اپنی فوج کے ساتھ دمشق واپس چلا گیا اور ابو الغازی قلعہ ماردین واپس آ گیا اور فرنگی فوجیں بھی اپنے شہروں کی طرف واپس چلی گئیں۔

مسلمانوں کو شکست: اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے کفر طاب کا مقام فتح کر لیا۔ انہوں نے حلب جانے کا ارادہ بھی کیا تھا مگر راستے میں انہیں انطاکیہ کا حاکم روجیل ملا جو پانچ سو سوار لے کر کفر طاب کی فرنگی فوجوں کی مدد کے لیے آیا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کا سپہ سالار برسق اور اس کا بھائی شکست کھا کر اپنے شہروں کی طرف لوٹ گیا۔

ایاز کا قتل: ابو الغازی کا فرزند ان کے پاس مقید تھا۔ لہٰذا جن کی زیر نگرانی میں ایاز تھا انہوں نے جنگ کے موقع پر ۵۰۹ھ میں اسے مار ڈالا۔

لؤلؤ کی خود مختاری: حلب کا حاکم ۵۰۷ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس کی سلطنت کا انتظام لؤلؤ الخادم نے سنبھالا اور رضوان کے فرزند الپ ارسلان کو اس کا بادشاہ مقرر کیا۔ پھر اس سے ناراض ہو گیا اور اس کے بجائے اس کے بھائی سلطان شاہ کو بادشاہ مقرر کیا اور خود اس نے حکومت کے اختیارات سنبھالے۔

لؤلؤ الخادم کا قتل: ۵۱۱ھ میں وہ قلعہ جعبر گیا تا کہ وہ مالک بن سالم بن بدران سے ملاقات کرے۔ اس وقت ترکی غلاموں نے سازش کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس کا قتل خرت برت کے مقام پر ہوا اور انہوں نے اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیا مگر اہل حلب نے ان کا مقابلہ کر کے ان سے خزانے اور دوسری چیزیں جو انہوں نے چھینی تھیں واپس لے لیں۔

لؤلؤ الخادم کے بجائے شمس الخواص اتابک سربراہ ملک مقرر ہوا مگر ایک ماہ کے بعد وہ معزول ہوا۔ اس کے بجائے

ابوالمعالی المحلی الدمشقی حکمران مقرر ہوا۔ مگر وہ بھی معزول ہوگیا اور اس کی جائیداد ضبط کرلی گئی۔

ابوالغازی کی حکومت حلب: جب حلب کی سلطنت متزلزل ہونے لگی اور اہل حلب کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں فرنگی حلب کو فتح نہ کرلیں اس لیے انہوں نے ابوالغازی بن ارتق کو قلعہ ماردین سے بلوایا اور شہر کی حکومت اس کے سپرد کردی۔ یوں رضوان بن تتش کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور اس کے بعد اس خاندان کے کسی فرد نے حکومت نہیں کی۔

جب ابوالغازی حلب کا حاکم بنا تو وہاں کا خزانہ خالی تھا۔ اس لیے اس نے سابق بادشاہ کے خادموں کا مال (جو بہت مالدار ہوگئے تھے) ضبط کیا اور ان کا مال دے کر فرنگیوں سے مصالحت کرلی۔

پھر وہ قلعہ ماردین کی حفاظت کے لیے وہاں گیا اور حلب میں اپنا جانشین اپنے فرزند حسام الدین تمرتاش کو بنایا۔

فرنگیوں سے جنگ: جب ابوالغازی حلب کا حاکم بن گیا اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا تو فرنگیوں کو (حلب پر حملہ کرنے کے لیے) مناسب موقع نظر آیا چنانچہ انہوں نے اس طرف فوج کشی کی اور حلب کے ماتحت علاقوں یعنی مراغہ وغیرہ کو فتح کرلیا۔ پھر حلب کے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ ایسے موقع پر اہل حلب کے لیے یہ ضروری ہوگیا کہ وہ ہر صورت میں اپنے شہر کی مدافعت کریں۔ خواہ وہ جنگ کریں یا مال دے کر صلح کرنے کی کوشش کریں۔

ایسی حالت میں (جبکہ ان کے اندر بھرپور جنگ کی طاقت نہ تھی) انہوں نے فرنگیوں کو اپنی وہ جائیداد اور اراضی تقسیم کردیں جو شہر سے باہر تھیں تاکہ وہ صلح کے ساتھ رہیں۔

ابوالغازی کی پیش قدمی: پھر انہوں نے بغداد سے فوجی امداد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہاں سے انہیں کوئی امداد نہیں مل سکی۔ اس لیے ابوالغازی نے مختلف مقامات سے فوجیں اور رضا کار سپاہی اکٹھے کیے جن کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی۔ وہ انہیں لے کر شام کی طرف ۵۱۳ھ میں روانہ ہوا۔ اس کے لشکر کے ساتھ اسامہ بن مبارک بن منقذ الکنانی اور حاکم ارزن الروم طغان ارسلان ابن سکین بن جناح بھی تھے۔

فرنگیوں کو شکست: فرنگی صلیبی فوج نے اثارب کے قلعہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ان کے تین ہزار سوار تھے اور نو ہزار پیدل فوج تھی۔ وہ تل عفرین کے مقام پر صف آرا ہوئے' جہاں مسلم بن قریش کو قتل کیا گیا تھا۔ وہ چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرے ہوئے تھے البتہ تین سرنگوں سے ان کی طرف راستہ جاتا تھا۔ جب ان فرنگیوں کی ابوالغازی کے ساتھ جنگ ہوئی تو ابوالغازی ان سرنگوں میں سے اندر گھسا۔ فرنگی ان حملوں سے غافل تھے تاہم انہوں نے بہادری سے مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے لگاتار حملوں کا مقابلہ کرتے رہے مگر آخر میں شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر ہر طرف سے مسلمانوں نے ان پر تلوار سے حملہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کم فرنگی جان بچا سکے ان کے ستر فوجی افسر گرفتار ہوئے' جن کا زرفدیہ اہل حلب نے تین لاکھ دینار وصول کیا۔ مگر انطاکیہ کا فرنگی حاکم سرجان مارا گیا۔

دوبارہ شکست: جو فرنگی فوجیں معرکہ سے بچ نکلی تھیں' وہ فرنگیوں کی دوسری فوج کے ساتھ مل کر دوبارہ حملہ آور ہوئیں' مگر اس موقع پر بھی ابوالغازی نے انہیں شکست دی اور اثارب کا قلعہ فتح کرلیا اور زردنا کا قلعہ بھی فتح کیا۔

سلطان سے مصالحت: اس کے بعد وہ حلب واپس آ گیا اور شہر کے حالات درست کرنے کے بعد وہ دریائے فرات کو عبور کر کے ماردین آ گیا اس نے حلب پر اپنے فرزند سلیمان کو حکمران مقرر کیا۔ پھر دبیس بن صدقہ ابوالغازی کے پاس پناہ لینے کے لیے پہنچا تو خلیفہ المسترشد باللہ نے سدید الدولہ کے ہاتھ ابوالغازی کو پیغام بھیجا کہ وہ دبیس کو نکال دے[1]

پھر ابوالغازی اور سلطان محمود کے درمیان ایک معاہدہ صلح ہوا اور اطاعت کے ثبوت میں ابوالغازی نے اپنے فرزند کو اس کے پاس یرغمال کے طور پر بھیج دیا۔ صلح کا یہ معاہدہ کرنے کے بعد ابوالغازی لوٹ آیا اور اس کے بعد وہ ۵۱۴ھ میں پھر فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوا اور حلب کے اضلاع میں ان سے جنگ کی اور کامیابی حاصل کی۔

فرنگیوں کا محاصرہ: پھر وہ اور حاکم دمشق طغرکین نے فرنگی فوجوں کا مشیرہ کے مقام پر محاصرہ کر لیا۔ پھر اس خیال سے کہ وہ سب کے سب فنا ہو جائیں گے انہیں قلعہ سے نکلنے کا راستہ دے دیا کہ وہ اس قلعہ سے نکل کر چلے جائیں۔

طریقہ جنگ: ابوالغازی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جنگی مقامات پر طویل عرصہ تک نہیں رہتا تھا کیونکہ اس کی فوج میں ترکمانی سپاہیوں کی اکثریت تھی۔ وہ آٹے کے تھیلے اور بکری کا خشک گوشت لے کر آتے تھے۔ اس لیے وہ زادِ راہ اور خوراک کے ختم ہونے کے اندیشہ سے جلد واپس جانے کی کوشش کرتا تھا۔

بیٹے کی بغاوت: ابوالغازی نے اپنے فرزند سلیمان کو حلب کا حاکم مقرر کیا تھا مگر اس کے کھرے دوستوں نے اسے اپنے والد کے خلاف بھڑکا دیا۔ یہ خبر سن کر ابوالغازی اس کے پاس پہنچا تو اس کے بیٹے نے معذرت پیش کی' اس لیے اس نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی' البتہ اس نے ان کے ان کھرے دوستوں کو گرفتار کر لیا جنہوں نے اس کے خلاف سازش کرانے میں حصہ لیا تھا۔ اس سازش کا سرغنہ ایک افسر تھا جسے اس کے والد نے کہیں سے اٹھا کر پال لیا تھا اور وہ اس کے گھر ہی میں پل کر جوان ہوا تھا۔ ابوالغازی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی اور اس کی زبان کاٹ دی۔

سازش کا دوسرا سرغنہ حماۃ کا باشندہ تھا جسے لا کر ابوالغازی نے اہل حلب کے سامنے پیش کیا پھر اس کی زبان بھی کاٹ دی اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ جس کے بعد وہ مر گیا۔

ابوالغازی نے اپنے بیٹے کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر شفقت پدری غالب آ گئی (اور اسے چھوڑ دیا) سلیمان دمشق بھاگ گیا اور حاکم دمشق طغرکین نے اس کے حق میں سفارش کی مگر اس نے اس کی سفارش قبول نہیں کی۔

نیا حاکم حلب: پھر ابوالغازی نے اپنے بھائی عبدالجبار کے فرزند سلیمان کو حلب کا حاکم مقرر کیا اور اس کا لقب

[1] اس واقعہ کی تفصیل تاریخ الکامل ابن الاثیر میں یوں مذکور ہے "خلیفہ المسترشد باللہ نے سدید الدولہ ابن الانباری کے ساتھ ابوالغازی کے لیے خلعت بھیجے اور فرنگیوں کے خلاف اس کے مجاہدانہ کارناموں پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ دبیس کو نکال دے"۔ ملاحظہ ہو

بدرالدولہ رکھا۔ پھر وہ ماردین واپس آ گیا۔ یہ تمام واقعات ۵۱۵ھ میں رونما ہوئے۔

دبیس کی سفارش: پھر ابوالغازی نے اپنے فرزند حسام الدین تمرتاش کو قاضی بہاء الدولہ ابوالحسن شہرزوری کے ساتھ (سلطان کے پاس) بھیجا تاکہ وہ دبیس کے بارے میں سفارش کریں اور اس کے مطیع اور فرمانبردار رہنے کی ضمانت دے سکیں۔ مگر اس میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ جب تمرتاش اپنے والد کی طرف واپس آنے لگے تو سلطان نے ان کے والد کو میافارقین کا شہر جاگیر میں عطا کیا۔ یہ شہر پہلے سقمان قطبی حاکم خلاط کے زیر حکومت تھا۔ لہٰذا ابوالغازی نے اس شہر پر قبضہ کر لیا اور یہ اسی کے ماتحت رہا۔ تا آنکہ سلطان صلاح الدین بن ایوب نے ۵۸۰ھ میں اسے فتح کر لیا۔

فرنگی حاکم کی گرفتاری: (اڈیسا) رُہا اور سروج کے علاقوں کا حاکم جوسکین (فرنگی) تھا مالک بن بہرام نے عانہ کا شہر فتح کر لیا تھا۔ اس لیے وہ ۵۱۵ھ میں رُہا کی طرف روانہ ہوا اور کئی دنوں تک اس شہر کا محاصرہ کرتا رہا' مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ (اس لیے وہاں سے واپس چلا گیا) مگر شہر کے فرنگی حاکم نے فرنگی فوجوں کو اکٹھا کر لیا تھا اس لیے وہ مالک کی فوجوں کا تعاقب کرنے لگا۔ اس وقت مالک بن بہرام کی فوجیں منتشر ہو گئی تھیں اور اس کے ساتھ صرف چار سو سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ فرنگی فوجیں اس کا تعاقب کرتے ہوئے نرم اور دلدلی زمین تک پہنچ گئیں۔ جہاں زمین کے اندر جذب ہو چکا تھا۔ اس لیے فرنگی فوجوں کے گھوڑے دلدل میں پھنس گئے اور وہاں سے نہیں نکل سکے۔ ایسی حالت میں ملک بن بہرام کی فوجوں نے انہیں جا دبوچا اور انہیں گرفتار کر لیا انہوں نے فرنگی حاکم جوسکین کو بھی گرفتار کر کے اونٹ کی کھال میں بند کر دیا گیا۔ پھر اس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ رُہا کے شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دے مگر وہ اس پر رضامند نہیں ہوا۔ اس نے اپنی رہائی کے لیے زرفدیہ کے طور پر بہت سا مال دینا چاہا مگر مسلمانوں نے زرفدیہ قبول نہیں کیا اور اسے خرت برت کے مقام پر مقید کر دیا۔

ابوالغازی کی وفات: ماردین کا حاکم ابوالغازی ماہ رمضان ۵۱۶ھ میں فوت ہو گیا اس کے بعد اس کا فرزند حسام الدین تمرتاش ماردین کا حاکم ہوا اور دوسرا فرزند سلیمان میافارقین کا حاکم ہوا۔ حلب میں اس کے بھائی عبدالجبار کا فرزند سلیمان حاکم تھا۔ لہٰذا وہ حلب پر مستقل قابض ہو گیا۔

مالک بن بہرام کی فتوحات: مالک بن بہرام بن ارتق نے شہر حران کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ اس کے چچا عبدالجبار کا فرزند سلیمان' فرنگیوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو گیا ہے اور اس نے فرنگیوں کو اثارب کا قلعہ دے دیا ہے۔ اس لیے اس نے ارادہ کیا کہ وہ خود اس کے علاقے پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ ۵۱۷ھ میں بہار کے موسم میں اس نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور شہر والوں کو پناہ دے کر حلب کو فتح کر لیا۔

فتح منبج: پھر مالک بن بہرام نے ۵۱۸ھ میں شہر منبج کی طرف کوچ کیا اور محاصرہ کرنے کے بعد شہر کو فتح کر لیا اور اس کے حاکم حسان تغلبی کو مقید کر لیا۔ البتہ قلعہ کے باشندے قلعہ بند ہو گئے۔ اس لیے اس نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب فرنگیوں نے اس کی فتوحات کا حال سنا تو وہ اس کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے تو اس نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے لیے ایک فوجی

دستہ مقرر کیا اور خود فرنگیوں کا مقابلہ کرنے چلا گیا۔ جنگ میں اس نے فرنگیوں کو شکست دی اور ان کا قتل عام کیا۔ پھر منبج کے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے لیے واپس چلا گیا اس محاصرہ میں ایک دن اسے تیر لگا جو مہلک ثابت ہوا۔ اس واقعہ سے اس کے لشکر میں ہلچل پیدا ہوگئی اور وہ منتشر ہو گئے۔ حاکم شہر حسان بھی قید سے چھوٹ گیا۔

مالک کی شہادت: ماردین کا حاکم تمرتاش ابن الغازی اس کے ساتھ منبج کے محاصرہ میں شریک تھا۔ چنانچہ جب مالک بن بہرام شہید ہوا تو وہ اس کی لاش حلب لے گیا اور وہاں اسے دفن کیا۔ پھر اس شہر پر قبضہ کرلیا۔ بعد میں وہاں اپنا جانشین مقرر کر کے ماردین لوٹ گیا۔

حلب کا طویل محاصرہ: ادھر فرنگیوں نے شہر صور کی طرف فوج کشی کی اور اسے فتح کرلیا۔ اس کے بعد انہوں نے مسلمانوں کے دوسرے شہروں کو فتح کرنے کا قصد کیا۔ اتنے میں دبیس بن صدقہ' خلیفہ مسترشد کے واقعہ کے بعد بھاگ کر فرنگیوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے انہیں حلب کو فتح کرنے پر آمادہ کیا لہٰذا فرنگی حکام اسے لے کر روانہ ہوئے اور انہوں نے حلب کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ کو طول دینے کے لیے انہوں نے شہر کے باہر مکانات تعمیر کر لیے تھے اس طرح محاصرہ طویل ہوتا گیا اور خوراک کی قلت ہوگئی جس سے شہر والوں میں بے چینی پھیل گئی اور ان کا حاکم ان حالات کا مقابلہ کرنے میں ناکام ثابت ہو رہا ہے۔ ایسے موقع پر انہیں موصل کے حاکم برسقی سے بہتر کوئی شخص نظر نہیں آیا کیونکہ وہ اسلامی ریاستوں میں سب سے زیادہ طاقتور تھا اور اس کے پاس فوج بھی سب سے زیادہ تھی۔ اس لیے اہل حلب نے اپنی مدافعت کے لیے اسے بلایا اور اسے حکومت کرنے کی دعوت دی۔

برسقی کی حکومت: برسقی نے اس کے جواب میں یہ شرط رکھی کہ اس کے پہنچنے سے پہلے قلعہ پر قبضہ ہو جائے تاکہ وہاں وہ اپنا دربان مقرر کر سکے۔ اس کے بعد وہ فوج لے کر روانہ ہوا۔ جب وہ فرنگیوں کی حدود کے قریب پہنچا تو وہ (اس کا مقابلہ کیے بغیر) اپنے شہروں کی طرف واپس ہو گئے۔ جب برسقی حلب پہنچا تو اہل حلب نے اس کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ چنانچہ وہ شہر میں داخل ہو کر شہر اور اس کے متعلقہ اضلاع پر قابض ہو گیا۔ وہ اپنی وفات تک وہاں حکومت کرتا رہا۔

اس کے بعد اس کا فرزند عز الدین حلب کا حاکم مقرر ہوا۔ جب وہ بھی فوت ہو گیا تو سلطان محمود نے اتابک زنگی کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر حال بیان کریں گے۔

دیار بکر کے قلعوں کی تسخیر: حسام الدین تمرتاش ماردین واپس آ گیا اور وہاں اس کی سلطنت قائم رہی۔ اس نے دیار بکر کے بہت سے قلعوں کو فتح کر لیا تھا یہاں تک کہ ۵۲۲ھ میں اس نے دیار بکر کا قلعہ ساج بھی فتح کر لیا جو گزشتہ سلاطین بنو مروان کے قبضے میں تھا اور یہ ان کا آخری قلعہ تھا۔

طویل عہد حکومت: حسام الدین تمرتاش نے اپنے بھائی سلیمان سے میافارقین کا علاقہ بھی چھین لیا تھا اور یہ بھی اس کی مملکت میں شامل ہو گیا تھا۔ تمرتاش نے ماردین پر اکتیس سال تک حکومت کی' یہاں تک کہ وہ ۵۴۷ھ میں فوت ہو گیا۔

تمرتاش کے جانشین: تمرتاش کی وفات کے بعد اس کا فرزند البی بن تمرتاش ماردین کا حاکم مقرر ہوا اور وہ اپنی وفات تک وہاں کا حاکم رہا۔ اس کے بعد اس کا فرزند ابوالغازی بن البی ماردین کا حاکم بنا۔ وہ بھی اپنی وفات تک حکومت کرتا رہا۔

مورخ ابن الاثیر نے ان دونوں کی تاریخ وفات نہیں تحریر کی ہے مورخ حماۃ نے بھی یہ لکھا ہے کہ اسے بھی ان دونوں کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہے۔

جب ابوالغازی بن البی بھی فوت ہو گیا تو نظام الملک البقش نے انتظام سلطنت سنبھالا اس نے اس کا جانشین حکمران (برائے نام) اس کے فرزند حسام الدین بوطق ارسلان بن ابوالغازی بن البی کو مقرر کیا' وہ بچہ تھا' اس لیے خودمختار حاکم نظام الملک البقش ہی رہا۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرتا رہا۔ کیونکہ نوعمر حاکم کے سارے اختیارات اس کے ہاتھ میں تھے اور یہ حالت اس وقت تک باقی رہی جبکہ حسام الدین ۵۹۵ھ میں فوت ہوا۔ اس وقت تک بوطق حکومت کرتا تھا۔

مورخ ابن الاثیر نے اس شخص کا لقب حسام الدین ناصر الملک بیان کیا ہے۔

ماردین کا محاصرہ: اس زمانے میں سلطان العادل ابوبکر ابن ایوب نے ماردین کا قصد کیا۔ الجزیرہ کے تمام حکام اس سے خائف تھے اور وہ اسے نہیں روک سکتے تھے۔ پھر مصر کا حاکم عزیز بن صلاح الدین بھی فوت ہو گیا اور اس کا بھائی افضل حاکم ہوا لہٰذا سلطان العادل نے اہل مصر و دمشق اور اہل سنجار کے ساتھ اپنے فرزند الکامل کو بھیجا۔ انہوں نے ماردین کا محاصرہ کر لیا (اور محاصرہ بہت طویل مدت تک جاری رہا) ایسی حالت میں البقش نے جو بولق کا نگران تھا' اطاعت کرنے اور قلعہ کو مقررہ مدت کے اندر حوالے کرنے کا پیغام بھیجا بشرطیکہ وہ انہیں خوراک کا سامان فراہم کر دیں۔

سلطان عادل نے اپنے فرزند کو اس کے دروازے پر مقرر کر دیا تاکہ قلعہ کے اندر ضرورت سے زائد خوراک نہ داخل ہونے پائے۔ مگر اہل قلعہ نے اس کے فرزند کو مال دے کر رضامند کر لیا اور قلعہ کو خوراک سے بھر لیا۔ اس اثناء میں سلطان نورالدین حاکم موصل ان کی مدد کے لیے پہنچ گیا اور جنگ کرتا رہا' یہاں تک کہ سلطان عادل کا لشکر شکست کھا گیا۔ اہل قلعہ نے بھی نکل کر اس کے فرزند الکامل کے لشکر پر زبردست حملہ کیا چنانچہ دونوں لشکر شکست کھا کر بھاگ گئے۔

اس کے بعد حاکم ماردین حسام الدین بولق سلطان نورالدین کے پاس گیا اور اس سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنے قلعہ کی طرف واپس آ گیا۔

نورالدین دنیسر کے پاس ٹھہرا ہوا تھا پھر وہ وہاں سے حوران جانے کے ارادے سے کوچ کر گیا جیسا کہ ہم اس کی سلطنت کے حالات میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

ارتق کی حکومت: جب بولق ارسلان فوت ہو گیا تو لؤلؤ الخادم نے اس کے بعد اس کے چھوٹے بھائی ناصر الدین ارتق ارسلان بن قطب الدین ابوالغازی کو حاکم مقرر کیا۔ مورخ ابن الاثیر نے اس کا سن وفات بھی تحریر نہیں کیا ہے۔ وہ بھی البقش کی نگرانی میں ۶۰۱ھ تک کام کرتا رہا۔ آخر کار ارتق اس کی نگرانی سے تنگ آ گیا۔ جب البقش ۶۰۱ھ میں بیمار ہوا تو

ارتق اس کی عیادت کے لیے آیا۔ اس وقت اس نے ان کے خادم لولو کو اس کے گھر کے کسی گوشے کے اندر مار ڈالا۔ پھر البقش کو بھی اس کے بستر مرض پر قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ ماردین کا خود مختار بادشاہ بن گیا اور المنصور کا لقب اختیار کیا وہ ۶۳۶ھ میں فوت ہو گیا۔

ارتق کے جانشین: اس کے بعد اس کا فرزند سعید نجم الدین غازی بن ارتق حاکم مقرر ہوا وہ ۶۵۸ھ یا ۶۵۳ھ میں فوت ہو گیا۔

اس کے بعد اس کا بھائی مظفر قرا ارسلان بن ارتق کو حکومت ملی۔ اس نے ایک سال یا اس سے کم عرصے تک حکومت کی۔ پھر اس کے بعد اس کے بھائی منصور نجم الدین غازی بن قرا ارسلان ماردین کا حاکم ہوا۔ وہ چون برس تک حکومت کرتا رہا اور ۷۱۲ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا فرزند المنصور احمد حاکم ہوا اس نے تین سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا فرزند الصالح محمود صرف چار مہینے تک حکمران رہا۔ یہاں تک کہ اس کا چچا المظفر فخر الدین داؤد المنصور نے اسے تخت سے اتار دیا (اور خود حکومت کرنے لگا) وہ ۷۸۸ھ میں فوت ہوا۔

اس کے بعد اس کا فرزند مجد الدین عیسیٰ ماردین کا حاکم ہوا اور ابھی تک وہی ماردین کا بادشاہ ہے۔

ہلاکو خان کی اطاعت: جب ہلاکو خان بن تلو خان بن چنگیز خان شہر بغداد اور اس سے متعلقہ علاقوں کا حاکم بنا تو مظفر قرا ارسلان (حاکم ماردین) نے اس کی اطاعت قبول کی اور اپنی عملداری میں اس کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا۔ اس کے جانشین بھی ہلاکو خان کی اولاد کی اطاعت کرتے رہے۔ جب بغداد میں تاتاری بادشاہوں کا آخری تاجدار ہلاک ہوا جس کا نام ابو سعید بن خر بندہ ہے تو سلاطین ماردین نے تاتاریوں کا نام خطبہ سے خارج کر دیا اور ان کا بادشاہ احمد المنصور بالکل خود مختار ہو گیا۔ وہ ابو الغازی بانی سلطنت کے بعد بارہواں سلطان ماردین ہے۔

قلعہ کیفا کے حکام

داؤد بن سقمان اپنے والد سقمان اور اپنے بھائی ابراہیم کے بعد قلعہ کیفا کا حاکم ہوا۔ اس کی وفات کی تاریخ کا ہمیں علم نہیں ہے۔

نور الدین محمد: اس کے بعد نور الدین محمد ولی عہد ہونے کی وجہ سے کیفا کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کے اور سلطان غازی صلاح الدین کے درمیان تعاون و اتحاد تھا اس نے سلطان صلاح الدین کو موصل کی جنگ میں فوجی امداد پہنچائی۔ اس کی شرط یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین آمد کی لڑائی میں اس کی مدد کرے۔ چنانچہ صلاح الدین نے اس جنگ میں اس کی مدد کی اور ۵۶۹ھ میں اس کے حاکم ابن سنان کا محاصرہ کیا۔ پھر یہ شہر نور الدین محمد حاکم ماردین کی عملداری میں شامل ہو گیا جیسا کہ ہم سلطان صلاح الدین کے عہد کے واقعات میں اس کا ذکر کریں گے۔

قطب الدین سقمان: نور الدین محمد ۵۸۱ھ میں فوت ہوا۔ اس کے دو فرزند تھے چنانچہ اس کا بڑا فرزند قطب الدین

سقمان بادشاہ ہوا۔ اس کی سلطنت کا انتظام اسد کے والد کے وزیر عوام ابن اسحاق الاسد کے سپرد ہوا۔ اس سے پہلے نور الدین محمد کا بھائی عماد الدین حکومت کا دعوے دار تھا مگر وہ اس وقت فوج لے کر موصل کے محاصرہ میں سلطان صلاح الدین کی مدد کے لیے گیا ہوا تھا۔ جب اسے اپنے بھائی کی وفات کی خبر ملی تو وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کے بھائی نور الدین کی اولاد صغیر سن ہیں' شہر پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوا مگر کامیاب نہیں ہو سکا' اس لیے وہ خرت برت کے مقام پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر کے اس کا حاکم بن بیٹھا اور اس کے بعد یہ حکومت اس کے بیٹوں کو وراثت میں ملی۔

صلاح الدین کی حمایت: جب سلطان صلاح الدین موصل کی جنگ سے فارغ ہوا تو قطب الدین سقمان (حاکم کیفا) اس سے ملا۔ سلطان صلاح الدین نے قلعہ کیفا میں اسے اس کے والد کی حکومت پر برقرار رکھا اور آمد کے شہر پر بھی اس کا تسلط برقرار رکھا جو اس نے اس کے والد کو فتح کر کے دے دیا تھا۔ مگر یہ شرط رکھی کہ اس کے معاملات سے وہ سلطان صلاح الدین کو مطلع کیا کرے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے اس نے اس کے فرزند قرا ارسلان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام صلاح الدین تھا' وہاں کا حاکم مقرر کیا اور اس نے وہاں کی سلطنت کے انتظامات سنبھال لیے۔

یوں قطب الدین سقمان قلعہ کیفا اور آمد اور اس کے مضافات پر حکومت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ۵۹۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کی موت قلعہ کیفا کے محل کے اوپر سے گرنے سے ہوئی۔

ولی عہد کا تقرر: اس کا بھائی محمود اس کے بعد حاکم بننے کا امیدوار تھا۔ مگر اس کا بھائی قطب الدین سقمان اس سے بہت نفرت کرتا تھا۔ اس لیے اس نے اس کو اپنی آخری عملداری قلعہ منصور کی طرف بھیج دیا تھا اور اس کے بجائے اپنے ایک غلام جس کا نام ایاس تھا انتخاب کر کے اس کا نکاح اپنی بہن کے ساتھ کر دیا اور اسے اپنا ولی عہد بنا لیا تھا۔

ناصر الدین محمود: لہٰذا جب قطب الدین سقمان فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا غلام ایاس اس کا جانشین ہوا۔ اس وقت کچھ ارکان سلطنت خفیہ طور پر محمود کے پاس چلے گئے وہ فوج لے کر آمد پہنچا' اس سے پہلے آمد کی مدافعت کے لیے ایاس پہنچ چکا تھا مگر وہ مقابلہ نہیں کر سکا۔ محمود نے آمد فتح کر لیا اور وہ تمام شہر پر مسلط ہو گیا۔ اس نے ایاس کو مقید کر لیا تا آنکہ اس نے شاہ روم کی سفارش سے اسے چھوڑ دیا اور وہ روم چلا گیا' اور وہاں کے امراء میں شامل ہو گیا۔

مسعود کی جانشینی: اب محمود کیفا اور آمد اور ان کے مضافات کا خود مختار حاکم ہو گیا تھا اس نے اپنا لقب ناصر الدین رکھا۔ وہ ظالم اور بد سیرت تھا نیز وہ فلسفیانہ علوم جاننے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس کی وفات ۶۱۹ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد مسعود حاکم ہوا۔

مسعود کا محاصرہ: مسعود اور سلطان افضل بن عادل کے درمیان ناچاقی ہو گئی اور جنگ چھڑ گئی تو اس نے اس کے برخلاف اپنے بھائی الکامل سے فوجی امداد حاصل کی اور وہ مصر سے فوجیں لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ کرک کا حاکم داؤد اور حماۃ کا حاکم مظفر بھی تھا۔ انہوں نے آمد کے مقام پر اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہ نکل کر کامل کے پاس آیا تو اس نے اس کو قید کر لیا۔ وہ الکامل کی وفات تک اس کی قید میں رہا۔ اس کے بعد وہ تاتاریوں کے پاس چلا گیا۔ وہیں وہ

فوت ہو گیا۔

قلعہ خرت برت کے حکام: عماد الدین بن قرا ارسلان نے اپنے بھائی نور الدین کے فرزند قطب الدین سقمان سے خرت برت کے علاقہ کو چھین لیا تھا۔ یہ علاقہ اسی کے قبضہ میں رہا۔ یہاں تک کہ وہ ۶۰۱ھ میں فوت ہوا۔ اس نے وہاں بیس سال تک حکومت کی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا نظام الدین حاکم ہوا۔ اس کی اپنے چچازاد بھائی ناصر الدین محمود حاکم آمد و کیفا سے دشمنی تھی۔ اس لیے ناصر الدین محمود نے سلطان عادل بن ایوب کی اطاعت قبول کر لی تھی اور ان کے فرزند اشرف کے ساتھ موصل کے محاصرہ میں بھی شریک ہوا تھا تاکہ وہ اس کے بعد فوج لے کر خرت برت روانہ ہو اور یہ علاقہ فتح کر کے اسے دے دے۔

یہ حالت دیکھ کر نظام الدین ابوبکر نے غیاث الدین قلیج ارسلان حاکم روم سے فوجی امداد طلب کی۔

خرت برت کا محاصرہ: ماہ شعبان ۵۸۱ھ میں اشرف اور محمود فوجیں لے کر روانہ ہوئے اور انہوں نے خرت برت کا محاصرہ کر لیا اور اس کے بیرونی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ ان کے مقابلہ کے لیے رومی علاقہ کے حاکم غیاث الدین نے نظام الدین کی مدد کے لیے سمیساط کے حاکم افضل بن صلاح الدین کے زیر قیادت فوجیں روانہ کیں۔ جب یہ لشکر ملطیہ کے مقام پر پہنچا تو اشرف اور محمود خرت برت سے نکل کر نظام الدین کے صحرائی قلعوں کی طرف بحیرہ سہنین کے قریب پہنچے اور ماہ ذوالحجہ ۵۸۱ھ میں انہیں فتح کر لیا۔

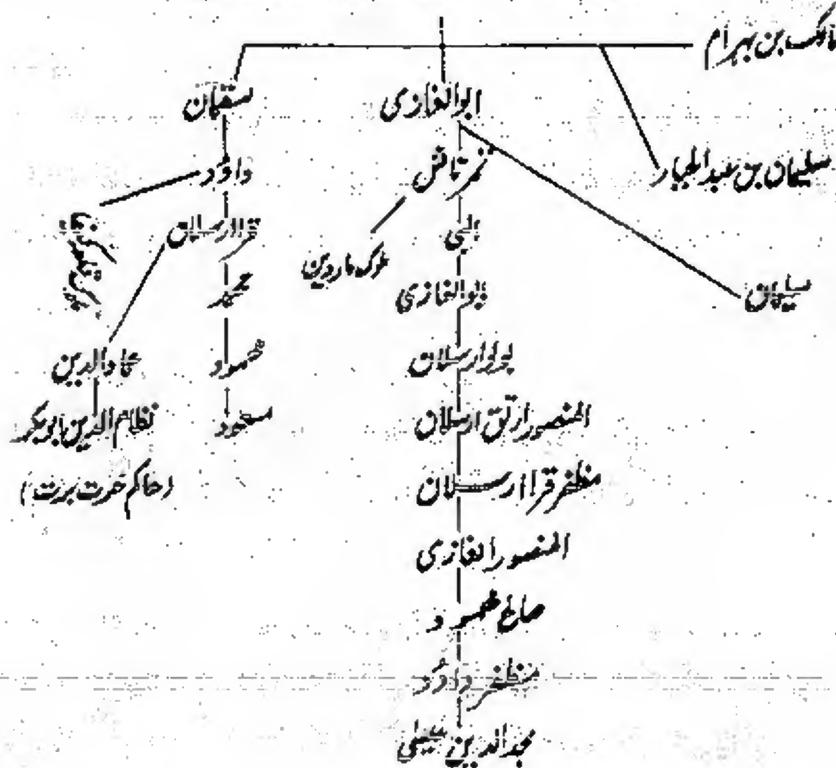
جب افضل، سلطان غیاث الدین کے لشکر کو لے کر وہاں پہنچا تو اشرف بحیرہ سے لوٹ آیا۔ اس وقت نظام الدین بھی لشکر کو لے کر قلعہ کی طرف پہنچا مگر فتح کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ وہ قلعہ آمد کے پاس ہی رہا۔

پھر رومی علاقہ کے بادشاہ کیقباد نے خرت برت کا قلعہ اس خاندان سے چھین لیا اور اس طرح اس علاقہ سے بنو سقمان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

شجرہ خاندان بنو ارتق اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں!

شجرہ خاندان بنوارتق

ارتق بن اکسک' مولی سلطان ملک شاہ سلجوقی



باب : ششم

الجزیرہ وشام کی زنگی سلطنت

زنگی خاندان کا بانی اقسنقر' سلطان ملک شاہ سلجوقی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس کا لقب قسیم الدولہ تھا۔

سلطان ملک شاہ نے وزیر فخر الدولہ بن جہیر کو ۴۷۷ھ میں دیار بکر کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا تاکہ وہ اس علاقہ کو ابن مروان کے قبضہ سے چھڑا لے۔

ابن مروان نے موصل کے حاکم شرف الدولہ مسلم بن عقیل سے فوجی امداد حاصل کی مگر شاہی لشکر نے اسے شکست دی اور وہ آمد میں محصور ہو گیا۔

اس کے بعد سلطان نے عمید الدولہ بن فخر الدولہ بن جہیر کو شرف الدولہ کے خلاف فوج دے کر بھیجا۔ وہ اسے رحبہ کے مقام پر ملا اور سلطان کے لیے تحائف پیش کیے تو سلطان اس سے خوش ہو گیا اور اسے اس کے شہر موصل کی طرف روانہ کر دیا۔ اس کے بعد بنو جہیر دیار بکر پر قابض ہو گئے۔ جیسا کہ ہم نے بنو مروان کی سلطنت کے احوال میں بیان کیا تھا۔

حلب کی حکومت: جب حلب میں صالح بن مرداس الکلابی کے فرزندوں کی حکومت ختم ہو گئی تو اہل حلب خود مختار ہو گئے۔ اس وقت ان کی حکومت کے یہ تین حکام دعوے دار تھے:

(۱) شرف الدولہ مسلم بن قریش (۲) سلیمان بن قطلمش حاکم بلاد روم (۳) تتش ابن سلطان الپ ارسلان۔

سلیمان بن قطلمش نے مسلم بن قریش کو قتل کر دیا پھر تتش نے سلیمان بن قطلمش کو قتل کر کے حلب پر قبضہ کر لیا۔ مگر اس کے قلعہ کو فتح نہیں کر سکا۔ چنانچہ وہ اس کا محاصرہ کرتا رہا۔

اقسنقر کا تقرر: اہل حلب نے سلطان ملک کو پیغام بھجوایا اور اس سے درخواست کی کہ وہ حلب کی حکومت سنبھال لے۔ چنانچہ سلطان خود ۴۷۹ھ میں وہاں پہنچا اس وقت تتش نے قلعہ کا محاصرہ ترک کر کے جنگل کا رخ کیا اور سلطان نے حلب کا اقتدار سنبھال لیا اور قسیم الدولہ اقسنقر کو حلب کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد وہ عراق واپس چلا گیا۔

اقسنقر نے حلب کو آباد کیا اور اس کے لیے مفید کام انجام دیئے سلطان ملک شاہ نے اپنے بھائی تتش کو ہدایت کی کہ وہ اقسنقر کے ساتھ جا کر فاطمی خلفاء کے مصر وشام کے مقبوضات کو فتح کرنے میں مدد کرے۔ چنانچہ اقسنقر نے اس کی ہمراہی میں بہت سے علاقے فتح کیے۔ اس سے پہلے ۴۸۰ھ میں اس نے شیرز کے مقام پر بنو منقذ کے خلاف فوج کشی کی تھی اور اس کا محاصرہ کر کے انہیں بہت تنگ کیا تھا اور آخر میں ان سے صلح کر کے واپس آ گیا تھا۔ اقسنقر سلطان ملک شاہ کی وفات تک یعنی

۴۸۵ھ تک حلب کا حاکم رہا۔

تتش کی سلطنت: سلطان ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کی اولاد میں اختلاف برپا ہوا۔ اس کا بھائی تتش ۴۷۱ھ سے شام کا حکمران ہو گیا تھا۔ جب اس کا بھائی ملک شاہ فوت ہو گیا تو تتش نے تمام سلجوقی سلطنت کا بادشاہ بننے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے اس نے فوجیں جمع کیں اور شام کے تمام امراء کو اپنا مطیع بنانے کے لیے اس نے دورہ کیا۔ وہ جب حلب گیا تو قسیم الدولہ اقسنقر نے اس کی اطاعت قبول کی اور انطاکیہ کا حاکم باغیسیان اور رہا وحران کا حاکم قیران بھی اس کی اطاعت پر اس وقت آمادہ ہوئے جب تک کہ سلطان ملک شاہ کی اولاد کے حالات انجام تک نہ پہنچ جائیں۔

تتش کی فتوحات: یہ امراء تتش کے ساتھ رحبہ گئے۔ اس نے اسے فتح کر کے وہاں اپنے نام کا خطبہ (مساجد) میں پڑھوایا۔ پھر وہ نصیبین کو فتح کر کے موصل پہنچا اور اس کے حاکم ابراہیم بن قریش بن بدران کو شکست دی۔ اس کو شکست دینے کا سہرا اقسنقر کے سر پر تھا۔ اس نے قریش بن ابراہیم کو قتل کر کے اس سے موصل کا علاقہ چھین لیا اور سلطان نے اس کے پھوپھی زاد بھائی علی بن مسلم بن قریش کو وہاں کا حاکم بنا دیا۔

وہاں سے وہ دیار بکر گیا اور اسے بھی فتح کر لیا۔ پھر وہ آذربائیجان گیا۔

ادھر سلطان ملک شاہ کا فرزند برکیارق ’رے‘ ہمدان اور اس کے آس پاس کے شہروں پر قابض ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ان کی حفاظت کے لیے آیا۔

اقسنقر اور حاکم رہا‘ بوزان برکیارق کے طرفدار ہو گئے جو ان کے آقا کا فرزند تھا اور وہ اس کی فوج میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے سلطان تتش کو چھوڑ دیا تھا۔

اقسنقر کا قتل: ان کی اس حرکت پر تتش بہت ناراض ہوا چنانچہ جب وہ شام واپس آیا تو وہ فوجیں جمع کر کے ۴۸۷ھ میں قسیم الدولہ اقسنقر سے جنگ کرنے کے لیے حلب پر حملہ آور ہوا۔ سلطان برکیارق نے اقسنقر کی مدد کے لیے کربوقا کو فوج دے کر بھیجا اور وہ مقابلہ کے لیے نکلے۔ فریقین نے حلب سے چھ فرسخ کے فاصلے پر جنگ شروع کی۔ اس وقت اقسنقر کی کچھ فوجیں تتش کے لشکر میں چلی گئیں۔ جس سے اقسنقر کی صفوں میں خلل واقع ہوا اور اسے شکست ہو گئی۔ شکست کے بعد اقسنقر کو قیدی بنا کر تتش کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

کربوقا اور بوزان حلب کے شہر کے اندر چلے گئے۔ تتش نے ان کا تعاقب کیا اور محاصرہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا اور ان دونوں سپہ سالاروں کو قیدی بنا لیا۔ جیسا کہ اس کی سلطنت کے حالات میں تحریر کیا جا چکا ہے۔

عماد الدین زنگی کے ابتدائی حالات: قسیم الدولہ اقسنقر بہت بڑا سیاستدان اور انصاف پسند حاکم تھا اس کے علاقہ میں امن وامان رہا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کا فرزند سلجوقی سلطنت کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔ زنگی اس کا سب سے بڑا فرزند تھا۔ وہ محبت اور احترام کے ساتھ پرورش پاتا رہا۔

سلطان برکیارق اور اس کے بھائی محمد کی خانہ جنگی کے زمانے میں جب سلطان برکیارق کی طرف سے کربوقا موصل

کا حاکم ہوا تو زنگی اس کے پاس تھا کیونکہ وہ اس کے والد کا دوست تھا کربوقا اپنی حکومت کے زمانے میں شہر آمد کا محاصرہ کرنے گیا تھا اس وقت آمد کا ایک ترکمانی امیر تھا اور اسے سقمان بن ارتق نے فوجی امداد دی تھی۔ اس زمانے میں زنگی بن اقسنقر بچہ تھا تاہم وہ اس کے لشکر میں شامل تھا اور اس کے والد کے ساتھیوں کی ایک بڑی جماعت بھی اس میں شامل تھی اور اس جنگ میں زنگی نے بھی حصہ لیا تھا۔

کربوقا کی فتح: اس جنگ میں سقمان کو شکست ہوئی تھی اور کربوقا غالب آیا تھا اسی جنگ میں ابن یاقوتی ابن ارتق گرفتار ہو گیا تھا اور کربوقا نے اسے ماردین کے قلعہ میں مقید کر دیا تھا اور یہی واقعہ ماردین میں بنو ارتق کی حکومت کا ذریعہ بنا۔ جیسا کہ ہم ان کی سلطنت کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

حکام موصل کی تبدیلی: پھر موصل کے حکام تبدیل ہوتے رہے۔ چنانچہ کربوقا کے بعد جکرمش حاکم ہوا اور اس کے بعد جاولی سکاوؤ اور اس کے بعد مودود بن اتیکین نے حکومت کی اور اس کے بعد اقسنقر برسقی موصل کا حاکم مقرر ہوا۔ جیسا کہ سلجوقی سلطنت کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اسے سلطان محمد بن ملک شاہ نے ۵۰۸ھ میں حاکم مقرر کیا تھا اور اس کے ساتھ اپنے فرزند مسعود کو بھیجا تھا اور وہاں کے تمام امراء کو یہ تحریر کیا تھا کہ وہ اس کی قیادت میں (فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے) اس کی اطاعت کریں اور ان میں سے عماد الدین زنگی بھی تھا جو اس کا مخصوص ساتھی بن گیا۔

جب سلطان محمود اپنے والد محمد کے بعد ۵۱۱ھ میں تخت نشین ہوا تو اس کا بھائی مسعود موصل میں تھا اور اس کا اتابک جیوس بک بھی وہیں تھا چنانچہ برسقی کو موصل سے بلوا کر بغداد کا کوتوال بنا دیا گیا تھا۔

دبیس کی بغاوت: حلہ کے حاکم دبیس بن صدقہ نے خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کے خلاف بغاوت کی تو برسقی نے لشکر اکٹھا کر کے حلہ کا قصد کیا۔ دبیس نے سلطان مسعود اور اس کے اتابک جیوس بک کے ساتھ موصل خط و کتابت کی اور ان دونوں کو بغداد جانے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے سلطان مسعود کے ساتھ اس کا وزیر فخر الملک طرابلس کا حاکم ابوعلی بن عمار، زنگی بن قسیم الدولہ اقسنقر اور الجزیرہ کے امراء کی ایک جماعت روانہ ہوئی۔ جب وہ بغداد پہنچے تو برسقی نے ان کے ساتھ مصالحت کی اور ان کے ہمراہ آیا۔

بغداد کے قریب جنگ: سلطان مسعود بغداد پہنچ گیا۔ منکبرس بھی بغداد آیا تو اس کے پاس دبیس بن صدقہ آیا اور ان دونوں کے درمیان بغداد کے قریب جنگ ہوئی۔ جیسا کہ اس سلطنت کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

منکبرس بغداد میں مقیم ہوا۔ اس نے سلطان محمود کی اپنے بھائی مسعود کے ساتھ خانہ جنگی میں (مصالحت کے لیے) عمدہ خدمات انجام دیں اور سلطان اپنے بھائی مسعود پر غالب آ گیا اور اسے اپنے پاس رکھا اور اس کے اتابک جیوس بک کو موصل سے بلوالیا۔

زنگی کی حکومت کا آغاز: ۵۱۵ھ میں وہاں برسقی کو بھیجا گیا تو زنگی کو اس کے ساتھ سابقہ خصوصیت حاصل ہوگئی۔ سلطان محمود سلجوقی نے برسقی کو موصل کی حکومت کے علاوہ بغداد کا کوتوال بنایا اور ۵۱۶ھ میں موصل کے ساتھ واسط کی حکومت

بھی اس کے سپرد کر دی۔ اس نے وہاں کا حاکم زنگی کو بنایا۔ اس طرح زنگی نے دونوں علاقوں میں اپنا اچھا اثر قائم کر لیا۔

زنگی کی شجاعت: جب دبیس بن صدقہ اور خلیفہ مسترشد کے درمیان جنگ چھڑی تو خلیفہ مسترشد بغداد سے اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا' موصل سے برسقی اور عماد الدین زنگی بھی آئے۔ دبیس کو شکست ہوئی اور عماد الدین نے اس مقام پر بہادری کے کارنامے دکھائے۔[1] پھر دبیس بصرہ گیا اور بنوعقیل کی باقی ماندہ فوج کو اکٹھا کیا۔ انہوں نے بصرہ جا کر اس شہر کو لوٹ لیا اور اس کے حاکم کو قتل کر دیا۔

بصرہ کی حکومت: اس نے بصرہ پر عماد الدین زنگی کو مقرر کیا تو اس نے اس کی عمدہ طریقہ سے مدافعت کی اور مضافات کے عربوں کو مغلوب کیا اور باغی عرب وہاں سے بھاگ گئے۔

۵۱۸ھ میں برسقی کو بغداد کے عہدہ سے معزول کر دیا گیا اور وہ موصل واپس آ گیا وہاں پہنچ کر اس نے عماد الدین زنگی کو بصرہ سے بلوا لیا تو وہ اس بات سے پریشان ہوا اور کہنے لگا' موصل کے لیے ہر دن نیا ہوتا ہے اور وہ ہمیں مدد کے لیے بلواتا ہے۔''

اس کے بعد وہ سلطان کے پاس گیا تا کہ وہ اسے اپنے ملازمین میں شامل کر لے۔ زنگی سلطان کے پاس اصفہان کے مقام پر پہنچا تو اس نے اپنی طرف سے اپنے بصرہ کا حاکم مقرر کیا اور وہاں اسے جاگیر دی۔

برسقی کا قتل: برسقی نے ۵۱۸ھ میں شہر حلب کو فتح کر لیا۔ پھر وہ ۵۱۹ھ میں مارا گیا۔ اس کا فرزند عزالدین مسعود حلب میں تھا۔ اس لیے وہ یہ خبر سن کر جلد موصل پہنچا اور وہاں کا حاکم بن گیا۔

عفیف کو شکست: اُدھر خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود سلجوقی کے درمیان مخالفت ہو گئی تو خلیفہ نے خادم عفیف کو واسط بھیجا تا کہ وہاں سے سلطان محمود کے نائب کو پیش قدمی سے روک دے۔ یہ سن کر عماد الدین زنگی بصرہ سے اس کے مقابلہ کے لیے گیا اور اس کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد اسے شکست دی۔ عفیف خلیفہ مسترشد کے پاس چلا گیا۔[2]

---

[1] اصل نسخہ میں یہاں بیاض (خالی جگہ) ہے۔ ابن اثیر کی تاریخ الکامل کی عبارت کے مطابق یوں عبارت مکمل ہوتی ہے'' عماد الدین نے اس موقع پر بہادری کے کارنامے انجام دیئے'' (ملاحظہ ہو تاریخ الکامل ابن الاثیر ج ۸ ص ۳۱۰۔۳۱۱) مترجم۔

[2] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واقعات کی تفصیل میں کچھ عبارت حذف ہو گئی ہے۔ تاریخ الکامل میں ہے'' خلیفہ نے مغربی جانب قیام کیا اس نے عفیف خادم کو جو اس کے خواص میں سے تھا لشکر دے کر واسط بھیجا تا کہ وہاں سے سلطان کے نائب کو (پیش قدمی) سے روکے سلطان نے اس کے مقابلہ کے لیے عماد الدین زنگی کو بھیجا جو اس وقت بصرہ میں تھا اور برسقی سے الگ ہو کر سلطان کی ملازمت میں تھا جب عفیف واسط پہنچا تو عماد الدین زنگی اس کے مقابلہ کے لیے گیا اور مشرقی کنارے پر پڑاؤ ڈالا۔ عفیف کا لشکر مغربی کنارے پر تھا عماد الدین نے اسے جنگ کے خطرات سے آگاہ کیا اور چلے جانے کا مشورہ دیا مگر اس نے انکار کیا تو عماد الدین دریا عبور کر کے جنگ کرنے کے لیے پہنچا جنگ میں عفیف کے لشکر کو شکست ہوئی اور اس کے بہت فوجی مارے گئے اور جو بچے وہ قید کر لیے گئے زنگی نے عفیف سے تغافل اختیار کیا اور باہمی محبت کی وجہ سے اسے بھاگنے کا موقع دیا'' (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۳۲۱) (مترجم)

عماد الدین زنگی نے واسط میں قیام کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ کشتیوں میں فوج سوار کرا کر دریائی راستے سے اور خشکی کے راستے سے بھی (بغداد) فوجوں کو لے کر پہنچے۔ چنانچہ زنگی نے بصرہ سے کشتیاں اکٹھی کیں اور انہیں مسلح افواج سے بھر دیا۔ پھر وہ خشکی کے راستے سے سلطان کے پاس آیا۔ تمام فوجیں مسلح تھیں۔ یہ بہت خوفناک منظر تھا۔ اسے دیکھ کر خلیفہ مسترشد گھبرا گیا اور صلح کا پیغام دینے لگا۔

عراق کا کوتوال مقرر: چونکہ عماد الدین زنگی نے بصرہ اور واسط کے حاکم کی حیثیت سے نہایت عمدہ انتظامی صلاحیت اور تدبر کا ثبوت دیا تھا اور بغداد میں اس نے اچھا فوجی مظاہرہ کیا تھا۔ اس لیے سلطان محمود نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد ۵۲۱ھ میں عماد الدین زنگی کو بغداد اور عراق کا کوتوال مقرر کر دیا۔ سلطان کو خیال تھا کہ عماد الدین زنگی خلیفہ کے امور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکے گا لہٰذا اس کے بعد سلطان اپنے پائے تخت اصفہان روانہ ہو گیا۔

موصل کی نئی حکومت: جب فرقہ باطنیہ کے لوگوں نے برسقی کو قتل کر دیا تو اس وقت اس کا فرزند عزالدین مسعود حلب میں اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ لہٰذا وہ جلد موصل پہنچا اور وہاں کا انتظام حکومت اس نے سنبھال لیا۔ پھر اس نے سلطان محمود سے تقرر کی منظوری حاصل کی تو اس نے اسے اس کے والد کی جگہ پر مقرر کیا۔

وہ بہت بہادر انسان تھا اس لیے اس نے شام کو بھی فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے پہلے وہ رحبہ پہنچا اور وہاں کا محاصرہ کر لیا پھر اہل قلعہ نے اس سے پناہ طلب کی مگر اس اثناء میں وہ بیمار ہو گیا اور اس کی یہ بیماری جان لیوا ثابت ہوئی اور وہ مر گیا۔

موصل میں بدنظمی: مرنے کی خبر سنتے ہی فوج میں ابتری اور انتشار پیدا ہو گیا اور وہ ایک دوسرے کو لوٹنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی لاش کو دفن کرنے کی طرف بھی متوجہ نہیں ہو سکے۔ آخر کار جاولی نے جو اس کے والد کا آزاد کردہ غلام تھا اور فوج کا افسر تھا۔ اس کے بجائے اس کے چھوٹے بھائی کو حاکم مقرر کیا۔ پھر اس نے اس کے تقرر کے بارے میں سلطان کو لکھا اور اس مقصد کے لیے حاجب صلاح الدین محمد یاغیسیانی اور قاضی ابوالحسن علی ابن القاسم شہرزوری کو بھیجا۔

زنگی کی حمایت: صلاح الدین حاجب نے اپنے سمدھی جقری سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ جقری عماد الدین زنگی کا طرفدار تھا۔ اس لیے اس نے صلاح الدین حاجب کو (جاولی کے) انجام سے ڈرایا اور قاضی اور اسے مشورہ دیا کہ وہ دونوں عماد الدین زنگی کو بھیجنے کا مشورہ دیں اور (ان خدمات کے صلہ میں) اس نے جاگیریں اور حکومت کے عہدے دلوانے کا وعدہ کیا۔

وزیر سے گفتگو: (اس مشورہ کے بعد) قاضی اور حاجب دونوں وزیر شرف الدین انوشیرواں بن خالد کے پاس پہنچے اور وزیر موصوف کو الجزیرہ اور شام کے حال زار سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ "فرنگی صلیب پرست ان علاقوں کے اکثر حصوں پر یعنی ماردین سے العریش تک قابض ہو چکے ہیں۔ اس لیے موصل کو ایسے حاکم کی ضرورت ہے جو ان فرنگیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکے۔ برسقی کے جس فرزند کو حاکم مقرر کیا گیا ہے وہ صغیر سن ہے۔ نہ وہ فرنگیوں کے بڑھتے

ہوئے سیلاب کو روکنے کے قابل نہیں ہے اور نہ وہ اپنے علاقے کی حفاظت کر سکتا ہے۔'' اس کے بعد اس وفد نے وزیر مذکور سے خطاب کرتے ہوئے آخر میں یہ کہا۔

''ہم نے آپ کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس لیے ہم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔''

زنگی کا انتخاب : اس کے بعد وزیر نے ان دونوں کی گفتگو سلطان تک پہنچائی سلطان نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا اور موصل کے ان دونوں معزز افراد کو بلوایا اور ان سے مشورہ لیا کہ موصل کا حاکم بننے کے لائق کون ہو سکتا ہے ان دونوں نے کچھ لوگوں کے نام لیے جن میں عماد الدین زنگی بھی شامل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے زنگی کی طرف داری سے مال و دولت کا نذرانہ بھی سلطان کے خزانے کے لیے پیش کیا۔

حاکم موصل کی حیثیت سے : سلطان نے ان کے مشورہ کو قبول کیا کیونکہ وہ زنگی کی انتظامی صلاحیت سے واقف تھا۔ چنانچہ اس نے موصل کے تمام صوبہ پر زنگی کو حاکم مقرر کیا اور اس بارے میں اس نے تحریری فرمان بھی لکھا اور زبانی بھی اسے حاکم بننے کا حکم سنایا۔

لہٰذا سلطان عماد الدین زنگی اپنے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے خوارزم کے مقام کو فتح کیا۔ اس کے بعد وہ موصل پہنچا۔ جاولی اور اس کے لشکر نے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔

زنگی کے ماتحت حکام : عماد الدین زنگی ماہ رمضان ۵۲۱ھ میں موصل پہنچا تھا۔ اس نے جاولی کو رحبہ کا حاکم بنا کر بھیجا اور قلعہ کا حاکم نصیر الدین جقری کو مقرر کیا۔ صلاح الدین باغیسیانی کو اپنا حاجب مقرر کیا اور تمام صوبہ کا قاضی القضاۃ بہاؤ الدین شہرزوری کو مقرر کیا اور اس کی جاگیر میں بھی اضافہ کیا۔ زنگی قاضی موصوف کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔

جزیرۂ ابن عمر کی تسخیر : اس کے بعد زنگی فوج لے کر جزیرۂ ابن عمر کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں برستی کے آزاد کردہ غلام برسر اقتدار تھے انہوں نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا تو زنگی نے ان کا محاصرہ کر لیا اس کی فوجوں اور اس شہر کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ اس لیے اس نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے اس کے آگے کے وسیع میدان میں ان سے جنگ کی۔ جب شہر والوں کو شکست ہوئی تو وہ فصیل میں قلعہ بند ہو گئے۔ پھر انہوں نے پناہ مانگی تو زنگی نے شہر میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا۔

فتح نصیبین : اس کے بعد زنگی نصیبین کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ یہ شہر حسام الدین تمرتاش بن ابوالغازی حاکم ماردین کے زیر اقتدار تھا۔ اس نے قلعہ کیفا کے حاکم اور اپنے چچازاد بھائی رکن الدولہ داؤد بن سقمان سے فوجی کمک طلب کی چنانچہ اس نے کمک بھیجنے کا وعدہ کیا۔ (اور اس کے وعدے کے مطابق) حسام الدین نے اہل نصیبین کو یہ پیغام بھیجا کہ ''وہ بیس دن تک ثابت قدمی سے ڈٹے رہیں۔'' چونکہ یہ پیغام شہر والوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس لیے یہ پیغام زنگی کی فوجوں کے ہاتھ لگ گیا۔ چنانچہ انہوں نے شہر فتح کر لیا۔

فتح سنجار و خابور: وہاں سے زنگی سنجار گیا۔ وہاں کے لوگوں نے پہلے مقابلہ کیا۔ پھر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور اسے بھی فتح کر لیا گیا۔ وہاں سے زنگی نے ایک لشکر خابور کی طرف روانہ کیا۔ وہ بھی فتح ہو گیا اور اس کے تمام علاقے پر اس کا قبضہ ہو گیا۔

فتح حران: پھر زنگی حران پہنچا' اس کے قریب رُہا' سروج اور البیرہ کے علاقے فرنگیوں کے قبضہ میں تھے اور ان کی وجہ سے حران کے باشندے پریشان تھے اس لیے انہوں نے بہت جلد اس کی اطاعت قبول کر لی۔ پھر زنگی نے فرنگی حاکم جوسکین کو صلح کا پیغام بھیجا تاکہ وہ اس کی طرف سے (حملہ کے اندیشہ سے) مطمئن ہو جائے لہٰذا ان دونوں کے درمیان صلح ہو گئی۔

حلب کے حکام: ۵۱۸ھ میں برسقی نے شہر حلب اور اس کے علاقے کو فتح کر لیا تھا اور وہاں اپنا جانشین اپنے فرزند مسعود کو بنایا تھا جب فرقہ باطنیہ نے برسقی کو موصل میں قتل کر دیا تو اس کا فرزند بہت جلد موصل پہنچا اور حلب پر اپنا جانشین امیر قربان کو مقرر کیا۔ اس کے بعد اسے معزول کر دیا اور اس کے بجائے امیر قطلغ ابہ کو حلب کا حاکم مقرر کیا مگر قربان نے یہ کہہ کر حکومت اس کے حوالے نہیں کی:

''میرے اور امیر مسعود کے درمیان (اصلی فرمان کو ثابت کرنے کے لیے) ایک نشانی ہوتی ہے جو اس فرمان میں موجود نہیں ہے۔''

قطلغ ابہ مسعود کے پاس گیا اس نے بتایا کہ وہ اس وقت الرحبہ کا...... کر رہا تھا[1] اس لیے وہ جلدی سے حلب کی طرف لوٹ گیا۔ شہر والے مضال بن ربیع کی قیادت میں اس کے طرفدار ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے اسے شہر میں داخل کر کے اسے حاکم بنا لیا اور قربان کو قلعہ سے نکال کر اور ایک ہزار دینار دے کر اسے محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔

اہل حلب کی بغاوت: قطلغ ابہ نے ۵۲۱ھ کے درمیانی عرصے میں قلعہ اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر حکومت حاصل کرنے کے بعد اس کی عادتیں خراب ہو گئیں اور اس نے بے حد ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔ برے لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے تھے اس لیے رعایا اس سے نفرت کرنے لگی اور اسی سال عید الفطر کے دن عوام نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور اس کے بجائے انہوں نے اپنے سابق حکمران' بدر الدولہ سلیمان بن عبد الجبار بن ارتق کو اپنا حاکم بنا لیا اور انہوں نے قطلغ ابہ کا جو قلعہ میں تھا' محاصرہ کر لیا۔

فرنگیوں کی فوج کشی: منبج کا حاکم حسان اور مراعۃ کا حاکم حسن دونوں حاکموں کے درمیان صلح کرانے کے لیے پہنچے مگر

---

[1] یہاں اصل نسخہ میں بیاض (خالی جگہ) ہے تاریخ الکامل میں اس موقع پر یہ عبارت مذکور ہے ''قطلغ ابہ مسعود کی طرف لوٹ کر گیا' وہ رحبہ کا محاصرہ کر رہا تھا وہاں معلوم ہوا کہ وہ (اچانک) مر گیا ہے (یہ حال دیکھ کر) وہ جلدی سے حلب کی طرف لوٹ گیا۔'' (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۲۲۶) (مترجم)

صلح نہیں ہوسکی۔ پھر رہا (اڈیسا) کا فرنگی حاکم جوسکین لشکر لے کر حلب پہنچا تو اہل حلب نے پال و دولت دے کر اس کے ساتھ صلح کر لیا اور وہ لوٹ گیا پھر انطاکیہ کے حاکم نے فوج کشی اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس سال کے ماہ ذوالقعدہ کے نصف تک فرنگی قلعہ کا بھی محاصرہ کرتے رہے۔

زنگی کی اطاعت: جب عماد الدین زنگی حران کے حاکم کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے ساتھیوں میں سے دو امیروں کو سلطان کا یہ فرمان دے کر حلب بھیجا کہ موصل الجزیرہ اور شام زنگی کے حوالے کر دیا جائے۔ جب اہل حلب نے یہ فرمان سنا تو انہوں نے جلد اطاعت قبول کر لی اور ان دونوں امیروں میں سے ایک امیر حلب میں مقیم ہو گیا اور حلب کے دونوں حکام بدر الدولہ ابن عبد الجبار اور قطلغ آبہ عماد الدین زنگی کے پاس پہنچے۔ عماد الدین زنگی نے ان دونوں کے درمیان صلح کرا دی اور وہ دونوں زنگی کے پاس مقیم ہو گئے۔ پھر زنگی نے صلاح الدین محمد باغیسانی کی قیادت میں لشکر بھیج کر قلعہ پر قبضہ حاصل کر لیا اس نے انتظامات درست کیے اور وہاں حکومت کرنے لگا۔ اس کے بعد زنگی خود ماہ محرم ۵۲۲ھ میں حلب کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں زنگی نے حسان سے منبج کا قلعہ چھینا اور حسن کے قبضہ سے مراغہ کو حاصل کیا۔

زنگی کی آمد حلب: اہل حلب نے زنگی کا استقبال کیا۔ اس نے حلب کے مختلف علاقے اپنے امراء اور فوج میں تقسیم کیے۔ اس کے بعد قطلغ آبہ کو گرفتار کر کے اسے ابن بدیع کے حوالے کیا۔ اس نے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ جس کے بعد وہ مر گیا۔

نئے حاکم کا تقرر: پھر ابن بدیع بھی باغی ہو گیا اور قلعہ جعبر کے حاکم سے امداد حاصل کرنے کے لیے وہاں چلا گیا۔ عماد الدین زنگی نے اس کے بجائے حلب کا سربراہ اور حاکم علی بن عبد الرزاق کو مقرر کیا اور خود موصل لوٹ آیا۔

فتح حماۃ: پھر عماد الدین زنگی فرنگیوں سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوا اور دریائے فرات کو عبور کر کے شام پہنچا اس نے دمشق کے حاکم تاج الملوک بوری بن طغرکین سے کمک طلب کی۔ اس نے جانشین کے بارے میں پورا اطمینان کرنے کے بعد اپنی فوجوں کو اپنے فرزند سونج کی طرف بھیجا اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ فوج لے کر زنگی کی مدد کے لیے پہنچے۔ جب یہ شامی فوجیں زنگی کے پاس پہنچیں تو اس نے ان کی تعظیم و تکریم کی۔ چند دنوں کے بعد اس نے ان کے ساتھ بے وفائی کی اور سونج اور اس کے سپہ سالاروں کو جو اس کے ساتھ آئے تھے گرفتار کر کے انہیں حلب میں نظر بند کر دیا اور ان کے خیموں کو لوٹ لیا۔

پھر جلد وہ شہر حماۃ پہنچا' جو محافظوں سے خالی تھا۔ اس لیے اس نے آسانی کے ساتھ اسے فتح کر لیا۔

وہاں سے وہ حمص کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا حاکم قیر جان بن قراجا بن کے ساتھ اس کے لشکر میں موجود تھا۔ یہ وہی شخص تھا' جس نے سونج اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ لہٰذا زنگی نے اسے اس خیال کے ماتحت گرفتار کر لیا کہ اہل حمص اپنا علاقہ اس کے سپرد کر دیں گے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر زنگی نے قیر جان کو ان کے پاس بھیجا تو وہ بھی ان کے ساتھ مل گیا (اور واپس نہیں آیا) اس لیے عماد الدین نے کچھ عرصہ تک حمص کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہیں ہوسکا۔ اس لیے زنگی سونج بن بوری کو لے کر موصل واپس آ گیا۔

فرنگیوں کے خلاف جہاد: جب عماد الدین زنگی موصل واپس آیا تو اس کی فوجوں نے چند دن آرام کیا۔ پھر زنگی نے جہاد کے لیے تیاری کی اور ۵۲۴ھ میں شام و حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے سب سے پہلے اثارب کے قلعہ کو (جو شام میں ہے) فتح کرنے کا قصد کیا۔ یہ قلعہ حلب سے تین فرسخ کے فاصلے پر ہے یہاں فرنگی صلیب پرست رہتے تھے جو اہل حلب کو بہت پریشان کرتے تھے۔ اس لیے زنگی نے فوج کشی کرکے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ انطاکیہ سے فرنگیوں کی فوجیں اس کی حفاظت کے لیے آئیں اور جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ زنگی نے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر ان کے ساتھ جنگ کی۔ مسلمان اپنی جان پر کھیل کر جنگ کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کے بہت سے سالار قیدی بنا لیے گئے اور بہت سے فرنگیوں کو مار ڈالا گیا۔ ان کی لاشوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی ہڈیاں ساٹھ سال سے زیادہ عرصے تک وہیں پڑی رہیں۔

فرنگی قلعوں کی تسخیر: (فرنگیوں کو تباہ کن شکست دینے کے بعد) زنگی قلعہ اثارب کی طرف متوجہ ہوا اور اسے فتح کر کے اسے تباہ اور ویران کر دیا۔ وہاں جو فرنگی اشخاص تھے انہیں یا تو قتل کر دیا گیا یا قیدی بنا لیا گیا۔

پھر وہ انطاکیہ کے قریب قلعہ حارم[1] کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ یہ بھی فرنگیوں کا قلعہ تھا اس لیے زنگی نے اس کا محاصرہ کیا۔ آخر کار فرنگیوں نے نصف خراج ادا کرنے کی شرط پر زنگی سے صلح کر لی اس لیے وہ واپس چلا گیا۔ ان حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں کے دلوں میں زنگی اور مسلمانوں کا رعب قائم ہو گیا اور ان کی ہوس ملک گیری کا خاتمہ ہو گیا۔

بنو ارتق کو شکست: جب زنگی اثارب اور حارم کے قلعوں کی فتح اور فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے سے فارغ ہوا تو وہ الجزیرہ کی طرف لوٹ آیا اور اس نے شہر سرخس کا محاصرہ کر لیا جو ماردین کے حاکم کے ماتحت تھا۔ یہ شہر ماردین اور نصیبین کے درمیان تھا اور یہ دونوں ماردین کے حاکم ابو الغازی بن حسام الدین تمرتاش بن ابو الغازی کے ماتحت تھے۔ کیفا کا حاکم رکن الدولہ داؤد بن سقمان تمرتاش بن ارتق' حسام الدین حاکم ماردین اور رکن الدولہ حاکم آمد مقابلہ کے لیے اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے ترکمانوں کی تقریباً بیس ہزار فوج اکٹھی کر لی تھی اور یہ سب زنگی کی فوج کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ زنگی نے ان سب کو شکست دی اور سرخس کے شہر کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد رکن الدولہ جزیرۂ ابن عمر کو لوٹنے کے لیے روانہ ہوا مگر زنگی نے تعاقب کر کے اسے اپنے شہر کی طرف بھگا دیا۔ پھر زنگی نے قلعہ ہمرد کو فتح کرنے کے لیے موصل روانہ ہو گیا۔ کیونکہ راستوں کی تنگی اور دشواری کی وجہ سے مزید پیش قدمی ممکن نہ تھی۔

دبیس کی گرفتاری: پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ دبیس بن صدقہ نے جب بصرہ چھوڑا تھا تو وہ ۵۲۵ھ میں شام کے قلعہ

---

[1] حارم حلب کے علاقہ میں ایک چھوٹا سا شہر ہے جہاں سرسبز درخت اور چشمے ہیں اور ایک چھوٹا دریا بھی بہتا ہے ابن سعید کا قول ہے کہ یہ قلعہ بہت زرخیز اور سرسبز ہے۔ اس شہر کا خاص پھل ایسا انار ہے جس میں گٹھلی نہیں ہوتی اور باہر سے اس کا اندرونی حصہ نظر آتا ہے یہاں پانی کی فراوانی ہے۔ (تاریخ ابو الفداء)

سرخد کی طرف روانہ ہو گیا تھا وہاں اسے ایک لونڈی نے بلوایا تھا جسے حسن نے اپنے لیے چھوڑ رکھا تھا کہ وہ اس سے نکاح کرے۔

جب دبیس اس مقصد کے لیے غوطہ دمشق میں قبیلہ کلب کی ایک بستی میں سے گذرا تو قبیلہ قلب کے افراد نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے دمشق کے حاکم تاج الملوک کے پاس لے گئے یہ خبر اتابک زنگی تک بھی پہنچی وہ اس کا دشمن تھا اس لیے اس نے تاج الملوک بوری حاکم دمشق کو اس بارے میں لکھا اور اس کے فرزند سونج اور ان امراء کے ساتھ اس کا تبادلہ کرنے کی پیش کش کی جو اس کے ساتھ تھے۔ چنانچہ (قیدیوں کی اس تبادلے کی تجویز کے مطابق) اس نے ان کو رہا کر دیا اور ان کے بدلے میں بوری نے دبیس کو زنگی کے پاس بھیج دیا۔ دبیس کو اپنی ہلاکت کا یقین تھا مگر جب وہ وہاں پہنچا تو زنگی نے اس کی تعظیم کی اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کی شکایات دور کیں۔

قاصدوں کی گرفتاری: ادھر خلیفہ مسترشد نے بھی بوری ابن طغرکین حاکم دمشق کو دبیس کے بارے میں لکھا۔ مگر جب ایلچی اس کے پاس پہنچے تو وہ دبیس کو زنگی کے سپرد کر چکا تھا۔ قاصدوں نے اس فعل پر زنگی کی برائی کی تو زنگی نے راستے ہی میں ان کو گرفتار کرا دیا۔ وہ دونوں قاصد یہ تھے (۱) سدید الدولہ بن الانباری (۲) ابوبکر ابن بشر الجزری۔ زنگی نے ان دونوں کو قید کر لیا اور اس وقت چھوڑا جب کہ خلیفہ مسترشد نے ان کے بارے میں سفارش کی۔

دبیس زنگی کے پاس ہی رہا یہاں تک کہ وہ اس کے ساتھ عراق آیا۔

محاصرۂ بغداد: جب سلطان محمود ۵۲۵ھ میں فوت ہو گیا تو (بادشاہ بنے ہیں) اس کے بیٹے داؤد اور اس کے بھائی مسعود کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ اس کے نتیجے میں داؤد نے مسعود کے علاقے کی طرف پیش قدمی کی اور ماہ محرم ۵۲۶ھ میں تبریز کا محاصرہ کر لیا۔ پھر دونوں کے درمیان صلح ہو گئی اور مسعود تبریز سے نکل کر ہمدان چلا گیا۔ اس نے خلیفہ مسترشد کو پیغام بھیجا کہ خطبہ میں اس کا نام شامل کیا جائے مگر خلیفہ نے انکار کر دیا۔ سلطان مسعود نے اتابک عماد الدین زنگی سے بھی فوجی کمک طلب کی۔ اس کے بعد سلطان مسعود نے بغداد کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

فریقین میں جنگ: مسعود سے پہلے اس کا بھائی سلجوق شاہ حاکم فارس و خوزستان اتابک قراجا شامی کے ساتھ بہت بڑا لشکر لے کر بغداد پہنچ چکا تھا اور خلیفہ مسترشد نے اسے دار الخلافہ میں ٹھہرایا تھا۔ مسعود کا لشکر عباسیہ میں ٹھہرا تھا۔

جب خلیفہ مسترشد کا لشکر اور سلجوق شاہ و قراجا شامی کا لشکر مسعود کے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نکلا تو انہیں یہ خبر موصول ہوئی کہ عماد الدین زنگی کی فوجیں ان کے پیچھے آ رہی ہیں اور یہ بھی اطلاع ملی کہ زنگی معشوق کے مقام پر پہنچ گیا ہے اس لیے قراجا شامی زنگی کے مقابلے کے لیے پیچھے کی طرف لوٹا اور سلجوق شاہ اپنا لشکر لے کر اپنے بھائی مسعود کی فوجوں سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

زنگی کو شکست: قراجا کا لشکر تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا اور ایک دن اور ایک رات میں فاصلہ طے کرنے کے بعد صبح سویرے معشوق پہنچ گیا اس نے جنگ کر کے زنگی کو شکست دی اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو قید کر لیا۔

زنگی شکست کھا کر تکریت پہنچا جہاں کا نائب سلطان صلاح الدین کا والد نجم الدین ایوب بن شادی تھا (وہاں سے اس نے دریائے دجلہ کو عبور کیا)۔

صلح نامہ: پھر خلیفہ مسترشد کے ساتھ ان شرائط پر صلح ہوئی کہ عراق ان کے پاس رہے گا اور بادشاہت مسعود کی ہوگی اور سلجوق شاہ ولی عہد ہوں گے۔ یہ معاہدہ صلح ۵۲۶ھ کے درمیانی عرصے میں ہوا۔

سلطان سنجر کی پیش قدمی: اس صلح نامہ کے بعد سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے سلطان طغرل بن محمود کی بادشاہت کا مطالبہ کیا۔ طغرل ان کے پاس رہتا تھا۔ لہٰذا (اس مطالبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے) سلطان سنجر خراسان سے روانہ ہوا اور ہمدان پہنچ گیا۔

سلطان مسعود اور سلجوق شاہ اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہوئے اور مقابلہ کے لیے نکلے مگر جنگ کرنے میں اس لیے تاخیر کر رہے تھے کہ وہ خلیفہ مسترشد کے شامل ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

خلیفہ مسترشد مغربی جانب...... [1] آیا اسے اطلاع ملی کہ اتابک زنگی اور دبیس بن صدقہ بغداد پہنچ رہے ہیں۔ دبیس نے دعویٰ کیا کہ سلطان سنجر نے اسے حلہ کا علاقہ دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے منظوری حاصل کرنی چاہی مگر اس نے سفارش قبول نہیں کی۔ اتابک زنگی نے یہ بیان کیا کہ سلطان سنجر نے اسے بغداد کا کوتوال مقرر کیا تھا۔

اس عرصے میں سلطان مسعود اور اس کے بھائی سلجوق نے سلطان سنجر سے جنگ کی۔ جس میں مسعود کو شکست ہوئی۔ جیسا کہ گزشتہ ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے۔

دوسری طرف مسترشد بغداد لوٹ گیا اور مغربی جانب عباسیہ میں مقیم ہوا اس کی فوجوں کا مقابلہ زنگی اور دبیس سے قلعہ براکلہ پر ہوا۔ جس میں ان دونوں کو ماہ رجب کے آخر ۵۲۶ھ میں شکست ہوئی۔ اس کے بعد اتابک زنگی موصل چلا گیا۔

فرنگیوں کا حملہ: اتابک زنگی کی غیر حاضری میں فرنگیوں کا بادشاہ بیت المقدس سے حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اتابک زنگی کا نائب امیر اسوار مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ ترکمانی فوجوں کو بھی شامل کیا اور قنسرین کے مقام پر اس کے لشکر نے فرنگیوں سے جنگ کی۔ اس نے جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا تاہم مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حلب واپس چلے گئے۔ فرنگیوں کا بادشاہ حلب کی عملداری میں کامیاب ہو کر گھس گیا۔

اس کے بعد جب فرنگی فوجوں کا ایک دستہ حلب کے علاقے میں غارت گری کے لیے آیا تو نائب امیر اسوار نے منبج کے حاکم کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کیا اور فرنگیوں کو تباہ و برباد کر دیا اور جو باقی بچے انہیں قید کر لیا اور مسلمان جنگ میں

---

[1] یہاں بھی بیاض (خالی جگہ) ہے تاریخ الکامل میں ہے "جب خلیفہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ جلد لوٹ آیا اور مغربی جانب عبور کر کے آ گیا اور عباسیہ میں قیام کیا۔ عماد الدین زنگی و دبیس کے مابین بدرکے مقام پر مقیم ہوا اور قلعہ براکلہ کے مقام پر رہے اور جب کہ فریقین میں جنگ ہوئی۔" (مترجم)

کامیاب ہو کر واپس آئے۔

خلیفہ کا عتاب نامہ: جب زنگی خلیفہ مسترشد سے شکست کھا کر لوٹا تو اس وقت سے خلیفہ مسترشد کے ساتھ اس کے تعلقات ناخوشگوار ہو گئے اور خلیفہ موقع کا منتظر رہا۔ اس کے بعد سلاطین سلجوقیہ کے درمیان بہت اختلافات رونما ہوئے اور امراء کی ایک بڑی جماعت فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے بھاگ کر خلیفہ کے پاس پہنچ گئی اور اس کے زیر سایہ رہنے لگے۔ ایسی صورت میں خلیفہ مسترشد نے ارادہ کیا کہ وہ اتابک زنگی کے ذریعے ان امراء کا فیصلہ کرائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے خلیفہ نے مشہور واعظ بہاء الدین ابوالفتوح اسفرائنی کو بھیجا اور اس کے ہاتھ سخت عتاب نامہ بھیجا جس میں زنگی کے خلاف سخت لہجہ استعمال کیا گیا تھا۔ تیز واعظ موصوف نے خلافت کی عزت و ناموس کی خاطر اپنے خیالات کے مطابق مزید سخت الفاظ استعمال کیے۔

اتابک زنگی اس پر سخت ناراض ہوا کیونکہ اس کے روبرو اس کی توہین کی گئی تھی۔ اس لیے اس نے واعظ مذکور کو قید کر لیا۔

محاصرہ موصل: خلیفہ مسترشد نے سلطان مسعود کو پیغام بھیجا[1] ...... کہ وہ موصل کا قصد کر رہا ہے اور اس کا محاصرہ کر رہا ہے۔ کیونکہ زنگی نے (اس کے ساتھ) بدسلوکی کی ہے۔

پھر خلیفہ موصوف نے ماہ شعبان ۵۲۷ھ میں تیس ہزار جنگجو سپاہی لے کر موصل کی طرف پیش قدمی کی۔ جب وہ موصل کے قریب پہنچا تو اتابک زنگی وہاں سے سنجار چلا گیا اور موصل پر اپنا نائب نصر الدین جقری کو مقرر کیا۔ خلیفہ مسترشد نے وہاں پہنچ کر موصل کا محاصرہ کر لیا۔

اتابک زنگی نے خلیفہ کے لشکر کی طرف خوراک کی رسد کی فراہمی بند کرا دی تھی۔ اس وجہ سے خوراک کی قلت ہو گئی اور خلیفہ کا لشکر پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔

اہل شہر کی ایک جماعت نے ان پر حملہ کرنا چاہا مگر اس کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ گرفتار کر لیے گئے اور انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔

یہ محاصرہ تین مہینے تک رہا مگر شہر فتح نہیں ہو سکا۔ اس لیے محاصرہ ختم کر دیا گیا اور خلیفہ بغداد واپس چلا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا خادم مطر بغداد سے آیا تھا اور اس نے خلیفہ مذکور کو یہ اطلاع دی تھی کہ سلطان مسعود عراق آنے کا قصد کر رہا ہے۔ اس لیے خلیفہ جلد واپس آ گیا۔

شہر حماۃ کا محاصرہ: اتابک زنگی نے ۵۲۳ھ میں حماۃ کا شہر تاج الملوک بوری بن طغرکین حاکم دمشق سے چھین لیا تھا

---

[1] یہاں بھی بیاض (خالی جگہ) ہے۔ تاریخ الکامل میں یہ الفاظ ہیں" خلیفہ مسترشد باللہ نے مسعود کو وہ تمام واقعات تحریر کیے جو زنگی کی طرف سے رونما ہوئے اور اسے مطلع کیا کہ وہ موصل کا قصد کر رہا ہے اور اس کا محاصرہ کرنے والا ہے۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۰) (مترجم)

اور یہ شہر چار سال تک اس کی عملداری میں شامل رہا۔

تاج الملوک بوری نے ماہ رجب ۵۲۶ھ میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا فرزند شمس الملوک اسمٰعیل دمشق کا حکمران ہوا۔ اس نے فرنگیوں سے بانیاس کے مقام کو ماہ صفر ۵۲۷ھ میں چھین لیا۔ اس کے بعد اسے اطلاع ملی کہ خلیفہ مسترشد باللہ نے موصل کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس لیے اس نے شہر حماۃ کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا اور پھر عید الفطر اور اس کے بعد کے دو دنوں میں جنگ کر کے اسے فتح کر لیا۔ شہر کے باشندوں نے پناہ طلب کی تو اس نے انہیں پناہ دے دی۔ پھر اس نے حماۃ کے قلعہ کا محاصرہ کیا جہاں حاکم شہر اور اس کے ساتھی محصور تھے انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد شمس الملوک نے وہاں کے ذخیروں اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔

وہاں سے اس نے قلعہ شیزر کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا وہاں کے حاکم ابن منقذ نے اسے کچھ مال و دولت پیش کر کے اس کے ساتھ صلح کر لی اور وہ اسی سال ماہ ذوالحجہ میں دمشق واپس آ گیا۔

اہم قلعوں کی تسخیر: ۵۲۸ھ میں اتابک زنگی حاکم موصل اور حاکم ماردین دونوں نے مشترکہ طور پر شہر آمد کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے حاکم نے کیفا کے حاکم داؤد بن سقمان سے فوجی کمک طلب کی۔ چنانچہ وہ لشکر لے کر ان دونوں کے مقابلہ کے لیے پہنچا۔ ان دونوں حاکموں نے اس کے ساتھ جنگ کر کے اسے شکست دی اور اس کے لشکر کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔

جب آمد کا محاصرہ بہت طویل ہو گیا تو ان دونوں حکام کے مشترکہ لشکر نے اس کے باہر کے درخت اور انگور کی بیلیں سب کاٹ دیں اس پر بھی شہر والوں نے ہتھیار نہیں ڈالے تو وہ دونوں فوجیں وہاں سے کوچ کر گئیں۔

اس کے بعد زنگی نے دیار بکر کے قلعہ نسور کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسی سال کے ماہ رجب کی پندرہ تاریخ کو یہ قلعہ فتح کر لیا۔

زنگی کا وزیر: اس اثناء میں ضیاء الدین ابو سعید ابن الکفر توثی زنگی کے پاس آیا تو اتابک زنگی نے اسے اپنا وزیر مقرر کیا۔ وہ بہت اچھا سیاستدان اور شریف ثابت ہوا فوج بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ بعد میں اس کا ۵۳۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

مفسدوں کی سرکوبی: پھر زنگی نے کردوں کے تمام حمیدیہ قلعوں کو فتح کر لیا۔ جس میں قلعہ العقر اور قلعہ سوس وغیرہ شامل ہیں۔ جب زنگی موصل کا حاکم ہوا تھا تو اس نے ان تمام قلعوں پر عیسی الحمیری کو ان کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس نے خلیفہ مسترشد کے محاصرہ موصل کے موقع پر عمدہ خدمات انجام دی تھیں اور زنگی کے لیے کردوں کی فوج تیار کی تھی۔

تاہم جب خلیفہ مسترشد زنگی سے جنگ کر کے بغداد واپس چلا گیا تو زنگی اور اس کے لشکر نے ان قلعوں کا محاصرہ کیا اور شدید جنگ کے بعد اسی سال ان قلعوں کو فتح کر لیا۔ ان فتوحات کے بعد اس علاقے کے دیہات ان کی تباہ کاریوں سے محفوظ ہو گئے کیونکہ ان قلعوں کی فوجیں دیہاتوں میں لوٹ مار کر کے انہیں تباہ و برباد کر رہی تھیں۔

ہکاریہ اور کواشی کے قلعوں کی تسخیر: مورخ ابن الاثیر جیبی کی روایت سے بیان کرتا ہے کہ اتابک زنگی نے جب حمیدیہ کے قلعے فتح کیے اور وہاں کے لوگوں کو وہاں سے جلاوطن کر دیا تو ابوالہیجاء بن عبداللہ کو قلعہ اشب' الجزیرہ اور کواشی کے نکل جانے کا اندیشہ ہوا۔ اس لیے اس نے اتابک زنگی سے پناہ طلب کی اور اس کا حلیف بن گیا اور اس کی خدمت میں مال و دولت کا نذرانہ پیش کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے فرزند احمد کو قلعہ اشب سے نکال کر اسے کواشی کا قلعہ دے دیا اور قلعہ اشب پر ایک کرد حاکم مقرر کیا۔ جس کا نام بادارمنی تھا۔ اس کا فرزند احمد وہی ہے جو بعد میں ابوعلی بن احمد اعشطوب کے نام سے مشہور ہو کر سلطان صلاح الدین کے امراء میں شامل ہو گیا تھا۔

جب ابوالہیجاء جس کا اصلی نام موسیٰ تھا' فوت ہو گیا تو اس کا فرزند احمد قلعہ اشب پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوا مگر کرد حاکم بادارمنی نے مقابلہ کیا۔ کیونکہ وہ اس قلعہ کو ابوالہیجاء کے صغیر سن فرزند علی کے لیے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اتابک زنگی نے اپنے لشکر کو لے کر قلعہ اشب کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کے باشندے اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلے تو زنگی انہیں باہر دور تک لے آیا۔ اس کے بعد اس نے پلٹ کر حملہ کیا تو انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ بہت سے مارے گئے اور جو باقی بچے وہ گرفتار ہو گئے اور قلعہ پر فوراً قبضہ کر لیا۔

جب قلعہ کا حاکم بادارمنی کرد سرداروں کے ساتھ اس کے پاس لایا گیا تو اس نے ان سب کو قتل کرا دیا اور پھر موصل واپس آ گیا۔

جنگی قلعوں پر قبضہ: پھر اتابک زنگی جہاد کے لیے روانہ ہوا تو اس نے اپنے نائب نصیر الدین جقری کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے کنجا کو خالی کر کے قلعہ عمادیہ میں قیام کیا۔ انہوں نے قلعہ الشعبان' فرح' کواشی' زعفرانی' الفی' سرف اور سفروہ کا محاصرہ کیا۔ یہ سب ہکاریہ کے قلعے ہیں۔ اس نے جنگ کر کے ان سب قلعوں کو فتح کر لیا اس طرح کوہستان (الجبل) اور زوزن کے علاقوں میں امن و امان ہو گیا اور یہاں کی رعایا کردوں کی لوٹ مار سے محفوظ ہو گئی۔

ہکاریہ کے غیر مفتوحہ قلعے: ہکاریہ کے وہ قلعے جو فتح نہیں ہو سکے تھے یہ ہیں: (۱) جلا (۲) صورا (۳) ہزرز (۴) الملائیسی (۵) یاسرما (۶) مازجا (۷) باکرا (۸) نسر۔

ان قلعوں کو سلطان زنگی کی شہادت کے بہت عرصے کے بعد عمادیہ کے حاکم قراجا نے فتح کیا۔ ابن الاثیر کے قول کے مطابق وہ زین الدین علی کی طرف سے ان ہکاریہ قلعوں کا حاکم مقرر ہوا تھا مجھے ان قلعوں کی فتح کی تاریخ معلوم نہیں ہے اس لیے میں نے ان کا صرف تذکرہ یہاں کیا ہے۔

قلعوں کے بارے میں دوسری روایت: مورخ ابن الاثیر مزید تحریر کرتا ہے اس خبر کے برخلاف مجھے چند کردی عالموں نے بیان کیا ہے کہ "ابوبکر زنگی نے قلعہ اشب' دخرسانی اور قلعہ عمادیہ کو فتح کر لیا تھا اور ہکاریہ کے قلعہ داروں میں سے صرف جبل صورا اور ہزرز کے قلعہ دار باقی رہ گئے مگر ان کی قوت و شوکت ایسی نہیں تھی کہ ان سے خوف کھایا جائے۔ اس کے بعد وہ موصل واپس آ گیا اور کوہستانی قلعوں کے لوگ اس سے ڈرنے لگے۔

ایک قلعہ دار کی بحالی: جب ایبہ الفی اور فرح کے قلعوں کا حاکم فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کا فرزند ان قلعوں کا حاکم ہوا۔ اس کی والدہ خدیجہ بنت الحسن' ابراہیم اور عیسیٰ کی ہمشیرہ تھی جو موصل میں زنگی امراء میں سے تھے۔ اس لیے اس کی والدہ نے اپنے فرزند علی کو اپنے مذکورہ بالا دونوں بھائیوں کے پاس بھیجا جو اس کے ماموں تھے مقصد یہ تھا کہ وہ دونوں ماموں اسے امن و امان کی ضمانت دلوائیں چنانچہ وہ زنگی کے پاس گیا تو اس نے اسے ان قلعوں کی حکمرانی پر برقرار رکھا۔ اس طرح ہکاریہ کے قلعے مستقل طور پر فتح ہو گئے۔

قلعہ شغبان کا حاکم مہرانیہ سے تھا اس کا نام حسن بن عمر تھا۔ اس نے اسے حاصل کر کے تباہ و برباد کر دیا کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

شکایت کا نتیجہ: نصر الدین جقری (زنگی کا نائب) ایبہ الفی اور فرح کے قلعوں کے حاکم علی کو ناپسند کرتا تھا اس لیے اتابک زنگی سے اس کے خلاف شکایت کر کے اسے قید کرنے کا مشورہ دیا تو اس نے علی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ پھر اسے اس فعل پر پشیمانی ہوئی اس لیے اس کی رہائی کا حکم دیا مگر معلوم ہوا کہ وہ (قید خانے میں) مر گیا ہے لہٰذا اس نے نصر الدین کو اس کے قتل کا ملزم قرار دیا۔

دیگر قلعوں کی تسخیر: پھر اس نے قلعہ ربیہ کی طرف فوج بھیجی۔ چنانچہ فوج نے جا کر وہاں اچانک حملہ کیا اور اس قلعہ کو فتح کر لیا انہوں نے علی کے فرزند اور بھائیوں کو قید کر لیا مگر چونکہ اس کی والدہ خدیجہ وہاں نہیں تھی' اس لیے وہ بچ گئی۔ قاصد نے زنگی کے پاس جا کر اسے ربیعہ کے قلعہ کی فتح کی خوشخبری سنائی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد اس نے علی کے باقی ماندہ قلعوں کی تسخیر کے لیے بھیجا مگر کواشی کا قلعہ ان سے فتح نہیں ہو سکا اس لیے علی کی والدہ خدیجہ کواشی کے حاکم کے پاس گئی جو مہرانیہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا نام جرک زہرا تھا۔ خدیجہ نے اس سے درخواست کی کہ وہ کواشی کا قلعہ (فوجوں کے) حوالے کر دے تاکہ ان کے قیدی چھوڑ دیے جا سکیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور قلعے زنگی کے حوالے کر دیے اس کے بعد قیدی بھی چھوڑ دیئے گئے۔ اس کے بعد کردوں کے کوہستانی علاقے کا نظم و نسق درست ہو گیا۔

دمشق کے حاکم کا قتل: دمشق کے حاکم شمس الملوک اسماعیل بن بوری کی سلطنت کا نظم و نسق خراب ہو گیا تھا اور اس کی طاقت کمزور ہو گئی تھی اس لیے فرنگی (صلیب پرست) فوجیں اس پر دست درازی کرنے لگی تھیں۔ اسے اپنا انجام خراب نظر آیا تو اس نے اتابک زنگی کو پوشیدہ طور پر بلوایا تاکہ وہ اسے دمشق کی حکومت حوالے کر کے خود سبکدوش ہو جائے اس کے ارکان سلطنت کو اس بات کا پتہ چل گیا تھا اس لیے انہوں نے اس کی والدہ کے پاس اس کی شکایت کی۔ اس کی والدہ نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی اس سے نجات حاصل کر لیں گے چنانچہ اس کی والدہ نے اچانک اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

زنگی کا محاصرۂ دمشق: اتنے میں اتابک زنگی بھی وہاں پہنچ گیا اس نے دریائے فرات کے کنارے سے اپنے قاصد بھیجے تو انہیں معلوم ہوا کہ شمس الملوک فوت ہو گیا ہے اور اس کے بجائے اس کا بھائی محمود حاکم بن گیا ہے اور تمام ارکان سلطنت نے اس کی حمایت کی ہے۔

یہ خبر لے کر وہ اتابک زنگی کے پاس پہنچے یہ خبر سن کر وہ اس سے متاثر نہیں ہوا اور پیش قدمی کرتا ہوا دمشق کے باہر صف آراء ہوا۔ دمشق کے ارباب حکومت نے زنگی کا سخت مقابلہ کیا ان کا سپہ سالار معین الدین ابر بوہ تھا جو طغر کین کا اتابک تھا۔

حاکم دمشق سے مصالحت: پھر خلیفہ مسترشد نے ابوبکر بن بشر جندی کو اتابک زنگی کے پاس بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ حاکم دمشق سے صلح کر لے چنانچہ زنگی نے مصالحت کر لی اور سال کے درمیان میں وہاں سے کوچ کر گیا۔

مسعود کے خلاف متحدہ بغاوت: بہت سے امرائے سلجوقیہ سلطان مسعود کے خلاف بغاوت پر متحدہ طور پر آمادہ ہو گئے اور اس کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ چنانچہ داؤد بن سلطان محمود آذربائیجان سے ماہ صفر ۵۳۲ھ میں بغداد آیا اور پائے تخت میں مقیم ہوا۔ باقی امراء اس سے خط و کتابت کرنے لگے اور بعض امراء اس کے پاس آئے جن میں قزوین' اصفہان' اہواز اور رابلہ کے حکام اور اتابک زنگی حاکم موصل بھی شامل تھے۔ بغداد سے فوجیں ان کی طرف نکلیں۔ داؤد بن سلطان محمود بغداد کا کوتوال مقرر ہوا اور خلیفہ کا شاہی جلوس وزیر جلال الدین الرضی کے ساتھ نکلا کیونکہ خلیفہ اس سے اور قاضی القضاۃ زینبی سے ناراض ہو گیا تھا۔

پھر خلیفہ راشد' سلطان داؤد اور اتابک زنگی نے مل کر ایک معاہدہ کیا اور ہر ایک نے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے حلف اٹھایا اور خلیفہ راشد نے اتابک زنگی کو دو لاکھ دینار بھیجے۔

اتنے میں سلجوق شاہ واسط پہنچ گیا تھا۔ اس نے امیر بک ابہ کو گرفتار کر کے اس کا مال لوٹ لیا تھا۔ اتابک زنگی اس کی مدافعت کے لیے گیا۔ اس کے بعد دونوں میں صلح ہو گئی اور زنگی بغداد واپس آ گیا اس نے ان تمام فوجوں کا معائنہ کیا جو سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لیے تیار کی گئی تھیں۔ وہ خراسان کے راستے پر روانہ ہوا مگر جب یہ اطلاع ملی کہ سلطان مسعود بغداد کی طرف روانہ ہو گیا ہے تو وہ لوٹ آیا اور شاہ داؤد بھی لوٹ آیا۔

محاصرۂ بغداد: آخر کار سلطان مسعود بغداد کے قریب پہنچا اور اس کا پچاس دن سے زیادہ عرصے تک محاصرہ کرتا رہا۔ پھر وہ نہروان کی طرف کوچ کر گیا جب حاکم واسط طرنطائی کشتیاں لے کر اس کے پاس آیا تو وہ بغداد پہنچا اور دریا کو عبور کر کے مغربی جانب آیا۔

خلیفہ راشد موصل میں: پھر (خلیفہ کی حامی) فوجوں میں جو بغداد میں تھیں اختلاف پیدا ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شاہ داؤد لشکر لے کر اپنی سلطنت آذربائیجان واپس چلا گیا ان کے ساتھ جو امراء تھے وہ بھی منتشر ہو گئے۔ لہٰذا خلیفہ راشد اپنے ساتھیوں کو لے کر اتابک زنگی کے پاس چلا گیا۔ جو مغربی جانب تھا۔ وہاں سے خلیفہ زنگی کے ساتھ موصل چلا گیا۔

خلیفہ کی معزولی: ان تمام اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان مسعود پندرہ ذوالقعدہ ۵۳۰ھ کو بغداد میں داخل ہو گیا۔ وہاں وہ خود بھی مقیم ہوا اور اس کے ساتھ کا لشکر بھی رہنے لگا۔ اس نے تمام قاضیوں اور علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے خلیفہ راشد کا اس کے اپنے دستخطوں سے یہ حلف نامہ پیش کیا گیا کہ ''اگر وہ سلطان (مسعود) کے لیے فوج جمع کرے گا یا اس کے

ساتھ جنگ کرنے کے لیے نکلے گا تو اپنے آپ کو خلافت سے معزول کر دے گا۔" یہ حلف دیکھ کر سب علماء نے اس کی معزولی کا فتویٰ دیا۔ پھر خلیفہ راشد کی معزولی کے بارے میں ارکان سلطنت کی شہادتیں پیش ہوئیں اور انہیں تحریر کیا گیا۔ اس کی پشت پر علماء نے اس کی معزولی کا فتویٰ تحریر کیا۔ چونکہ قاضی القضاۃ' خلیفہ راشد کے ساتھ موصل چلا گیا تھا اس لیے قاضی المعتین نے (معزولی) کا فیصلہ سنایا اور خلافت کے لیے[1] ۔۔۔۔ ابن المستظہر کا نام پیش کیا۔

زنگی کی طرف سے تصدیق: اتابک زنگی کی طرف سے قاضی کمال الدین محمد بن عبداللہ شہرزوری ایلچی بن کر بغداد گئے اور انہوں نے اس وقت بیعت کی[2] ۔۔۔۔ جبکہ سابق خلیفہ کی معزولی ثابت ہو گئی تھی۔ قاضی موصوف اتابک زنگی کے لیے خلیفہ کی طرف سے خاص جاگیر کا حکم نامہ لے کر آئے جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ خلیفہ کی معزولی کی مستند دستاویزیں بھی لے کر آئے تھے چنانچہ موصل میں جو قاضی القضاء تھے۔ انہوں نے ان کے مطابق اپنا فیصلہ بھی ان کی تصدیق میں نافذ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ راشد (معزول) موصل سے آذربائیجان کی طرف چلے گئے۔ جیسا کہ ہم خلفاء اور سلجوقی سلاطین کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

عساکر حلب کا جہاد: ماہ شعبان ۵۳۰ھ میں حلب کی فوجیں (جو زنگی کے ماتحت تھیں زنگی کی انہی فوجوں کے ساتھ مل کر) اتابک زنگی کے حلب میں نائب امیر اسوار کی قیادت میں جہاد کے لیے روانہ ہوئیں۔ انہوں نے فرنگیوں کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی اور ان کے شہر لاذقیہ پر اچانک حملہ کر دیا اور فرنگیوں کو شدید نقصان پہنچایا اور ان کے علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ مجاہدین نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ انہوں نے شہر لاذقیہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو ویران کر دیا۔

وہاں سے وہ شیزر کی طرف گئے۔ شام کے علاقے میں ترکی فوجیں اس قدر کثرت سے پھیل گئیں تھیں کہ فرنگیوں پر ان کی وحشت طاری ہو گئی اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔

حمص کا محاصرہ: اتابک زنگی ماہ شعبان ۵۳۱ھ میں فوج لے کر حمص کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں حاکم دمشق کی طرف

---

[1] کتاب کے اصل نسخہ میں بیاض (خالی جگہ) ہے۔ تاریخ الکامل میں یہ عبارت ہے "وہ امیر ابو عبداللہ المستظہر ہے۔ خلافت سے پہلے وہ اس نام سے مشہور تھا۔ خلیفہ بننے کے بعد اس کا لقب المقتفی لامر اللہ ہو گیا۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۴ تا ۳۵۵) (مترجم)

[2] یہاں بھی اصل نسخہ میں بیاض ہے تاریخ الکامل میں یوں مذکور ہے "مجھے یہ اطلاع ملی ہے سلطان مسعود نے خلیفہ المقتفی لامر اللہ کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے خواص کے لیے جاگیریں دینے کے بارے میں بتائیں انہوں نے یہ جواب تحریر کیا "گھر میں اسی خچر ہیں جو دریائے دجلہ سے پانی لاتے ہیں اس لیے سلطان کو دھیان رکھنا چاہیے کہ جو لوگ اس قدر پانی پیتے ہیں انہیں کس قدر ضرورت ہو گی؟ اس پر یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ انہیں بھی اتنا ہی دیا جائے جو خلیفہ المستظہر باللہ کو دیا جاتا ہے۔ سلطان مسعود نے ان کی یہ بات سنی تو کہا" ہم نے ایک عظیم شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۴) (مترجم)

سے معین الدین بن القائم حاکم تھا۔ حمص اس کی جاگیر تھی اس نے اپنے ساتھی صلاح الدین یاغیسیانی کو اس کی طرف بھیجا تا کہ وہ حمص کا شہر اس کے سپرد کر دے۔ اس نے معذرت کی اور کہا کہ شہر کو حوالے کر دینا درست نہیں ہے اس لیے زنگی نے اس کا محاصرہ کر لیا تاہم ایلچی ایک دوسرے کے پاس آتے رہے اس کے بعد انہوں نے ہتھیار نہیں ڈالے تو زنگی نے وہاں سے کوچ کیا اور اسی سال شوال کے مہینے میں زنگی قلعہ بقذوین کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا یہ قلعہ صلیبی فرنگیوں کے ماتحت تھا۔

فرنگیوں کو شکست: فرنگیوں نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی آخر کار اللہ نے دشمن کو شکست دی اور مسلمانوں کو ان سے نجات ملی۔ فرنگیوں کے حکام بقذوین کے قلعہ کے اندر گھس کر محصور ہو گئے اتا بک زنگی نے محاصرہ سخت کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے عیسائی پادری اور راہب روم اور یورپ کے عیسائی ممالک کی طرف گئے اور ان سے فوجی کمک طلب کی۔ انہوں نے رومیوں کو اس بات سے ڈرایا کہ اتا بک زنگی بقذوین کے قلعہ پر قبضہ کر لے گا اس کے بعد اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ مسلمان ان سے بیت المقدس بھی واپس لے لیں گے۔

قلعہ بقذوین کی تسخیر: اس کے بعد اتا بک زنگی نے محاصرہ مزید سخت کر دیا اور انہیں اس قدر تنگ کیا کہ وہ محاصرہ کی سختیاں برداشت نہیں کر سکے آخر کار انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور پچاس ہزار دینار ادا کرنا منظور کیا۔ زنگی نے یہ معاہدہ تسلیم کر لیا اور قلعہ فتح کر لیا۔

قلعہ کی تسخیر کے بعد انہوں نے سنا کہ روم اور فرنگی فوجیں لے کر ان کی مدد کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔

دیگر فتوحات: اتا بک زنگی نے اس قلعہ کے محاصرہ کے دوران معرہ اور کفر طاب بھی فتح کر لیا تھا یہ علاقے حلب اور حماۃ کے درمیان تھے ان کی فتح کے بعد فرنگیوں کے حوصلے پست ہو گئے پھر اتا بک زنگی ماہ محرم ۵۳۲ھ میں بعلبک کی طرف روانہ ہوا اور دمشق کی عملداری کے ایک قلعہ المعدل کو فتح کر لیا۔ پھر بانیاس کے نائب نے بھی اطاعت قبول کر لی۔

فتح حمص: جب شاہ روم کا حلب پر حملہ ہوا تو زنگی سلمیہ کی طرف چلا گیا۔ جب رومیوں کا حملہ ختم ہو گیا تو زنگی نے واپس آ کر حمص کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثناء میں زنگی نے دمشق کے حاکم محمود کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنی والدہ مرد خاتون بنت جاولی سے جس نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا تھا' اس کا نکاح کرا دے۔ چنانچہ وہ اس کے رشتہ ازدواج میں آ گئی اور ماہ رمضان میں زنگی کے پاس پہنچا دی گئی۔ اس عرصہ میں زنگی نے شہر حمص اور اس کے قلعے کو فتح کر لیا تھا۔

زنگی کا خیال تھا کہ اس سے نکاح کرنے کے بعد دمشق کی حکومت اس کے قبضے میں آ جائے گی مگر ایسا نہیں ہو سکا۔

شاہ روم کے حملے: جب بقذوین کے فرنگیوں نے عیسائی قوموں کے بادشاہ شاہ روم قسطنطنیہ سے فوجی امداد کی درخواست کی تو اس نے فوج جمع کی اور ۵۳۱ھ میں سمندر کے سفر پر روانہ ہوا اور اس کے بحری بیڑے بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے پھر وہ قیلیقیہ کے شہر کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ شہر والوں نے مال دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی۔ وہاں سے وہ اذنہ اور مصیصہ پہنچا جو ابن لیون ارمنی کے ماتحت تھے شاہ روم نے ان دونوں شہروں کا محاصرہ کرنے کے

بعد انہیں فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس نے عین زربہ کی طرف پیش قدمی کی اور اسے بھی فتح کر لیا۔ اس نے تل حمدون پر بھی قبضہ کر لیا اور اس کے باشندوں کو جزیرہ قبرص کی طرف منتقل کر دیا۔ اس نے اسی سال ماہ ذوالقعدہ میں شہر انطاکیہ بھی فتح کر لیا۔ وہاں کا حاکم ریمنڈ تھا جو فرنگیوں کا بادشاہ تھا اس نے شاہ روم کے ساتھ صلح کر لی تھی۔

وہاں سے شاہ روم بزاس کی طرف لوٹا اور وہاں سے بن لیون کے علاقے میں داخل ہوا اس نے مال دے کر صلح کر لی اور اس کی اطاعت قبول کر لی۔

فتح مراغہ: شاہ روم شام میں ۵۳۲ھ کے آغاز میں داخل ہوا اس نے مراغہ کا محاصرہ کر لیا جو شہر حلب سے چھ فرسخ کے فاصلے پر تھا۔ اہل مراغہ نے اتابک زنگی سے فریاد کی تو اس نے حلب کی مدافعت کے لیے فوجیں بھیجیں' تاہم شاہ روم نے مراغہ پر حملہ کر کے اور وہاں کے لوگوں کو پناہ دے کر اسی سال کے درمیانی زمانے میں اسے فتح کر لیا۔ مگر فتح کے بعد غداری کر کے انہیں تباہ کر دیا۔ پھر اس نے حلب کی طرف کوچ کیا اور دابق کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس کے ساتھ فرنگی فوجیں بھی تھیں۔

دوسرے دن یہ فوجیں حلب پہنچ گئیں اور تین دن تک اس کا محاصرہ کیا مگر فتح نہیں کر سکے۔ ان کا ایک بہت بڑا پادری بھی وہاں مقتول ہوا۔ وہاں سے وہ ماہ شعبان میں قلعہ اثارب کی طرف روانہ ہوا جب شاہ روم وہاں پہنچا تو اس کے باشندے وہاں سے بھاگ گئے رومیوں نے وہاں اپنے قیدیوں کو رکھا اور ان پر محافظ فوجی دستے مقرر کیے (جب حلب کے نائب امیر اسوار کو اس بات کا علم ہوا تو) اس نے فوج بھیج کر وہاں کے محافظ فوجی دستوں کو قتل کر دیا اور وہ قیدیوں کو چھڑا لائے۔

اتابک زنگی آثارب کے قلعہ کی فتح کے بعد سلمیہ چلا گیا اور دریائے فرات کو عبور کر کے رقہ پہنچا۔ اس نے رومیوں کا تعاقب کر کے ان کی خوراک کی رسد منقطع کر دی۔

زنگی کی فوجی سیاست: رومیوں نے قلعہ شیزر کی طرف پیش قدمی کی وہاں کا حاکم سلطان بن علی الکنانی تھا۔ انہوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے اس پر (قلعہ شکن) منجنیقیں نصب کر دیں۔ وہاں کے حاکم نے اتابک زنگی سے کمک طلب کی تو وہ فوج لے کر وہاں پہنچا اس نے نہر العاصی کے قریب شیزر اور حماۃ کے درمیان قیام کیا اور وہاں سے فوجی دستے بھیجے تاکہ وہ رومیوں کے فوجی خیموں پر چھاپے مارتے رہیں۔ زنگی نے رومیوں کو چیلنج دیا کہ وہ کھلے میدانوں میں آ کر جنگ کریں مگر انہوں نے اس کا یہ چیلنج قبول نہیں کیا۔

پھر زنگی نے رومیوں کو فرنگیوں سے آپس میں لڑانے کی کوشش کی اور ہر ایک کو دوسرے کے خطرات سے آگاہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں اور فرنگیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

آخر کار اسی سال کے ماہ رمضان میں چالیس دن تک قلعہ شیزر کے محاصرہ کے بعد شاہ روم وہاں سے کوچ کر گیا۔ زنگی نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

رومیوں کے خطرات: اتابک زنگی نے سلطان مسعود کے پاس قاضی کمال الدین محمد بن عبداللہ شیرزوری کو بھیجا تاکہ

وہ اس سے دشمن کے برخلاف فوجی کمک طلب کرے اور سلطان کو رومیوں کے خطرات سے آگاہ کرے کہ اگر انہوں نے حلب پر قبضہ کر لیا تو وہ دریائے فرات کے راستے سے بغداد پہنچ جائیں گے۔

بغداد میں عوامی احتجاج: چنانچہ قاضی کمال الدین نے بغداد پہنچ کر یہ انتظام کیا کہ محل کی جامع مسجد میں مسلمان فریاد کریں اور منبر پر خطیب ان رومی حملوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور فریاد کریں اسی طرح سلطان کی شاہی مسجد میں چیخ و پکار اور نوحہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں اور ہر طرف سے عوام کا سیل رواں اکٹھا ہو گیا اور وہ سب فریاد و فغاں کرتے ہوئے سلطان کے محل تک پہنچ گئے چنانچہ سلطان مسعود پر اس فریاد و فغاں کا بہت اثر ہوا اور اس کے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا۔ یہاں تک کہ قاضی کمال الدین کو اس کے بڑے اثرات محسوس ہوئے پھر سلطان روم کے واپس چلے جانے کی خبر موصول ہوئی۔ چنانچہ قاضی موصوف نے سلطان مسعود کو اس کی خبر دی۔[1]

بعلبک کی تسخیر: دمشق کے حاکم سلطان محمود کو قتل کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ واقعہ ماہ شوال ۵۳۳ھ میں رونما ہوا تھا۔ اس کی والدہ زمرد خاں (سرد خاں؟) کا اتابک زنگی سے نکاح ہو گیا تھا اس لیے اس نے زنگی کو جبکہ وہ الجزیرہ میں تھا' قتل کی اطلاع دی اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ دمشق جا کر اس کے بیٹے کا انتقام وہاں کے ارکان سلطنت سے لے۔

زنگی اس مقصد کے لیے روانہ ہوا اور اہل دمشق نے بھی محاصرہ کے لیے تیاری کر لی مگر پھر زنگی نے شہر بعلبک کا قصد کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دمشق کے قائم مقام سربراہ نے کمال الدین محمد بن بوزی کو دمشق کا بادشاہ مقرر کر دیا تھا اور اس کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا اس نے اپنی لونڈی بعلبک بھیج دی تھی۔ جب زنگی دمشق کی طرف روانہ ہوا تو اس نے اپنے ایلچیوں کو آگے انز کے پاس بھیج دیا تھا تا کہ وہ شہر زنگی کے حوالے کر دے جس کے بدلے میں وہ اس کے حسب پسند علاقے عطا کر دے گا مگر اس نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا لہٰذا زنگی نے بعلبک کی طرف پیش قدمی کی اور اس سال کے ماہ ذوالحجہ کے آخر میں اس کا محاصرہ سخت کر دیا اور شہر کی فصیلوں پر (قلعہ شکن آلات) مجانیق نصب کر دیں۔ پھر اس کا محاصرہ سخت کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل شہر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مگر قلعہ کی محافظ فوجیں ڈٹی رہیں۔ مگر جب وہ انز کی طرف سے فوجی کمک سے مایوس ہو گئیں تو انہوں نے بھی پناہ طلب کی۔ مگر جب زنگی نے اس پر قبضہ کیا تو انہیں گرفتار کر کے انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا اس نے انز کی لونڈی سے نکاح کر لیا اور اسے حلب لے گیا۔

جب زنگی کا انتقال ہوا تو اس کے فرزند نور الدین محمود نے اس کی موت کے بعد اس لونڈی کو اس کے آقا کے پاس واپس پہنچا دیا۔

---

[1] یہاں بھی بیاض (خالی جگہ) ہے۔ اس موقع پر تاریخ الکامل لابن اثیر کی عبارت یہ ہے: ''(قاضی کمال الدین نے کہا) میرے پاس زنگی کا خط شام سے آیا ہے جس میں یہ اطلاع ہے کہ شاہ روم واپس چلا گیا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ کوئی لشکر ساتھ نہ آئے'' سلطان کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا: ''لشکر تیار ہو گیا ہے اور وہ شام کی طرف ضرور جائے گا'' چنانچہ اس نے تدبر اور دانشمندی کا ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ لشکر واپس آ گیا۔ (مترجم)

محاصرۂ دمشق: اتابک زنگی بعلبک کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد ماہ ربیع الاول ۵۳۴ھ میں دمشق کا محاصرہ کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ بقاع کے مقام پر مقیم ہوا اور وہاں سے حاکم دمشق جمال الدین محمد کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ دمشق کا شہر اس کے سپرد کر دے اور اس کے بدلے میں وہ جو علاقہ چاہے گا اسے مل جائے گا۔ اس نے اس پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا اس لیے وہ فوج کشی کرتا ہوا داریا کے مقام پر پہنچ گیا فریقین کی ہراول فوجوں میں مقابلہ ہوا جس میں فتح اتابک زنگی کی فوجوں کو حاصل ہوئی۔ انہوں نے مخالف فوج کا صفایا کیا پھر زنگی نے دس دن کے لیے جنگ بند کر دی۔ اس عرصے میں وہ حاکم دمشق سے گفت وشنید کرتا رہا۔ زنگی نے اسے (دمشق کے بدلے میں) بعلبک اور حمص دینے کا وعدہ کیا اور جو شہر وہ پسند کرے وہ اسے دے دیئے جائیں گے حاکم دمشق ان باتوں کے لیے تیار ہو گیا تھا مگر اس کے ساتھیوں نے انہیں قبول نہیں کیا اس لیے جنگ پھر شروع ہو گئی۔ اس اثناء میں اس سال کے ماہ شعبان میں دمشق کا حاکم جمال الدین محمد فوت ہو گیا۔ لہٰذا معین الدین انز نے اس کے بجائے اس کے فرزند مجی الدین ابز کو حاکم بنایا اور خود اس کی طرف سے حکومت کرتا رہا۔

فرنگیوں کی امداد: اتابک زنگی نے اب پھر شہر کو فتح کرنا چاہا مگر کامیاب نہیں ہو سکا اس اثناء میں معین الدین انز نے فرنگیوں سے یہ درخواست کی کہ وہ اتابک زنگی کے مقابلے میں اس کی فوجی مدد کریں۔ اس نے ان فرنگیوں کو زنگی کے خطرناک ارادوں سے آگاہ کر کے انہیں ڈرایا اور انہیں اس کے بدلے میں یقین دلایا کہ وہ بانیاس کو فتح کرانے میں ان کی اعانت کرے گا صلیبی فرنگیوں نے اس کی درخواست قبول کر لی۔

(جب زنگی کو فرنگیوں کے حملے کی اطلاع ملی تو) وہ اس سال کی ۱۵ رمضان المبارک کو حوران پہنچا تا کہ وہ فرنگیوں کا مقابلہ کرے مگر وہ وہاں نہیں پہنچے۔ اس لیے وہ دمشق کا محاصرہ کرنے کے لیے واپس آ گیا۔ وہ وہاں کے دیہات کو نذر آتش کر کے اپنے ملک واپس چلا گیا۔

بانیاس پر صلیب پرستوں کا قبضہ: اس کے بعد فرنگی فوجیں آ گئیں تو معین الدین انز دمشق کی فوجوں کو لے کر بانیاس کی طرف روانہ ہوا۔ یہ مقام اتابک زنگی کی عملداری میں تھا۔ تاہم اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ فرنگیوں کے ساتھ اپنے معاہدہ کو پورا کرلے۔ بانیاس کا نائب حاکم شہر صور پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تھا اسے راستے میں انطاکیہ کا حاکم ملا جو فوجی کمک لے کر دمشق جا رہا تھا (جب اس سے مڈ بھیڑ ہوئی تو) بانیاس کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ مارے گئے۔ ان کی شکست خوردہ فوج شہر پہنچ گئی تھی مگر ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے اس لیے معین الدین انز اور فرنگی فوج نے شہر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا پھر وہ فرنگی فوج کے حوالے کر دیا گیا۔

اہل دمشق سے مقابلہ: اس واقعہ پر زنگی بہت ناراض ہوا اور اس نے حوران اور دمشق کی عملداری میں اپنی فوجیں منتشر کر دیں اور خود وہ اچانک فوج لے کر دمشق پہنچ گیا اہل دمشق کو اس کی آمد کی خبر نہیں ہوئی تھی تاہم وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے اور جنگ کرتے رہے۔ اہل دمشق کی ایک بڑی جماعت ماری گئی مگر چونکہ زنگی کے ساتھ فوج کی تعداد

کم تھی اس لیے وہ پیچھے ہٹ کر اپنی منتشر فوجوں کے انتظار میں مرج رابط آیا۔ جب سب فوجیں آ گئیں تو انہیں لے کر اپنے ملک واپس آ گیا۔

شہرزور کی تسخیر: شہرزور کا علاقہ ایک ترکمانی حاکم قفجاق بن ارسلان شاہ کے ماتحت تھا۔ آس پاس کے حکام اس کی عملداری میں داخل ہونے سے پرہیز کرتے تھے کیونکہ یہ علاقہ دشوار گذار تھا اور اس میں بہت تنگ درے تھے اس وجہ سے اس حاکم کی طاقت بڑھ گئی اور بہت سے ترکمانی اس کی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔

اتابک زنگی ۵۳۴ھ میں اس علاقے کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ شہرزور کے حاکم نے بھی اپنی فوج کو اکٹھا کیا اور زنگی کا مقابلہ کیا مگر اتابک زنگی کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے دشمن کے جنگی خیموں کا صفایا کر دیا۔ پھر اس نے دشمن کا تعاقب کیا اور اس کے قلعوں کا محاصرہ کر کے ان سب کو فتح کر لیا۔ آخر میں قفجاق نے ہتھیار ڈال دیئے اور اسے پناہ دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قفجاق اس کا اور اس کے فرزندوں کا صدی کے آخر تک وفادار رہا اور ان کی خدمت کرتا رہا۔

دیگر جنگی قلعوں کی تسخیر: ۵۳۵ھ میں زنگی اور کیفا کے حاکم داؤد بن سقمان کے درمیان جنگیں شروع ہوئیں جن میں داؤد کو شکست ہوئی اور اتابک زنگی نے اس کے قلعہ بہرد کو فتح کر لیا اور پھر موصل واپس آ گیا۔

۵۳۶ھ میں زنگی نے شہر الحرمیہ کو فتح کر لیا اور آل مہارش کو جو وہاں مقیم تھے موصل منتقل کر دیا اور ان کے بجائے اپنے ساتھیوں کو وہاں بسایا۔ پھر آمد کے حاکم نے اس کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا اور اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس سے پہلے وہ زنگی کے برخلاف تھا اور داؤد بن سقمان حاکم کیفا کا حامی تھا۔

۵۳۷ھ میں زنگی نے قلعہ اشب کی طرف لشکر بھیجا۔ یہ ہکاریہ کے علاقے میں کردوں کا سب سے بڑا قلعہ تھا اور یہاں ان کے اہل وعیال اور عمدہ ذخیرے محفوظ رہتے تھے اس لشکر نے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اتابک زنگی نے اس قلعہ کو تباہ وبرباد اور ویران کرنے کا حکم دیا اور اس قلعہ کے بجائے (جنگی اہمیت کے پیش نظر) قلعہ عمادیہ تعمیر کرایا چونکہ یہ قلعہ بہت بڑا تھا اور اس کی مناسب حفاظت نہیں ہو سکتی تھی اس لیے یہ قلعہ عمادیہ ویران ہو گیا تھا۔ مگر اب اس کی دوبارہ تعمیر کرائی گئی۔

موصل کے نائب حاکم نصیر الدین نے بھی اکثر جنگی قلعے فتح کیے تھے۔

سلطان مسعود سے مصالحت: سلجوقی خاندان کا بادشاہ مسعود اتابک زنگی سے باغیوں کی طرح نفرت رکھتا تھا زنگی بھی سلطان موصوف سے اس مقصد سے چھیڑ چھاڑ رکھتا تھا کہ اسے اپنی طرف سے دور رکھے۔ تاہم جب ۵۳۸ھ میں سلطان مسعود اپنے سب کاموں سے فارغ ہو گیا تو وہ اتابک زنگی کی سرکوبی اور موصل کا محاصرہ کرنے کے لیے بغداد آیا (زنگی کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو) اس نے اسے اپنی طرف مائل کرنے اور اپنا طرفدار بنانے کے لیے پیغام بھیجا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ واپس چلا جائے تو وہ اس کو ایک لاکھ دینار پیش کرے گا۔ چنانچہ اس نے اس رقم کی ادائیگی بھی شروع کر دی تھی اور اس میں سے بیس ہزار دینار ادا کیے پھر خود سلطان ایسی مصیبت میں مبتلا ہوا کہ اسے اتابک زنگی کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس لیے اس نے باقی رقم کا مطالبہ ترک کر دیا۔

زنگی نے بھی سلطان سے مخلصانہ سلوک کیا۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ زنگی کا فرزند غازی' سلطان کے پاس رہتا تھا جب وہ بھاگ کر موصل آیا تو زنگی نے اپنے نائب حاکم نصیر الدین جقری کو ہدایت کی کہ وہ اس کے فرزند کو موصل میں داخل ہونے سے روک دے۔ اس نے اپنے فرزند کو بھی یہ پیغام بھیجا کہ وہ سلطان کی خدمت میں واپس چلا جائے۔

زنگی نے سلطان کو یہ خط لکھا:

''میرا فرزند سلطان کی ناراضگی کے خوف سے بھاگ کر آیا ہے میں نے اسے آپ کی خدمت کے لیے تیار کیا ہے۔ اس لیے میں نے اس سے ملاقات نہیں کی ہے میں بھی آپ کا غلام ہوں اور یہ ملک بھی آپ کا ہے۔''

زنگی کی اس تحریر سے سلطان بہت متاثر ہوا۔

دیار بکر کی فتوحات: پھر اتابک زنگی نے دیار بکر کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں کے مندرجہ ذیل قلعے اور شہر فتح کر لیے:۔

طرد' اسعرد' حران' قلعہ الرزق' قلعہ تطلیت' قلعہ پاسہ' قلعہ ذوالقرنین وغیرہ۔

اس نے ماردین کے قریب فرنگی علاقے حملین' المودن' تل موزر اور اس کے علاوہ سجستان کے قلعے فتح کر لیے اور وہاں محافظ فوجیں مقرر کیں۔ وہ شہر آمد بھی پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے شہر عانہ کی طرف بھی لشکر بھیجا جو دریائے فرات کی عملداری میں تھا اور اسے بھی فتح کر لیا۔

نصیر الدین جقری کا قتل: موصل میں اتابک زنگی کے پاس ملک الپ ارسلان بن سلطان محمد مقیم تھا اس کا لقب خفاجی تھا۔ وہ سلطان کے مشابہ تھا اس نے سلطان کو یہ فریب دے رکھا تھا کہ ملک اس کا ہے اور وہ اس کا نائب ہے۔ اس لیے وہ سلطان مسعود کی وفات کا انتظار کر رہا ہے اس کے بعد (مساجد میں) اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ اپنے نام سے ملک پر حکومت کرے گا۔ تاہم اس کی آمد و رفت وہاں تھی اور وہ اس کی خدمت کے لیے کوشاں تھا۔

بعض فتنہ پردازوں نے اتابک زنگی کی غیر حاضری میں شہزادہ موصوف کے ساتھ سازش کی اور اسے آمادہ کیا کہ وہ نائب حاکم کو قتل کر دے اور موصل پر قبضہ کر لے چنانچہ جب وہ اس کے پاس آیا تو اس نے اتابک کے بعض فوجیوں اور موالی کو اشارہ کیا انہوں نے نصیر الدین پر حملہ کر کے اسے ماہ ذوالقعدہ ۵۳۹ھ میں قتل کر دیا اور اس کا سر اس کے ساتھیوں کی طرف پھینک دیا۔

قابلوں کی سرکوبی: اتنے میں قاضی تاج الدین یحییٰ بن شہرزوری اس کے پاس آیا اور بظاہر اس کی اطاعت کا اظہار کیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ قلعہ پہنچ کر مال و دولت اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لے ادھر قاضی موصوف نے پہلے قلعے کے محافظ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو داخل ہونے دے۔ اس کے بعد ان سب کو گرفتار کر لے۔

جب شہزادہ مذکور نصیر الدین کے قاتلوں کے ساتھ سوار ہو کر قلعہ پہنچا تو قلعہ کے حاکم نے ان سب کو قلعہ میں مقید کر لیا۔ اس کے بعد قاضی شہر واپس آ گیا۔

اتابک زنگی جب البیرہ کا محاصرہ کر رہا تھا تو اسے یہ اطلاع ملی۔ اس لیے شہر میں اختلاف کے اندیشہ سے وہ موصل

آ گیا جب زین الدین علی ابن کجک آیا تو زنگی نے اس کو نصیر الدین کے بجائے قلعہ کا حاکم مقرر کیا۔ پھر موصل میں رہ کر محاذ جنگ کی خبر کا انتظار کرتا رہا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ وہ فرنگی جو البیرہ میں تھے کہیں دوبارہ نہ آ جائیں اس لیے ماردین کے حاکم نجم الدین کو پیغام بھیجا گیا اور وہ قلعہ اس کے سپرد کر دیا گیا۔ یوں وہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔

قلعہ جعبر اور فنک کا محاصرہ: ۵۴۱ھ میں اتابک زنگی نے بماہ محرم جعبر کے قلعہ کی طرف فوج کشی کی۔ اس کا نام درس بھی تھا اور یہ دریائے فرات پر واقع ہے اس کا حاکم سالم ابن مالک العقیلی تھا۔ سلطان ملک شاہ نے جب ابن کے والد سے حلب حاصل کیا تھا تو اس کے بدلے میں سلطان مذکور نے اس کے والد کو یہ قلعہ جاگیر میں دیا تھا۔

اتابک زنگی نے جزیرہ ابن عمر سے دو فرسخ پر واقعہ قلعہ فنک کی طرف بھی ایک لشکر بھیجا تھا جس نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ان دنوں فنک کے قلعہ کا حاکم حسام الدین کردی تھا۔

اتابک زنگی کا قتل: اتابک زنگی نے جعبر کے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ حسان منبجی نے درمیان میں آ کر صلح کرانے کی کوشش کی (مگر کامیابی نہیں ہوئی) اور محاصرہ جاری رہا۔

قلعہ جعبر کے محاصرہ کے دوران یہ حادثہ پیش آیا کہ اتابک زنگی کے آزاد کردہ غلاموں نے اس کے خلاف سازش کر کے اچانک اسے قتل کر دیا اور پھر وہ جعبر کے قلعہ کے اندر پناہ گزین ہو گئے اور وہاں کے باشندوں کو اس کی اطلاع دی۔ چنانچہ انہوں نے شہر پناہ پر کھڑے ہو کر اس کے قتل کا اعلان کیا۔

یہ اعلان سن کر جب اس کے ساتھی اس کے پاس پہنچے تو وہ دم توڑ رہا تھا۔ اتابک زنگی کی شہادت کا واقعہ ۵ ربیع الآخر ۵۴۱ھ میں پیش آیا۔ اس وقت اس کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ اسے رقہ میں دفن کیا گیا۔

زنگی کی سیرت: اتابک زنگی اچھا سیاستدان اور منصف مزاج حاکم تھا۔ اس کا اپنی فوج پر بڑا رعب تھا۔ اس نے بہت سے شہر آباد کیے اور وہاں امن و امان قائم کیا وہ ظالم کے برخلاف مظلوم کی داد رسی کرتا تھا وہ بہت دلیر اور غیور مجاہد اعظم تھا۔

زنگی کی شہادت کے بعد اس کا لشکر قلعہ فنک سے واپس آ گیا اس کا حاکم غفار تھا۔ ابن اثیر تحریر کرتا ہے ''میں نے ان کے بارے میں سنا کہ تین سو سال سے ان لوگوں میں داد و دہش کا طریقہ رائج ہے اور جو کوئی اس کے پاس پناہ کے لیے آتا ہے وہ اسے پناہ دیتے ہیں۔ ان میں قومیت اور اتحاد کا جذبہ شدید ہے۔''

نور الدین حاکم حلب: اتابک زنگی کی شہادت کے بعد اس کے فرزند نور الدین محمود نے اپنے ہاتھ سے اس کی انگوٹھی اتار لی اور اسے لے کر حلب پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

سیف الدین غازی حاکم موصل: موصل میں ملک الپ ارسلان ابن سلطان محمود نے حاکم بننے کا دعویٰ کیا فوج کی ایک بڑی تعداد نے اس کی حمایت کی۔ اس نے موصل کا خود مختار بادشاہ بننا چاہا۔ اس اثناء میں جمال الدین محمد بن علی بن متولی الدیوان اور صلاح الدین بن محمد الباغیسانی حاجب کے درمیان اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ سلطنت کو اصلی مالک

کے لیے محفوظ رکھیں گے اس لیے وہ امرائے سلطنت سے یہ معاہدہ کرتے رہے کہ وہ سیف الدین غازی بن اتابک زنگی کو حاکم تسلیم کریں۔ اس مقصد کے لیے وہ گردونواح کے امراء کو موصل بھیجتے رہے۔

ان دونوں ارکان سلطنت نے الپ ارسلان کو سمجھایا کہ وہ لذت کوشی اور عیش وعشرت میں مشغول رہے چنانچہ وہ اسی قسم کی زندگی بسر کرتا رہا۔

الپ ارسلان کی گرفتاری: اس وقت سیف الدین غازی شہر شہرزور میں تھا جو اس کی جاگیر تھا۔ اس نے زین الدین علی کوجک کو جو موصل میں قلعہ کا نائب حاکم تھا بلوایا تھا تا کہ وہ اس کے پاس رہے۔

ادھر شہزادہ الپ ارسلان سنجار کی طرف روانہ ہوا۔ حاجب اور اس کا دوست بھی اس کے ساتھ تھے۔ انہوں نے وہاں کے حاکم کو پوشیدہ طور پر یہ ہدایت کی کہ وہ الپ ارسلان سے تاخیر کی معذرت کرے تا کہ وہ موصل پر قبضہ کر سکے جب وہ موصل کی طرف روانہ ہوئے تو وہ سنجار کے شہر کے پاس سے گذرے۔ وہ لشکر کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے الپ ارسلان کو مشورہ دیا کہ وہ دریائے دجلہ کو مشرق کی سمت سے عبور کرے۔

پھر انہوں نے سیف الدین غازی کو اس کا واقعہ بتایا اور اس بات سے بھی مطلع کیا کہ اس کے پاس فوج کم ہے اس لیے سیف الدین غازی نے اپنی فوج کو بھیج کر اسے گرفتار کر لیا اور اسے قلعہ موصل میں مقید کر دیا۔

اب سیف الدین غازی موصل اور الجزیرہ کا حاکم تھا اور اس کا بھائی نورالدین محمود حلب کا حاکم ہو گیا تھا۔ صلاح الدین باغیسانی بھی اس کے پاس پہنچ گیا تھا اور وہ اس کی سلطنت کا انتظام کرتا رہا۔

اہل رہا کی بغاوت: اتابک زنگی کی شہادت کے بعد رہا (اڈیسا) پر فرنگی حاکم جوسکین نے قبضہ کر لیا۔ جوسکین اپنے مقبوضہ علاقہ تل باشر میں مقیم تھا اس نے رہا کے باشندوں سے خط وکتابت کی۔ وہاں عام طور پر ارمنی آباد تھے اس لیے اس نے انہیں مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر بھڑکایا تا کہ وہ شہر ان کے حوالے کر دیں چنانچہ انہوں نے اس کی بات مان لی اور اس سے انہوں نے ایک مقررہ دن کا وعدہ کیا چنانچہ اس معین دن کو وہ اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچا اور شہر پر قبضہ کر لیا مگر قلعہ محفوظ رہا۔

بغاوت کی سرکوبی: جب نورالدین محمود کے پاس یہ خبر حلب پہنچی تو اس نے تیزی کے ساتھ اس طرف پیش قدمی کی جب وہ پہنچا تو (فرنگی حاکم) جوسکین اپنے شہر جا چکا تھا تاہم نورالدین نے شہر کو لوٹا اور اس کے باشندوں کو قیدی بنا لیا۔ پھر وہ کوچ کر گیا۔

سیف الدین غازی نے بھی (اس کی مدد کے لیے) فوجیں بھیجیں مگر وہ راستے ہی میں تھیں کہ انہیں نورالدین کے کارنامے کا علم ہوا تو وہ واپس چلی گئیں۔ یہ واقعہ ۵۴۱ھ میں ہوا۔

فتح بعلبک: اتابک زنگی کی شہادت کے بعد حاکم دمشق نے بعلبک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا وہاں اتابک کا نائب نجم الدین ایوب بن شادی حکومت کرتا تھا چونکہ فوجی کمک پہنچنے میں تاخیر ہوئی اس لیے اس نے حاکم دمشق سے صلح کر لی اور

بعلبک کا شہر اس کے سپرد کردیا۔ اس کے بدلے میں اسے جاگیر اور مال و دولت ملی اور دمشق کے علاقے کے دس دیہات بھی ملے چنانچہ وہ خود بھی حاکم دمشق کے ساتھ دمشق منتقل ہوگیا اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

فرنگیوں سے جہاد: ۵۴۲ھ میں نور الدین محمود حلب سے جہاد کے لیے فرنگیوں کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ان کے شہر ارتاح کو فتح کرلیا اور دوسرے قلعوں کا محاصرہ کیا زنگی کی شہادت کے بعد فرنگیوں کا یہ خیال تھا کہ وہ اپنے چھینے ہوئے علاقے واپس لیں گے مگر اب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا اندازہ غلط تھا۔

غازی کی تباہ کاری: اسی طرح ماردین اور کیفا کے حاکموں کو بھی یہ توقع تھی کہ وہ بھی اپنے علاقے واپس لے سکیں گے۔ مگر جب سیف الدین غازی کی حکومت آئی تو وہ دیار بکر کی عملداری میں گھس گیا اور اس نے دارا اور دوسرے مقامات فتح کرلیے آگے بڑھ کر اس نے ماردین کا محاصرہ کرلیا اور اس کے گرد و نواح کو اس قدر تباہ کیا کہ وہاں کے حاکم حسام الدین تمرتاش کو اس کے مقابلے میں اتابک زنگی کی تباہ کاری ہیچ معلوم ہوئی حالانکہ وہ اس کا دشمن تھا بہر حال ان تباہ کاریوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے سیف الدین غازی سے صلح کرلی اور اپنی بیٹی کا اس کے ساتھ نکاح کردیا مگر وہ رخصتی سے پہلے موصل چلا گیا۔ اس کے بعد وہ بیمار ہوکر رخصتی سے پہلے فوت ہوگیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے بھائی قطب الدین نے اس لڑکی کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا۔

فرنگیوں کا محاصرۂ دمشق: ہم نے پہلے دقاق بن تتش کے موالی بوطغرکین کے حالات میں یہ بیان کیا تھا کہ یورپ کے ملک جرمنی کا بادشاہ ۵۴۳ھ میں شام پہنچا تھا اور اس نے (صلیبی) فرنگی فوجوں کو لے کر دمشق کا محاصرہ کیا تھا اس وقت وہاں کا حاکم مجیر الدین بن ارتق تھا جو معین الدین انز مولیٰ (جو اس کے دادا طغرکین کا غلام تھا) کے زیر تربیت تھا۔

مسلمانوں کا متحدہ مقابلہ: معین الدین نے سیف الدین غازی حاکم موصل کو پیغام بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو فوجی امداد دے لہٰذا غازی نے لشکر تیار کرکے شام کی طرف فوج کشی کی۔ اس نے اپنے بھائی نور الدین کو بھی حلب سے بلوا لیا تھا ان لوگوں نے حمص میں قیام کیا اور فرنگی فوجوں کو محاصرہ سے روکنے گئے چنانچہ دمشق کے مسلمانوں کو ان فوجوں کے آنے سے تقویت پہنچی۔

معین الدین نے شام میں بسنے والی فرنگی فوج اور نو وارد جرمن فوج کو الگ الگ پیغام بھیجنے شروع کیے اور دونوں فوجوں میں نااتفاقی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے شام کی فرنگی فوجوں کے لیے قلعہ بانیاس دینے کی پیش کش کی بشرطیکہ وہ وہاں سے کوچ کر جائیں۔ آخر کار اس کی سیاسی چالیں کامیاب ہوگئیں اور جرمنی کا بادشاہ دمشق سے چلا گیا اور قسطنطنیہ سے آگے شمالی سمت میں اپنے ملک لوٹ گیا۔ سیف الدین غازی اور اس کے بھائی نے مسلمانوں کی حمایت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

فرنگی بادشاہوں کی آمد: جب جرمنی کا بادشاہ شام پہنچا تھا تو اس کے ساتھ ہسپانیہ کے عیسائی بادشاہ (جو طلایطلہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا) ادفونش کا فرزند بھی تھا۔ اس کے دادا نے مسلمانوں سے طرابلس الشام کا شہر چھینا تھا جبکہ

(صلیبی) فرنگی شام پہنچے تھے۔

اب اس کا پوتا جرمنی کے بادشاہ کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے قلعہ العریمہ کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس نے طرابلس الشام کو فرنگی حاکم القمص سے چھیننے کی کوشش کی۔ اس لیے اس نے نور الدین محمود اور معین الدین انز کو پیغام بھیجا۔ یہ دونوں جرمن بادشاہ کے چلے جانے کے بعد بعلبک کے شہر میں اکٹھے ہوئے تھے۔

فرنگی بادشاہوں کے خلاف جہاد: اس نے ان دونوں مسلمان حاکموں کو ہسپانیہ کے بادشاہ اذفونش کے فرزند کے خلاف بھڑکایا اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ العریمہ کا قلعہ اس کے قبضے سے چھڑا لیں لہٰذا یہ دونوں حکام ۵۴۳ھ میں فوج لے کر روانہ ہوئے۔ اس نے سیف الدین غازی کو بھی اسی قسم کا پیغام بھیجا وہ حمص میں تھا۔ اس نے ان دونوں مسلمان حاکموں کی مدد کے لیے جزیرۂ ابن عمر کے حاکم عز الدین ابوبکر الدبیسی کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا۔

فرنگی شہزادہ کی گرفتاری: انہوں نے العریمہ کے قلعہ کا چند دنوں تک محاصرہ کیا۔ پھر اس کی فصیل کو توڑ کر قلعہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں جو فرنگی باشندے تھے انہیں قید کر لیا۔ اس میں اذفونش کا شہزادہ بھی شامل تھا۔ اس کے بعد سیف الدین کا لشکر واپس چلا گیا۔

صلیب پرستوں کو شکست: پھر نور الدین زنگی کو یہ اطلاع ملی کہ فرنگی فوج شام کے مقام یغو میں اکٹھی ہو رہی ہے تاکہ وہ حلب کے علاقہ پر حملہ کرے لہٰذا وہ وہاں گیا اور انہیں شکست دے کر ان کا کام تمام کیا اور باقی لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ اس نے وہاں کے مال غنیمت اور قیدیوں کو اپنے بھائی سیف الدین غازی اور خلیفہ مقتفی میں بھی تقسیم کیا۔

سیف الدین غازی کی وفات: سیف الدین غازی حاکم موصل نے ۵۴۴ھ کے درمیانی عرصہ میں وفات پائی اس نے تین سال دو مہینے تک حکومت کی اس کا صرف ایک صغیر سن فرزند تھا جو اپنے چچا نور الدین محمود کے پاس پرورش پاتا رہا اور نوعمری ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ اس طرح غازی کی نسل منقطع ہو گئی۔

سیف الدین غازی کی سیرت: سیف الدین غازی بہت فیاض اور بہادر حکمران تھا اس کا دستر خوان بہت وسیع تھا وہ صبح و شام (غریبوں کو) کھانا کھلاتا تھا اور ہر دفعہ (کھانے کے موقع پر) ایک سو بکریاں ذبح کی جاتی تھیں۔

وہ پہلا حاکم تھا جو اپنے سر پر علم بلند کرتا تھا اس نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ تلواریں گلے میں لٹکانے کے بجائے پٹکے پر لٹکائی جائیں۔

اس نے فقہاء اور علماء کے لیے مدارس تعمیر کرائے اور غریبوں کے لیے محتاج خانے تعمیر کرائے۔

جب مشہور شاعر حیص بیص نے اس کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا تو اس نے خلعت وغیرہ کے علاوہ ایک ہزار مثقال انعام میں دیا۔

قطب الدین کی تخت نشینی: جب سیف الدین غازی فوت ہوا تو وزیر جمال الدین اور سپہ سالار زین الدین علی

نے بہت مستعدی دکھائی وہ اس کے بھائی قطب الدین کو لے کر آئے اور فوراً اسے بادشاہ بنا کر اس کی جانشینی کا اعلان کیا اور اس کی اطاعت کا حلف اٹھایا پھر وہ پایہ تخت پہنچا۔ اس وقت زین الدین اس کا امر کاب تھا۔ یہاں لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور موصل والجزیرہ میں اس کے بھائی کی عملداری میں رہنے والے سب باشندوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔

قطب الدین نے خاتون بنت حسام الدین تمرتاش حاکم ماردین سے نکاح کیا۔ اس لڑکی سے اس کے بھائی (سیف الدین غازی) کا نکاح ہو چکا تھا مگر وہ رخصتی سے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ اس خاتون کے بطن سے قطب الدین کی تمام اولاد پیدا ہوئی۔

نور الدین کا سنجار پر قبضہ: قطب الدین مودود موصل کا بادشاہ ہو گیا اس کا بھائی نور الدین محمود شام میں تھا وہ اس کا بڑا بھائی تھا۔ حلب اور حماۃ اس کے ماتحت تھے لہٰذا اس کے بھائی غازی کے مرنے کے بعد امراء کی ایک بڑی جماعت نے اس کے ساتھ خط و کتابت کی۔ انہی امراء میں سنجار کا نائب حاکم عبد الملک بھی شامل تھا اس نے بھی (اطاعت قبول کرنے کے بارے میں) خط و کتابت کی تھی۔ لہٰذا وہ اپنے امراء میں سے ستر شہسواروں کو لے کر جلد اس کی طرف روانہ ہوا اور اپنے ساتھیوں سے پہلے بارش والے دن شہر میں داخل ہو گیا۔ لوگوں نے اسے نہیں پہچانا صرف اتنا سمجھ سکے کہ وہ ترکمانی فوج کا سردار ہے پھر وہ کوتوال کے گھر پہنچا اس نے دست بوسی کر کے اطاعت قبول کی۔ پھر اس کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے اور وہ سب مل کر سنجار کی طرف روانہ ہوئے مگر اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے اس کے ساتھی پھر پیچھے رہ گئے اور وہ صرف دو سواروں کے ساتھ سنجار پہنچا اور شہر کے باہر قیام کیا اور نائب حاکم کو بلا بھیجا۔ وہ موصل کی طرف روانہ ہوا تھا اور قلعہ پر اپنے فرزند شمس الدین محمد کو چھوڑ گیا تھا اس نے اپنے والد کو بلوانے بھیجا تو وہ راستے سے لوٹ آیا۔ یہاں آ کر اس نے سنجار کو نور الدین محمود کے حوالے کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا۔

اس نے کیفا کے حاکم فخر الدین قرہ ارسلان کو باہمی محبت کی بنا پر بلوا بھیجا۔ وہ اپنی فوجوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔

سلطنت کی تقسیم کا فیصلہ: اتنے میں سنجار پر قبضہ کی خبر حاکم موصل قطب الدین اور اس کے وزیر جمال الدین اور سپہ سالار زین الدین کو بھی مل گئی تو وہ سب لشکر لے کر نور الدین محمود سے جنگ کرنے کے لیے سنجار کی طرف روانہ ہوئے وہ تل اعفر تک پہنچ چکے تھے پھر انہوں نے اس سے جنگ کرنے سے گریز کیا۔ وزیر جمال الدین نے انہیں مصالحت کرنے کا مشورہ دیا اور وہ صلح کرنے کے لیے بذات خود گیا اور سنجار اپنے بھائی قطب الدین کو لوٹا دیا۔ اس کے بدلے میں اس کے بھائی نے شہر حمص الرحبہ اور شام کا علاقہ (بڑے بھائی) کو دے دیا۔ اس طرح نور الدین محمود شام کا واحد حاکم ہو گیا اور اس کا بھائی قطب الدین الجزیرہ کے تمام علاقے کا واحد خود مختار حاکم تسلیم کیا گیا اور اس معاہدہ پر دونوں نے اتفاق کر لیا۔ اس کے بعد نور الدین سنجار میں اپنے والد کے ذخیرہ کو لے کر حلب واپس چلا گیا۔

عہدِ نورالدین کے مشہور واقعات

انطاکیہ کے فرنگی حاکم کا قتل: نورالدین نے ۵۴۴ھ میں انطاکیہ پر حملہ کیا اور اس کے بہت سے قلعوں کو تباہ و برباد کر دیا جب وہ بعض قلعوں کا محاصرہ کر رہا تھا تو فرنگی فوجوں نے جمع ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ نورالدین نے ان کا مقابلہ کیا اور اس موقع پر دلیرانہ کارنامے انجام دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی (صلیب پرستوں) کو شکست ہوئی اور انطاکیہ کا حاکم برنس مارا گیا۔ وہ بہت سرکش حاکم تھا۔

اس کے بعد اس کا نابالغ بیٹا سمند حاکم بنایا گیا اس کی والدہ نے ایک دوسرے برنس ثانی سے نکاح کر لیا تاکہ وہ اس کے بچے کی نگرانی کر سکے اور ملک کا انتظام چلا سکے۔

نورالدین نے اس پر بھی حملہ کیا اور جنگ میں اس کو شکست دی اور برنس ثانی بھی قیدی بنا لیا گیا۔ اس طرح نابالغ سمند کو حکومت کرنے کا موقع مل گیا۔

فتح افامیا: پھر نورالدین ۵۴۵ھ میں قلعہ افامیا کی طرف گیا جو شیزر اور حماۃ کے درمیان تھا اور بہترین قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ نورالدین نے اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور اس میں محافظ فوجیں مقرر کیں اور ان کے لیے ہتھیاروں اور خوراک وغیرہ کا ذخیرہ جمع کر لیا۔

فرنگیوں سے صلح: ابھی وہ اس کام سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ وہ فرنگی جو شام میں تھے اکٹھے ہو کر مقابلہ کے لیے تیار ہوئے مگر جب انہیں (اس کی فتوحات کی) خبر ملی تو وہ مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور مصالحت کے لیے آمادہ ہوئے چنانچہ نورالدین نے ان سے صلح کر لی۔

فرنگی قلعوں کی طرف پیش قدمی: اس کے بعد نورالدین فوج تیار کر کے فرنگیوں کے سرغنہ کے قلعوں کی طرف مجاہدانہ حملے کرنے کے لیے روانہ ہوا وہ حلب کے شمال میں تل باشر، عنتاب اور عزاز وغیرہ قلعوں کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ان کے فرنگی حاکم جوسکین نے بھی فوجیں جمع کر کے اس کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمائش میں ڈالا اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور کافی تعداد میں مسلمان قیدی بنائے گئے۔

جوسکین کی گرفتاری: (اس شکست پر جوسکین بہت خوش ہوا اور) اس نے ملک مسعود بن قلیج ارسلان کو پیغام بھیجا جس میں نورالدین کو شکست پر اس کی شرم دلائی گئی تھی کیونکہ وہ اس کا داماد تھا اس کا یہ پیغام اس کو بہت ناگوار گذرا اس لیے اس نے جوسکین کو گرفتار کرنے کی تدبیر سوچی اس نے اپنے گرد و نواح کے ترکمانی قبائل کو مال خرچ کر کے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسے گرفتار کرنے کی کوشش کریں چنانچہ انہوں نے کوشش کی اور ان میں سے کچھ لوگ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے اس نے مال حاصل کر کے چھوڑنا چاہا مگر حلب کے ایک حاکم ابوبکر الرامہ نے ایک لشکر بھیجا جو اس قبیلہ سے نہیں تھا وہ لشکر جوسکین کو مقید کر کے حلب لے آیا۔

شام کے قلعوں کی تسخیر: نورالدین نے اس کے بعد مندرجہ ذیل قلعوں کو فتح کر لیا:

(۱) تل باشر (۲) عنتاب (۳) عزاز (۴) تل خالد (۵) فورص (۶) داونذار (۷) مرج الرصاص (۸) قلعہ البناوہ (۹) کفرشود (۱۰) کفرلاث (۱۱) دلوکا (۱۲) مرعش (۱۳) نہرالجوز۔

اس نے ان قلعوں میں خوراک کا ذخیرہ جمع کیا۔ فرنگیوں نے لشکرکشی کی تاکہ وہ اس کا مقابلہ کریں چنانچہ قلعہ جلاک پران سے جنگ ہوئی اس میں فرنگیوں کو شکست ہوئی مسلمانوں نے انہیں قتل کیا اور جو بچ گئے انہیں قید کر لیا۔ پھر نورالدین نے دلوکا کا قلعہ فتح کر لیا' البتہ تل باشر فتح نہیں ہوسکا' وہ اس وقت فتح ہوا جب نورالدین نے دمشق کو فتح کر لیا تھا اس سے وہاں کے لوگوں نے پناہ طلب کی تو اس نے ان کے پاس حسان المنجی کو بھیجا۔ انہوں نے قلعہ اس کے حوالے کیا پھر اس قلعہ کو مستحکم کیا گیا۔ یہ واقعہ ۵۴۹ھ میں ہوا۔

فتح دمشق کا ارادہ: صلیبی فرنگیوں نے ۵۴۸ھ میں عسقلان کے شہر کو فاطمی خلفاء کے قبضہ سے چھین لیا تھا۔ ان دونوں حکومتوں کی راہ میں نورالدین کے لیے دمشق حائل تھا اس لیے اس کا فتح کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ عسقلان فتح کرنے کے بعد فرنگیوں نے دمشق پر بھی دست درازی شروع کر دی تھی اور اہل دمشق پر جزیہ وخراج مقرر کر دیا تھا اور ان سے یہ معاہدہ بھی کیا تھا کہ وہ ان قیدیوں کو جو ان کے قبضے میں ہیں اپنے وطن جانے کا اختیار دیں ان دنوں دمشق کا حاکم مجیدالدین انز بن محمد تھا جو اتابک طغرکین کا پوتا تھا وہ بہت کمزور طبیعت کا انسان تھا اس لیے نورالدین کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں فرنگی دمشق کو فتح نہ کر لیں۔ مجیدالدین اکثر اپنے ہمسایہ حکام سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا اور وہ فرنگیوں سے امداد طلب کرتے تھے۔ یوں وہاں غلبہ حاصل کرتے تھے۔ اس لیے وہ دمشق کے سیاسی حالات پر بہت غور وخوض کرتا رہا۔

سیاسی جوڑ توڑ: آخرکار بہت غور وفکر کے بعد اس نے مجیدالدین سے تعلقات بڑھانے شروع کیے یہاں تک کہ دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات مضبوط ومستحکم ہو گئے۔ اس کے بعد اس نے اس کے ارکان سلطنت کے بارے میں مداخلت شروع کی اور ان پر یہ الزام لگانے لگا کہ وہ اس سے خط وکتابت کرتے ہیں اس طرح اس نے ایک کو دوسرے کے خلاف لڑوانا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم دمشق کے ارکان سلطنت ختم ہو گئے اور اس کے امراء میں سے خادم عطاء بن حفاظ کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا۔ وہی اس وقت سلطنت کا سربراہ تھا۔ وہ نورالدین کے لیے پریشانی کا سبب بنا رہا اور اس کی وجہ سے وہ دمشق کو فتح کرنے کا منصوبہ مکمل نہیں کر سکا تھا اس لیے اس نے مجیدالدین کو اس کے خلاف ورغلایا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کو الگ کر کے قتل کر دیا۔

اس قسم کے انتشار کی بدولت دمشق اپنے محافظوں سے خالی ہو گیا اس وقت نورالدین نے علانیہ مجیدالدولہ کے خلاف اپنی دشمنی کا اظہار کیا اور اس پر دست درازی شروع کی۔ اس نے فرنگیوں سے فوجی کمک طلب کی۔ اس کے بدلے اس نے مال ودولت دینے اور بعلبک کا علاقہ ان کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ فرنگی اپنی فوجیں اکٹھی کر کے اس مقصد کے لیے تیار ہو گئے۔

دمشق میں بغاوت: سلطان نورالدین ۵۴۹ھ میں دمشق روانہ ہوا۔ اس نے دمشق کے نوجوانوں سے خط وکتابت کر

کے انہیں کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا اس لیے جب سلطان نور الدین وہاں پہنچا تو نوجوانوں نے مجیر الدین کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا اور وہ قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔

فتح دمشق: سلطان نور الدین نے دمشق فتح کر لیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اس نے مجیر الدین کو جاگیریں دینے کا وعدہ کیا جن میں حمص کا شہر بھی شامل تھا چنانچہ مجیر الدین وہاں چلا گیا اور سلطان نور الدین نے قلعہ بھی فتح کر لیا۔

سلطان نور الدین نے بعد میں اسے حمص کے بجائے بالس کا علاقہ دینا چاہا۔ مگر وہ اس پر رضامند نہیں ہوا اور بغداد چلا گیا۔ وہاں اس نے گھر تعمیر کیا اور وہیں رہنے لگا یہاں تک کہ اس نے وہیں وفات پائی۔

دیگر قلعوں کی تسخیر: جب سلطان نور الدین دمشق کی فتح سے فارغ ہوا تو حلب کے شمال میں جو فرنگی فوجیں تل باشر میں تھیں۔ انہوں نے پناہ طلب کی اور اسے اپنا قلعہ حوالے کر دیا۔ چنانچہ سلطان نور الدین کے ایک بڑے امیر حسان المنجبی نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

پھر وہ ۵۵۱ھ میں انطاکیہ کے قریب قلعہ بہرام کی طرف آیا یہ قلعہ انطاکیہ کے فرنگی حاکم سمند کے ماتحت تھا اس نے اس کا محاصرہ کیا تو فرنگی فوجیں اس کی مدافعت کے لیے کمربستہ ہو گئیں پھر انہوں نے اس کا مقابلہ کرنے کا ارادہ تبدیل کر لیا اور سلطان نور الدین سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ (فرنگی) قلعہ حارم نصف علاقہ اسے دیں گے چنانچہ اس نے ان سے صلح کر لی اور واپس چلا گیا۔

قلعہ شیزر کی تاریخ: شیزر کا قلعہ شہر حماۃ سے نصف مرحلہ کے فاصلے پر ایک اونچے پہاڑ پر قائم ہے۔ وہاں تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اس پر بنو منقذ کنانیوں کی حکومت تھی جو صالح بن مرداس حاکم حلب کے زمانے میں ۴۲۰ھ سے اس قلعہ کے موروثی حاکم چلے آ رہے تھے۔

شیزر کے حکام: ابو الحسن بن نصیر بن منقذ کے بعد اس کا فرزند مرہب نصر بن علی حاکم ہوا جب ۴۹۰ھ میں وہ فوت ہونے لگا تو اس نے ابو سلم بن مرشد کو جو اس کا بھائی تھا' حاکم مقرر کیا وہ علم قرأت اور ادب کا بہت بڑا عالم تھا سلطان بن علی نے اپنے بھائی مرشد کو حاکم مقرر کیا دونوں بھائیوں میں اس قدر اتحاد و اتفاق تھا جو کسی دو افراد میں نہیں ہو سکتا تھا۔ مرشد کے بہت سے فرزند نرینہ ہوئے جو بڑے ہو کر سردار بنے ان میں سے عز الدولہ ابو الحسن علی' مؤید الدولہ اسامہ اور اس کا فرزند علی بن اسامہ (زیادہ مشہور) ہیں ان کی اپنے چچا زاد بھائیوں سے رقابت ہوئی اور باہمی شکایت ہونے لگی مگر مرشد اور اس کے بھائی میں بے حد اتفاق و اتحاد کی بدولت ان میں نااتفاقی نہیں ہوئی۔

جب مرشد ۵۳۱ھ میں فوت ہو گیا تو اس کے بھائی سلطان نے اس کی اولاد سے بدسلوکی کی اور انہیں قلعہ شیزر سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ منتشر ہو گئے ان میں سے کچھ سلطان نور الدین کے پاس بھی پہنچے۔ اسے ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ تاہم وہ فرنگیوں سے جنگ کرنے میں مشغول تھا (اس لیے وہ ان کے لیے کچھ نہیں کر سکا)۔

جب سلطان بھی فوت ہو گیا اور قلعہ کی حکومت اس کی اولاد کے حصے میں آئی تو انہوں نے (صلیبی) فرنگیوں سے

خط و کتابت شروع کر دی۔ ان کی اس حرکت پر سلطان نور الدین بہت ناراض ہوا۔

شام کے زلزلے: پھر شام میں زبردست زلزلے آئے جن کی وجہ سے شام کے اکثر شہر تباہ و برباد ہو گئے۔ بالخصوص حماۃ، حمص، کفر طاب، المعرۃ، افامیہ، حصن الاکراد، عرقہ، لاذقیہ، طرابلس اور انطاکیہ کے شہروں کی عمارتیں تمام کی تمام گر گئیں اور منہدم ہو گئیں۔ زلزلے کا یہ حادثہ ۵۵۲ھ میں رونما ہوا۔

شام کے وہ شہر جن کی عمارتوں کا کچھ حصہ گر گیا تھا اور ان کی فصیلیں منہدم ہو گئی تھیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان فصیلوں کے گرنے سے سلطان نور الدین کو فرنگیوں کے حملوں کا اندیشہ ہوا اس لیے وہ اپنی فوجوں کو لے کر تمام شہروں کے چاروں طرف گھوما اور جن شہروں کی فصیلیں ٹوٹ گئی تھیں ان کی مرمت کرائی۔

قلعہ شیزر کی تسخیر: ''انہی زلزلوں کے ایام میں شیزر قلعہ کے امراء حاکم شیزر کی ایک دعوت میں جمع تھے کہ اچانک زلزلہ آیا، وہ سب اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قلعہ کی دیواریں ان پر گر پڑیں اور قلعہ شیزر کے حکام میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ اس کے قریب ہی سلطان نور الدین کا ایک حاکم تھا جو فوراً وہاں چڑھا اور سلطان نور الدین کے نام اس پر قبضہ کیا پھر اس نے اس قلعہ کی فصیلوں کی مرمت کروائی اور اس کی عمارتوں کی از سر نو تعمیر کرائی۔ چنانچہ یہ قلعہ اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آیا۔'' یہ سب ابن الاثیر کا بیان ہے۔

شیزر کے بارے میں ابن خلکان کا بیان: ابن خلکان (مولف وفیات الاعیان ہے جو مشاہیر مسلمانوں کا مشہور تذکرہ ہے) کا بیان یہ ہے:

''۴۷۴ھ میں بنو منقذ نے رومیوں کے قبضہ سے قلعہ شیزر کو حاصل کیا جس نے اسے فتح کیا تھا وہ علی بن منقذ بن نصر بن سعد تھا۔ اس نے اس قلعہ کا حال بغداد لکھ کر بھیجا تھا۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے:

حاکم شیزر کا خط

قلعہ شیزر کا حال: ''میں یہ خط قلعہ شیزر سے لکھ رہا ہوں۔ اللہ اس کی حفاظت فرمائے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عظیم اور مستحکم قلعہ کو فتح کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے جو اس سے پہلے کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہوئی۔ اگر اس کی اصل حقیقت جاننے کی کوشش کی جائے تو یہ پتہ چلے گا کہ میں اس دست کا شیر ببر ہوں اور جنات اور سرکش مخلوق کے لیے حضرت سلیمان کی مانند ہوں۔ میں شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کرا سکتا ہوں اور چاند کو اس کے مقام سے نیچے اتار سکتا ہوں۔ میں ستاروں کا باپ ہوں اور میں ہی سب کچھ جانتا ہوں۔

جب میں نے اس قلعہ کی طرف نگاہ ڈالی تو مجھے حیرت انگیز باتیں نظر آئیں۔ اس قلعہ میں تین ہزار افراد کی مع اہل و عیال، ساز و سامان اور اموال کے ساتھ آباد ہونے کی گنجائش ہے اس میں کوئی انسان پانچ عورتیں اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔

میں نے اس کے اور قلعہ روم کے درمیان ایک ٹیلے کا انتخاب کیا جو حواص کے نام سے مشہور ہے۔ اس ٹیلہ کو بھی قلعہ کہا جاتا تھا میں نے اس قلعہ کو آباد کیا اور اپنے اہل و عیال اور خاندان کو اس میں بسایا۔ میں نے بزور شمشیر اسے رومیوں سے

چھینا اور تیزی کے ساتھ اس پر قبضہ کرلیا۔ اس کے باوجود میں نے یہاں کے رہنے والے رومیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کے ساتھ عزت واحترام کا رویہ اختیار کیا۔ میں نے ان رومیوں کو اپنے اہل وعیال اور خاندان میں شامل کرلیا تھا۔ ان کے سور میری بکریوں کے ریوڑوں کے ساتھ پرورش پاتے تھے اور اذان کی آواز کے ساتھ ساتھ ان کے ناقوس بھی بجتے تھے۔

جب شیزر کے اصلی باشندوں نے میرا یہ رویہ دیکھا تو وہ مجھ سے بیحد مانوس ہوگئے اور تقریباً ان کی نصف آبادی میرے پاس پہنچ گئی۔ میں نے بھی ان کی عزت واحترام میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔

جب مسلم بن قریش عقیلی ان کے پاس پہنچا تو اس نے اہل شیزر میں سے تقریباً بیس ہزار افراد مارڈالے۔ جب مسلم بن قریش ان کے پاس سے چلا گیا تو انہوں نے قلعہ میرے حوالے کردیا۔''

یہاں پر علی بن منقذ کا خط ختم ہوجاتا ہے۔

دونوں روایات میں اختلاف: ابن خلکان اور ابن الاثیر کے بیانات میں تقریباً پچاس سال کا فرق نظر آتا ہے تاہم ابن الاثیر کا بیان زیادہ صحیح ہے کیونکہ (صلیبی) فرنگیوں نے پانچویں صدی کے شروع میں شام کے کسی علاقے کو فتح نہیں کیا تھا۔

دیگر حالات

فتح بعلبک: بعلبک کا شہر ضحاک البقاعی کے ماتحت تھا (بقاعی کی نسبت بقاعہ سے ہے۔ اب یہ شہر حاکم دمشق کے ماتحت ہے۔ جب سلطان نورالدین نے دمشق فتح کیا تو ضحاک نے بعلبک پر اپنا تسلط برقرار رکھا۔ سلطان نورالدین فرنگیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہیں کرسکا۔ تاہم ۵۵۲ھ میں سلطان نورالدین نے اسے حکومت سے برطرف کرکے بعلبک کو فتح کرلیا۔

بھائی کی بغاوت: ۵۵۴ھ میں سلطان نورالدین حلب میں مقیم تھا اور اس کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی امیر امیران بھی تھا۔ اسی اثناء میں نورالدین قلعہ میں بیمار ہوا اور اس کا مرض خطرناک ہوگیا تو اس کے چھوٹے بھائی نے فوج جمع کرکے قلعہ حلب کا محاصرہ کرلیا۔ سلطان نورالدین کا سب سے بڑا حاکم شیرکوہ ابن شادی حمص کا حاکم تھا۔ جب اس کو بغاوت کی خبر ملی تو وہ دمشق کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ دمشق پر قبضہ کرلے اس کا حاکم اس کا بھائی نجم الدین ایوب (والد سلطان صلاح الدین) تھا۔ اس نے اپنے بھائی کی یہ حرکت پسند نہیں کی۔ اور اسے حکم دیا کہ وہ حلب جاکر سلطان نورالدین کی موت وزیست کے بارے میں یقینی اطلاع حاصل کرلے۔

بغاوت کا انسداد: چنانچہ وہ تیز رفتاری کے ساتھ حلب پہنچا اور قلعہ پر چڑھ کر وہاں کی چھت سے سلطان نورالدین کو (زندہ حالت میں) عوام کے سامنے نمودار کیا۔ اسے دیکھ کر لوگ اس کے بھائی امیر امیران سے الگ ہوگئے۔ اب اس کا

بھائی حران گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

جب نور الدین تندرست ہوا تو اس نے اپنے بھائی سے حران کا علاقہ چھین کر اسے اپنے بھائی قطب الدین حاکم موصل کے نائب زین الدین علی کچک کے حوالے کر دیا اور پھر وہ رقہ کی طرف گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

سلیمان شاہ کا حال: سلیمان شاہ ابن سلطان محمد بن ملک شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس خراسان کے پاس رہتا تھا۔ اس نے اسے اپنا ولی عہد بنا لیا تھا اور خراسان کی مساجد کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا جب ۵۴۸ھ میں سلطان سنجر دشمن کے ہاتھوں مقید ہو گیا اور سلیمان شاہ کے خلاف دشمن کی فوجیں برسر پیکار ہوئیں تو وہ دشمن کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکا۔ اس لیے وہ خوارزم شاہ کے پاس بھاگ گیا اور (تعلقات مستحکم کرنے کے لیے) اپنی بھتیجی کا اس سے نکاح کر دیا مگر خوارزم شاہ کو بعض اطلاعات ایسی موصول ہوئیں جن کی وجہ سے سلیمان شاہ کی شخصیت مشتبہ ہو گئی اس لیے اسے خوارزم سے نکال دیا گیا۔

سلیمان شاہ کی بے بسی: پھر سلیمان شاہ وہاں سے اصفہان آیا مگر کوتوال شہر نے اسے داخل ہونے کی اجازت نہیں دی اس لیے وہ قاشان کی طرف روانہ ہوا تو اس کے بھائی محمود کے فرزند محمد شاہ نے ایک لشکر بھیج کر اسے داخل ہونے سے روک دیا۔ اس لیے وہ خراسان روانہ ہوا۔ مگر جب ملک شاہ نے اسے وہاں بھی آنے نہیں دیا اس لیے اس نے نجف کا قصد کیا اور[1]...... میں مقیم ہوا اور خلیفہ المستظہر (؟) کے پاس پیغام بھجوایا اور اپنے اہل و عیال کو اظہار اطاعت کے لیے یرغمال کے طور پر بھجوایا اور بغداد آنے کی اجازت طلب کی۔

خلیفہ کا استقبال: خلیفہ نے اس کی تعظیم و تکریم کی[2] اور اسے آنے کی اجازت دے دی۔ وزیر ابن ہبیرہ کا فرزند اسے جلوس کی شکل میں لانے کے لیے اس کے پاس پہنچا۔ اس جلوس میں قاضی القضاۃ بھی شریک تھے چنانچہ وہ دونوں اس حالت میں بغداد پہنچے اور ۵۵۰ھ کے آخر میں سلیمان شاہ کو خلعت عطا کیا گیا۔

خلیفہ کی طرف سے فوجی امداد: چند دنوں کے بعد سلیمان شاہ کو محل میں حاضر کیا گیا اور قاضی القضاۃ اور ارکان سلطنت کے سامنے اس نے اطاعت کا حلف اٹھایا۔ اس کے بعد بغداد کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اس کے والد کے القاب عطا کیے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ اسے تین ہزار سوار دیئے جائیں چنانچہ وہ انہیں لے کر ماہ ربیع

---

[1] یہاں بھی بیاض ہے۔ تاریخ الکامل میں مذکور ہے "وہ بندنیجین کے مقام پر مقیم ہوا اور اس نے خلیفہ المقتفی کے پاس ایک قاصد بھیجا جس کے ذریعے اس نے خلیفہ کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۴۸) (مترجم)

[2] یہاں عبارت نامکمل ہے۔ تاریخ الکامل میں ہے "خلیفہ نے اس کی بیوی اور اس کے ساتھ آنے والوں کی عزت افزائی اور اسے بغداد آنے کی اجازت دی۔ سلیمان شاہ کے ساتھ ایک نہایت مختصر فوج تھی جو تین سو افراد پر مشتمل تھی۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۴۸۔۴۹) (مترجم)

الاول ۵۵۱ھ میں کوہستان عجم (بلاد الجبل) کی طرف روانہ ہوا خلیفہ نے حلوان میں قیام کیا اور اس کے بھتیجے ملک شاہ حاکم ہمدان سے امداد طلب کی چنانچہ اس نے دو ہزار سواروں سے مدد کی اس کے صلے میں سلیمان شاہ نے اسے اپنا ولی عہد بنالیا خلیفہ نے ان دونوں حکام کی مال و دولت اور ہتھیاروں سے مدد کی نیز بصرہ کا حاکم ایلا کز بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا اس طرح ان کی فوجوں کی تعداد بہت ہو گئی تھی۔

سلیمان شاہ کی شکست: ادھر سلطان محمد نے حاکم موصل قطب الدین مودود اور اس کے نائب زین الدین علی کجک سے تعاون وحمایت کی درخواست کی (چنانچہ اس کی مدد کے لیے لشکر بھیجا گیا) اور سلطان محمد سلیمان شاہ سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس جنگ میں سلیمان شاہ کو شکست ہوئی اور اس کی فوجیں منتشر ہو گئیں ایلا کز بھی اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

سلیمان شاہ کی گرفتاری: (شکست کے بعد) سلیمان شاہ شہر زور کے راستے سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر جب زین الدین علی کجک کو اس کی شکست کی خبر ملی تو وہ موصل کی فوجوں کے ساتھ روانہ ہوا اور شہر زور میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ امیر ابراق بھی تھا۔ جب سلیمان شاہ وہاں سے گذرا تو زین الدین نے اسے گرفتار کر لیا اور موصل لے جا کر عزت واحترام کے ساتھ نظر بند کر دیا اور اس کی اطلاع سلطان محمد کو بھیج دی گئی۔

سلیمان شاہ کی تخت نشینی: جب سلطان محمود بن محمد ۵۵۵ھ میں فوت ہو گیا تو ہمدان کے اکابر امراء نے قطب الدین اتابک کو پیغام بھیجا کہ وہ سلیمان شاہ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں اور اس کے وزیر جمال الدین کو بادشاہ کا وزیر بنانا چاہتے ہیں انہوں نے اس قسم کا معاہدہ بھی کیا تھا اس لیے قطب الدین نے اسے شاہانہ طریقے سے رخصت کیا اور اس کے ساتھ زین الدین علی کجک کی زیر قیادت موصل کی فوجوں کو ہمدان تک بھیجا جب کوہستانی علاقہ (بلاد الجبال) قریب آیا تو وہاں کی فوجیں امداد اور استقبال کے لیے پہنچ گئیں اور یہ فوجیں سلیمان شاہ کا استقبال کرنے کے بعد بادشاہ موصوف کو اپنی حفاظت میں سرکاری راستے پر لے گئیں۔ ایسی حالت میں زین الدین کو اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوا۔ اس لیے وہ اپنی فوجیں لے کر موصل واپس چلا گیا اور سلیمان شاہ ہمدان آ گیا۔

نور الدین کی جنگی سرگرمیاں: ادھر نور الدین محمود نے حلب کی فوجوں کو تیار کیا اور قلعہ حارم کے فرنگیوں کا محاصرہ کر لیا۔ ابتداء میں فرنگی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے مگر بعد میں مقابلہ کرنے سے ڈر گئے اور جنگ نہیں کر سکے یہ محاصرہ طویل ہو گیا۔ اس لیے نور الدین محمود واپس آ گیا۔

نور الدین کی شکست: پھر اس نے ۵۵۸ھ میں طرابلس کو فتح کرنے کے لیے فوج کشی کی جب وہ حصن الاکراد کے نیچے بقیعہ کے میدان میں پہنچا تو فرنگی فوجوں نے اسے شکست دی اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا سلطان نور الدین اپنی شکست خوردہ فوج کے ساتھ بچ کر بحیرہ قطینہ پہنچا جو حمص کے قریب ہے وہیں اس کی شکست خوردہ فوجیں بھی پہنچ گئی تھیں۔

نور الدین نے دمشق اور حلب سے مال و دولت، خیمے اور دیگر فوجی ساز وسامان اکٹھا کیا اور فوجوں کی خامیاں اور

لگر تو ریان دوزکیین فرنگیوں کو یہ علم ہو گیا تھا کہ وہ حمص میں موجود ہے مگر وہ اس کے مقابلے کے لیے نہیں آئے بلکہ انہوں نے صلح کی درخواست کی مگر اس نے یہ درخواست نامنظور کر دی۔ اس لیے فرنگی حصن الاکراد میں اپنے محافظ دستے مقرر کر کے واپس چلے گئے۔

غریبوں کی امداد پر اصرار: نور الدین نے اس جنگ میں ایک شخص کو جو ابن نصری کے نام سے مشہور تھا معزول کر دیا کیونکہ اس نے مصارف جہاد کی کثرت کی وجہ سے غرباء علماء صوفیہ اور قاریوں کو زیادہ انعامات دینے سے منع کیا تھا اس پر سلطان نور الدین ناراض ہوا اور کہنے لگا ''خدا کی قسم! مجھے صرف انہی لوگوں کی وجہ سے نصرت اور فتح کی امید ہے کیونکہ یہ افراد بھی میرے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ وہ رات کے وقت میری حمایت میں دعاؤں کے تیر چلاتے ہیں۔ اس لیے میں یہ اخراجات بند نہیں کر سکتا بیت المال میں ان کا حق ہے اس لیے ان کی حق تلفی کرنا میرے لیے جائز نہیں ہے۔''

اسلامی حکام کا متحدہ جہاد: پھر اس نے فرنگیوں سے انتقام لینے کی تیاریاں شروع کر دیں کچھ فرنگی فوجیں مصر کی طرف روانہ ہوئیں اس لیے اس نے یہ موقع غنیمت جانا کہ وہ ایسی صورت میں ان شہروں پر حملہ کرے چنانچہ اس نے جہاد میں مدد دینے کے لیے مندرجہ ذیل حکام کے نام پیغام بھیجے۔

(۱) قطب الدین مودود حاکم موصل (۲) فخر الدین قرا ارسلان حاکم کیفا (۳) نجم الدین ولی حاکم ماردین۔
چنانچہ ان سب حکام کے لشکر اس ترتیب کے ساتھ روانہ ہوئے کہ درمیان میں اس کا بھائی قطب الدین تھا اور اس کے اگلے حصہ پر اس کا سپہ سالار زین الدین علی کچک تھا۔ اس کے پیچھے حاکم کیفا تھا۔ نجم الدین حاکم ماردین نے بھی اپنا لشکر بھیجا تھا۔

فرنگیوں کا مشترکہ مقابلہ: جب پوری امدادی فوجیں پہنچ گئیں تو سلطان نور الدین ۵۵۹ھ میں قلعہ حارم کی طرف روانہ ہوا اور اس کے قلعہ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دیئے۔ اس موقع پر ساحل شام کے علاقوں میں جو فرنگی حکام باقی رہ گئے تھے وہ سب اکٹھے ہوئے ان میں سے سب سے آگے حاکم انطاکیہ برنس سمند، حاکم طرابلس القمص اور (فرنگی حاکم) جو سکین کا فرزند تھا۔ اس کے علاوہ دوسری عیسائی قوموں سے بھی امداد طلب کی گئی اور وہ شامل ہو گئے تھے۔ اس لیے نور الدین قلعہ حارم کا محاصرہ چھوڑ کر ارتاج کی طرف رخ کیا۔

فرنگیوں کی شکست: فرنگیوں نے اب ان کے ساتھ جنگ کرنے کے خیال کو ترک کر دیا اور وہ قلعہ حارم کی طرف لوٹ گئے مگر سلطان نور الدین نے ان کا تعاقب کیا اور ان سے جنگ چھیڑ دی۔ اس لیے انہوں نے حلب کی فوجوں پر حملہ کر دیا کیفا کا حاکم مسلمانوں کے میمنہ (دائیں طرف کی) فوج پر تھا۔ انہوں نے اس کو شکست دی اور اس کا تعاقب کرنے لگے۔ اس وقت زین الدین نے موصل کی فوجوں کے ساتھ فرنگیوں کی صفوں پر حملہ کیا اور ان کا زبردست نقصان ہونے لگا تو فرنگیوں نے میمنہ کا تعاقب چھوڑ دیا اور جب وہ اپنی صفوں کی طرف لوٹے تو جنگ کا رخ فرنگیوں کے خلاف پلٹ گیا اور انہیں شکست ہو گئی۔

صلیب پرست حکام کی گرفتاری: اب سلطان قتل و خون ریزی سے فارغ ہو کر فرنگی سرداروں کو گرفتار کرنے لگے

ان میں انطاکیہ کا حاکم پرنس اسمند اور طرابلس کا حاکم القمص بھی شامل تھا۔ چونکہ انطاکیہ کا شہر فوجوں سے خالی ہو گیا تھا اس لیے مسلم حکام نے آس پاس کے علاقوں میں انطاکیہ کو فتح کرنے کے خیال سے فوجی دستے بھیجنے چاہے مگر سلطان نورالدین نے انہیں روکا اور کہا۔

نورالدین کی سیاسی بصیرت: ''مجھے اندیشہ ہے (کہ اگر ہم نے انطاکیہ پر حملہ کیا تو) انطاکیہ والے فرنگی حکام اپنے شاہ روم کے حوالے کر دیں گے کیونکہ اسمند اس کا بھانجا ہے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اسمند کا پڑوس شاہ روم کے پڑوس سے بہتر ہے۔''

پھر سلطان نورالدین نے قلعہ حارم کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور فاتح بن کر لوٹا۔

قلعہ بانیاس کی تسخیر: جب سلطان نورالدین نے حارم کا قلعہ فتح کیا تو اس نے موصل کے لشکر اور قلعہ کیفا کی فوجوں کو اپنے وطن جانے کی اجازت دے دی اور خود قلعہ بانیاس کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ یہ قلعہ ۵۴۳ھ سے فرنگیوں کے قبضے میں تھا پھر اس نے طبریہ کی طرف راستہ بدلا۔ اس لیے فرنگیوں نے اس کی مدافعت شروع کی۔ یہ حالت دیکھ کر سلطان نورالدین نے ان کے مخالف سمت میں بانیاس کی طرف فوج کشی کی کیونکہ اس وقت اس کی محافظ فوجوں کی تعداد کم ہو گئی اور ماہ ذوالحجہ میں اس کا محاصرہ سخت کر دیا اس کے ساتھ اس کا بھائی نصیرالدین امیر امیران بھی شریک جنگ تھا اس وقت اس کی ایک آنکھ میں تیر آ کر لگا۔

یہ حالت دیکھ کر انہوں نے اس کی مدافعت کے لیے فوجیں اکٹھی کرنی شروع کیں مگر وہ پوری تیاری نہ کرنے پائے تھے کہ سلطان نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور وہاں جنگجو سپاہی مقرر کر دیئے اور ہتھیاروں کا ذخیرہ بھی اکٹھا کر دیا۔ فرنگیوں کو اس قدر خوف لاحق ہوا کہ انہوں نے طبریہ کی عملداری میں اسے نصف حصہ دے دیا اور اس نے ان کے باقی حصے پر جزیہ لگا دیا۔

مصر میں فرنگی حکام کے پاس بھی حارم اور بانیاس کے قلعوں کی تسخیر کی خبریں پہنچیں۔ مگر اس سے پہلے یہ علاقے فتح ہو گئے تھے اس لیے سلطان نورالدین دمشق واپس آ گیا۔

پھر وہ ۵۶۱ھ میں قلعہ منیطرہ پر اچانک حملہ آور ہوئے اور اسے فتح کر لیا۔ جب وہ اس قلعہ کو فتح کر چکا تھا تو فرنگی اپنی فوجیں جمع کر کے پہنچے۔ مگر اب ان کے لیے اس قلعہ کا واپس لینا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے وہ واپس چلے گئے۔

فاطمی حکومت کا زوال: اس زمانے میں مصر کی فاطمی حکومت زوال پذیر تھی اس کے وزراء اپنے خلفاء پر غالب آ کر خودمختار ہوتے جا رہے تھے۔ ایسا آخری وزیر شاور السعدی تھا' اسے صالح بن رزیک نے قوص کا حاکم مقرر کیا تھا مگر بعد میں وہ پشیمان ہوا۔

جب صالح بن رزیک جو مصر کا خودمختار حاکم تھا' فوت ہو گیا تو اس کا فرزند رزیک اس کا قائم مقام ہوا اس نے شاور کو قوص کی حکومت سے معزول کر دیا۔ شاور اس معزولی پر بہت ناراض ہوا اس لیے اس نے فوج اکٹھی کر کے قاہرہ پر فوج کشی کی اور اسے فتح کر لیا۔ پھر اس نے رزیک کو قتل کر دیا اور خلیفہ عاضد پر غالب آ کر مصر کا خودمختار حاکم بن گیا۔ اس نے اپنا لقب امیر الجیوش رکھا۔ یہ واقعہ ۵۵۸ھ میں رونما ہوا۔

وزیر شاور کی فریاد: ابھی اس کی وزارت کے سات مہینے گذرنے نہ پائے تھے کہ مصر کے حاجب ضرغام نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اسے قاہرہ سے نکال دیا۔ شاور بھاگ کر شام چلا گیا اور نورالدین محمود زنگی کے پاس اپنی فریاد لے کر گیا۔ وہ اس سے فوجی امداد کا طالب ہوا۔ اس کے بدلے میں اس نے وعدہ کیا کہ وہ مصری محصول کی آمدنی کا تہائی حصہ ادا کرے گا اور سلطان نورالدین کی فوج امداد کے لیے وہاں مستقل رہے گی۔

شیر کوہ کی فوج کشی: لہٰذا سلطان نورالدین نے اس مقصد کے لیے اپنے امراء میں سے اسدالدین شیر کوہ (صلاح الدین کے چچا) کا انتخاب کیا جو حمص میں تھا اس نے زبردست لشکر تیار کیا اور وہ لشکر ماہ جمادی الاولیٰ ۵۵۹ھ میں مصر روانہ ہو گیا۔ نورالدین اس کے بعد فرنگی علاقوں کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ انہیں اس لشکر کی مزاحمت سے روک سکے۔

اسدالدین شیر کوہ (مصری وزیر) شاور کے ساتھ روانہ ہوا اس کے ساتھ سلطان صلاح الدین بھی گئے جو اس کے بھائی نجم الدین کے فرزند تھے۔

مخالفوں کا قتل: جب یہ لشکر بلبیس کے مقام پر پہنچا تو ضرغام کا بھائی ناصرالدین مصری فوج کو لے کر مقابلے کے لیے آیا مگر اسے شکست ہوئی اور وہ قاہرہ واپس چلا گیا۔ اسدالدین شیر کوہ نے ان کا تعاقب کیا اور اسے سیدہ نفیسہ کے مزار کے پاس قتل کر دیا اس کا بھائی بھی مارا گیا اور شاور اپنی وزارت پر بحال کر دیا گیا۔

وزیر مصر شاور کی عہد شکنی: اسدالدین شیر کوہ نے اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ کے باہر قیام کیا اور شاور نے جنگ سے پہلے سلطان نورالدین سے جو معاہدہ کیا تھا اس کے ایفا کا انتظار کرتا رہا۔ مگر شاور نے عہد شکنی کی اور اسے یہ پیغام دیا کہ وہ واپس اپنے شہر چلا جائے۔ مگر شیر کوہ نے اپنا ٹیکس وصول کرنے پر اصرار کیا اور بلبیس اور مشرقی علاقوں کی طرف کوچ کر کے ان پر قبضہ کر لیا۔

فرنگیوں کی مدد: شاور نے فرنگیوں سے فوجی کمک طلب کی تو وہ فوراً امداد کے لیے روانہ ہو گئے کیونکہ ان کے دلوں میں نورالدین کی خوف و دہشت بہت غالب تھی اور انہیں توقع تھی کہ وہ مصر فتح کر لیں گے۔

ادھر سلطان نورالدین دمشق سے روانہ ہوا تا کہ وہ انہیں فوج کشی سے روکے مگر وہ نہیں رکے بلکہ وہ اپنے شہروں کے لیے محافظ فوجیں چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔

محاصرہ اور صلح: جب وہ مصر کے قریب پہنچے تو اسدالدین شیر کوہ مصری علاقہ سے روانہ ہو گیا مگر فرنگیوں اور مصری فوجوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے تین مہینے تک اس کا محاصرہ جاری رکھا اور صبح و شام جنگ کرتے رہے جب فرنگیوں کو یہ اطلاع ملی کہ قلعہ حارم اور دوسرے مقامات پر انہیں شکست ہو گئی ہے اور نورالدین کو فتح و نصرت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے تو انہوں نے اسدالدین شیر کوہ سے مصالحت کے لیے سلسلہ جنبانی کی مگر اپنی شکست کی خبروں کو چھپائے رکھا۔ شیر کوہ نے ان کے ساتھ مصالحت کر لی اور مصری علاقہ کو چھوڑ کر شام چلا گیا۔ فرنگی فوجیں راستوں میں اس کی گھات

میں لگی رہیں۔ مگر وہ راستہ تبدیل کر کے اپنے وطن پہنچ گیا۔

شیرکوہ کی دوبارہ فوج کشی: سلطان نورالدین نے شیرکوہ کو دوبارہ ۵۶۲ھ میں مصر بھیجا اور وہ فوجیں لے کر موسم بہار میں روانہ ہوا اور اطفیح کے مقام پر قیام کیا۔ پھر دریائے نیل کو عبور کر کے وہ مغربی سمت سے قاہرہ کے قریب پہنچا اور جیزہ کے مقام پر دریائے نیل کے کنارے خیمہ زن ہوا اور قاہرہ کا پچاس دن تک محاصرہ جاری رکھا۔ شاور نے فرنگیوں سے کمک طلب کی۔

فتح اسکندریہ: وہ شیرکوہ کے مقابلہ کے لیے مصر کے بالائی حصے پر پہنچا۔ بہال کے درمیانی حصے میں فریقین میں جنگ ہوئی تو اسدالدین شیرکوہ نے مصریوں کو شکست دی اور اسکندریہ کی سرحد کی طرف جا کر اسکندریہ کو فتح کر لیا اور اس پر اپنے بھتیجے صلاح الدین کو حاکم مقرر کیا پھر لوٹ کر شیرکوہ نے مصر کے بالائی حصہ (صعید) کو روند ڈالا۔

دوبارہ صلح: مصر اور فرنگیوں کی مشترکہ فوجوں نے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں پہنچ کر انہوں نے غازی صلاح الدین کو محاصرہ میں لے لیا مگر جب اسدالدین شیرکوہ اپنی فوجوں کو لے کر وہاں پہنچا تو یہ فوجیں صلح پر آمادہ ہو گئیں۔ چنانچہ مصالحت کے بعد شیرکوہ شام کی طرف واپس آ گیا اور ان کے لیے اسکندریہ کو چھوڑ دیا۔

مصر پر فرنگی تسلط: شاور کے فرزند شجاع نے سلطان نورالدین کو تحریر کیا کہ وہ اور امرائے مصر اس کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ مگر اس عرصے میں صلیبی فرنگیوں نے اہل مصر پر غلبہ حاصل کر لیا تھا اور انہوں نے قاہرہ پر اپنے محافظ فوجی دستے مقرر کر دیئے تھے قاہرہ کے دروازے ان کے قبضے میں تھے لہٰذا انہوں نے شام میں اپنے بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مصر کو فتح کر لے انہوں نے اہل مصر پر جزیہ (ٹیکس) بھی عاید کر دیا تھا۔

فتح مصر: یہ حالت دیکھ کر سلطان نورالدین نے فوری اقدامات کیے اور ۵۶۴ھ کے موسم بہار میں اس نے اسدالدین شیرکوہ کو دوبارہ فوج کشی کرنے کا حکم دیا چنانچہ اس نے مصر کو فتح کر لیا اور شاور کو قتل کر کے فرنگیوں کو مصر سے نکال دیا۔ خلیفہ عاضد نے پہلے کی طرح اسے خود مختار وزارت پیش کی۔

مصر میں صلاح الدین کی حکومت: جب اسدالدین شیرکوہ فوت ہوا تو اس کا بھتیجا غازی صلاح الدین ایوبی اس کا قائم مقام ہوا مگر وہ بھی بدستور سلطان نورالدین محمود کا مطیع اور فرمانبردار رہا۔ جب فاطمی خلیفہ عاضد فوت ہوا تو سلطان نورالدین نے غازی صلاح الدین کو یہ حکم نامہ بھجوایا کہ مصر میں عباسی خلافت کا سلسلہ جاری کرنے اور خلیفہ مستضی کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا جائے۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ فاطمی خلیفہ کی زندگی ہی میں نورالدین نے یہ بات تحریر کی تھی اس کے بعد خلیفہ عاضد تقریباً پچاس دن میں فوت ہو گیا تو اس کے بعد خلیفہ عباسی المستضی کا خطبہ پڑھوایا گیا اس طرح مصر میں فاطمی سلطنت اور خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ ۵۶۷ھ میں رونما ہوا۔

اس سے پہلے سلطان نورالدین اور حاکم قونیہ سلطان قلیج ارسلان بن مسعود کے درمیان ۵۶۰ھ میں جھگڑا ہو گیا تھا

مگر صالح بن رزریک نے قلیج ارسلان کو فتنہ و فساد سے روک دیا تھا۔

نور الدین کے مجاہدانہ کارنامے

فرنگی قلعوں کی تسخیر: ۵۶۲ھ میں سلطان نور الدین نے جہاد کے لیے اپنی فوج تیار کی اور اپنے بھائی قطب الدین کو بھی موصل سے بلوایا وہ اس کے پاس حمص کے مقام پر پہنچا۔ پھر وہ دونوں بھائی فوج لے کر فرنگی علاقوں میں داخل ہوئے جب وہ حصن الاکراد سے گذرے تو اس کے گرد و نواح کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ پھر انہوں نے عرقہ کا محاصرہ کیا اور حلبہ[1] کو ویران کر دیا مسلمانوں نے العریمہ اور صافیتا کو فتح کر لیا۔ انہوں نے اپنے فوجی دستے مختلف علاقوں میں بھیجے جہاں انہوں نے فرنگی علاقوں کو نقصان پہنچایا (ان فوجی کارروائیوں سے فارغ ہو کر) مسلمان حمص واپس آ گئے اور وہاں ماہ رمضان تک قیام کیا پھر قلعہ بانیاس کی طرف منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے قلعہ حموص[2] کا قصد کیا تو فرنگی وہاں سے بھاگ گئے۔ سلطان نور الدین نے اس قلعہ کی فصیل کو توڑ کر اس میں آگ لگا دی۔ اس نے بیروت کا قصد کیا تو اس کا بھائی قطب الدین موصل چلا گیا۔ لہٰذا سلطان نور الدین نے اسے دریائے فرات کے کنارے پر رقہ کا علاقہ دے دیا۔

شہر منبج میں غازی بن حسان نے بغاوت کی تو سلطان نے لشکر بھیج کر اسے فتح کر لیا اور یہ علاقہ غازی کے بھائی قطب الدین ینال بن حسان کو دے دیا گیا۔ چنانچہ یہ شہر اس کے ماتحت رہا تا آنکہ اسے صلاح الدین بن ایوب نے اسے فتح کر لیا۔

حاکم جعبر کی گرفتاری: پھر قبیلہ بنو کلاب نے قلعہ جعبر کے حاکم شہاب الدین ملک بن علی العقیلی کو گرفتار کر لیا۔ پہلے اس قلعہ کا نام دوسر تھا۔ پھر قلعہ کے بانی کے نام پر اس کا نام جعبر رکھا گیا۔

جب سلطان ملک شاہ نے حلب فتح کیا تو اس نے اس قلعہ کو اپنے جدِ امجد کو عطیہ کے طور پر دے دیا تھا اور یہ قلعہ اس کی نسل کے قبضے میں رہا۔ جب حاکم مذکور ۵۶۳ھ میں سیر و شکار کے لیے باہر نکلا تو بنو کلاب نے جو اس کی گھات میں تھے اسے گرفتار کر لیا اور وہ اسے حاکم دمشق سلطان فخر الدین محمود کے پاس لے گئے۔ اس نے اسے عزت و احترام کے ساتھ نظر بند رکھا اور یہ کوشش کی کہ وہ برضا و رغبت یا خوف سے قلعہ جعبر سے دست بردار ہو جائے مگر وہ کسی صورت سے رضامند نہیں ہوا تو سلطان نے امیر فخر الدین بن ابی علی[3] الزعفرانی کے زیر قیادت لشکر بھیجا اس نے ایک عرصہ تک اس کا محاصرہ کیا مگر اسے

۱۔ یہاں حلبہ کا لفظ ہے مگر تاریخ الکامل میں ہے ''انہوں نے حلبہ کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اسے ویران کر دیا۔'' (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۹۶) (مترجم)

۲۔ یہاں حموص کا لفظ مذکور ہے مگر تاریخ الکامل میں ہے ''انہوں نے ہونین کے قلعہ کا قصد کیا یہ قلعہ فرنگیوں کے مستحکم قلعوں میں سے تھا۔'' (مترجم)

۳۔ یہاں نام غلط ہے اور واقعات کی تفصیل نامکمل ہے تاریخ الکامل میں ہے ''سلطان نے اسے نظر بند کیا اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور جاگیر اور مال دے کر اس نے چاہا کہ وہ قلعہ اس کے حوالے کر دے مگر اس نے ایسا نہیں کیا جب وہ سختی اور دھمکیوں سے بھی رضامند نہیں ہوا تو سلطان نور الدین نے امیر فخر الدین مسعود بن علی الزعفرانی کے زیر قیادت ایک لشکر بھیجا اس نے اس کا محاصرہ کیا مگر اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔'' (ج ۹ ص ۹۶۔۹۷) (مترجم)

کامیابی نہیں ہوئی پھر اس نے ایک دوسرا لشکر بھی (امداد کے طور پر) بھیجا اور پورے لشکر کا سپہ سالار اپنے رضاعی بھائی امیر فخر الدین ابوبکر ابن الدایہ کو مقرر کیا جو اس کے سب سے بڑے امراء میں سے تھا اس کا محاصرہ بھی کامیاب نہیں رہا۔ اس لیے دوبارہ اس کے حاکم کے ساتھ لطف و عنایت کا سلوک کیا گیا اس دفعہ وہ رضامند ہو گیا تو سلطان نور الدین نے اس کے بدلے میں سروج اور اس کے علاقے عطا کیے اس کے ساتھ ساتھ حلب کا میدان مراغہ اور بیس ہزار دینار بھی دیئے۔ یوں ۵۶۴ھ میں قلعہ جعبر فتح ہو گیا اور یہاں سے بنو مالک کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

موصل کے واقعات

زین الدین کا تقرر: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اتابک زنگی کا موصل میں نائب نصیر الدین جقر کی تھا جب عماد الدین اتابک زنگی موصل سے باہر تھا تو سلطان محمود کے فرزند الپ ارسلان نے (جو وہاں موجود تھا) موصل کی سلطنت حاصل کرنے کی طمع میں ۵۳۹ھ میں اسے قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ جب سلطان زنگی البیرہ کے محاصرہ سے فارغ ہو کر موصل آیا تو اس نے اس کے بجائے زین الدین علی بن کمستکین کو قلعہ موصل کا نائب مقرر کر دیا تھا۔ وہ اتابک زنگی کے عہد حکومت میں نیز اس کے فرزند غازی اور دوسرے فرزند قطب الدین کے زمانے میں ۵۵۸ھ تک ان کے وزیر جمال الدین محمد بن علی اصفہانی کے ساتھ اپنے عہدے پر برقرار رکھا۔ ان نے اس کو نظر بند کر دیا تھا اور وہ (وزیر) نظر بندی کے ایک سال بعد فوت ہو گیا تھا۔ اس کی لاش مدینہ منورہ لائی گئی اور اسے وہاں ایک خانقاہ میں دفن کیا گیا جو اس نے اس مقصد کے لیے تیار کرائی تھی۔

اس کی وفات قطب الدین کے فرزند سیف الدین غازی کے زمانے میں ہوئی اس نے اس کے بجائے اس کے فرزند جلال الدین ابوالحسن کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔

زین الدین کی خود مختاری: زین الدین علی بن کمستکین جو کجک (کوچک؟) کے لقب سے مشہور تھا قطب الدین کے عہد میں خود مختار ہو گیا تھا اور مستقل طور پر سلطنت کا انتظام کرتا تھا اس کے قبضے میں اکثر شہر جاگیر کے طور پر آ گئے تھے جن میں یہ شہر اور قلعے شامل تھے: اربل' شہرزور' ہکاریہ کے قلعے مثلاً عمادیہ' حمیدیہ' تکریت اور سنجار وغیرہ۔

آخر عمر میں سبکدوشی: اس نے اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کے ذخیرے اربل منتقل کر دیے تھے اور خود نائب کی حیثیت سے قلعہ موصل میں رہتا تھا جب وہ بہت بوڑھا ہو گیا اور بینائی اور سماعت کی قوت جاتی رہی تو اس نے موصل چھوڑ کر اربل میں اپنے گھر جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت اس نے اربل کے علاوہ اپنے تمام مقبوضہ شہر قطب الدین کے حوالے کر دیئے اور وہ اربل کی طرف ۵۶۴ھ میں چلا گیا۔

فخر الدین عبدالمسیح کا تقرر: قطب الدین نے اس کے بجائے فخر الدین عبدالمسیح کو مقرر کیا جو اس کے جد امجد اتابک زنگی کا آزاد کردہ خصی غلام تھا اس نے اس کو اپنی سلطنت کا حاکم بنایا اس نے قلعہ میں قیام کیا اور اس کو از سر نو تعمیر کرایا کیونکہ زین الدین نے اس کی تعمیر نہیں کرائی تھی۔

نجم الدین ایوب کی روانگی: ۵۶۵ھ میں غازی صلاح الدین نے سلطان نورالدین محمود کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان کے والد نجم الدین ایوب کو اُن کے پاس بھیج دے۔ چنانچہ نورالدین نے ان کے والد کو ایک فوج کی حفاظت میں بھیجا اس لشکر میں بہت سے سوداگر اور سلطان صلاح الدین کے ساتھی بھی جانے کے لیے شامل ہو گئے۔

قلعہ کرک کا محاصرہ: سلطان نورالدین کو بعد میں خیال آیا کہ اس لشکر کا وہ راستہ جو صلیبی فرنگیوں کے علاقے میں سے گذرتا ہے وہ خطرناک ہے اس لیے اس کی فوجیں قلعہ کرک کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اس قلعہ کی بنیاد پرنس ارقاط نے رکھی تھی اور اسے نہایت اہم جنگی نوعیت کا قلعہ بنادیا تھا اس لیے سلطان نورالدین نے اس کا محاصرہ کیا فرنگیوں نے بھی اس کے مقابلہ کے لیے فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔ مگر سلطان نورالدین نے ان کی فوجوں کے اجتماع سے پہلے ان کی ہراول فوج پر حملہ کر دیا۔ فرنگی فوجوں نے مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور وہ الٹے پاؤں بھاگ گئیں لہٰذا سلطان نے ان کے شہروں پر فوج کشی کر کے انہیں تباہ کر دیا اور راستے میں جو قلعے نظر آئے انہیں بھی تباہ اور ویران کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے علاقے میں پہنچ کر حوشب کے مقام پر قیام کیا اور اس مقام سے سلطان نے نجم الدین ایوب کو مصر روانہ کیا۔ چنانچہ وہ ۵۶۵ھ کے درمیانی عرصے میں مصر پہنچ گیا جہاں فاطمی خلیفہ عاضد سوار ہو کر ان کے استقبال کے لیے پہنچا ہوا تھا۔

فرنگی حاکم کا قتل: جب سلطان نورالدین عشیرا میں تھا تو وہ قلعہ اکبرہ کے حاکم شہاب الدین محمد بن الیاس ابن ابی الغازی بن ارتق سے ملاقات کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ جب وہ بعلبک کے قریب پہنچا تو اسے راستہ میں صلیبی فرنگیوں کا ایک فوجی دستہ ملا اس نے ان کے ساتھ جنگ کر کے انہیں شکست دی اور انہیں تباہ کیا۔ پھر جنگی قیدی اور مقتولوں کے سر سلطان نورالدین کے پاس لائے گئے تو اس نے ان کٹے ہوئے سروں میں سے حصن الاکراد کے فرنگی حاکم استبان (استبار کے سردار) کا سر پہچان لیا جو مسلمانوں کے لیے بہت خطرناک تھا۔

قیامت خیز زلزلے: ابھی سلطان نورالدین اسی مقام پر تھا کہ اسے ان زبردست زلزلوں کی خبر موصول ہوئی جو شام موصل الجزیرہ اور عراق کے تمام علاقوں میں رونما ہوئے تھے اور ان کی وجہ سے ان علاقوں کے اکثر شہر تباہ اور ویران ہو گئے تھے چنانچہ نورالدین نے ان تمام تباہ شدہ علاقوں کا گشت کیا اور یکے بعد دیگرے تمام علاقوں کی تعمیر و مرمت کا کام کرایا۔ یہاں تک کہ اس کی انتھک کوششوں کی بدولت تمام تباہ شدہ علاقے درست ہو گئے (صلیب پرست) فرنگیوں نے بھی اپنے شہروں کی تعمیر و مرمت کی۔ کیونکہ انہیں سلطان نورالدین کے حملوں کا اندیشہ تھا۔

موصل میں غازی کی حکومت: موصل کا حاکم قطب الدین مودود ماہ ذوالحجہ ۵۶۵ھ میں فوت ہو گیا اس نے ساڑھے اکیس سال حکومت کی تھی اس نے اپنا ولی عہد اپنے بڑے فرزند عماد الدین کو بنایا تھا اس وقت حکومت کا نگران فخر الدین عبدالمسیح تھا وہ نورالدین محمود کا بہت مطیع تھا اور عماد الدین سے اس کی بے رخی کا علم اسے تھا اس لیے اس نے ان کے بجائے ان کے بھائی سیف الدین غازی کو اس کی والدہ خاتون بنت حسام الدین بن ابوالغازی کے مشورہ اور حمایت کے مطابق موصل کا حاکم بنایا۔ عماد الدین مدد حاصل کرنے کے لیے اپنے چچا کے پاس چلا گیا۔ اس طرح فخر الدین عبدالمسیح

موصل کا خود مختار حاکم بن گیا اور وہی اس کے لیے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔

نور الدین کی یلغار: جب سیف الدین غازی بن قطب الدین موصل کا برائے نام بادشاہ بنا اور فخر الدین عبد المسیح اس پر حاوی ہو گیا تو اس کی خود مختاری کی خبر سے نور الدین محمود بہت ناراض ہوا اس لیے وہ اس کے خلاف لشکر لے کر موصل کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ۵۶۶ھ کے آغاز میں قلعہ جعبر کے قریب دریائے فرات کو عبور کیا اور شہر رقہ پر یورش کر کے اسے فتح کر لیا پھر خابور کا پورا علاقہ فتح کر لیا اس کے بعد شہر نصیبین کو تسخیر کیا یہ سب موصل کی عملداری میں تھے کیفا کا حاکم نور الدین محمد بن قرا ارسلان بھی اس کی مدد کے لیے آ پہنچا پھر اس نے سنجار کی طرف فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا اور اس کو فتح کر کے اپنے بھتیجے عماد الدین بن قطب الدین کے حوالے کیا اتنے میں موصل کے امراء کے خطوط ملے جس میں اس کی حمایت کی گئی تھی اس لیے وہ تیز رفتاری کے ساتھ شہر کلک پہنچا پھر اس نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے موصل کے مشرقی سمت قلعہ نینوا میں قیام کیا اب اس کے اور موصل کے درمیان صرف دریائے دجلہ حائل تھا۔ انہی دنوں موصل کی فصیل میں بھی بڑا رخنہ پڑ گیا تھا۔

موصل کا محاصرہ: ادھر موصل میں سیف الدین غازی نے اپنے بھائی عز الدین مسعود کو ہمدان' بلاد الجبل' آذربائیجان' اصفہان اور رے کے حاکم اتابک شمس الدین کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس کے چچا نور الدین کے برخلاف ان کی فوجی امداد کرے۔ ان لیے اس نے اپنے مشیر ایلا کز کو نور الدین کے پاس بھیجا تا کہ وہ اسے موصل پر حملہ کرنے سے منع کرے۔ نور الدین نے اس کا دھمکی آمیز سخت جواب دیا اور موصل کا محاصرہ کر لیا۔ موصل کے تمام امراء سلطان نور الدین کی اطاعت پر متفق ہو گئے فخر الدین عبد المسیح (نگران حکومت) نے بھی ہتھیار ڈالنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ بشرطیکہ اس کا بھتیجا سیف الدین اپنے عہدے پر برقرار رہے۔

نور الدین کا موصل پر قبضہ: نور الدین نے اس کی یہ شرط تسلیم کر لی مگر یہ حکم دیا کہ وہ خود موصل سے نکل جائے اور اس کے ساتھ شام چلے جب یہ معاہدہ فریقین میں ہو گیا تو نور الدین نے ۵۶۶ھ میں ماہ جمادی الاولیٰ میں موصل پر قبضہ کر لیا اور شہر میں داخل ہو گیا۔ اس نے قلعہ کا حاکم ایک خصی غلام کو مقرر کیا جس کا نام کمشتکین تھا۔ اسے سعد الدین کا لقب دیا گیا۔

موصل کی جامع مسجد کی تعمیر: سلطان نے اس کے بھتیجے سیف الدین کو اپنے عہدے پر برقرار رکھا۔ جب سلطان موصل کا محاصرہ کر رہا تھا تو عباسی خلیفہ المستضی کی طرف سے اس کے پاس شاہی خلعت پہنچا اس نے موصل میں (ایک شاندار) جامع مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جو اس کے نام سے مشہور ہوئی۔

دیگر انتظامات: سلطان نے سیف الدین (عبد المسیح فخر الملک کے بھتیجے) کو حکم دیا کہ وہ کمشتکین کو تمام امور سلطنت میں مشورہ دیا کرے۔

اس نے اپنے بھائی قطب الدین کے (بڑے) فرزند عماد الدین کو سنجار کا شہر جاگیر میں دیا اس کے بعد وہ شام کی

طرف واپس چلا گیا۔

جہاد کے لیے پیش قدمی: غازی صلاح الدین ماہ صفر ۵۶۹ھ میں مصر سے فرنگی علاقوں میں جہاد کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا اور قلعہ شوبک پر حملہ کیا۔[1] وہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈالنے کے لیے دس دن کی مہلت طلب کی جو انہیں دی گئی۔

سلطان نور الدین کو بھی (اس کے جہاد کی) خبر مل گئی تھی۔ اس نے بھی دمشق سے دوسرے راستے سے فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے فوج کشی کی۔

صلاح الدین کا اندیشہ: (غازی صلاح الدین کو جب یہ اطلاع ملی تو) اس کے ساتھیوں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ "اگر آپ سلطان نور الدین کی فرنگیوں کے خلاف امداد کریں گے تو جب فرنگیوں کی طاقت کمزور ہو جائے گی تو اس کے بعد سلطان نور الدین آپ پر دست درازی کرے گا۔ اس صورت میں آپ اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

نور الدین کی ناراضگی: (اس مشورہ کے بعد) سلطان صلاح الدین نے قلعہ شوبک کا محاصرہ ملتوی کر دیا اور مصر واپس چلا گیا۔ اس نے سلطان نور الدین کو یہ معذرت نامہ بھیجا کہ اسے اطلاع ملی تھی کہ مصر کے بعض کمینے امراء اس کے خلاف بغاوت کرنا چاہتے ہیں (اس لیے وہ مصر واپس چلا گیا) مگر سلطان نور الدین نے اس کا یہ معذرت نامہ قبول نہیں کیا اور اسے مصر کی حکومت سے معزول کرنے کا ارادہ کیا ایسی حالت میں غازی صلاح الدین نے اپنے والد اپنے ماموں شہاب الدین الحارمی اور دوسرے رشتہ داروں سے بھی مشورہ کیا۔

صلاح الدین کو مشورہ: اس کے بھتیجے تقی الدین عمر نے اسے مشورہ دیا کہ وہ بغاوت اور نافرمانی کا اعلان کر دے۔ مگر اس کے والد نجم الدین ایوب نے اس مشورہ کو پسند نہیں کیا اور اس سے کہا "ہم میں سے کوئی نہیں ہے جو سلطان نور الدین کا اگر وہ خود آئے یا کوئی لشکر بھیجے مقابلہ کر سکے۔" اس کے والد نے اسے یہی مشورہ دیا کہ وہ اطاعت کا خط لکھے اور اگر وہ تم سے یہ علاقہ لینا چاہے تو تم اسے یہ علاقہ (بخوشی) حوالے کر دو۔"

باہمی رنجش کا خاتمہ: جب محفل برخاست ہوئی تو اس کے والد نے تنہائی میں یہ بات کہی: "تم اس گفتگو سے کیوں امراء کے لیے دست درازی کی راہ ہموار کرتے ہو۔ اگر تم یہی کام کرنا چاہتے ہو تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اس کا مقابلہ کرے گا۔ مگر اس کے ساتھ نرمی اختیار کرنا بہتر ہے۔" چنانچہ غازی صلاح الدین نے اپنے والد کے مشورہ کے مطابق نرم لہجہ میں خط لکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان نور الدین نے اس سے درگذر کی اور اس کا مقابلہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا لہذا

---

[1] یہاں بیاض (خالی جگہ) ہے۔ تاریخ الکامل میں عبارت یوں مذکور ہے "اس نے قلعہ شوبک پر حملہ کیا اس کے اور قلعہ الکرک کے درمیان ایک دن کی مسافت تھی اس نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور وہاں جو (صلیبی) فرنگی تھے انہیں بہت پریشان کیا" (الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۱۱۲) (مترجم)

سلطان صلاح الدین مصر پر حکومت کرتا رہا۔

صلیب پرستوں کی سرکوبی: اس کے بعد سلطان نورالدین نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور فرنگیوں کے خلاف جہاد کے لیے پیش قدمی کی کیونکہ انہوں نے ان کے ملک کے باشندوں کی تجارتی کشتیاں لوٹ لی تھیں اور یہ مغالطہ دے کر عہد شکنی کی کہ وہ کشتیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ سلطان نے ان کے اس مغالطہ کو تسلیم نہیں کیا اور ان کے خلاف فوج کشی کی اور ان کے شہر انطا کیہ اور طرابلس وغیرہ کے لیے اپنے فوجی دستے روانہ کیے۔

خود اس نے عرقہ کے قلعے کا محاصرہ کیا اور اس کے بیرونی حصے کو ویران کر دیا اس نے قلعہ صافیتا اور عریمہ کی طرف فوج بھیجی اور انہیں فتح کر کے ان دونوں قلعوں کو تباہ اور ویران کر دیا پھر سلطان عرقہ سے طرابلس کی طرف روانہ ہوا اور راستہ میں جو فرنگی علاقے دکھائی دیئے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی خود اپنے آپ سے انصاف کرنے پر مجبور ہوئے اور انہوں نے لوٹ کا وہ مال واپس کر دیا جو انہوں نے معزز شہریوں سے چھینا تھا۔ اس کے بعد ان صلیبی فرنگیوں نے تجدید صلح کی درخواست کی سلطان موصوف نے ان کے شہروں کو تباہ کرنے ان کے سرداروں کو قتل کرنے اور ان کا مال غنیمت واپس کرنے کے بعد ان سے صلح کر لی۔

جلد خبر رسانی کا انتظام: سلطان نورالدین نے اس سال جلد خبر رسانی کے لیے کبوتروں کے ذریعے شام میں خبریں بھیجنے کا انتظام کیا کیونکہ اس کا ملک وسیع ہو گیا تھا۔ اس لیے خبر رسانی کا انتظام کرنا ضروری تھا اس نے ایسے پرندوں کے ذریعے انتظام کرنے والوں کے لیے معقول تنخواہ مقرر کی۔ تاکہ یہ پرندے اپنے بازوؤں میں تیز رفتاری کے ساتھ جلد خطوط لا سکیں اور لے جا سکیں۔

فرنگیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ: پھر فرنگیوں نے دمشق کی عملداری میں حوران کے علاقے پر حملہ کیا جب سلطان نورالدین ان کے مقابلے کے لیے گیا تو وہ دیہاتوں کی طرف بھاگ گئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے ان کو نقصان پہنچایا سلطان نے خود عشیر کے مقام پر قیام کیا اور وہاں سے فوجی دستے طبریہ کے علاقے کی طرف بھیجے انہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ جب فرنگی فوجیں اس کی مدافعت کے لیے پہنچیں تو اس وقت تک مسلمان فوجیں واپس جا چکی تھیں۔ فرنگیوں نے مسلمان فوجوں کا تعاقب کرنے کے لیے دریا کو عبور کیا اور اپنا چھینا ہوا مال واپس لینے کی کوشش کی تو مسلمانوں نے ان کے ساتھ سخت جنگ کی۔ آخر کار (صلیبی) فرنگی ناکام ہو کر لوٹ گئے۔

ارمنی سردار ابن لیون کے حالات: ارمنی سردار ملیح بن لیون جو حلب کے راستوں کا منتظم تھا سلطان نورالدین کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔ سلطان نے اسے بار برداری اور نقل و حرکت کا منتظم بنا دیا اور شام کے علاقے میں جاگیریں دیں وہ سلطان کی فوجوں کے ساتھ جاتا تھا اور اپنے ہم مذہب فرنگیوں کے خلاف مسلمانوں کی جنگوں میں شریک ہوتا تھا اور جب بھی اسے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد کی ضرورت ہوتی تھی تو مسلمان اس کی مدد کرتے تھے۔

رومی علاقے پر قبضہ: ابن لیون کے علاقے (آرمینیہ) کے قریب اذنہ مصیصہ اور طرسوس کے شہر تھے یہ شہر قسطنطنیہ

کے بادشاہ روم کے قبضے میں تھے ابن لیون نے ان پر حملہ کر کے ان شہروں کو فتح کر لیا تھا اس لیے قسطنطنیہ کے بادشاہ نے ۵۶۷ھ کے درمیانی عرصے میں اپنے مذہبی پیشواؤں کی قیادت میں ایک بھاری لشکر بھیجا۔ ابن لیون نے سلطان نورالدین سے فوجی کمک طلب کی چنانچہ سلطان نے اس کی مدد کے لیے فوجیں بھیجیں اس کے بعد ابن لیون نے رومی فوجوں کے ساتھ جنگ کر کے انہیں شکست دے دی اور جنگ میں جو مال غنیمت اور قیدی ملے وہ اس نے سلطان نورالدین کے پاس بھیج دیئے اس طرح ابن لیون کی شان و شوکت اور ملکی طاقت بڑھ گئی اور شہنشاہ روم اپنا علاقہ لینے سے مایوس ہو گیا۔

رومی علاقے کی طرف یلغار: رومی علاقے (موجودہ ترکی) ملطیہ' سیواس' اخھری اور قیساریہ کا حاکم ذوالنون بن محمد بن دانشمند ان علاقوں کا اپنے چچا باغی ارسلان اور اس کے بھائی ابراہیم بن محمد کے بعد حکمران ہوا تھا اس لیے قلیج ارسلان بن محمد اس کے شہروں کو خوف زدہ کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے ان تمام علاقوں کو فتح کر لیا ذوالنون وہاں سے بھاگ کر نورالدین کے پاس پہنچا اور اس سے فریاد کی۔ سلطان نے قلیج ارسلان کو اس کے حق میں ایک سفارشی خط لکھا کہ وہ اس کے علاقے واپس کر دے۔ مگر اس نے سلطان نورالدین کی سفارش قبول نہیں کی۔ اس لیے سلطان نے اس کے خلاف فوج کشی کی اور ۵۶۸ھ کے ماہ ذوالقعدہ میں قلیج ارسلان کے مندرجہ ذیل شہر اور اس کے درمیان کے علاقے فتح کر لیے۔ بکسور' بہنسا' مرعش اور مرزبان۔

پھر اس نے سیواس کی طرف فوجیں بھیجیں اور اسے بھی فتح کر لیا۔

مشروط صلح: اب (ہار کر) قلیج ارسلان نے سلطان نورالدین سے رحم کی درخواست کی لہٰذا سلطان نورالدین نے ان شرائط پر اس کے ساتھ صلح کی کہ وہ فرنگی فوجوں کے خلاف اس کی مدد کرے۔ سیواس کا علاقہ ذوالنون کے قبضہ میں رہے گا اور وہاں سلطان نورالدین کی فوج اس کے ساتھ رہے گی۔

اس کے بعد سلطان نورالدین اپنے ملک واپس چلا گیا اور سیواس کا علاقہ ذوالنون کے قبضہ میں نورالدین کی وفات تک رہا۔

نورالدین کی بادشاہت کی تصدیق: پھر سلطان نورالدین کا ایلچی بغداد سے آیا جس کا نام کمال الدین ابوالفضل محمد بن عبداللہ شہرزوری تھا۔ وہ اپنے ساتھ خلیفہ المستضئی کا یہ فرمان لایا کہ "سلطان نورالدین موصل' جزیرہ' اربل' خلاط' شام' بلاد روم اور دیار مصر کا بادشاہ ہے"۔

الکرک میں اجتماع کی تجویز: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سلطان نورالدین اور صلاح الدین کے درمیان ناچاقی ہو گئی تھی اور سلطان نورالدین نے غازی صلاح الدین کو مصر کی حکومت سے معزول کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر سلطان صلاح الدین نے نرم رویہ اختیار کیا تھا اس وجہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ دونوں بادشاہ آئندہ الکرک کے مقام پر اکٹھے ہوں گے اور ان دونوں میں سے جو پہلے پہنچ جائے گا وہ دوسرے کا انتظار کرے گا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین ماہ شوال ۵۶۸ھ میں مصر سے روانہ ہوا اور الکرک کے مقام پر پہلے پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

صلاح الدین کا ملاقات سے گریز: جب سلطان نور الدین کو سلطان صلاح الدین کی مصر سے روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی فوجوں کی خامیوں کا دور کیا اور فوج لے کر الکرک سے دو منزلوں کے فاصلے پر الرقیم کے مقام پر قیام کیا اس کی خبر سے سلطان صلاح الدین کو خوف لاحق ہوا اور اسے اندیشہ ہوا کہ ملاقات کے وقت وہ فوراً معزول کر دے گا۔ اس نے اپنے والد نجم الدین ایوب کو مصر میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ اس وقت اس کے پاس یہ اطلاع آئی کہ اس کا والد سخت بیمار ہو گیا ہے لہٰذا اس موقع پر سلطان صلاح الدین کو نور الدین کی ملاقات سے گریز کرنے کا یہ اچھا بہانہ ہاتھ آیا اور وہ مصر واپس چلا گیا۔ اس نے فقیہ عیسیٰ کے ہاتھ نور الدین کو یہ معذرت نامہ بھجوایا اور یہ بھی پیغام دیا کہ سلطنت مصر کی حفاظت اس کے لیے زیادہ اہم تھی۔

نجم الدین ایوب کی وفات: جب سلطان صلاح الدین مصر پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس کا والد فوت ہو چکا ہے وہ اپنی سواری سے گر گیا تھا اور زخمی حالت میں اسے گھر لے جایا گیا تھا۔ جہاں وہ چند دنوں کے بعد ماہ ذوالحجہ کے آخر میں اسی سال فوت ہو گیا۔

تمام مطالبات کی منظوری: سلطان نور الدین بھی دمشق آ گیا اس نے اپنے ملک کے قاضی کمال الدین شہرزوری کو بغداد بھیجا تھا تاکہ وہ خلیفہ سے اپنے مقبوضات کا تقرر نامہ حاصل کر سکے اس کے مفتوحہ علاقے مصر و شام الجزیرہ اور موصل تھے اور دیار بکر خلاط اور بلاد روم نے اس کی اطاعت قبول کی تھی۔

اس نے یہ درخواست بھی کی تھی کہ اس کے والد زنگی کو جو جاگیریں عراق میں تھیں وہ بھی اسے لوٹا دی جائیں۔ جاگیریں یہ تھیں: صریفین درب ہارون۔

اس نے یہ بھی مطالبہ کیا تھا کہ دریائے دجلہ کے کنارے موصل سے باہر اسے ایک قطعہ اراضی دیا جائے جہاں وہ فرقہ شافعیہ کے لیے ایک دار العلوم تعمیر کرائے۔ چنانچہ اس کے یہ تمام مطالبات منظور کر لیے گئے۔

سلطان نور الدین کی وفات: سلطان نور الدین محمود بن اتابک زنگی نے ۱۱ شوال ۵۶۹ھ میں وفات پائی۔ اس نے سترہ سال حکومت کی اس نے سلطان صلاح الدین بن ایوب سے مصر کی حکومت چھیننے کی تیاری شروع کر دی تھی اور اپنے بھتیجے سیف الدین کی قیادت میں فرنگیوں سے جہاد کے نام پر اس نے ایک بڑا لشکر تیار کر لیا تھا اس کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی یہاں تک کہ جب سیف الدین بن ایوب حاکم ہوا تو اس کے نام کا خطبہ حرمین (مکہ و مدینہ) اور یمن کی مساجد میں بھی پڑھا جاتا تھا۔

نور الدین کی سیرت: سلطان نور الدین مسلمانوں کے مفادات کا خاص طور پر خیال رکھتا تھا اور نماز اور جہاد کا پابند تھا وہ امام ابو حنیفہ کے فقہی مسلک سے اچھی طرح واقف تھا اور نہایت عادل اور انصاف پسند حاکم تھا اور اپنے مقبوضہ علاقوں میں جنگی ٹیکس نہیں لیتا تھا۔

تعمیری کام: سلطان نورالدین نے (شام کے زلزلوں کے بعد) شام کے قلعوں کو مستحکم کیا اور اس کے شہروں پر فصیلیں تعمیر کرائیں۔ ان میں یہ شہر بھی شامل تھے۔ دمشق، حمص، حماۃ، شیزر، بعلبک، حلب۔

رفاہِ عام کے کام: سلطان نورالدین نے فرقہ حنفیہ و شافعیہ کے بہت سے مدارس بھی تعمیر کرائے۔ اس نے موصل میں (عظیم الشان) جامع نوری تعمیر کرائی اس نے ہسپتال اور شفاخانے بھی تعمیر کرائے اور راستوں میں سرائے اور صوفیائے کرام کے لیے خانقاہیں تمام ملک میں تعمیر کرائیں اور ان کے لیے بکثرت اوقاف مقرر کیے چنانچہ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس کے اوقاف کی ماہانہ آمدنی نو ہزار شاہی دینار تھی۔

سلطان نورالدین، علماء اور دیندار حضرات کا بے حد عزت و احترام کرتا تھا اور ان کے لیے تعظیماً کھڑا ہو جاتا تھا اور محفل میں بھی ان سے بے حد محبت کرتا تھا اور ان کی کوئی بات رد نہیں کرتا تھا۔

سلطان نورالدین نہایت متواضع، بارعب اور باوقار حکمران تھا۔

دمشق میں ملک صالح کی جانشینی: جب سلطان نورالدین کی وفات ہوئی تو دمشق میں تمام امرائے سپہ سالار اور ارکانِ سلطنت اکٹھے ہوئے اور ان سب نے اس کے فرزند ملک صالح اسماعیل کے ہاتھ پر بیعت کی وہ اس وقت گیارہ سال کا بچہ تھا انہوں نے اس کی اطاعت کا حلف اٹھایا شام کے عوام نے اور سلطان صلاح الدین نے مصر میں اس کی اطاعت قبول کی اور تمام ملک کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور ملک کے سکہ پر اس کا نام کندہ کرایا گیا۔

ملک صالح کا نگران اور اس کی سلطنت کا منتظم اور سربراہ امیر شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم مقرر ہوا قاضی کمال الدین شہرزوری نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ تمام معاملات میں سلطان صلاح الدین سے رجوع کیا کریں تا کہ وہ ان کی اطاعت سے روگردانی نہ کرے۔ مگر ان لوگوں نے اس مشورہ کو نہیں مانا۔

حاکم موصل کی خودمختاری: یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سلطان نورالدین نے الجزیرہ کو فتح کر لیا تھا اور اپنے بھائی قطب الدین کے فرزند سیف الدین غازی کو موصل کا حاکم مقرر کیا تھا۔ سلطان اپنے ساتھ فخر الدین عبدالمسیح کو لے گیا تھا جسے سیف الدین نے مقرر کیا تھا اور وہ خودمختار ہو گیا تھا۔

سلطان نے قلعہ موصل کا حاکم سعد الدین کمشتکین کو مقرر کیا تھا سلطان نے مرنے سے پیشتر ان دونوں کو بلوایا تھا چنانچہ سیف الدین غازی اور کمشتکین دونوں لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ راستے میں انہیں سلطان نورالدین کی وفات کی اطلاع ملی تو اس وقت فوج کے اگلے حصے پر کمشتکین مقرر تھا وہ یہ خبر سن کر حلب بھاگ گیا۔

سیف الدین کی فتوحات: لہٰذا سیف الدین غازی نے ان کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور وہ بھی نصیبین کی طرف لوٹ گیا اور اسے فتح کر کے اپنی فوجیں خابور کی طرف بھیجیں، جنہوں نے یہ علاقہ بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد وہ حران پہنچا۔ وہاں کا حاکم سلطان نورالدین کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس شہر کا چند دنوں تک محاصرہ کیا گیا۔ پھر سیف الدین غازی نے اس شرط پر اس سے ہتھیار ڈلوائے کہ وہ (اطاعت کرنے کے بعد) اسے حران کا مالک بنا دے گا مگر جب اس نے اطاعت

قبول کی تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور حران پر قبضہ کر لیا گیا۔

جب سیف الدین غازی رُہا پہنچا وہاں کا حاکم سلطان نور الدین کا ایک خادم تھا اس نے بھی شہر حوالے کر دیا اور اس کے معاوضہ میں اسے جزیرہ ابن عمر کا قلعہ الزعفرانی دیا گیا۔ بعد میں وہ بھی اس سے چھین لیا گیا۔

الجزیرہ پر قبضہ: وہاں سے سیف الدین رقہ اور سروج پہنچا انہیں بھی فتح کر لیا یوں الجزیرہ کے تمام شہر اس نے فتح کر لیے تھے البتہ قلعہ جعبر نہیں فتح ہو سکا کیونکہ وہ مستحکم قلعہ تھا اور راس عین بھی فتح نہیں ہو سکا کیونکہ وہ اس کے ماموں زاد بھائی قطب الدین حاکم ماردین کے قبضہ میں تھا۔

شمس الدین علی بن الدایہ حلب میں تھا وہ سلطان نور الدین کا سب سے بڑا حاکم تھا اور اس کے پاس فوجیں بھی تھیں مگر وہ سیف الدین اور فخر الدین عبدالمسیح کا مقابلہ نہیں کر سکا۔

فتح دمشق کا منصوبہ: سلطان نور الدین نے فخر الدین عبدالمسیح کو اپنی وفات سے پہلے سیواس میں ذوالنون بن دانشمند کے پاس بھیج دیا تھا جب نور الدین فوت ہو گیا تو وہ اپنے دوست سیف الدین غازی کے پاس چلا گیا کیونکہ اس نے اس کو بادشاہ بنایا تھا سیف الدین اس وقت الجزیرہ کو فتح کر چکا تھا اس لیے فخر الدین نے اسے مشورہ دیا کہ وہ شام کا قصد کرے۔ اس کے دوسرے بڑے حاکم نے اس کی مخالفت کی مگر سیف الدین نے اسی کا مشورہ قبول کیا اور موصل لوٹ آیا۔

صلاح الدین کا پیغام: غازی صلاح الدین نے ملک صالح اور اس کے ارکان سلطنت کو یہ پیغام بھجوایا کہ انہوں نے سیف الدین کا مقابلہ کرنے کے لیے اسے کیوں نہیں بلوایا۔ صلاح الدین نے انہیں ان خطروں سے آگاہ کیا جو اس کی مدد کے بغیر تنہا سیف الدین کا مقابلہ کرنے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

بعد ازاں شمس الدین بن الدایہ نے ملک صالح کو دمشق سے حلب آنے کا پیغام دیا تا کہ وہ دونوں مل کر الجزیرہ کو واپس لے سکیں' مگر ملک صالح کے امراء نے اسے وہاں جانے سے روک دیا کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ ابن الدایہ اس پر مسلط نہ ہو جائے۔

فرنگیوں سے مصالحت: سلطان نور الدین کی وفات کے بعد فرنگیوں نے فوج کشی کر کے قلعہ بانیاس کا محاصرہ کر لیا جو دمشق کی عملداری میں تھا شمس الدین المقدم نے بھی فوجیں اکٹھی کیں اور وہ دمشق سے روانہ ہوا اس نے فرنگیوں سے خط و کتابت کر کے انہیں سیف الدین حاکم موصل اور صلاح الدین حاکم مصر کے حملوں کے خطرات سے آگاہ کیا اس لیے فرنگیوں نے اس سے مال وصول کر کے صلح کر لی۔

صلیب پرستوں کا خطرہ: غازی صلاح الدین کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اس صلح کو بہت ناپسند کیا اس نے ملک صالح اور اس کے ارکان سلطنت کو تحریر کیا کہ یہ بہت بری حرکت کی گئی ہے اس طرح فرنگیوں کے حملوں کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔

حقیقت یہ تھی کہ ابن المقدم نے فرنگیوں سے اس لیے صلح کی تھی کہ اسے سلطان صلاح الدین اور سیف الدین

غازی کے حملوں کا اندیشہ تھا۔

حلب پر حملے کا اندیشہ: چونکہ سیف الدین غازی نے الجزیرہ کے شہروں کو فتح کر لیا تھا اس لیے شمس الدین ابن الدایہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ حلب کو بھی فتح کر لے گا اس لیے اس نے سعد الدین کمستکین کو جو سیف الدین غازی کے پاس سے بھاگ کر وہاں آیا تھا دمشق بھیجا تاکہ وہ ملک صالح سے مدافعت کے لیے درخواست کرے جب کمستکین دمشق کے قریب پہنچا تو ابن المقدم نے اس کے خلاف فوج بھیجی جس نے اسے لوٹ لیا اور وہ (ناکام) حلب آیا۔

کمستکین کی حکومت حلب: بعد ازاں ابن المقدم اور دمشق کے ارکان سلطنت نے یہ فیصلہ کیا کہ ملک صالح کا حلب جانا زیادہ مناسب ہے چنانچہ انہوں نے کمستکین کو بلوایا اور اس کے ساتھ ملک صالح کو بھیجا جب کمستکین حلب پہنچا تو اس نے ابن الدایہ اور اس کے بھائیوں کو گرفتار کر لیا اور رئیس حلب ابن الخشاب اور ایک اور اعلیٰ افسر کو بھی گرفتار کر لیا اور ملک صالح کے حکم سے وہ حلب کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔

سیف الدین سے مصالحت: ابن المقدم اور دمشق کے امراء کو جب (اس کی خود مختاری) کی خبر ملی تو انہیں اس کا خطرہ محسوس ہوا اس لیے انہوں نے سیف الدین غازی حاکم موصل کو تحریر کیا کہ وہ اسے دمشق کا حاکم بنانا چاہتے ہیں سیف الدین نے وہاں جانے میں تامل کیا اور وہ سمجھا کہ شاید یہ دھوکے کی چال ہے اس لیے اس نے ان کی اطلاع کمستکین کو دی اور اس نے اسے وہ مال و دولت دے کر جو اس نے اس کے شہروں سے چھینا تھا صلح کر لی۔

اس سے اہل دمشق کے دلوں میں مزید شکوک و شبہات پیدا ہوئے اس لیے اب انہوں نے سلطان صلاح الدین ایوب سے خط و کتابت کر کے اسے بلوایا۔

سلطان صلاح الدین کی فتح دمشق: سلطان صلاح الدین مصر سے برق رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا راستے میں وہ فرنگیوں کو شکست دیتا ہوا بصریٰ پہنچا۔ اس کے حاکم نے اس کی اطاعت قبول کی وہاں سے وہ دمشق پہنچا تو وہاں کے ارکان سلطنت شمس الدین محمد بن عبدالملک کی قیادت میں اس کے استقبال کے لیے نکلے۔ یہ وہی شمس الدین ابن المقدم تھا جس کے والد نے سنجار کا علاقہ سلطان نور الدین کے ۵۴۴ھ میں حوالے کیا تھا۔ لہٰذا اب سلطان صلاح الدین ۵۷۰ھ میں ماہ ربیع الاول کے آخر میں دمشق میں (فاتحانہ طور پر) داخل ہوا۔ دمشق میں وہ اپنے والد کے گھر میں جو دار العقیقی کے نام سے مشہور تھا قیام پذیر ہوا۔

قلعہ دمشق کی تسخیر: قلعہ کا حاکم ریحان تھا جو سلطان نور الدین کا وفادار خادم تھا (اس کا قلعہ پر قبضہ تھا) سلطان صلاح الدین نے قاضی کمال الدین شہرزوری کے ذریعے اسے یہ پیغام بھجوایا کہ وہ (صلاح الدین) ملک صالح کا مطیع و فرمانبردار ہے اس نے اپنے ملک میں اسی کی بادشاہت کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا ہے۔ وہ یہاں محض اس لیے آیا ہے کہ وہ ان علاقوں کو واپس لے جو چھین لیے گئے ہیں۔

(اس پیغام کے بعد) ریحان نے قلعہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دیا اور اس نے اس کے تمام مال و دولت

پر قبضہ کرلیا۔ یہ تمام کاروائی کرتے وقت سلطان صلاح الدین ملک صالح کی اطاعت کا اظہار کرتا رہا۔ اس نے خطبہ اور سکہ اسی کے نام پر برقرار رکھا۔

دمشق کا نیا حاکم: جب سلطان صلاح الدین نے دمشق ملک صالح کے نام پر فتح کیا تو اس نے وہاں اپنے بھائی سیف الاسلام ظغرکین بن ایوب کو جانشین بنایا۔

زعفرانی کا فرار: حمص، حماۃ، قلعہ مرعش، سلیمیہ، تل خالد اور رُہا (اڈیسہ) کا الجزیرہ کے شہروں میں شمار ہوتا تھا اور یہ سلطان نور الدین کے ایک حاکم فخر الدین مسعود زعفرانی کے ماتحت تھے۔ البتہ ان کے قلعے دوسروں کے ماتحت تھے۔

جب سلطان نور الدین فوت ہوا تو زعفرانی اپنی بدکرداری کی بنا پر وہاں سے بھاگ گیا۔

فتح حمص: لہٰذا جب سلطان صلاح الدین نے دمشق فتح کیا تو اس کے بعد اس نے حمص کی طرف فوج کشی کی اور شہر پر قبضہ کرلیا مگر قلعہ اس کے جداگانہ حاکم کی وجہ سے مسخر نہیں ہوسکا۔ اس لیے اس کے محاصرہ کے لیے ایک لشکر تیار کیا گیا اور خود صلاح الدین حماۃ روانہ ہوا اور ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کو اس کا محاصرہ کیا۔ اس کے قلعہ کا حاکم خردیک تھا سلطان صلاح الدین نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ ''وہ ملک صالح کا فرمانبردار ہے اور وہ یہاں محض اس لیے آیا ہے کہ اسے فرنگیوں سے محفوظ کرنے اور الجزیرہ کے شہر اس کے چچازاد بھائی سیف الدین غازی حاکم موصل سے واپس لے۔''

محاصرۂ حلب: سلطان صلاح الدین نے اس علاقہ پر عز الدین کو اپنا نائب بنا کر اسے حلب میں ملک صالح کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کے ساتھ معاہدہ کرے اور شمس الدین علی، حسن اور عثمان تقی الدین کو قید سے چھڑا لائے۔ چنانچہ عز الدین قلعہ پر اپنے بھائی کو جانشین مقرر کرکے حلب روانہ ہوا جب وہ حلب پہنچا تو کمستکین نے اسے گرفتار کرکے قید کرلیا ایسی حالت میں اس کے بھائی نے حماۃ کا قلعہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کردیا اور صلاح الدین نے اس پر قبضہ کرلیا اور فوراً اس نے حلب کی طرف پیش قدمی کی اور حلب کا محاصرہ کرلیا۔ ملک صالح اس وقت نوعمر بچہ تھا تاہم وہ سوار ہوکر شہر میں گشت کرتا رہا اور اپنے والد کے حقوق جتا کر لوگوں سے امداد کا خواستگار ہوا۔ اہل حلب اس کی درخواست سے بہت متاثر ہوئے اور سلطان صلاح الدین کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے شہر سے باہر نکلے اور جان نثاری کے ساتھ لڑے۔

کمستکین کی چالیں: اس اثناء میں کمستکین نے فرقہ اسماعیلیہ کے سردار کے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ سلطان صلاح الدین کو خفیہ طور پر اچانک طور پر قتل کردیا جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے چند جانثاروں (فدائیوں) کو اس مقصد کے لیے بھیجا مگر صلاح الدین کے ساتھیوں اور اس کے سپاہیوں کو اس خفیہ سازش کا پتہ چل گیا چنانچہ انہوں نے (اس سازشی گروہ کا) خاتمہ کردیا اور صلاح الدین بدستور حلب کا محاصرہ کرتا رہا۔

کمستکین نے (دوسری چال یہ چلی کہ اس نے) (صلیبی) فرنگیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ سلطان صلاح الدین کے ملک پر حملہ کریں تاکہ وہ ان کے پاس سے کوچ کر جائے۔

فرنگیوں کی پیش قدمی: سلطان نور الدین ۵۵۹ھ میں الشمس کو جو اس وقت طرابلس کے حاکم سنجلی کے پاس تھا قلعہ حارم کی جنگ میں گرفتار کیا تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک وہ حلب میں نظر بند تھا اس لیے کمشتکین نے (موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے) اس وقت اسے ڈیڑھ لاکھ دینار اور ایک ہزار قیدیوں کے بدلے میں رہا کر دیا اس کا فرنگیوں کے بادشاہ مری کے فرزند پر بہت بڑا اثر تھا اور وہ اس کی رائے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا چنانچہ رجب کی ساتویں تاریخ کو وہ فرنگی فوجوں کو لے کر قلعہ رستین کی طرف روانہ ہوا۔

ایک قلعہ کی تسخیر: سلطان صلاح الدین نے دوسرے دن ان سے صلح کر لی اور وہ وہاں سے بھاگ گئے اس کے بعد صلاح الدین قلعہ کا محاصرہ کرتا رہا اور ماہ شعبان کے آخر میں اسے فتح کر لیا اس طرح وہ شام کے اکثر علاقے پر قابض ہو گیا۔

فتح بعلبک: وہاں سے وہ بعلبک کی طرف روانہ ہوا جہاں کا حاکم سلطان نور الدین کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک شخص یمن الخادم تھا۔ اس شہر کا بھی محاصرہ کیا گیا۔ آخر کار اہل شہر نے ہتھیار ڈال دیئے اور صلاح الدین نے بعلبک کو اسی سال کی پندرھویں رمضان المبارک میں فتح کر لیا اور شمس الدین محمد بن عبدالملک کے حوالے کر دیا کیونکہ اس نے دمشق کی فتح کے موقع پر اطاعت اور وفاداری کا ثبوت دیا تھا اور شہر کو اس کے حوالے کر دیا تھا۔

فوجی امداد کی درخواست: جب سلطان صلاح الدین نے حمص و حماۃ فتح کر لیے اور حلب کا محاصرہ کیا تو ملک صالح اسماعیل نے حلب سے اپنے چچازاد بھائی سیف الدین غازی حاکم موصل سے خط و کتابت کر کے اس سے فوجی امداد کی درخواست کی چنانچہ اس نے فوجیں اس مقصد کے لیے اکٹھی کیں۔ اس نے دوسرے بھائی عماد الدین زنگی حاکم سنجار سے بھی فوجی کمک طلب کی تھی مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ اس کے سلطان صلاح الدین سے گہرے تعلقات تھے کیونکہ اسی نے اسے سنجار کا حاکم بنایا تھا اس لیے اس نے اس سے مزید توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔

سیف الدین غازی کی امداد: لہٰذا سیف الدین غازی نے سلطان صلاح الدین کے مقابلہ کے لیے ماہ رمضان ۵۷۰ھ میں اپنے بھائی عز الدین مسعود کے ہمراہ اور سپہ سالار عز الدین قنداز کی قیادت میں فوجیں بھیجیں اور خود سیف الدین غازی فوج لے کر سنجار کی طرف روانہ ہوا اور وہاں اس نے اپنے بھائی عماد الدین کا محاصرہ کر لیا مگر کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔

موصل کی فوج کو شکست: جب وہ سنجار کا محاصرہ کر رہا تھا اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان صلاح الدین نے اس کے بھائی عز الدین اور اس کے لشکر کو شکست دے دی اس لیے وہ عماد الدین سے صلح کر کے موصل واپس آ گیا۔

متحدہ فوج کا دوبارہ مقابلہ: سیف الدین غازی نے دوبارہ اپنے بھائی عز الدین کو فوجیں دے کر قنداز کے ساتھ بھیجا اور وہ حلب کی طرف روانہ ہوئے وہاں اس کا لشکر بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور وہ سب کے سب سلطان صلاح

الدین کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔

پیغام صلح کی ناکامی: سلطان صلاح الدین نے اس وقت عماد الدین کے پاس موصل میں یہ پیغام بھجوایا کہ وہ اس کے اور ملک صالح کے درمیان اس شرط پر صلح کرا دے کہ ملک صالح اسے دمشق پر قبضہ رکھنے کی اجازت دے اس کے بدلے میں وہ اسے حمص اور حماۃ لوٹا دے گا مگر ملک صالح نے یہ شرط رکھی کہ وہ شام کے تمام شہر لوٹا دے اور صرف مصر کی حکومت پر اکتفا کرے۔

متحدہ لشکر کی شکست: لہٰذا صلاح الدین سے ان کی فوجیں حماۃ کے قریب نبرد آزما ہوئیں۔ اس جنگ میں انہیں شکست ہوئی البتہ عز الدین نے تھوڑی دیر ثابت قدمی دکھائی مگر سلطان صلاح الدین نے جان توڑ کر حملہ کر کے اسے بھی شکست دے دی اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اس نے حلب کی فوجوں کا تعاقب کر کے انہیں وہاں سے بھگا دیا اور پھر ان کا محاصرہ کر لیا جب محاصرہ نے طول پکڑا تو انہوں نے الشام کے مقبوضہ علاقوں کا اسے حاکم تسلیم کر لیا اور صلح کر لی۔

خطبہ بند: (اس فتح کے بعد) سلطان صلاح الدین نے اپنی مقبوضہ سلطنت کی مساجد میں ملک صالح کے نام کا خطبہ پڑھوانا بند کرا دیا اور سلطان کے نام کا خطبہ پڑھنا اپنی تمام سلطنت میں جاری کرایا۔

قلعہ بعدوین کا محاصرہ: سلطان صلاح الدین نے اسی سال کی دسویں شوال کو حلب سے کوچ کیا اور حماۃ واپس آ گیا وہاں سے وہ قلعہ بعدوین کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا اس قلعہ کا حاکم فخر الدین مسعود بن زعفرانی تھا۔ جو سلطان نور الدین کے امراء میں سے تھا اور سلطان صلاح الدین کے دربار سے بھی وابستہ ہو گیا تھا اور وہاں اس نے عمدہ خدمات انجام دیں، مگر جب اس کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں کامیابی نہیں ہوئی تو وہ صلاح الدین کو چھوڑ کر بعدوین بھاگ آیا تھا جہاں اس کا نائب حکومت کرتا تھا۔

قلعہ کی تسخیر: سلطان صلاح الدین نے بعدوین کا محاصرہ کیا جب یہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو صلاح الدین نے اسے اپنے ماموں شہاب الدین محمود بن تکش الحارمی کے حوالے کر دیا۔ حمص کا علاقہ اس نے اپنے چچا زاد بھائی ناصر الدین بن شیرکوہ کے حوالے کیا اور ۵۷۰ھ کے آخر میں دمشق واپس آ گیا۔

غازی کی تیسری جنگ: سیف الدین غازی حاکم موصل اپنے بھائی کی شکست کے بعد سنجار کا محاصرہ چھوڑ کر موصل واپس آ گیا تھا اس نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور ان میں خوب مال و دولت تقسیم کی اور اس کے علاوہ کیفا اور ماردین کے حکام سے بھی فوجی کمک طلب کی۔ اس طرح اس نے چھ ہزار سواروں کے ساتھ کوچ کیا اور وہ ۵۷۱ھ کی فصل بہار میں نصیبین پہنچا وہاں وہ موسم سرما کے اختتام تک مقیم رہا۔ پھر وہ حلب پہنچا تو سعد الدین کمشتکین سربراہ مملکت نے اپنی حلب کی فوجوں کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔

غازی کی شکست اور فرار: (یہ صورت حال دیکھ کر) سلطان صلاح الدین نے مصر سے اپنی فوجیں بلوائیں اور

انہیں کوچ کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ ان کے پاس پہنچ گئیں پھر وہ دمشق سے کوچ کرتا ہوا سیف الدین اور کمستکین کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پہنچا اور تل القول میں فریقین کا مقابلہ ہوا آخرکار دشمن کی فوجیں شکست کھا کر حلب واپس آ گئیں۔
سیف الدین غازی نے اپنے بھائی عز الدین کو حلب میں اپنی فوجوں کی قیادت کے لیے چھوڑا اور خود دریائے فرات عبور کر کے موصل بھاگ گیا کیونکہ اس کا خیال یہ تھا کہ سلطان صلاح الدین اس کا تعاقب کر رہا ہے۔

سپہ سالار کی معزولی: ملک صالح نے اپنے وزیر جلال الدین اور مجاہد الدین قایماز سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ وہ موصل سے قلعہ حمیدیہ چلا جائے مگر ان دونوں نے اس کی مخالفت کی۔ آخرکار اس نے قدار کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا کیونکہ اسی کے مشورہ پر عمل کرنے سے یہ شکست ہوئی۔ اس نے اس کے بجائے مجاہد الدین قایماز کو (سپہ سالار) مقرر کیا۔

فتح مراغہ و منبج: سلطان صلاح الدین (متحدہ) لشکر کو شکست دے کر اور ان کا مال غنیمت حاصل کر کے مراغہ کی طرف روانہ ہوا اور اسے فتح کر کے وہاں اپنا حاکم مقرر کیا۔ وہاں سے وہ منبج گیا۔ وہاں کا حاکم قطب الدین ینال بن حسان المنبجی تھا جو سلطان صلاح الدین سے بہت عداوت رکھتا تھا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اس کا شہر فتح کر لیا اور اس کے قلعہ کا شدید محاصرہ کیا پھر اس کی فصیلوں میں نقب لگا کر قلعہ فتح کر لیا اور اسے اسیر کر لیا۔ پھر اس کا مال و متاع ضبط کر کے اسے چھوڑ دیا۔ وہ موصل بھاگ گیا جہاں سیف الدین نے رقہ کا علاقہ اسے عطا کیا۔

قلعہ اعزاز کی تسخیر: جب صلاح الدین منبج سے فارغ ہوا تو اس نے قلعہ اعزاز کی طرف پیش قدمی کی جو بہت ہی مستحکم قلعہ تھا سلطان نے اس کا چالیس دن تک محاصرہ کیا اس کے بعد اہل قلعہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور عید الاضحیٰ کے دن قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔

حلب کا محاصرہ و صلح: پھر سلطان نے حلب کی طرف کوچ کیا اور وہاں کا محاصرہ کیا ملک صالح بھی وہاں تھا اہل حلب نے گھمسان کی جنگ کی اس لیے سلطان نے جنگ کو طول دیا۔ پھر مصالحت کی کوشش کی بشرطیکہ سیف الدین حاکم موصل اور کیفا اور ماردین کے حکام بھی اس میں شامل ہوں۔ چنانچہ اس شرط پر معاہدہ طے ہو گیا اور ملک صالح کی ہمشیرہ سلطان صلاح الدین کے پاس آئی۔ سلطان نے اس کی تعظیم و تکریم کی اور اسے عطیات سے نوازا۔ ملک صالح کی ہمشیرہ نے سلطان سے قلعہ اعزاز طلب کیا جو سلطان نے بخوشی عطا کیا۔ بعد ازاں سلطان نے بلاد اسماعیلیہ کی طرف کوچ کیا۔

حاکم شہر زور کی نافرمانی اور اطاعت: مجاہد الدین قایماز شہر اربل کا منتظم تھا اس کی شہر زور کے حاکم شہاب الدین محمد بن بذران سے دشمنی تھی۔ چنانچہ جب سیف الدین نے مجاہد الدین کو موصل کا نائب مقرر کیا تو شہاب الدین کو اس سے خطرہ لاحق ہوا اس لیے اس نے سیف الدین کی اطاعت سے انکار کیا یہ واقعہ ۵۷۲ھ میں ہوا۔ لہٰذا جلال الدین وزیر نے اسے موثر طریقے سے سمجھایا اور اسے بغاوت کے انجام سے ڈرایا اور اطاعت پر آمادہ کیا چنانچہ اس کے سمجھانے بجھانے سے اس نے اطاعت قبول کی اور جلد موصل حاضر ہو کر اطاعت کا اعلان کیا۔

کمستکین کا عروج و زوال: سعد الدین کمستکین' حلب میں ملک صالح کی حکومت کا نگران تھا۔ اس کا مخالف ابوصالح العجمی تھا جس نے سلطان نور الدین اور ملک صالح کے ہاں بہت اثر ورسوخ حاصل کر لیا تھا اور وزیر کے مرتبہ سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اسے فرقہ باطنیہ کے کسی شخص نے حملہ کر کے قتل کر دیا تھا یوں کمستکین کے لیے (حکومت کا) میدان خالی ہو گیا اور وہ ملک صالح پر بھی حاوی ہو کر خود مختار ہو گیا تھا۔ اس کے ظلم و استبداد کی بہت شکایتیں ہونے لگیں اور یہ بھی الزام لگایا گیا کہ اس نے وزیر کو بھی قتل کرایا تھا لہٰذا کمستکین کو گرفتار کر کے اسے قید کر دیا گیا۔ سلطان نے اسے قلعہ حارم عطا کیا تھا۔ لہٰذا اس کے ساتھی وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ ملک صالح نے چاہا کہ وہ قلعہ اس کے حوالے کر دیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

قلعہ حارم کی تسخیر: جب کمستکین قید خانے میں ہلاک ہو گیا تو اس قلعہ کا محاصرہ کیا گیا آخر کار ملک صالح نے مال و دولت دے کر ان سے قلعہ حاصل کیا کیونکہ اس کے محاصرہ کے لیے جو لشکر بھیجا گیا تھا وہ محاصرہ سے عاجز آ گیا تھا۔ لہٰذا جب اس کے ساتھیوں نے قلعہ اس کے حوالے کیا تو اس نے اپنی طرف سے ایک حاکم مقرر کیا۔

ملک صالح کی وفات: ملک صالح اسماعیل بن نور الدین محمود حاکم حلب کا ۵۷۷ھ کے درمیانی عرصے میں انتقال ہو گیا اس نے آٹھ سال تک حکومت کی تھی۔ اس نے اپنا ولی عہد عز الدین مسعود حاکم موصل کو بنایا تھا۔ اس وقت بعض ارکان سلطنت نے عز الدین کے بڑے بھائی عماد الدین حاکم سنجار کو ولی عہد بنانا چاہا کیونکہ اس کی ملک صالح کی ہمشیرہ سے رشتہ داری تھی اور اس کا والد سلطان نور الدین بھی اسے زیادہ پسند کرتا تھا مگر اس نے انکار کیا اور عز الدین نے بھی یہ کہا تھا:

''میں حلب کو سلطان صلاح الدین سے بچانے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہوں''

عز الدین کی جانشینی: بہر حال جب ملک صالح فوت ہو گیا تو امرائے حلب نے عز الدین مسعود کو بلوایا۔ چنانچہ وہ اور مجاہد ین قایماز دریائے فرات پر پہنچے جہاں امرائے حلب نے ان کا استقبال کیا اور انہیں اپنے ساتھ حلب لائے چنانچہ وہ اسی سال کے ماہ شعبان کے آخر میں شہر حلب میں داخل ہوا۔

سلطان صلاح الدین ان دنوں مصر میں تھا اور ان سے بہت دور تھا۔ اس کا بھتیجا تقی الدین عمر منبج میں تھا۔ جب اس نے ان کا خطرہ محسوس کیا تو وہ وہاں سے حماۃ پہنچا۔ اہل حماۃ نے اس کی مخالفت کی اور عز الدین کی حمایت میں نعرے لگائے۔

معاہدہ کی پابندی: اہل حلب نے عز الدین کو مشورہ دیا کہ وہ دمشق اور شام کے شہروں پر حملہ کرے۔ انہوں نے اسے (فتح و کامرانی کی) امید دلائی مگر اس نے اس وجہ سے انکار کیا کہ اس کے اور صلاح الدین کے درمیان (معاہدہ صلح) ہے عز الدین حلب میں کئی مہینے رہا۔ پھر وہاں سے رقہ کی طرف کوچ کیا۔

تبادلہ کی تجویز پر عمل: جب عز الدین حلب سے رقہ آیا تو وہاں اس کے پاس اس کے بھائی عماد الدین حاکم سنجار کے قاصد آئے وہ یہ پیغام لائے تھے کہ عماد الدین چاہتا ہے کہ وہ اپنے علاقے سنجار کے بدلے میں حلب کی حکومت حاصل

کرے عز الدین نے اس کی یہ بات نہیں مانی تو عماد الدین نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ (ایسی حالت میں) وہ سنجار کا علاقہ سلطان صلاح الدین کے سپرد کر دے گا۔

عماد الدین کی حکومت: اس موقع پر اس کے امراء نے عز الدین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سنجار کی حکومت قبول کر لے کیونکہ اس کا بھائی عز الدین کا مخالف نہیں ہے کیونکہ وہ بھی حاکم ہے اور اس کے پاس لشکر اور علاقے بھی کافی ہیں لہٰذا عز الدین نے اپنے بھائی سے سنجار کا علاقہ حاصل کر لیا اور اسے حلب کی حکومت دے دی چنانچہ عماد الدین حلب پہنچا اور وہاں کا حاکم بن گیا۔

سلطان صلاح الدین کے لیے اس کی حکومت مناسب و موافق تھی کیونکہ اسے عز الدین کی طرف سے دمشق پر حملہ کا خطرہ تھا۔

الجزیرہ کی طرف پیش قدمی: عز الدین حاکم موصل نے مظفر الدین کو کبری زین الدین کچک کو حران اور اس کا قلعہ دے دیا تھا جب سلطان صلاح الدین البیرہ کا محاصرہ کرنے کے لیے پہنچا تو مظفر الدین صلاح الدین کے ساتھ مل گیا اور اسے کامیابی کی امید دلائی اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ الجزیرہ پر حملہ کر دے چنانچہ سلطان صلاح الدین نے دریائے فرات کی طرف فوج کشی کی اور بظاہر یہ مشہور کیا کہ وہ حلب کا محاصرہ کرنا چاہتا ہے (مگر درحقیقت الجزیرہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا) اس وقت مظفر الدین بھی دریا کو عبور کر کے صلاح الدین کے پاس پہنچ گیا تھا اور اس کے ساتھ قلعہ البیرہ تک آیا۔ البیرہ کا قلعہ بہت مستحکم تھا اور دریائے فرات کے کنارے الجزیرہ کی سرحد پر تھا اس کا حاکم اہل ماردین کے (شاہی خاندان) بنو ارتق سے تعلق رکھتا تھا اس نے سلطان صلاح الدین کی اطاعت قبول کی اور اس کے پل پر سے صلاح الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو پار کیا۔

اس وقت حاکم موصل عز الدین نے (خبر سن کر) مجاہد الدین کے ساتھ نصیبین کی طرف پیش قدمی کی تھی تاکہ وہ سلطان صلاح الدین کے مقابلے میں حلب کی مدافعت کرے مگر جب ان دونوں کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان صلاح الدین نے دریائے فرات کو عبور کر لیا ہے تو وہ دونوں موصل واپس آ گئے اور رہا (اڈیسہ) کی طرف محافظ فوجی دستے بھیجے۔

رُہا کی تسخیر: سلطان صلاح الدین نے گرد و نواح کے بادشاہوں سے فوجی امداد کے لیے خط و کتابت کی اس سے پہلے صلاح الدین اور حاکم کیفا نور الدین محمد بن قرا ارسلان کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ اگر صلاح الدین آمد کے شہر کو فتح کر لے تو وہاں اس کے حوالے کر دے گا لہٰذا جب اس نے حکام کو پیغام بھیجے تو کیفا کا حاکم سب سے پہلا شخص تھا جو اس کی امداد کے لیے پہنچا۔ اس وجہ سے اب سب سے پہلے سلطان صلاح الدین نے رہا کی طرف پیش قدمی کی اور ماہ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں اس کا محاصرہ کر لیا ان دنوں وہاں کا حاکم فخر الدین مسعود زعفرانی تھا جب محاصرہ سخت ہوا تو اس نے سلطان صلاح الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کے ساتھ مل کر اس نے بھی قلعہ کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ اس کے نائب نے مقررہ مال لے کر قلعہ کو صلاح الدین کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے یہ علاقہ مظفر الدین کو کبری حاکم حران کو دے دیا۔

مزید فتوحات: سلطان وہاں سے رقہ گیا جہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان المنجی تھا وہ وہاں سے موصل کی طرف بھاگ گیا اسی لیے سلطان صلاح الدین نے (آسانی کے ساتھ) فتح کر لیا وہاں سے وہ خابور کے علاقہ کی طرف روانہ ہوا' جو قرقیسا' ماکسین اور عربان کے مقامات پر مشتمل تھا۔ سلطان نے یہ تمام مقامات فتح کر لیے۔

فتح نصیبین: پھر اس نے نصیبین کی طرف پیش قدمی کی اور اسے فوراً فتح کر لیا۔ البتہ قلعہ کا چند دنوں تک محاصرہ کیا گیا۔ پھر وہ بھی تسخیر ہو گیا۔ سلطان نے اس کا حاکم اپنے سب سے بڑے حاکم ابوالہیجاء السمین کو مقرر کیا اور حاکم کیفا کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

موصل کی طرف پیش قدمی: سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ فرنگیوں نے دمشق کی عملداری پر حملہ کر دیا ہے اور وہ دریا کے مقام پر پہنچ گئے ہیں مگر سلطان اس خبر سے متاثر نہیں ہوا اور اس نے اپنا کام جاری رکھا۔ مظفر الدین کوکبری اور ناصر الدین محمود بن شیر کوہ نے اُسے موصل پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور سنجار اور جزیرۂ ابن عمر کی طرف پیش قدمی کرنے پر بھی آمادہ کیا چنانچہ اس نے (ان کے مشورہ کے مطابق) موصل کی طرف پیش قدمی کی موصل کا حاکم عز الدین اور نائب مجاہد الدین تھا۔ اس نے بہت فوجیں اکٹھی کر لی تھیں اور انہیں فیاضانہ طور پر عطیات دیئے تھے اور اپنے مقبوضہ شہروں کو فوج سے بھر دیا تھا۔ ان میں الجزیرہ' سنجار' موصل اور اربل کے علاقے شامل تھے۔

موصل میں ناکام جنگ: سلطان صلاح الدین وہاں روانہ ہو گیا جب وہ محاذ کے قریب پہنچا تو وہ اور مظفر الدین' ناصر الدین ابن شیر کوہ اور دیگر ارکان سلطنت فصیلوں کو دیکھنے کے لیے گئے تو بہت مستحکم پایا۔ اس وقت سلطان صلاح الدین نے مظفر الدین اور اپنے چچازاد بھائی ناصر الدین ابن شیر کوہ سے مخاطب ہو کر کہا

''تم دونوں نے مجھے دھوکا دیا۔''

پھر سلطان صبح کے وقت شہر پہنچ گیا اور اس کے ساتھی جنگ کے لیے صف آرا ہو گئے ان نے منجنیق نصب کی مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس نے اس قسم کے نو (قلعہ شکن آلات) نصب کیے مگر شہر سے ایک جماعت نکلی اور وہ انہیں لے گئی۔ وہ رات کے وقت شہر سے مشعل لے کر نکلتے تھے اور نقل و حرکت کا اظہار کرتے تھے۔ اس سے سلطان صلاح الدین کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ شب خون نہ ماریں۔ لہٰذا اس نے جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

مصالحت کی ناکام کوشش: اس عرصہ میں صدر الدین شیخ الشیوخ (سہروردی) خلیفہ ناصر کی طرف سے ان کے خواص بشیر خادم کے ساتھ فریقین میں مصالحت کرانے کے لیے پہنچ گئے تھے۔ ان کی شرائط صلح یہ تھیں کہ سلطان صلاح الدین الجزیرہ کے شہر لوٹا دے۔ سلطان نے اس کے مقابلے میں یہ شرط رکھی کہ دوسرا فریق حلب کا علاقہ لوٹا دے مگر اس کے لیے وہ تیار نہیں ہوئے پھر سلطان نے حلب کو لوٹانے کی شرط بھی ترک کر دی اور کہا کہ وہ ایک دوسرے کی امداد کرنا چھوڑ دیں۔ مگر اس کے لیے بھی وہ رضامند نہیں ہوئے۔

سنجار کا محاصرہ: اس سلسلے میں حاکم آذربائیجان قزل ارسلان کے قاصد بھی پہنچ گئے تھے اور حاکم خلاط شاہدین کا پیغام بھی پہنچا تھا۔ مگر فریقین میں سے کوئی تصفیہ نہیں ہو سکا۔ لہذا سلطان صلاح الدین نے موصل سے سنجار کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں عزالدین حاکم موصل کا بھائی امیر امیران ہندوار اور خود عزالدین بھی لشکر لے کر موجود تھا شرف الدین نے سلطان سے مقابلہ کیا اور موصل سے بھی اس کی فوجی کمک پہنچی مگر سلطان نے اس کے درمیان حائل ہو کر اسے روک دیا اور داد یہ کے بعض کردی امراء نے اس میں مداخلت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان صلاح الدین نے اسے شکست دی اور وہ موصل بھاگ گیا۔

فتح سنجار: اب سلطان صلاح الدین نے سنجار فتح کر لیا جو اس کے الجزیرہ کے تمام مقبوضہ علاقوں کے لیے حفاظتی سرحد ثابت ہوا سلطان نے اس کا حاکم سعد الدین ابن معین الدین انز کو مقرر کیا جو دمشق کا حاکم بن گیا تھا اور طغر کین کا آخری نائب تھا (وہ بہترین حاکم ہر حیثیت سے تھا)

حاکم نصیبین کی معزولی: سلطان وہاں سے لوٹتے وقت نصیبین کے مقام سے بھی گزرا وہاں کے باشندوں نے (اس کے نئے حاکم) ابوالہیجاء السمین کی شکایت کی چنانچہ اس نے اسے معزول کیا وہاں سے وہ مظفر الدین کوکبری کے شہر حران پہنچا اور ۵۷۸ھ میں وہاں کے قلعہ میں آرام کیا اور اپنی فوجوں کو روانہ ہونے کی اجازت دے دی۔

حاکم خلاط کی ناراضگی: اس اثناء میں حاکم موصل عزالدین نے خلاط کے حاکم شاہدین سے فوجی امداد طلب کی تھی چنانچہ شاہدین نے صلاح کے پاس سفارش کے لیے کئی قاصد بھیجے اور سب سے آخر میں اس نے اپنے آزاد کردہ غلام سکر جاہ کو بھیجا جب کہ سلطان سنجار کا محاصرہ کر رہا تھا۔ سلطان نے اس کی سفارش قبول نہیں کی چنانچہ وہ غضب ناک ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

جنگ کی منسوخی: پھر شاہدین (شاہ ارمن) حاکم ماردین قطب الدین کے پاس گیا وہ اس کا بھانجا اور عزالدین کا ماموں زاد بھائی تھا اس نے اس سے فوجی کمک طلب کی اور اس کے ساتھ کوچ کیا ان کے پاس عزالدین بھی موصل سے فوج لے کر آ گیا تھا۔ ان سب نے سلطان صلاح الدین سے جنگ کا عزم مصمم کیا جب صلاح الدین کو یہ خبر ملی تو اس نے حمص اور حماۃ کے حاکم تقی الدین کو جو اس کا بھتیجا تھا بھیجا اور خود ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اس نے کوچ کیا اس نے فوج لے کر راس عین کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔

(جب دشمن کو یہ خبر ملی) وہ اس کا مقابلہ کرنے سے باز آئے اور ہر ایک اپنے شہر واپس چلا گیا۔ سلطان صلاح الدین بھی ماردین چلا گیا اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد لوٹ آیا۔

فتح حلب و آمد: جب سلطان صلاح الدین نے ماردین سے کوچ کیا تو وہ آمد کے مقام پر آیا اور ۵۷۹ھ میں اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فتح کر لیا اور معاہدہ کے مطابق یہ شہر اس نے نور الدین محمد بن قرا ارسلان کے حوالے کر دیا پھر وہ

شام کی طرف روانہ ہوا اور حلب کے علاقہ کے مقام تل خالد کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور سلطان نے اسے ماہ محرم ۵۷۹ھ میں فتح کر لیا۔ وہاں سے اس نے عینتاب کی طرف کوچ کیا وہاں کا حاکم سلطان نورالدین زنگی کے خازن اسماعیل کا بھائی ناصر الدین محمد تھا اسے سلطان نورالدین نے حاکم مقرر کیا تھا اور اس وقت سے وہی اس کا حاکم تھا۔ اس نے سلطان صلاح الدین کے سامنے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ وہ اسے اس قلعہ کا حاکم بحال رکھے گا۔ چنانچہ سلطان نے اسی کو حاکم مقرر کیا اور وہ اس کا مطیع و فرمانبردار بن گیا۔

وہاں سے سلطان صلاح الدین نے حلب کی طرف پیش قدمی کی وہاں کا حاکم عماد الدین زنگی بن مودود تھا۔ سلطان نے وہاں چند دنوں تک میدان الاخضر کے قریب پڑاؤ ڈالا پھر وہ جبل جوشن کی طرف منتقل ہو گیا۔

علاقوں کا تبادلہ: حلب کا حاکم عماد الدین فوج کو تنخواہ نہیں دے سکا تھا اس لیے سلطان صلاح الدین نے اسے بذریعہ خط و کتابت یہ پیغام بھیجا کہ وہ حلب کے بجائے اسے سنجار نصیبین خابور رقہ اور سروج کے علاقے دے دے گا چنانچہ عماد الدین نے یہ تبادلہ منظور کر لیا سلطان صلاح الدین نے یہ شرط بھی رکھی کہ عماد الدین سے جب فوجی خدمت لی جائے گی تو وہ اس کے لیے فوراً حاضر ہو جائے گا۔ آخر کار ان شرائط کے مطابق عماد الدین مذکورہ بالا علاقوں کی طرف چلا گیا اور اس نے ان پر قبضہ کر لیا۔

سلطان صلاح الدین ۵۷۹ھ کے آخر میں حلب میں داخل ہو گیا حلب کی فتح کے بعد سلطان کا چھوٹا بھائی تاج الملوک بوری فوت ہو گیا کیونکہ اس کے گھٹنے میں چوٹ لگی تھی اور اس کے صدمے اور تکلیف سے وہ فوت ہو گیا۔

قلعہ حارم کی تسخیر: حلب کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین نے قلعہ حارم کی طرف فوج کشی کی۔ جہاں سلطان نورالدین کا آزاد کردہ غلام سرجک حاکم تھا اسے موجودہ حاکم عماد الدین نے مقرر کیا تھا مگر جب اس نے حلب سلطان صلاح الدین کے حوالے کیا تو سرجک قلعہ حارم میں بند ہو کر بیٹھ گیا تھا (اور اس نے سلطان کی اطاعت قبول نہیں کی) اس لیے سلطان نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا دونوں کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت رہی۔ اس عرصے میں سرجک نے خفیہ طور پر فرنگیوں کو بلوانے کا پیغام بھیجا (لیکن اس کے ساتھیوں کو یہ بات معلوم ہو گئی) اس کے ساتھیوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ یہ قلعہ فرنگیوں کے حوالے کر دے گا اس لیے انہوں نے اسے قید کر دیا اور سلطان صلاح الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے سلطان نے اسے فتح کر کے اپنے ایک خاص آدمی کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ سلطان نے تل خالد پر امیر دارم الیارو قی کو حاکم مقرر کیا جو تل باشر کا حاکم تھا۔

سلطان نے قلعہ عزازیہ امیر سلیمان بن جندر کو دے دیا سابق حاکم عماد الدین نے اس قلعہ کو ویران کر دیا تھا مگر امیر موصوف نے اسے آباد کیا۔

سلطان صلاح الدین نے حلب کے مختلف علاقے اپنے امراء اور فوج میں تقسیم کر دیئے تھے۔

مجاہد کا زوال اور گرفتاری: موصل میں مجاہد الدین قایماز کی حکومت بہت مستحکم تھی اس کے حریف حکام میں عز الدین محمود قفنز ارسپہ سالار اور حاکم عراق ابوالخیر کا فرزند شرف الدین احمد اکابر امراء میں سے تھے۔ وہ دونوں شاہ موصل کو

ان کے خلاف بھڑکاتے تھے اور ان کی بکثرت شکایتیں کیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ موصل نے اسے الگ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مگر وہ اس کی مجلس میں یہ کام نہیں کرسکتا تھا کیونکہ مجاہد الدین بہت خود مختار تھا اور اس کے اختیارات اور شان و شوکت بہت زیادہ تھی لہٰذا بادشاہ نے یہ تدبیر کی کہ بیماری کی وجہ سے وہ خانہ نشین ہوگیا۔ چونکہ مجاہد الدین خصی تھا اس لیے محل کی خواتین اس سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ بادشاہ کی عیادت کے لیے محل میں داخل ہوگیا۔ اسی وقت بادشاہ نے اسے گرفتار کرلیا اور پھر خود بادشاہ سوار ہوکر قلعہ پہنچا اور وہاں اس کی مال و دولت اور اس کے ذخیروں پر قبضہ کرلیا اور قلعدار کو وہاں اپنا نائب بنایا اور (احمد بن ابی الخیر کو) جو حاکم عراق کا فرزند تھا' امیر حاجب مقرر کیا اور ان دونوں کو سلطنت کے کاموں کا مختار بنادیا۔

مجاہد کے سابقہ اختیارات: مجاہد الدین کے قبضے میں اربل کا شہر تھا جہاں کا حاکم زین الدین یوسف بن زین الدین علی کچک' نو عمر بچہ اس کے زیر نگرانی کام کرتا تھا اسی طرح اس کے قبضہ میں جزیرۂ ابن عمر بھی تھا یہاں کا حاکم بھی نو عمر بچہ تھا اور اس کے زیر نگرانی تھا اس کا نام معز الدین سنجر شاہ بن سیف الدین غازی تھا اس کے قبضہ اختیار میں شہر زور کا علاقہ' دقوقا اور قلعہ عقر الحمید یہ بھی تھے ان تمام علاقوں میں اس کے اپنے نائب مقرر تھے اور حقیقت یہ ہے کہ جب سلطان صلاح الدین نے الجزیرہ فتح کرلیا تھا تو عز الدین مسعود شاہ موصل کے قبضے میں موصل کے علاوہ اور کچھ نہ تھا اس کا قلعہ مجاہد الدین کے قبضے میں تھا اور وہی حقیقی معنوں میں موصل کا بادشاہ تھا لہٰذا جب عز الدین نے اسے گرفتار کرلیا تو اربل کا حاکم خود مختار ہوگیا۔ جزیرۂ ابن عمر کے حاکم نے سلطان صلاح الدین کی اطاعت قبول کرلی۔

صلح کی دوبارہ تجویز کی ناکامی: اس دفعہ بھی خلیفہ ناصر نے شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردی؟) اور بشیر خادم کو عز الدین اور سلطان صلاح الدین کے درمیان صلح کرانے کے لیے بھیجا (انہوں نے یہ تجویز رکھی کہ) الجزیرہ اور اربل سلطان صلاح الدین کے پاس رہے گا مگر عز الدین نے یہ تجویز منظور نہیں کی اور کہا ''یہ دونوں علاقے میری عملداری میں ہیں۔''

اربل کی تباہی: اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے موصل فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ایسے موقع پر شاہ عز الدین زلقند از اور حاکم عراق کے فرزند پر بہت ناراض ہوا کیونکہ ان دونوں نے مجاہد الدین کو الگ کرا کر یہ مصیبت پیدا کی۔ اس نے آذربائیجان والے شخص کو پہلے معزول کیا اور کہا ''مجھے تمہاری ضرورت ہے۔'' پھر اس نے تین ہزار سواروں کا لشکر تیار کیا اور وہ اربل کی طرف روانہ ہوئے انہوں نے شہر کو تباہ و برباد کردیا جب زین الدین یوسف ان کے مقابلے کے لیے پہنچا تو وہ الگ الگ لوٹ مار کررہے تھے۔ اس نے انہیں شکست دی اور کامیاب ہوکر بلاد عجم چلا گیا۔

مجاہد الدین موصل واپس آگیا۔

حاکم حران کی بحالی: سلطان صلاح الدین نے ماہ ذوالقعدہ ۵۷۱ھ میں دمشق سے کوچ کیا۔ جب وہ حران پہنچا تو اس نے مظفر الدین کو کبری کو گرفتار کرلیا کیونکہ اس نے پچاس ہزار دینار بھیجنے کا وعدہ کیا تھا مگر جب وہ پہنچا تو اس نے وعدہ

پورا نہیں کیا۔ اس لیے اس نے اسے بھی گرفتار کیا کہ اہل الجزیرہ اس کے خلاف تھے پھر اس نے اسے چھوڑ دیا اور اسے حران اور رہا کی حکومت پر بحال رکھا۔

متحدہ لشکر کی یلغار: جب سلطان نے حران سے کوچ کیا تو کیفا داری اور جزیرۂ ابن عمر کی فوجیں اس کی فوجوں کے ساتھ شامل ہو گئی تھیں ان میں شاہ موصل عز الدین کا بھتیجا معز الدین سنجر شاہ بھی شامل تھا (جو جزیرۂ ابن عمر کا حاکم تھا) اس نے اپنے چچا سے بغاوت اختیار کر لی تھی اور مجاہد الدین کے زوال کے بعد خود مختار ہو گیا تھا۔

موصل کے وفد کی آمد: ان سب نے سلطان صلاح الدین کے ساتھ موصل کی طرف پیش قدمی کی۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو شاہ عز الدین کی والدہ، اس کا چچا زاد بھائی نور الدین محمود اور موصل کے ارکان سلطنت کی ایک جماعت وفد کی صورت میں سلطان سے ملاقات کرنے کے لیے آئی۔ ان کا خیال تھا کہ سلطان انہیں ضرور باریابی کی اجازت دیں گے۔ مگر فقیہ عیسیٰ اور علی بن احمد المشطوب نے اسے مشورہ دیا کہ انہیں لوٹا دیا جائے (چنانچہ وہ لوٹ گئے)۔

محاصرۂ موصل: اب سلطان صلاح الدین موصل پہنچا اور جنگ شروع کر دی مگر جنگ میں اسے کامیابی نہیں ہوئی اس لیے اسے اب وفد کو لوٹانے پر ندامت ہوئی۔

اتنے میں اس کے پاس ملامت آمیز القاضی الفاضل کا خط پہنچا پھر اربل کا حاکم زین الدین یوسف بھی آ گیا اس نے اسے اس کے بھائی مظفر الدین کوکبری اور دوسرے امراء و حکام کے ساتھ ٹھہرایا پھر اس نے امیر علی بن احمد المشطوب کو ہکاریہ کے علاقہ میں الجزیرہ کے قلعہ کی طرف بھیجا جہاں ہکاریہ کے کرد اس کے خلاف اکٹھے ہو گئے اور وہ ان کا محاصرہ کرنے لگا۔

حاکم موصل کے نظام کی درستی: قلعہ موصل کے نائب زلفندار نے (صلاح الدین سے) خط و کتابت کرنی چاہی مگر اس کی اطلاع عز الدین (شاہ موصل) کو مل گئی۔ لہٰذا اس نے اسے اس کام سے روک دیا بلکہ اس کا مشورہ ترک کر کے مجاہد الدین قائماز کو اپنا مشیر بنا لیا اور اس کی رائے اور مشورہ پر عمل کرنے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے انتظام سلطنت درست کر لیا اور کافی اصلاح کر لی۔

میافارقین کی تسخیر: سلطان صلاح الدین موصل کے طویل محاصرہ سے تنگ آ گیا تھا کہ اتنے میں ماہ ربیع الاول کے آخر میں ۵۸۱ھ میں اسے اطلاع ملی کہ خلاط کا حاکم شاہ ارمن ماہ ربیع الاول کی نو تاریخ کو فوت ہو گیا اور اس کے علاقہ پر اس کا آزاد کردہ غلام بکتمر مسلط ہو گیا ہے یہ خبر سن کر سلطان صلاح الدین نے موصل سے کوچ کر کے شہر میافارقین کو فتح کر لیا وہاں سے فارغ ہو کر نصیبین سے گذرتا ہوا وہ ۵۸۱ھ کے ماہ رمضان میں پھر موصل پہنچا۔

شرائط صلح کی تکمیل: اب فریقین کے قاصد مصالحت کی کوشش کرنے لگے اور یہ طے پایا کہ عز الدین شاہ موصل شہرزور کا علاقہ، قرابلی اور زاب اور اء الزاب کا علاقہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دے گا اور مساجد کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ

پڑھوایا جائے گا اور اس کے سکہ پر بھی اس کا نام کندہ ہوگا اس اثناء میں سلطان صلاح الدین بیمار ہوگیا اور وہ حران پہنچ گیا اس کے ایلچی صلح کی شرائط کی تکمیل کرا کے وہیں اس کے پاس پہنچے فریقین نے (اس معاہدہ کی تکمیل کے لیے) حلف اٹھایا۔ پھر سلطان نے ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا اور خود حران میں بیماری کی حالت میں رہا۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی عادل اور اس کے چچا شیر کوہ کا لڑکا ناصر الدولہ تھے (اس صلح کے بعد) موصل میں امن وامان قائم ہوگیا۔

نسلی فسادات: پھر ترکمان اور کرد قوموں کے درمیان جزیرہ' موصل' عمادیہ' دیار بکر' خلاط' شام' شہرزور اور آذربائیجان میں زبردست نسلی فسادات ہوئے ان فسادات میں بے شمار قومیں ماری گئیں اور فسادات کا یہ سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہا۔ ان فسادات کا سبب یہ تھا کہ ترکمان قوم کی ایک دلہن کو رخصت کر کے اس کے شوہر کے پاس لے جایا جا رہا تھا جب یہ لوگ زوزان اور اکراد کے قلعہ کے پاس سے گذرے تو وہاں کے لوگوں نے عام جوانوں کی عادت کے مطابق ان سے ولیمہ کی دعوت کی فرمائش کی جس کا انہوں نے سخت جواب دیا۔ (اس پر مشتعل ہو کر) حاکم قلعہ نے اس کے شوہر کو قتل کر دیا۔ اس کے جواب میں ترکمان قوم کردوں پر ٹوٹ پڑی اور انہیں قتل کر دیا۔

فسادات کا خاتمہ: آخر کار مجاہد الدین نے دونوں قوموں میں صلح کرائی اور انہیں خوب عطیات دیئے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دونوں قومیں متحد ہوگئیں اور یہ فسادات ختم ہوگئے۔

حاکم اربل کی وفات: زین الدین یوسف بن علی کو چک سلطان صلاح الدین کا مطیع ہوگیا تھا اربل اس کی عملداری میں تھا اور اس سلسلے میں اس کے اور حاکم موصل عز الدین کے درمیان ۱۸۵ھ میں صلح ہوگئی تھی۔ وہ اپنا لشکر لے کر سلطان صلاح الدین کے پاس گیا تھا' وہیں وہ بیمار ہوگیا اور اسی سال کے ماہ رمضان کے آخر میں فوت ہوگیا۔

نئے حاکم کا تقرر: اس کا بھائی اس کی زندگی ہی میں اس کے علاقے پر قابض ہوگیا تھا اور اس نے وہاں کے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا تھا جن میں بلداجی حاکم قلعہ جقیبر کان بھی شامل تھا اس نے سلطان صلاح الدین سے یہ درخواست کی کہ وہ اسے اس کے بھائی کی جگہ پر اربل کا حاکم مقرر کرنے' چنانچہ سلطان نے اسے اربل کا حاکم مقرر کیا اور اس میں شہرزور کا علاقہ' دو قبر قرابیلی اور بنی قفچان کا علاقہ بھی شامل کر دیا۔

اہل اربل نے مجاہد الدین قایماز سے خط و کتابت کر کے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے حاکم بنانا چاہتے ہیں۔ مجاہد اس وقت موصل میں تھا۔ اس نے سلطان صلاح الدین کے خوف سے ان کی درخواست منظور نہیں کی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب عز الدین نے اسے قید سے رہا کیا تھا اور اسے اپنا نائب بنایا تھا تو اس وقت سے اس نے پہلے جیسے اختیارات اسے نہیں دیئے تھے بلکہ اس کے ساتھ اپنے کسی غلام کو حکومت میں شریک کر دیا تھا جس کا اسے بہت افسوس تھا لہٰذا جب اہل اربل نے اس سے خط و کتابت کی تو اس نے کہا:

''بخدا! میں ایسا کام نہیں کروں گا کہ میرے ساتھ فلاں شخص بھی شریک حکومت ہو جائے۔''

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین کے بھائی مظفر الدین نے اربل پر قبضہ کر لیا۔

سنجر شاہ کی دو عملی: سنجر شاہ بن سیف الدین غازی بن مودود اپنے والد کی وصیت کے مطابق جزیرۂ ابن عمر کا حاکم ہو گیا اور جب مجاہد الدین کو الگ کیا گیا تو وہ اپنے چچا عز الدین کا باغی ہو گیا تھا اور اپنے چچا کے برخلاف اس کی جاسوسی اور مخبری کرتا تھا وہ سلطان صلاح الدین کو اس کی خبریں لکھ کر بھیجتا رہا اور اس کے خلاف سلطان کو بھڑکاتا تھا تا کہ ان دونوں کے درمیان قطع تعلق ہو جائے۔

عکا کا متحدہ محاصرہ: جب ۵۸۶ھ میں سلطان صلاح الدین نے عکا کا محاصرہ کیا تو اس نے فوجی امداد اپنے گردونواح کے ان حکام سے طلب کی جو اس کے زیر اطاعت تھے۔ چنانچہ عز الدین حاکم موصل اور اس کا بھائی عماد الدین حاکم سنجار و نصیبین' سنجر شاہ (حاکم جزیرۂ ابن عمر) اور قلعہ کیفا وغیرہ کے حکام سلطان کی امداد کے لیے عکا پہنچے۔ اتنے میں جزیرۂ ابن عمر سے ایک جماعت سنجر شاہ سے داد رسی کے لیے پہنچی۔ سنجر کو ان سے اندیشہ ہوا لہٰذا اس نے سلطان صلاح الدین سے واپس جانے کی اجازت طلب کی اس پر سلطان صلاح الدین نے یہ عذر پیش کیا کہ اس طرح فوجیں منتشر ہو جائیں گی۔ تاہم وہ جانے پر اصرار کرتا رہا اور واپس چلا گیا' اسی زمانے میں تقی الدین عمر بن شاہ حماۃ سے لشکر لے کر آ رہا تھا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ وہ سنجر شاہ کا راستہ روک لے اور واپس آ جائے۔ چنانچہ ایک قلعہ کے قریب اس سے ملا اور زبردستی اسے واپس لے آیا۔

جزیرۂ ابن عمر کا محاصرہ: سلطان صلاح الدین نے حاکم موصل عز الدین کو بھی حکم دیا کہ وہ جزیرۂ ابن عمر کا محاصرہ کر لے۔ کیونکہ اس کے خیال میں کوئی سیاسی فریب ہو رہا تھا۔

عز الدین نے واپسی کی اجازت مانگی اور جزیرۂ ابن عمر کے قبضہ کی منظوری حاصل کی۔ پھر وہاں پہنچ کر اس نے چار مہینے تک محاصرہ کیا' مگر وہ ناقابل تسخیر ثابت ہوا۔ اس لیے وہ نصف علاقہ لینے پر رضا مند ہو گیا اور اس کے مطابق صلح کر کے وہ موصل واپس آ گیا۔

حکام الجزیرہ کی تبدیلی: سلطان صلاح الدین نے الجزیرہ کے شہر حران' رہا' سمیاط اور میافارقین کو فتح کر کے ان کا حاکم اپنے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہ کو مقرر کیا تھا۔ جب تقی الدین فوت ہوا تو اس نے اپنے بھائی العادل ابوبکر بن ایوب کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ جب سلطان صلاح الدین بھی ۵۸۹ھ میں فوت ہو گیا تو عز الدین حاکم موصل نے ان شہروں کو واپس لینے کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کیا' کچھ لوگوں نے حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ گردونواح کے حکام سے فوجی امداد طلب کی جائے جیسے اربل' جزیرۂ ابن عمر' سنجار و نصیبین کے حکام ہیں ان میں سے جو مخالفت کرے ان سے فوراً جنگ شروع کی جائے اور اس سے پیشتر کہ وہاں کے باشندے مدافعت کے لیے تیار ہوں' ان کے شہروں پر قبضہ کر لیا جائے۔

حکام سے خط و کتابت: مجاہد الدین قایماز نے یہ مشورہ دیا کہ مذکورہ بالا علاقوں کے بادشاہوں سے مشورہ کیا جائے اور ان کے مشورہ کے مطابق عمل کیا جائے چنانچہ اس نے مجاہد الدین کا مشورہ تسلیم کیا اور ان بادشاہوں سے خط و

کتابت کی انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ سلطان صلاح الدین کی اولاد سے زونیہ کا انتظار کیا جائے کیونکہ شہر مطیع و فرمانبردار ہے اور سلطنت کا نظام قائم ہے۔

مختلف اطلاعات: پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ ماردین کے حاکم نے ان کے کسی شہر پر حملہ کیا ہے لہٰذا وہ بہت بڑا لشکر لے کر ماردین پر حملہ کرنے کے لیے پہنچ جائے۔ اس کے نتیجہ میں انہوں نے نقل و حرکت چھوڑ دی پھر انہیں اطلاع ملی کہ وہ حران کے باہر لشکر لے کر پہنچ گیا ہے تو وہ اس لیے اس کے خلاف نقل و حرکت کے لیے تیار ہو گیا اور جب حاکم سنجار کے ساتھ معاہدہ ہو گیا تو افضل کی طرف سے شام کی فوجیں ملک عادل کے پاس پہنچ گئیں اور اس نے تقویت حاصل کر لی۔

ملک عادل کے خلاف پیش قدمی: عز الدین بھی اپنی فوجیں لے کر موصل سے نصیبین پہنچا اور اپنے بھائی عماد الدین کو لے کر وہ سب رہا پہنچ گئے۔ ملک عادل نے بھی ان کے قریب مرج الریحان کے مقام پر اپنی فوجیں اکٹھی کر لی تھیں وہ ان سے خائف تھا چند دنوں تک فریقین اسی حالت میں رہے پھر عز الدین (حاکم موصل) بیمار ہو گیا تو وہ فوجوں کو اپنے بھائی عماد الدین کی قیادت میں دے کر موصل واپس آ گیا۔

موصل میں ارسلان شاہ کی حکومت: جب عز الدین موصل واپس آیا تو وہ دو مہینے وہاں زندہ رہا۔ اس کا مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ ماہ رمضان کے آخر میں ۵۸۹ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند نور الدین ارسلان شاہ موصل کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کی سلطنت کا انتظام مجاہد الدین قایماز کے سپرد ہوا جو اس کے والد کے زمانے میں موصل کی سلطنت کا انتظام کیا کرتا تھا۔

عماد الدین کی وفات: پھر اس کا بھائی عماد الدین بن مودود حاکم سنجار خابور و نصیبین رقہ اور سروج بھی ماہ محرم ۵۹۴ھ میں فوت ہو گیا یہ وہ حاکم تھا جس کو یہ علاقے دے کر سلطان صلاح الدین نے حلب کا علاقہ لیا تھا۔

قطب الدین کی جانشینی: اس کے بعد اس کا فرزند قطب الدین بادشاہ بنا اس کا ناظم سلطنت اس کے والد کا آزاد کردہ غلام مجاہد الدین برتقش تھا وہ دیندار انصاف پسند نیک اور متواضع انسان تھا وہ علماء اور دیندار حضرات سے بہت محبت کرتا تھا اور ان کا بے حد ادب و احترام کرتا تھا۔ البتہ وہ شافعیہ حضرات سے تعصب رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سنجار میں حنفیہ فرقہ کے لیے ایک مخصوص مدرسہ تعمیر کرایا۔ بہر حال وہ نیک سیرت تھا۔

باہمی اختلاف: عماد الدین حاکم سنجار کا نصیبین کے علاقے میں جو نائب تھا اس نے موصل کے ان دیہات کی طرف دست درازی شروع کر دی جو اس کے علاقے کے قریب تھے اس بارے میں سلطنت موصل کے نگران سربراہ مجاہد الدین قایماز نے اپنے بادشاہ نور الدین سے پوشیدہ رکھ کر عماد الدین کو ایک خط لکھا جس میں اس کے نائب کے بارے میں یہ شکایت کی گئی تھی مگر عماد الدین نے اپنے اس دعوے پر اصرار کیا کہ یہ علاقے اس کی عملداری میں شامل ہیں اس کا جواب بہت سخت تھا اس لیے نور الدین نے اس کا وہ خط اپنی سلطنت کے بزرگوں کے ہاتھ لوٹا دیا اس وقت وہ بیمار تھا۔ اس موقع پر

بھی اس نے اسی طرح جواب دیا۔ قاصد نے جو اتابک زنگی کے عہد کی یادگار تھا۔ اسے نصیحت کی مگر وہ اس کے ساتھ درشت کلامی سے پیش آیا۔

نصیبین پر حملہ: ایسی حالت میں نورالدین حاکم موصل نے نصیبین پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد یہ خبر موصول ہوئی کہ عمادالدین فوت ہو گیا ہے اور اس کے بجائے اس کا فرزند قطب الدین حاکم مقرر ہوا ہے۔ ایسے موقع پر نورالدین نے نصیبین پر حملہ کرنے کا ارادہ مصمم کرلیا اور ماہ جمادی الاولیٰ ۵۹۴ھ میں اس مقصد کے لیے روانہ ہو گیا۔

قطب الدین کی شکست: قطب الدین بن سنجر بھی فوج لے کر پہنچا مگر نورالدین اس سے پہلے فوج لے کر پہنچ چکا تھا چنانچہ جب مقابلہ ہوا تو نورالدین نے اسے شکست دی اور وہ شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا وہاں سے وہ اپنے نائب مجاہد الدین برتقش کے ساتھ حران پہنچا۔ اب ان لوگوں نے سلطان عادل سے امداد کے لیے درخواست کی۔

اس اثناء میں سلطان نورالدین نصیبین میں مقیم رہا جب سلطان عادل الجزیرہ پہنچا تو وہ موصل چلا گیا اور اسی سال کے ماہ رمضان میں وہاں پہنچ گیا۔ اس کے روانہ ہونے کے بعد قطب الدین وہاں واپس آ گیا۔

قایماز کی وفات: اس موقع پر سلطان نورالدین کے لشکر میں بہت آدمی مارے گئے اور موصل کے بہت امراء بھی فوت ہو گئے چنانچہ سربراہ سلطنت مجاہد ابن قایماز بھی فوت ہو گیا۔

ماردین کا محاصرہ: جب نورالدین موصل چلا گیا اور قطب الدین نصیبین واپس آ گیا تو سلطان عادل نے بھی وہاں سے کوچ کرکے ماردین کا محاصرہ کیا اور چند دن سخت محاصرہ کرنے کے بعد لوٹ گیا۔

سلطان عادل خود واپس چلا گیا تھا مگر اپنے فرزند کامل کی قیادت میں محاصرہ کے لیے فوج چھوڑ گیا تھا۔ یہ بات الجزیرہ اور دیار بکر کے حکمرانوں کو ناگوار گذری اور انہیں اندیشہ ہوا کہ وہ اس طرح ان کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لے گا۔

جب سلطان عادل خود نورالدین کے مقابلہ کے لیے پہنچا تو اس وقت ان علاقوں کے حکام میں سے کوئی اس کے مقابلہ کے لیے نہیں پہنچا تھا کیونکہ اس وقت اس کا لشکر بہت زیادہ تھا مگر جب وہ دمشق لوٹ گیا اور صرف اس کا فرزند کامل ماردین میں رہ گیا تو انہوں نے اب اس کا مقابلہ کرنا آسان سمجھا علاوہ ازیں اس مقابلہ کے لیے سلطان صلاح الدین کے فرزند ظاہر اور افضل نے پھر انہیں بھڑکایا کیونکہ وہ اپنے چچا عادل کے مخالف تھے۔

متحدہ فوج کا مقابلہ: چنانچہ موصل کا حاکم نورالدین ارسلان شاہ سب سے پہلے یکم شعبان ۵۹۵ھ میں مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اور دنیسر پہنچ گیا۔ وہاں اس کے ساتھ اس کا چچازاد بھائی حاکم سنجار قطب الدین محمد بن زنگی اور دوسرا چچازاد بھائی سنجار شاہ ابن غازی حاکم جزیرۂ ابن عمر بھی فوج لے کر آ گئے۔ عیدالفطر گذارنے کے بعد یہ سب فوجیں روانہ ہو گئیں اور ماردین کے قریب کامل کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھیں۔

کامل کو شکست: اس وقت اہل ماردین محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے تھے چنانچہ ان کے سربراہ نے کامل کے پاس صلح کا

پیغام بھیجا اور قلعہ اس کے حوالے کرنے کے لیے ایک مدت مقرر کی بشرطیکہ وہ انہیں خوراک کی رسد مہیا کرنے کی اجازت دے شہزادہ کامل نے ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا تھا اور وہ اس عرصے میں مزید کارروائی کر رہے تھے کہ اتنے میں انہیں فوجوں کی آمد کی خبر ملی تو اہل ماردین نے صلح سے انکار کر دیا اور کامل شکست کھا کر بیرونی علاقے کی طرف پسپا ہو کر پہنچا مگر اہل قلعہ نے باہر نکل کر اس کی فوجوں کا شام تک مقابلہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادہ کامل راتوں رات شوال کی پندرھویں تاریخ کو اپنے ملک روانہ ہو گیا اور اہل نے اس کی فوج کا تمام ساز وسامان لوٹ لیا۔

نورالدین کی واپسی: اب ماردین کے حکمران لولو ارسلان ابن ابی الغازی نے قلعہ سے نکل کر نورالدین کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ اپنے قلعہ کی طرف لوٹ گیا۔ نورالدین اور اس کے ساتھی تستر کے مقام پر چلے گئے وہاں سے وہ راس عین پہنچے جہاں انہیں حلب سے ظاہر بن صلاح الدین کا قاصد آ کر ملا۔ اس نے یہ پیغام پہنچایا کہ سلطان ظاہر کے نام کا اس سلطنت میں خطبہ اور سکہ ہونا چاہیے۔ اس مطالبہ پر وہ حیران ہو گیا اور اس نے ان کی حمایت کرنے کا ارادہ منسوخ کر دیا پھر وہ بیمار ہو گیا اور اس کا عذر پیش کیا۔ آخر کار وہ ماہ ذوالحجہ میں اسی سال کے آخر میں موصل واپس آ گیا۔

الجزیرہ کی طرف فوج کشی: ملک عادل نے ۵۹۶ھ میں اپنے بھتیجے افضل بن صلاح الدین سے مصر کی سلطنت چھین لی۔ اس سے سلطان حلب ظاہر اور حاکم ماردین کو سخت اندیشہ پیدا ہوا۔ انہوں نے حاکم موصل نورالدین سے اتحاد قائم کرنے کے لیے خط و کتابت کی انہوں نے اس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ملک عادل کے مقبوضہ علاقوں الجزیرہ' رہا' حران' رقہ اور سنجار کی طرف فوج کشی کرے۔ چنانچہ سلطان نورالدین نے ان علاقوں کو فتح کرنے کے لیے ماہ شعبان ۵۹۷ھ میں کوچ کیا۔

فریقین میں مصالحت: اس کا ساتھ سنجار کا حاکم اور اس کا چچازاد بھائی قطب الدین حاکم ماردین حسام الدین بھی شامل ہو گئے وہ سب راس العین پہنچے۔ اس وقت حران میں فائز بن العادل ایک بڑے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے نورالدین کو صلح کا پیغام بھیجا۔ جو اس نے جلد منظور کر لیا۔ کیونکہ اس کے لشکر میں موت کے بہت حادثات ہو چکے تھے۔ فریقین نے باہم حلف اٹھایا اور سلطان عادل سے بھی حلف اٹھوایا اس کے بعد نورالدین اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ میں موصل واپس آ گیا۔

نورالدین کا حملہ نصیبین: اس کے بعد سلطان عادل سنجار کے حاکم قطب الدین سے خط و کتابت کرتا رہا اور اسے اپنی اطاعت پر آمادہ کرتا رہا تا آنکہ (وہ اس کا مطیع ہو گیا) اور ۶۰۰ھ میں اس نے اپنی سلطنت کی مساجد میں اس کی حکومت کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا یہ خبر سن کر حاکم موصل نورالدین لشکر لے کر قطب الدین کے علاقہ نصیبین پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اس نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ قلعہ بھی فتح ہونے والا تھا کہ اچانک اس کے نائب کی طرف سے موصل سے یہ خبر موصول ہوئی کہ مظفرالدین کوکبری حاکم اربل نے موصل کے علاقوں پر حملہ کر دیا ہے اس لیے نورالدین نے نصیبین سے کوچ کیا تاکہ وہ اربل پر حملہ کرے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ (حملہ کی) خبر صحیح نہیں تھی۔ اس لیے

وہ سنجار کے علاقہ تل اعفر پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔

اس عرصے میں موسیٰ بن عادل حران سے راس العین' حاکم سنجار کی مدد کے لیے فوج لے کر پہنچا اس کی حمایت حاکم اربل مظفر الدین' حاکم کیفا و آمد اور حاکم جزیرۂ ابن عمر نے بھی کی۔ انہوں نے بذریعہ خط و کتابت متحدہ لشکر میں شامل ہونے کا وعدہ کیا۔

نور الدین کی شکست: جب نور الدین نے نصیبین سے کوچ کیا تھا تو وہ سب اکٹھے ہو گئے تھے ان کے ساتھ موسیٰ بن عادل کا بھائی نجم الدین حاکم میافارقین بھی شامل ہو گیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر نور الدین تل اعفر سے کفر زقان پہنچا۔ اس کا مقصد جنگ کو طول دینا تھا (تاکہ دشمن کا لشکر متفرق ہو جائے) مگر اس کے ایک مخبر کا خط آیا جس میں دشمن کی تعداد کو کم اور ناقابل اعتنا قرار دیا گیا تھا۔ وہ اس کے (معتبر) آزاد کردہ غلام کا خط تھا اس لیے اس نے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے نوشری کی طرف کوچ کیا۔ یہ مقام دشمن کی فوجوں کے قریب تھا۔ اس لیے فریقین صف آرا ہو گئے اور جنگ ہونے لگی۔ اس میں نور الدین (حاکم موصل) کو شکست ہوئی اور وہ قلیل شکست خوردہ فوج کے ساتھ بھاگ نکلا۔ دشمن کے لشکر نے کفر زقان میں قیام کیا اور انہوں نے شہر فید اور اس کے متعلقہ دیہاتوں کو لوٹ لیا پھر وہاں وہ کچھ عرصے تک مقیم رہے۔

دونوں طرف سے قاصد صلح کی گفت و شنید کرتے رہے تاکہ نور الدین تل اعفر کا علاقہ حاکم سنجار قطب الدین کو واپس کر دے۔ چنانچہ اس نے وہ علاقہ لوٹا دیا اور ۶۰۰ھ میں فریقین میں صلح ہو گئی اور ہر ایک حاکم اپنے شہر کو واپس چلا گیا۔

سنجر شاہ کے مظالم: سنجر شاہ بن غازی بن مودود اپنے باپ کی وصیت کے مطابق جزیرۂ ابن عمر کے علاقہ کا حاکم مقرر ہوا۔ وہ بد سیرت اور ظالم و جابر حاکم تھا وہ نہ صرف اپنی رعایا اور لشکر پر مظالم برپا کرتا تھا بلکہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ بھی بدسلوکی کرتا تھا وہ سب کے ساتھ بہت سختی کرتا تھا اور سخت انتقام لیتا تھا وہ اپنی اولاد پر بھی رحم و شفقت نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے اپنے دونوں فرزندوں محمود اور مودود کو جزیرہ کے علاقے کے قلعہ فرح کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔ اس کی وجہ محض غلط فہمی اور شک و شبہ تھی۔

سنجر شاہ نے اپنے دوسرے فرزند غازی کو نکال کر اسے شہر کے ایک گھر میں نظر بند کر دیا تھا جہاں غازی کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ وہ گھر بہت خطرناک تھا اس لیے وہ چپکے سے وہاں سے بھاگ گیا اور شہر میں پوشیدہ ہو گیا۔ اس نے حاکم موصل نور الدین کو بھی یہ پیغام بھیجا اس نے یہ سمجھا کہ شاید وہ وہاں پہنچ گیا ہے۔ اس لیے اس نے اس کے والد کے خوف سے اسے زاد راہ بھیج دیا۔

سنجر شاہ کا قتل: اس کے والد نے اسے تلاش کرنا چھوڑ دیا کیونکہ یہ خبر مشہور ہو گئی تھی کہ وہ شام میں ہے مگر غازی (وہیں شہر میں رہ کر) سازشیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے والد کے گھر میں (پوشیدہ طور پر) داخل ہو گیا اور اس کی لونڈیوں کے پاس چھپ گیا چنانچہ ایک رات جبکہ سنجر شاہ نشے کی حالت میں تھا تو وہ تنہائی میں اس کے پاس پہنچا اور نیزہ سے اس پر چودہ دفعہ وار کر کے اسے زخمی کر دیا اور پھر اسے ذبح کر دیا اور زنان خانے میں رہنے لگا۔

محمود بن سنجر کی حکومت: جب باہر استاذ الدولہ کو اس (کے قتل) کی اطلاع ملی تو اس نے ارکانِ سلطنت کو جمع کر کے شاہی محل کے دروازے (باہر سے) بند کرا دیئے اور لوگوں نے محمود بن سنجر شاہ کی حکومت کے لیے بیعت حاصل کی پھر اس نے محمود اور اس کے بھائی مودود کو قلعہ فرج سے بلوایا (جب یہ کام مکمل ہو گیا) تو انہوں نے محل سرائے میں داخل ہو کر غازی کو قتل کر دیا۔ جب محمود وہاں پہنچا تو انہوں نے اسے بادشاہ بنا کر اسے اس کے باپ کا لقب معین الدین عطا کیا۔ اس نے ان لونڈیوں کو جنہوں نے اس کے والد کے قتل کی سازش کی تھی دریائے دجلہ میں ڈبو دیا۔

عادل اور نورالدین کی رشتہ داری: قطب الدین محمود بن زنگی اور اس کے بھتیجے اور بھائی نورالدین ارسلان شاہ بن مسعود حاکم موصل کے درمیان بہت سخت عداوت تھی۔ اس قسم کے کچھ واقعات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس لیے ۶۰۵ھ میں جب سلطان عادل حاکم مصر و شام نے جب اپنی بیٹی کا رشتہ سلطان نورالدین کے لڑکے کے ساتھ پیش کیا تو اس نے اپنے فرزند کی سلطان عادل کی صاحبزادی سے نکاح کر دیا (یوں اس کے ساتھ اس کے تعلقات مستحکم ہو گئے)۔

اتحاد باہمی: سلطان نورالدین جزیرہ ابن عمر پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے سلطان عادل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حاکم سنجار قطب الدین سنجر کے برخلاف اس کی امداد کرے تاکہ قطب الدین کا علاقہ جو سنجار، نصیبین اور خابور پر مشتمل ہے سلطان عادل کو مل جائے اور سنجر شاہ کا علاقہ (جزیرہ ابن عمر) سلطان نورالدین حاکم موصل حاصل کر سکے۔ سلطان عادل نے اس کا مشورہ قبول کر لیا۔ اس نے نورالدین کو یہ امید دلائی کہ وہ قطب الدین کے علاقے کو فتح کرنے کے بعد اس کے فرزند کو دے دے گا جو اس کا داماد بھی ہے چنانچہ ان دونوں نے اس مقصد کے لیے حلف اٹھایا اور سلطان عادل ۶۰۶ھ میں دمشق سے خابور کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔

فتح خابور و نصیبین: نورالدین نے جب اس معاملے پر دوبارہ غور کیا تو پتہ چلا کہ وہ ایک الجھن میں پھنس گیا ہے وہ اس کے بغیر بھی ان علاقوں کو فتح کر سکتا ہے چنانچہ اگر نورالدین الجزیرہ کی طرف روانہ ہوا تو بنو عادل اس کے اور موصل کے درمیان حائل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر نورالدین نے سرکشی کی تو وہ وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اس لیے وہ اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا رہا کہ اتنے میں سلطان عادل نے خابور اور نصیبین کو فتح کر لیا اس وقت قطب الدین نے یہ ارادہ کیا کہ وہ سنجار کو اس بدلے میں دے کر وہ علاقے حاصل کر لے مگر اس کے والد کے آزاد کردہ غلام احمد بن برتقش نے اس کی مخالفت کی۔

اس عرصے میں نورالدین نے اپنے فرزند قاہر کے ساتھ مل کر سلطان عادل کو امداد دینے کے لیے لشکر تیار کیا۔ کیونکہ فریقین میں اس بات کا معاہدہ ہو چکا تھا۔

عہد شکنی: اتنے میں قطب الدین سنجر نے اپنے فرزند کو اربل کے حاکم مظفر الدین کے پاس فوجی امداد کے لیے بھیجا۔ مظفر الدین نے سلطان عادل کو پیغام بھیجا کہ وہ جنگ نہ کرے لیکن عادل نے اس کی سفارش قبول نہیں کی کیونکہ نورالدین اس کی مدد کر رہا تھا اس پر مظفر الدین ناراض ہو گیا اور اس نے نورالدین کو کہلا بھیجا کہ وہ ان کے مشترکہ دشمن (عادل) کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کی مدد کرے۔ نورالدین نے ان کی بات مان لی اور سلطان عادل کی مدد کرنے سے دستبردار ہو گیا۔

امداد کا اعلان: پھر اس نے اور مظفر الدین دونوں نے حلب کے حاکم ظاہر بن صلاح الدین اور رومی سلطنت کے حاکم کیسخرو بن قلیج ارسلان سے فوجی امداد کی درخواست کی چنانچہ ان دونوں حکام نے ان کی درخواست منظور کر لی اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ اگر سلطان عادل سنجار کے علاقے سے واپس نہ آیا تو وہ اس کے علاقے پر حملہ کر دیں گے۔

فریقین میں مصالحت: ادھر (بغداد کے) خلیفہ ناصر نے بھی استاذ الدولہ ابونصر ہبۃ اللہ بن المبارک بن الضحاک اور اپنے خاص آزاد کردہ غلام امرا قتاش کو اس مقصد کے لیے بھیجا کہ وہ سنجار کے علاقے کو خالی کرائے کے لیے کوشش کریں۔ ادھر سلطان عادل کے ساتھیوں نے بھی سنجار کا سخت محاصرہ کرنے میں پس و پیش کیا، بالخصوص حمص اور رحبہ کے حاکم اسد الدین شیر کوہ نے کھلم کھلا اس محاصرہ کی مخالفت کی۔ اس لیے سلطان عادل نے صلح منظور کر لی اور یہ فیصلہ ہوا کہ سلطان عادل نے نصیبین اور خابور کے جو علاقے فتح کیے ہیں وہ اس کے قبضے میں رہیں گے اور سنجار کا علاقہ قطب الدین کے پاس رہے گا۔ فریقین نے ان شرائط پر حلف اٹھایا اس کے بعد سلطان عادل حران چلا گیا اور سلطان مظفر الدین اربل واپس آ گیا۔

ارسلان شاہ کی وفات: نورالدین ارسلان شاہ بن مسعود ۶۰۷ھ کے درمیانی عرصے میں فوت ہو گیا اس نے موصل میں اٹھارہ سال حکومت کی۔ وہ دلیر، بہادر اور بارعب حاکم تھا اور اس نے اپنی رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اس نے اس وقت اپنے آباؤ اجداد کی سلطنت کو ترقی دی جبکہ یہ سلطنت ختم ہو چکی تھی۔ وفات کے وقت اس نے اپنے فرزند عزالدین مسعود کو ولی عہد مقرر کیا جو بیس سال کا تھا۔ اس نے یہ بھی وصیت کی کہ اس کا آزاد کردہ غلام بدرالدین لولو سلطنت کا انتظام کرے گا کیونکہ وہ بہت اچھا سیاست دان تھا۔ چنانچہ وہ مجاہد الدین قایماز کی وفات کے بعد سے انتظام سلطنت سنبھالے ہوئے تھا اس نے اپنے چھوٹے فرزند عماد الدین کو قلعہ عقر الحمید یہ اور قلعہ شوش کا حاکم بنا دیا تھا اور اسے عقر کی طرف بھیج دیا تھا۔

چنانچہ جب نورالدین فوت ہوا تو لوگوں نے اس کے فرزند عزالدین مسعود کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کا لقب القاہر رکھا۔ یوں وہ موصل اور اس کے علاقہ کا حاکم ہو گیا اور بدرالدین لولو اس کی سلطنت کا انتظام کرنے لگا۔

القاہر کی وفات: سلطان قاہر عزالدین مسعود حاکم موصل نے ۶۱۵ھ میں ماہ ربیع الاول کے آخر میں وفات پائی۔ اس نے آٹھ سال تک حکومت کی۔ اس کا ولی عہد اس کا بڑا فرزند نورالدین ارسلان شاہ تھا (اس کی وفات کے وقت) اس کی عمر بیس سال تھی۔

ارسلان شاہ ثانی: (جب وہ بادشاہ مقرر ہوا تو) اس کا سرپرست اور سربراہ مملکت لولو مقرر ہوا۔ جیسا کہ اس کے باپ کے زمانے میں بھی وہی نگران سلطنت تھا۔ اسی کے مطابق رعایا نے بیعت کی اور نورالدین نے بادشاہت کا انتظام سنبھال لیا۔

دوستانہ تعلقات: پھر بغداد کے خلیفہ کو لکھا گیا کہ وہ حسب معمول حکم نامہ اور خلعت بھجوائے چنانچہ یہ چیزیں بھی پہنچ گئیں۔ اس طرح اطراف ملک کے بادشاہوں سے دوستانہ تعلقات قائم کیے گئے۔ جیسا کہ اس کے بزرگوں کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات قائم تھے۔

اس کا چچا عماد الدین قلعہ عقر الحمیدیہ میں تھا۔ اس کو یقین تھا کہ سلطنت اسے ملے گی مگر ایسا نہیں ہو سکا۔

نیک سیرت بادشاہ: بہر حال نور الدین کا انتظام سلطنت درست رہا کیونکہ وہ نیک سیرت تھا۔ وہ فریادیوں اور حاجت مندوں کی شکایتیں سن کر ان کے ساتھ انصاف کرتا تھا۔ خلیفہ کی طرف سے بھی اس کی بادشاہت کا پروانہ موصول ہو گیا تھا اور بدر الدین لؤلؤ کی نگرانی بھی تسلیم کی گئی تھی اور دونوں کے لیے شاہی خلعت بھیجے گئے تھے۔

عماد الدین کی بغاوت: اس کے چچا عماد الدین کو اس کے والد نے عقر اور شوش کے دو قلعوں کا حاکم بنایا تھا۔ جو موصل سے قریب تھے اور اصل حکومت اس نے بڑے فرزند القاہر کے لیے مقرر کی تھی۔ چنانچہ جب القاہر فوت ہو گیا تو عماد الدین بادشاہت کا امیدوار بنا مگر کوشش کے باوجود کامیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ عمادیہ کے نائب حاکم نے جو اس کے دادا کا آزاد کردہ غلام تھا اس کی اطاعت قبول کر کے اس کے ساتھ ساز باز کر لی تھی مگر بدر الدین لؤلؤ کو اس کا پتہ چل گیا تو اس نے اس نائب کو معزول کر دیا اور وہاں دوسرا حاکم مقرر کر کے بھیجا جو اس کا نائب مقرر ہوا اور اس کے بعد اس نے دوسرے حکام کے اختیارات محدود کر دیئے۔

عمادیہ پر قبضہ: (تخت نشینی کے بعد) نور الدین بن القاہر کمزوری کی وجہ سے بہت عرصے تک بیمار رہا۔ اسے طرح طرح کے امراض لاحق ہوتے رہے۔ ان کی وجہ سے وہ طویل عرصے تک رعایا کی نظروں سے پوشیدہ رہا۔ اس لیے عماد الدین زنگی نے عمادیہ میں نور الدین کی موت کی خبر اڑا دی اور یہ اعلان کیا ''میں اپنے بزرگوں کی سلطنت کا زیادہ حقدار ہوں۔'' لوگوں نے یہ بات سچ سمجھی۔ لہٰذا انہوں نے بدر الدین لؤلؤ کے نائب اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر انہوں نے عمادیہ کا شہر عماد الدین کے حوالے کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۶۱۵ھ کی پندرھویں تاریخ کو ہوا۔

مظفر کی حمایت: جب (بدر الدین لؤلؤ کو اس کی اطلاع ملی تو) اس نے لشکر تیار کر کے موسم سرما میں عمادیہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت سردی بہت پڑ رہی تھی اور برف باری ہو رہی تھی۔ اس لیے وہ جنگ نہیں کر سکے۔ اربل کے حاکم سلطان مظفر الدین نے عماد الدین کی حمایت کی اور اس کی فوجی امداد کے لیے پہنچ گیا۔ اس پر بدر الدین لؤلؤ نے اسے وہ معاہدہ یاد دلایا جس میں یہ تحریر تھا کہ وہ موصل کے علاقے پر حملہ نہیں کرے گا اس میں ہکاریہ اور زوزان کے قلعے بھی شامل تھے اس لیے اسے ان لوگوں کی فوجی امداد نہیں کرنی چاہیے جو حملہ آور ہیں۔ اس کے باوجود وہ ان کی امداد پر مصر رہا اور عہد شکنی کا مرتکب ہوا۔

حاکم موصل کو شکست: لؤلؤ کا لشکر عمادیہ کا محاصرہ کرتا رہا۔ آخرکار وہ ایک رات دشوار گزار راستے عبور کرتے

ہوئے سوار ہو کر اور پیش قدمی کرتے ہوئے عمادیہ کے قریب پہنچ گئے۔ لہٰذا اہل عمادیہ نے نکل کر اس کے لشکر کو دروں اور گھاٹیوں میں لڑ کر شکست دی اور یہ (شکست خوردہ) فوج موصل واپس آ گئی۔ اس کے بعد عماد الدین نے ہکاریہ اور زوزان کے اہل قلعہ کو اطاعت قبول کرنے کا پیغام بھیجا تو انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور وہ ان پر حکومت کرنے لگا۔

اشرف موسیٰ کی زیر اطاعت: جب عماد الدین نے ہکاریہ اور زوزان کے قلعوں کو فتح کر لیا اور حاکم اربل مظفر الدین نے اس کی مدد کی تو بدر الدین لؤلؤ کو اس سے بہت خطرہ لاحق ہوا۔ اس لیے اس نے سلطان اشرف موسیٰ بن عادل کی اطاعت قبول کر لی۔ وہ الجزیرہ اور خلاط کے اکثر علاقوں کا حاکم بن گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سے فوجی امداد طلب کی جو اس نے منظور کر لی۔ موسیٰ بن عادل اس وقت حلب میں تھا اور وہ بلاد روم کے حاکم کیکاؤس سے مقابلہ کر رہا تھا۔ اس نے مظفر الدین کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کی عہد شکنی کو ناپسند کرتا ہے اس لیے وہ موصل کے ان علاقوں کو واپس کر دے جن پر اس نے قبضہ کر لیا ہے اور اگر اس نے زنگی کی حمایت اور امداد پر اصرار کیا تو وہ اس کے علاقے پر حملہ کر دے گا۔

اشرف موسیٰ کی مخالفت: مظفر الدین نے اس کے پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس نے اپنے ساتھ ماردین کے حاکم اور کیفا کے حاکم ناصر الدین محمود کو بھی ملا لیا۔ چنانچہ انہوں نے اشرف موسیٰ بن عادل کی اطاعت قبول نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشرف موسیٰ نے نصیبین کی طرف اپنی فوجیں بھیج دیں تاکہ جب لؤلؤ کی ضرورت ہو وہ اس کی مدد کریں۔

عماد الدین کی شکست: جب موصل کا لشکر عمادیہ کا محاصرہ چھوڑ کر واپس چلا گیا تو عماد الدین زنگی قلعہ عقر کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ موصل کے صحرائی علاقوں کو فتح کر لے۔ کیونکہ وہ موصل کے کوہستانی علاقوں کو فتح کر چکا تھا اور اس سلسلے میں اربل کے حاکم مظفر الدین نے اسے فوجی امداد دی تھی۔

(جب عماد الدین وہاں پہنچا تو) موصل کی فوجیں شہر سے چار فرسخ کے فاصلے پر قلعہ عقر کی سمت صف آرا ہوئیں۔ پھر یہ متفقہ فیصلہ ہوا کہ موصل کی فوجیں عماد الدین زنگی کی فوجوں پر اچانک حملہ کریں چنانچہ انہوں نے ماہ محرم کی آخری تاریخ کو ۶۱۶ھ میں صبح کے وقت حملہ کر دیا اور عماد الدین کے لشکر کو شکست دی۔ وہ بھاگ کر اربل پہنچ گیا اور موصل کا لشکر اپنے مقام پر واپس آ گیا۔

مصالحت: آخر کار خلیفہ ناصر اور اشرف موسیٰ بن عادل کے قاصد وہاں پہنچے اور مصالحت کرانے لگے۔ چنانچہ فریقین میں صلح ہو گئی اور انہوں نے آپس میں حلف اور معاہدہ کیا۔

حاکم موصل کی وفات: حاکم موصل نور الدین تخت نشین ہوتے ہی طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ایک سال کی حکومت بھی پوری نہیں کرنے پایا تھا کہ فوت ہو گیا (سلطنت کے نگران) لؤلؤ نے اس کے بجائے ناصر الدین محمد بن القاہر کو تین سال کی عمر میں تخت نشین کر دیا اور فوج سے اس کی بادشاہت کا حلف اٹھوایا اور ایک شاہانہ جلوس میں اس کو سوار کر کے بٹھایا۔ جسے دیکھ کر لوگ مطمئن ہو گئے۔

موصل پر حملہ: نور الدین کی وفات اور اس کے بھائی ناصر الدین کی صغر سنی کی وجہ سے اس کے چچا عماد الدین اور حاکم اربل مظفر الدین نے دوبارہ موصل پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے تیار ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنے فوجی دستے موصل کے گردونواح میں بھیجے تا کہ وہ وہاں تباہی مچائیں۔

اس وقت لولؤ نے اپنے بڑے فرزند کو فوج دیکر موسیٰ اشرف کی امداد کے لیے بھیج رکھا تھا جو فرنگیوں کے ساحلی علاقوں پر حملہ کر رہا تھا تا کہ وہ دمیاط میں اپنے ساتھیوں کو کمک نہ بھیج سکیں۔

فوج کی آمد: ایسے موقع پر (جبکہ موصل پر دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا) لولؤ نے جلدی سے اشرف کی اس فوج کو بلوایا جو نصیبین پر متعین تھی۔ چنانچہ وہ ۶۱۶ھ کے درمیانی عرصے میں موصل آ گئی۔ اس کا سپہ سالار اشرف کا آزاد کردہ غلام ایبک تھا۔ لولؤ نے اس فوج کو ناکافی تصور کیا کیونکہ وہ اس کے اس لشکر کے برابر تھی جو اس نے شام بھیجا ہوا تھا بلکہ وہ اسے اس سے بھی کم نظر آئی۔

ایبک نے اصرار کیا کہ وہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے اربل چلا جائے' مگر لولؤ نے اسے چند دنوں تک روکے رکھا۔ جب اس نے مزید اصرار کیا تو لولؤ بھی اس کے ساتھ دریا پار کر گیا اور وہ موصل سے دو فرسخ کے فاصلے پر دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر صف آراء ہوئے۔

سخت مقابلہ: مظفر الدین نے بھی لشکر اکٹھا کیا اور انہوں نے دریا عبور کر کے زاب پر قیام کیا۔ ایبک اپنے لشکر اور لولؤ کی فوج کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا گیا اور ماہ رجب میں آدھی رات تک چلتا رہا۔ لولؤ نے اسے مشورہ دیا کہ وہ صبح کا انتظار کرے مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ رات کے وقت ہی ان پر حملہ کر دیا۔ ایبک نے عماد الدین زنگی کی میسرہ (بائیں طرف کی) فوج پر حملہ کر کے اسے شکست دی۔ اسی طرح لولؤ کا میسرہ بھی جو قلیل تعداد میں تھی' شکست کھا گئی۔ لہٰذا مظفر الدین نے پیش قدمی کر کے اسے شکست دے دی اور دریائے دجلہ کو عبور کر کے موصل پہنچ گیا اور وہاں تین دن رہا۔ پھر اسے یہ اطلاع پہنچی کہ لولؤ اس پر شب خون مارنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ واپس چلا گیا پھر فریقین میں قاصدوں کا تبادلہ ہوا اور آخر کار اس بات پر صلح ہوئی کہ ہر ایک کے قبضے میں جو علاقہ ہے وہ اس پر قابض رہے گا۔

حاکم سنجار کی وفات: حاکم سنجار قطب الدین محمد بن زنگی بن مودود ۸ صفر ۶۱۶ھ میں فوت ہو گیا۔ وہ نیک سیرت تھا اور اپنے حکام کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا۔ اس کے بعد اس کا فرزند عماد الدین شاہین شاہ حاکم سنجار ہوا اور وہ چند مہینوں تک حکومت کرتا رہا۔ ایک دفعہ وہ تل اعفر کے مقام پر گیا تو اس کا بھائی عمر ایک جماعت کو لے کر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو قتل کر کے خود حاکم بن بیٹھا۔ وہ کچھ عرصے تک حکومت کرتا رہا۔ آخر کار اشرف بن عادل نے ماہ جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں شہر سنجار پر قبضہ کر لیا۔

کواشی پر عماد الدین کا قبضہ: کواشی موصل کا بہترین اور اعلیٰ قلعہ تھا اور نہایت ہی مستحکم تھا جب عمادیہ کے باشندے خود مختار ہو گئے تو اس قلعہ کی فوج نے بھی خود مختاری کا ارادہ کیا۔ انہوں نے لولؤ کے نائب حاکم کو وہاں سے نکال

دیا اور صرف دور ہی سے اظہار اطاعت کرتے رہے کیونکہ انہیں ان یرغمالوں کی ہلاکت کا اندیشہ تھا۔

پھر انہوں نے عماد الدین زنگی کو بلوا کر قلعہ اس کے حوالے کر دیا اور وہ وہیں مقیم ہو گیا۔ لؤلؤ نے ایسی حالت میں اسے ان معاہدات کا حوالہ دیا جنہیں توڑنا مناسب نہیں تھا مگر اس نے اس سے روگردانی کی۔ پھر اس نے حلب میں اشرف کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کی فوجی امداد کرے چنانچہ اس نے فوج کشی کی اور دریائے فرات کو عبور کر کے حران پہنچا۔

اشرف کے خلاف پروپیگنڈا: اُدھر اربل کا حاکم مظفر الدین اپنے گردونواح کے بادشاہوں سے خط و کتابت کرتا رہا اور انہیں اشرف کے خلاف بھڑکاتا رہا اور اس کے حملوں سے انہیں ڈراتا رہا۔

اس عرصے میں کیکاؤس بن کیخسرو اور حاکم روم میں خانہ جنگی ہو گئی اور کیکاؤس حلب کی طرف روانہ ہوا تو مظفر الدین نے اپنے گردونواح کے بادشاہوں کو جن میں کیفا' آمد اور ماردین کے حکام شامل تھے۔ کیکاؤس کی حمایت کرنے کی دعوت دی چنانچہ انہوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اپنی عملداری میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے۔

اشرف کے خلاف سازش: اتنے میں کیکاؤس فوت ہو گیا۔ مگر اشرف کے دل میں اس کے اور مظفر الدین کے بارے میں کدورت باقی تھی اس لیے اشرف حران پہنچا تا کہ وہ لؤلؤ کی مدد کرے۔ مگر مظفر الدین نے اس کے امراء میں سے احمد بن علی المشطوب اور عز الدین محمد الحمیدی وغیرہ کو اس کے خلاف بھڑکایا چنانچہ وہ اشرف کو چھوڑ کر ماردین کے ماتحت علاقہ دنیسر میں پہنچے تا کہ وہ دیگر اطراف ملک کے بادشاہوں سے مل کر اشرف کا مقابلہ کریں۔

سازش کی ناکامی: اُدھر اشرف نے حاکم آمد کو اپنا طرف دار بنالیا اور اسے شہر حانی اور جبل جودی کے علاقے دے دیے اور اگر دارا کا علاقہ فتح ہو گیا تو اسے بھی دینے کا وعدہ کیا۔ اس لیے وہ اس کا طرفدار بن گیا اور مخالف جماعت سے الگ ہو گیا۔ اس کے علاوہ دوسرے امراء بھی اس کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوئے اس طرح مخالف گروہ کا شیرازہ بکھر گیا اور صرف ابن المشطوب اشرف کے مقابلے پر رہ گیا تھا۔ اس لیے اس نے اربل جانے کا قصد کیا۔ جب وہ نصیبین کے راستے سے گذرا تو وہاں کے ایک سردار نے اسے شکست دی اور وہ شکست کھا کر سنجار بھاگ گیا جہاں اس کے حاکم نے اسے قید کر لیا مگر پھر اسے چھوڑ دیا۔ لہٰذا اس نے فسادیوں کو اکٹھا کر کے موصل کی عملداری میں بقعا کے مقام کا قصد کیا اور وہاں تباہی مچا کر واپس آ گیا۔

ابن المشطوب کی شکست: پھر وہ سنجار سے دوبارہ موصل کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ لؤلؤ نے اس کے گھات میں رہنے کے لیے ایک لشکر بھیج دیا۔ انہوں نے اس کا راستہ روک کر اسے شکست دے دی۔

تل اعفر کی تسخیر: وہ سنجار کے علاقہ تل اعفر کے پاس سے گذرا تو لوگوں نے اسے وہاں روک لیا اور لؤلؤ کو پیغام بھیجا کہ وہ وہاں پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے ماہ ربیع الاول ۶۱۷ھ میں تل اعفر کو فتح کر لیا۔ ابن المشطوب کو قید کر کے موصل بھیجا گیا پھر اسے اشرف کے پاس بھیجا گیا۔ چنانچہ اس نے اسے حران میں قید کر دیا جہاں وہ کئی سال تک مقید رہا اور قید خانے ہی میں فوت ہو گیا۔

حاکم ماردین سے صلح: ادھر جب آمد کے حاکم نے اشرف کی اطاعت قبول کر لی تو وہ حران سے ماردین کی طرف روانہ ہوا اور دنیسر میں مقام کر کے ماردین کا محاصرہ کر لیا اشرف کے ساتھ آمد کا حاکم بھی (محاصرہ میں) شریک تھا اشرف اور حاکم ماردین کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت رہی ماردین کے حاکم کی یہ شرط تھی کہ وہ اسے راس العین کا علاقہ واپس کر دے۔ اشرف نے یہ علاقہ اس شرط پر دیا کہ وہ اسے تیس ہزار دینار دے اور حاکم آمد کو الموز کا مقام دے (جو شہر شختان کے قریب ہے[1]) آخر کار فریقین میں صلح ہوگئی۔

حاکم سنجار کا پیغام: اب اشرف دنیسر سے نصیبین کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ وہاں سے موصل جائے۔ راستے میں حاکم سنجار کے قاصد اس سے ملے اور ان کا یہ پیغام لائے کہ اشرف کو وہ سنجار کا علاقہ اس شرط پر حوالے کرنے کے لیے تیار ہے کہ وہ اسے اس کے بدلے میں رقہ کا علاقہ دے دے کیونکہ لؤلؤ نے تل اعفر پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے اسے اب اس کی طرف سے بہت خطرہ ہے اور چونکہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا اس لیے اس کے ارکان سلطنت اس سے نفرت کرتے ہیں۔

علاقوں کا تبادلہ: اشرف نے اس کی بات تسلیم کر لی اور اسے رقہ کا علاقہ دے دیا اور خود ماہ جمادی الاولیٰ بحالہ ھ میں سنجار پر قبضہ کر لیا اور حاکم سنجار اپنے اہل و عیال اور خاندان کے ساتھ کوچ کر گیا۔ یوں زنگی خاندان کی حکومت چورانوے سال کے بعد اس علاقے سے ختم ہوگئی۔

مظفر سے مصالحت: جب اشرف نے سنجار پر قبضہ کر لیا تو وہ موصل روانہ ہو گیا وہاں مصالحت کرانے کے لیے خلیفہ عباسی الناصر اور حاکم اربل مظفر الدین کے ایلچی پہنچے ہوئے تھے۔ مظفر الدین موصل کی عملداری کے قلعے حاکم موصل لؤلؤ کو واپس کرنے کے لیے تیار تھا تاہم وہ مصر تھا کہ عمادیہ کا علاقہ زنگی کے قبضہ میں رہے گا اس معاملہ پر دو مہینے تک گفت و شنید جاری رہی مگر کامیابی نہیں ہوسکی۔ لہٰذا اشرف نے اربل پر حملہ کرنے کے ارادے سے کوچ کیا یہاں تک کہ وہ دریائے زاب کے قریب پہنچ گیا۔ چونکہ لشکر مظفر الدین کے ساتھ حاکم آمد کی بدسلوکی سے تنگ آ گیا تھا اس لیے اس نے ان کی درخواست منظور کرنے کا مشورہ دیا اور اشرف کے ساتھیوں نے بھی اس کی تائید کی۔ لہٰذا صلح منظور ہوگئی العقر اور شوش کے قلعے اشرف کے نائبوں کو دے دیے گئے۔ یہ دونوں قلعے زنگی کے تھے اور یرغمال کے طور پر تھے۔

اشرف ماہ رمضان ۱۷ھ میں سنجار لوٹ آیا مگر جب قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے آدمی بھیجے گئے تو وہاں کی فوج نے قلعوں کو ان کے حوالے نہیں کیا بلکہ مزاحمت کی عماد الدین زنگی نے شہاب بن العادل کی پناہ حاصل کی۔ اس نے اپنے بھائی اشرف سے اس کی سفارش کی تو اس نے اسے چھوڑ دیا اور العقر اور شوش کے دونوں قلعے اسے لوٹا دیے اور اپنے حکام کو وہاں سے واپس بلا لیا۔

جب لؤلؤ کو یہ معلوم ہوا کہ اشرف قلعہ تل اعفر بھی حاصل کرنا چاہتا ہے کیونکہ یہ قدیم زمانے سے سنجار کا ایک حصہ رہا

---

[1] الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۳۲۳ (مترجم)

ہے تو اس نے اشرف کو پیغام پہنچایا کہ وہ اسے اس کے حوالے کر دینا چاہتا ہے۔

موصل کے قلعوں کی تسخیر: جب زنگی ہکاریہ' زوزان اور سادو کے قلعوں پر قابض ہو گیا تو وہاں کی رعایا نے اسے ویسا نیک سیرت نہیں پایا جیسا کہ لولو تھا۔ اس لیے انہوں نے اسے ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے لکھا اس نے ان کی بات مان لی مگر جب اشرف سے اس نے اجازت مانگی تو اس نے اس کی اجازت نہیں دی۔ جب زنگی اشرف کے پاس سے آیا تو اس نے عمادیہ کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہیں ہو سکا اس وقت انہوں نے دوبارہ لولو سے خط و کتابت کی تو لولو نے اشرف سے پھر اجازت مانگی اور اس نے اسے ایک نیا قلعہ 'نصیبین' کا علاقہ اور دونوں دریاؤں کے درمیان کی حکومت عطا کی اور ان قلعوں کو فتح کرنے کی اجازت دے دی اور اپنے حکام وہاں بھیجے۔ اس نے معاہدہ کی پوری پابندی کی۔ لہٰذا موصل کی عملداری کے باقی قلعوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور ان سب نے لولو کی اطاعت قبول کی۔ اس طرح اس کی سلطنت منظم ہو گئی۔

قلعہ سوس کی تسخیر: سوس کا قلعہ اور العقر کا قلعہ موصل سے بارہ فرسخ کے فاصلے پر ایک دوسرے کے قریب تھے۔ یہ دونوں عماد الدین زنگی بن نور الدین کے والد کی وصیت کے مطابق اس کے قبضے میں تھے وہ ان دونوں قلعوں کے ساتھ ہکاریہ اور زوزان کے قلعوں پر بھی قابض تھا جو موصل میں شامل ہو گئے تھے۔

وہ خود ۶۱۹ھ میں سلجوقی خاندان کی یادگار ازبک بن بہلوان حاکم آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا اور اس کے ساتھ کوچ کرنے لگا۔ اس نے بھی اسے جاگیریں دیں اور وہ اس کے پاس رہنے لگا۔

یہ صورت حال دیکھ کر لولو موصل سے قلعہ سوس پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا اس نے محاصرہ سخت کیا مگر کامیاب نہیں ہو سکا کیونکہ دشمن کا لشکر پامردی کے ساتھ محاصرہ کا مقابلہ کرتا رہا اور اسے موصل واپس جانا پڑا۔ آخر کار جب محاصرہ بہت سخت ہو گیا اور خوراک و امداد کے تمام ذرائع منقطع ہو گئے تو وہاں کے باشندوں نے لولو کے سامنے ہتھیار ڈال دیے انہوں نے چند شرائط پیش کیں جو اس نے قبول کر لیں۔ اس کے بعد انہوں نے قلعہ اس کے حوالے کر دیا۔

اشرف کا موصل پر قبضہ: اب اشرف بن عادل موصل پر بھی قابض ہو گیا تھا اور لولو نے اس کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اس نے خلاط اور ارمینیہ کے تمام علاقے کو فتح کر لیا تھا اور اسے اپنے بھائی شہاب الدین غازی کے ماتحت کر دیا تھا۔ پھر اس نے اسے اپنی تمام سلطنت کا ولی عہد بنا دیا بعد ازاں دونوں بھائیوں کے درمیان خانہ جنگی ہو گئی تو غازی نے اپنے بھائی معظم حاکم دمشق اور مظفر الدین کوکبری سے امداد طلب کی اور ایک دوسرے کو موصل کا محاصرہ کرنے کی دعوت دی چنانچہ ان دونوں کے بھائی الکامل نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا اور وہ خلاط کی طرف روانہ ہو گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس سے پہلے اس نے حاکم دمشق المعظم کو جو پیغام بھیجا تھا اس میں اسے سخت دھمکی دی تھی اس لیے وہ اپنے بھائی کی مدد نہیں کر سکا۔

شہاب الدین غازی نے مظفر الدین کوکبری حاکم اربل سے مدد طلب کی تو وہ موصل کی طرف روانہ ہو گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا تاکہ اشرف کو خلاط کی طرف سے روک لے۔ دمشق کا حاکم المعظم بھی اپنے بھائی غازی کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔

موصل کا حاکم لولو محاصرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا چنانچہ مظفر الدین نے دس دن تک اس کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہیں ہو سکا اس لیے وہ ۶۲۱ھ کے درمیانی عرصے میں کوچ کر گیا۔ پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ اشرف نے اپنے بھائی کے قبضے سے خلاط کو چھڑا لیا ہے تو وہ اپنے فعل پر سخت نادم ہوا۔

اہل عمادیہ کی بغاوت: قلعہ عمادیہ موصل کی عملداری میں تھا وہاں کے باشندوں نے ۶۱۵ھ میں بغاوت کی اور عماد الدین زنگی کے حامی ہو گئے پھر دوبارہ وہ لولو حاکم موصل کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے اور کچھ عرصے تک مطیع رہے پھر وہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر سرکش ہو گئے اور لولو کو مجبور کیا کہ وہ اپنے نائب حاکم کو معزول کرے چنانچہ یکے بعد دیگرے وہ اپنے حاکموں کو معزول کرتا رہا۔ پھر خواجہ ابراہیم اور اس کا بھائی اپنے حامیوں کے ساتھ خود مختار ہو گئے۔ انہوں نے اپنے مخالفوں کو قلعہ سے باہر نکال دیا اور لولو کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

بغاوت کی سرکوبی: لولو ان کی سرکوبی کے لیے ۶۲۲ھ میں روانہ ہوا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور ان کی خوراک کی فراہمی کا راستہ بند کر دیا اس نے قلعہ ہزوران کی طرف بھی لشکر بھیجا کیونکہ اہل عمادیہ کی طرح انہوں نے بھی بغاوت کر دی ان کا محاصرہ کیا گیا تو وہ مطیع ہو گئے اور یہ قلعہ فتح کر لیا گیا۔

فتح عمادیہ: لولو نے پھر اپنے نائب امین الدین کی قیادت میں عمادیہ کی طرف فوجیں بھیجیں اور خود موصل واپس آ گیا۔ یہ محاصرہ اس سال کے ماہ ذوالقعدہ تک جاری رہا آخر کار اہل عمادیہ نے امین الدین سے مال و جاگیر اور قلعہ کا معاوضہ دینے اور مصالحت کے لیے خط و کتابت کی اور لولو (حاکم موصل) نے اسے تسلیم کر لیا تھا امین الدین اس سے پہلے یہاں کا حاکم رہ چکا تھا۔ اس لیے یہاں اس کے اندرونی حامیوں کی ایک جماعت تھی جو اس کی امداد کے لیے تیار تھے اور اس سے خط و کتابت کرتے تھے اس عرصے میں اکثر اہل شہر خواجہ ابراہیم کی اولاد کی حرکتوں سے ناراض ہو گئے تھے کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ انہوں نے مصالحت کرنے میں اپنا مفاد مقدم رکھا ہے اور انہیں نظر انداز کر دیا ہے لہٰذا امین الدین کے اندرونی حامیوں کو ان پر تسلط اختیار کرنے کا موقع مل گیا انہوں نے پوشیدہ طور پر امین الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ شہر پر رات کے وقت حملہ کر کے اہل شہر سے مصالحت کر لے چنانچہ اس نے ان سے مصالحت کر لی تو اہل شہر نے خواجہ ابراہیم کی اولاد پر حملہ کر دیا اور لولو کی حمایت میں نعرے بلند کیے یہ سن کر لشکر قلعہ پر چڑھ گیا اور امین الدین نے قلعہ کو فتح کر لیا اور اس سے پہلے کہ لولو اولاد خواجہ کے وفد سے کوئی معاہدہ صلح کرے۔ اس نے فتح کی اطلاع اسے بھیج دی۔

جلال الدین کی دوبارہ آمد: جلال الدین منکبرتی بن خوارزم شاہ کے ساتھ ۶۱۷ھ میں تاتاریوں کی خوارزم خراسان اور غزنہ میں جنگ ہوئی تو ان جنگوں میں جلال الدین کو شکست ہوئی اور وہ ہندوستان کی طرف بھاگ گیا پھر وہ وہاں سے ۶۲۲ھ میں واپس آیا اور عراق و آذربائیجان کے علاقوں پر قابض ہو گئے وہ اشرف بن عادل کے خلاط اور جزیرہ کے علاقوں کے قریب پہنچ گیا تھا اس لیے ان دونوں کے درمیان فتنہ و فساد شروع ہو گیا اشرف کے قریبی علاقوں کے حکام نے اسے بھڑکانا شروع کیا جن میں مظفر الدین حاکم اربل مسعود حاکم آمد اور اس کا بھائی المعظم حاکم دمشق پیش پیش تھے یہ

سب ان کی مخالفت پر متفق ہو گئے تھے۔

جلال الدین کی پیش قدمی: چنانچہ جلال الدین نے خلاط کی طرف پیش قدمی کی اور مظفر الدین نے موصل کی طرف فوج کشی کی۔ وہ زاب کے قریب پہنچ کر جلال الدین (کے جنگی نتیجہ) کا انتظار کرتا رہا۔ حاکم دمشق المعظم حمص و حماۃ کی طرف روانہ ہوا۔

جلال الدین کی واپسی: ادھر لولو نے موصل کے لیے اشرف سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ حران پہنچا اس کے بعد وہ وہیں آیا اور اس کے نائب حاکم نے بغاوت اختیار کی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ اُدھر روانہ ہو گیا اور خلاط کے علاقے میں تباہی مچا کر وہاں سے چلا گیا۔

مخالفوں کی مراجعت: (اس کے چلے جانے کے بعد) دوسرے مخالف حکام کا بازو کٹ گیا اور ان پر اشرف کا رعب طاری ہو گیا اس سے پہلے خود اس کا بھائی حمص و حماۃ کے قریب پہنچ گیا تھا اور اس نے ان دونوں شہروں کا محاصرہ کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اسی طرح مظفر الدین بھی موصل کا محاصرہ کرنے کی دھمکی دے رہا تھا مگر اب دونوں حمص و حماۃ اور موصل کو چھوڑ کر اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے دوسرے حکام بھی اسی طرح اپنے علاقوں کی طرف لوٹ گئے۔

فتنہ تاتار: تاتاری فوجوں نے جب ۶۲۸ھ میں جلال الدین خوارزم شاہ پر آمد کے مقام پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا تو ان کا مقابلہ کسی بادشاہ سے نہ ہو سکا اور ان کی مزاحمت کوئی نہیں کر سکا لہٰذا وہ ملک عراق کے طول و عرض میں فتنہ و فساد برپا کرتے رہے پھر وہ الجزیرہ میں داخل ہو گئے تو سب سے پہلے انہوں نے نصیبین کے علاقے کو تباہ و برباد کیا پھر وہ سنجار گئے اور اسے لوٹ لیا پھر خابور کے علاقے میں داخل ہو کر وہاں تباہی مچائی۔

تاتاریوں کی واپسی: تاتاریوں کا ایک گروہ موصل کی طرف گیا اور اس کے علاقے کا صفایا کیا پھر وہ اربل پہنچے اور وہاں فساد برپا کیا تو مظفر الدین اپنے لشکر کو لے کر ان کے مقابلہ کے لیے نکلا اس نے موصل کے حاکم سے بھی کمک طلب کی تو لولو نے اس کی امداد کے لیے اپنی فوج بھیجی اس کے بعد تاتاری فوج وہاں سے واپس آذربائیجان چلی گئی اس لیے ہر فوج اپنے اپنے شہر واپس چلی گئی۔

مظفر الدین کی وفات: مظفر الدین کوکبری بن زین الدین کجک حاکم اربل نے ۶۳۰ھ میں وفات پائی۔ اس کی وفات یوسف کے بعد جو اس کا بھائی تھا صلاح الدین کے زمانے میں ہوئی۔ اس نے وہاں چوالیس سال تک حکومت کی مگر چونکہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اس نے وصیت کی کہ اربل کی حکومت خلیفہ المستنصر کے حوالے کر دی جائے چنانچہ خلیفہ موصوف نے وہاں اپنے نائب کو بھیج کر اربل پر قبضہ کر لیا اور یہ علاقہ بھی خلیفہ کی عملداری میں شامل ہو گیا۔

خوارزم شاہ کی فوج کا انتشار: جب جلال الدین خوارزم شاہ آمد کے مقام پر ہلاک ہو گیا تو اس کی فوجی بروی علاقے کے حاکم کیقباد کے پاس پہنچ گئی اس نے ان سے مدد لی جب وہ ۶۳۴ھ میں فوت ہو گیا اور اس کا فرزند کیخسرو حاکم

ہوا تو اس نے ان کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا۔ باقی وہاں سے چلے گئے اور ملک کے اطراف میں بھاگ گئے۔

صالح نجم الدین ایوب حران کیفا اور آمد میں اپنے والد الملک العادل کی طرف سے نائب تھا اس نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ (خوارزم شاہ کی) فوج کو اپنے ساتھ ملالے چنانچہ اس کے والد نے اسے اس بات کی اجازت دیدی اور وہ اس فوج کو اپنے کام میں لے آیا اور انہیں ملازم رکھ لیا۔

جب اس کا باپ ۶۳۵ھ میں فوت ہوا تو یہ فوج باغی ہو کر موصل چلی گئی۔ لؤلؤ نے انہیں ساتھ ملا لیا اور ان کے ساتھ فوج کشی کی۔

(یہ صورت حال دیکھ کر) ملک صالح نے سنجار میں اس فوج کا محاصرہ کر لیا اور انہیں یہ لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی کہ وہ انہیں حران اور رُہا کا علاقہ دے گا تاکہ وہ وہاں آباد ہو سکیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس نے حسب وعدہ انہیں یہ دونوں علاقے دے دیئے اور انہوں نے ان دونوں علاقوں پر قبضہ کر لیا پھر انہوں نے لؤلؤ کے ماتحت نصیبین کے علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

اس زمانے میں بنو ایوب کے خاندان میں جو شام کے مختلف مقامات پر حکمران تھا بہت نا اتفاقی تھی چنانچہ ان کے اختلاف و انتشار کا حال آگے چل کر ان کی سلطنت کے حال میں بیان کریں گے۔

اب سنجار کی حکومت جواد یونس ابن مودود بن العادل کے ماتحت ہو گئی تھی اس نے یہ حکومت صالح نجم الدین ایوب سے دمشق کی حکومت کے بدلے میں حاصل کی تھی، مگر لؤلؤ نے ۶۳۷ھ میں سنجار کی حکومت اس سے چھین لی تھی۔

خوارزم کی فوج سے جنگ: پھر حاکم حلب اور خوارزمی فوجوں میں جنگ چھڑ گئی انہوں نے صفیہ خاتون بنت العادل سے مدد طلب کی تو اس نے معظم بوران شاہ بن صلاح الدین کے زیر قیادت فوجیں بھیجیں مگر انہوں نے اس کے لشکر کو شکست دے کر اس کے بھتیجے الافضل کو قید کر لیا اور حلب میں داخل ہو کر اسے تباہ کیا پھر انہوں نے منبج کو فتح کر لیا اور وہاں فتنہ و فساد برپا کیا اور انہوں نے رقہ سے دریائے فرات کو کاٹ دیا۔

فوجوں کا تعاقب: جب وہ واپس جانے لگے تو دمشق اور حمص کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں شکست دے کر ان کا قتل عام کیا وہ بھاگ کر اپنے شہر حران چلے آئے تو حلب کی فوجیں بھی وہاں پہنچ گئیں اور انہوں نے حران کو فتح کر لیا خوارزم کی فوجیں وہاں سے عانہ پہنچ گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر حاکم موصل لؤلؤ جلد نصیبین پہنچا اور اس نے اس شہر کو ان کے قبضے سے چھڑا لیا۔

حاکم موصل کی شکست: صفیہ بنت العادل ۶۴۰ھ میں حلب میں فوت ہو گئی اس نے وہاں اپنے والد العزیز محمد بن الظاہر غازی بن صلاح الدین کے بعد حکومت کی تھی۔ اس کے بعد اس کا بھائی الناصر یوسف ابن العزیز حاکم مقرر ہوا۔ اس کا نگران اس کا آزاد کردہ غلام اقبال خاتونی مقرر ہوا۔ ۶۴۸ھ میں اس کے لشکر اور بدر الدین لؤلؤ حاکم موصل کے درمیان جنگ ہوئی جس میں لؤلؤ کو شکست ہوئی اور الناصر نے نصیبین دارا اور قرقیسیا کے علاقے فتح کر لیے۔ لؤلؤ حلب آ گیا۔

ہلاکو خان کی اطاعت: جب سلطان ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور خلیفہ مستعصم اور بغداد کے تمام شرفاء کو قتل کر دیا تو وہاں سے وہ آذربائیجان چلا گیا اس وقت لؤلؤ جلد آذربائیجان اس کے پاس پہنچا اور ہلاکو خان کی اطاعت قبول کر کے موصل آ گیا۔

لؤلؤ کی وفات: حاکم موصل بدر الدین لؤلؤ ۶۵۷ھ میں فوت ہو گیا اس کا لقب الملک الرحیم تھا اس کے بعد اس کا ایک فرزند صالح اسماعیل موصل کا حاکم مقرر ہوا اس کا دوسرا فرزند مظفر علاء الدین علی سنجار کا حاکم ہوا اور جزیرۂ ابن عمر کا حاکم اس کا تیسرا فرزند مجاہد اسحاق ہوا۔ سلطان ہلاکو خان نے انہیں کچھ عرصہ تک حاکم رکھا پھر ان سب سے ان کی حکومت کی چھین لی اور وہ سب مصر چلے گئے اور وہاں بادشاہ ظاہر بیبرس کے مہمان رہے۔

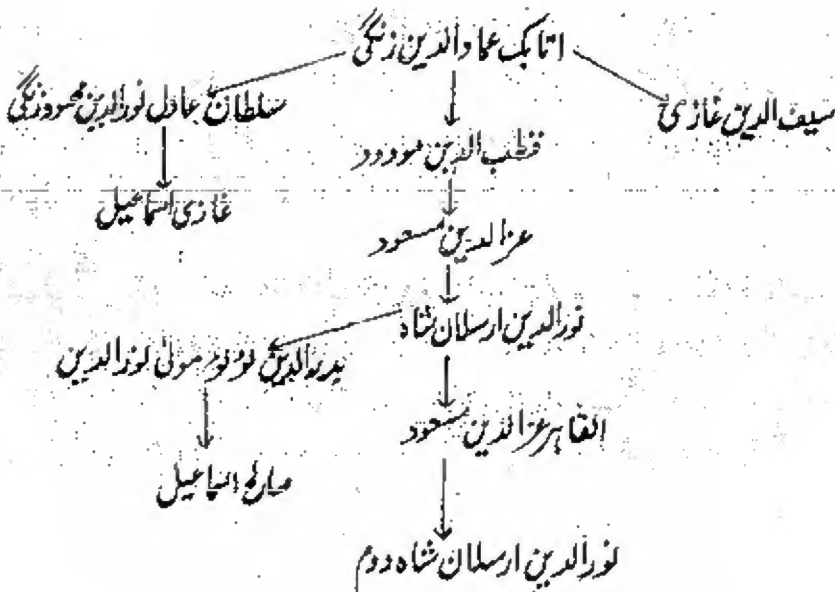
زنگی سلطنت کا خاتمہ: پھر سلطان ہلاکو خان نے شام کی طرف فوج کشی کی اور اس کو بھی فتح کر لیا۔ یوں خاندان اتابک زنگی کی سلطنت کا شام اور الجزیرہ کے تمام علاقوں سے خاتمہ ہو گیا۔

زنگی سلطنت کا شجرۂ نسب

قسیم الدولہ اقسنقر مولیٰ سلطان ملک شاہ

زنگی سلطنت کا شجرۂ نسب

قسیم الدولہ اقسنقر مولیٰ سلطان ملک شاہ



باب : ہفتم

ایوبی خاندان کی سلطنت

یہ سلطنت بھی زنگی خاندان کی ایک شاخ ہے ان کے جد امجد ایوب بن شادی کا نسب نامہ بعض مورخین نے اس طرح بیان کیا ہے۔

ایوب بن شادی بن مروان بن علی بن عشرۃ بن الحسن بن علی بن احمد بن علی بن عبدالعزیز بن ہدبتہ بن الحصین بن الحارث بن سنان بن عمر بن مرہ بن عوف الحمیر ی الدوی۔

خاندان کا بانی: مشہور مورخ ابن الاثیر کا قول ہے کہ یہ لوگ رواد یہ کرد قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ابن خلکان کا قول ہے کہ اس خاندان کا جد امجد شادی درین کے شرفاء میں سے تھا۔ وہاں اس کا دوست بہروز تھا جہاں اس پر ایک خصی امیر نے حملہ کیا تو بہروز بھاگ کر سلطان مسعود بن محمد بن ملک شاہ کے پاس پہنچا اور وہاں وہ اس کے فرزندوں کے دایہ کی خدمت انجام دینے لگا جب وہ دایہ فوت ہوگیا تو سلطان نے بہروز کو اس کی جگہ پر اپنے فرزندوں کا دایہ مقرر کیا۔ جب اس کی صلاحیت اور قابلیت ظاہر ہوئی تو اسے کسی سرکاری عہدے پر ترقی دی گئی اس وقت اس نے اپنے دوست شادی بن مروان کو بلا بھیجا کیونکہ ان دونوں میں بے حد محبت اور دوستی تھی۔ لہٰذا شادی بہروز کے پاس آ گیا۔

نجم الدین ایوب: پھر سلطان نے بہروز کو بغداد کا کوتوال مقرر کیا تو وہ وہاں گیا اور اپنے ساتھ شادی کو بھی لے گیا پھر سلطان نے اسے قلعہ تکریت عطا کیا تو اس نے شادی کو اس کا حاکم مقرر کیا جہاں شادی اپنی وفات تک حاکم رہا۔ اس کی وفات کے بعد بہروز نے اس کے فرزند نجم الدین ایوب کو اس کے بجائے تکریت کا حاکم مقرر کیا جو اسد الدین شیرکوہ سے بڑا تھا وہ وہاں ایک عرصہ تک حاکم رہا۔

ایوب کا کارنامہ: موصل کے حاکم عماد الدین زنگی نے سلطان مسعود کی حمایت میں خلیفہ مسترشد کے خلاف ۵۲۰ھ میں فوج کشی کی تھی تو اسے شکست ہوئی تھی جب وہ موصل جانے کے لیے واپس ہوا تو وہ تکریت کے پاس سے گذرا اس وقت نجم الدین ایوب نے اسے زاد راہ مہیا کیا اور دجلہ دریا کو عبور کرنے کے لیے پل تیار کیا اور دریا کو عبور کرنے کے لیے ہر ممکن سہولت فراہم کی۔

زنگی کے دربار میں: اس عرصے میں اسد الدین شیرکوہ نے تکریت میں کسی کو قتل کیا اور اس کے بھائی نجم الدین ایوب

نے اس کا زرِ فدیہ نہیں ادا کیا تو بہروز نے اسے معزول کر دیا اور دونوں بھائیوں کو تکریت سے نکال دیا۔ دونوں بھائی عماد الدین زنگی کے پاس پہنچ گئے جہاں زنگی نے ان دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور انہیں جاگیریں عطا کیں۔

بعلبک کا حاکم: جب زنگی نے ۵۳۲ھ میں بعلبک فتح کیا تو نجم الدین ایوب کو اپنا نائب مقرر کیا اور وہ اس کے زمانے میں وہاں کا حاکم رہا۔

دمشق میں قیام: جب ۵۴۱ھ میں عماد الدین زنگی فوت ہو گیا تو حاکم دمشق فخر الدین طغرکین نے بعلبک پر فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار نجم الدین ایوب نے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ وہ اسے دمشق میں جاگیریں دے گا چنانچہ وہ اس کے ساتھ دمشق رہا۔

شیرکوہ کی خدمات: البتہ اسد الدین شیرکوہ نور الدین محمود بن زنگی کے ساتھ رہا سلطان نے اس کی انتظامی قابلیت سے متاثر ہو کر اسے حمص اور رحبہ کے علاقے دے دیئے تھے اور اسے سپہ سالار بنا دیا تھا۔

سلطان موصوف کا دمشق پر قبضہ اور اہل دمشق کی مداخلت اور امداد اسد الدین شیرکوہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ جب اس کا بھائی دمشق میں تھا تو وہ اس سے خط و کتابت کرتا رہا چنانچہ ان دونوں بھائیوں کی کوششوں اور تعاون سے دمشق ۵۴۹ھ میں فتح ہوا۔

فاطمی سلطنت کا زوال: اسی زمانے میں مصر میں فاطمی سلطنت زوال پذیر تھی اور اس کی ترقی رک گئی تھی بلکہ اس کے وزراء اپنے خلفاء پر حاوی ہو گئے تھے اور خلفاء کے اختیارات باقی نہیں رہے تھے اور چونکہ اس سلطنت پر زوال آ گیا تھا اس لیے صلیبی فرنگی فوجیں مصر کے ساحل اور دیگر شہروں پر حملے کرنے لگی تھیں یہاں تک کہ انہوں نے مصر کے کئی شہر فتح کر لیے تھے اور انہوں نے قاہرہ کے دربار خلافت پر بھی تسلط حاصل کر لیا تھا اور ان پر جزیہ بھی عائد کر دیا تھا۔ یوں اہل مصر سخت مصیبت میں مبتلا تھے اور یہ تمام تکالیف برداشت کر رہے تھے کہ آخر کار اتابکی زنگی اور اس کی سلجوقی قوم نے ان کی فاطمی خلافت کی تحریک و دعوت کا خاتمہ کر دیا اور خلیفہ عاضد ان کا آخری خلیفہ ثابت ہوا۔

(پہلے خلیفہ عاضد پر صالح بن زریک وزیر کی حیثیت سے مسلط تھا) پھر شاور سعدی اس پر غالب آ گیا اور اس نے زریک بن صالح کو ۵۵۸ھ میں قتل کر دیا اور وہ عاضد پر مسلط ہو گیا۔ پھر ضرغام اس وزیر پر غالب آ گیا اور اس نے اس کو قاہرہ سے نکال دیا اور نو مہینے تک مصر پر حکومت کرتا رہا۔

شاور شام بھاگ گیا اور ۵۵۹ھ میں نور الدین زنگی کے پاس فریادی بن کر پہنچا۔ اس نے مصری سلطنت کا ایک تہائی محصول ادا کرنے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ ایسا لشکر بھیجے جو وہاں مستقل طور پر قیام کرے۔ سلطان نور الدین نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اسد الدین شیرکوہ کو فوج دے کر بھیجا۔

ایوبی سلطنت کا آغاز: شیرکوہ نے ضرغام کو قتل کر کے شاور کو اس کے رتبہ وزارت پر فائز کیا آخر کار اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاطمی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور مصر اور اس کا تمام علاقہ ایوبی خاندان کے ماتحت آ گیا۔ ابتداء میں نور الدین محمود بن زنگی

کی حکومت قائم رہی مگر جب نور الدین محمود فوت ہوا اور سلطان صلاح الدین خود مختار حاکم ہو گیا تو یہاں خلفائے عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا سلطان صلاح الدین اس کے بعد سلطان نور الدین محمود کے فرزندوں پر بھی غالب آ گیا اور اس نے شام کا علاقہ بھی ان کے قبضے سے چھین لیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے چچازاد بھائی مودود نے بہت تباہی مچائی تھی اس طرح سلطان صلاح الدین کی سلطنت وسیع ہوتی گئی اور اس کی وفات کے بعد بھی اس خاندان کی سلطنت میں توسیع ہوئی تا آنکہ یہ سلطنت بھی ختم ہو گئی۔

وزیر مصر کی فریاد رسی: (واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ) جب سلطان نور الدین محمود حاکم شام نے شاور کی فریاد پر اس کے ساتھ اپنا لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا تو اس نے اس لشکر کا سپہ سالار اسد الدین شیر کوہ بن شادی کو منتخب کیا' وہ اس وقت اس کے اکابر امراء میں شامل تھا۔ سلطان نے اسے حمص سے طلب کیا جہاں کا وہ حاکم تھا اور وہاں اس کی جاگیر تھی پھر سلطان نے اس کے لیے (عمدہ) فوج تیار کی اور ان کی فوجی خامیوں کو دور کیا۔

شیر کوہ کی روانگی: شیر کوہ نے دمشق سے ماہ جمادی الاولیٰ ۵۵۹ھ میں پیش قدمی کی اس کے ساتھ ساتھ خود سلطان نور الدین بھی اپنی فوجیں لے کر (فرنگی صلیبیوں) کے علاقے کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ انہیں شیر کوہ کے لشکر کو روکنے یا لوٹانے کی مہلت نہ دے اور وہ حاکم مصر سے دوستانہ تعلقات اور معاہدہ کی وجہ سے اس کے لشکر کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

ضرغام کا قتل: جب اسد الدین شیر کوہ اپنی فوج کے ساتھ بلبیس کے مقام پر پہنچا تو وہاں ضرغام کے بھائی ناصر الدین نے اس کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور وہ قاہرہ بھاگ گیا پھر خود ضرغام ماہ جمادی الاخیرہ کی آخری تاریخ کو مقابلہ کے لیے نکلا مگر وہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے قریب مارا گیا اور اس کا بھائی بھی مارا گیا۔

شاور کی غداری: شیر کوہ نے شاور کو وزارت کے عہدہ پر فائز کر دیا مگر وزیر بننے کے بعد اس نے شیر کوہ کو واپس جانے کا حکم دیا اور اس معاہدہ سے روگردانی کی جسے وہ پہلے تسلیم کر چکا تھا۔

جب اسد الدین شیر کوہ نے اس سے ایفاء وعدہ کا مطالبہ کیا تو اس نے اسے منظور نہیں کیا اس لیے شیر کوہ بلبیس اور مصر کے مشرقی شہروں پر قابض ہو گیا۔

فرنگیوں کی امداد: شاور نے (یہ صورت حال دیکھ کر) فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی اور انہیں (مراعات دینے کا) وعدہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی درخواست جلد منظور کر لی اور فرنگیوں کا بادشاہ مری فرنگیوں کی فوج لے کر روانہ ہو گیا اس نے ان فرنگیوں کو بھی اپنی فوج میں شامل کر لیا جو بیت المقدس کی زیارت کے لیے آئے تھے کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ اسد الدین شیر کوہ مصر کو فتح کر لے گا۔

(یہ حالات دیکھ کر) سلطان نور الدین فوج لے کر گیا تا کہ انہیں جنگ میں مشغول رکھ کر فرنگیوں کو وہاں جانے سے روکے مگر وہ آگے بڑھ گئے تھے۔

مشترکہ فوج سے مقابلہ: اسد الدین شیرکوہ بلبیس کے مقام پر پہنچا تو مصری اور فرنگی فوجیں متحد ہو کر مقابلہ کے لیے آ گئیں انہوں نے اس کا تین مہینوں تک محاصرہ کیا تاہم شیرکوہ صبح و شام ان سے جنگ کرتا رہا اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا (فرنگی اسے شکست نہ دے سکے) البتہ انہوں نے اس کی خبر رسانی کے ذرائع بند کر دیئے تھے۔ اس عرصے میں سلطان نور الدین نے جزیرۂ دیار بکر اور قصر حارم کے حکام کو جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور جب فرنگی فوجیں مقابلہ کے لیے آئیں تو سلطان نے انہیں شکست دے کر ان کا صفایا کر دیا اور انطاکیہ و طرابلس کے حکام کو قیدی بنا لیا گیا۔ حارم جو حلب کے قریب تھا فتح کر لیا گیا۔ پھر سلطان بانیاس کے مقام پر پہنچا جو دمشق کے قریب تھا اسے بھی اس نے فتح کر لیا جیسا کہ سلطان نور الدین کے حالات میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

جب فرنگی فوجیں بلبیس کے مقام پر اسد الدین شیرکوہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھیں تو انہیں (شکست کی) یہ خبر موصول ہوئی۔ اس خبر سے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ تاہم انہوں نے یہ خبر چھپا کر اسد الدین شیرکوہ سے مصالحت کی گفت و شنید شروع کی اور یہ شرط رکھی کہ وہ شام (اپنی فوجوں کو لے کر) واپس چلا جائے۔ چنانچہ اس نے ان سے صلح کر لی اور اسی سال کے ماہ ذوالحجہ میں شام واپس آ گیا۔

دوبارہ فوج کشی: اسد الدین شیرکوہ شام واپس آ گیا مگر شاور کی غداری کا وہ بدلہ لینا چاہتا تھا اس لیے وہ دوبارہ حملہ کرنے کے لیے فوج اکٹھی کرتا رہا۔ یہ فوجی تیاری اس نے ۵۶۲ھ تک مکمل کر لی۔ جب اس نے فوج اکٹھی کر لی تو سلطان نور الدین نے اس کے ساتھ (تجربہ کار) سپہ سالاروں کی ایک جماعت بھیجی اور مسلمان مجاہدوں کی حفاظت کے لیے بڑی تعداد میں لشکر بھیجا جو مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب شیرکوہ اطفیح کے مقام پر پہنچا تو اس نے وہاں سے مغربی علاقوں کی طرف دریا کو عبور کیا اور جیزہ کے مقام پر قیام کیا اور وہاں پچاس دن تک مقیم رہا۔

فرنگیوں کی امداد: ادھر شاور نے حسب معمول فرنگیوں سے امداد طلب کی چونکہ فرنگیوں کو سلطان نور الدین اور شیرکوہ کی سلطنت کی توسیع و استحکام کا خطرہ تھا اس لیے وہ بہت جلد مصر پہنچ گئے اور انہوں نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ (دریائے نیل کو) عبور کر کے جیزہ میں قیام کیا۔ شیرکوہ اس وقت وہاں سے بالائی مصر کی طرف کوچ کر چکا تھا اور وہاں سے وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ چکا تھا جو بابین[1] کے نام سے مشہور تھا۔

دشمن کی کثیر تعداد: دشمن کی فوجوں نے شیرکوہ کا تعاقب کر کے اسے اس مقام پر جا پکڑا۔ یہ واقعہ ۲۵ ۵۶۲ھ کے درمیانی عرصہ کا ہے۔

جب شیرکوہ نے دشمن کی تعداد بہت زیادہ دیکھی اور وہ جنگ کے لیے مکمل طور پر تیار تھے تو اس کے ساتھیوں کی

---

[1] یہاں جگہ خالی تھی ہم نے تاریخ الکامل الابن اثیر کے حوالے سے اس کا یہ نام معلوم کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ الکامل الابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۹۵) (مترجم)

ہمتیں پست ہوگئیں۔ اس لیے اس نے ان سے مشورہ کیا۔ بعض افراد نے یہ مشورہ دیا کہ وہ دریائے نیل کو عبور کر کے مشرقی علاقے کی طرف چلے جائیں اور شام لوٹ جائیں مگر ان کے سپہ سالاروں کی رائے یہ تھی کہ جاں نثاری کے ساتھ جنگ کی جائے بصورت دیگر انہیں سلطان نورالدین کی سخت ناراضگی کا اندیشہ تھا۔

صلاح الدین کی پیش قدمی: لہٰذا غازی صلاح الدین نے جنگ کی طرف پیش قدمی کی چنانچہ صف بندی کی گئی اور غازی صلاح الدین کو (درمیانی فوج میں) رکھا گیا اور شیرکوہ خود میمنہ فوج میں ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا جن کی جاں نثاری پر اسے بھروسہ تھا۔

جنگی چال: دشمن نے صلاح الدین پر حملہ کیا تو اس نے اپنی صف بندی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ اسدالدین شیرکوہ نے اس کے بالکل مخالف سمت میں دشمن کی پچھلی صفوں پر حملہ کیا اور اس کی فوجوں کا صفایا کیا یا انہیں گرفتار کیا۔

دشمن کی شکست: (یہ حالت دیکھ کر) اگلی صفوں کی وہ فوجیں جو صلاح الدین سے جنگ کر رہی تھیں پسپا ہونے لگیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ان کو شکست ہوگئی ہے جب وہ پیچھے ہٹیں تو انہوں نے دیکھا کہ اسدالدین شیرکوہ ان کی پچھلی صفوں کا صفایا کر رہا ہے لہٰذا وہ سب فوجیں بھاگ کر مصر واپس چلی گئیں۔

فتح اسکندریہ: اب یہاں سے اسدالدین شیرکوہ اسکندریہ پہنچا وہاں کے باشندوں نے اطاعت قبول کی چنانچہ شیرکوہ نے صلاح الدین کو جو اس کا بھتیجا تھا وہاں اپنا جانشین بنایا اور خود وہ مصر کے بالائی حصہ (صعید) کی طرف لوٹا اور اس علاقہ کو فتح کر لیا اور اپنے کارکنوں کو وہاں کا محصول وصول کرنے کے لیے بھیج دیا۔

دشمن کی پیش قدمی: اُدھر مصر کی فوجیں اور فرنگیوں کا لشکر قاہرہ پہنچ چکا تھا انہوں نے اپنی جنگی کمزوریوں کو دور کر کے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں انہوں نے صلاح الدین کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ اس کے لیے بہت تکلیف دہ ثابت ہوا۔

فرنگیوں کے ساتھ مصالحت: اب اسدالدین شیرکوہ مصر کے بالائی حصہ سے اس کی فوجی امداد کے لیے روانہ ہوا۔ اتنے میں اس کے لشکر کے ترکمانی سپاہی باغی ہو گئے وہ ابھی اس جھگڑے میں مشغول ہی تھا کہ دشمن کے قاصد مصالحت کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچ گئے۔ ان کی تجاویز یہ تھیں کہ وہ اسکندریہ کا علاقہ اہل مصر کو واپس کر دے وہ اس کے بدلے میں اسے پچاس ہزار دینار دیں گے۔ مصر کے بالائی حصے سے شیرکوہ نے جو لگان وصول کیا تھا وہ اس کے علاوہ تھا شیرکوہ نے ان کی یہ تجاویز اس شرط کے ساتھ منظور کیں کہ فرنگی فوجیں اپنے شہروں کی طرف واپس چلی جائیں اور مصر کے کسی دیہات پر ان کا قبضہ باقی نہ رہے۔ یہ معاہدہ اس سال کے ماہ شوال کی درمیانی تاریخوں میں مکمل ہوا۔

اہل مصر پر ٹیکس: اسدالدین شیرکوہ اور اس کی فوجیں ماہ ذوالقعدہ کی پندرہ تاریخ کو شام واپس آ گئیں مگر فرنگیوں نے (مصر کے وزیر) شاور پر یہ شرط عائد کر دی کہ قاہرہ میں ان کے محافظ برقرار رہیں گے اور شہر کے پھاٹک بھی ان کی حفاظت

میں رہیں گے تاکہ وہ نورالدین زنگی کا مقابلہ کر سکیں انہوں نے اس پر ایک لاکھ دینار سالانہ جزیہ بھی مقرر کیا جسے اس نے قبول کر لیا اس کے بعد فرنگیوں کی فوجیں اپنے شہر کے ساحلی شہروں کی طرف واپس چلی گئیں مگر مصر میں وہ اپنے افسروں کی ایک جماعت چھوڑ گئیں۔

فتح کا منصوبہ: جب فرنگیوں نے قاہرہ اور مصر پر جزیہ مقرر کیا اور وہاں انہوں نے محافظ دستے مقرر کیے اور شہر کے پھاٹکوں پر ان کا قبضہ ہو گیا تو وہ ملک پر اچھی طرح قابض ہو گئے انہوں نے وہاں اپنے ماہر افسروں کی ایک جماعت بھی برقرار رکھی جنہوں نے اپنی حیثیت وہاں مستحکم کر لی اور وہ سلطنت کے پوشیدہ مقامات سے واقف ہو گئے اس کے بعد وہ ملک کو فتح کرنے کے منصوبے باندھنے لگے اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنے بادشاہ سے جو شام میں تھا اور جس کا نام مری تھا خط و کتابت شروع کی۔ شام میں اس جیسا فرنگیوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا فرنگیوں نے اسے اس بات پر بہت آمادہ کیا اور اسے سبز باغ دکھائے مگر اس نے ان کی یہ تجویز منظور نہیں کی۔ تاہم فرنگی افسروں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور اسے سمجھایا کہ مصر فتح کرنے کے بعد وہ سلطان نورالدین پر بھی غالب آ جائیں گے ورنہ اہل مصر نورالدین کے حامی ہو جائیں گے ان تمام کوششوں اور یقین دہانیوں کے باوجود وہ اپنی رائے پر قائم رہا۔ آخر کار اس نے ان کی بات مان لی اور جنگی تیاری شروع کر دی۔

سلطان نورالدین کو جب اس کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو اس نے بھی اپنی فوجیں اکٹھی کیں اور سرحدوں پر جو فوجیں مقرر تھیں انہیں بھی بلا لیا۔

فرنگیوں کا محاصرہ مصر: فرنگیوں کی فوج ۴۶۵ھ کے آغاز میں مصر کی طرف روانہ ہوئی انہوں نے نادصفر میں بلبیس کو فتح کر لیا اور وہاں تباہی برپا کی۔ پھر شاور کے دشمنوں کے خطوط ان کے پاس آئے جن سے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی اور انہوں نے مصر کی طرف پیش قدمی کی اور قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔

آگ لگانے کا حکم: (یہ صورت حال دیکھ کر) شاور نے مصر کے شہر میں آگ لگا دینے کا حکم دیا تاکہ وہاں کے باشندے قاہرہ کی طرف منتقل ہو جائیں اور محاصرہ کا مقابلہ اچھی طرح کیا جا سکے۔ چنانچہ لوگ منتقل ہو گئے اور ان کا شہر نذر آتش ہو گیا اس کے ساتھ ساتھ ان پر دست درازی بھی ہوئی اور ان کے مال و دولت کو لوٹ لیا گیا دو مہینے تک شہر میں آتش زدگی جاری رہی۔

صلح کی درخواست: ادھر (فاطمی خلیفہ) عاضد نے سلطان نورالدین کے پاس اپنی فریاد پہنچائی تو اس نے فریاد رسی کرتے ہوئے لشکر تیار کرنا شروع کیا۔ دوسری طرف قاہرہ کا محاصرہ سخت ہو گیا۔ لہٰذا محاصرہ سے تنگ آ کر شاور نے فرنگیوں کے بادشاہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور اپنے قدیمی تعلقات ظاہر کرتے ہوئے اس نے اعلان کیا کہ وہ فرنگیوں کا حامی ہے۔ عاضد اور سلطان نورالدین کا حامی نہیں ہے اس نے ان سے درخواست کی کہ وہ مال کے بدلے میں صلح کر لے۔ کیونکہ مسلمان اس کے علاوہ ہر چیز سے نفرت کرتے ہیں۔

دس لاکھ پر صلح: چنانچہ فرنگیوں کے بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ قاہرہ ناقابل تسخیر ہے تو اس نے دس لاکھ دینار پر صلح کر لی۔ شاور نے فوری طور پر ایک لاکھ دینار فرنگیوں کو ادا کر دیئے اس کے بعد اس نے انہیں چلے جانے کو کہا چنانچہ وہ چلے گئے شاور نے باقی ماندہ رقم جمع کرنی شروع کی مگر رعایا اسے نہیں ادا کر سکی۔

فاطمی خلیفہ کا پیغام: ادھر خلیفہ عاضد کے قاصد سلطان نور الدین کے پاس پے در پے آتے رہے۔ وہ یہ پیغام لاتے رہے کہ اسد الدین شیر کوہ اور اس کی فوجیں محافظ لشکر کی حیثیت سے اس کے پاس رہیں۔ ان کے تمام اخراجات وہ خود ادا کرے گا نیز سلطان نور الدین کو وہ (مصری اراضی کے) لگان کا تہائی حصہ دیتا رہے گا۔

سپہ سالاروں کا تقرر: چنانچہ نور الدین نے اسد الدین شیر کوہ کو حمص سے طلب کیا اور اسے دو لاکھ دینار دیئے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے ضروری کپڑے مویشی اور اسلحہ فراہم کیے اور اسے تمام فوجوں' خزانوں اور فوجی نقل و حرکت کے انتظامات کے لیے خود مختار حاکم مقرر کیا اور ہر سوار کے لیے بیس دینار مقرر کیے۔ اس کے ساتھ اپنے امراء اور سپہ سالاروں میں سے مندرجہ ذیل حضرات کو بھی اس کے ساتھ روانہ کیا (۱) عز الدین خردک' جو اس کا آزاد کردہ غلام تھا (۲) عز الدین قلیج (۳) شرف الدین مرعش (۴) عز الدولہ البارزدقی (۵) قطب الدین نیال بن حسان المنجی۔

شیر کوہ کی روانگی: سلطان نے صلاح الدین یوسف بن ایوب کو بھی اپنے چچا شیر کوہ کی مدد کے لیے روانہ کیا صلاح الدین نے پہلے معذرت کی مگر سلطان کے اصرار پر جانے کے لیے تیار ہو گیا اب اسد الدین شیر کوہ نے ماہ ربیع الاول کے نصف میں مصر کی طرف کوچ کیا جب وہ مصر کے قریب پہنچا تو اس وقت فرنگی فوجیں اپنے وطن واپس چلی گئیں تھیں۔ یہ خبر سن کر سلطان نور الدین بہت خوش ہوا اور اس نے شام میں اس خوش خبری کے بعد خوشی کی محفل منعقد کی۔

شاور کی غداری: اسد الدین شیر کوہ قاہرہ ماہ جمادی الآخرہ کے نصف میں پہنچ گیا تھا اور شہر کے باہر اس نے قیام کیا۔ تاہم خلیفہ عاضد نے اس سے ملاقات کی اور خلعت عطا کیے اور اسے اور اس کے لشکر کو انعامات اور وظائف دیئے اب اسد الدین شیر کوہ اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ (معاہدہ کے مطابق) شرائط پوری کی جائیں مگر (وزیر مصر) شاور ٹال مٹول کرتا رہا اور وعدوں پر ملتوی کرتا رہا۔ پھر شاور نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اسد الدین شیر کوہ کو گرفتار کر کے لشکر کو خود ملازم رکھ لے۔ مگر اس کے فرزند الکامل نے اسے اس ارادے سے باز رکھا اس لیے اس نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔

ادھر شیر کوہ کے ساتھی شاور سے تقریباً مایوس ہو چکے تھے۔ اس لیے اس کے حکام نے باہم مشورہ کیا۔ اس کا بھتیجا صلاح الدین اور عز الدین خردک اس بات پر متفق تھے کہ شاور کو قتل کر دیا جائے۔ مگر شیر کوہ اس کے مخالف تھا۔

شاور کا قتل: ایک دن شاور صبح سویرے شیر کوہ کے خیموں میں (اس سے ملاقات کے لیے) آیا تو معلوم ہوا کہ وہ سوار ہو کر حضرت امام شافعیؒ کے مزار کی زیارت کے لیے گیا ہوا ہے اس وقت صلاح الدین اور عز الدین فردک موجود تھے وہ اس کے ساتھ شیر کوہ کی ملاقات کے لیے گئے راستے میں انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اور فوراً شیر کوہ کو اس سے مطلع کیا خلیفہ

عاضد نے بھی فوراً یہ پیغام بھیجا کہ اسے قتل کر دیا جائے لہٰذا انہوں نے اس کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیج دیا خلیفہ عاضد نے اس کے گھروں کو لوٹنے کا حکم دیا چنانچہ عوام نے اس کے گھر لوٹ لیے۔

وزارت پر تقرر: اب شیر کوہ خلیفہ عاضد کے محل پر آیا تو خلیفہ نے اسے وزارت کا خلعت عطا کیا اور اس کا لقب الملک المنصور امیر الجیوش (سپہ سالار) مقرر کیا۔ قصر خلافت میں قاضی فاضل بیسانی کے قلم سے ایک فرمان جاری ہوا جس میں خلیفہ کے دستخط سے یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

فاطمی خلیفہ کا فرمان: ''یہ وہ فرمان ہے جو اس جیسے کسی وزیر کے لیے نہیں تحریر کیا گیا ہے اس لیے آپ اس منصب پر فائز رہیں جس کا اللہ تعالیٰ اور امیر المومنین آپ کو اہل سمجھتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے آپ پر حجت ہے کہ اس نے آپ کو صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی ہے (اس لیے) آپ امیر المومنین کے فرمان پر اپنی پوری طاقت کے ساتھ قائم رہیں آپ کو یہ فخر کرنا چاہیے کہ آپ خاندان نبوت کی خدمت کر رہے ہیں اور یوں امیر المومنین نے اپنی کامرانی کے لیے ایک (صحیح) راستہ اختیار کر لیا ہے تم اپنی قسموں کو مستحکم کرنے کے بعد اسے نہ گنواؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔''

شیر کوہ کی حکومت مصر: پھر اسد الدین شیر کوہ وزارت کے دفتر گیا جہاں شاور بیٹھتا تھا وہاں بیٹھ کر وہ وزارت کے احکام نافذ کرنے لگا اور امور سلطنت انجام دینے لگا۔ اس نے فوج کو جاگیریں عطا کیں اس نے امن و امان قائم کر کے اہل مصر کو اپنے شہر واپس آ کر اپنے گھروں میں آباد ہونے کی ہدایات بھیجیں پھر اس نے سلطان نور الدین کو بھی تمام واقعات کی تفصیل لکھ کر بھیجی اور وہ اپنے کام انجام دینے لگا۔

شیر کوہ کو خراج تحسین: جب شیر کوہ خلیفہ عاضد کے پاس گیا تو وہاں مصر کے سب سے بڑے استاذ جوہر الخفی نے اس کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے یوں کہا ''ہمارے آقا (خلیفہ عاضد) آپ کے بارے میں یہ فرماتے ہیں'' جب سے آپ آئے ہیں اس وقت سے ہم آپ کے منصب اور مقام کو بہت پسند کرتے ہیں اس واقعہ کا آپ کو بھی علم ہے ہمیں بھی یقین ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے آپ کو ہمارے دشمنوں پر غالب آنے کے لیے برقرار رکھا ہے۔''

اس پر اسد الدین شیر کوہ نے خیر خواہی اور سلطنت سے وفاداری کا حلف اٹھایا پھر استاذ موصوف نے خلیفہ عاضد کی طرف سے یہ کہا ''رب تمام اختیارات آپ کے ہاتھ میں ہیں۔''

مشیر خاص کا عہدہ: اس کے بعد شیر کوہ کو از سر نو خلعت عطا کیا گیا شیر کوہ نے عبد القوی کو اپنا جانشین اور مشیر مقرر کیا جو مصر کے قاضی القضاۃ اور (فاطمی تحریک کے) سب سے بڑے مبلغ (داعی الدعاۃ) تھے۔ شیر کوہ نے ان کو بہت پسند کیا اور اپنا مشیر خاص بنا لیا۔

شاور کا فرزند کامل اپنے تمام بھائیوں کے ساتھ محل میں پناہ گزین ہو گیا۔ شیر کوہ نے اس پر اظہار افسوس کیا کیونکہ اس نے اپنے والد کو (بری حرکات سے) روکنے کی کوشش کی تھی۔

شیرکوہ کی وفات: اسد الدین شیر کوہ ۵۶۴ھ میں ماہ جمادی الآخرہ میں فوت ہو گیا وہ صرف دو مہینے وزیر رہا۔ وفات کے قریب اس نے اپنے ساتھی بہاء الدین قراقوش کو یہ وصیت کی "خدا کا شکر ہے کہ ہم اس جو ملک میں اپنے مقاصد اور ارادوں میں کامیاب ہوئے اور یہاں کے باشندے ہم سے خوش ہیں۔ اس لیے تم قاہرہ کی فصیل سے باہر نہ نکلو اور بحری بیڑے کے انتظام میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔"

زنگی کے امراء میں اختلاف: جب شیر کوہ فوت ہو گیا تو وہ امراء اور حکام جو اس کے ساتھ آئے تھے اس کے بجائے وزیر بننے کی کوشش کرنے لگے۔ ان امیدواروں میں یہ امراء شامل تھے:

(۱) عز الدولہ الیاروقی (۲) شرف الدین المشطوب الہکاری (۳) قطب الدین نیال بن حسان المنجی (۴) شہاب الدین الحارمی (یہ صلاح الدین کے ماموں تھے)۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرنے لگا۔

جوہر کا مشورہ: قصر شاہی کے افراد اور سلطنت کے خاص ارکان نے اس بارے میں مشورہ کیا تو استاذ جوہر نے یہ مشورہ دیا کہ وزارت کا عہدہ خالی رکھا جائے اور غز قوم کی فوج میں سے تین ہزار سپاہیوں کا انتخاب کر کے ان کا سپہ سالار قراقوش کو بنا دیا جائے اور انہیں مشرقی علاقے میں جاگیریں دی جائیں۔ چنانچہ یہ فوج وہاں رہ کر فرنگیوں کے حملوں کی مدافعت کرے گی اس طرح کوئی شخص خلیفہ پر حاوی اور غالب نہیں ہو گا بلکہ وہ خلیفہ اور عوام کے درمیان رابطہ اور واسطہ کا کام کرے گا۔

صلاح الدین پر اتفاق: دوسرے لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ صلاح الدین کو اپنے چچا کا قائم مقام بنایا جائے۔ سب لوگوں نے اس کی تائید کی اور قاضی القضاۃ نے بھی جھجک اور تامل کے ساتھ صلاح الدین کی حمایت کی۔ اس کی وجہ محض اس کی نوعمری تھی ورنہ اس میں خود مختاری کا وہ رجحان نہیں پایا جاتا تھا جو اس کے دوسرے ساتھیوں میں موجود تھا۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اس کی حکومت میں لوگوں کو خیال و رائے کی آزادی حاصل ہو گی۔

صلاح الدین کی وزارت: لہٰذا (خلیفہ نے) اس کو بلوا کر وزارت کا خلعت پہنایا اور اس کا لقب الملک الناصر رکھا۔ اس تقرر پر صلاح الدین کے دوسرے ساتھی اس کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے اس کی اطاعت قبول نہیں کی۔ تاہم عیسیٰ الہکاری اس کا زبردست حامی رہا اور آخر کار اس نے اس کے ساتھیوں کو اس کا طرفدار بنا لیا۔ البتہ الیاروقی مخالفت کرتا رہا اور وہ سلطان نور الدین کے پاس شام پہنچ گیا۔

صلاح الدین کی مقبولیت: اس کے بعد سلطان صلاح الدین کے قدم مصر میں جم گئے اور وہ مصر میں سلطان نور الدین کا نائب تھا اور سلطان نور الدین بھی خط و کتابت میں اسے امیر الاسفہسلار لکھا کرتا تھا اور مصر کے تمام امراء کے ساتھ اس سے یکساں مخاطب ہوتا تھا۔

یوں سلطان صلاح الدین اس قدر خوش اسلوبی کے ساتھ مصر کی سلطنت کا انتظام کرتا رہا کہ عوام اس سے مطمئن ہو

گئے۔ وہ کھلے دل سے ان پر بخشش کرتا تھا تا آنکہ اس نے رعایا کے دلوں کو اپنا غلام بنالیا۔ یوں خلیفہ عاضد کا اثر کم ہوتا گیا۔ اس نے سلطان نور الدین سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے بھائیوں اور اس کے اہل وعیال کو مصر بھجوا دے۔ چنانچہ سلطان نے انہیں شام سے وہاں بھیج دیا۔ اس طرح اس کے تمام کام درست ہو گئے اور وہ روز افزوں ترقی کرتا رہا۔

موتمن الخلافت کی سازشیں: خلیفہ عاضد کے محل میں ایک خصی حاکم تھا جو داروغہ محل تھا۔ وہ موتمن الخلافت کے لقب سے موسوم تھا جب ارکان سلطنت نے صلاح الدین کی وزارت کو تسلیم کرلیا تو اس نے کچھ لوگوں کے ساتھ سازش کی اور فرنگیوں سے خفیہ خط وکتابت کر کے انہیں (حملہ کرنے کے لیے) بلوایا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جب صلاح الدین ان کے مقابلے کے لیے نکلے تو وہ پیچھے سے حملہ کردے اور پھر اس کا تعاقب کریں۔ ایسی صورت میں فرنگی اس پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کردیں گے۔

سازش کا انکشاف: اس (سازشی) جماعت نے ایک خط ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ بھیجا اس نے اس خط کو اپنے جوتوں میں رکھ لیا۔ راستے میں ایک ترکمانی شخص ملا۔ اس نے نئے جوتے دیکھ کر وہ اس سے چھین لیے۔ کچھ لوگوں کو نئے جوتوں پر شک وشبہ ہوا تو وہ اسے صلاح الدین کے پاس لائے۔ اس نے انہیں پھاڑا تو اندر سے (وہ خفیہ خط) نکلا جو اس نے پڑھ لیا۔ جب اس خط کے کاتب کو بلوایا گیا تو اس نے اصل حقیقت سے مطلع کیا۔ صلاح الدین نے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور موقع کا منتظر رہا چنانچہ موتمن الخلافت سیر وتفریح کے لیے اپنے کسی گاؤں کو روانہ ہوا تو صلاح الدین نے اس کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا جو اس کا سر کاٹ کر لے آیا۔

قراقوش کا تقرر: صلاح الدین نے اب محل کے (سیاہ) خصیوں سے محل کی حکومت وانتظام چھین لیا اور اس پر بہاء الدین قراقوش کو جو اس کے خدام میں سے سفید فام خصی تھا' حاکم مقرر کیا اور محل کے انتظامات اس کے سپرد کردیئے۔

سیاہ فام افراد کی بغاوت: مصر کے سیاہ فام افراد موتمن الخلافۃ کے (قتل) پر بہت ناراض ہوئے۔ چنانچہ پانچ ہزار سیاہ فام سلطان صلاح الدین سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور اس سال کے ماہ ذوالقعدۃ میں ان کے محل کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ سلطان نے ان کے مرکزی مقام منصورہ میں آگ لگوادی جہاں ان کے اہل وعیال موجود تھے انہوں نے جب یہ خبر سنی تو وہ شکست کھا کر بھاگ گئے مگر گلیوں میں بھی ان پر تلواروں سے حملہ کیا گیا۔

بغاوت کا خاتمہ: جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ دریا کو عبور کر کے جیزہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ مگر سلطان صلاح الدین کا بھائی شمس الدولہ لشکر لے کر وہاں بھی پہنچ گیا اور انہیں تباہ وبرباد کردیا۔

فرنگیوں کی جنگی تیاری: (صلیبی) فرنگیوں کو صلاح الدین کے حاکم بننے پر بڑا افسوس ہوا وہ اس بات پر بہت پشیمان ہوا کہ وہ اسے اور اس کے چچا کو مصر جانے سے نہ روک سکے اب انہیں مصر پر سلطان نور الدین کے تسلط کی وجہ سے اپنی ہلاکت کا اندیشہ تھا اس لیے انہوں نے راہبوں اور پادریوں کو عیسائی ممالک میں بھیجا تا کہ وہ انہیں دعوت دیں کہ وہ

بیت المقدس کی حفاظت کریں۔ انہوں نے صقلیہ (سسلی) اور اندلس (ہسپانیہ) کے فرنگیوں سے بھی خط و کتابت کی تا کہ وہ بھی امدادی فوج بھیجیں چنانچہ یہ سب ان کی امداد کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور (ان سب ممالک کے رضا کار) ۵۶۵ھ میں شام کے ساحلی علاقے میں اکٹھے ہو گئے وہ ایک ہزار بحری بیڑوں میں سوار تھے اور یہ سب فرنگی دمیاط کی طرف بھیجے گئے تھے تا کہ وہ اسے فتح کر کے مصر کے قریب پہنچ جائیں۔

حملہ کا مقابلہ: سلطان صلاح الدین نے دمیاط کا حاکم شمس الخواص منکبرس کو مقرر کیا تھا اس نے ان کی آمد سے اسے مطلع کیا تو سلطان بہاء الدین قراقوس کو (فوج دے کر) بھیجا اور غزقوم کے امراء کو حکم دیا کہ وہ خشکی کے راستے سے پیش قدمی کریں اس نے کشتیوں میں ہتھیار اور سامان خوراک اچھی طرح مہیا کر دیا تھا۔

سلطان صلاح الدین نے نورالدین سے بھی امدادی فوج طلب کی اس نے یہ بھی تحریر کیا کہ مصر کے ارکان سلطنت کی شورش کے اندیشے کی وجہ سے وہ خود وہاں نہیں جا سکتا۔

فرنگی شہروں کی تباہی: لہٰذا سلطان نورالدین زنگی نے امدادی فوج بھیجی اور بذات خود بھی ایک لشکر لے کر روانہ ہوا۔ مگر فرنگی فوجوں کے راستے کے برخلاف وہ لشکر لے کر سواحل شام پر ان کے شہروں پر حملہ آور ہوا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

دمیاط کا محاصرہ: جب فرنگی فوجیں دمیاط کا محاصرہ کر رہی تھیں تو انہیں (اس تباہی کی) خبر ملی۔ اس وقت وہ دمیاط کے شہروں کو فتح نہیں کر سکے تھے اور اس عرصے میں ان کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے۔ اس لیے پچاس دن کے بعد انہوں نے محاصرہ اٹھا لیا۔ جب سواحل شام کے فرنگی اپنے شہروں کو واپس گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے شہر ویران پڑے ہیں۔

نورالدین زنگی کی امداد: دمیاط کے معرکہ میں سلطان نورالدین نے جو امدادی فوج سلطان صلاح الدین کے لیے بھیجی تھی۔ اس کے ساتھ کپڑوں اور اسلحہ کے علاوہ دس لاکھ دینار بھی ارسال کیے تھے۔

نجم الدین کی روانگی مصر: سلطان صلاح الدین نے اس سال کے درمیانی حصے میں سلطان نورالدین سے درخواست کی کہ وہ ان کے والد محترم نجم الدین ایوب کو اس کے پاس بھجوا دے لہٰذا سلطان نورالدین نے ایک لشکر کے ساتھ انہیں روانہ کیا ان کے ساتھ تاجروں کی ایک جماعت بھی روانہ ہوئی سلطان نورالدین کو راستے میں الکرک کے فرنگیوں کے حملہ کا اندیشہ تھا اس لیے وہ خود الکرک تک گیا اور ان کا محاصرہ کر لیا۔

نجم الدین ایوب کا استقبال: دوسری فرنگی فوجیں بھی اس سلسلے میں اکٹھی ہو گئی تھیں لہٰذا سلطان نے ان کے مقابلہ کا قصد کیا مگر وہ بھاگ گئیں اور سلطان ان کے شہروں کے درمیان سے گذر کر عشیرا کے مقام تک گیا۔ پھر نجم الدین ایوب (بخیر و عافیت) مصر پہنچ گئے اور خود خلیفہ عاضد سوار ہو کر ان کے استقبال اور ملاقات کے لیے پہنچا۔

فتح ایلہ: سلطان صلاح الدین ۵۶۶ھ میں فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور عسقلان اور رملہ کے علاقوں پر حملے کیے اور غزہ کو بھی تباہ کیا پھر اس کا مقابلہ فرنگیوں کے بادشاہ سے ہوا تو اسے بھی شکست دی۔ اس کے بعد سلطان مصر واپس آ گیا۔ یہاں آ کر سلطان نے کشتیاں بنوائیں اور انہیں الگ الگ کر کے اونٹوں پر لادا اور جب وہ ایلہ کے مقام پر پہنچا تو ان کشتیوں کو جوڑ کر سمندر میں چلوایا اور یوں سلطان نے ایلہ کا بحری اور بری دونوں راستوں سے محاصرہ کیا اور اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں اسے فتح کر لیا۔ پھر سلطان مصر واپس آ گیا۔

قاضیوں کی معزولی: مصر آ کر سلطان صلاح الدین نے شیعہ قاضیوں کو معزول کیا اور ان کے بجائے شافعی مسلک کے قاضی مقرر کیے یہی طریقہ اس نے تمام ملک میں جاری کیا۔

مفسدوں کی سرکوبی: پھر اس نے اپنے بھائی توران شاہ شمس الدولہ کو فوج دے کر مصر کے بالائی حصے کی طرف بھیجا تا کہ وہاں وہ ان عرب مفسدوں کی سرکوبی کرے جنہوں نے اس علاقے میں تباہی مچا رکھی تھی۔ چنانچہ اس کے حملوں کے ذریعے ان عربوں کے فتنہ وفساد کا انسداد کیا گیا۔

نور الدین کی ہدایت: اس اثناء میں سلطان نور الدین نے سلطان صلاح الدین کو یہ ہدایت بھیجی کہ مصر میں خلیفہ عاضد کے نام کا خطبہ بند کر کے عباسی خلیفہ المستضی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے سلطان صلاح الدین نے بظاہر یہ معذرت پیش کی۔ کہ اہل مصر فاطمی خلفاء کی طرف مائل ہیں مگر اندرونی طور پر صلاح الدین کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ (اس کے بعد) نور الدین اسے معزول نہ کر دے بہرحال سلطان نور الدین نے اس کی معذرت قبول نہیں کی۔ اس وقت سلطان صلاح الدین نے اس کی مخالفت نہیں کی مگر اس کی ہدایت پر عمل بھی نہیں کیا۔

عباسی خلیفہ کے نام پر خطبہ: اس عرصے میں صلاح الدین کے پاس ایک عجمی عالم آیا جو خبوشانی کے نام سے موسوم تھا اور اس کا لقب الامیر العالم تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس معاملے میں پس و پیش کر رہے ہیں تو اس نے جمعہ کے دن خطیب سے پہلے کھڑے ہو کر منبر پر خلیفہ عباسی المستضی کے لیے دعا مانگی۔ اس واقعہ کے بعد اگلے جمعہ کو سلطان صلاح الدین نے مصر کے خطیبوں کو حکم دیا کہ وہ خلیفہ العاضد کے نام کا خطبوں میں ذکر کرنا بند کر دیں بلکہ وہ خلیفہ عباسی المستضی کا نام خطبوں میں (خلیفہ کی حیثیت سے) لیا کریں۔ چنانچہ ماہ محرم ۵۶۷ھ کے دوسرے جمعہ سے اس حکم پر عمل شروع ہو گیا۔

خلیفہ عاضد کی وفات: خلیفہ المستضی اپنے والد المستنجد کی وفات کے بعد گذشتہ سال ماہ ربیع الاول میں خلیفہ ہوا تھا۔ اس کے نام کا خطبہ جب مصر میں پڑھا جانے لگا تو اس وقت خلیفہ عاضد بیمار تھا اس لیے لوگوں نے اس کو اس خبر سے مطلع نہیں کیا۔ اس کے بعد اسی سال عاشورا (محرم) کے دن عاضد فوت ہو گیا تو صلاح الدین نے اس کی تعزیت اور ماتم کی رسوم ادا کیں۔ پھر اس نے اس کے محل پر قبضہ کر لیا اور وہاں کا منتظم بہاء الدین قراقوش کو بنایا۔

شاہی محل کے عجائبات: شاہی محل میں ایسے قیمتی ذخیرے تھے جو دنیا میں نایاب تھے مثلاً یاقوت کا ایک بڑا ہار تھا جس

کے ہر دانے کا وزن سترہ مثقال تھا۔ اسی طرح زمرد کا ایک ہار تھا جس کا طول' عرض میں چار انگشت تھا۔ اسی طرح ایک عجیب و غریب طبلہ قولنج تھا جس کی خاصیت یہ تھی کہ اگر اس طبلہ کو بجایا جائے تو ان کے بجانے سے قولنج کی بیماری دور ہو جاتی تھی۔ یہ طبلہ جب محل میں ملا تو لوگوں نے اسے توڑ دیا مگر جب ان کا فائدہ بتایا گیا تو توڑنے والوں کو اپنے فعل پر پشیمانی ہوئی۔ محل میں نفیس اور نادر کتب بھی بے شمار تھیں۔

لونڈی غلاموں کی تقسیم: سلطان صلاح الدین نے عاضد کے اہل و عیال کو محل کے چند کمروں میں منتقل کر کے ان پر نگران مقرر کر دیئے تھے البتہ جو لونڈی غلام تھے انہیں محل سے نکال دیا ان میں سے کچھ لونڈی غلاموں کو فروخت کر دیا گیا کچھ کو (ساتھیوں میں) بخشش کے طور پر تقسیم کر دیا اور کچھ کو آزاد کر دیا۔

فاطمی خلیفہ عاضد کا کردار: خلیفہ عاضد جب بیمار ہوا تھا تو اس نے سلطان صلاح الدین کو بلوایا تھا مگر وہ نہیں گیا۔ اس نے اسے کسی مکر و فریب کی چال پر محمول کیا مگر جب وہ فوت ہو گیا تو اسے ندامت ہوئی کیونکہ سلطان اسے شریف الطبع' نرم دل اور نیک سیرت سمجھتا تھا۔

فاطمی سلطنت کا خاتمہ: جب خلیفہ المستضی کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی خبر بغداد میں پہنچی (اور فاطمی سلطنت کے خاتمہ کی اطلاع ملی) تو بغداد میں خوش خبری کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ سابقہ خلیفہ المقتضی کے خاص خادم صندل کے ہاتھوں سلطان نور الدین اور سلطان صلاح الدین کو خلعت بھیجے گئے۔ صندل سلطان نور الدین کے پاس پہنچا' وہاں سے مصر صلاح الدین اور مصر کے خطباء کے لیے خلعت بھیجے گئے اور سیاہ علم بھی بھیجے گئے۔

نور الدین سے ناچاقی: ہم سلطان نور الدین کے حالات میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ سلطان نور الدین سے سلطان صلاح الدین کی ناچاقی ہو گئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین نے ۵۶۷ھ میں (صلیبی) فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کیا تھا اور الکرک کے قریب قلعہ شوبک کا محاصرہ کر لیا اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے جب اس کی خبر سلطان نور الدین کو ملی تو اس نے دوسری سمت سے فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا (اور اسے ملاقات کے لیے بلایا) سلطان صلاح الدین کو اس بارے میں شک و شبہ ہوا کہ اگر اس نے سلطان نور الدین سے ملاقات کر کے اظہار اطاعت کیا تو اس کے بعد وہ اسے کہیں معزول نہ کر دے۔ اس لیے وہ جلد مصر واپس چلا گیا اس نے یہ معذرت کی کہ فاطمی امراء کی بغاوت کے بارے میں اسے اطلاع ملی تھی۔ اس لیے وہ جلد واپس چلا گیا۔

تعلقات کی بحالی: (سلطان نور الدین کو اس کی یہ حرکت ناگوار گذری) اور اس نے صلاح الدین کو معزول کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ سلطان صلاح الدین کو بھی اس کی اطلاع مل گئی تھی۔ اس لیے وہ اپنی جنگی مدافعت کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کے والد نجم الدین ایوب نے اسے اس بات سے منع کیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ سلطان نور الدین سے نرم رویہ اختیار کر کے اس سے خط و کتابت کرے کیونکہ اگر اسے مخالفانہ باتوں کی اطلاع ملے گی تو وہ (معزولی کے) ارادہ کو مستحکم کر لے گا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے ایسا ہی کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نور الدین نے اس کے ساتھ مصالحت کر لی اور

ان دونوں کے سابقہ تعلقات بحال ہو گئے اور دونوں بادشاہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ دونوں مل کر الکرک کا محاصرہ کریں گے۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے ۵۶۸ھ میں اس مقصد کے لیے پیش قدمی کی سلطان نور الدین نے بھی جنگی تیاری کے بعد دمشق سے کوچ کیا۔ جب وہ الکرک سے دو منزلوں کے فاصلے پر الرقیم کے مقام پر پہنچا اور سلطان صلاح الدین کو اس کی آمد کی خبر ملی تو دوبارہ اسے (اپنی معزولی کے بارے میں) شک وشبہ ہوا۔ اتنے میں اس کے والد نجم الدین ایوب کی بیماری کی خبر ملی تو وہ واپس چلا گیا۔ واپسی پر اس نے نور الدین الفقیہ الہکاری کو سلطان نور الدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کے والد کی بیماری کی اطلاع دے کر (معذرت پیش کرے) اور بتائے کہ وہ (سلطان) اس وجہ سے واپس چلا گیا ہے۔ سلطان نور الدین نے اس کی یہ معذرت تسلیم کر لی اور وہ بھی دمشق واپس چلا گیا۔

نجم الدین ایوب کی وفات: جب سلطان صلاح الدین مصر چلا گیا تھا تو اس وقت اس کا والد نجم الدین ایوب سلطان نور الدین کے پاس (عرصہ تک) دمشق ہی میں رہا۔ مگر جب سلطان صلاح الدین کی حکومت مصر میں مستحکم ہو گئی تو سلطان نور الدین نے ۵۶۵ھ میں اپنے لشکر کے ساتھ اسے مصر روانہ کیا اور خود لشکر لے کر الکرک کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تاکہ فرنگی فوجیں اس کا راستہ نہ روک سکیں۔

جب نجم الدین مصر پہنچا تو سلطان عاضد نے شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔ پھر وہ مصر میں عزت واحترام کے ساتھ رہا۔ جب سلطان صلاح الدین ۵۶۸ھ میں دوسری مرتبہ سلطان نور الدین کا وعدہ پورا کرنے کے لیے الکرک کی طرف روانہ ہوا تو نجم الدین مصر ہی میں مقیم رہا اس زمانے میں وہ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے باہر نکلا اس وقت گھوڑے نے سرکشی اور اٹکھیلیاں کرتے ہوئے اسے گھوڑے سے گرا دیا اور وہ زخمی حالت میں گھر واپس آیا چنانچہ وہ چند دنوں بیمار رہنے کے بعد اسی سال کے ماہ ذوالحجہ میں فوت ہو گیا۔

نجم الدین نہایت نیک سیرت فیاض تھا وہ علماء اور فقراء سے بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔

ایوبی حکومت طرابلس الغرب میں: قراقوش تقی الدین عمر بن شاہ بن نجم الدین ایوب کا آزاد کردہ غلام تھا جو سلطان صلاح الدین کا بھتیجا تھا۔ ایک دفعہ اس کا آقا کسی وجہ سے اس پر غصے ہوا تو وہ ناراض ہو کر مغرب (شمالی افریقا) کی طرف چلا گیا اور طرابلس الغرب کے گرد ونواح میں جبل نفوسہ میں مقیم ہو گیا اور وہاں کے لوگوں کو اپنے آقاؤں (خاندان ایوبی) کی اطاعت کی دعوت دیتا رہا۔

مسعود ابن زمام کا اثر: ان پہاڑوں کی ایک وادی میں مسعود ابن زمام جو بلط کے نام سے مشہور تھا اپنے قبیلہ ریاح کے ساتھ جو ہلال بن عامر کے عربوں سے متعلق تھے مقیم تھا۔ اس نے سلطان عبدالمومن کی جو موحدین کا بادشاہ اور مہدی کا جانشین تھا اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ اس لیے وہ مغرب اور افریقیہ سے اپنے قبیلے کو لے کر اس دور افتادہ مقام میں رہنے لگا تھا۔

طرابلس الغرب کی فتح: قراقوش نے اسے اپنے آقاؤں کے ایوبی خاندان کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ کیا۔

چنانچہ اس نے اس کی دعوت قبول کر لی اور اپنے قبائل سمیت وہ قراقوش کے ساتھ طرابلس کی طرف روانہ ہوا۔ قراقوش نے طرابلس الغرب کا محاصرہ کر لیا اور اس کے بعد اس نے اس شہر کو فتح کر لیا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ یہاں کے محل میں رہنے لگا۔

دیگر فتوحات: پھر قراقوش اس کے پیچھے کے شہر قابس توزر نفطہ اور بلاد نفزادہ پر جو افریقیہ کے شہر تھے' قابض ہو گیا۔ اس طرح اس نے بہت مال و دولت جمع کر لی اور اس کا ذخیرہ شہر قابس میں رکھا۔ یہ شہر ان عرب قبائل کے حملوں کی وجہ سے ویران ہو گئے تھے کیونکہ یہاں کے باشندے اپنے شہروں کی مدافعت نہیں کر سکتے تھے۔

ابن غانیہ کے ساتھ تعاون: اب قراقوش کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ اب افریقیہ کے پورے علاقے کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگا۔ اس نے یحییٰ بن غانم ملتونی سے تعلقات قائم کر لیے جو اس علاقے کی سابق سلطنت کا ایک باغی امیر تھا چنانچہ ان دونوں کے اشتراک عمل کے کارنامے موحدین کی سلطنت میں قابل ذکر ہیں مگر آخر کار ابن غانیہ قراقوش کے مفتوحہ علاقوں پر تسلط ہو گیا اور اس نے اس کو قتل کر دیا جیسا کہ موحدین کی سلطنت کے حالات میں مذکور ہے۔

نوبہ کے قلعہ کی تسخیر: سلطان صلاح الدین اور ان کا خاندان نور الدین سے بہت بدگمان تھا۔ انہیں اس پر پورا اعتماد نہیں تھا' اس لیے ان کی یہ کوشش تھی کہ وہ مصر کے دور کے علاقوں کو فتح کریں تاکہ اگر ان پر کوئی مصیبت نازل ہو یا وہ مصر پر حملہ کرے تو وہ دوسرے مفتوحہ علاقوں میں چلے جائیں۔

اسی مقصد کے پیش نظر انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ نوبہ کے علاقہ کو یا یمن کو فتح کریں۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین کے بڑے بھائی شمس الدولہ توران شاہ ابن ایوب نے نوبہ کی طرف پیش قدمی کی اور ۵۶۸ھ میں وہ لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک سرحدی قلعہ کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ مگر جب اس نے اس علاقہ کا دورہ کیا تو اسے وہاں آمدنی کے ذرائع نہیں ملے اور نہ وہاں لگان اور مالیہ کے وصول ہونے کا امکان تھا کیونکہ وہاں کے باشندوں کی غذا صرف باجرہ تھی اور وہاں نہایت تنگ دستی میں گذارا کر رہے تھے اور ہر وقت وہاں فتنہ وفساد ہوتا رہتا تھا۔ اس لیے اس نے انہی سرحدی فتوحات پر اکتفا کیا (آگے نہیں بڑھا) اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو لے کر واپس آ گیا۔

یمن کی طرف فوج کشی: جب وہ مصر واپس آیا تو وہاں تھوڑے عرصہ رہا۔ پھر سلطان صلاح الدین نے اسے یمن بھیج دیا۔ یمن پر ۵۵۴ھ میں علی بن مہدی خارجی غالب آ گیا تھا اور اب یہاں کا حاکم اس کا فرزند عبدالنبی تھا اور اس کا پایہ تخت زبید تھا۔ وہاں کے کچھ حصے پر یاسر بن بلال حکمران تھا جو سلاطین بنو الزریع کے خاندان سے تھا۔

عمارۃ الیمنی العبیدی جو مشہور شاعر اور ہوشیار (سابق وزیر مصر) کا مصاحب تھا ان کے امراء میں سے تھا' اس کا خاندان یمن سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ شمس الدولہ کا ملازم تھا اور اسے یمن فتح کرنے پر آمادہ کرتا رہتا تھا لہٰذا شمس الدولہ نے جنگی تیاریاں مکمل کرنے اور فوجی خامیاں دور کرنے اور اہل وعیال کا سامان فراہم کرنے کے بعد یمن کی طرف فوج کشی کی اور ۵۶۹ھ کے درمیانی عرصے میں مصر سے کوچ کیا۔ وہ مکہ معظمہ سے گذرتا ہوا زبید پہنچا وہاں یمن کا حکمران عبدالنبی بن علی بن

مہدی تھا۔ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا اور جنگ کرتا رہا مگر آخر میں اسے شکست ہوئی تو وہ شہر میں محصور ہو کر بیٹھ گیا۔ اب شمس الدولہ کے سپاہی اس کی فصیلوں پر چڑھ کر شہر میں گھس گئے اور شہر کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ انہوں نے حاکم شہر عبدالنبی اور اس کی بیوی کو قید کر لیا۔ شمس الدولہ نے شیزر کے امراء میں سے مبارک بن کامل ابن منقذ کو زبید کا حاکم مقرر کیا جو اس کی فوج میں شریک تھا۔

عبدالنبی کی گرفتاری: اس نے عبدالنبی کو مبارک کے حوالے کیا تا کہ وہ اس کے قبضے سے مال و دولت نکال سکے چنانچہ اس کے پاس سے بہت سے پوشیدہ خزانے ملے جہاں بہت مال و دولت جمع تھی۔ اس کی بیوی نے بھی کچھ خزانوں کا پتہ بتایا جہاں سے بہت مال و دولت برآمد ہوئی۔ پھر زبید کی مساجد میں عباسی خلیفہ کی اطاعت کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

فتح عدن: وہاں سے شمس الدولہ توران شاہ عدن گیا جہاں کا حاکم یاسر بن بلال تھا اس کے والد بلال بن جریر نے اپنے موالی بنو الزریع سے یہ سلطنت چھین لی تھی اور اس کے بعد اس کا فرزند یاسر حاکم ہوا۔ وہ مقابلہ کے لیے آیا مگر شمس الدولہ نے اسے شکست دی اس کے لشکر نے شہر پر قبضہ کر لیا اور یاسر کو گرفتار کر کے شمس الدولہ کے پاس لائے جب وہ عدن میں داخل ہوا تو (حاکم یمن) عبدالنبی بھی اس کے ساتھ اسیری کی حالت میں تھا شمس الدولہ نے اس کے گرد و نواح کا علاقہ بھی فتح کر لیا اور پھر زبید واپس آ گیا۔

قلعوں کی تسخیر: پھر وہ کوہستانی قلعوں کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا۔ چنانچہ اس نے سب سے مستحکم قلعہ تعز، قلعہ تعکر، جند اور دیگر قلعے فتح کر لیے۔

یمن کے مرکز کی تبدیلی: اس نے عدن کا حاکم عز الدولہ عثمان بن زنجیلی کو مقرر کیا اور زبید کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا مگر یہ (مرکز) مضر صحت ثابت ہوا تو وہ طبیبوں کو لے کر کوہستانی علاقوں میں گھومتا رہا تا کہ وہ سکونت کے لیے عمدہ آب و ہوا کا مقام انتخاب کریں اطباء نے تعز کا مقام پسند کیا تو اس نے وہاں ایک شہر تعمیر کرایا اور اسے اپنا صدر مقام اختیار کیا پھر اس کی سلطنت اس کی اولاد اور اس کے موالی بنو رسول میں قائم رہی جن کا حال ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

سازشیوں کا قلع قمع: مصر میں فاطمی گروہ کی ایک جماعت موجود تھی جن میں عمارہ بن ابوالحسن یمنی (جو مشہور شاعر تھا) عبدالصمد الکاتب، قاضی عویدس ابن کامل، داعی الدعاۃ، فوج کے کچھ افراد اور شاہی محل کے ملازمین شامل تھے انہوں نے یہ سازش کی کہ صقلیہ اور سواحل شام سے فرنگی فوجوں کو بلوایا جائے انہوں نے انہیں مصر بلوانے میں مال و دولت بھی صرف کی (ان کا منصوبہ یہ تھا کہ) اگر سلطان صلاح الدین خود فوج لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکلے گا تو یہ لوگ قاہرہ میں بغاوت برپا کر دیں گے اور اگر وہ خود قاہرہ میں مقیم رہے اور فرنگیوں کے مقابلے کے لیے اپنی فوج بھیجے تو وہ اسے تنہا پا کر اسے گرفتار کر لیں گے اس سازش میں ان کے ساتھ سلطان صلاح الدین کے امراء کی ایک جماعت بھی شریک ہو گئی تھی۔ انہوں نے یمن میں اس کے بھائی توران شاہ کی موجودگی کو غنیمت جانا (اور موقع کو مناسب سمجھا) انہیں اپنے اس منصوبے کی کامیابی پر اس قدر اعتماد تھا کہ انہوں نے آپس میں سلطنت کے عہدے بھی تقسیم کر لیے تھے اور وزارت کے عہدے کے لیے بنو

زرنیک اور بنو شاور کا مقابلہ ہو رہا تھا۔

مخبروں کی اطلاع: علی ابن نجی الواعظ بھی اس سازش میں شریک تھا۔ اس نے صلاح الدین کو اس سازش سے مطلع کیا۔ صلاح الدین نے فرنگیوں کے علاقے میں بھی اپنے جاسوس بھیج دیئے تھے جو ان کے قاصد کی نگرانی کر رہے تھے جب انہوں نے صحیح واقعات بتائے تو صلاح الدین نے انہیں گرفتار کرلیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ علی بن نجی نے ان کی (سازش کی) اطلاع قاضی کو دی اور اس نے یہ اطلاع سلطان صلاح الدین کو پہنچائی۔ گرفتاری کے بعد سلطان نے حکم دیا کہ انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے۔

عمارہ شاعر قاضی کے گھر کے پاس سے گذرا تو اس نے قاضی سے ملاقات کرنی چاہی تو ملاقات نہیں ہو سکی۔ اس موقع پر اس نے یہ مشہور شعر پڑھا (جس کا ترجمہ یہ ہے):

''عبدالرحیم پوشیدہ ہو گیا ہے اس کا صحیح سالم رہنا عجیب بات ہے۔''

پھر سب سازشیوں کو سولی پر چڑھا دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ فاطمی فرقہ کے تمام افراد کو مصر سے نکال کر بالائی حصے (صعید) میں بھیج دیا جائے۔ سلطان عاضد کی اولاد کا بھی محل میں محاصرہ کرلیا گیا تھا اس کارروائی کے بعد فرنگی فوجیں صقلیہ سے اسکندریہ آ گئیں۔

مصر پر فرنگیوں کا حملہ: جب فاطمی گروہ کے قاصد صقلیہ کے فرنگیوں کے پاس پہنچے تو وہ جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور انہوں نے جنگجو سپاہیوں کے دو سو بحری بیڑے روانہ کیے جن میں پچاس ہزار پیادے اور پانچ سو سوار تھے ان میں تیس گاڑیاں گھوڑوں کی تھیں اور چھ گاڑیاں سامان جنگ کی تھیں اور چالیس گاڑیاں کھانے پینے کے سامان کی تھیں۔ ان کی قیادت حاکم صقلیہ کا چچازاد بھائی کر رہا تھا وہ اسکندریہ کے ساحل پر ۵۶۹ھ میں پہنچے۔ شہر والے فصیلوں پر چڑھ کر ان کا مقابلہ کرنے لگے تو انہوں نے فصیلوں پر آلات حرب نصب کر دیئے۔

فرنگیوں کو شکست: اس جنگ کی خبر جب سلطان صلاح الدین کو ملی تو ہر طرف سے سپہ سالار اسکندریہ پہنچے۔ یہ سب تیسرے دن نکلے اور فرنگیوں سے جنگ کرتے رہے اور ان پر غالب رہے۔ دن کے آخری حصہ میں ان فوجوں کو یہ خوشخبری ملی کہ سلطان صلاح الدین وہاں آ رہے ہیں لہٰذا وہ جنگ کا فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور رات کا اندھیرا چھا جانے پر انہوں نے فرنگیوں کے خیموں پر جو ساحل بحر پر نصب تھے حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی فوجیں بھاگ کر کشتیوں پر سوار ہو گئیں جس کا انجام یہ ہوا کہ کافی افراد مارے گئے اور کچھ ڈوب گئے۔ فرنگی فوجوں کی بہت تھوڑی سی تعداد بچ سکی۔ ان میں سے تقریباً تین سو افراد نے رات کے وقت ایک ٹیلے کی چوٹی پر پناہ لی مگر جب وہ صبح کے وقت وہاں سے اترے تو ایک جماعت ماری گئی اور باقی گرفتار کر لیے گئے۔ آخر کار وہ اپنے بحری بیڑے واپس لے گئے۔

کنز الدولہ کی بغاوت: اسوان کے علاقے میں عربوں کا ایک سردار تھا جس کا لقب کنز الدولہ تھا۔ وہ مصر میں فاطمی فرقہ کا حامی تھا اس بارے میں اس کے کارنامے مشہور تھے جب سلطان صلاح الدین مصر کا حاکم ہوا تو اس نے اپنے امراء

کے درمیان مصر کے بالائی حصہ کو تقسیم کر دیا تھا چنانچہ انہی امراء میں سے ابوالہیجاء السمین کے بھائی کو وہ علاقہ ملا جہاں کنز الدولہ رہتا تھا۔ ۵۷۰ھ میں کنز الدولہ نے بغاوت کا اعلان کیا۔ عرب اور حبشی اس کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے ابوالہیجاء السمین کے بھائی کے علاقے میں گھس کر اسے قتل کر دیا۔ ابوالہیجاء السمین سلطان صلاح الدین کا بڑا حاکم تھا اس لیے سلطان نے کنز الدولہ سے جنگ کرنے کے لیے اسے بھیجا اس کے ساتھ دیگر سپہ سالاروں اور ایک بڑے لشکر کو بھی روانہ کیا چنانچہ وہ سب اسوان روانہ ہوئے۔

بغاوت کی سرکوبی: یہ فوج صدر مقام کے قریب آئی تو فوج نے باغیوں کی ایک جماعت کا محاصرہ کر لیا اور انہیں شکست دے کر ان کا صفایا کر دیا۔ پھر یہ فوج کنز الدولہ کی طرف بڑھی اور اس سے جنگ کر کے اسے شکست دی۔ کنز الدولہ مارا گیا اور اس کے ساتھیوں کا صفایا کر دیا گیا۔ اس کے بعد اسوان اور مصر کے بالائی حصہ صعید میں امن وامان قائم ہو گیا۔

نورالدین زنگی کی وفات: سلطان صلاح الدین مصر میں سلطان نورالدین زنگی کے ماتحت حکومت کرتا تھا۔ سلطان نورالدین ۵۶۹ھ میں فوت ہو گیا تو اس کا فرزند صالح اسماعیل، شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم کی زیر نگرانی سلطان مقرر ہوا سلطان صلاح الدین نے اس کی اطاعت قبول کی مگر اس بات پر اظہار ملامت کیا کہ اس سے اس بارے میں مشورہ نہیں لیا گیا۔

الجزیرہ پر غازی کا تسلط: اس کے بعد حاکم موصل غازی بن قطب الدین نے نورالدین کے مقبوضہ الجزیرہ کے علاقوں میں سے نصیبین، خابور، حران، رہا اور رقہ پر حملہ کر کے انہیں فتح کر لیا۔ (جب صلاح الدین کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو) اس نے (نورالدین کی حکومت سے) سخت ناراضگی کا اظہار کیا کہ انہوں نے اسے اس کی اطلاع نہیں دی۔ ورنہ وہ ان علاقوں کی مدافعت کرتا۔

حلب کی خودمختاری: سلطان نورالدین نے سعدالدین کمشتکین کو قلعہ موصل کا حاکم بنایا تھا اور سیف الدین غازی کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے امور سلطنت میں اس سے مشورہ لیا کرے۔ جب نورالدین کی وفات ہوئی تو وہ حلب چلا گیا اور وہاں وہ شمس الدین علی بن الدایہ کے پاس رہنے لگا جو نورالدین کی وفات کے بعد وہاں کا خودمختار حاکم ہو گیا تھا ابن الدایہ نے اسے ایک لشکر کے ساتھ دمشق بھیجا تا کہ وہ سیف الدین غازی کا مقابلہ کرنے کے لیے ملک صالح کو حلب لے کر آئے۔ وہاں کے ارکان سلطنت نے پہلے اس کی اس تجویز کو ناپسند کیا اور اسے نکال دیا۔ مگر (غور وفکر کے بعد) وہ اس تجویز کے حامی ہو گئے اور کمشتکین کو بلا بھیجا۔ چنانچہ وہ ملک صالح کو لے کر حلب آ گیا۔ حلب میں داخل ہوتے ہی اس نے ابن الدایہ اور حلب کے ارکان سلطنت کو گرفتار کر لیا اور ملک صالح کی زیر نگرانی وہ وہاں کا خودمختار حاکم بن بیٹھا۔ اس کے اس اقدام سے دمشق کے امراء خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے سیف الدین غازی کو پیغام بھیجا کہ وہ اس شہر کو فتح کر لے۔ غازی نے اس (پیغام) کو اپنے چچازاد بھائی کی طرف سے سیاسی فریب پر محمول کیا اور اس تجویز پر عمل نہیں کیا بلکہ مقبوضہ شہروں کے

بارے میں اس نے اپنے چچازاد بھائی سے مصالحت کر لی۔

فتح دمشق: اس کے بعد امرائے دمشق نے یہی تجویز سلطان صلاح الدین کو بھیجی۔ اس تجویز کا سب سے بڑا ذمہ دار شخص ابن المقدم تھا۔ سلطان صلاح الدین نے (اس پیغام پر فوری کارروائی کی اور) بہت جلد شام کی طرف پیش قدمی کر کے بصریٰ کو فتح کر لیا پھر وہ دمشق کی طرف روانہ ہوا اور ماہ ربیع الاول کے آخر میں ۵۷۰ھ میں سلطان صلاح الدین دمشق میں (فاتحانہ) داخل ہوا وہاں وہ اپنے والد کے گھر میں مقیم ہوا جو عقیقی کے نام سے مشہور تھا سلطان نے قاضی کمال الدین ابن شہرزوری کے ذریعے قلعہ دمشق کے حاکم ریحان الخادم کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ملک صالح کا مطیع و فرمانبردار ہے اور وہ صرف اس کی مدد کرنے کے لیے آیا ہے۔'' اس پر ریحان نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ لہٰذا اس نے دمشق پر اپنا جانشین حاکم اپنے بھائی سیف الاسلام طغرکین کو مقرر کیا اور خود حمص کی طرف روانہ ہو گیا۔

فتح حمص: وہاں پر امیر مسعود زعفرانی کی طرف سے ایک حاکم مقرر تھا کیونکہ یہ شہر اس کی عملداری میں شامل تھا سلطان نے جنگ کر کے شہر کو فتح کر لیا اور قلعہ پر جنگ کے لیے لشکر چھوڑ گیا اور وہاں سے حماۃ کی طرف روانہ ہوا (وہاں بھی) سلطان نے اس امر کا اظہار کیا کہ وہ ملک صالح کا وفادار ہے اور وہ اس لیے جنگ کر رہا ہے کہ وہ ملک صالح کے الجزیرہ میں چھینے ہوئے علاقوں کو واپس حاصل کرے اس نے یہ پیغام قلعہ کے حاکم خرذیک کو بھیجا اور اسے اپنا جانشین بنا لیا۔

محاصرۂ حلب: سلطان صلاح الدین ملک صالح کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ اتحاد قائم کرے اور دایہ کی اولاد کو رہا کرائے اس نے حماۃ کے قلعہ پر اس کے بھائی کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ جب وہ حلب پہنچا تو کمشتکین خادم نے اسے قید کر لیا جب یہ خبر قلعہ حماۃ میں اس کے بھائی کو ملی تو اس نے قلعہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دیا وہ حلب کی طرف روانہ ہوا اور جمادی الآخرہ کی تین تاریخ کو حلب کا محاصرہ کر لیا وہاں کے باشندوں نے ملک صالح کی حمایت میں بہت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔

فرنگی حاکم کی رہائی: حلب میں اس سے پہلے طرابلس کا حاکم سمند مقید تھا اسے سلطان نورالدین نے حارم کی جنگ میں ۵۵۹ھ میں گرفتار کیا گیا تھا۔ کمشتکین نے اس سے مال وصول کر کے اپنے شہر کے قیدیوں کے تبادلہ میں اسے رہا کر دیا تھا اسی سال کے آغاز میں نورالدین فوت ہو گیا تھا اور ایک مجذوبی فرزند چھوڑا تھا جس کی کفالت سمند نے کی تھی اور ان کے علاقوں پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

قلعہ حمص کی تسخیر: جب سلطان صلاح الدین نے حلب کا محاصرہ کیا تو کمشتکین نے سمند (فرنگی حاکم) سے مدد طلب کی تو اس نے حمص کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سلطان صلاح الدین نے حلب کا محاصرہ چھوڑ دیا اور اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ جب فرنگی فوجوں نے سلطان کی روانگی کی خبر سنی تو وہ حمص سے بھاگ گئے مگر سلطان خود وہاں وارد ہو گیا اور اس کے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے اس سال کے ماہ شعبان کے آخر میں فتح کر لیا۔

فتح بعلبک: وہاں سے وہ بعلبک گیا وہاں کا حاکم نور الدین کے زمانے سے یمن خادم تھا اس شہر کا بھی محاصرہ کیا گیا تا آنکہ اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور اسی سال کے ماہ رمضان کی چار تاریخ کو یہ شہر بھی فتح ہو گیا یوں سلطان صلاح الدین کے قبضے میں شام کے شہر دمشق، حماۃ اور بعلبک آ گئے۔ ان شہروں کے فتح ہونے کے بعد ملک صالح نے اپنے چچا زاد بھائی سیف الدین غازی حاکم موصل سے فوجی امداد طلب کی چنانچہ اس نے اپنے بھائی عز الدین مسعود کے ہمراہ ایک لشکر بھیجا، اس کا سپہ سالار عز الدین زلقندار تھا اس لشکر کے ساتھ مل کر حلب کی فوجیں سلطان صلاح الدین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئیں۔

متحدہ فوجوں کی شکست: اس وقت سلطان صلاح الدین نے سیف الدین غازی کو یہ پیغام دیا کہ ''وہ حمص اور حماۃ کے علاقے ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہے دمشق کو وہ ملک صالح کے نائب کی حیثیت سے اپنے پاس رکھے گا۔'' مگر اس نے اصرار کیا کہ تمام علاقے واپس کیے جائیں۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے ان کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کے لیے فوج کشی کی اور ماہ رمضان المبارک کے آخر میں فریقین میں حماۃ کے گردو نواح میں جنگ ہوئی۔ سلطان صلاح الدین نے انہیں شکست دی اور ان کا تمام سامان لوٹ لیا بلکہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے انہیں حلب کی طرف بھگا دیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور ملک صالح کے نام کا خطبہ بند کر دیا۔ آخر کار یہ لوگ مجبور ہوئے کہ وہ شام کے شہروں پر سلطان کا قبضہ تسلیم کر کے اس کے ساتھ صلح کر لیں۔ چنانچہ سلطان نے ان کے ساتھ صلح کر لی۔

ابن زعفران کی غداری: وہ حلب سے ۲۰ شوال کو روانہ ہوا اور حماۃ واپس آیا وہاں فخر الدین مسعود بن الزعفرانی نور الدین کے امراء میں سے تھا۔ وہ حمص و حماۃ، سلمیہ، تل خالد اور رہا کے علاوہ بارین کا بھی حاکم تھا جب سلطان نے اس کی عملداری پر قبضہ کر لیا تو وہ سلطان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ مگر جب اس کے ساتھ رہنے سے اس کی توقعات پوری نہیں ہوئیں تو وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔

مقبوضہ علاقوں پر حکام کا تقرر: جب سلطان صلاح الدین حلب کے محاصرہ کے بعد حماۃ آیا تو وہاں سے اس نے بعوص کی طرف کوچ کیا۔ اس کے حاکم نے ہتھیار ڈال دیئے تو یہ مقام بھی فتح ہو گیا اس کے بعد سلطان حماۃ واپس آ گیا اور اس پر اپنے ماموں شہاب الدین محمود کو مقرر کیا اور حمص کا حاکم ناصر الدولہ بن شیر کوہ کو مقرر کیا اور بعلبک کا حاکم شمس الدین ابن المقدم کو مقرر کیا اور دمشق کی حکومت تورانشاہ کو دی۔

صلاح الدین کی مزید فتوحات: جب سیف الدین غازی کے بھائی کے لشکر کو شکست ہوئی تو سیف الدین غازی حاکم موصل نے ۵۷۱ھ میں دوبارہ فوج کشی کی اور کیفا اور ماردین کے حکام کو بھی اپنے ساتھ ملا کر چھ ہزار سواروں کے ساتھ کوچ کیا۔ اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں نصیبین پہنچا وہاں اس نے موسم سرما گزارا۔ جب غازی کا لشکر زیادہ دیر تک وہاں رہنے سے تنگ آ گیا تو اس نے حلب کی طرف کوچ کیا وہاں اس کے ساتھ ملک صالح کا لشکر گمشتگین خادم کی قیادت میں شامل ہو گیا سلطان صلاح الدین دمشق سے ان کے مقابلہ کے لیے پہنچا اور سلطان کے لشکر سے آنے سے پہلے

جنگ چھیڑ دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غازی کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ لوگ بھاگ گئے، تاہم حلب تک ان کا تعاقب کیا گیا۔

آخر کار سیف الدین غازی شکست کھا کر موصل روانہ ہو گیا اس نے اپنے بھائی عز الدین کو حلب میں چھوڑا۔ سلطان صلاح الدین نے ان کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد مراغہ کی طرف پیش قدمی کی اور اسے فتح کر لیا۔ اس پر اپنا حاکم مقرر کرنے کے بعد وہ منبج کی طرف روانہ ہوا وہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان المنبجی تھا۔ سلطان اس کی عداوت کے برے نتائج کی وجہ سے اس سے سخت ناراض تھا اس لیے وہ موصل بھاگ گیا تو سیف الدین غازی نے اسے شہر رقہ کا حاکم مقرر کیا۔

قلعہ عزاز کی تسخیر: پھر سلطان صلاح الدین نے قلعہ عزاز کی طرف کوچ کیا اور اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ کے آغاز میں اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ سخت محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا۔ آخر کار وہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو سلطان نے اسی سال بقر عید کے دوسرے دن اس کو فتح کر لیا۔

سلطان پر حملہ: جب سلطان اس قلعہ کا محاصرہ کر رہا تھا تو ایک دن فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے جو مسلح تھا سلطان پر حملہ کر دیا۔ سلطان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے قتل کر دیا اور اس سازش کی وجہ سے اس کے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا گیا۔

حلب کا محاصرہ: سلطان قلعہ عزاز کی تسخیر کے بعد حلب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ملک صالح حلب ہی میں تھا اس لیے اہل شہر نے جاں نثاری کے ساتھ مقابلہ کیا پھر فریقین میں مصالحت کے لیے سفیروں کا تبادلہ ہوا۔ اس مصالحت کی گفتگو میں موصل، کیفا اور ماردین کے حکام بھی شریک ہوئے اور آخر کار ماہ محرم ۵۷۲ھ میں مصالحت ہو گئی ملک صالح کی چھوٹی بہن سلطان صلاح الدین کے پاس آئی اور اس نے اپنے لیے قلعہ عزاز کا مطالبہ کیا تو سلطان صلاح الدین نے اسے یہ قلعہ بخش دیا اور پھر وہ دمشق واپس آ گیا۔

فرقہ اسماعیلیہ کے شہروں پر حملے: جب سلطان صلاح الدین نے حلب سے کوچ کیا تو اس نے فرقہ اسماعیلیہ کے افراد کے حملے کی وجہ سے یہ ارادہ کیا کہ ان کی سرکوبی کی جائے چنانچہ ماہ محرم ۵۷۲ھ میں اس نے اسماعیلیہ کے شہروں کا قصد کیا اور ان کا صفایا کر کے انہیں ویران کر دیا اس نے قلعہ بامیان کا محاصرہ بھی کر لیا اور اس کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کرا دیئے۔ یہ حالت دیکھ کر شام کے فرقہ اسماعیلیہ کے سردار سنان نے سلطان صلاح الدین کے ماموں شہاب الدین حارمی کو حماۃ میں ایک پیغام بھیجا کہ وہ سلطان سے ان کی جان بخشی کی سفارش کرے۔ چنانچہ سلطان نے اپنے ماموں کی سفارش قبول کر لی اور وہاں سے اپنی فوجیں ہٹا لیں۔

توران شاہ کا تقرر: سلطان کے بھائی توران شاہ نے یمن کا علاقہ فتح کر لیا تھا اور وہاں کے شہروں پر مکمل تسلط اور حکومت قائم کرنے کے بعد وہ جب سلطان کے پاس آیا تو سلطان نے اسے دمشق کا حاکم مقرر کیا اور خود مصر روانہ ہوا کیونکہ اسے مصر چھوڑے ہوئے بہت عرصہ ہو گیا تھا۔ وہاں اس نے ابوالحسن ابن سنان بن عثمان بن محمد کو چھوڑا تھا۔

فصیل کی تعمیر: جب سلطان مصر پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ قاہرہ کے چاروں طرف مستحکم فصیل قائم کی جائے اور راس قلعے کے چاروں طرف بھی فصیل قائم کی جائے جو پہاڑ پر تھا۔ اس فصیل کا دور (احاطہ) انتیس ہزار تین سو گز تھا۔ چنانچہ یہ کام سلطان صلاح الدین کی وفات تک مسلسل جاری رہا۔ اس فصیل کی تعمیر کا نگران اس کا آزاد کردہ غلام قراقوش تھا۔

فرنگیوں پر اچانک حملے: فرنگیوں کی ایک جماعت نے حلب کے علاقے پر حملہ کیا تو بعلبک کا حاکم شمس الدین محمد بن المقدم ان کے مقابلے کے لیے گیا وہ ان پر حملہ کرنے کے لیے دلدلی علاقوں میں چھپ گیا تھا اور اچانک ان پر حملہ کر کے انہیں بہت نقصان پہنچایا اور اس نے دو سو فرنگی قیدی سلطان صلاح الدین کے پاس بھیجے۔

اسی زمانے میں (سلطان کا بھائی) توران شاہ بن ایوب یمن سے واپس آیا تھا (اور دمشق کا حاکم ہو گیا تھا) اسے یہ اطلاع ملی کہ فرنگیوں کے ایک فوجی دستے نے دمشق کے علاقے پر حملہ کیا ہے تو فوراً اس نے کوچ کیا اور مروج کے مقام پر ان سے جنگ کی۔

توران شاہ کی شکست: مگر وہ ثابت قدم نہیں رہ سکا چنانچہ فرنگیوں نے اسے شکست دی اس جنگ میں دمشق کا ایک سپہ سالار سیف الدین ابوبکر بن السلار (فرنگیوں کے ہاتھوں) گرفتار ہوا اس کے بعد فرنگیوں کی جرات بڑھ گئی کہ وہ اس علاقے پر حملے کریں مگر جب سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کے علاقے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے صلح کی تجاویز پیش کر دیں چنانچہ سلطان نے مصالحت کر لی۔

صلاح الدین کا عزم جہاد: سلطان صلاح الدین ماہ جمادی الاولی ۳ ۵۷ھ میں فرنگیوں کے شہروں پر جو شام کے ساحل پر تھے حملہ کرنے کے لیے مصر سے روانہ ہوا۔ جب وہ عسقلان پہنچا تو اس نے اس کے تمام علاقے کا صفایا کر دیا مگر اسے فرنگیوں کا نام و نشان نہیں ملا۔ لہٰذا سلطان کی فوجیں ان کے شہروں میں گھس گئیں اور رملہ کی طرف پلٹیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ فرنگی لشکر اپنی فوجوں اور سورماؤں کے ساتھ ان کی طرف چلا آ رہا ہے اس وقت سلطان صلاح الدین کی فوجیں چھوٹے فوجی دستوں کی صورت میں اِدھر اُدھر منتشر ہو گئی تھیں (اور اس کے ساتھ مختصر فوج تھی)۔

دلیرانہ کارنامے: تاہم سلطان صلاح الدین اپنے محاذ پر ثابت قدم رہا اور گھمسان کا رن پڑا۔ اس وقت سلطان کے بھتیجے محمد نے سلطان کی حفاظت نہایت بہادری اور جان نثاری سے کی۔ تقی الدین بن شاہ کا ایک فرزند جس کا نام احمد تھا ابھی اس کی مونچھیں نہیں نکلی تھیں تاہم وہ بڑا دلیر اور بہادر تھا اس نے بھی اس جنگ میں نہایت دلیرانہ کارنامے انجام دے کر جام شہادت نوش کیا مسلمانوں کو مکمل شکست ہوئی۔ کچھ فرنگی سپاہیوں نے سلطان صلاح الدین کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر وہ مارے گئے اس جنگ میں فقیہ عیسیٰ ہکاری نے بھی جان نثاری کے ساتھ مقابلہ کیا مگر بعد میں وہ گرفتار ہو گیا۔

مصر کی طرف واپسی: جب سلطان صلاح الدین (اس جنگ میں ناکام ہو کر) لوٹا تو اس وقت رات ہو گئی تھی یہ وہ اپنی مختصر بچی کچھی فوج کے ساتھ جنگل میں مصر جانے کے لیے گھس گیا۔ راستے میں وہ پیاس اور دیگر تکالیف میں مبتلا رہا۔ آخر کار وہ قاہرہ ماہ جمادی الآخرہ کی پندرہویں تاریخ کو واپس پہنچا۔

سلطان صلاح الدین کا خط: مورخ ابن الاثیر رقم طراز ہے ''میں نے خود سلطان صلاح الدین کا ایک خط دیکھا ہے۔ اس نے اپنے بھائی توران شاہ کو دمشق بھیجا تھا وہ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے (پہلے وہ دیوان حماسہ کے ایک شاعر کا شعر لکھتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے):

''میں نے تمہیں اس وقت یاد کیا جب ہمارے درمیان نیزوں کی بوچھاڑ تھی اور گندم گوں سیدھے نیزے ہم پر حملہ کر رہے تھے۔''

آگے چل کر سلطان تحریر کرتا ہے:

''ہم کئی مرتبہ ہلاکت اور تباہی کے کنارے تک پہنچ گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان خطرات سے بچایا۔ وہ ہم سے کوئی کام لینا چاہتا ہے اور اسی کے حکم کے مطابق 'میں ثابت قدم اور صحیح و سالم رہا'۔''

سلطان صلاح الدین کے جو فوجی دستے فرنگیوں کے شہر میں گھس گئے تھے۔ ان میں سے بھی کچھ شہید ہو گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔ فقیہ عیسیٰ ہکاری کا واقعہ یہ تھا کہ جب وہ شکست کھا کر بھاگا تو اس کے ساتھ اس کا بھائی ظہیر اور اس کے دوسرے ساتھی تھے یہ لوگ راستہ بھول گئے تو وہ گرفتار کر لیے گئے۔ بعد ازاں سلطان صلاح الدین نے فقیہ ہکاری کی رہائی کے لیے ساٹھ ہزار دینار کا زر فدیہ ادا کیا۔

حماۃ پر فرنگیوں کے حملے: جب سلطان صلاح الدین کو شکست ہوئی تھی تو اسی زمانے میں صلیبی فرنگیوں کا ایک سردار ساحل شام پہنچا اس زمانے میں (سلطان کا بھائی) توران شاہ بن ایوب بھی اپنے مختصر لشکر کے ساتھ دمشق واپس آیا مگر ان حالات کے باوجود وہ عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نئے فرنگی سپہ سالار نے شام کی فرنگی فوجوں کو جمع کر کے انہیں خوب بخشش سے مالا مال کیا اور پھر ان کو لے کر شہر حماۃ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کا حاکم شہاب الدین محمود الحارمی تھا جو سلطان صلاح الدین کا ماموں تھا اور اس وقت بیمار تھا۔ فرنگیوں نے سخت جنگ کی اور محاصرہ بھی سخت کر دیا تھا۔ انہوں نے شہر کے ایک حصے پر حملہ کر کے اس پر بھی قبضہ کر لیا تھا مگر مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کر کے انہیں اس علاقے سے نکال دیا اور شہر حماۃ میں انہیں گھسنے نہیں دیا۔ آخر کار چار دن کے بعد انہوں نے محاصرہ ختم کر دیا اور اب وہ شہر حارم کی طرف چلے گئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

جب فرنگی شہر حماۃ سے رخصت ہوئے تھے تو اس وقت شہاب الدین حارمی فوت ہو گیا تھا۔ اس لیے فرنگیوں نے حارم کا محاصرہ جاری رکھا۔ انہیں اس بات سے بھی تقویت حاصل ہوئی کہ ملک صالح حاکم حلب اور اس کے نگران سلطنت کمشتکین الخادم کے درمیان نا چاقی ہو گئی تھی۔ آخر کار فرنگیوں کو مال و دولت دے کر رخصت کیا گیا۔

فرنگیوں کی پسپائی: مگر وہ فرنگی فوجیں دوبارہ ۵۷۴ھ میں شہر حماۃ پر حملہ آور ہوئیں اور اس کے گرد و نواح میں تباہی مچائی اور وہاں کے علاقوں کا صفایا کر دیا۔ آخر کار شہر کی محافظ فوجیں مقابلہ کے لیے نکلیں اور انہوں نے فرنگی فوجوں کو شکست دے کر ان کا مقبوضہ علاقہ واپس لے لیا۔ انہوں نے (مقتولوں کے) سر اور قیدیوں کو سلطان صلاح الدین کے پاس بھیجا جو شام سے پلٹتے ہوئے حمص کے باہر اس وقت موجود تھا۔ اس نے قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

بعلبک کی حکومت کے لیے جنگ: جب سلطان صلاح الدین نے بعلبک کا شہر فتح کیا تھا تو اس نے وہاں شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم کو اپنا جانشین حاکم مقرر کیا تھا۔ اسے دمشق کا شہر سلطان کے حوالے کرنے کے معاوضہ میں اس شہر کا حاکم بنایا گیا تھا۔ مگر سلطان کا بھائی شمس الدین محمد جو اپنے بھائی کے زیر سایہ پرورش پا رہا تھا۔ اس شہر کی حکومت چاہتا تھا۔ اس نے بعلبک کا حاکم بننے کا مطالبہ پیش کر دیا لہٰذا سلطان صلاح الدین نے ابن المقدم کو حکم دیا کہ وہ اس شہر کی حکومت اس کے بھائی کے حوالے کر دے مگر اس نے اس بات کو منظور نہیں کیا اور سلطان کو دمشق کے بارے میں اس کا معاہدہ یاد دلایا۔ اس کے بعد ابن المقدم بعلبک جا کر وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ آخر کار سلطان کا لشکر آیا تو اس نے مقابلہ کیا جب انہوں نے طویل محاصرہ جاری رکھا تو اس نے سلطان صلاح الدین سے معاوضہ طلب کیا تو سلطان نے اس کے بدلے میں دوسرے شہر کی حکومت دے دی اس کے بعد سلطان کے بھائی شمس الدولہ نے جا کر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔

مسلمانوں کی فتح: ۵۷۴ھ میں فرنگیوں کا بادشاہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر روانہ ہوا اس نے دمشق کے علاقے پر حملہ کیا اور اس کا صفایا کر دیا۔ فرنگیوں نے وہاں خونریزی کی اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے فرخ شاہ کو لشکر دے کر بھیجا۔ اس نے ان کا تعاقب کیا اور ایک مقام پر انہیں اچانک گھیر لیا جبکہ وہ جنگ کے لیے تیار نہ تھے۔ بہت گھمسان کا رن پڑا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کی اور فرنگیوں کے بہت سے سردار مارے گئے جن میں ہمفری بھی شامل تھا اس کی بہادری ضرب المثل تھی۔

فرنگیوں کا مزید حملہ: پھر انطاکیہ اور لاذقیہ کے پرنس نے شیرز کے مقام پر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اس وقت سلطان صلاح الدین بانیاس کے قریب مخاضۃ الاضرار کے ایک فرنگی قلعے کو تباہ کرنے کے لیے آیا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی شہنشاہ کے فرزند تقی الدین عمر اور ناصر الدین محمد کو فوج دے کر حمص بھیجا تا کہ وہ دشمن کے مقابلے میں شہر کی حفاظت کریں۔

مستحکم قلعہ کا محاصرہ: فرنگیوں نے بانیاس کے قریب حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر کے قریب ایک مستحکم قلعہ قائم کر لیا تھا اس مقام کا نام مخاضۃ الاضرار تھا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے دمشق سے ۵۷۵ھ میں بانیاس کی طرف فوج کشی کی وہاں اس نے قیام کیا اور وہیں سے اس نے فوجی دستے فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجے پھر اس نے مذکورہ بالا قلعہ کی طرف پیش قدمی کی اور اس کی آزمائش کرنے کے لیے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا پھر وہاں سے وہ اپنے مرکزی فوجی کیمپ کی طرف واپس آیا اور فرنگی بستیوں پر غارت گری کرنے کے لیے اس نے فوجی دستے بھیجے فرنگیوں کا بادشاہ اپنی فوجیں لے کر اس کے ایک دستے پر حملہ آور ہوا۔ انہوں نے سلطان صلاح الدین کو اس حملہ کی اطلاع بھیجی۔

فرنگی سرداروں کی گرفتاری: جب فریقین میں جنگ ہو رہی تھی تو سلطان بھی فوج لے کر پہنچا اس نے فرنگیوں کو شکست دی اور انہیں تباہ کر دیا۔ فرنگیوں کا بادشاہ بمشکل شکست خوردہ فوج کے ساتھ بچ نکلا۔ البتہ رملہ اور نابلس کا حاکم جو فرنگیوں کے بادشاہ کا ساتھی تھا' گرفتار ہو گیا اس کا بھائی بھی جو جبیل و طبریہ کا حاکم تھا' گرفتار ہو گیا۔ فرنگیوں کے مددگار فرقہ فداویہ داسبتاریہ کے سردار بھی گرفتار ہو گئے۔

بربلہ کے حاکم نے جس کا نام ارتیز ابن تھا ڈیڑھ لاکھ دینار کا زر فدیہ دے کر اور مسلمانوں کے ایک ہزار قیدی رہا کر کے اپنے آپ کو آزاد کرایا۔

اس جنگ میں سلطان صلاح الدین کے بھتیجے عز الدین فرخ شاہ نے نہایت بہادرانہ کارنامے انجام دیئے۔

مستحکم قلعہ کی تسخیر: پھر سلطان صلاح الدین بانیاس واپس آ گیا اور فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لیے بدستور فوجی دستے بھیجے اور خود اس قلعے کا محاصرہ کرنے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا۔ یہاں بہت زبردست لڑائی ہوئی۔ آخرکار مسلمان اس کی فصیل پر چڑھ گئے اور اس کے ایک برج پر قبضہ کر لیا۔ فرنگیوں کی فوجی کمک طبریہ سے آنے والی تھی اور مسلمانوں کو ان کی آمد کا انتظار تھا۔ اس لیے دوسرے دن انہوں نے فصیل میں نقب لگا کر وہاں آگ لگا دی جس سے فصیل گر گئی اور مسلمانوں نے قلعہ پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔

یہ فتح ماہ ربیع الاول کے آخر میں ۵۷۵ھ میں حاصل ہوئی۔ مسلمانوں نے قلعہ کے تمام افراد کو قید کر لیا سلطان صلاح الدین نے حکم دیا کہ تمام قلعہ کو منہدم کر کے اسے زمین کے برابر کر دیا جائے۔ فرنگی امدادی فوجیں طبریہ کے مقام پر اکٹھی ہو گئی تھیں۔ جب انہیں شکست کی اطلاع ملی تو وہ منتشر ہو گئیں۔ یوں فرنگیوں کو زبردست شکست ہوئی۔

قلیج ارسلان سے جنگ: حلب کے شمال میں قلعہ رعبان[1] کو نور الدین عادل بن قلیج ارسلان حاکم بلاد روم نے فتح کر لیا تھا وہ شمس الدین ابن المقدم کے قبضہ میں تھا لہٰذا جب یہ قلعہ سلطان صلاح الدین کی سلطنت سے منقطع ہو گیا تو قلیج ارسلان نے اسے واپس لینے کا ارادہ کیا چنانچہ اس نے اس کا محاصرہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا سلطان صلاح الدین نے بھی اپنے بھتیجے تقی الدین کی قیادت میں ایک لشکر ان کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ سلطان کے لشکر نے جنگ کر کے انہیں شکست دے دی۔ تقی الدین چونکہ اس مہم میں گیا ہوا تھا اس لیے وہ حصن الاضرار کی تباہی کی جنگ میں سلطان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکا۔ وہ اس جنگ کے بعد اپنے چچا صلاح الدین کے پاس آیا۔

حاکم آمد سے ناچاقی: قلعہ کیفا و آمد کے حاکم نور الدین محمود بن قلیج ارسلان اور بلاد روم کے حاکم قلیج ارسلان کے درمیان تعلقات خراب ہو گئے تھے کیونکہ اس نے (داماد ہونے کے بعد) اس کی بیٹی کو تکلیف پہنچائی تھی اور اس پر سوکن لے آیا تھا اس لیے قلیج ارسلان نے اس کے ساتھ جنگ کر کے اس کے شہروں کو فتح کرنے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔

صلاح الدین کی مداخلت: ایسی حالت میں نور الدین نے سلطان صلاح الدین سے فوجی امداد طلب کی تو سلطان نے قلیج ارسلان کو اس بارے میں سفارش کا خط لکھا تو قلیج ارسلان نے مطالبہ کیا کہ اس نے اپنی بیٹی کی اس کے ساتھ شادی کے موقع پر جو قلعے اس کو دیئے تھے وہ ان قلعوں کو واپس کر دے۔ سلطان صلاح الدین نے پھر نور الدین کی حمایت پر اصرار کیا بلکہ قلعہ رعبان کی طرف فوج کشی کی اور حلب کے راستے سے گذر کر اسے بائیں طرف چھوڑ کر اور تل باشر سے ہوتا ہوا قلعہ رعبان پہنچ گیا۔ وہاں نور الدین محمود سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔

[1] قلعہ رعبان (بالراء والباء موحدہ) ہے۔ (ارشد)

قاصد کی نصیحت: ادھر قلیج ارسلان نے اپنے پیغام میں نور الدین کی حرکات کا حال بیان کیا کہ کس طرح اس نے اس کی بیٹی کو تکلیف پہنچائی۔ جب قاصد نے یہ پیغام پہنچایا تو سلطان بہت ناراض ہوا اور اس شہر پر حملہ کرنے کی دھمکی دی۔ قاصد نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر جب سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو وہ دوسرے دن اس کے پاس گیا اور تنہائی میں گفتگو کر کے اسے سمجھایا کہ "وہ حملہ کرنے کے ارادہ سے باز آ جائے کیونکہ اس کی ایک معمولی بات پر بہت مال و دولت خرچ ہوگی (جانوں کا نقصان اس سے علاوہ ہے) بلکہ آپ کو قلیج ارسلان کی بیٹی کی حمایت کرنی چاہیے تاکہ اسے تکلیف نہ پہنچے۔"

دونوں حکام میں مصالحت: اب سلطان صلاح الدین کو یہ معلوم ہو گیا کہ قاصد صحیح بات کہہ رہا ہے لہٰذا اس نے قاصد سے کہا "نور الدین نے اپنا معاملہ میرے سپرد کیا ہے لہٰذا تم ان دونوں کے درمیان صلح کراؤ۔ میں تمہاری مدد کروں گا جس سے تم سب مطمئن ہو جاؤ گے۔"

چنانچہ سلطان صلاح الدین کے حسب ہدایت قاصد نے ان دونوں کے درمیان صلح کرادی۔ اس کے بعد سلطان واپس شام چلا گیا اور نور الدین دیار بکر چلا گیا اور اس نے مقررہ مدت کے اندر جس کا اس نے قاصد سے وعدہ کیا تھا قلیج ارسلان کی بیٹی کی سوکن کو طلاق دے دی۔

قلیج بن الیون کی اہمیت: قلیج بن الیون کے علاقے سے حلب کے راستے گذرتے تھے (اس لیے اس کے علاقے کی بڑی اہمیت تھی) سلطان نور الدین محمود زنگی نے اس کی خدمات حاصل کی تھیں اور شام کا کچھ علاقہ اسے دیدیا تھا اور وہ فوجی مہموں میں اس کے ہمراہ لشکر لے کر جایا کرتا تھا اس نے حاکم قسطنطنیہ کے علاقے پر دست درازی کر کے اذنہ مصیصہ اور طرسوس کے علاقے رومی سلطنت سے چھین لیے تھے اور اس وجہ سے دونوں حکام کے درمیان جنگیں ہوا کرتی تھیں۔

ترکمان قوم پر ظلم: جب سلطان نور الدین فوت ہو گیا اور اس کی سلطنت تقسیم ہو گئی تو قلیج ابن الیون اپنے علاقے کا مستقل اور آزاد حاکم بن گیا۔ اس کے علاقے میں ترکمان قوم کے افراد اپنے مویشی چرایا کرتے تھے کیونکہ وہ علاقہ بہت محفوظ اور مستحکم تھا اور اس کے درے دشوار گذار تھے۔ ابن الیون نے ترکمان قوم کو وہاں مویشی چرانے کی اجازت دے رکھی تھی۔ مگر ایک سال کے بعد اس نے ان لوگوں کے ساتھ غداری کی اور انہیں قتل کر کے ان کے مویشی چھین کر لے گیا۔

مظلوموں کی حمایت: جب سلطان صلاح الدین قلعہ رعبان سے واپس آ رہا تھا تو اسے اس واقعہ کی اطلاع ہوئی سلطان نے اس کے شہر کی طرف فوج کشی کی اور خود سلطان نے "دریائے سیاہ" کے قریب قیام کیا اور اپنے فوجی دستے اس کے علاقے میں بھیج دیئے انہوں نے وہاں جا کر ان علاقوں کا صفایا کر دیا ابن الیون نے اپنے ایک قلعے میں تمام مال و دولت کا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔ اسے اس ذخیرہ کے لٹ جانے کا اندیشہ ہوا تو اس نے اس قلعہ کو ویران کرنا چاہا مگر سلطان صلاح الدین اس سے پہلے وہاں پہنچ گیا اور اس نے اس کا تمام ذخیرہ مال غنیمت میں حاصل کر لیا۔ آخر کار ابن الیون مجبور ہوا کہ وہ ترکمان قوم کے تمام مال و مویشی واپس کر دے اور اگر سلطان مصالحت کے ساتھ وہاں سے چلا جائے تو وہ ترکمان کے قیدیوں کو بھی چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ سلطان نے اس کی باتیں منظور کر لیں اور وہ ۵۷۵ھ کے درمیانی مدت

میں وہاں سے واپس چلا گیا۔

الکرک کی تباہی: فرنگیوں کے شہر الکرک کا حاکم پرنس ارناط نہایت ہی سرکش اور بدطینت متعصب حاکم تھا۔ اس نے شہر الکرک اور اس کا قلعہ تعمیر کرایا تھا ورنہ اس سے پہلے اس کا نام ونشان نہ تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ (نعوذ باللہ منہا) مدینہ منورہ پر حملہ کرے۔ عزالدین فرخ شاہ کو اس کے ان ارادوں کا علم اس وقت ہو گیا تھا جبکہ وہ دمشق میں تھا اس لیے اس نے فوج اکٹھی کی اور ۵۷۷ھ میں الکرک کی طرف فوج کشی کی اور وہاں پہنچ کر اس کے تمام گردونواح کو تباہ و برباد کر دیا وہ وہاں کچھ عرصے تک مقیم رہا تا کہ اگر وہ دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آئے تو اس کا قلع قمع کرے مگر جب اس کی امید منقطع ہو گئی تو فرخ شاہ دمشق واپس چلا گیا۔

توران شاہ کی یمن سے واپسی: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شمس الدولہ توران شاہ نے ۵۶۸ھ میں یمن فتح کر لیا تھا اور شیرز کے ایک امیر مبارک بن کامل کو زبید کا حاکم مقرر کیا تھا اور عدن کا حاکم عزالدولہ عثمان الزنجیلی کو مقرر کیا تھا اس نے شہر تعز کو تعمیر کرا کے اسے اپنی سلطنت کا پایۂ تخت قرار دیا تھا پھر ۵۷۲ھ میں اپنے بھائی صلاح الدین کے پاس آ گیا تھا۔ سلطان حلب کے محاصرہ سے واپس آ رہا تھا کہ اس کی ملاقات توران شاہ سے ہوئی۔ اس لیے اس نے اسے دمشق کا حاکم بنا دیا اور خود مصر چلا گیا تھا۔

توران شاہ کی وفات: پھر اس کے بھائی سلطان صلاح الدین نے اسے شہر اسکندریہ کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ یمن کی حکومت اس کے علاوہ اس کو پہلے سے ملی ہوئی تھی چنانچہ زبید و عدن اور یمن کے دیگر صوبوں کی آمدنی صرف اسے موصول ہوتی تھی اس کے باوجود وہ دولاکھ مصری دینار کا مقروض تھا۔ وہ ۵۷۶ھ میں فوت ہو گیا تھا اور اس کی وفات کے بعد اس کا تمام قرضہ اس کے بھائی صلاح الدین نے ادا کیا جب اسے اس کی وفات کی خبر ملی تو وہ مصر روانہ ہو گیا اور اس نے دمشق پر عزالدین فرخ شاہ ابن شہنشاہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

یمن کے مزید حالات

حاکم زبید کی گرفتاری: زبید (یمن) کا نائب حاکم مبارک بن کامل اپنے صوبہ میں خود مختار ہو گیا تھا اور وہاں کے مال و دولت پر بھی اسے پورا اختیار حاصل تھا آخر کار اسے وطن کی یاد نے ستایا تو اس نے شمس الدولہ سے اس کی موت سے پہلے وطن جانے کی اجازت مانگی تو اس نے اجازت دے دی پھر اس نے اس کے بھائی عطاف بن زبید سے اجازت طلب کی اور شمس الدولہ کے ساتھ رہنے لگا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو وہ سلطان صلاح الدین کی خدمت میں رہنے لگا اس نے بہت مال جمع کیا ہوا تھا چنانچہ سلطان کے پاس اس کے برخلاف یہ شکایت پہنچائی گئی کہ اس نے یمن کا (سرکاری) مال غبن کر رکھا ہے اور اسے سلطان کے سامنے پیش نہیں کیا ہے۔ اس مقصد کے لیے اس کے دشمن اس کے برخلاف منصوبے باندھتے رہے

وہ مصر کے قریب عدوبیہ کے مقام پر رہتا تھا ایک دن اس نے ایک تقریب میں ارکان سلطنت کو بلایا اور اس کے نوکر اور غلام چیزیں خریدنے کے لیے مصر گئے ہوئے تھے تو دشمنوں نے صلاح الدین کو یہ اطلاع پہنچائی کہ وہ یمن بھاگنے والا ہے یوں ان کی سازش کامیاب ہوئی اور سلطان نے اسے گرفتار کرلیا اس لیے اس کی حالت اس قدر تنگ ہوئی کہ اس کو اسی ہزار مصری دینار ادا کرنے پڑے اس کے علاوہ اس نے ایک معقول رقم ارکان سلطنت کو دی۔ اس کے بعد اس کو رہا کر دیا گیا اور اسے اسی کے منصب پر بحال کر دیا گیا۔

حکام یمن کے اختلافات: جب شمس الدین یمن پہنچا تو اس زمانے میں یمن کے نائب حکام خطان بن منقذ اور عثمان بن الزنجیلی میں زبردست اختلافات تھے ایسی حالت میں سلطان صلاح الدین کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ یمن کا علاقہ اس کی اطاعت میں نہیں رہے گا اس لیے اس نے اپنے امراء کی ایک جماعت کو حاکم مصر صارم الدین قطلغ ابیہ کے ہمراہ تیار کر کے بھیجا چنانچہ یہ لوگ ۵۷۷ھ میں یمن روانہ ہو گئے۔ قطلغ ابیہ نے وہاں پہنچ کر خطان بن منقذ سے زبید کا علاقہ حاصل کرلیا مگر وہ جلد ہی فوت ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خطان دوبارہ زبید پہنچ گیا اور وہاں کے لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کرلی اور وہ عثمان الزنجیلی پر غالب آ گیا۔

سیف الاسلام کی حکومت: اس موقع پر عثمان نے سلطان صلاح الدین کو یہ تحریر کیا کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار کو حاکم بنا کر بھیجے لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اپنے بھائی سیف الاسلام طغرکین کو حاکم بنا کر بھیجا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو خطان بن منقذ زبید سے نکل کر ایک قلعہ میں محصور ہو گیا۔ سیف الاسلام زبید میں مقیم ہوا اور اس نے خطان کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے پناہ دینے کے لیے تیار ہے۔ چنانچہ وہ پناہ لے کر اس کے پاس آیا۔ سیف الاسلام نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

خطان کی گرفتاری: کچھ عرصے کے بعد خطان نے شام چلے جانے کی اجازت طلب کی مگر سیف الاسلام نے اجازت نہیں دی جب اس نے بہت اصرار کیا تو اس نے اجازت دے دی مگر جب اس نے تمام سامان باندھ لیا اور جاتے وقت رخصت ہونے کے لیے اس کے پاس آیا تو سیف الاسلام نے اسے گرفتار کرلیا اور اس کے تمام سامان اور مال و متاع پر قبضہ کرلیا پھر اسے کسی قلعہ میں مقید کر دیا یہی اس کا آخری انجام تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے جس مال و متاع پر قبضہ کیا گیا تھا ان میں سونے کے ستر صندوق بھی تھے۔

یمن میں امن و امان: جب عثمان زنجیلی نے خطان کے واقعات سے تو اسے اپنی جان کا اندیشہ ہوا لہٰذا اس نے اپنا تمام مال (کشتیوں کے ذریعے) بحری راستے سے روانہ کیا اور خود شام بھاگ گیا مگر اس کے سامان کی کشتیاں سیف الاسلام نے پکڑ لیں اور اس نے ان پر قبضہ کرلیا صرف وہ سامان بچ نکلا جو وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا اس کے بعد یمن کی حکومت سیف الاسلام کے لیے بالکل محفوظ ہو گئی۔

قلعہ البیرہ کی حکومت: قلعہ البیرہ عراق کے قلعوں سے تھا اس کا حاکم شہاب الدین بن ارتق تھا جو حاکم ماردین قطب الدین ابوالغازی بن ارتق کا چچازاد بھائی تھا اس نے سلطان نور الدین محمود زنگی حاکم شام کی اطاعت قبول کر رکھی

تھی۔ اس کے بعد اس کا فرزند قلعہ البیرہ کا حاکم مقرر ہوا۔ جب سلطان نور الدین فوت ہوا تو اس نے عز الدین مسعود حاکم موصل کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد ماردین اور موصل کے حکام میں گہرے مخلصانہ تعلقات قائم ہو گئے تو قطب الدین حاکم ماردین نے عز الدین حاکم موصل سے قلعہ البیرہ فتح کرنے کی اجازت طلب کی تو اس نے اجازت دے دی۔

قلعہ البیرہ کا محاصرہ: لہٰذا قطب الدین اپنا لشکر قلعہ شیمشاط لے گیا وہاں وہ خود مقیم رہا اور لشکر کو قلعہ البیرہ کی طرف بھیجا جس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔

سلطان کی سفارش: ادھر قلعہ البیرہ کے حاکم نے سلطان صلاح الدین سے فوجی امداد طلب کی اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس کا اسی طرح مطیع و فرمانبردار رہے گا جس طرح اس کا باپ سلطان نور الدین کا مطیع تھا لہٰذا سلطان صلاح الدین نے حاکم ماردین قطب الدین کو (اس کی حمایت میں) سفارشی خط لکھا مگر اس نے سفارش کو قبول نہیں کیا تاہم وہ فرنگیوں سے جنگ کرنے کی وجہ سے اس طرف متوجہ نہیں ہو سکا اور قطب الدین کی فوجیں اس قلعہ سے چلی گئیں۔

البیرہ کی تسخیر: اس کے بعد قلعہ البیرہ کا حاکم سلطان صلاح الدین کے پاس آیا اور اس نے اپنی وفاداری اور اطاعت کا اظہار کیا اس طرح یہ قلعہ بھی سلطان صلاح الدین کی عملداری میں شامل ہو گیا۔

فرنگیوں کی تباہی: اس کے بعد سلطان صلاح الدین ماہ محرم ۵۷۸ھ میں مصر سے روانہ ہوا وہ شام جا رہا تھا جب وہ ایلہ کے مقام سے گزرا تو فرنگی فوجوں نے اس کا راستہ روک لیا لہٰذا سلطان نے اپنا سامان اپنے بھائی تاج الملوک کے ذریعے دمشق بھجوایا اور خود لشکر لے کر فرنگیوں کے شہروں کا رخ کیا اور الکرک اور الشوبک کو تباہ کر دیا اور وہاں سے دمشق ماہ صفر کی پندرہویں تاریخ کو پہنچا۔

قلعہ شقیف کی تسخیر: فرنگی فوجیں جب الکرک کے مقام پر اکٹھی ہوئی تھیں تو وہ شام کے راستے سے اپنے شہروں میں داخل ہوئی تھیں۔ لہٰذا دمشق کے نائب حاکم عز الدین فرخ شاہ نے ان کا مقابلہ کیا۔ اس نے ان کے علاقوں کو تباہ کر کے ان کے دیہاتوں کو ویران کر دیا۔ اس نے بہت سے فرنگیوں کو قتل کیا اور بہت سے افراد کو قیدی بنا لیا اس کے علاوہ اس نے ان کے ایک قلعہ شقیف[1] کو بزور شمشیر فتح کر لیا جو مسلمانوں کے لیے بہت خطرناک تھا اس نے قلعہ شقیف کے فتح ہونے کی اطلاع سلطان صلاح الدین کو بھیجی تو وہ اس سے بہت خوش ہوا۔

فتح بیسان: سلطان صلاح الدین نے چند دن دمشق میں آرام کیا پھر وہ اسی سال ماہ ربیع الاول میں فوج لے کر روانہ ہوا وہ طبریہ کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا تھا اس لیے وہ اردن میں خیمہ زن ہوا۔ فرنگیوں کی فوجیں طبریہ میں اکٹھی ہو گئی تھیں۔ اس لیے سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے فرخ شاہ کو بیسان کی طرف روانہ کیا۔ اس نے اس مقام کو بزور شمشیر فتح کر لیا اور اس کو تباہ کر دیا۔ اس نے غرر پر بھی حملہ کیا اور وہاں کے فرنگیوں کو قتل کیا اور جو بچ گئے انہیں قیدی بنا لیا۔

[1] شقیف کا تلفظ شین سے ہے۔ بولاق کے نسخہ میں سقیف لکھا ہوا ہے جو غلط ہے (مترجم)

فرنگی فوجوں سے مقابلہ: جب فرنگی فوجیں طبریہ سے جبل کو کب چلی گئیں تو سلطان صلاح الدین نے اپنی فوجوں کے ساتھ ان کی طرف پیش قدمی کی۔ فرنگی فوجیں پہاڑ میں محصور ہو گئیں (اور ان سے فائدہ اٹھایا) ایسی حالت میں سلطان نے اپنے دونوں بھتیجوں' تقی الدین عمر اور عز الدین فرخ شاہ کو فوج دے کر بھیجا۔ انہوں نے فرنگیوں سے سخت جنگ کی۔ پھر انہوں نے جنگ بند کر دی اور سلطان صلاح الدین دمشق آ گیا۔

بیروت کا محاصرہ: اب سلطان بیروت کی طرف روانہ ہوا اور اس کے گرد و نواح کو تباہ کر دیا۔ سلطان نے مصر سے بیروت کے محاصرہ کے لیے بحری بیڑہ طلب کیا تھا۔ چنانچہ بحری بیڑہ وہاں پہنچ گیا اور اس کی مدد سے اس نے چند دنوں تک اس کا محاصرہ کیا۔

فرنگی جہاز کی تباہی: اس اثناء میں اسے اطلاع ملی کہ دمیاط کے مقام پر فرنگی مسافروں کی ایک بڑی کشتی بحری طوفان سے ڈوب گئی۔ اس میں فرنگی زائروں کی ایک جماعت سوار تھی۔ جو بیت المقدس کی زیارت کے لیے آ رہی تھی۔ دمیاط کے قریب ہوا کا طوفان آیا اور وہ کشتی تباہ ہو گئی اور فرنگیوں کے ایک ہزار چھ سو افراد قیدی بنا لیے گئے۔

آخر کار سلطان نے بیروت سے الجزیرہ کی طرف (خاص وجوہات کی بناء پر) کوچ کیا جس کا سبب ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

مظفر الدین کی خط و کتابت: مظفر الدین کوکبری بن زین الدین کجک کا باپ موصل کے قلعہ کا نائب حاکم تھا۔ خود مظفر الدین کوکبری' سلطان مودود اور اس کے فرزندوں کے عہد حکومت میں بہت اثر و رسوخ رکھتا تھا آخر میں اربل کا حاکم بن گیا اور وہیں فوت ہوا۔

پھر حاکم موصل عز الدین نے مظفر الدین کو یہ علاقہ دے دیا۔ اس کی ہمدردیاں سلطان صلاح الدین کے ساتھ تھیں اور وہ اسے الجزیرہ کے شہروں کا حاکم بنانا چاہتا تھا اس لیے جب سلطان صلاح الدین بیروت کا محاصرہ کر رہا تھا تو اس نے اس سے خط و کتابت کی اور اسے ان شہروں کے مفتوح ہونے کی توقع دلائی اور اس سے درخواست کی کہ وہ فوراً وہاں پہنچ جائے۔

الجزیرہ کا قصد: چنانچہ سلطان بیروت سے روانہ ہو گیا۔ اس نے یہ مشہور کیا کہ وہ حلب پر فوج کشی کر رہا ہے مگر اس نے دریائے فرات کا رخ کیا جہاں مظفر الدین اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور وہ سب قلعہ البیرہ کی طرف روانہ ہوئے جس کے حاکم نے عز الدین کی اطاعت قبول کر لی تھی۔

حاکم موصل عز الدین اور مجاہد الدین کو جب یہ اطلاع ملی کہ سلطان صلاح الدین نے شام کی طرف پیش قدمی کی ہے تو انہیں یہ مغالطہ ہوا کہ وہ حلب پر (حملہ کرنے کا) قصد کر رہا ہے۔ اس لیے وہ اس کی مدافعت کے لیے روانہ ہوئے مگر جب سلطان نے دریائے فرات کو عبور کیا تو وہ موصل واپس آ گئے انہوں نے رہا کی طرف فوجی دستہ بھیجا۔

فتح رُہا و حران: اُدھر سلطان صلاح الدین نے دیار بکر وغیرہ کے حکام سے خط و کتابت کی اور انہیں (مختلف علاقے دینے کا) وعدہ کیا۔ کیفا کے حاکم نور الدین محمود نے اس نے یہ وعدہ کیا کہ وہ اسے آمد کی حکومت عطا کرے گا۔ چنانچہ وہ اس کے پاس فوج لے کر پہنچ گیا اور اس نے سلطان کے ساتھ شامل ہو کر رُہا کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانے میں رُہا کا حاکم امیر فخر الدین بن مسعود زعفرانی تھا۔ جب اس نے جنگ کی شدت محسوس کی تو اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور شہر صلاح الدین کے حوالے کر دیا بلکہ اس کے ساتھ قلعہ کے محاصرہ میں بھی شریک ہوا۔ یہاں تک کہ قلعہ کے نائب حاکم نے مال و دولت حاصل کر کے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے رُہا اور حران دونوں شہروں کی حکومت مظفر الدین کے حوالے کی۔

فتح رقہ: پھر وہ سب لوگ فوج لے کر رقہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان منبجی تھا۔ وہ شہر چھوڑ کر موصل چلا گیا اسی طرح صلاح الدین نے رقہ بہ آسانی فتح کر لیا۔

فتح بلاد خابور: پھر سلطان قرقیسیا، ماکسین اور عربان کی طرف روانہ ہوا جو خابور کے شہر تھے وہاں اس نے ان تمام شہروں کو فتح کر لیا۔

فتح نصیبین: وہاں سے وہ نصیبین کی طرف حملہ آور ہوا۔ اس نے شہر تو فوراً فتح کر لیا۔ البتہ قلعہ کا محاصرہ چند دنوں تک جاری رہا۔ پھر وہ بھی تسخیر ہو گیا اور سلطان نے اس پر ابوالہیجاء السمین کو اس کا حاکم مقرر کیا۔

فرنگیوں کے اچانک حملے: ان شہروں کی فتوحات سے فارغ ہو کر سلطان صلاح الدین نے حاکم کیفا نور الدین کے ساتھ مل کر موصل پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اتنے میں یہ خبر موصول ہوئی کہ فرنگی فوجوں نے دمشق کے مضافات پر حملہ کر دیا ہے اور وہاں کے دیہات کو تباہ کر دیا ہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ داریا کی جامع مسجد کو تباہ کریں مگر دمشق کے نائب حاکم نے انہیں دھمکی دی کہ "اگر انہوں نے جامع مسجد کو تباہ کیا تو وہ (اس کے بدلے میں) ان کے گرجوں اور خانقاہوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔" لہٰذا وہ اپنے ارادے سے باز آ گئے۔

جنگی تیاریاں: ان تمام خبروں کے باوجود سلطان صلاح الدین نے حملہ موصل کا ارادہ ملتوی نہیں کیا اور موصل کی طرف پیش قدمی کی۔ موصل کے حاکم نے بہت بڑا لشکر اکٹھا کر لیا اور محاصرہ کے لیے مکمل تیاری کر لی تھی اور اپنے نائب کو جنگی تیاریوں کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ چنانچہ سنجار، اربل اور جزیرۂ ابن عمر میں فوجی کمک، اسلحہ اور ضروری مال و دولت اکٹھی کی گئی۔

نا قابل تسخیر شہر موصل: جب سلطان صلاح الدین، مظفر الدین اور شیر کوہ کے فرزند کے ساتھ موصل کے قریب پہنچا تو حاکم شہر کی جنگی تیاریوں کو دیکھ کر وہ سب حیران ہو گئے اور انہیں اس کے نا قابل تسخیر ہونے کا یقین ہو گیا۔ لہٰذا سلطان نے اپنے ان دونوں مشیروں کو برا بھلا کہا کیونکہ ان دونوں نے اسے موصل پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

موصل کی جنگ کا آغاز: بہر حال سلطان نے دوسرے دن یکم رجب کو جنگ کے انتظامات شروع کیے خود وہ باب کندہ کی طرف لشکر لے کر گیا اور اپنے قلعہ دار کو باب الجسر پر مقرر کیا اور اپنے بھائی تاج الملوک کو باب العمادی پر مقرر کیا اور اہل موصل سے جنگ کا آغاز کیا مگر اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تاہم کچھ لوگ نکلے اور انہوں نے مقابلہ کیا سلطان نے فصیل پر ایک منجنیق (قلعہ شکن آلہ) نصب کرایا تو فریق مخالف نے شہر کی سمت سے ایسی نو منجنیقیں نصب کرا دیں۔ پھر شہر سے کچھ فوج نکلی اور اس نے شدید جنگ کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ سلطان کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ رات کے وقت نہ شبخون مار یں اس لیے وہ پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ اس نے اہل شہر کو رات کے وقت مشعلیں لے کر باب الجسر سے نکلتے دیکھا تھا۔ پھر وہ لوٹ گئے تھے۔

مصالحت کی کوشش: اس اثناء میں خلیفہ الناصر کی طرف سے حضرت صدر الدین شیخ الشیوخ اور مشیر الخادم مصالحت کے لیے پہنچ گئے تھے اور سفیروں کا فریقین میں تبادلہ ہوا۔ مگر عز الدین نے سلطان صلاح الدین سے (مصالحت کی شرائط کے سلسلے میں) یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کے مفتوحہ علاقے واپس کر دے سلطان نے اس کے جواب میں کہا کہ (وہ اس شرط پر واپس کرنے کے لیے تیار ہے کہ) وہ اسے حلب کا علاقہ دے دیں۔ مگر وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ پھر سلطان نے یہ شرط پیش کی کہ وہ اس کے حاکم کی مدد کرنا چھوڑ دے مگر اس بات پر بھی وہ تیار نہیں ہوا۔ اس کے بعد حاکم آذربائیجان کے حاکم اور شاہرین حاکم خلاط کے قاصد بھی مصالحت کرانے کے لیے پہنچے مگر انہیں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔

سنجار کا محاصرہ: اسی زمانے میں اہل سنجار نے سلطان کی فوجوں اور ساتھیوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی لہٰذا سلطان نے موصل کا محاصرہ چھوڑ کر سنجار کا قصد کیا۔ وہاں کا حاکم شرف الدین امیر امیران ہندو تھا۔ وہ حاکم موصل عز الدین کا بھائی تھا۔ وہ اپنا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے موجود تھا اور اس کی کمک کے لیے مجاہد الدین نائب حاکم نے بھی فوج بھیج دی تھی۔ تاہم سلطان صلاح الدین نے فوج کشی کر کے سنجار کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ بہت سخت تھا۔ سلطان نے وہاں زوزاویہ کے بعض امراء کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ان سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کی مدد سے سلطان نے ان کی طرف کے برج پر قبضہ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے حاکم امیر امیران نے ہتھیار ڈال دیئے اور جب وہ اپنے لشکر کو لے کر موصل چلا گیا تو سلطان نے سنجار پر قبضہ کر لیا اور اس کا حاکم سعد الدین ابن معین الدین کو مقرر کیا جس کا باپ کامل بن طغرکین دمشق میں تھا۔ یوں سنجار بھی سلطان کے مفتوحہ جزیرہ کے علاقوں میں شامل ہو گیا۔

پھر سلطان صلاح الدین نصیبین گیا وہاں کے باشندوں نے ان کے حاکم ابو الہیجاء السمین کی شکایت کی تو اس نے اس کو معزول کر کے اسے اپنے ساتھ رکھا۔ وہاں سے وہ ۵۷۸ھ میں حران پہنچا۔ یہاں آ کر اس نے اپنی فوج کو منتشر کر دیا تا کہ وہ آرام کرے اور خود اپنے خاص افراد اور مخصوص دوستوں کے ساتھ وہاں قیام پذیر ہوا۔

شاہرین کا پیغام صلح: (حاکم موصل) عز الدین نے (حاکم خلاط) شاہرین سے سلطان صلاح الدین کے مقابلے کے لیے فوجی امداد طلب کی تھی لہٰذا اس نے سلطان کے پاس کئی قاصد بھیجے تا کہ وہ عز الدین کے حق میں اس کی سفارش

منظور کر لے مگر اس نے اس کی بات نہیں مانی۔ اسے مغالطہ ہوتا رہا اس لیے اس نے اپنے ایک دوسرے آزاد کردہ غلام سیف الدین بلتمر کو اس وقت بھیجا جب سلطان سنجار کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اس قاصد کے ذریعے سے اس نے یہ ہدایت کی تھی کہ سلطان محاصرہ ختم کر دے۔ سلطان نے اس کے پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ وہ ٹال مٹول کرتا رہا۔ کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ سنجار کو فتح کر لے گا۔

آخر کار بلتمر (قاصد) نے اپنے آقا کی طرف سے اس کو دھمکی دی اور ناراض ہو کر چلا گیا۔ اس نے سلطان کا انعام واکرام بھی قبول نہیں کیا۔

مخالف فوجوں کا اجتماع: قاصد نے (واپس آ کر) شاہ ارمن کو سلطان کے برخلاف بھڑکایا چنانچہ شاہ ارمن جو خلاط کے بیرونی حصے میں خیمہ زن تھا۔ فوراً ماردین کی طرف روانہ ہوا۔ اس زمانے میں ماردین کا حاکم اس کا بھانجا اور عز الدین (حاکم موصل) کا ماموں زاد بھائی اور اس کا داماد قطب الدین بن نجم الدین تھا۔ حاکم موصل اتابک عز الدین بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت سلطان صلاح الدین سنجار سے لوٹتے ہوئے حران میں مقیم تھا اور اس نے تمام فوجوں کو منتشر کر دیا تھا۔

دشمن کا فرار: جب اس نے سنا کہ یہ سب لوگ (اس کے خلاف) اکٹھے ہو رہے ہیں تو اس نے اپنے بھتیجے تقی الدین ابن شاہنشاہ کو حماۃ سے بلوایا اور راس عین کی طرف کوچ کیا (یہ خبر سن کر) یہ متحدہ فوجیں منتشر ہو گئیں اور ہر ایک فوج اپنے اپنے علاقے کی طرف لوٹ گئی۔ تاہم سلطان صلاح الدین نے ماردین کا قصد کیا اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

فرنگیوں کے بحری حملے: پرنس ارناط (فرنگی) حاکم الکرک نے ایک بحری بیڑہ متفرق اجزاء کے ساتھ تعمیر کرایا اور اس کے متفرق اجزاء لے کر حاکم ایلہ کے پاس گیا اور حسب منشاء اس کے اجزاء جوڑ کر اسے بحر سویز (قلزم) میں لنگر انداز کیا۔ پھر اس بحری بیڑہ کو جنگجو فرنگی فوجوں سے بھر کر اسے بحری حملوں کے لیے روانہ کر دیا ان میں سے ایک جماعت کا تقرر قلعہ ایلہ کے چاروں طرف کیا گیا تاکہ وہ چاروں طرف سے اس کی حفاظت کرے۔ ان میں سے ایک حصہ عیذاب کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے حجاز کے بحری سواحل پر حملے شروع کر دیئے اور وہاں جو تجارتی جہاز اور کشتیاں نظر آئیں انہیں وہ اپنے قبضے میں لانے لگے۔ ان کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جس سے ان کا سابقہ پہلے نہیں پڑا تھا۔ کیونکہ بحر قلزم میں اس سے پہلے کوئی فرنگی تاجر یا فرنگی سپاہی داخل نہیں ہوا تھا۔

فرنگی بیڑہ کی تباہی: اس زمانے میں سلطان صلاح الدین کے نائب کی حیثیت سے اس کا بھائی الملک العادل ابوبکر بن ایوب مصر کا حاکم تھا۔ اس نے (فرنگیوں کے بحری حملوں کو روکنے کے لیے) ایک بحری بیڑہ تعمیر کرایا اور اس میں جنگجو فوج کو سوار کرایا جو مصر کے امیر البحر حسام الدین لولو الحاجب کی قیادت میں بحری جنگ پر روانہ ہوئی۔ سب سے پہلے وہ قائد اس فرنگی بیڑہ کے مقابلہ کرنے کے لیے پہنچا جو چاروں طرف سے ایلہ کی حفاظت کر رہا تھا۔ چنانچہ (مسلمانوں کے اس بحری بیڑہ نے) ان کے بحری بیڑہ کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔

فرنگی بیڑوں کا تعاقب: (اس بحری جنگ میں) کامیابی حاصل کرنے کے بعد یہ اسلامی بیڑہ دوسرے فرنگی بیڑوں کی تلاش میں روانہ ہوا۔ آخر کار وہ عیذاب پہنچا' وہاں انہیں ان کا بیڑہ نظر نہیں آیا اس لیے وہ رابغ (بندرگاہ) کی طرف لوٹ گیا۔ آخر کار فرنگی بیڑہ ساحل حوراء پر نظر آیا۔ وہ حرمین (مکہ مدینہ) اور یمن کی طرف جانے والا تھا اور حاجیوں پر حملہ کرنے کا قصد رکھتا تھا۔ مگر جب انہوں نے لؤلؤ کو مسلمانوں کے بیڑہ کی قیادت کرتے دیکھا تو انہیں اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ اس لیے وہ فرنگی (سمندر سے کود کر) حوراء کی گھاٹیوں میں پناہ گزین ہو گئے۔

(امیر البحر) لؤلؤ بھی اپنی کشتیوں سے اترا اور اس نے بدوؤں کو جو سوار تھے جمع کیا اور ان کی مدد سے ان سے جنگ کر کے انہیں شکست دی۔ ان میں سے اکثر مارے گئے اور جو بچے وہ قیدی بنا لیے گئے۔ ان میں سے کچھ (حج کے موقع پر) منیٰ (حج میں قربانی کے مقام پر) بھیجے گئے۔ جہاں وہ قربانی کے دن قتل کیے گئے باقی قیدیوں کو لے کر وہ مصر واپس آیا۔

فرخ شاہ کی وفات: اس زمانے میں سلطان صلاح الدین کا بھتیجا عز الدین فرخ شاہ بن شاہنشاہ' جو دمشق کا حاکم تھا' فرنگیوں سے جہاد کرنے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں وہ بیمار ہوا' اس لیے وہ لوٹ آیا (اسی بیماری میں) وہ ماہ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں فوت ہو گیا وہ سلطان کے اہل و عیال کا نگران تھا اور سلطان اپنے تمام ساتھیوں سے زیادہ اس پر بھروسہ کرتا تھا۔ اسے اس کی وفات کی خبر اس وقت ملی جب وہ دریائے فرات کو عبور کر کے الجزیرہ اور موصل کی طرف جا رہا تھا۔ لہٰذا سلطان نے (سابق حاکم دمشق) شمس الدین محمد ابن المقدم کو دمشق کا حاکم مقرر کیا اور وہاں اسے اپنا نائب بنایا۔ پھر وہ اپنی مہم پر روانہ ہوا۔

فتح آمد: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صلاح الدین ماردین کی طرف گیا تھا اور وہاں اس کے گرد و نواح میں چند دن مقیم رہا تھا۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے آمد کی طرف پہنچا اس نے نور الدین حاکم کیفا سے (اس کو فتح کر کے اسے دینے کا) معاہدہ کر رکھا تھا۔ لہٰذا سلطان نے ماہ ذوالحجہ کی پندرہ تاریخ کو شہر آمد کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کا حاکم بہاء الدین بن بیسان تھا۔ یہ شہر بہت محفوظ و مستحکم تھا' مگر ابن بیسان کا انتظام سلطنت بہت خراب تھا اس نے عوام پر بخشش کرنے سے اپنے ہاتھ کھینچ رکھے تھے۔ اس لیے یہاں کے باشندے اس کی بدباطنی اور مظالم سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس نے ان کے لیے روزی اور معیشت کی راہیں بھی بند کر رکھی تھیں۔

تین دن کی مہلت: سلطان صلاح الدین نے انہیں پیغام بھیجا جس میں ترغیب اور زجر و توبیخ کے دونوں پہلو تھے۔ لہٰذا انہوں نے ابن بیسان سے غداری کی اور اس کی حمایت میں جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لیے ابن بیسان نے اپنے گھر کے باہر نقب لگا کر اپنی خواتین کو قاضی الفاضل کے ہمراہ سلطان کے پاس بھیجا تاکہ وہ رحم کھا کر اسے کوچ کے لیے تین دن کی مہلت دے۔ سلطان نے اس کی درخواست منظور کر لی۔

سامان کی منتقلی: ابن بیسان نے شہر کے باہر ایک خیمہ لگایا جہاں وہ اپنے مال و متاع کو ذخیرہ منتقل کرنے لگا۔ لوگوں نے اس کو درخور اعتنا نہیں سمجھا لہٰذا اس کی (منتقلی) کا کام مشکل ہو گیا۔ اس لیے اس نے سلطان صلاح الدین سے اس

سلسلے میں امداد طلب کی۔ سلطان نے اسے چو پائے اور آدمی بھجوائے۔ اس طرح اس نے تین دن میں اپنا سامان منتقل کر لیا۔ جب یہ مدت گذر گئی تو اسے باقی سامان لے جانے سے روک دیا گیا۔

معاہدہ کی پابندی: آخر کار سلطان صلاح الدین نے عاشورہ محرم ۵۷۹ھ میں اس شہر کو فتح کر لیا۔ فتح کرنے کے بعد سلطان نے (معاہدہ کے مطابق) یہ شہر آمد حاکم کیفا نورالدین کے حوالے کر دیا۔ اس نے سلطان کو یہ اطلاع دی کہ اس شہر میں (مال و متاع کے) بہت سے ذخیرے موجود ہیں۔ جنہیں وہ اپنے لیے لے جا سکتے ہیں مگر سلطان نے لے جانے سے انکار کر دیا اور کہا ''میری یہ عادت نہیں ہے کہ میں اصل چیز دے دوں اور اس کی شاخ (فرع) سے دریغ کر دوں''۔

جب نورالدین (حاکم کیفا) شہر میں داخل ہوا تو اس نے سلطان صلاح الدین اور اس کے امراء کو جشن فتح میں بلوایا جو اس نے ان کے اعزاز میں منعقد کیا تھا۔ اس جشن میں اس نے ان سب کے شایان شان تحائف پیش کیے۔ اس کے بعد سلطان وہاں سے واپس چلا گیا۔

فتح تل خالد و عنتاب: جب سلطان صلاح الدین آمد کی فتح سے فارغ ہوا تو وہ حلب کی عملداری میں گھس گیا۔ اس نے تل خالد کا محاصرہ کر کے اس کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے اور اس نے انہیں پناہ دے کر اسے ماہ محرم ۵۷۹ھ میں فتح کر لیا۔

پھر اس نے عنتاب کی طرف کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا وہاں کا حاکم ناصر الدین محمد تھا جو شیخ اسماعیل کا بھائی تھا۔ وہ سلطان نورالدین عادل کا خزانچی اور اس کا دوست تھا اور اسی نے اس کو وہاں کا حاکم بنایا تھا۔

اس نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ اس کی اطاعت قبول کرتا ہے لہٰذا سلطان اسے اس کی اپنی حکومت پر بحال کر دے۔ سلطان نے حلف لے کر اس کی یہ بات مان لی اور وہ سلطان کی خدمت میں رہنے لگا۔ اس موقع پر مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔

نصرتِ الٰہی کے واقعات

بحری جنگ میں فتح: ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ مصر کا بحری بیڑہ روانہ ہوا اس کا سمندر میں فرنگیوں کے ایک بحری بیڑے سے مقابلہ ہوا جس میں چھ سو مسلح فرنگی سپاہی سوار تھے اور ان کے ساتھ بہت مال و متاع تھا۔ یہ لوگ شام کے فرنگیوں کے پاس جا رہے تھے۔ مسلمانوں نے ان پر فتح حاصل کی اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب لوٹ لیا۔ پھر وہ مصر صحیح و سالم لوٹ آئے۔

باران رحمت: دوسرا واقعہ خشکی کی جنگ کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ فرنگیوں کے ایک فوجی دستے نے داروم کے مقام پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ایلہ کے مقام پر انہیں پکڑ لیا اور عسیلہ تک ان کا تعاقب کیا اس عرصہ میں مسلمانوں کو سخت پیاس لگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بارش برسائی اس کی وجہ سے وہ بہت سیراب ہو گئے پھر انہوں نے فرنگیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور ان کا صفایا کر دیا۔ اس کے بعد فرنگی مطیع ہو گئے اور مسلمان بخیر و عافیت مصر واپس آ گئے۔

ملک صالح کی وفات: ملک صالح اسماعیل بن نور الدین صرف حلب کا حاکم رہ گیا تھا۔ اس کے علاوہ شام کا کوئی علاقہ اس کے قبضہ میں نہ تھا اس نے (اپنی زندگی میں) حلب کو سلطان صلاح الدین سے بچائے رکھا۔ وہ ۵۷۷ھ کے وسط میں فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے چچا زاد عز الدین حاکم موصل کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا لہٰذا (اس کی وفات کے بعد) عز الدین اپنے نائب مجاہد الدین قایماز کو لے کر حلب پہنچا اور اسے اپنی عملداری میں شامل کر لیا۔

سلطنتوں کا تبادلہ: اس کے بعد اس کے بھائی عماد الدین نے جو سنجار کا حاکم تھا حلب سے سنجار کا تبادلہ کرنا چاہا۔ عز الدین نے تبادلہ کی تجویز منظور کر لی۔ اس نے اپنے بھائی سے سنجار کا علاقہ حاصل کر لیا۔ اس کے بعد وہ موصل واپس آ گیا۔ پھر عماد الدین حلب گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

سلطان صلاح الدین کو سلطنتوں کا یہ تبادلہ ناگوار گذرا۔ اسے یہ اندیشہ ہوا کہ عماد الدین (حلب پر قبضہ کرنے کے بعد) شام کی طرف فوج کشی کرے گا۔

محاصرۂ حلب: اس وقت سلطان مصر میں تھا لہٰذا وہ فوراً شام پہنچا اور وہاں سے الجزیرہ پہنچا وہاں کے کئی علاقوں پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اس نے موصل کا محاصرہ کیا۔ پھر آمد کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فتح کر لیا۔ پھر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ حلب کی عملداری میں گھس گیا اور اس نے تل خالد اور عنتاب کے علاقے فتح کر لیے پھر اس نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور ماہ محرم ۵۷۹ھ میں اس کا محاصرہ کر لیا وہ چند دنوں تک میدان اخضر میں مقیم رہا۔ پھر وہ جبل جوشن کی طرف منتقل ہو گیا اور وہاں صبح و شام جنگ کرتا رہا۔

فتح حلب: عماد الدین کے لشکر نے اس سے تنخواہ کا مطالبہ کیا اور وہ اسے یہ کہہ کر تنگ کرتے رہے کہ وہ حلب کا شہر صلاح الدین کے سپرد کر دیں گے۔ لہٰذا اس نے اس مقصد کے لیے طومان البارزقی کو بھیجا جو صلاح الدین کا حامی تھا۔ اس نے یہ شرائط پیش کیں کہ اسے سنجار، نصیبین، رقہ اور خابور کے علاقے دے دیئے جائیں ان کے بدلے میں وہ حلب کی حکومت سے دستبردار ہو جائے گا۔ چنانچہ ان شرائط پر حلف نامہ تیار کیا گیا۔ پھر اسی سال کے ماہ صفر کی اٹھارہ تاریخ کو عماد الدین ان شہروں کی طرف روانہ ہوا اور سلطان صلاح الدین حلب میں داخل ہو گیا۔ سلطان نے عماد الدین کے سامنے یہ شرط بھی رکھی تھی کہ جب وہ واپس آئے تو وہ اس کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل رہے عماد الدین جب حکومت سے دستبردار ہوا تو اس موقع پر جشن منایا گیا۔ اس کے بعد عماد الدین (اپنے نئے علاقوں کی طرف) واپس چلا گیا۔

تاج الملوک کی وفات: حلب کے محاصرہ کے موقع پر جو لوگ ہلاک ہوئے ان میں سلطان صلاح الدین کا چھوٹا بھائی بھی شامل تھا جس کا نام تاج الملوک نور الدین تھا وہ اس محاصرہ میں زخمی ہوا تھا اور وہ ان زخموں کی وجہ سے صلح کے بعد اس سے پہلے کہ سلطان شہر میں داخل ہو فوت ہو گیا۔

قلعہ حارم کی تسخیر: حلب کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین نے قلعہ حارم کی طرف فوج کشی کی۔ وہاں کا حاکم امیر

طر خنک تھا جو سلطان نور الدین زنگی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ یہ قلعہ اب ملک صالح کے ماتحت تھا۔ سلطان نے اس کا محاصرہ کیا پھر فریقین میں قاصدوں کا تبادلہ ہوا مگر قلعہ کے حاکم نے صلح نہیں کی۔ اس کے برخلاف اس نے فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی۔ جب اس کی فوج کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے حاکم پر حملہ کر کے اسے قید کر لیا۔ پھر انہوں نے سلطان صلاح الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ یوں سلطان نے یہ قلعہ فتح کر لیا اور اپنے ایک خاص آدمی کو اس کا حاکم مقرر کر دیا۔

نئے حکام کا تقرر: سلطان نے تل خالد کا علاقہ تل باشر کے حاکم بارو قی کو عطا کیا قلعہ عزاز کو عماد الدین اسماعیل نے ویران کر دیا تھا۔ اس کا حاکم سلطان نے سلیمان بن جبار[1] کو مقرر کیا۔ سلطان نے حلب میں اس وقت تک قیام کیا جب تک کہ تمام کام پورے نہیں ہوئے اس نے تمام علاقوں کے حکام مقرر کر کے دمشق کا راستہ لیا۔

حلب کا نیا حاکم: جب سلطان صلاح الدین حلب کے کاموں سے فارغ ہوا تو اس نے وہاں کا حاکم اپنے فرزند الظاہر غازی کو مقرر کیا۔ اس کی صغیر سنی کی وجہ سے سلطان نے امیر سیف الدین تازکج کو اس کا نگران مقرر کیا جو امرائے اسدیہ میں سب سے بزرگ تھا۔

دوبارہ جہاد کی تیاری: جب سلطان دمشق پہنچا تو اس نے جہاد کی تیاری شروع کی اور شام الجزائر اور دیار بکر کی فوجوں کو اکٹھا کیا۔ پھر فرنگیوں کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی۔ سلطان نے ۵۷۹ھ کے درمیانی زمانے میں دریائے اردن کو عبور کیا۔ اسے دیکھ کر ان علاقوں کے لوگ بھاگ گئے اس لیے سلطان نے بیسان کی طرف پیش قدمی کی' چنانچہ اسے ویران کر کے اسے جلا دیا۔ اس کے بعد سلطان نے تمام گرد و نواح پر حملہ کیا وہاں فرنگی فوجیں اکٹھی ہو گئی تھیں مگر سلطان کو دیکھ کر انہوں نے جنگ سے گریز کیا بلکہ پہاڑی پر چڑھ کر اس کی پناہ لی اور چاروں طرف خندق کھود لی۔

فرنگی علاقوں کی تباہی: سلطان نے پانچ دن تک ان کا محاصرہ کیا اور بتدریج انہیں نیچے اترنے پر آمادہ کرنا چاہا مگر وہ مقابلے کے لیے نہیں آئے آخر کار سلطان وہاں سے واپس چلے گئے اور اس کے گرد و نواح پر حملہ کر کے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر وہ اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

الکرک کا محاصرہ: جب سلطان بیسان کی جنگ سے واپس آیا تو اس نے الکرک پر حملہ کرنے کی تیاری کی اور لشکر لے کر روانہ ہوا۔ سلطان نے اپنے بھائی ابوبکر الملک العادل بن ایوب کو جو مصر میں اس کا نائب حاکم تھا بلوایا تا کہ وہ الکرک کے قریب آ کر اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ سلطان نے اسے حلب اور اس کے قلعہ کی حکومت بھی پیش کی تھی جو اس نے منظور کر لی تھی۔ سلطان نے اسے یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہ وہاں سے اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو لے کر آئے۔ چنانچہ وہ سلطان کے ساتھ الکرک کے مقام پر آ کر شامل ہوا۔ اسلامی لشکر نے چند دنوں تک اس کا محاصرہ کیا اور اس کے بیرونی

---

[1] تاریخ الکامل لابن اثیر میں اس کا نام سلیمان بن جندر مذکور ہے۔ (مترجم)

علاقے فتح کر لیے تھے۔ انہوں نے شہر پناہ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) بھی نصب کر دیے تھے۔
تاہم سلطان نے اس کے محاصرہ کی مکمل تیاری نہیں کی تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ فرنگی فوجیں اس کی زبردست مدافعت کریں گی چنانچہ ماہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو اس کا محاصرہ ختم کر دیا۔

حکام کے تبادلے: سلطان صلاح الدین نے اپنے بھائی الملک العادل کے بجائے اپنے بھتیجے تقی الدین ابن شاہ کو مصر کا حاکم مقرر کیا اور الملک العادل کو اپنے ساتھ دمشق لے گیا اور اسے حلب، منبج اور ان سے متعلقہ علاقوں کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے اسی سال ماہ رمضان المبارک میں اسے حلب بھیج دیا تھا اور اپنے فرزند الظاہر غازی کو حلب سے واپس بلا لیا۔

الکرک کا دوبارہ محاصرہ: سلطان ۵۸۰ھ میں ماہ ربیع الآخر میں الکرک کے محاصرہ کے لیے دوبارہ روانہ ہوا۔ اس سے پیشتر اس نے فوجوں کو اکٹھا کر لیا تھا اور نینوا کے حاکم نور الدین اور مصری فوجوں کو بلوا لیا تھا اور الکرک کے محاصرہ کے لیے مکمل تیاریاں کر لی تھیں۔ اس نے اس کے بیرونی علاقے پر مجانیق نصب کر کے اسے فتح کر لیا تھا اب قلعہ کا خندق کے پیچھے کا حصہ باقی رہ گیا تھا یہ خندق بیرونی علاقے اور قلعہ کے درمیان حائل تھی۔ اس کی گہرائی ساٹھ گز تھی۔ اس مقصد کے لیے تیر اندازی اور سنگ باری کا مقابلہ ہوا۔ اہل قلعہ نے اپنے بادشاہ سے مزید فوجی کمک طلب کی اور اپنی حالت بیان کی۔ لہٰذا فرنگیوں نے فوج اکٹھی کی اور پھر اس قلعہ کی طرف کوچ کیا۔
سلطان بھی ان سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور ایک سخت زمین پر پہنچ کر ان سے مقابلہ کا انتظار کرتا رہا مگر ان فرنگی فوجوں نے میدان جنگ سے نکلنے سے گریز کیا تو سلطان اپنی فوج لے کر چند فرسخ پیچھے ہٹ گیا اور فرنگیوں کی فوجیں الکرک کی طرف چلی گئیں۔

فرنگی بستیوں کی تباہی: جب سلطان نے یہ دیکھا کہ الکرک کا قلعہ مزید فوجی امداد کی وجہ سے زیادہ محفوظ ہو گیا ہے تو اس نے یہ محاصرہ بھی ختم کر دیا اور نابلس کی طرف کوچ کر کے اسے ویران کر دیا اور وہاں آگ لگا دی پھر وہ سبطیہ کی طرف روانہ ہو گیا جہاں حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار مبارک تھا۔ سلطان نے وہاں سے مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔ پھر ان سے موضع جینین کی طرف کوچ کیا اور اسے لوٹ کر ویران کر دیا۔
سلطان نے وہاں سے ہر طرف فوجی دستے بھیجے اور راستہ میں جہاں سے گذرا اسے لوٹ کر تباہ کر دیا۔ یوں اسلامی لشکر نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر سلطان فتح و نصرت کے ساتھ دمشق واپس آ گیا۔

الجزیرہ کی طرف پیش قدمی: پھر سلطان صلاح الدین دمشق سے الجزیرہ کی طرف ماہ ذوالقعدہ ۵۸۱ھ میں روانہ ہوا اور دریائے فرات کو عبور کیا۔ اس سے پیشتر مظفر الدین کوکبری علی کوچک اسے ہر بات پر آمادہ کیا کرتا تھا کہ وہ موصل پر حملہ آور ہو۔ اس نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ جب سلطان وہاں آئے گا تو وہ پچاس ہزار دینار اسے پیش کرے گا۔
جب سلطان حران پہنچا تو اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اس لیے سلطان نے اسے گرفتار کر لیا مگر اہل جزیرہ کی تکلیف کے اندیشے سے اسے رہا کر دیا اور انہیں حران اور رہا کا علاقہ واپس دے دیا۔

موصل پر حملہ کی تیاری: سلطان نے ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا تو اس کے لشکر میں حاکم کیفا نور الدین اور جزیرۂ ابن عمر کے حاکم معز الدین سنجار شاہ بھی شامل ہو گئے۔ معز الدین سنجار شاہ نے مجاہد الدین نائب حاکم کے زوال کے بعد اپنے چچا عز الدین حاکم موصل کی اطاعت ترک کر دی تھی۔

خواتین کی درخواست: یہ سب حکام سلطان صلاح الدین کے ساتھ موصل پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب یہ شہر بلد پہنچے تو وہاں سلطان سے عز الدین کی والدہ اور اس کے چچا نور الدین کی بیٹی اور شاہی خاندان کے دیگر افراد نے ملاقات کی انہوں نے سلطان سے مصالحت کی اور درخواست کی کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ سلطان ان خواتین کی درخواست رد نہیں کرے گا بالخصوص سلطان نور الدین کی صاحبزادی کی بات ضرور منظور کر لے گا۔

اہل موصل سے جنگ: سلطان صلاح الدین نے اس بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو فقیہ عیسیٰ اور علی بن احمد المشطوب نے یہ مشورہ دیا کہ ان خواتین کی درخواست کو نامنظور کر دیا جائے۔ اس کے بعد یہ لشکر موصل کی طرف روانہ ہوا اور اہل موصل سے انہوں نے جنگ شروع کر دی۔ اہل موصل نے جان کی بازی لگا کر مقابلہ کیا وہ خواتین کی درخواست کو رد کر دینے پر بہت ناراض تھے اس لیے شہر فتح نہیں ہو سکا۔ سلطان نے غلط مشورہ دینے پر اپنے ساتھیوں کو بہت برا بھلا کہا۔

جنگ میں ناکامی: اتنے میں اربل کا حاکم زین الدین یوسف اور اس کا بھائی مظفر الدین کوکبری آ گئے۔ سلطان نے ان دونوں کو مشرقی سمت پر متعین کیا اور علی بن احمد المشطوب الہکاری کو الجزیرہ کے قلعہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس کا محاصرہ کرے۔ ہکاریہ کرد قوم اس کے خلاف اس وقت تک صف آراء رہیں جب تک سلطان صلاح الدین ایوبی موصل سے واپس نہیں آیا۔

حاکم موصل عز الدین کو یہ اطلاع ملی کہ اس کا نائب زلفندار جو قلعہ کا حاکم ہے سلطان صلاح الدین سے خط و کتابت کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے اسے اس کام سے روکا۔

خلاط کے حالات

شاہ ارمن کی وفات: اس اثناء میں سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ خلاط کا حاکم شاہ ارمن فوت ہو گیا ہے لہٰذا سلطان نے یہ موقع غنیمت سمجھا کہ وہ اس کی مملکت کو فتح کر لے جو آگے چل کر اس کی سلطنت کے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے پھر اسے وہاں کے باشندوں کے خطوط بھی موصول ہوئے جن میں اسے وہاں بلایا گیا تھا اس لیے وہ موصل چھوڑ کر اُدھر روانہ ہو گیا۔

اہل خلاط کی سیاسی چال: حقیقت یہ ہے کہ اہل خلاط نے اسے مکر و فریب کے ساتھ بلوایا تھا کیونکہ اس زمانے میں آذربائیجان کے حاکم شمس الدین بہلوان بن ایلدکز نے بھی اس علاقے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا اس نے بوڑھا ہونے کے باوجود اپنی بیٹی کا نکاح شاہ ارمن سے کر دیا تھا تاکہ اس کے رشتے کے ذریعے وہ خلاط پر قبضہ کر لے لہٰذا جب وہ اس

مقصد کے لیے روانہ ہوا تو انہوں نے سلطان صلاح الدین سے خط و کتابت کی' ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کو لڑوا کر اپنے علاقے کی مدافعت کر سکیں۔

بہلوان کی اطاعت: چنانچہ سلطان صلاح الدین خلاط کے لیے روانہ ہوا' اس کے ہراول فوجی دستوں کی قیادت ناصر الدین محمد بن شیر کوہ اور مظفر الدین حاکم اربل وغیرہ کر رہے تھے۔ جس زمانے میں ان لوگوں نے پیش قدمی کی تھی اسی زمانے میں حاکم آذربائیجان بھی وہاں پہنچا اور وہ خلاط کے قریب مقیم ہوا۔ اہل خلاط کے قاصدوں نے بیک وقت سلطان صلاح الدین اور بہلوان (حاکم آذربائیجان) دونوں سے گفت و شنید کی' آخرکار اہل خلاط نے بہلوان (حاکم آذربائیجان) (کی اطاعت قبول کر کے) اس کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوا دیا۔

قطب الدین کی وفات: جب اہل خلاط نے بہلوان کے نام کا خطبہ پڑھوایا تو اس وقت صلاح الدین شہر میافارقین کے قریب تھا۔ یہ شہر حاکم ماردین قطب الدین کے ماتحت تھا۔ وہ فوت ہو گیا تھا اور اس کے بعد اس کا ایک صغیر سن لڑکا رہ گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس کی حکومت حاکم خلاط شاہ رمن کے سپرد کر دینے کی وصیت کی تھی اور اس نے وہاں اپنا لشکر متعین کر دیا تھا۔

میافارقین کا محاصرہ: جب شاہ رمن فوت ہو گیا تو سلطان نے میافارقین کے شہر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ اس نے ۵۸۱ھ میں یکم ماہ جمادی الاول کو اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔

سلطان کا پیغام: یہاں (میافارقین) کا سپہ سالار اسد الدین برنقش تھا' اس نے شہر کی اچھے طریقے سے مدافعت کی۔ اس شہر میں قطب الدین (مرحوم حاکم) کی بیوی اپنی لڑکیوں کے ساتھ رہتی تھی وہ حاکم کیفا نور الدین کی بہن تھی۔ سلطان صلاح الدین نے اس بیوہ کو یہ پیغام پہنچایا کہ "برنقش شہر اس کے حوالے کر دینا چاہتا ہے اور ہم تمہارے بھائی نور الدین کے حق کی یوں حمایت کرتے ہیں کہ میں تمہاری بیٹیوں کا نکاح اپنے بیٹوں سے کر دوں گا۔ اس طرح شہر ہمارے قبضے میں رہے گا۔"

شہر پر تسلط: ادھر برنقش کو کسی نے یہ اطلاع دی کہ خاتون (حاکم کی بیوہ) سلطان صلاح الدین کی حمایت کر رہی ہے اور اہل خلاط نے بھی اس کے ساتھ خط و کتابت کی ہے چونکہ اہل خلاط کی خط و کتابت کی خبر صحیح تھی' اس لیے وہ گھبرا گیا اور اس نے جاگیر اور مال کی شرط کے ساتھ شہر حوالے کر دینے کا پیغام بھیج دیا۔ پھر اس نے شہر سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے شہر کو فتح کر کے اپنے ایک فرزند کا نکاح خاتون کی ایک بیٹی سے کر دیا اور اسے اور اس کی بیٹیوں کو قلعہ ہتاخ میں ٹھیرایا۔

موصل کی طرف روانگی: یہاں سے سلطان موصل کی طرف روانہ ہوا۔ وہ نصیبین سے گزرتا ہوا کفرزمان پہنچا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ یہاں موسم سرما گزارے اور موصل کے تمام اضلاع کا محصول وصول کر کے اسے اپنے کام میں لائے اور

موصل کی تمام اراضی کو مختلف لوگوں میں تقسیم کرے۔

صلح کی شرط: مجاہد الدین مصالحت پر آمادہ ہو گیا اور ایلچیوں کی آمد و رفت ہو گئی اور یہ شرط رکھی گئی کہ عز الدین اسے شہرزور اور اس کا ملحقہ علاقہ' غرابلی کا علاقہ اور زاب کے پیچھے کے اضلاع دے۔

مصالحت کی تکمیل: سلطان صلاح الدین اس عرصے میں بیمار ہو گیا تو وہ حران واپس آ گیا۔ اس کے ایلچی یہ خبر لے کر آئے کہ اس کے مطالبات منظور ہو گئے ہیں لہٰذا مصالحت ہو گئی اور باہمی حلف نامہ کے بعد شہر حوالے کر دیئے گئے۔

سلطان کی بیماری: تاہم سلطان صلاح الدین حران میں طویل عرصے تک بیمار رہا اس کے پاس اس کا بھائی ملک عادل' حاکم حلب اور اس کا فرزند الملک العزیز عثمان بن صلاح الدین موجود تھے۔

ایوبی سلطنت کی تقسیم: جب سلطان کے مرض نے خطرناک صورت اختیار کی تو اس نے اپنی مملکت اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دی اور سارے ملک کا نگران اپنے بھائی ملک عادل کو بنایا۔ پھر سلطان ماہ محرم ۵۸۲ھ میں دمشق واپس چلا گیا۔

ناصر الدین کی وفات: جب سلطان حران میں تھا تو اس کا چچازاد بھائی ناصر الدین محمد بن شیرکوہ بھی وہاں موجود تھا اس کی جاگیر میں حمص اور رحبہ کا علاقہ شامل تھا۔ وہ سلطان سے پہلے حمص واپس چلا گیا تھا جب وہ حلب پہنچا تو اس نے وہاں کے امراء کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اگر سلطان صلاح الدین فوت ہو جائے تو وہ اس کے بادشاہ بننے کی حمایت کریں۔ اس کے بعد وہ حمص پہنچ گیا اس نے اہل دمشق کو بھی اسی قسم کا پیغام بھجوایا۔ مگر قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ سلطان صلاح الدین تو اپنی خطرناک بیماری سے تندرست ہو گیا اور ناصر الدین بقر عید کی رات کو فوت ہو گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ اسے زہر دے کر پوشیدہ طور پر ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا بارہ سالہ فرزند شیرکوہ اس کی عملداری کا حاکم اور جانشین مقرر ہوا۔

تقسیم سلطنت کی تفصیلات: سلطان صلاح الدین کا ایک فرزند الملک العزیز عثمان حلب میں اس کے بھائی ملک عادل کی نگرانی میں تھا اور اس کا بڑا فرزند افضل علی مصر میں اس کے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کی نگرانی میں تھا۔ اسے سلطان نے اس وقت مصر بھیجا تھا جبکہ اس نے ملک عادل کو وہاں سے بلوا لیا تھا۔ جب سلطان حران میں بیمار ہوا تو اسے اس بات پر افسوس ہوا کہ اس نے اپنے کسی بیٹے کو کسی علاقے کا مستقل اور آزاد حاکم نہیں مقرر کیا اور اس کے بعض گہرے دوستوں نے بھی اسے اس طرف توجہ دلائی۔ لہٰذا اس نے اپنے ایک فرزند کو اپنے بھائی ملک عادل کی سرپرستی میں حلب کی طرف مصر کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ پھر اس نے الجزیرہ کے علاقے میں سے حران' رہا اور میافارقین کا علاقہ ملک عادل کو دے دیا اور اپنے فرزند عثمان کو مصر کا (خود مختار) حاکم مقرر کیا۔

تقی الدین کی مخالفت: پھر اس نے اپنے فرزند افضل اور اپنے بھتیجے تقی الدین کو بلوا بھیجا مگر تقی الدین سلطان کے

پاس نہیں گیا اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے آزاد کردہ غلام قراقوش کے پاس مغرب (شمالی افریقا) میں ان علاقوں کی طرف چلا جائے۔ کیونکہ اس نے طرابلس اور افریقیہ کے علاقہ جرید کو فتح کر لیا تھا۔

شامی علاقوں پر تقرر: (جب سلطان صلاح الدین کو اس بات کا علم ہوا تو) اس نے نرمی اور خوش اخلاقی کے ذریعے خط لکھ کر اسے بلوا لیا' جب وہ وہاں پہنچا تو سلطان نے حماۃ' منبج' معرۃ' کفر طاب' جبل جوز اور اس کے تمام علاقے کی حکومت اسے عطا کی۔

تقی الدین سے متعلق دوسری روایت: ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب تقی الدین کو سلطان صلاح الدین کے مرض اور اس کی موت کی غلط خبر ملی تو اس نے خود بادشاہ بننا چاہا یہ خبر سلطان صلاح الدین کو مل گئی تھی' لہٰذا اس نے فقیہ عیسیٰ الہکاری کو بھیجا کیونکہ اس کا حکم سب مانتے تھے سلطان نے اسے یہ ہدایت دی تھی کہ وہ تقی الدین کو مصر سے نکال کر خود قیام کرے چنانچہ وہ وہاں اطلاع دیئے بغیر پہنچ گیا اور اس نے تقی الدین کو نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ شہر کے باہر ٹھہرا رہا اس کے بعد وہ مغرب (شمالی افریقا) جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ مگر سلطان نے خط لکھ کر اسے بلوا لیا۔

صلیبی حکام کے حالات: طرابلس کے فرنگی حاکم ایمنڈ بن ریمنڈ بن صنجیل نے طبریہ کی فرنگی ملکہ سے نکاح کر لیا تھا اور اس کے پاس جا کر رہنے لگا تھا۔ اس عرصے میں شام کا فرنگی بادشاہ' جو جذامی تھا فوت ہو گیا اس نے اپنے صغیر بن بھتیجے کو ولی عہد بنایا تھا (لہٰذا وہ اس کا جانشین ہوا) طرابلس کا یہ فرنگی حاکم اس کا نگران بنا اور چونکہ وہ فرنگی حکام میں سب سے زیادہ بزرگ تھا' اس لیے وہ اس کی مملکت کا انتظام کرتا رہا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ نگرانی کے پردے میں وہ اس علاقے پر قابض ہو جائے مگر اتفاق سے وہ (جانشین) صغیر بن حاکم فوت ہو گیا تو اس کی سلطنت' اس کے باپ کی طرف منتقل ہو گئی۔ یوں حاکم طرابلس کو اپنی توقعات میں ناکامی ہوئی۔

صلیبی بادشاہ کی تاج پوشی: اس کے بعد فرنگی ملکہ نے مغرب سے آنے والے ایک فرنگی سے نکاح کر لیا اور ایک جشن میں اس کو تاج پہنا کر اپنی حکومت سے اپنے آپ کو دست بردار کرنے کا اعلان کیا۔ اس جشن (تاج پوشی) میں تمام بشپ مذہبی پیشوا' راہبوں اور استبار یہ داویہ اور بارونیہ (فرقوں) نے شرکت کی۔

صلیبی حاکم کی بغاوت: اس کے بعد حاکم طرابلس سے مطالبہ کیا گیا کیونکہ وہ جب صغیر بن بچے کی کفالت کر رہا تھا کہ وہ اس زمانے کے محصولات کی وصولی کا حساب پیش کرے یہ اس پر وہ سخت ناراض ہو گیا اور علانیہ بغاوت اور نافرمانی کا اعلان کرنے لگا اس کے بعد اس نے سلطان صلاح الدین سے خط و کتابت کی اور اس کے پاس چلا گیا۔ سلطان نے اسے اپنے شہر میں اس کے ہم مذہب (عیسائی) افراد کا حاکم مقرر کر دیا اور (اس کی حمایت کے لیے) سلطان نے ان عیسائی سرداروں کو بھی رہا کر دیا جو اس کی قید میں تھے اس بات سے وہ بہت خوش ہوا اور یہ فعل فرنگی افراد کے شہروں کو فتح کرنے اور بیت المقدس کو ان سے واپس لینے کا ذریعہ بنا۔

مسلمان فوجوں کی فتح مندی: سلطان صلاح الدین نے طبریہ کی سمت سے تمام فرنگی بستیوں میں اپنے فوجی دستے بھیجے۔ چنانچہ وہ ان کے علاقوں کو تباہ کر کے مال غنیمت حاصل کر کے لوٹتے تھے۔ یہ تمام واقعات ۵۸۲ھ میں رونما ہوئے۔

صلیبی حاکم الکرک سے صلح: ان فرنگی حکام میں پرنس ارناط جو الکرک کا حاکم تھا سب سے زیادہ چالباز اور خطرناک تھا۔ سلطان نے ان پر زبردست حملہ کر کے اس کے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ آخر کار وہ صلح کرنے پر آمادہ ہوا اور اس سے صلح کرنے کے بعد دونوں قوموں کے درمیان کے راستے پرامن ہو گئے تھے۔

صلیبی حاکم کی غداری: مگر اسی سال (مسلمان) تاجروں اور فوجیوں کا ایک قافلہ (اس کے علاقے سے) گذرا تو اس (فرنگی حاکم) نے غداری کر کے انہیں قید کر لیا اور ان کے ساتھ جو سامان تھا اسے لوٹ لیا۔ سلطان صلاح الدین نے پیغام بھیج کر اس سے باز پرس کی۔ مگر اس فرنگی حاکم (ارناط) نے اپنے غداری پر اصرار کیا۔ اس پر سلطان نے یہ عہد کیا کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو وہ اسے قتل کر کے چھوڑے گا۔ چنانچہ سلطان نے اس مقصد کے لیے موصل' الجزیرہ' اربل' مصر و شام کے مسلمانوں کو دعوت جہاد دی اور وہ ماہ محرم ۵۸۳ھ میں سلطان تمام لشکر کو لے کر دمشق سے روانہ ہوا اور وہ راس الماء تک پہنچ گیا۔

حج کے قافلہ کی حفاظت: اس اثناء میں سلطان کو یہ خبر ملی کہ پرنس ارناط حاکم الکرک شام کے حاجیوں کے قافلے پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت سلطان کے ساتھ اس کا بھتیجا محمد بن لاجین وغیرہ بھی شامل تھے۔ لہٰذا سلطان نے کچھ لشکر اپنے فرزند الافضل علی کی قیادت میں چھوڑا اور خود اس نے بصری کی طرف لشکر کشی کی۔ جب پرنس ارناط نے سلطان کے لشکر کی آمد کی خبر سنی تو وہ حملہ کرنے سے باز رہا اور حاجیوں کا قافلہ صحیح سالم چلا گیا۔

صلیبی علاقوں کی تباہی: اس کے بعد سلطان صلاح الدین الکرک کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اپنے فوجی دستے الکرک کے علاقے اور شوبک کے علاقے میں بھیجے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں علاقوں کو تباہ کر دیا۔ پرنس ارناط الکرک میں محصور ہو گیا۔ کیونکہ دوسری فرنگی فوجیں اس کی امداد کے لیے نہیں پہنچ سکیں۔ کیونکہ یہ فوجیں سلطان کے فرزند الافضل کی فوجوں کے ساتھ جنگ کر رہی تھیں۔ اس اثناء میں سلطان نے اپنے فرزند الافضل کو حکم دیا کہ وہ ایک فوجی مہم عکا بھیجے تاکہ وہ اس کے گردونواح کو تباہ کر سکے۔

مسلمانوں کی عظیم فتح: الافضل نے مظفر الدین کوکبری حاکم حران و رہا اور قایماز النجمی اور دلدرم الیاروقی کو بھیجا۔ یہ لوگ ماہ صفر کے آخر میں فوج لے کر روانہ ہوئے۔ انہوں نے صبح سویرے صفوریہ پر حملہ کیا جہاں (صلیبی) جاں نثار رضاکاروں اور اسبتاریہ (جماعت) کے فوجی دستے جمع تھے۔ یہ سب (مسلمانوں کے) مقابلے کے لیے نکلے اور فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت دی اور فرنگیوں کو شکست دی اور ان کا سردار مارا گیا۔ مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا اور وہ کامیاب ہو کر لوٹے۔ مسلمانوں کی فوجیں طبریہ کے پاس سے گذریں

وہاں فرنگی حاکم (ریمنڈ) موجود تھا مگر اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی کیونکہ اس کے اور سلطان صلاح الدین کے درمیان معاہدہ تھا۔ چونکہ یہ عظیم فتح تھی اس لیے تمام ملک کو اس کی بشارت کی خبریں پہنچائی گئیں۔

سلطان کی نئی مجاہدانہ مہم: جب صفوریہ کے مقام پر (صلیبی) جانثار رضا کاروں (فداویہ) اور استباریہ (جماعت) کو شکست فاش ہوئی تو مسلمان مال غنیمت لے کر فرنگی حاکم ایمنڈ کے پاس سے طبریہ کے مقام سے گذرے۔ ہر کارے فتح کی بشارت خبر لے کر سلطان صلاح الدین کے پاس پہنچے جو اپنے اس فوجی کیمپ کی طرف واپس پہنچا تھا۔ جو اس کے فرزند کے زیر قیادت تھا۔ سلطان الکرک کے پاس سے بھی گذرا۔ اس نے فرنگی علاقوں کے خلاف جہاد کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کا لشکر مقابلہ کے لیے تیار ہوا۔

ایمنڈ کی غداری: سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ فرنگی حاکم ایمنڈ اپنے ہم مذہب (فرنگیوں) کے ساتھ مل گیا ہے اور اس نے سلطان کے ساتھ کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ لیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تمام عیسائی پادریوں مذہبی پیشواؤں اور راہبوں نے اس کی مسلمان دوستی کی اس پالیسی کو ناپسند کیا تھا کہ مسلمانوں کی فوجیں عیسائیوں کے قیدی اور ان کا مال غنیمت لے کر اس کے شہر میں سے گذریں اور وہ ان کی مزاحمت نہ کرے حالانکہ انہوں نے ان کے جاں نثار رضا کاروں (فداویہ) استباریہ (جماعت) اور دیگر مذہبی سرداروں کو ہلاک کر دیا تھا انہوں نے اسے یہ دھمکی بھی دی کہ وہ اس کے خلاف کفر کا فتوی صادر کریں گے لہٰذا (ان حالات کے بعد) ایمنڈ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے اپنا فیصلہ تبدیل کر لیا اور ان سے معافی مانگی چنانچہ انہوں نے اس کی معافی قبول کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان کافروں اور صلیب پرستوں کا حامی بن گیا اور انہوں نے اس سے از سر نو حلف اٹھوا کر اسے اپنے ساتھ شامل کر لیا اور وہ سب مل کر عکا سے صفوریہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جہاد کا مشورہ: جب یہ خبر سلطان صلاح الدین کو ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ کچھ لوگوں نے اسے اس وقت تک جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا جب تک کہ وہ کمزور نہ ہو جائیں کچھ لوگوں نے جنگ کرنے کا مشورہ دیا تاکہ وہ ان کے بعد عکا پہنچ کر الجزیرہ میں مسلمانوں کے مظالم کا بدلہ لے سکیں۔

سلطان صلاح الدین نے جنگ کرنے کے مشورہ کو درست سمجھا اور ان سے مقابلہ کرنے میں عجلت سے کام لیا۔

فتح طبریہ: اب سلطان نے ماہ رمضان المبارک کے آخر میں الاقحوانہ کے مقام سے کوچ کیا۔ وہ طبریہ کے پیچھے تک کوچ کرتا رہا اور وہاں سے اس نے فرنگی محاذ کی طرف پیش قدمی کی مگر اس وقت تک وہ اپنے خیموں سے باہر نہیں نکلے تھے تاہم جب رات ہوئی تو سلطان نے اپنے لشکر کی ایک جماعت طبریہ بھیجی جس نے بزور شمشیر اسی رات طبریہ کو فتح کر کے اس میں آگ لگا دی اور اسے لوٹ لیا وہاں کے باشندے قلعہ میں محصور ہو گئے ان کے ساتھ ملکہ اور اس کی اولاد بھی تھی۔

زبردست جنگ: جب فرنگیوں کو یہ اطلاع ملی تو ان کا حاکم بہت پریشان ہوا ریمنڈ نے صلح کرنے کا ارادہ کیا مگر الکرک کے حاکم پرنس ارناط نے اس کی مخالفت کی اور اس پر سلطان صلاح الدین کی حمایت اور دوستی کا الزام لگایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرنگی نوجوانوں نے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور وہ صف آرا ہونے کے لیے اپنے فوجی مرکز پر پہنچ گئے ادھر سلطان

صلاح الدین بھی اپنے محاذ پر پہنچ گیا۔

پانی کی قلت: (جب دونوں فریق اپنے فوجی مورچوں پر پہنچ گئے تو) فرنگیوں کے محاذ سے آب رسانی کا سلسلہ دور ہو گیا اور وہ پیاسے مرنے لگے مگر اب پیچھے ہٹنے کا کوئی موقع نہ تھا کیونکہ سلطان صلاح الدین ان کے ارادے کے بغیر سوار ہو کر (میدان جنگ میں) پہنچ چکا تھا اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ سلطان صلاح الدین مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ان کا حال معلوم کرتا رہتا تھا۔

ایمنڈ کا فرار: آخر کار فرنگی حاکم نے تقی الدین عمر بن شاہ کے مورچے کی طرف زبردست حملہ کیا جس میں ابن نے اور اس کی فوجوں نے نہایت بہادری اور جان نثاری کا ثبوت دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مورچے سے ان کے بھاگ جانے کا راستہ صاف ہو گیا۔

فرنگیوں کو شکست: فرنگی فوجوں کی صفوں پر بہت رخنہ اندازی ہوئی اور انہوں نے پے درپے حملے کیے (ان پر ایک مصیبت یہ نازل ہوئی کہ) زمین کی سوکھی گھاس پر کوئی چنگاری گر کر آگ لگ گئی چنانچہ اس آگ کی لپٹیں انہیں بہت تنگ کرتی رہیں۔ پیاس کی وجہ سے ان فرنگیوں کی بڑی تعداد مر گئی اور ان کی اخلاقی جرأت کم ہو گئی۔ مسلمانوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حطین (مقام) کے قریب ایک ٹیلے پر چڑھ گئے تاکہ وہاں اپنے خیمے لگائیں مگر وہ صرف بادشاہ کا خیمہ ہی لگا سکے۔

اس موقع پر مسلمانوں کی شمشیریں ان کا کام تمام کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ فرنگیوں کی اکثر فوج فنا ہو گئی اور بادشاہ کے علاوہ ان کے منتخب اور چیدہ چیدہ سرداروں کی صرف ایک سو پچاس افراد کی جماعت باقی رہ گئی۔

فرنگی سرداروں کی گرفتاری: مسلمان لگاتار ان پر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ ان سرداروں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے مسلمانوں نے ان کے بادشاہ اور اس کے بھائی پرنس ارناط حاکم الکرک، حاکم جبیل ہنفری کے فرزند، جان نثار رضا کاروں (صلیبی) (فدادیہ) کے سردار اور ان کے رضا کاروں اور استباریہ کی ایک بڑی جماعت کو قیدی بنا لیا۔ ۵۹۰ھ سے جب کہ انہوں نے ان علاقوں پر قبضہ کیا تھا انہیں ایسا زبردست نقصان نہیں برداشت کرنا پڑا۔

ارناط کا قتل: پھر سلطان صلاح الدین اپنے فوجی خیمے میں جا بیٹھا اور اس نے ان فرنگی قیدیوں کو بلوایا۔ سلطان نے فرنگی بادشاہ کے شاہی منصب کا خیال رکھتے ہوئے اسے اپنے پاس بٹھایا اور اسے بہت زجر و توبیخ کی۔ اس کے بعد وہ پرنس ارناط کی طرف متوجہ ہوا اور اپنی منت اور نذر پوری کرنے کے لیے اس نے خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اس سے پہلے سلطان نے اسے اس کی غداری کے واقعات یاد دلائے اور اس کی اس جسارت کا ذکر بھی کیا جو اس نے حرمین (اور اس کے حاجیوں پر حملہ کرنے کے) سلسلے میں روا رکھی تھی۔

ایمنڈ کی موت: سلطان نے باقی (فرنگی سرداروں کو) مقید رکھا مگر حاکم طرابلس (ایمنڈ) بھاگ گیا تھا جیسا کہ ہم

نے ابھی بیان کیا ہے۔وہ اس رنج وافسوس میں چند دنوں کے بعد مر گیا تھا۔

قلعہ طبریہ کی تسخیر: جب سلطان ان کاموں سے فارغ ہوا تو وہ طبریہ کی طرف روانہ ہوا اور دوبارہ جنگ شروع کی۔ فرنگی ملکہ نے سلطان سے پناہ طلب کی تو سلطان نے اسے اس کی اولاد اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دی اور اس کی مال و دولت کی حفاظت کا وعدہ بھی کیا۔ چنانچہ جب وہ نکلی تو سلطان نے اس کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا۔

فرنگی قیدیوں کا قتل: سلطان نے فرنگی بادشاہ اور ان کے سرداروں کو جو قیدی تھے دمشق بھیج دیا جہاں وہ سب مقید رہے۔اس نے فداویہ اور اسبتاریہ کے رضا کاروں کو جمع کر کے قتل کرا دیا۔

مورخ ابن الاثیر لکھتا ہے: ''اس واقعہ کے ایک سال بعد جب میں اس مقام سے گزرا تو مجھے دور سے ان کی ہڈیاں نظر آئیں جنہیں سیلاب بہا کر لے آیا تھا اور درندوں نے انہیں چبا لیا تھا۔''

فتح عکا: جب سلطان صلاح الدین فتح طبریہ سے فارغ ہوا تو اس نے عکا کی طرف فوج کشی کی اور وہاں جنگ کی۔ اس شہر میں جو فرنگی تھے انہوں نے فصیلوں کے اندر جا کر پناہ لی۔ اس کے بعد انہوں نے پناہ طلب کی تو سلطان نے انہیں پناہ دے دی اور انہیں کوچ کرنے کا اختیار بھی دیا چنانچہ جو ساز و سامان ان کی سواریاں اٹھا سکیں، لے گئے۔ سلطان صلاح الدین اس شہر میں یکم جمادی الاولیٰ ۵۸۳ھ میں داخل ہوا۔ مسلمانوں نے شہر میں داخل ہو کر شہر کی قدیم جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ یہ پہلی جمعہ کی نماز تھی جو فرنگیوں کے ساحل شام پر قبضہ کرنے کے بعد ادا کی گئی۔

مال غنیمت کی تقسیم: سلطان نے عکا شہر اور وہاں فداویہ (جان نثار سپاہیوں) کی جو جاگیریں اور اراضی تھیں وہ سب اپنے فرزند الافضل کو عطا کیا۔ سلطان نے اکثر مال ومتاع جو فرنگی نہیں لے جا سکے تھے فقیہ عیسیٰ الہکاری کو عطا کیا اور جو باقی بچا اسے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین چند دن وہاں قیام پذیر رہا تا کہ وہاں کی حالت درست کر سکے۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔

فتح یافا: جب سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کو شکست دی تو اس نے اپنے بھائی ملک عادل کو مصر سے بلوایا اور اسے حکم دیا کہ وہ مصر کی سمت سے براہ راست فرنگی علاقوں کی طرف روانہ ہو جائے۔ اس کے بعد سلطان نے قلعہ مجدل پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر وہ شہر یافا کی طرف روانہ ہوا اور اسے بزور شمشیر فتح کر لیا اور اسے تباہ کیا۔

فتح بعلبک و حیفا: جب سلطان عکا میں مقیم تھا تو اس نے فوجی دستے قیساریہ حیفا، اسطوریہ بعلبک اور شقیف وغیرہ کی طرف روانہ کیے تھے۔ یہ تمام مقامات عکا کے گرد و نواح میں تھے انہوں نے انہیں فتح کر کے تباہ کر دیا اور بہت مال غنیمت حاصل کیا تھا۔

فتح نابلس: سلطان نے حسام الدین عمر بن الاصغر کو لشکر دے کر نابلس بھیجا۔ اس نے سبطیہ کے شہر کو فتح کر لیا جو اسباط (اولاد یعقوب علیہ السلام) کا شہر تھا اور وہاں حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار ہے۔

پھر وہ شہر نابلس کی طرف روانہ ہوا اور اسے بھی فتح کر لیا وہاں جو فرنگی موجود تھے انہوں نے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ انہیں وہاں مال و دولت کے ساتھ رہنے کی اجازت دی گئی۔

فتح تبنین وصیدا: سلطان نے تقی الدین عمر ابن شاہنشاہ کو فوج دے کر تبنین کی طرف بھیجا تا کہ وہ وہاں سے (فرنگیوں کے لیے) غلہ کی رسد بند کرے اور صور سے بھی یہ رسد منقطع کر دے۔ چنانچہ اس نے وہاں پہنچ کر اس مقام کا محاصرہ کر لیا اور وہاں کے لوگوں کو اس قدر تنگ کیا کہ وہ ہتھیار ڈال کر پناہ حاصل کرنے پر مجبور ہوئے آخر کار انہیں پناہ دے کر اس مقام پر قبضہ کر لیا گیا۔

اب وہ صیدا کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں وہ صرخد کے پاس سے گذرا تو جنگ کرنے کے بعد اسے بھی فتح کر لیا۔ اتنے میں یہ خبر موصول ہوئی کہ صیدا کا حاکم بھاگ گیا ہے۔ لہٰذا وہاں پہنچ کر اسی سال میں ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں صیدا کو بھی فتح کر لیا۔

فتح بیروت: پھر وہ اسی دن بیروت کی طرف روانہ ہو گیا اور اس شہر کی ایک سمت سے اس نے حملہ کیا۔ اہل شہر یہ سمجھے کہ مسلمان دوسری طرف سے شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس لیے وہ بہت پریشان ہوئے اور چونکہ وہاں دیہات سے مختلف اصناف کے افراد پہنچ گئے تھے اس لیے وہ ان سب کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دور نہیں کر سکے اور آخر میں انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے اور مسلمانوں نے آٹھ دن محاصرہ کرنے کے بعد ماہ جمادی الثانیہ کے آخری دن بیروت بھی فتح کر لیا۔

فتح جبیل: جبیل کا حاکم دمشق میں مقید تھا۔ اس نے اپنے نائب کو یہ ہدایت کی کہ وہ جبیل سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دے۔ اس کے بدلے میں وہ اسے رہا کر دے گا چنانچہ جب بیروت کا محاصرہ جاری تھا تو اسے بلوایا گیا جب اس نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا تو اسے رہا کر دیا گیا۔ وہ فرنگیوں کا بہت بڑا عقلمند سردار تھا۔

فرنگی نواب کی آمد: طرابلس کا حاکم جب حطین کی جنگ سے بچ نکلا تو وہ شہر صور بھاگ گیا۔ وہ اس شہر کی حفاظت کرنا چاہتا تھا اور اسے مسلمانوں سے روکنے کے لیے اس نے وہاں اقامت اختیار کی مگر جب سلطان صلاح الدین نے تبنین، صیدا اور بیروت کو فتح کر لیا تو اس نے ہمت ہار دی اور اپنے شہر طرابلس چلا گیا۔ یوں صیدا اور صور (کے فرنگی شہر) محافظ فوجوں کے بغیر رہ گئے۔

اس عرصے میں ایک بڑا فرنگی تاجر اور نواب "جسے مارکوئیس کا خطاب ملا ہوا تھا" حرب سے بڑے (فوجی) ساز و سامان کے ساتھ عکا کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ اسے اس شہر کے فتح ہونے کی خبر نہیں تھی۔ اس کے ہراول دستے کے افسر نے (معلومات حاصل کرنے کے بعد) اسے بتایا کہ اس شہر میں سلطان صلاح الدین کا فرزند الافضل موجود ہے (اور اس کا قبضہ ہے) اس نے اسے یہ بھی بتایا کہ صور اور عسقلان ابھی تک فرنگیوں کے قبضہ میں ہیں مگر ہوا بند ہونے کی وجہ سے وہاں اس کے جہاز نہیں جا سکتے تھے لہٰذا اس نے پناہ حاصل کرنے کی کوشش کی تا کہ وہ بندرگاہ میں داخل ہو سکے۔ (ابھی یہ معاملہ طے ہونے نہیں پایا تھا کہ) اتنے میں ہوا موافق ہو گئی اور وہ اسے صور لے گئی۔

صور پر فرنگی نواب کی حکومت: امیر الافضل نے اس کے تعاقب میں جنگی کشتیاں بھیجیں مگر وہ اسے پکڑ نہیں سکیں یہاں تک کہ وہ صور کی بندرگاہ میں داخل ہوگیا وہاں اس نے دیکھا کہ فرنگیوں کے مفتوحہ قلعوں کی شکست خوردہ مختلف قومیں پناہ گزین ہوگئی ہیں۔ انہوں نے اس سے (شہر پر حکومت کرنے کی) درخواست کی اور اس نے شہر کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری قبول کی۔ اس نے شہر والوں سے اس بات کا حلف نامہ لیا کہ یہ شہر اس کے ماتحت رہے گا اور کوئی دوسرا اس میں دخل نہیں دے گا۔ ایسی صورت میں وہ اس کی حفاظت کے لیے بہت مال خرچ کرنے کے لیے تیار رہے گا۔

اس کے بعد وہ شہر کا انتظام درست کرنے لگا اور اس کی قلعہ بندی کے لیے مناسب انتظامات شروع کر دیئے۔ اس نے خندقیں کھودیں اور فصیلوں کو درست کرایا اور شہر کے سفید و سیاہ کا مالک ہوگیا۔

عسقلان کا محاصرہ: جب سلطان صلاح الدین نے بیروت جبیل اور اس سے متصل قلعوں کو فتح کر لیا تو اس نے اپنی توجہ عسقلان اور بیت المقدس کو فتح کرنے کی طرف مبذول کی۔ عسقلان کا شہر شام اور مصر کو جدا کرنے والا تھا اس لیے وہ بیروت سے براہ راست عسقلان کی طرف روانہ ہوا وہاں آنے اس کا بھائی ملک عادل بھی مل گیا جو مصر کا ایک زبردست لشکر لے کر آیا ہوا تھا۔ لہٰذا سلطان نے ماہ جمادی الآخرہ کے ابتداء میں اس کا محاصرہ کر کے جنگ شروع کر دی۔

شدید جنگ: سلطان نے فرنگیوں کے بادشاہ اور اس کے علم بردار کو جو دمشق میں مقید تھے دمشق سے بلوایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ دونوں عسقلان کے فرنگیوں کو اجازت دے دیں کہ وہ شہر (سلطان کے) حوالے کر دیں (انہوں نے تعمیل حکم میں اہل شہر کو پیغام دیا) مگر انہوں نے ان دونوں کی بات نہیں مانی بلکہ انہیں برے طریقے سے جواب دیا سلطان نے اس کے بعد سخت جنگ کی اور ان کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کرا دیئے۔ فرنگیوں کا بادشاہ اہل شہر کو لگاتار اس مضمون کے خطوط بھیجتا رہا کہ وہ شہر حوالے کر دیں۔ اس طرح وہ رہا ہو کر مسلمانوں سے انتقام لے سکے۔ مگر انہوں نے اس کا مشورہ تسلیم نہیں کیا۔

فتح عسقلان: جب ان پر محاصرہ بہت سخت ہوگیا اور اہل شہر تنگ آگئے تو انہوں نے اپنی شرائط کے مطابق سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے سلطان نے ان کی تمام شرائط تسلیم کر لیں اور چودہ دن شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد اسی سال کے وسط میں شہر پر قبضہ کر لیا اہل شہر اپنے اہل و عیال اور مال و دولت لے کر بیت المقدس روانہ ہو گئے۔

سلطان نے اس کے بعد اپنے فوجی دستے گرد و نواح کے علاقوں کی طرف بھیجے چنانچہ ان فوجوں نے رملہ دارروم غزہ مدن الجلیل بیت لحم اور نظرون کے مقامات فتح کر لیے نیز ہر ان علاقے پر قبضہ کر لیا جو فداویہ (بجان نثار صلیبی رضا کاروں) کے ماتحت تھا۔

سلطان نے عسقلان کے محاصرہ کے دوران مصر کا بحری بیڑہ طلب کیا تھا جسے حسام الدین لولو الحاجب لے کر پہنچ گیا اور وہ اس کے ذریعے عسقلان کی بندرگاہ اور القدس پر حملے کرنے لگا۔ وہاں کے مضافات میں جو کچھ ملتا تھا وہ مال غنیمت میں کام آتا تھا۔

بیت المقدس کی جنگ: جب سلطان صلاح الدین عسقلان اور اس کے متصل مقابات کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے بیت المقدس فتح کرنے کا قصد کیا۔ وہاں عیسائیوں کا بڑا مذہبی پیشوا بطرک اعظم اور حاکم رملہ بالیان بن نیزران اور بادشاہ کی رشتہ دار (شہزادی) ربیسہ (؟) موجود تھی۔ فرنگیوں کے وہ سردار اور فوجی افسر جو جنگ حطین اور مفتوحہ علاقوں سے بچ کر نکل گئے تھے۔ وہ سب بیت المقدس میں موجود تھے۔ وہ اپنے دین و مذہب کی خاطر مر مٹنے کے لیے تیار تھے۔ ان لوگوں میں بہت جوش و خروش تھا۔ انہوں نے زبردست جنگی تیاریاں کر رکھی تھیں اور شہر کے اندر سے مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر رکھے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کا ایک سپہ سالار فوج لے کر آگے بڑھا مگر فرنگیوں نے اس کے ساتھ جنگ کر کے اسے اور اس کے ساتھیوں کو شہید کر دیا مسلمانوں کو اس کی شہادت پر بہت افسوس ہوا وہ آگے بڑھ کر ماہ رجب کی پندرھویں تاریخ کو بیت المقدس کو فتح کرنے کے لیے آگے بڑھے مگر وہ شہر کی محافظ فوجوں کی کثرت دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔

فیصلہ کن محاذ جنگ: ایسی حالت میں سلطان صلاح الدین نے پانچ دن تک شہر کے چاروں طرف کا فوجی معائنہ کیا اور آخر کار (فیصلہ کن) جنگ کے لیے ایک محاذ جنگ پسند کیا۔ یہ محاذ شمالی سمت کا مقام تھا جو باب العمود اور کنیسہ صہیون کے قریب تھا۔ سلطان لشکر لے کر اسی مقام کی طرف منتقل ہو گیا اس نے وہاں کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دیئے اور جنگ شروع کر دی (یہ اس قدر گھمسان کی جنگ تھی کہ) روزانہ فریقین میں سے ایک بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آتی تھی۔

فرنگیوں کی پسپائی: اس جنگ میں بنو بدران کے بڑے سردار عز الدین عیسٰی بن مالک بھی شہید ہوئے ان کے والد قلعہ جعبر کے حاکم تھے۔ مسلمانوں کو ان کی شہادت پر بہت افسوس ہوا۔ لہٰذا انہوں نے دشمن پر زبردست حملہ کیا یہاں تک کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شہر میں محصور ہو گئے مسلمانوں نے ان کی خندق پر قبضہ کر کے ان کی فصیل میں نقب زنی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے سلطان صلاح الدین سے پناہ طلب کی مگر اس نے جواب دیا کہ وہ بیت المقدس اسی طرح بزور شمشیر فتح کرے گا جس طرح فرنگیوں نے ابتدا میں ۴۹۲ھ میں اسے فتح کیا تھا۔

صلح کی درخواست: اس کے بعد فرنگی حاکم رملہ شہر کے دروازے سے نکل کر سلطان کے پاس پہنچا اور اس سے پناہ حاصل کرنے کے بارے میں بالمشافہ اور ردوبدل گفتگو کی اور اس سے رحم و ہمدردی کی درخواست کی مگر سلطان بزور شمشیر فتح کرنے پر مصر رہا۔ آخر کار (مایوس ہو کر) فرنگی حاکم نے جاں نثاری کے ساتھ لڑنے خواتین اور بچے قتل کرنے کی دھمکی دی اور یہ کہا کہ وہ شہر کا تمام ساز و سامان اور بیت المقدس کے آثار اور شعائر مقدسہ کو تباہ کر دیں گے اور اس کے ساتھ وہ ان تمام مسلمان قیدیوں کا صفایا کر دیں گے جن کی تعداد پانچ ہزار ہے (اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ دھمکی بھی دی کہ) وہ بیت المقدس کے تمام مویشی اور پالتو جانور بھی ختم کر دیں گے۔

شرائط صلح: (فرنگی حاکم کی اس گفتگو کے بعد) سلطان صلاح الدین نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ ان سب نے

انہیں پناہ دینے کا مشورہ دیا۔لہٰذا سلطان نے ان سے مندرجہ ذیل شرائط پر صلح کی:

(۱) ہر مرد کو دس دینار اور ہر عورت کو پانچ دینار ادا کرنا ہوگا' ہر بچے پر خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی دو دینار مقرر ہیں۔

(۲) یہ ادائیگی (زیادہ سے زیادہ) چالیس دن تک ہوگی۔ جو کوئی یہ رقم ادا کرنے میں تاخیر کرے گا وہ قیدی بن جائے گا۔

چنانچہ ان شرائط کے مطابق (حاکم رملہ) بلیان ابن نیزران نے اپنے ہم مذہب غریبوں کی طرف سے تیس ہزار دینار ادا کیے۔

فتح بیت المقدس: سلطان صلاح الدین نے (مذکورہ بالا شرائط کے مطابق) ۲۹ رجب ۵۹۳ھ میں بروز جمعہ بیت المقدس کو فتح کر لیا اس کے بعد شہر کی فصیلوں پر اسلامی جھنڈے بلند کر دیئے گئے وہ دن (مسلمانوں کے لیے) یادگار دن تھا اس دن بیت المقدس کے تمام دروازوں پر فدیہ کی یہ رقم وصول کرنے کے لیے خزانچی مقرر کیے گئے مگر ان (عیسائیوں پر) زیادہ سختی نہیں کی گئی۔ چنانچہ ان میں سے اکثر کچھ رقم ادا کیے بغیر ہی نکل گئے۔ آخر میں سولہ ہزار نفوس ایسے باقی رہ گئے جو یہ رقم ادا نہیں کر سکتے تھے لہٰذا انہیں قیدی بنا لیا گیا۔ بیت المقدس میں تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ خواتین اور بچوں کے علاوہ وہاں (عیسائیوں کے) ساٹھ ہزار جنگجو سپاہی تھے جو اپنے قلعوں اور شہروں کے فتح ہونے کے بعد وہاں پناہ گزین ہو گئے تھے۔

فرنگیوں کی تعداد: اس تعداد کے تقریباً صحیح ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ حاکم رملہ بلیان ابن نیزران نے اٹھارہ ہزار افراد کی طرف سے تیس ہزار دینار ادا کیے اور سولہ ہزار افراد یہ رقم ادا نہیں کر سکے (جو قیدی بنائے گئے) اس کے علاوہ ان کے تمام امراء نے ایک بڑی تعداد کو مسلمانوں کے بھیس میں نکلوا دیا۔

سلطان کی رواداری: سلطان نے روم کے شاہی خاندان کی بعض خواتین کو جو راہبہ بنی ہوئی تھیں رہا کر دیا اور انہیں اپنے غلاموں' نوکر چاکر اور مال و دولت اور ساز و سامان کے ساتھ چلے جانے کی اجازت دی۔ اسی طرح اس نے بیت المقدس کی فرنگی ملکہ کو بھی جس کی وجہ سے اس کے شوہر یعنی فرنگی بادشاہ کو گرفتار کیا گیا تھا اور وہ نابلس کے قلعہ میں مقید تھا' اس کے ساز و سامان کے ساتھ رہا کر دیا اور اس کی جاگیر پر کوئی خراج وصول نہیں کیا۔

اسی طرح بطرک اعظم (سب سے بڑا عیسائی پیشوا) بھی اپنے ساز و سامان اور حاشیہ نشینوں کی مال و دولت کے ساتھ نکل گیا۔ الکرک کا حاکم جو پرنس (شہزادہ) کہلاتا تھا۔ جنگ حطین میں مارا گیا تھا اس کی بیوی اپنے بیٹے کی جان بخشی کے لیے سفارش کرنے آئی جو قیدی تھا۔ سلطان نے اسے الکرک بھیجا تاکہ وہ فرنگیوں کو اجازت دے کہ وہ قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔

وہاں ایک سبز گنبد (قبہ) تھا اس پر سونے کی ایک عظیم صلیب تھی مسلمانوں کی ایک جماعت نے اس پر چڑھ کر اسے اتار لیا اس وقت زمین نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی تھی۔

شعائر مقدسہ کی حفاظت: جب بیت المقدس کا شہر دشمن سے خالی ہو گیا تو سلطان صلاح الدین نے حکم دیا کہ اس کے مقدس شعائر اور اشیاء اپنی قدیم حالت کی طرف لوٹا دی جائیں کیونکہ فرنگیوں نے ان میں بہت تبدیلی کر دی تھی لہٰذا انہیں اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹا دیا گیا۔

مسجد اقصیٰ کی صفائی: سلطان نے یہ بھی حکم دیا کہ بیت المقدس کی مسجد اور اس کے صخرہ مبارکہ کو نجاست اور گندگیوں سے پاک کیا جائے چنانچہ ان دونوں (شہر کے مقامات) کو پاک وصاف کر دیا گیا۔

خطبہ جمعہ: پھر مسلمانوں نے دوسرا جمعہ قبۃ الصخرہ میں پڑھا اور سلطان صلاح الدین کے حکم سے دمشق کے قاضی محی الدین بن زکی نے خطبہ جمعہ پڑھا انہوں نے اپنے خطبے میں موجودہ حالات اور اسلام کی عظمت کو اس طرح بلاغت آمیز موثر انداز میں بیان کیا کہ اس کو سن کر مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے (یہ خطبہ اس قدر عمدہ تھا کہ) راویوں اور مورخوں نے اسے نقل کر کے بیان کیا۔

صلاح الدین کی امامت: بعد ازاں سلطان صلاح الدین مسجد اقصیٰ کی پنج وقتہ نماز میں امام اور خطیب کی حیثیت سے پڑھاتا رہا۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے لیے منبر تیار کیا جائے اس پر مسلمانوں نے اسے آگاہ کیا کہ بیس سال ہوئے سلطان نور الدین محمود کے لیے ایک منبر تیار کیا گیا تھا اور حلب کے کاریگروں نے اکٹھے ہو کر کئی سالوں میں اس منبر کو عمدہ کاریگری سے تیار کیا تھا لہٰذا سلطان نے حکم دیا کہ وہ منبر لا کر یہاں مسجد اقصیٰ میں نصب کیا جائے۔

رفاہ عام کے کام: سلطان نے یہ بھی حکم دیا کہ مسجد اقصیٰ کو آباد کیا جائے اور اس کی مناسب تعمیر کی جائے اور قبہ صخرہ کے اوپر سے سنگ مرمر کو اکھیڑ دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیوں کے پادری صخرہ کے پتھر کو فروخت کرنے لگے تھے۔ وہ اس کے پتھر کو تراش کر اسے سونے کے بھاؤ پر فروخت کرتے تھے فرنگی عیسائی اسے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کی خریداری میں مقابلہ کرنے لگے اور پتھر کے ان ٹکڑوں کو اپنے گرجاؤں میں رکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی بادشاہوں کے دلوں میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ صخرہ (چٹان) ناپید ہو جائے۔ لہٰذا (اس کی حفاظت کے لیے) انہوں نے اس صخرہ کے اوپر سنگ مرمر کا فرش بچھا دیا۔ (مگر بیت المقدس کی فتح کے بعد) سلطان صلاح الدین نے اس کے اکھیڑنے کا حکم دیا۔

اب مسجد اقصیٰ میں قرآن کریم کے بہت سے نسخے اکٹھے ہو گئے اور وہاں (تلاوت قرآن کے لیے) قاری مقرر کیے گئے جن کی تنخواہ مقرر تھی سلطان نے وہاں خانقاہیں اور مدارس بھی تعمیر کرائے۔ یہ (رفاہ عام کے کام) اس کا زبردست کارنامہ ہے۔

جب فرنگی بیت المقدس سے نکلے تو انہوں نے اپنی غیر منقولہ جائیدادیں نہایت سستے داموں پر فروخت کر دیں جسے مسلمان فوجیوں اور قدیم مقامی عیسائیوں نے خرید لیا تھا اور قدیم مقامی عیسائیوں پر پہلے کی طرح جزیہ مقرر کیا گیا۔

صور کا محاذ جنگ: جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کر لیا تو وہ اس سال ماہ شعبان کے آخر اس شہر

کے باہر مقیم رہا۔ پھر اس نے شہر صور کی طرف کوچ کیا جہاں فرنگیوں کی بہت بڑی تعداد پہنچ گئی تھی مارکوئیس (فرنگی نواب) نے اس شہر کی مدافعت کا عمدہ انتظام کر لیا تھا۔

مارکوئیس کی تیاری: جب سلطان عکا پہنچ گیا تو اس نے وہاں چند دن قیام کیا۔ اس عرصے میں مارکوئیس نے بہت زیادہ تیاری کر لی اس نے گہری خندقیں کھودیں اور فصیلوں کو بالکل درست کر لیا اس شہر کے تین طرف سمندر تھا لہٰذا حاکم شہر نے اس کے دائیں حصے کو بائیں حصے سے ملا کر اسے جزیرہ بنا دیا تھا۔

سپہ سالاروں کا تقرر: سلطان صلاح الدین وہاں ۱۲ رمضان المبارک کو پہنچ گیا سلطان نے اپنا محاذ ایک بلند ٹیلے پر بنایا جہاں سے وہ میدان جنگ کی نگرانی کر سکے۔ اس نے جنگ کرنے کے لیے ان سپہ سالاروں کی باریاں مقرر کر دی تھیں۔ (تاکہ یکے بعد دیگرے وہ مسلمان فوجوں کی قیادت کر سکیں) وہ سپہ سالار یہ تھے:

(۱) سلطان کا فرزند اول افضل (۲) دوسرا فرزند الظاہر (۳) اس کا بھائی ملک عادل (۴) اس کا بھتیجا تقی الدین۔

بحری جنگ: سلطان نے اس کی فصیلوں پر مجانیق اور قلعہ شکن آلات نصب کرا دیئے تھے فرنگی فوجیں جنگی اور آگ لگانے والی کشتیوں میں بیٹھ کر مسلمانوں کے پیچھے پہنچ کر ان پر سمندر سے حملہ کرتے تھے۔ اس طرح جنگ کر کے وہ مسلمانوں کو شہر کی فصیل کے قریب آنے سے روک رہے تھے۔ لہٰذا سلطان نے مصر کے بحری بیڑ ے کو عکا سے بلوا لیا اور اس نے وہاں پہنچ کر فرنگیوں کے بحری حملوں کا مقابلہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان فصیل کے قریب جا کر جنگ کرنے لگے اور انہوں نے سمندر اور خشکی دونوں راستوں سے فرنگیوں کا محاصرہ کر لیا۔ مگر فرنگی مسلمانوں کے پانچ بیڑوں پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے باقی بحری بیڑے کو سلطان صلاح الدین نے کمی کی وجہ سے بیروت واپس کر دیا فرنگیوں کے بحری بیڑے نے جب ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے اپنے آپ کو ساحل پر چھلانگ مار کر بچا لیا اور بحری بیڑے کو چھوڑ دیا' جسے سلطان صلاح الدین نے اپنے قبضے میں لا کر تڑوا دیا۔ سلطان نے صور کا سخت محاصرہ کیا مگر وہ فتح نہیں ہو سکا کیونکہ وہاں عکا' عسقلان اور بیت المقدس سے فرنگی پناہ گزین ہو گئے تھے اور وہ وہاں کے حاکم کی اپنی مال و دولت اور دیگر ساز و سامان سے مدد کر رہے تھے انہوں نے سمندر پار کے فرنگیوں سے بھی مدد طلب کی تھی اور انہوں نے فوجی مدد دینے کا وعدہ کیا تھا اور وہ ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔

عکا میں قیام: جب سلطان نے محسوس کیا کہ یہ شہر نا قابل فتح ہے تو اس نے کوچ کرنے کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا' وہ پس و پیش کرتے رہے اور جنگ سے گریز کر رہے تھے لہٰذا سلطان نے ماہ شوال کے آخر میں عکا کی طرف کوچ کیا اس نے اپنی فوجوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے وطن چلی جائیں اور موسم بہار تک آرام کریں چنانچہ مشرق اور شام و مصر کی فوجیں واپس چلی گئیں اور سلطان اپنے خاص ساتھیوں کے ساتھ عکا میں مقیم رہا۔ سلطان نے شہر کا حاکم سلطان نور الدین کے ایک حاکم خرد یک کو مقرر کیا۔

صلح کا پیغام: جب سلطان عسقلان کے محاصرہ میں مشغول تھا تو اس وقت اس نے صور کے محاصرہ کے لیے لشکر بھیجا تھا

اس لشکر نے ان کا سخت محاصرہ کیا تھا اور ان سے غلہ اور خوراک کی رسد منقطع کر دی تھی۔ اس لیے انہوں نے سلطان صلاح الدین کو جب کہ وہ صور کا محاصرہ کر رہا تھا امن و امان دینے کا پیغام بھیجا اور دست بردار ہونے کا اقرار کیا۔ لہٰذا سلطان نے اس پر قبضہ کر لیا۔

کوکب و صفد کا محاصرہ: سلطان صلاح الدین نے جب عسقلان کی طرف فوج کشی کی تھی تو اس نے قلعہ کوکب کا محاصرہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا تا کہ وہ راہ گیروں (اور قافلہ) کی فرنگیوں کے حملوں سے حفاظت کر سکے یہ قلعہ فرقہ استباریہ (فرنگی فرقہ) کے ماتحت تھا۔ سلطان نے ایک دوسرا لشکر قلعہ صفد کا محاصرہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ یہ قلعہ فرنگیوں کے فرقہ فداویہ کے ماتحت تھا اور طبریہ کے قریب تھا قلعہ کوکب اردن کے قریب تھا۔ وہ فرنگی باشندے جو جنگ حطین سے بچ نکلے تھے وہ ان دونوں قلعوں میں پناہ گزین ہو کر ان میں محفوظ ہو گئے تھے۔

جب سلطان کے لشکر تیار کر ان دونوں قلعوں کی طرف روانہ ہوئے تو اس طرف کا راستہ پر امن ہو گیا اور ان علاقوں کا شر و فساد دور ہو گیا۔

فوج کی غفلت کا نتیجہ: ماہ شوال کی آخری رات کو یہ اتفاق ہوا کہ وہ فوج جو قلعہ کوکب کا محاصرہ کرنے کے لیے مقرر تھی وہ اس موسم سرما کی ٹھنڈی رات میں غافل ہو گئی (سو گئی) تو فرنگیوں نے (قلعہ سے نکل کر) ان پر حملہ کر دیا اور ان کے ہتھیار اور خوراک وغیرہ کا جو سامان ان کے پاس تھا وہ لوٹ کر قلعہ میں لے گئے۔ سلطان صلاح الدین کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو وہ صور سے کوچ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ یہ خبر سن کر اس نے اس قلعہ پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اس نے امیر قایماز انجمی کی زیر قیادت صور پر اپنا لشکر چھوڑا اور عکا کی طرف خود کوچ کیا۔

سفیروں سے ملاقات: جب موسم سرما ختم ہو گیا تو وہ عکا سے ماہ محرم ۵۸۴ھ میں قلعہ کوکب کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا مگر وہ فتح نہیں ہو سکا اب فرنگیوں کے ساحلی مقامات میں سے عکا سے جنوب تک قلعہ کوکب صفد اور الکرک کے علاوہ اور کوئی مشہور قلعہ باقی نہیں رہا تھا۔ جب یہ قلعہ فتح نہیں ہو سکا تو اس نے محاصرہ کرنے والا لشکر قایماز انجمی کی قیادت میں دے دیا اور خود ماہ ربیع الاول میں دمشق کی طرف کوچ کیا۔ دمشق میں قلیج ارسلان اور قزل ارسلان کے سفیروں نے اس سے ملاقات کی اور اسے فتوحات کی مبارکباد دی۔ اس کی آمد پر اہل دمشق نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔

جہاد کی تیاری: جب سلطان صلاح الدین بیت المقدس کی فتح سے فارغ ہوا اور اس نے صور صفد اور قلعہ کوکب کا محاصرہ کیا تو اس کے بعد وہ دمشق واپس آ گیا۔ اب اس نے شام کے (باقی ماندہ) ساحلی مقامات اور انطاکیہ کے (فرنگی) علاقہ پر جہاد کرنے کی تیاریاں شروع کیں۔

دعوت جہاد: سلطان ۵۸۴ھ کے موسم بہار میں دمشق سے روانہ ہوا اس نے حمص میں قیام کر کے الجزیرہ کے لشکر اور اطراف و نواحی کے بادشاہوں کو دعوت جہاد دی۔ چنانچہ وہ سب وہاں پہنچ گئے۔ اب سلطان نے حصن الاکراد کی طرف کوچ کیا اور وہاں اپنے لشکر کے خیمے گاڑ دیئے۔

انطاکیہ کے قلعوں پر حملہ: وہ خود انطاکیہ کے قریب کے قلعوں کی طرف روانہ ہو گیا اور طرابلس تک ان علاقوں پر حملہ کرتا رہا۔ وہ اپنی اس پیش قدمی سے بہت مطمئن ہوا اور جب وہ اپنے مرکزی محاذ واپس آیا تو (وہاں کی) زمین مال غنیمت سے بھری ہوئی تھی۔ وہ کچھ عرصہ تک حصن الاکراد میں مقیم رہا جہاں اس کے پاس حاکم جبلہ منصور بن نبیل وفد لے کر آیا۔

منصور کی مخبری: منصور بن نبیل حاکم انطاکیہ کی طرف سے جبلہ کا اس وقت حاکم مقرر ہوا تھا جبکہ فرنگیوں نے اسے فتح کر لیا تھا وہ وہاں کے تمام مسلمانوں کا حاکم تھا اور (فرنگی حاکم) سمندر کی طرف سے اس کے انتظامی امور انجام دیتا تھا۔

جب سلطان صلاح الدین کو عروج حاصل ہوا اور اس کی وجہ سے اسلام کا بول بالا ہوا تو وہ اس کے پاس آیا تا کہ وہ اسے وہاں کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ کرے اور جبلہ ولاذقیہ کی رخنہ اندازی کے فوجی راز بتائے۔ اس نے سلطان کو زور دار طریقے سے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ان دونوں مقامات کو فتح کر لے۔

قلعہ طرسوس کی تسخیر: سلطان نے یکم جمادی الاول کو وہاں سے کوچ کیا اور طرسوس پہنچا وہاں کے فرنگیوں نے شہر خالی کر کے وہاں کے دو مستحکم قلعوں میں پناہ لے رکھی تھی۔

سلطان نے شہر کو ویران اور تباہ کر دیا۔ ان دونوں قلعوں میں سے ایک قلعہ فرقہ فداویہ کا تھا۔ وہاں ان کا وہ افسر موجود تھا جسے سلطان صلاح الدین نے جنگ میں گرفتار کر لیا تھا اور بعد میں بیت المقدس کی فتح کے موقع پر چھوڑ دیا تھا۔

دوسرے قلعہ والوں نے پناہ طلب کی تھی اور قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا تھا سلطان نے اسے تباہ کر کے اس کے پتھر سمندر میں پھینکوا دیئے تھے۔

جبلہ کا جنگی معائنہ: فداویہ کے قلعہ والوں نے مقابلہ کیا لہٰذا سلطان اسبتاریہ والوں کے ایک مینارہ پر چڑھا جو بہت بلند اور اونچا تھا دیکھا کہ کوہستانی راستہ جبلہ کی طرف وہاں سے جاتا تھا۔ وہ راستے سے دائیں طرف تھا اور سمندر بائیں طرف تھا یہ بہت تنگ درہ تھا جس میں سے صرف ایک آدمی دوسرے آدمی کے پیچھے سے گذر سکتا تھا۔

فتح جبلہ: سسلی (صقلیہ) کے فرنگی حاکم کا بحری بیڑہ سواحل شام کے فرنگیوں کو مدد پہنچانے کے لیے ساٹھ جہازوں میں روانہ ہوا اور طرابلس میں لنگر انداز ہوا جب انہوں نے سلطان صلاح الدین کے حملوں کا حال سنا تو وہ مغرب کی طرف روانہ ہو گئے بحری بیڑے کے فوجی جنگی کشتیوں کے اگلے حصے پر کھڑے ہو کر اس راستے کی طرف تیر چلانے لگے لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اس راستے کے بحری جانب ڈھالوں کی ایک فصیل تیار کر لی اور ان کے پیچھے تیر اندازوں کو کھڑا کر دیا یہاں تک کہ اس کا لشکر اس تنگ درہ میں سے گذر کر جبلہ کی طرف پہنچ گیا اور ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں وہاں گھس گیا اس سے پہلے قاضی پہنچ گیا تھا اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے جبلہ فتح کر لیا اور اس کی فصیلوں پر اسلامی جھنڈے بلند کر دیئے گئے اس کی محافظ فوجوں کو قلعہ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا اور قاضی نے اہل جبلہ کو پناہ دے دی تاہم ان میں سے ایک جماعت قاضی نے یرغمال کے طور پر رکھ لی تا کہ حاکم انطاکیہ کے مسلمان قیدیوں کے بدلے میں انہیں چھوڑا جا سکے۔

اظہار اطاعت: اس شہر کے رؤساء اور امراء اظہار اطاعت کے لیے سلطان صلاح الدین کے پاس پہنچے' وہ اس وقت جبلہ و حماۃ کے درمیان ایک پہاڑ پر مقیم تھا' ان کے لیے یہ راستہ دشوار گذار ثابت ہوا' لہٰذا اسی وقت سلطان نے اس راستہ کو کشادہ کرا دیا۔ اس نے جبلہ کا حاکم شیرز کے حاکم سابق الدین عثمان بن الدایہ کو مقرر کیا اور پھر وہاں سے لاذقیہ کی طرف روانہ ہوا۔

فتح لاذقیہ: جب سلطان جبلہ کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے لاذقیہ کی طرف فوج کشی کی۔ وہ وہاں ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں پہنچ گیا تھا اس شہر کی محافظ فرنگی فوجیں وہاں ایک اونچے پہاڑ کے دو قلعوں میں محصور ہو گئی تھیں۔ مسلمانوں نے شہر فتح کر کے فرنگیوں کا دونوں قلعوں میں محاصرہ کر لیا انہوں نے فصیلوں کے نچلے حصے کو کھودنا شروع کیا اس کی وجہ سے فرنگیوں کو اپنی تباہی کا یقین ہو گیا لہٰذا جبلہ کے قاضی نے انہیں ہتھیار ڈالنے کی تلقین کی اور انہوں نے پناہ طلب کی۔ سلطان نے انہیں پناہ دے کر دونوں قلعوں پر اسلامی جھنڈے بلند کر دیئے مسلمانوں نے شہر کو ویران کر دیا اس کی عمارتیں نہایت شاندار اور مستحکم تھیں سلطان نے یہ شہر اپنے بھتیجے تقی الدین کے حوالے کر دیا اس نے اس شہر کو پہلے سے بہتر حالت میں لوٹا دیا' اس کی نہایت عمدہ تعمیر اور قلعہ بندی کی وہ اس معاملے میں بہت باہمت تھا۔

بحری افسر کی تلخ کلامی: لاذقیہ کی بندرگاہ میں فرنگی حاکم صقلیہ کا بحری بیڑہ لنگر انداز تھا یہ لوگ اہل شہر کے ہتھیار ڈالنے پر سخت ناراض ہوئے اور انہیں وہاں سے نکلنے سے روکنے لگے ان کا بحری افسر سلطان صلاح الدین کے پاس آیا۔ اس نے ان پر جزیہ مقرر کرنے پر اعتراض کیا اور اپنی گفتگو کے دوران اس نے اس بات کی دھمکی دی کہ سمندر پار سے فرنگیوں کے لیے فوجی کمک آنے والی ہے سلطان نے جواب میں فرنگیوں کا تذکرہ حقارت سے کیا اور اسے دھمکایا۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان نے صہیون کی طرف فوج کشی کی۔

صہیون کی جنگ: جب سلطان لاذقیہ کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے قلعہ صہیون کی طرف فوج کشی کی۔ یہ قلعہ ایسے اونچے پہاڑ پر واقع تھا جہاں چڑھنا بہت دشوار گذار تھا۔ اس کے پہاڑ کو ایک گہری اور تنگ وادی نے گھیرا ہوا تھا اور وہ صرف شمال کی طرف سے پہاڑ سے ملی ہوئی تھی۔ اس کی پانچ فصیلیں تھیں اور اس کی خندق بہت گہری تھی۔ سلطان نے اس کی تنگی کی وجہ سے پہاڑ پر پڑاؤ ڈالا اور اپنے فرزند الظاہر حاکم حلب کی سرکردگی میں ہراول فوج بھیجی۔ اس نے وادی کے درہ پر قیام کیا اور وہاں مجانیق نصب کرا دیں اور ان کے ذریعے قلعہ پر سنگ باری کی۔ پھر ہر قسم کے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ دشمن نے تھوڑی دیر جم کر صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔

قلعہ کی تسخیر: پھر مسلمانوں نے جمادی الآخریٰ کی دوسری تاریخ کو فوج کشی کی اور چٹانوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے ان کی ایک فصیل پر قبضہ کر لیا پھر ان سے جنگ کر کے مزید دو فصیلوں پر بھی قبضہ کر لیا اور شہر میں جو مویشی گائے بیل اور خوراک کے ذخیرے تھے وہ سب لوٹ لیے آخر کار محافظ فوجیں قلعہ میں محصور ہو گئیں مسلمانوں نے اس کے بعد بھی جنگ جاری رکھی یہاں تک کہ انہوں نے پناہ طلب کی چنانچہ انہیں بیت المقدس کی شرائط کے مطابق پناہ دی گئی۔

مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

دیگر قلعوں کی تسخیر: قلعہ بوقلس کے حاکم ناصر الدین بن کورس کو اس قلعہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اس نے اسے مستحکم قلعہ بنا دیا۔ اس کے بعد مسلمان فوجیں جب اسی گرد ونواح میں منتشر ہوئیں تو انہیں معلوم ہوا کہ فرنگی دوسرے قلعوں کو خالی کر کے بھاگ گئے ہیں لہٰذا مسلمانوں نے ان سب قلعوں پر قبضہ کر لیا' اور ان کے لیے ایک عمدہ راستہ تیار کیا جو آسانی کے ساتھ فرنگی علاقوں اور اسماعیلیہ کی طرف جاتا تھا۔

فتح بکاس و شغر: پھر سلطان صلاح الدین نے قلعہ صہیون سے ماہ جمادی الاخریٰ کی تین تاریخ کو قلعہ بکاس کی طرف پیش قدمی کی۔ فرنگی اس قلعہ کو چھوڑ چکے تھے اور وہ قلعہ شغر میں محصور ہو گئے تھے اس لیے سلطان نے اسے (آسانی کے ساتھ) فتح کر لیا پھر قلعہ شغر کا محاصرہ کیا اس قلعہ سے راستہ لاذقیہ' جبلہ اور صہیون کی طرف جاتا تھا جہاں سلطان نے ان سے جنگ کی اور مجانیق (سنگ بار آلات) نصب کیے مگر ان کے پتھر وہاں تک نہیں پہنچ رہے تھے اس لیے وہ قلعہ کی حفاظت کرتے رہے۔ اس عرصے میں انہوں نے حاکم انطاکیہ سے' جس کی عملداری میں یہ قلعہ تھا' فوجی کمک طلب کی اور یہ پیغام بھی پہنچایا کہ "اگر کمک نہیں پہنچی تو وہ قلعہ (دشمن کے) حوالے کر دیں گے۔" اللہ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا تھا چنانچہ جب وہ (حاکم انطاکیہ) ان کی مدد نہیں کر سکا تو انہوں نے سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور تین دن کی مہلت طلب کی چنانچہ سلطان نے انہیں یہ مہلت دے دی اور (اس کے لیے) یرغمال رکھے تین دن کے بعد فرنگیوں نے اسی سال کے ماہ جمادی الاخریٰ کی پندرہویں تاریخ کو قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔

فتح سرمین: جب سلطان مذکورہ بالا قلعوں کو فتح کرنے میں مشغول تھا تو اس وقت اس نے اپنے فرزند الظاہر غازی حاکم حلب کو سرمین کی طرف روانہ کیا۔ اس نے وہاں جا کر اس کا محاصرہ کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کو مقررہ خراج وصول کر کے نکال دیا اور اس قلعہ کو تباہ کر دیا۔

یہ قلعہ ماہ جمادی الآخرہ کے آخر میں فتح ہوا تھا اس کی فتح کی وجہ سے وہ مسلمان قیدی جو اس قلعہ میں مقید تھے رہا ہو گئے۔ یہ تمام فرنگی قلعے ایک مہینے کے اندر فتح ہوئے اور یہ سب قلعے انطاکیہ کی عملداری میں تھے۔

دشوار گزار قلعہ: جب سلطان صلاح الدین قلعہ شغر[1] کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے قلعہ برزیہ کی طرف پیش قدمی کی جو افامیہ کے سامنے تھا ان دونوں مقامات کے درمیان دریائے عاصی کے پانی کی جھیل اور کئی بہنے والے چشمے تھے اس قلعہ کے فرنگی مسلمانوں کو سب سے زیادہ اذیتیں پہنچاتے تھے لہٰذا سلطان نے ۲۴ جمادی الاخیرہ کو وہاں کا محاصرہ کیا یہ قلعہ شمال جنوب اور مشرق کی سمتوں سے بالکل محفوظ تھا کیونکہ ان سمتوں سے کوئی راستہ ہی نہیں تھا البتہ مغربی سمت سے اس کی طرف ایک راستہ جاتا تھا وہیں سلطان نے اپنا محاذ قائم کیا اور مجانیق (سنگ بار اور قلعہ شکن آلات) نصب کیں مگر قلعہ کی بہت اونچائی اور دوری کی وجہ سے ان کے پتھر وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے لہٰذا سلطان نے فوجوں کی صف بندی کی اور اپنی فوجوں

---

[1] شغر کے درمیان کا حرف بالنقطہ (غ) ہے۔ (مترجم)

کو مختلف سپہ سالاروں میں تقسیم کر دیا تا کہ وہ باری باری جنگ کریں لہٰذا سب سے پہلے حاکم سنجار عماد الدین زنگی بن مودود اور اس کے لشکر نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ دشمن اونچے قلعے کی طرف چڑھ گئے جہاں مسلمانوں کے لیے چڑھنا بہت دشوار تھا' تاہم وہ ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے کہ وہ ان پر تیر چلا سکیں اور قلعہ سے پتھر پھینک سکیں۔ وہ جنگجو سپاہیوں پر پتھر لڑھکا کر پھینکتے تھے مگر وہ بالعموم بیکار ثابت ہوتے تھے۔

گھمسان کی جنگ: جب ان نوبت کی فوجیں تھک گئیں تو وہ واپس آ گئیں اور اب سلطان کا خاص لشکر اوپر چڑھا اور انہوں نے سخت جنگ کی۔ سلطان صلاح الدین اور اس کا بھتیجا تقی الدین ان کی ہمت بڑھا رہے تھے جب یہ فوجیں تھک گئیں اور انہوں نے واپس آنے کا قصد کیا تو سلطان صلاح الدین نے انہیں اور دوسری جماعت کو پکارا' چنانچہ وہ بھی آ کر پہلی جماعت کے ساتھ جنگ میں شامل ہو گئیں۔ اس کے بعد عماد الدین کی فوجیں بھی ان کے پیچھے آئیں اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی پسپا ہو کر اپنے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ ان کے ساتھ مسلمان بھی اس قلعہ میں گھس گئے۔

فتح قلعہ برزیہ: مسلمانوں کی باقی ماندہ فوجیں قلعہ کے مشرق میں اپنے خیموں میں تھیں فرنگیوں نے ان پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس سمت سے خیموں والی فوجیں بھی پیش قدمی کر کے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئیں اور فرنگیوں کا تعاقب کرتے ہوئے قلعہ میں گھس گئیں اور قلعہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔

نعرۂ تکبیر کا اثر: فرنگی جب قلعہ کے گنبد کی طرف گئے تو ان کے ساتھ مسلمان قیدی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ان مسلمان قیدیوں نے جب گنبد سے باہر اپنے مسلمان بھائیوں کے نعرۂ تکبیر کی آوازیں سنیں تو انہوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا جسے سن کر فرنگی وہشت زدہ ہو گئے انہوں نے خیال کیا کہ مسلمان ان کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چنانچہ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے ان کا صفایا کر دیا اور شہر میں آگ لگا دی۔ انہوں نے ان کے حاکم اور اس کے اہل وعیال کو بھی گرفتار کر لیا۔ سلطان نے ان فرنگیوں کو جو قید تھے' ایک جگہ جمع کر لیا اور جب وہ انطاکیہ کے قریب پہنچا تو اس نے انہیں وہاں بھیج دیا' کیونکہ حاکم انطاکیہ کی بیوی سلطان کو خبریں پہنچاتی تھی اور اس کے پاس تحائف بھیجتی تھی' لہٰذا سلطان نے اس کے ساتھ یہ رعایت کی۔

فتح دربساک: سلطان جب قلعہ برزیہ کی فتح سے فارغ ہوا تو وہ دوسرے دن دریائے عاصی کے نئے پل کے پاس جو انطاکیہ کے قریب تھا پہنچ گیا اس نے کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد لشکر کے ایک حصے کو وہاں چھوڑا اور وہ جو فوج لے کر قلعہ دربساک کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں وہ اسی سال کے ماہ رجب کو پہنچا۔ یہ فداویہ (جاں نثار صلیبی رضا کاروں) کا مرکزی قلعہ تھا۔ خطرہ کے موقع پر وہ یہاں پناہ لیتے تھے۔

سلطان نے اس قلعہ کی فصیلوں پر مجانیق نصب کر دی تھیں جن کی وجہ سے ان کی فصیل منہدم ہو گئی پھر ان پر حملہ کر دیا گیا اور مسلمان فوجیوں نے نقب لگا کر فصیل کے نیچے حصے میں ایک برج میں سوراخ کر دیا گیا جس کی وجہ سے وہ گر گیا۔ پھر

دوسرے دن صبح سویرے جنگ ہوئی۔ فرنگیوں نے صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا کیونکہ وہ حاکم انطاکیہ کی طرف سے فوجی امداد کا انتظار کر رہے تھے جب انہیں اس سے مایوسی ہوئی تو انہوں نے سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطان نے صرف ان کی جان بخشی کی اور وہ نکل کر انطاکیہ چلے گئے۔ یوں سلطان نے ۲۰ ماہ رجب کو یہ قلعہ بھی فتح کر لیا۔

فتح بغراس: پھر عماد الدین (حاکم سنجار تو سلطان کے حکم کے مطابق) دربساک سے قلعہ بغراس کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ شہر انطاکیہ سے بہت قریب تھا۔ اس وجہ سے اسے انطاکیہ کی طرف سے بہت جلد کمک مل سکتی تھی۔ بہرحال اس قلعہ کا محاصرہ کیا گیا اور اس پر مجانیق نصب کی گئیں مگر چونکہ یہ قلعہ بہت اونچا تھا' اس لیے یہ (سنگ باری) کارآمد نہیں ثابت ہوئی۔ نیز مسلمانوں کے لیے اونچے پہاڑ پر آب رسانی کا انتظام دشوار ہو رہا تھا وہ ابھی ان مشکلات پر غور کر رہے تھے کہ اہل قلعہ کا قاصد ان کے لیے پناہ حاصل کرنے کے لیے پہنچا۔ مسلمانوں نے اہل دربساک کی طرح صرف ان کی جان بخشی کی' پھر قلعہ پر مع ساز و سامان کے قبضہ کر لیا اور اسے تباہ کر دیا۔ آگے چل کر حاکم ارمن ابن لیون نے اسے از سر تو آباد کیا اور قلعہ کی شکل دے کر اسے اپنی عملداری میں شامل کر لیا۔

صلح انطاکیہ: جب سلطان نے قلعہ بغراس بھی فتح کر لیا تو حاکم انطاکیہ سمند کو بہت خطرہ لاحق ہوا۔ اس لیے اس نے سلطان صلاح الدین کے پاس مصالحت کا پیغام بھیجا اس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ ان مسلمان قیدیوں کو رہا کر دے گا جو اس کے پاس مقید ہیں اس کے ساتھیوں نے بھی اسے مصالحت پر آمادہ کیا تا کہ لوگ آرام کر کے (آئندہ جنگ کی) تیاریاں کر سکیں لہٰذا سلطان نے بھی جنگ بندی کی تجویز منظور کر لی اور معاہدۂ جنگ بندی سے آٹھ مہینے تک کے لیے اس نے مصالحت کر لی۔ سلطان نے اپنا نمائندہ بھیج کر اس سے حلف اٹھوایا اور پھر اس نے مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا۔

سمند کی وسیع ریاست: سمند (حاکم انطاکیہ) اس زمانے میں (فرنگیوں کی) عظیم شخصیت تھا اس کی سلطنت وسیع تھی۔ طرابلس کا پورا علاقہ بھی سابق حکمران کے مرنے کے بعد اس کے ماتحت ہو گیا تھا۔ جہاں اس نے اپنے بڑے فرزند کو حاکم بنایا۔

حلب کی طرف مراجعت: (اس صلح کے بعد) سلطان اس سال کی ۳ شعبان کو حلب پہنچ گیا' نیز اطراف و نواحی کے بادشاہ بھی الجزیرہ اور اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے۔

امیر مدینہ کی صحبت: سلطان وہاں سے دمشق آیا۔ ان فتوحات میں اس کے ساتھ امیر مدینہ ابو فلیتہ قاسم بن مہنا بھی شریک رہا۔ وہ ہر جگہ اس کے لشکر کے ساتھ کوچ کرتا تھا اور اس کی فتوحات میں شریک ہوتا تھا۔ سلطان بھی اس کی صحبت کو نیک شگون سمجھتا تھا اور اس کے دیدار سے برکت حاصل کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان نے اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور وہ (اہم کاموں میں) اس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔

جہاد کا عزم صمیم: سلطان اس سال کے یکم رمضان میں دمشق آیا تو اسے مشورہ دیا گیا کہ وہ فوج کو منتشر کر دے' مگر اس

نے یہ مشورہ نہیں مانا اور کہا:

''جب تک (فرنگیوں کے) قلعے کوکب' صفد اور الکرک اسلامی شہروں کے درمیان موجود ہیں' ان وقت تک انہیں جلد فتح کرنے کی ضرورت ہے۔''

فتح الکرک: سلطان صلاح الدین نے الکرک کی طرف اپنے بھائی العادل کی زیر قیادت فوجیں روانہ کیں۔ وہ دربساک اور بغراس کی طرف روانہ ہوا اور اس علاقے میں دور تک پہنچ گیا تھا۔ ملک العادل نے الکرک کا اس قدر سخت محاصرہ کیا کہ اہل الکرک تھک گئے اور ان کا غذائی ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اس لیے انہوں نے پناہ طلب کی چنانچہ انہیں پناہ دے دی گئی اور انہوں نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ اس قلعہ کی تسخیر کے بعد اس کے گرد و نواح کے قلعے بھی فتح کر لیے گئے۔ ان میں سب سے بڑا قلعہ شوبک تھا اس کے بعد اس علاقہ میں امن و امان ہو گیا اور مصر سے بیت المقدس تک لگاتار تمام علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

فتح صفد: جب سلطان صلاح الدین دمشق واپس آیا تو دو ماہ رمضان المبارک کے نصف مہینے تک وہاں رہا۔ پھر اس نے صفد کے علاقے کا محاصرہ کرنے کے لیے لشکر تیار کیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ان فصیلوں پر مجانیق نصب کر دیں۔ اہل صفد کی خوراک کا ذخیرہ پہلے محاصرہ میں کم ہو گیا لہٰذا اب دوسرے محاصرہ کے موقع پر انہیں اندیشہ ہوا کہ ان کی خوراک کا ذخیرہ بالکل ختم ہو جائے گا اس لیے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور سلطان نے صفد پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے فرنگی شہر صور کی طرف بھاگ گئے۔

فرنگی فوجوں کی تباہی: جب سلطان صفد کا محاصرہ کیے ہوئے تھا تو اس موقع پر فرنگیوں کو قلعہ کوکب کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہوا اس لیے انہوں نے (اس قلعہ کی مدافعت کے لیے) فوجی امداد بھیجی۔ اس قلعہ کا محاصرہ قایماز نجمی کر رہا تھا۔ اسے اس فوجی کمک کا پتہ چل گیا تھا۔ اس لیے وہ ان کی طرف سوار ہو کر پہنچا۔ یہ فوج کسی گھاٹی میں چھپی ہوئی تھی لہٰذا مسلمان سپہ سالار نے وہاں پہنچ کر ان کا صفایا کر دیا اور ان میں سے کوئی بھی بچ کر نہ بھاگ سکا۔ اس شکست خوردہ فوج میں ان کے فرقہ استباریہ کے دو افسر بھی تھے انہیں سلطان کے پاس صفد کے مقام پر پہنچایا گیا۔ (چونکہ سلطان استباریہ اور فداویہ کو ناپسند کرتا تھا) اس لیے اس نے اپنی عادت کے مطابق ان دونوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مگر ان میں سے ایک نے رحم کی درخواست کی تو سلطان نے دونوں کو معاف کر کے انہیں قیدی بنا لیا۔

فتح قلعہ کوکب: فتح صفد کے بعد سلطان' قلعہ کوکب کی طرف بذات خود فوج لے کر گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا اور انہیں پناہ دینے کا وعدہ کیا مگر وہ قلعہ کی مدافعت کرنے پر مصر رہے۔ لہٰذا سلطان نے قلعہ پر مجانیق (قلعہ شکن اور سنگ بار آلات) نصب کرا دیئے اور لشکر کشی جاری رکھی۔ پھر بارش کی وجہ سے جنگ نہیں ہو سکی اور سلطان کو وہاں طویل عرصہ تک قیام کرنا پڑا۔ جب بارش تھم گئی تو سلطان نے دوبارہ جنگ شروع کی اور ان کی فصیلوں پر سخت حملے کر کے اور نقب لگا کر ایک برج گرا لیا۔ اس کے بعد فرنگی بہت خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے یوں سلطان نے اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ کی

پندرھویں تاریخ کو اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ یہاں جو فرنگی تھے وہ شہر صور کی طرف بھاگ گئے۔

مزید فرنگی رضا کاروں کی آمد: صور پہنچ کر فرنگیوں کے افسر نے مشورہ کر کے سمندر پار اپنے فرنگی بھائیوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے۔ جنہوں نے امداد کے لیے زبردست فریاد کی لہٰذا فرنگیوں نے انہیں لگاتار صلیبی رضا کاروں کی بڑی جماعت امداد کے لیے بھیجی۔

سلطان کا عکا میں قیام: ادھر مسلمانوں نے فرنگیوں کے تمام ساحلی علاقے ایلہ سے لے کر بیروت تک فتح کر لیے تھے۔ ان کے درمیان صرف صور کا شہر حائل تھا (جہاں فرنگیوں کا قبضہ تھا) لہٰذا سلطان جب صفد اور کوکب کی فتح سے فارغ ہوا تو وہ بیت المقدس روانہ ہوا۔ وہاں اس نے عید الاضحیٰ کی قربانی کے مراسم ادا کیے پھر وہ عکا پہنچا جہاں اس نے موسم سرما کے اختتام تک قیام کیا۔

قلعہ شقیف کا محاصرہ: پھر سلطان ۵۸۵ھ نے موسم بہار میں قلعہ شقیف کے محاصرہ کے لیے کوچ کیا۔ یہ قلعہ حاکم صیدا' ارناط (فرنگی حاکم) کے ماتحت تھا وہ سب فرنگی حکام سے زیادہ چالباز اور مکار تھا۔ جب سلطان مرج العیون پہنچا تو وہ سلطان کے پاس آیا اور خلوص و محبت کا اظہار کرتا رہا اس نے ماہ جمادی الاخیرہ تک کے لیے مہلت طلب کی تا کہ وہ اپنے اہل و عیال کو صور کے حاکم مارکوئیس کے پاس سے نکال سکے۔ اس کے بعد وہ ضرور شقیف کا قلعہ سلطان کے حوالے کر دے گا۔ سلطان اس کے وعدہ کے مطابق وہیں مقیم رہا۔ اس عرصے میں مصالحت اور جنگ بندی کی وہ مدت ختم ہو گئی جو سلطان اور حاکم انطاکیہ سمند کے درمیان مقرر ہوئی تھی اس لیے سلطان نے اپنے بھتیجے تقی الدین کے زیر قیادت حفاظتی فوج ان شہروں کے لیے بھیجی جو انطاکیہ کے قریب تھے۔

صور میں فرنگیوں کا اجتماع: اس اثناء میں اسے یہ اطلاع ملی کہ فرنگی (صلیبی) رضا کار (بیرونی ممالک سے آ کر) صور میں وہاں کے حاکم مارکوئیس کے پاس اکٹھے ہو رہے ہیں اور سمندر پار ممالک سے انہیں اپنے ہم مذہب حکومتوں کی طرف سے مکمل فوجی امداد پہنچ رہی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ شام کا فرنگی بادشاہ جسے سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کی فتح کے بعد رہا کر دیا تھا' وہ مارکوئیس (حاکم صور) سے مل گیا ہے اور ان دونوں میں اتحاد ہو گیا ہے۔ اس طرح بے شمار فرنگی فوجیں وہاں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر اس نے ان کی طرف پیش قدمی کی اور قلعہ شقیف کا محاصرہ چھوڑ دیا تو اس کی فوج کے لیے خوراک اور رسد رسانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا لہٰذا اس نے اپنی جگہ پر وہیں قیام جاری رکھا۔

ارناط کی گرفتاری: جب مہلت کی مدت ختم ہو گئی تو سلطان نے قلعہ شقیف کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں کے حاکم ارناط کو بلوایا۔ اس نے آ کر یہ عذر پیش کیا کہ مارکوئیس نے اس کے اہل و عیال کو نہیں چھوڑا ہے اس لیے اس نے دوبارہ مہلت طلب کی۔ اب سلطان پر اس کا مکر و فریب ظاہر ہو گیا تھا' اس لیے سلطان نے اسے قید کر لیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اہل شقیف کو پیغام بھیجے کہ وہ قلعہ شقیف اس کے حوالے کر دے' مگر اس نے یہ بات منظور نہیں کی لہٰذا سلطان نے ارناط کو دمشق

بھیج دیا۔ جہاں اسے قید کر دیا گیا۔ اب سلطان نے خود فوج لے کر قلعہ شقیف کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ سخت کر دیا۔

فرنگیوں کو شکست: اس سے پیشتر سلطان نے ان فرنگیوں کے مقابلے کے لیے جو صور سے باہر تھے ایک مدافعتی فوج بھیجی تھی۔ پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ فرنگیوں نے صیدا کا محاصرہ کرنے کے لیے صور سے کوچ کیا ہے۔ چنانچہ ان کا مسلمانوں کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں نے ان سے جنگ کر کے فتح حاصل کی اور ان کے سات شہسواروں کو گرفتار کرنے کے علاوہ فرنگیوں کے بہت سے افراد کو قتل کیا' تاہم سلطان صلاح الدین کا ایک خاص آزاد کردہ غلام بھی اس جنگ میں شہید ہوا جو سب لوگوں سے زیادہ دلیر انسان تھا۔ آخر کار مسلمانوں نے ان فرنگیوں کو پسپا کر کے صور کے باہر ان کے مرکزی خیموں کی طرف لوٹا دیا۔ جب سلطان صلاح الدین جنگ کے بعد وہاں پہنچا اس نے اپنے محاذ پر اس نیت سے قیام کیا کہ کوئی فرنگی ملے تو وہ اس سے انتقام لے۔

اسلامی سپاہ کی غلط فہمی: ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک گیا تا کہ وہ فرنگیوں کے محاذ کا پتہ چلائے۔ سلطان کی فوجوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ سلطان فرنگیوں سے جنگ کرنا چاہتا ہے' اس لیے وہ آگے بڑھ کر دشمن کے علاقے میں دور تک گھس گئے سلطان نے (خطرہ محسوس کرتے ہوئے) فوجی افسروں کو ان کے پیچھے بھیجا تا کہ وہ ان فوجوں کو لوٹا کر لے آئیں مگر وہ فوجیں واپس نہیں آئیں۔

اسلامی منتشر فوج کی شہادت: فرنگیوں نے جب مسلمانوں کی فوج کو دیکھا تو انہیں بھی یہ غلط فہمی ہوئی کہ ان کے پیچھے (بڑی فوج) کمین گاہ میں ہے مگر جب انہوں نے جاسوسوں کو بھیجا تو وہ خبر لائے کہ (مسلمانوں کی یہ فوج) اصل فوج سے بالکل الگ ہے تو انہوں نے ان پر حملہ کر کے ان سب کو اس سال کی نو جمادی الاولیٰ کو (موت کی) نیند سلا دیا۔

فرنگیوں سے انتقام: سلطان (اس خبر کے بعد) پہاڑ کی طرف سے لشکر لے کر ان کے مقابلہ کے لیے گیا اور انہیں شکست دے کر پل کی طرف بھگا دیا' ان میں سے بہت سے فرنگی مارے گئے اور ان کے زرہ پوش ایک سو مسلح نوجوان سمندر میں ڈوب گئے۔ سلطان کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا محاصرہ کیا جائے اور مسلمان فوج بھی اس کے پاس اکٹھی ہو گئی تھی مگر فرنگی صور کی طرف لوٹ گئے اور سلطان بھی بلیس کی طرف واپس چلا گیا تا کہ وہ عکا کا بندوبست کرے اور اپنے مرکزی محاذ کی طرف واپس آ جائے۔

غلط منصوبہ کا نتیجہ: جب سلطان اپنے مرکزی خیموں میں واپس آ گیا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ فرنگی اپنے راستے سے اپنی ضرورتوں کے لیے باہر نکلنے والے ہیں لہٰذا سلطان نے عکا کے فوجی محاذ کو یہ اطلاع دی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ ماہ جمادی الاخیرہ کی آٹھویں تاریخ کو اپنے علاقوں سے ان پر حملہ کریں۔ سلطان نے مختلف وادیوں اور گھاٹیوں میں ان کی کمین گاہیں قائم کر دی تھیں اور اپنے لشکر کے مختلف شہسواروں کی ایک جماعت کو آگے بڑھنے کا حکم دیا تا کہ وہ فرنگیوں کو گھیر کر ان مقررہ کمین گاہوں کی طرف لے آئیں چنانچہ حسب ہدایت انہوں نے فرنگیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی۔

مسلمانوں کی شکست: مگر وہ فرنگی ان کمین گاہوں کی طرف نہیں آئے۔ ان مقامات پر جو فوج چھپی ہوئی تھی وہ طویل انتظار کے بعد اپنے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے باہر نکل آئی تو اس وقت ان فرنگیوں نے ان مسلمان فوجوں کو گھیر لیا اور سخت جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ ان کمین گاہوں میں قبیلہ طے کے چار فوجی افسر بھی تھے جو اپنے ساتھیوں کے راستے سے ہٹ کر ایک وادی میں گھس گئے تھے۔ سلطان کے بعض موالی (آزاد کردہ غلام) بھی ان کے پیچھے چلے مگر فرنگیوں نے انہیں اس وادی میں گھستے ہوئے دیکھ لیا تھا اور وہ سمجھے کہ یہ راستے سے بھٹک گئے ہیں لہٰذا انہوں نے تعاقب کر کے انہیں شہید کر دیا۔

فرنگیوں کی آخری پناہ گاہ: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صور کے شہر کو ایک فرنگی نواب (مارکوئیس) نے آ کر ان فرنگیوں سے آباد کیا تھا جو سمندر پار سے آئے تھے لہٰذا سلطان جب کوئی شہر یا قلعہ فتح کرتا تھا تو وہاں کے فرنگی صور میں آ کر پناہ لیتے تھے یوں اس شہر میں فرنگیوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہوگئی تھی اور وہ اپنے ساتھ بہت مال و دولت بھی لائے تھے۔

یورپ میں فوجی بھرتی: جب سلطان نے بیت المقدس فتح کر لیا تو ان کے بہت سے عیسائی راہبوں پادریوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں نے بیت المقدس کے چھن جانے کے ماتم میں سیاہ لباس پہن لیا تھا اور بیت المقدس کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا (بطرک) بھی وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ بھی اپنے ساتھ عیسائیوں کو لے کر سمندر پار فرنگی ممالک میں فریاد کرتا رہا کہ عیسائی مذہب کے تمام ماننے والے بیت المقدس کی شکست کا انتقام لیں۔ لہٰذا ہر شہر سے کافی تعداد میں اس صلیبی جنگ کے لیے فرنگی مرد تیار ہو گئے یہاں تک کہ خواتین بھی جنگ کے لیے تیار ہو گئیں۔ ان میں سے جو جنگ نہیں کر سکتا تھا وہ اپنی جگہ اجرت دے کر کوئی شخص اپنی طرف سے بھیجتا تھا یوں انہوں نے اس مذہبی جنگ کے لیے بے تحاشا مال و دولت صرف کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مقام سے فرنگی رضا کار تیار ہو کر صور کے شہر کی طرف پہنچنے لگے اور ہر وقت سپاہیوں خوراک اور ہتھیاروں کی امداد کا سلسلہ لگا تار وہاں قائم رہا۔

عظیم صلیبی لشکر کی پیش قدمی: اب ان تمام فرنگیوں نے متفقہ طور پر عکا کی طرف کوچ کرنے اور اس کا محاصرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ وہ ۵۸۵ھ میں ماہ رجب کی آٹھویں تاریخ کو ساحلی راستے پر روانہ ہوئے (ان کی حفاظت کے لیے) ان کے بحری بیڑے ان کے بالمقابل چلتے رہے مسلمانوں کی فوجیں اپنے اپنے مقامات پر ان میں چھاپے مارتی رہیں تاہم فرنگیوں کا (یہ بھاری) لشکر عکا کے قریب پہنچ گیا وہ وہاں پندرہویں رجب کو پہنچے تھے۔

عکا کا محاصرہ: سلطان صلاح الدین چاہتا تھا کہ وہ ان کے بالمقابل فوج کشی کر کے انہیں نقصان پہنچائے۔ مگر اس کے ساتھیوں نے مخالفت کی ان کی رائے یہ تھی کہ راستہ بہت تنگ ہے اور دشوار گزار ہے لہٰذا سلطان نے فوج کشی کے لیے دوسرا راستہ اختیار کیا اور جب فرنگی فوجیں عکا کے قریب پہنچ چکی تھیں اس وقت سلطان کا لشکر وہاں پہنچا فرنگیوں نے بحری راستہ گھیر لیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو بحری راستہ نہیں مل سکا۔

مسلمانوں کو دعوت جہاد: سلطان صلاح الدین نے ان کے سامنے محاذ قائم کر لیا اور اطراف و جوانب کے مسلمانوں کو دعوت جہاد بھجوائی چنانچہ موصل، دیار بکر، سنجار اور الجزیرہ کے تمام علاقوں سے فوجیں آئیں سلطان کا بھتیجا تقی الدین حماۃ سے فوج لے کر آیا اور مظفر الدین کوکبری حران اور رہا سے فوجیں لے کر آیا۔ مسلمانوں کو خشکی کے راستے سے کمک پہنچ رہی تھی اور فرنگیوں کو بھی بحری راستے سے کمک مہیا ہو رہی تھی مگر وہ صور کے شہر میں محصور تھے۔ ان کے درمیان مشہور واقعات ہوتے رہے تاہم سلطان صلاح الدین نے ماہ رجب کے باقی ماندہ ایام میں جنگ نہیں کی۔

عکا کی مدافعتی جنگ: جب ماہ شعبان شروع ہوا تو سلطان نے سارے دن فرنگیوں سے جنگ کی اور رات کے وقت بھی مسلمان صف بندی میں رہے اور صبح ہوتے ہی انہوں نے پھر جنگ شروع کی اور صبر و استقلال کے ساتھ میدان جنگ میں آئے سلطان کے بھتیجے تقی الدین نے دو پہر کے وقت میمنہ (دائیں طرف کی) فوج کے ساتھ ایسا زبردست حملہ فرنگیوں پر کیا کہ وہ اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹ گئے اور مسلمانوں نے ان کے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ اب مسلمان شہر کے قریب پہنچ کر اس میں داخل ہو گئے سلطان نے شہر میں ہر قسم کے مدافعت کے انتظامات مکمل کر لیے اور وہاں ہر قسم کی فوجی امداد پہنچائی اور فرنگیوں کے مقابلے کے لیے امیر حسام الدین ابوالہیجاء السمین کی قیادت میں لشکر بھیجا جو اربل کے کردوں میں سے ان کا سب سے بڑا افسر تھا۔

خندقوں میں محصور: دوسرے دن جب مسلمان جنگ کے لیے آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ فرنگیوں نے اپنے چاروں طرف خندقیں کھود لی ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو محصور کر لیا ہے لہٰذا اس دن جنگ نہیں ہو سکی اور وہ مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہے (لہٰذا دوسری تدبیر یہ کی گئی کہ) سلطان کی فوج کے کچھ عرب قبائل نے افراد فرنگیوں کے علاقے کی سمت میں ساحل بحر کے کچھ مقامات پر جو دریا کے موڑ پر واقع تھے چھپ گئے اور اپنی کمین گاہوں سے فرنگیوں پر چھاپے مارتے رہے۔ چنانچہ ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کو انہوں نے فرنگیوں کا صفایا کر دیا اور انہیں قتل کر کے ان کے سر سلطان صلاح الدین کے پاس بھیجے۔ سلطان نے ان کی بہت قدر دانی کی اور اچھا سلوک کیا۔

مسلمانوں کے جنگی مراکز: اب سلطان صلاح الدین نے مصر سے اپنا لشکر بلوایا۔ یہ خبر فرنگیوں کو بھی معلوم ہو گئی۔ لہٰذا انہوں نے اس مصری لشکر کو وہاں پہنچنے سے روکنے کی کوشش کی۔ ادھر سلطان کی فوجیں مختلف چھاؤنیوں میں منتشر تھیں۔ اس کی ایک فوجی چھاؤنی انطاکیہ کے اور اس کے حاکم سمندر کے مقابلے کے لیے حلب کی عملداری میں تھی۔

دوسری مدافعتی فوج حمص میں تھی تاکہ وہ طرابلس کے فرنگیوں کا مقابلہ کر سکے سلطان کی فوج کا ایک بڑا حصہ اہل صور کے مقابلے پر تھا اور ایک زبردست فوجی چھاؤنی دمیاط اور دوسری اسکندریہ میں تھی۔

اچانک حملۂ فرنگ: اس اثناء میں (جب کہ جنگ بند تھی) فرنگیوں نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے کا ارادہ کیا

---

۱ نسخہ رعبان (بالباء الموحدہ) ہے۔ (ارشد)

چنانچہ فرنگیوں نے ماہ شعبان کی بیسویں تاریخ کو صبح سویرے حملہ کر دیا۔ (یہ سن کر) سلطان صلاح الدین سوار ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور ان کی صف بندی کی۔ فرنگیوں نے سلطان کی میمنہ فوج پر اچانک حملہ کیا جو اس کے بھتیجے تقی الدین کی زیر قیادت تھی۔ یہ فوج کسی قدر پیچھے ہٹ گئی تو سلطان نے اپنے خاص آدمیوں کو اس کی مدد کے لیے بھیجا جس سے سلطان صلاح الدین کا قلب (درمیانی حصہ) کا لشکر کمزور ہو گیا اور سلطان کے خاص افسروں نے جام شہادت نوش کیا جن میں قابل ذکر حضرات یہ تھے:

مشہور شہداء: (۱) امیر علی بن مروان (۲) ظہیر جو فقیہ عیسیٰ حاکم بیت المقدس کے بھائی تھے (۳) حاجب خلیل ہکاری۔

شاہی خیمہ پر حملہ: فرنگیوں نے سلطان صلاح الدین کے مخصوص خیمہ پر بھی حملہ کیا اور اس کے بعض وزراء کو شہید کر کے خیمہ کو لوٹ لیا۔ علماء میں سے جمال الدین بن رواحہ بھی اس موقع پر شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کافی مسلمانوں کو شہید کیا۔ خیمہ کے جو اردگرد افراد تھے انہیں شکست ہو گئی اور وہاں جو فرنگی فوجیں بڑھ کر آ گئی تھیں وہ اپنے ساتھیوں سے منقطع ہو گئی تھیں۔

فرنگی سپاہیوں کا قتل: لہٰذا مسلمانوں کی میسرہ (بائیں طرف کی) فوج نے ان (پیش قدمی کرنے والے) فرنگیوں پر حملہ کر کے انہیں خندق کے پیچھے لوٹا دیا پھر یہ مسلمان فوج سلطان صلاح الدین کے خیمہ کے پاس پہنچی تو اس نے جو فرنگی سپاہی دیکھا اس کا کام تمام کر دیا اس عرصے میں سلطان صلاح الدین بھی واپس آ گئے جو اپنی فوجوں کو (جو بھاگ گئی تھیں) جنگ کرنے کے لیے واپس لا رہے تھے۔ ایسے موقع پر مسلمانوں نے فرنگیوں کو گھیر لیا اور ان میں سے کوئی بچ کر نہیں جا سکا۔

مقتولین کی تعداد: مسلمانوں نے فرنگیوں کی فداویہ (جماعت) کے سردار کو گرفتار کر لیا سلطان نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا سلطان نے اسے دو مرتبہ رہا کیا تھا اب فرنگی مقتولین کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی وہ سب کے سب دریا میں پھینک دیئے گئے۔

دوبارہ جنگ: مسلمانوں میں سے جو سپاہی شکست کھا کر بھاگ گئے تھے ان میں سے بعض طبریہ سے واپس آئے بعض سپاہی دریائے اردن پار کر گئے تھے وہ پھر وہاں سے لوٹے بعض دمشق پہنچ گئے تھے۔ اب مسلمانوں کی فرنگیوں کے ساتھ دوبارہ جنگ شروع ہو گئی تھی اور مسلمان فرنگیوں کے اصل محاذ کے اندر گھسنے والے تھے کہ اتنے میں خبر آئی کہ ان کا مال لوٹا جا رہا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شکست خوردہ فوج اپنا سامان اٹھا کر لے جا رہی ہے کہ اوباش اور شریر لوگوں نے دست درازی کر کے ان کا سامان لوٹ لیا ہے لہٰذا مسلمان فوج نے پورے ایک دن اور ایک رات تک کوشش کر کے ان مسلمانوں کے قبضے سے لوٹ کا مال واپس کرایا۔ اس واقعہ کی وجہ سے مسلمان فرنگی فوجوں کی بیخ کنی نہ کر سکے اور وہ تباہی سے بچ گئے۔

سلطان کی جنگ سے واپسی: جب یہ جنگ ختم ہو گئی اور یہ زمین فرنگیوں کی لاشوں سے بھر گئی تو اس کے نتیجے میں

یہاں کی آب و ہوا مضر اور بدبو دار ہو گئی اس سے سلطان صلاح الدین کو قولنج کا عارضہ لاحق ہوا جس میں سلطان بار بار مبتلا ہوتا رہا۔ ایسے موقع پر اس کے دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ (تبدیلی آب و ہوا کے لیے) یہاں سے کوچ کر جائے اس کے بعد فرنگی فوجیں بھی چلی جائیں گی اور اگر وہ یہاں رہیں تو وہ دوبارہ آ کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ اطباء نے بھی اسے کوچ کرنے پر مجبور کیا لہٰذا وہ اس سال کے ماہ رمضان المبارک کی چوتھی تاریخ کو روانہ ہوا۔ اس نے عکا میں جا کر اپنے کوچ کرنے کا اصل سبب بیان کیا۔

دشمن کی قلعہ بندی: جب سلطان عکا سے روانہ ہو گیا تو فرنگیوں نے عکا کا محاصرہ سخت کر دیا اور چاروں طرف سے اپنے بحری بیڑے کی مدد سے اس کا احاطہ کر لیا انہوں نے اپنے محاذ جنگ پر خندق بھی کھود لی اور اپنی فوجوں کے چاروں طرف قلعہ نما مٹی کی فصیل بھی بنا لی تاکہ سلطان دوبارہ وہاں آ کر حملہ نہ کر سکے۔ مسلمانوں کی مدافعتی فوج ہر وقت جنگ کے لیے مستعد رہتی تھی مگر وہ جنگ نہیں کر رہے تھے۔

سلطان کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ لشکر بھیج کر ان کی قلعہ بندی کو روکیں مگر سلطان کی بیماری کی وجہ سے اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ اس کے برخلاف فرنگیوں نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کر لی۔ اہل عکا روزانہ فرنگیوں کے مقابلے کے لیے نکلتے تھے اور ان سے جنگ کرتے تھے۔

مصری لشکر کی آمد: ملک عادل ابوبکر بن ایوب شوال کی پندرہ تاریخ کو مصری فوج لے کر وہاں پہنچا۔ اس کے ساتھ جنگجو سپاہیوں کا جم غفیر تھا اور وہ محاصرہ کے آلات کی بہت سی قسمیں لے کر آیا تھا۔ اس کے پیچھے امیر لولو کی سرکردگی میں مصر کا بحری بیڑہ بھی پہنچا۔ اس نے (فرنگیوں کی) ایک کشتی کو بھی پکڑ لیا اور جو کچھ اس میں تھا اسے مال غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا اور اسے لے کر عکا کی بندرگاہ میں داخل ہو گیا۔

سلطان کا الجزیرہ میں قیام: اس اثناء میں سلطان صلاح الدین اپنی بیماری سے تندرست ہو گیا تاہم وہ موسم سرما کے اختتام تک الجزیرہ کے ایک مقام ہی میں مقیم رہا۔

دوبارہ جنگ کا آغاز: فرنگیوں کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان صلاح الدین ان کی طرف (جنگ کے لیے) روانہ ہو گیا ہے۔ اس لیے وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے ماہ صفر ۵۸۶ھ میں دوبارہ آئے۔ مسلمانوں نے بھی جان پر کھیل کر ان کا مقابلہ کیا اور فریقین میں سے بہت سے افراد مارے گئے۔

دو طرفہ محاذ: جب اس جنگ کی اطلاع سلطان کو ملی تو اس نے دمشق، حمص اور حماۃ سے فوجوں کو اکٹھا کیا۔ اس کے بعد وہ الجزیرہ سے تل کیسان کی طرف پہنچا۔ وہاں اس نے لگاتار فرنگیوں پر حملے کر کے انہیں عکا کے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکے رکھا۔ یوں فرنگیوں کو دو طرفہ محاذ پر لڑنا پڑا۔

آگ سے محفوظ برج: فرنگیوں نے عکا کے محاصرہ کے دوران لکڑی کے تین برج بنا لیے تھے۔ ہر برج کی اونچائی

ساتھ گزرتی۔ اس کی پانچ منزلیں تھیں انہوں نے ان کو چمڑے سے ڈھانک دیا تھا اور ایسی دوائیں مل دی تھیں جن پر آگ اثر نہیں کر سکتی تھی انہوں نے ان برجوں کو جنگ جو سپاہیوں سے آباد کر رکھا تھا اور ۲۰ ربیع الاول ۵۸۶ھ کو تین سمتوں سے شہر کے قریب کر دیا تھا۔ وہاں سے وہ فصیل کا معائنہ کر کے جنگجو (مسلمان) سپاہیوں کا راز معلوم کر لیتے تھے۔ فرنگیوں نے خندق کو بھرنا بھی شروع کر دیا تھا۔

(یہ حالت دیکھ کر) اہل عکا نے ایک تیراک کو سمندر میں بھیجا تا کہ وہ فرنگیوں کا حال معلوم کر کے بتائے چنانچہ وہ اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہوا اور اس نے فرنگیوں سے سخت جنگ شروع کر دی جس سے اہل شہر پر جنگ کا دباؤ کم ہوا اور وہ اسی طرح تین دن تک دوطرفہ جنگ کرتے رہے۔

دوا سے برجوں کی تباہی: تاہم مسلمان ان برجوں کو تباہ نہیں کر سکے انہوں نے مٹی کا تیل ملا کر کچھ گولے پھینکے مگر وہ بھی بیکار ثابت ہوئے۔ اتفاق سے ان کے پاس دمشق کا ایک باشندہ موجود تھا جو مٹی کے تیل کے خواص جانتا تھا اس نے چند جڑی بوٹیاں لے کر ایک دوا تیار کی اور وہ شہر کے حاکم قراقوش کے پاس گیا اور کہا ''تم اس دوا کو کسی ایک برج کے سامنے کی منجنیق (قلعہ شکن سنگبار آلہ) میں ڈال دو تو اس کے ذریعے آگ لگ جائے گی''۔ چنانچہ اس دوا کو ایک ہنڈیا میں ڈالا گیا پھر اس کے بعد دوسری ہنڈیا میں ڈال گیا جو آگ سے بھری ہوئی تھی' (پھر انہیں پھینکا گیا تو) آگ بھڑک اٹھی اور وہ برج مع ساز وسامان کے نذر آتش ہو گیا اس کے بعد دوسرے اور تیسرے برج کے ساتھ یہی طریقہ استعمال کیا گیا (اور وہ بھی جل گئے) شہر والے (ان برجوں کی تباہی سے) بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ ایک بڑی مصیبت سے نجات پا گئے تھے سلطان نے اس (کیمیادان) مسلمان کو بہت انعام واکرام دینا چاہا مگر اس نے قبول نہیں کیا اور کہا ''میں نے یہ کام خدا کی خوشنودی کے لیے کیا ہے اس لیے میں اس کا صلہ صرف اسی سے حاصل کروں گا۔''

مسلم حکام کی شرکت: اس کے بعد سلطان نے اطراف ونواحی کے بادشاہوں کو دعوت جہاد دی چنانچہ سب سے پہلے حاکم سنجار عماد الدین زنگی بن مودود فوج لے کر آیا پھر حاکم موصل علاء الدین بن طالب وہاں پہنچا پھر عز الدین مسعود بن مودود بھی آیا۔ اسے اس کے والد نے فوج دے کر بھیجا۔ پھر حاکم اربل زین الدین آیا ان میں سے ہر ایک جب وہاں پہنچتا تھا تو وہ اپنی فوج لے کر آگے بڑھتا تھا اور سب سے پہلے فرنگیوں سے جنگ کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے قیام کا بندوبست کرتا تھا۔

مصری بحری بیڑہ کی آمد: اتنے میں مصر سے بحری بیڑہ کی آمد کی خبر آئی تو فرنگیوں نے اس سے جنگ کرنے کے لیے اپنا بحری بیڑہ تیار کیا سلطان نے فرنگیوں کو جنگ میں مشغول رکھا تا کہ مصری بحری بیڑہ آسانی کے ساتھ عکا کی بندرگاہ میں داخل ہو جائے مگر وہ دونوں فریقوں سے بری اور بحری جنگ کرتے رہے۔ تاہم (مسلمانوں کا) بحری بیڑہ عکا کی بندرگاہ میں صحیح سالم داخل ہو گیا۔

شاہ جرمنی کی پیش قدمی: فرنگیوں کی المانی (جرمن) قوم کی بہت بڑی تعداد تھی یہ لوگ جنگجوئی اور بہادری میں بہت

مشہور تھے۔ یہ لوگ جزیرہ انگلستان کے رہنے والے تھے جو بحر اوقیانوس کے شمال مغرب میں ہے۔ یہ تو خیر عیسائی تھے لہٰذا جب عیسائی پادری اور راہب بیت المقدس کے سقوط کی خبر لے کر آئے اور عیسائی قوم کو مذہبی جنگ کے لیے بلانے لگے تو ان کا بادشاہ جنگ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا اور صلیبی جنگ کے لیے روانہ ہو گیا۔

المانی رضا کاروں کی گذرگاہ: عیسائی حکومتوں نے اس کے لیے راستہ کھول دیا تھا جب وہ قسطنطنیہ پہنچا تو شاہ روم نے اسے روکنا چاہا مگر وہ ان کا راستہ نہیں روک سکا۔ تاہم اس نے سلطان صلاح الدین کو اس کی اطلاع دی اور انہیں خوراک و غلہ فراہم کرنا بند کر دیا تھا جس سے ان کے خورد و نوش میں تنگی ہوئی جب انہوں نے خلیج قسطنطنیہ کو پار کیا تو وہ قلیج ارسلان کی سلطنت (ایشیائے کوچک) میں سے گذرے یہاں ترکمان قوم نے ان کا تعاقب کیا' وہ انہیں محاصرہ میں لے کر ان کا کام تمام کرتے تھے اس پر مزید طرہ یہ ہوا کہ اس زمانے میں موسم سرما تھا اور یہ علاقہ ٹھنڈا تھا اس لیے ان میں سے اکثر فرنگی (رضا کار) سردی اور بھوک سے ہلاک ہو گئے۔

قونیہ میں صلیبیوں کی آمد: یہ لوگ قونیہ میں سے بھی گذرے۔ یہاں کا بادشاہ قطب الدین ملک شاہ بن قلیج ارسلان تھا۔ اس پر اس کی اولاد مسلط تھی جو مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے' تاہم یہ بادشاہ انہیں روکنے کے لیے نکلا مگر کامیاب نہیں ہو سکا اس لیے وہ لوٹ گیا۔ یہ فرنگی بھی اس کے پیچھے پیچھے قونیہ تک گئے اور انہوں نے بادشاہ کو تحفہ بھیجا تا کہ وہ انہیں غلہ خریدنے کی اجازت دیدے چنانچہ اس نے اس بات کی اجازت دیدی۔ انہوں نے اپنے ہیں امراء یرغمال کے طور پر رکھوا دیئے مگر ان پر بہت سے چوروں نے حملہ کر کے ان امراء کو مقید کر لیا۔

شاہ ارمینیہ کا تعاون: پھر وہ ارمینیہ کے علاقے میں پہنچے جہاں کا حاکم کا موی بن خطقای ابن الیون تھا۔[1] اس نے (ان المانی فرنگیوں کو) خوراک اور چارہ دونوں فراہم کیے بلکہ ان سے اظہار اطاعت کیا وہ انطاکیہ تک ان کے ساتھ گیا اس اثناء میں ان المانی فرنگیوں کا بادشاہ دریا میں غسل کرنے کے لیے گھسا تو وہ ڈوب گیا اس کے بعد اس کا فرزند بادشاہ بنا مگر جب وہ انطاکیہ پہنچے تو ان میں اختلاف برپا ہو گیا کچھ لوگ اس کے بھائی کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے اور کچھ لوگ واپس جانا چاہتے تھے۔ لہٰذا یہ دونوں جماعتیں واپس چلی گئیں۔

طرابلس کی طرف پیش قدمی: بادشاہ کے فرزند کی حامی جماعت اس کے ساتھ روانہ ہوئی ان کی تعداد بھی چالیس ہزار تھی مگر راستے میں ان میں سے بھی کافی تعداد مرگئی تاہم حاکم انطاکیہ نے ان کے لیے عکا کے فرنگیوں کے پاس پہنچنے کا اچھا انتظام کر دیا تھا وہ جبلہ اور لاذقیہ کے راستے سے گئے وہ حلب کے راستے سے بھی گذرے مگر اہل حلب نے ان کے کئی افراد کو پکڑ لیا تھا۔

جرمن فوج کی تباہی: طرابلس پہنچنے تک ان کے مزید افراد مر گئے تھے اب ان میں سے صرف ایک ہزار مرد باقی رہ

---

[1] تاریخ الکامل میں حاکم ارمینیہ کا نام یہ ہے "لافون بن اسطفانہ بن لیون" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۲۰۷) (مترجم)

گئے تھے چنانچہ وہ بحری راستے سے عکا پہنچے وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ فرنگیوں میں باہمی اختلاف ہو ہے اور ان پر خوف و دہشت طاری ہے لہٰذا وہ بحری راستے سے اپنے ملک روانہ ہوئے مگر ان کی کشتیاں ڈوب گئیں اور ان میں سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔

قلیج ارسلان کی معذرت: بادشاہ قلیج ارسلان سلطان کو ان کی خبریں لکھ کر بھیجتا تھا۔ اس نے سلطان سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ انہیں آگے بڑھنے سے روکے گا مگر جب وہ وہاں سے گذر گئے تو اس نے اپنی معذوری ظاہر کی کہ اس کی اولاد میں نا اتفاقی ہے۔ بعد میں وہ اس پر غالب آ گئے ہیں۔

سلطان صلاح الدین کے انتظامات: جب ان آلمانی فرنگی فوجوں کی اطلاع سلطان کو ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کیا کچھ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ راستے میں انہیں روک کر ان کے ساتھ جنگ کرے۔ کچھ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ اسی مقام پر برقرار رہے ایسا نہ ہو کہ فرنگی عکا کو فتح کر لیں سلطان نے اس دوسری رائے کو پسند کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ جبلہ لاذقیہ شیرز اور حلب کی طرف کچھ فوجیں بھیج دیں تاکہ وہ ان مقامات کے باشندوں کو ان کے حملوں سے محفوظ رکھے۔

عکا کی جنگ

پھر فرنگیوں نے ۱۰ جمادی الآخرہ ۵۸۶ھ کو عکا پر زبردست حملہ کیا اور وہ اپنی خندقوں سے نکل کر سلطان صلاح الدین کے فوج پر حملہ آور ہوئے لہٰذا ملک عادل ابوبکر بن ایوب مصری فوجوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ فریقین میں بہت گھمسان کی جنگ ہوئی یہاں تک کہ فرنگی مصری فوجوں کے خیموں تک پہنچ گئے اور ان پر قبضہ کر لیا مصری فوجوں نے پلٹ کر حملہ کیا تو انہیں اپنے خیموں سے ہٹا دیا۔ مصر کی بعض فوجیں مختلف راستے سے ان کی خندقوں کی طرف پہنچ گئیں اور انہوں نے ان کے فرنگی ساتھیوں کی کمک کو کاٹ دیا وہ سب فرنگی مارے گئے چنانچہ تین ہزار سے زائد فرنگی قتل کیے گئے۔

خوراک کی قلت: موصل کی فوجیں مصری فوجوں کے قریب تھیں ان کا سپہ سالار علاء الدین خوارزم شاہ بن عز الدین مسعود حاکم موصل تھا۔ ان کی خوراک کی رسد ختم ہو گئی تھی لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اسے اسی حالت میں جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس اثناء میں سلطان کو شاہ جرمن کے مرنے کی خبر ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے بعد اس کی قوم میں اختلاف و انتشار پیدا ہوا ہے۔ مسلمان اس خبر سے بہت خوش ہوئے کیونکہ اس خبر سے انہیں توقع ہوئی کہ اس طرح فرنگیوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔

فرنگیوں کو مزید امداد کی فراہمی: دو دن کے بعد فرنگیوں کو بحری راستے سے فوجی امداد کندھری کے ذریعے سے حاصل ہوئی وہ شاہ افرنیس کا اپنے باپ کی طرف سے بھتیجا اور شاہ انگلستان کا بھانجا تھا اس نے فرنگیوں کے درمیان بہت

مال و دولت تقسیم کی اور انہیں کئی ڈویژنوں میں تقسیم کیا۔ اس نے مزید امداد کے لیے جلد پہنچنے کا وعدہ بھی کیا لہٰذا فرنگیوں نے دوبارہ مسلمانوں کے خلاف سخت حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

محاذ کی تبدیلی: یہ صورت حال دیکھ کر سلطان صلاح الدین ۲۷ جمادی الآخرہ کو جگہ کی تنگی کی وجہ سے موجودہ مقام سے سخت زمین کی طرف منتقل ہو گیا وہ مقام لاشوں کی بدبو کی وجہ سے بہت بدبودار ہو گیا تھا۔

قلعہ شکن آلات: کندھری نے وہاں پہنچ کر عکا پر مجانیق اور دیگر قلعہ شکن آلات نصب کرائے جسے اہل عکا اٹھا کر لے گئے اور وہاں فرنگیوں کی فوجی دستوں کو قتل کر دیا اس لیے وہ مزید قلعہ شکن آلات نصب نہیں کرا سکا اور نہ ان پر پردے ڈلوا سکا کیونکہ اہل شہر انہیں تباہ کر دیتے تھے۔ لہٰذا اس نے مٹی کا ایک بہت اونچا ٹیلہ تیار کرایا اور اس کے پیچھے اس نے مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کرائے تاہم حالات بہت خراب ہو گئے تھے اور خوراک کی رسد بھی بہت کم ہو گئی تھی۔

مزید خوراک کا بندوبست: لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اسکندریہ (اپنے حاکم) کو پیغام بھیجا کہ وہ جہازوں میں خوراک بھر کر بھیجے اس نے ایسی قسم کا پیغام بیروت بھی بھیجا۔ چنانچہ اہل بیروت نے ایک جہاز (خوراک سے بھر کر) بھیجا اور اس پر صلیبیں نصب کیں تاکہ یہ غلط فہمی رہے کہ یہ فرنگیوں کا جہاز ہے یوں (یہ لوگ خوراک کا جہاز لے کر) بندرگاہ میں (صحیح و سالم) داخل ہو گئے اس کے بعد اسکندریہ سے بھی خوراک کی رسد آ گئی۔

ملکہ فرنگ کی آمد: ایک فرنگی ملکہ تقریباً ایک ہزار سپاہی لے کر سمندر پار سے صلیبی جنگ میں مدد دینے کے لیے پہنچ گئی (اس کے پاس اس قدر جہاز اور سامان تھا کہ) اسکندریہ کا سمندر راس سے بھر گیا تھا۔

پاپائے اعظم کا پیغام: اس کے علاوہ رومۃ کے کنیسہ کے پاپائے اعظم نے (فرنگی صلیب پرستوں کو جو جنگ کر رہے تھے) پیغام بھیجا کہ وہ صبر و استقلال کے ساتھ جنگ کرتے رہیں کیونکہ انہیں مزید فوجی امداد ارسال کی جا رہی ہے اور وہ یورپ کے بادشاہوں کو ان کی آمد پر آمادہ کر رہا ہے۔ اس کے اس پیغام سے فرنگیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور عکا کے محاصرہ کے لیے نیا لشکر بھیجا اور اسی سال کی گیارہ شوال کو انہوں نے پیش قدمی کی تو سلطان نے اپنے لشکر کا ساز و سامان موضع لیمون کی طرف منتقل کر دیا جو عکا سے تین فرسخ کے فاصلے پر تھا۔ پھر وہ از سر نو صف بندی کر کے فرنگیوں کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔

سلطان کا نظام جنگ: (اس کی صف بندی کی ترتیب یہ تھی کہ) سلطان کے (تینوں فرزند) الافضل علی' الظاہر غازی' اور الظافر خضر' قلب (درمیانی حصے) میں تھے۔ اس کا بھائی ملک عادل ابوبکر' مصر کی فوج کو اور اپنی فوج کو لے کر جو ان میں شامل ہو گئی تھی میمنہ (دائیں حصہ) کی قیادت کر رہا تھا۔ سنجار کا حاکم عماد الدین' حاکم حماۃ تقی الدین' حاکم جزیرۃ ابن عمر معز الدین سنجر شاہ' میسرہ (بائیں حصے) کی قیادت کر رہے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایک اونچے ٹیلے پر ایک چھوٹے خیمے میں تھا جو اس کے لیے (فوج کی عام نگرانی کرنے کے لیے) نصب کیا گیا تھا۔

جب فرنگی وہاں پہنچے اور انہوں نے (مسلمان فوج کو) کثیر تعداد میں دیکھا تو انہیں اپنے خندقیں چھوڑنے پر ندامت ہوئی' لہٰذا انہوں نے رات (اپنے محاذ پر) گذاری اور دوسرے دن وہ اپنے خیموں کی طرف لوٹ گئے۔ اس وقت مسلمانوں کے ہراول دستہ نے ان کا تعاقب کیا اور ہر طرف سے گھیر کر انہیں اپنی خندقوں کے پیچھے محصور کر دیا۔

فرنگیوں کا صفایا: پھر مسلمانوں نے ۲۳ شوال کو ان کے ساتھ جنگ کی۔ اس سے پہلے انہوں نے کمین گاہ میں اپنے لشکر کو چھپا دیا تھا۔ فرنگی ان کے مقابلہ کے لیے تقریباً چار سو سواروں کے ساتھ نکلے۔ مسلمان فوج انہیں اپنی طرف لے گئی۔ چنانچہ جب وہ کمین گاہ کے پاس پہنچے تو مسلمانوں کے لشکر نے نکل کر ان کا صفایا کر دیا اور ان میں سے کوئی بھی بچ کر نہیں بھاگ سکا۔

غلہ کی گرانی: فرنگیوں کے لیے غلہ کی گرانی بڑھ گئی۔ چنانچہ غلہ کی ایک بوری صور کے سکہ کے مطابق ایک سو دینار کی فروخت ہونے لگی۔ حالانکہ ان کو وہ مختلف شہروں سے فراہم کیا جاتا تھا۔ بیروت سے اس کے حاکم اسامہ کے ذریعے اور صیدا سے اس کے نائب سیف الدین علی بن احمد المشطوب کے ذریعے نیز عسقلان وغیرہ سے بھی یہ فراہم کیا جاتا تھا۔ پھر سمندر کے طوفان کے موقع پر جبکہ موسم سرما میں جہازوں کی آمد و رفت بند ہو گئی تھی۔ ان کی حالت مزید نازک ہو گئی۔ اس کے بعد جب موسم سرما آ گیا تو فرنگیوں نے اپنے جہاز صور میں لنگر انداز کر دیئے جیسا کہ وہ موسم سرما میں کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد عکا کا بحری راستہ نکل آیا۔

فوجوں کا تبادلہ: وہاں کے باشندوں نے سلطان صلاح الدین سے اس کی شکایت کی' وہاں امیر حسام الدین ابوالہیجاء السمین بھی موجود تھا جو وہاں زیادہ رہنے اور طویل جنگ کرنے سے اکتا گیا تھا۔ اس لیے سلطان صلاح الدین نے وہاں دوسرا حاکم بھیجنے کا حکم دیا اور فوج کے تبادلہ کا بھی حکم دیا۔ اس نے اپنے بھائی ملک عادل کو ہدایت کی کہ وہ اس کا انتظام سنبھالے۔ اس لیے وہ سمندر کی طرف سے کوہ حیفا کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس نے بحری جہاز اور کشتیاں اکٹھی کیں اور ان کے ذریعے آہستہ آہستہ لشکر بھیجتا رہا۔ چنانچہ جب کوئی دستہ وہاں پہنچتا تھا تو اس کے بدلے میں دوسرا فوجی دستہ نکل جاتا تھا۔ اس طرح ساٹھ فوجی افسروں کے بجائے صرف بیس سپہ سالار وہاں پہنچے۔ وہ اپنے اہل و عیال پیچھے چھوڑ گئے تھے لہٰذا سلطان کے دفاتر کے عیسائی اہل کاروں کو ہدایت دی گئی کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں اور ان کو اخراجات دیا کریں۔ اس طرح کافی فوج حفاظت کے لیے عکا پہنچ گئی۔

مسلم حکام کی شرکت: موسم سرما کے ختم ہونے کے بعد فرنگیوں کے جہاز بندرگاہوں کی طرف لوٹ گئے مگر ان کی طاقت کمزور ہو گئی تھی اس لیے عکا کے حالات معلوم ہونے بند ہو گئے تھے مسلم حکام میں سے جو عکا پہنچے وہ یہ تھے:

(۱) سیف الدین علی بن احمد المشطوب (۲) قبیلہ اسدیہ کا سردار عز الدین ارسلان (۳) ابن جاولی وغیرہ۔ یہ لوگ ۵۸۶ھ کے آغاز میں عکا پہنچے تھے۔

زین الدین کی وفات: زین الدین یوسف بن زین الدین نے سلطان صلاح الدین کی اطاعت قبول کر لی تھی وہ

اربل کا حاکم تھا۔ حران اور رُہا ان کے بھائی مظفر الدین کوکبری کے ماتحت تھے زین الدین سلطان کے ساتھ اس کی جنگوں میں شریک رہتا تھا اور وہ اس کے ساتھ عکا کی جنگ میں بھی شریک ہوا تھا مگر بیمار ہو گیا تھا اور اسی بیماری میں اس نے ۱۸ رمضان المبارک ۵۸۶ھ میں وفات پائی۔

مظفر الدین کی حکومت: اس کے بعد اس کے بھائی مظفر الدین کوکبری نے اس کے کسی حاکم کے شہر پر قبضہ کر لیا اور سلطان سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے اربل کا علاقہ دے دے اس کے بدلے میں وہ حران اور رہا سے دستبردار ہو جائے گا۔ لہٰذا سلطان نے وہ شہر اور اربل کا علاقہ اسے دے دیا۔ اس کے ساتھ شہر زور کا علاقہ اور دار بند اسرائیلی جو قفجاق کہلاتا ہے مزید عطا کیا۔

مجاہد کی عدم مداخلت: اہل اربل نے سلطان صلاح الدین کے خوف سے حاکم موصل مجاہد الدین سے خط و کتابت کی۔ اسے عز الدین نے مقید کر کے رہا کیا تھا اور پھر اسے اپنا نائب بنایا تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے ایک غلام کو اس پر جاسوس مقرر کر رکھا تھا جو مختلف معاملات میں اس کی مخالفت کرتا تھا لہٰذا مجاہد کو اندیشہ ہوا کہ اربل کے معاملے میں بھی وہ اس کے ساتھ ایسا کرے گا اس لیے اس نے کوئی مداخلت نہیں کی لہٰذا مظفر الدین اربل کا حاکم مقرر ہو گیا اور وہاں اس کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

تقی الدین کے نئے علاقے: جب مظفر الدین حران اور رہا سے دستبردار ہوا تو سلطان نے اپنے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کو ان دونوں علاقوں کا حاکم بنا دیا۔ اس کے پاس دیار بکر میں میافارقین، حماۃ اور اس کے شامی علاقے بھی تھے سلطان نے اسے ہدایت کی کہ وہ اس کے کچھ علاقے فوج کو جاگیر کے طور پر عطا کرے تاکہ ان فوجیوں کے ذریعے فرنگیوں کے خلاف جنگ کرنے میں تقویت پہنچے۔

تقی الدین ان نئے علاقوں میں پہنچا اور ان کا انتظام درست کیا پھر وہ میافارقین چلا گیا اب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ قریب کے شہروں کو بھی فتح کر لے چنانچہ اس نے دیار بکر کے شہر خالی پر حملہ کیا چنانچہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے خلاط کا حاکم سیف الدین بکتمر اپنی فوج لے کر آیا مگر تقی الدین نے اسے شکست دی اور اس نے اس کے شہروں کو تباہ کر دیا۔

ابن رستق کا ناکام محاصرہ: سیف الدین بکتمر نے سلطان شاہ کرین کے وزیر مجد الدین بن رستق کو گرفتار کر لیا تھا اور اسے وہاں ایک قلعہ میں مقید کر رکھا تھا لہٰذا جب اسے شکست ہوئی تو اس نے قلعہ کے حاکم کو لکھا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ قلعہ دار کو اس کا خط اس وقت ملا جب تقی الدین اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ لہٰذا جب تقی الدین نے قلعہ کو فتح کر لیا تو اس نے ابن رستق کو رہا کر دیا ابن رستق نے (رہا ہونے کے بعد) مملکت خلاط کی طرف کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جب یہاں اسے کامیابی نہیں ہوئی تو وہ ملاز کرد کے مقام کی طرف لوٹ گیا (اور اس کا محاصرہ کر لیا) اس نے اس قدر سخت محاصرہ کیا کہ وہاں کے لوگ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے۔ لہٰذا اس نے شہر حوالہ کر کے ایک مدت مقرر کی۔ اس عرصے

میں وہ بیمار ہو گیا اور اس مقررہ مدت سے دو دن پہلے وہ فوت ہو گیا۔ اس کا فرزند اسے میافارقین لے گیا اور وہاں ان نے اس کو دفن کیا۔

اس کے بعد بکتمر کی سلطنت خلاط میں مستحکم ہو گئی۔

شاہ فرانس کی آمد: اس عرصہ کے بعد سمندر پار سے اس فرنگی حکومت کو جو عکا کا محاصرہ کر رہی تھی پے در پے امداد موصول ہونے لگی ان کے پاس سب سے پہلے فرانس کا شہنشاہ پہنچا وہ اس زمانے میں بہت مشہور اور طاقتور تھا اور حقیقت میں فرنگیوں کا بادشاہ وہی تھا اور وہ اس زمانے کے سب بادشاہوں سے زیادہ طاقتور تھا وہ ۱۲ ربیع الاول ۵۸۷ھ کو چھ بڑے جہازوں کے ساتھ پہنچا جن میں سپاہی اور ہتھیار بھرے ہوئے تھے اس کی آمد سے عکا کے فرنگیوں کو بہت تقویت حاصل ہوئی (یہاں آ کر) اس نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی قیادت سنبھال لی۔

بحری جنگ: سلطان صلاح الدین بھی فرنگی خیموں کے قریب معسکر کے مقام پر تھا۔ وہ ان سے صبح سویرے جنگ کر کے شہر پر حملہ کرنے سے روکتا تھا۔ سلطان نے بیروت میں اسامہ کو بھی پیغام بھیجا کہ وہ اپنی تمام جنگی کشتیوں اور جہازوں کو عکا کی بندرگاہ کی طرف بھیجے۔ تاکہ اس طرح وہ فرنگیوں کو (بحری جنگ میں) مشغول رکھے چنانچہ اس نے جنگی جہاز بھیجے۔ (مسلمانوں کے) ان جنگی جہازوں نے سمندر میں پانچ جہاز دیکھے جو شاہ انگلستان کے تھے۔ انگلستان کا بادشاہ جزیرہ قبرص میں مقیم تھا کیونکہ وہ اس جزیرہ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال مسلمانوں کے بحری بیڑہ نے ان پانچوں جہازوں کو ان کے سامان سمیت لوٹ لیا۔

سلطان نے دیگر علاقوں کے حکام کو بھی اسی قسم کی ہدایات بھیجیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان (مسلم حکام نے) عکا کی بندرگاہ کو بحری بیڑوں اور کشتیوں سے بھر دیا۔

شہر عکا پر حملے: فرنگیوں نے شہر پر حملے جاری رکھے اور بتاریخ ۴ جمادی الاولیٰ (فصیلوں پر) مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دیئے سلطان ان فرنگیوں کے محاذ کے بالکل قریب آ گیا تاکہ ان سے جنگ کر کے شہر پر حملہ کرنے سے انہیں روکے۔ یوں شہر والوں پر ان کا جنگی دباؤ کم ہو گیا۔

شاہ انگلستان کی امدادی فوج: اس اثناء میں شاہ انگلستان جزیرہ قبرص کی فتح سے فارغ ہو گیا اور وہاں کے حاکم کو معزول کر کے پچیس جہازوں میں عکا پہنچا۔ یہ تمام جہاز فوجیوں اور مال و دولت سے بھرے ہوئے تھے وہ وہاں بتاریخ ۱۵ رجب المرجب پہنچا۔ راستے میں اسے (مسلمانوں کا) ایک جہاز ملا جو بیروت سے بھیجا گیا تھا اور اس میں سات سو جنگجو سپاہی تھے۔ ان نے ان سے جنگ کی۔ جب اس جہاز کے مسلمان کامیابی سے مایوس ہو گئے تو ان کے امیر البحر نے جو یعقوب الحلبی غلام ابن شقنین[1] کے نام سے معروف تھا جہاز میں آگ لگا دی تاکہ فرنگی مسلمانوں اور ان کے ذخیرے پر قبضہ نہ کر لیں چنانچہ وہ جہاز ڈوب گیا۔

[1] تاریخ الکامل میں اس کا نام یعقوب الحلبی مقدم الجندار یہ ہے جس کا عرف غلام ابن شقنین ہے۔ تاریخ الکامل ج ۹ صفحہ ۲۱۳ (مترجم)

عکا کی نازک حالت: (اِدھر عکا کے قریب) فرنگیوں نے قلعہ شکن آلات تیار کیے اور ان کے ذریعے شہر پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے بعض آلات جلا دیئے اور بعض پر قبضہ کر لیا۔ لہٰذا فرنگی مجبور ہوئے کہ وہ پیچھے ہٹ کر مٹی کے ٹیلے قائم کریں اور ان کے پیچھے سے (ان آلات کے ذریعے) حملے کریں۔ چنانچہ ان کی یہ تدبیر کامیاب ہوئی اور اہل عکا کی حالت نازک ہو گئی۔

اہل عکا کی شکست: جب مسلمان عکا کے محاصرہ سے تنگ آ گئے تو وہاں کا سب سے بڑا سپہ سالار امیر سیف الدین علی بن احمد الہکاری المشطوب شاہ فرانس کے پاس گیا اور اس سے امن کی اہل عکا کے لیے درخواست کی مگر اس نے اسے منظور نہیں کیا۔ اس سے شہر والوں کے حوصلے پست ہو گئے اور فوجی افسروں میں سے عز الدین ارسل الاسدی' ابن عز الدین جاولی اور سنقر ارجانی اپنی فوج لے کر بھاگ گئے اس سے اہل عکا کو مزید پریشانی لاحق ہوئی۔

صلح کی شرائط: فرنگیوں نے سلطان صلاح الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ شہر ان کے حوالے کر دے اس پر سلطان نے یہ جواب دیا کہ (وہ شہر ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ وہ) شہر والوں کو پناہ دیں اور شہر والوں کی تعداد کے برابر ان کے قیدی رہا کر دے گا اور انہیں ان کی صلیب واپس کر دے گا جو اس نے بیت المقدس سے حاصل کی تھی۔ مگر فرنگی ان شرائط پر رضامند نہیں ہوئے۔

اہل عکا کو سلطان کی ہدایت: اس لیے سلطان نے عکا کے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی کہ ''وہ شہر کو خالی کر کے اکٹھے ہو کر شہر سے نکل جائیں اور سمندر کے کنارے کنارے روانہ ہوں اور دشمن پر جاں نثاری کے ساتھ حملہ کریں مسلمان دشمن کے پیچھے سے نکلیں' شاید اس طرح وہ بچ سکیں۔''

صلیب پرستوں کا عکا پر قبضہ: دوسرے دن صبح کے وقت فرنگیوں نے شہر پر سخت حملہ کر دیا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اپنے (سفید) جھنڈے بلند کر دیئے اور (شہر کے حاکم اعلیٰ) المشطوب نے فرنگیوں کو پیغام بھجوایا اور اس شرط پر پناہ حاصل کی کہ وہ ان فرنگیوں کو دو لاکھ دینار (تاوان) دے گا اور ان کے پانچ سو قیدی رہا کیے جائیں گے۔ ان کی صلیب واپس کی جائے گی نیز وہ حاکم صور کو چودہ ہزار دینار بھی دے گا۔ فرنگیوں نے یہ شرائط منظور کر لیں اور مال کی ادائیگی اور قیدیوں کو واپس کرنے کے لیے دو مہینے کی مدت مقرر کی اس کے بعد شہر ان کے حوالے کر دیا گیا۔ مگر شہر پر قبضہ کرنے کے بعد انہوں نے شہریوں کے ساتھ غداری کی اور انہیں مال' قیدیوں اور صلیب کے بدلے میں یرغمال کے طور پر قید کر لیا۔

بھاری تاوانِ جنگ: اس زمانے میں سلطان کے پاس مال و دولت کا کافی ذخیرہ نہ تھا۔ کیونکہ اس نے رفاہ عام کے کاموں میں انہیں خرچ کر دیا تھا۔ لہٰذا اس نے یہ رقم اکٹھی کرنی شروع کی' یوں ایک لاکھ دینار اکٹھا ہو گیا تو اس نے اپنے نائب کو بھیجا تا کہ وہ ان سے حلف اٹھوائے کہ ان کی فدا دیہ جماعت ضمانت دے کہ عہد شکنی اور وعدہ خلافی نہیں ہو گی کیونکہ اسے ان کی غداری کا اندیشہ تھا مگر ان فرنگیوں کے بادشاہوں نے کہا' ''جب تم مال' قیدی اور صلیب ہمارے حوالے کر دو گے

تو تم ہمیں باقی ماندہ مال کے بدلے میں یرغمال دو گے تو ہم تمہارے ساتھی رہا کر دیں گے۔''

فرنگیوں کی غداری: سلطان کا مطالبہ یہ تھا کہ فداویہ جماعت ان یرغمال کے بارے میں ضمانت دیں اور حلف اٹھائیں مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا ''جب تم ایک لاکھ دینار قیدی اور صلیب بھیجو گے تو ہم جنہیں مناسب سمجھیں گے رہا کریں گے باقی لوگوں کو اس وقت تک مقید رکھیں گے جب باقی ماندہ رقم مل جائے گی۔''

اس طرح ان فرنگیوں کی غداری ظاہر ہوگئی کہ وہ ایسی صورت میں معمولی افراد کو رہا کر دیں گے اور حکام اور افسروں کو اپنے پاس رکھیں گے تا کہ انہیں فدیہ (بھاری رقم دے کر) چھڑایا جائے۔ لہٰذا سلطان نے ان کی ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔

قیدیوں کا قتل: ماہ رجب کے آخر میں فرنگی شہر سے باہر جشن منانے کے لیے نکلے تو مسلمانوں نے سوار ہو کر ان پر حملہ کیا۔ جب مسلمان ان کے محاذ تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ مسلمان جو ان کے پاس مقید تھے وہ دونوں صفوں کے درمیان قتل کر دیئے گئے فرنگیوں نے کمزور مسلمانوں کا صفایا کر دیا تھا۔ اور ان کے افسروں اور امراء کو فدیہ حاصل کرنے کے لیے اپنے پاس مقید کر رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر سلطان کے ہوش اڑ گئے۔ اور اس نے وہ مال جو اس نے رفاہ عام کے کاموں کے لیے رکھا ہوا تھا' استعمال کیا۔

حملہ عسقلان کا ارادہ: جب فرنگی عکا کے شہر پر قابض ہو گئے تو حاکم صور مارکویس شاہ انگلستان سے بہت خوفزدہ ہوا۔ اور اسے اس کی طرف سے غداری کا اندیشہ ہوا' لہٰذا وہ اپنے شہر صور چلا گیا۔ پھر فرنگی ماہ شعبان کے آغاز میں عسقلان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ وہ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ کسی حالت میں ساحلی راستے سے نہیں ہٹتے تھے۔

دشمن کا تعاقب: سلطان نے اپنے فرزند افضل' سیف الدین ابوزکوش اور عزالدین خردیک کو فوج دے کر ان کا تعاقب کرنے کے لیے بھیجا چنانچہ وہ اچانک حملہ کر کے انہیں یا تو قتل کر دیتے تھے یا گرفتار کر لیتے تھے۔ افضل نے اپنے والد (سلطان) سے مزید فوجی کمک طلب کی مگر اس کی فوج اس کے لیے تیار نہیں ہوئی۔

صلیبیوں کی مزید پیش قدمی: شاہ انگلستان بھی اس فرنگی فوج کے ساتھ تھا وہ حملہ کرتی ہوئی یافا پہنچ گئی۔ یہاں فرنگی فوج نے قیام کیا۔ یہاں عکا سے بھی اس کی فوج پہنچ گئی۔ جس قدر انہیں ضرورت تھی۔ مسلمان فوجیں بھی ان کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔ پھر یہ فرنگی فوجیں قیساریہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ مسلمان فوجوں نے بھی ان کا تعاقب کیا (راستے میں) جو فرنگی انہیں ملتے تھے وہ ان کو مار ڈالتے تھے جب فرنگی قیساریہ پہنچے تو مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں نقصان پہنچایا۔ رات کے وقت بھی مسلمانوں نے ان پر شب خون مارا اور انہیں قتل کیا یا گرفتار کر لیا۔

مسلمانوں کو شکست: دوسرے دن فرنگی ارسوف پہنچے۔ راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے مسلمان ان سے پہلے وہاں پہنچ

چکے تھے۔ اس لیے مسلمانوں نے اس مقام پر فرنگیوں پر حملہ کیا اور انہیں سمندر کی طرف بھگا دیا یہاں پہنچ کر فرنگیوں نے جان پر کھیل کر مسلمانوں پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی۔ پھر ان کی پچھلی فوج پر حملہ کر کے انہیں قلب (درمیانی حصہ) کی طرف بھگا دیا' جہاں خود سلطان صلاح الدین موجود تھا۔

دوبارہ مقابلہ کی تیاری: فرنگی وہاں سے لوٹ کر یافا پہنچے تو دیکھا کہ وہ خالی ہے لہٰذا انہوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ سلطان شکست کے مقام سے رملہ پہنچا' وہاں اس نے اپنا ساز و سامان اکٹھا کر کے ارادہ کیا کہ عسقلان کے مقام پر فرنگیوں کا مقابلہ کرے مگر اس کے ساتھیوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا ''ہمیں اندیشہ ہے کہ فرنگی وہاں بھی ہمارا سخت مقابلہ کریں گے اور اس کا محاصرہ کر کے اسی طرح غالب آئیں گے جس طرح وہ عکا کے محاصرہ کے وقت ہم پر غالب آئے تھے اور آخر کار وہ اسے فتح کر لیں گے اور وہاں کے ذخیروں اور اسلحہ کی بدولت وہ زیادہ طاقتور ہو جائیں گے۔

عسقلان کی تباہی: تاہم سلطان نے فوج کو ہدایت کی کہ وہ وہاں جا کر اس شہر کو فرنگیوں سے بچائیں' مگر وہ وہاں جانے کے لیے تیار نہیں ہوئے لہٰذا سلطان نے لشکر کو اپنے بھائی ملک عادل کی زیرنگرانی فرنگیوں کے مقابلہ کے لیے چھوڑا اور خود عسقلان گیا۔ وہاں پہنچ کر سلطان نے عسقلان کو تباہ و برباد کر دیا اور (اس کی فصیل) کے پتھر سمندر میں پھینکوا دیئے۔ یہ کام اس نے بتاریخ ۱۹ شعبان کیا یہاں بے شمار دولت اور ساز و سامان کے ذخیرے تباہ ہوئے جب فرنگیوں کو اس کی تباہی کا علم ہوا (تو وہ آگے نہیں بڑھے) بلکہ وہ یافا میں مقیم رہے۔

تباہی پر ملامت کا خط: (اس واقعہ کے بعد) مارکوئیس (حاکم صور) نے شاہ انگلستان کو ملامت کا خط لکھا کہ اس نے سلطان صلاح الدین سے اس سے پیشتر جنگ نہیں کی۔ یہاں تک کہ اسے عسقلان کو تباہ کرنے کا موقع ملا۔

بیت المقدس کی حفاظت: پھر سلطان صلاح الدین سخت سردی اور بارش میں بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ بیت المقدس کے ایسے انتظامات کرے کہ وہ محاصرہ کے لیے تیار ہو سکے۔ سلطان نے اجازت دے دی کہ اس کی فوجیں آرام کرنے کے لیے اپنے وطن جا سکتی ہیں۔ اس کے بعد وہ بتاریخ ۸ رمضان المبارک اپنے محاذ کی طرف لوٹ گیا۔

فرنگی یافا میں مقیم رہے اور انہوں نے اس کی تعمیر شروع کر دی یہ دیکھ کر سلطان نے نظرون کی طرف کوچ کیا اور بتاریخ ۱۵ رمضان المبارک وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

ازدواجی باہمی کی تجویز: اس اثناء میں شاہ انگلستان اور ملک عادل کے درمیان سفیروں کا اس بات پر تبادلہ ہوا کہ شاہ انگلستان اپنی ہمشیرہ کا نکاح ملک عادل سے کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں بیت المقدس اور مسلمانوں کے ساحلی شہروں پر ملک عادل کی حکومت ہوگی اور عکا اور فرنگیوں کے ساحلی شہروں پر اس کی ہمشیرہ کی سمندر پار تک حکومت رہے گی بشرطیکہ فدا ویہ (صلیبی رضا کار) اس بات کے لیے راضی ہو جائیں۔

تجویز کی ناکامی: سلطان صلاح الدین نے یہ باتیں منظور کر لیں مگر عیسائی پادریوں اور راہبوں نے شاہ انگلستان کی

ہمشیرہ کو اس بات سے روک دیا تھا اور اسے ناپسند کیا تھا اس لیے یہ تجویز عملی جامہ نہیں پہن سکی اور حقیقت یہ ہے کہ شاہ انگلستان کی یہ تجویز مکر وفریب پر مبنی تھی۔

بیت المقدس کی جنگ: اب فرنگیوں نے بیت المقدس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور وہ بتاریخ ۳ ذوالقعدہ یافا سے رملہ پہنچے۔ سلطان وہاں سے بیت المقدس چلا گیا مگر وہاں اس نے مصری فوجوں کو ابوالہیجا کی قیادت میں چھوڑ دیا تھا جس سے مسلمانوں کو تقویت پہنچی فرنگی رملہ سے نظرون بتاریخ ۳ ذوالحجہ پہنچے مسلمان ان کے مقابلے پر تیار تھے اور فرنگیوں سے مسلمانوں کی کئی جھڑپیں ہوئیں۔ ایک جھڑپ میں مسلمانوں نے فرنگیوں کے پچاس سے زیادہ فوجی گرفتار کر لیے۔

فصیل کی تعمیر: بیت المقدس میں سلطان نے یہاں کی فصیل تعمیر کرائی اور جو حصہ ٹوٹ گیا تھا اس کی مرمت کرائی اور مقام کو مستحکم کرایا جہاں سے اس نے بیت المقدس کو فتح کیا تھا اس نے وہاں کے رخنوں کو بند کرایا اور حکم دیا کہ فصیل کے باہر خندق کھودی جائے۔

عملی نمونہ: سلطان نے اس حفاظتی کام کے انتظامات کو اپنی اولاد اور اپنے دوستوں کے سپرد کر دیا تھا۔ فصیلوں کے لیے پتھروں کی کمی ہوگئی تو سلطان گھوڑے پر سوار ہو کر خود دور دراز کے مقامات پر جا کر پتھروں کو اپنی سواری پر لاد کر لے جاتا تھا۔ اس کی پیروی میں پورا لشکر یہی کام کرتا تھا۔

بیت المقدس کے نقشہ پر غور: فرنگی فوجیں نظرون کے مقام پر ٹھہری ہوئی تھیں مگر وہاں وہ پریشان ہوگئیں کیونکہ مسلمانوں نے ان کے ساحل سے خوراک کی رسد کو منقطع کر دیا تھا اس لیے وہ رسد اس طرح نہیں پہنچتی تھی جیسا کہ رملہ میں پہنچتی تھی۔ اس اثناء میں شاہ انگلستان نے بیت المقدس کا نقشہ طلب کیا تا کہ اس کے محاصرہ کی صحیح تصویر وترتیب اس کے ذہن نشین ہو سکے جب اسے وہ نقشہ دکھایا گیا تو اسے معلوم ہوا کہ وادی گھری ہوئی ہے اور صرف شمال کی طرف سے کوئی راستہ ہے مگر وہ بھی بہت گہرا اور دشوار گذار ہے۔ چنانچہ (نقشہ پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد) اس نے کہا:

شاہ انگلستان کا فیصلہ: "اس شہر کا محاصرہ کرنا ممکن نہیں کیونکہ ہم نے ایک سمت سے محاصرہ کیا تو دوسری سمتیں قابو سے باہر رہیں گی اور اگر ہم نے اس کی وادی کے دو طرف فوجیں بھیجیں تو مسلمان ایک سمت سے ایک گروہ کو تباہ کر دیں گے اور دوسرا گروہ ان کی مدد کے لیے نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ انہیں مسلمانوں کی جانب سے اپنے محاذ کے تباہ ہونے کا خطرہ رہے گا اور اگر وہ اپنے محاذ کے لیے کچھ حفاظتی فوج چھوڑ جائیں گے تو فاصلہ اس قدر زیادہ ہے کہ وہ ان کی مدد کے لیے ان کے تباہ ہونے کے بعد پہنچ سکیں گے اس کے علاوہ ہمیں خوراک کی رسد کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے خوراک کی بہت دقت رہے گی۔"

فوج نے اس کے فیصلہ کی تصدیق کی اور کوچ کر کے رملہ پہنچ گئی پھر وہ ماہ محرم ۵۸۸ھ میں عسقلان گئیں اور اس کی تعمیر شروع کر دی۔

شاہ انگلستان مسلمانوں کی فوجی چوکیوں کی طرف گیا اور ان سے سخت جنگ کرنے لگا۔ سلطان بھی بیت المقدس

سے فوجی دستے بھیجتا تھا تاکہ وہ فرنگی فوجوں پر چھاپے ماریں اور ان کی خوراک کی رسد کو منقطع کر دیں چنانچہ وہ ان کے ذخیرے لوٹ کر واپس آ جاتے تھے۔

فرنگی حاکم کا قتل: پھر سلطان صلاح الدین شام کے اسماعیلی فرقے کے سردار سنان کے پاس گیا تاکہ وہ شاہ انگلستان اور مارکوئیس (مرکیش کو) (اچانک) قتل کرا دے۔ سلطان نے اس کے صلے میں دس ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا مگر اسماعیلی فرقہ کے افراد نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ شاہ انگلستان کو قتل نہ کریں تاکہ پھر سلطان ان کا قلع قمع کرنے کے درپے نہ ہو جائے اس لیے انہوں نے شاہ انگلستان کو قتل کرنے کی کوشش نہیں کی البتہ مارکوئیس (مرکیش) کو قتل کرنے کے لیے دو افراد بھیجے جو راہبوں کے بھیس میں تھے وہ حاکم صیدا اور حاکم رملہ ابن بارزان سے ملے اور ان کے پاس صور میں چھ مہینے تک رہے اور راہبانہ زندگی گذارتے رہے یہاں تک کہ مارکوئیس (مرکیش' حاکم صور) ان سے بہت مانوس ہو گیا۔ ایک دن جب صور کے اسقف (بشپ) نے اسے بلوایا تو ان دونوں نے مرکیش پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا' ان میں سے ایک کنیسہ میں پناہ گزین ہو کر پوشیدہ ہو گیا لوگ مرکیش کو زخمی حالت میں اسے اسی کنیسہ میں لے گئے جہاں دوبارہ فرقہ باطنیہ کے اس شخص نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

اس قتل کا الزام شاہ انگلستان کے سر تھوپ دیا گیا اور یہ مشہور ہو گیا کہ وہ تن تنہا شام پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔

نئے حاکم کندھری کی حکومت: جب مرکیش مارا گیا تو شہر کا حاکم' سمندر سے آئے ہوئے افراد میں سے ایک فرنگی سردار بن گیا۔ وہ کندھری کے نام سے مشہور تھا اور وہ شہنشاہ فرانس کا بھانجا اور شاہ انگلستان کا بھتیجا تھا اس نے اسی رات فرنگی ملکہ سے نکاح اور رخصتی کی رسوم انجام دیں اور شاہ انگلستان کے جانے کے بعد عکا اور دیگر مقبوضہ فرنگی شہروں کا حاکم بن گیا۔ وہ ۵۹۴ھ تک زندہ رہا اور چھت سے گر کر فوت ہوا۔

جب شاہ انگلستان اپنے ملک واپس چلا گیا تو کندھری نے سلطان کے پاس پیغام بھیج کر اسے مصالحت پر آمادہ کیا اور اس سے خلعت حکومت طلب کیا۔ چنانچہ سلطان نے اسے خلعت بھیج دیا۔ جسے اس نے عکا میں زیب تن کیا۔

تقی الدین کی وفات: جب سلطان بیت المقدس آیا تو اسے اطلاع ملی کہ اس کا بھتیجا تقی الدین عمر بن شہنشاہ فوت ہو گیا ہے اور اس کا فرزند ناصر الدین اس کا علاقوں کا جو الجزیرہ میں ہیں حاکم بن گیا ہے اس کے علاقے یہ تھے حران' رہا' سمیاط' میافارقین اور ارجان۔

تقی الدین کے علاقوں پر افضل کا قبضہ: ناصر الدین نے سلطان کو یہ پیغام بھیجا کہ مذکورہ بالا علاقوں کو اس کے قبضے میں رہنے دیا جائے اور اس کے علاوہ اسے وہ علاقے بھی مزید دیئے جائیں جو اس کے والد کے ماتحت تھے۔ سلطان نے اس کی نوعمری کی وجہ سے اس کا مطالبہ منظور نہیں کیا اور اس کے فرزند افضل نے سلطان سے درخواست کی کہ اگر یہ علاقے وہ اسے عطا کر دے تو وہ دمشق سے دستبردار ہو جائے گا۔ سلطان نے اس کی بات تسلیم کر لی اور اسے حکم دیا کہ وہ وہاں چلا جائے۔

ملک عادل کی مداخلت: سلطان نے مشرقی ممالک کے حکام سے جو موصل سنجار الجزیرہ اور اربل میں تھے۔ اس بارے میں خط و کتابت کی اور وہ خود بھی لشکر لے کر اس کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ جب ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے ملک عادل کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ سلطان صلاح الدین سے سفارش کرے کہ وہ اس کو صرف شام کے وہ علاقے دے دے جو اس کے باپ کے ماتحت تھے۔ وہ الجزیرہ کے شہروں سے دستبردار ہو رہا ہے۔

ملک عادل کا تسلط: لہٰذا سلطان نے الجزیرہ کے یہ شہر اپنے بھائی ملک عادل کو دیدیئے اور اسے وہاں بھیجا تاکہ وہ اس پر قبضہ کر کے اس کے فرزند افضل کو واپس بھیج دے چنانچہ ملک عادل افضل سے حلب میں ملا اور اسے لوٹا دیا اور خود دریائے فرات عبور کر کے یہ شہر ناصر الدین بن تقی الدین کے قبضہ سے نکال لیے۔ وہاں اس نے اپنے حکام مقرر کیے اور ناصر الدین اور الجزیرہ کی تمام فوجوں کو سلطان صلاح الدین کے پاس بیت المقدس بھیج دیا۔

فرنگیوں کی پیش قدمی: جب فرنگیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ سلطان اپنے فرزند افضل اور اپنے بھائی عادل کو بھیج رکھا ہے اور اپنی فوجوں کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا ہے اور بیت المقدس میں ان کے پاس صرف ان کی خاص فوج ہی باقی رہ گئی ہے تو انہوں نے بیت المقدس فتح کرنے کا ارادہ کیا انہوں نے مصر کی اس فوج پر حملہ کر دیا جو سلطان کے پاس جا رہی تھی۔ اس فوج کا سردار سلیمان تھا جو ملک عادل کا اخیافی بھائی تھا فرنگیوں نے اسے الخلیل کے گرد و نواح میں پکڑ لیا اور قتل و غارت کی۔ آخر کار اس شکست خوردہ فوج نے جبل الخلیل میں جا کر پناہ لی۔

بیت المقدس کی جانب فرنگی یلغار: یہ فرنگی فوج داروم پہنچی اور اسے تباہ و برباد کیا پھر وہ بیت المقدس کے قریب دو فرسخ کے فاصلے پر بیت نوجہ کے مقام پر بتاریخ ۶ جمادی الاولیٰ ۵۸۸ھ پہنچی سلطان صلاح الدین محاصرہ کے لیے تیار تھا اس نے شہر پناہ کے مختلف برجوں کو مختلف امراء میں تقسیم کیا اور ہر برج پر فوجی دستے تقسیم کیے۔

فرنگیوں کی پسپائی: جب فرنگی فوجوں نے دیکھا کہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں تو وہ پیچھے ہٹ کر یافا آ گئے۔ اس اثناء میں ان کا تمام ساز و سامان خورا ک مسلمانوں کے ہاتھ لگا پھر فرنگیوں کو یہ اطلاع ملی کہ مشرقی علاقوں کی وہ فوجیں جو ملک عادل اور افضل کے ساتھ تھیں دمشق واپس آ گئی ہیں۔ لہٰذا وہ اب عکا واپس آ گئے اور یہاں پہنچ کر انہوں نے بیروت کا محاصرہ کرنا چاہا مگر سلطان نے فوراً اپنے فرزند افضل کو حکم دیا کہ وہ مشرقی فوجوں کو لے کر وہاں پہنچ جائے چنانچہ وہ فوج لے کر مرج العیون پہنچ گیا مگر فرنگی فوجیں عکا سے برآمد نہیں ہو سکیں۔

فتح یافا: اس عرصے میں سلطان کے پاس حلب وغیرہ کی فوجیں بھی پہنچ گئیں لہٰذا اس نے یافا کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسی سال کی تاریخ ۱۰ رجب کو شہر فتح کر لیا اس کے بعد قلعہ کا محاصرہ کیا اہل قلعہ عکا سے فرنگی امداد کا انتظار کر رہے تھے اس لیے انہوں نے ایک دن کی مہلت طلب کی چنانچہ انہیں وہ مہلت دیدی گئی اتنے میں رات کے وقت شاہ انگلستان عکا سے فوجی امداد لے کر آ گیا دوسرے دن وہ جنگ کے لیے نکلا مگر مسلمانوں میں سے کوئی بھی میدان میں نہیں

آیا۔ پھر وہ کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔

سلطان کی واپسی: اس وقت سلطان نے حملہ کرنے کا حکم دیا مگر المشطوب کے بھائی نے جس کا لقب الجناح تھا' آگے بڑھ کر کہا" ہم جنگ کے لیے پیش قدمی کرتے ہیں اور آپ کے غلام مال غنیمت حاصل کرتے ہیں۔" یہ سن کر سلطان بہت ناراض ہوا اور فرنگیوں کے محاذ سے لوٹ کر اپنے خیموں میں چلا گیا۔ جب اس کا فرزند افضل اور اس کا بھائی عادل آ گئے تو اس نے رملہ کی طرف کوچ کیا۔ وہاں وہ فرنگیوں کے ساتھ جنگ کے انجام کا انتظار کرتا رہا۔ وہ یافا کے قریب مقیم تھے۔

مصالحت کی تجویز: اس عرصہ میں شاہ انگلستان کو اپنے ملک سے جدا ہوئے بہت زمانہ گذر گیا تھا اور وہ ساحلی شہروں سے مایوس ہو گیا تھا کیونکہ مسلمان ان پر قابض تھے۔ اس لیے اس نے سلطان صلاح الدین سے مصالحت کی درخواست کی۔ سلطان نے اسے مکر و فریب پر محمول خیال کرتے ہوئے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور جنگ جاری رکھی۔ شاہ انگلستان نے دوبارہ بہت اصرار اور عاجزی کے ساتھ درخواست کی۔ اس وقت اس کی صداقت اس بات سے ظاہر ہوئی کہ اس نے عسقلان' غزہ اور داردم و رملہ کی تعمیر کا منصوبہ ترک کر دیا تھا۔ پھر اس نے ملک عادل کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ بیچ میں پڑ کر مصالحت کرا دے۔

ملک عادل کا مشورہ: چنانچہ اس نے سلطان کو مشورہ دیا کہ وہ صلح کی تجویز کو منظور کر لے اور تمام امراء و حکام بھی اس پر رضامند ہو جائیں کیونکہ فوج جنگ سے اکتا چکی ہے اور اخراجات کے لیے بھی کچھ باقی نہیں رہا ہے نیز مویشی اور اسلحہ بھی ختم ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شاہ انگلستان اپنے ملک واپس جا رہا ہے۔ لہٰذا اگر مصالحت موسم سرما کے آخر تک نہ ہوئی تو وہ سمندر کا سفر نہیں کر سکے گا اور پھر وہ ایک سال تک یہیں رہے گا۔

جنگ بندی کا معاہدہ: جب سلطان کو یہ بات معلوم ہوئی اور اس کے خلوص کا علم ہوا تو اس نے مصالحت کی تجویز کو منظور کر لیا اور فرنگیوں کے سفیروں کے ساتھ بتاریخ بیس شعبان ۵۸۸ھ جنگ بندی کے معاہدہ کو چوالیس مہینوں کے لیے منظور کر لیا۔ فریقین نے اس پر حلف اٹھایا۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کو بیت المقدس کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی۔

شاہ انگلستان کی واپسی: اس کے بعد شاہ انگلستان بحری جہاز سے اپنے ملک واپس چلا گیا اور کندھری جو مرکیش کے بعد صور کا حاکم ہوا تھا وہ سواحل شام کے فرنگیوں کا بادشاہ بن گیا۔ اس نے ان کی اس ملکہ سے نکاح کر لیا جو اس سے پہلے ان پر حکومت کرتی تھی اور سلطان صلاح الدین نے بھی اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

بیت المقدس کی تعمیر و ترقی: اس کے بعد سلطان بیت المقدس گیا یہاں اس نے اس شہر کی فصیلوں کو درست کیا اور کنیسہ صہیون کو شہر کے اندر شامل کرایا۔ اس سے پہلے وہ فصیل کے باہر تھا اس نے مدارس' مسافر خانے اور ہسپتال بھی تعمیر کرائے اور ان کی آمدنی کے لیے اوقاف مقرر کیے۔

دمشق کی طرف روانگی: سلطان نے بیت المقدس سے حج کے لیے احرام باندھنے کا ارادہ کیا تھا مگر دوسرے کاموں کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکا لہٰذا وہ بتاریخ ۵ شوال' دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے وہاں نور الدین کے ایک آزاد کردہ غلام خرد بیک کو اپنا جانشین بنایا' پھر وہ مسلمانوں کے سرحدی شہروں نابلس' طبریہ' صفد سے گذرتا ہوا بیروت پہنچا۔ بیروت میں اس کے پاس حاکم انطاکیہ وطرابلس' سمند (فرنگی حاکم) آیا اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد سلطان بتاریخ ۲۵ شوال دمشق میں داخل ہوا تو مسلمان اس کی آمد سے بہت خوش ہوئے اور دشمن پریشان ہوئے۔

نئی فتوحات کے عزائم: دمشق پہنچ کر سلطان کے کاموں کا بوجھ ہلکا ہوا کیونکہ فرنگیوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے اور جنگ بندی کا معاہدہ ہو گیا تھا اس لیے اس نے تھوڑی مدت کے لیے آرام کیا' اس کے بعد مزید فتوحات اور جنگ جاری رکھنے کے لیے اپنے فرزند افضل اور اپنے بھائی عادل سے مشورہ کیا ملک عادل نے خلاط کی مملکت پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ سلطان نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ خلاط کو فتح کرلے گا تو وہ اسے دے دے گا۔ افضل نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ بنو قلیج ارسلان کی سلطنت یعنی رومی شہروں پر حملہ کرے کیونکہ یہ کام آسان ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب فرنگی فوج شام کا قصد کرتی ہے تو وہ اسی راستے سے آتی ہے۔

سلطان کی آخری ہدایات: (یہ مشورہ سن کر) سلطان نے اپنے بھائی سے کہا ''تم میرے لڑکوں اور لشکر کے ساتھ خلاط جاؤ' میں بلاد روم کی طرف روانہ ہوتا ہوں' وہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں تمہارے ساتھ شامل ہو کر آذربائیجان جاؤں گا اور پھر ہم بلاد عجم کا قصد کریں گے۔''

سلطان نے اسے حکم دیا کہ وہ الکرک جائے جو اس کا علاقہ ہے اور وہاں سے تیار ہو کر آگے روانہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ الکرک کی طرف روانہ ہو گیا۔

سلطان کی وفات: اس کے جانے کے بعد سلطان صلاح الدین بیمار ہو گیا اور ماہ صفر ۵۸۹ھ میں فوت ہو گیا۔ مصر کی ابتدائی حکومت کو شامل کر کے اس نے پچیس سال تک حکومت کی' رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

باب : ہشتم

سلطان صلاح الدین کے جانشین

فرزندوں میں تقسیم سلطنت: (وفات کے موقع پر) دمشق میں سلطان کے پاس اس کا فرزند افضل نور الدین تھا اور فوج بھی موجود تھی اس لیے افضل نے دمشق، ساحل شام، بعلبک، صرخد، بصریٰ، بانیاس، شوش اور ان کے تمام علاقوں پر داردم تک قبضہ کر لیا۔

حلب و مصر کے حکام: مصر میں سلطان صلاح الدین کا دوسرا فرزند العزیز عثمان حاکم تھا۔ اس لیے وہ مصر پر قابض ہو گیا۔ حلب میں اس کا تیسرا فرزند الظاہر غازی حاکم تھا۔ اس نے حلب اور اس کے متعلقہ علاقوں مثلاً حارم، تل ناشر، اعزاز، برزیہ، درنباک وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ حماۃ کے حاکم ناصر الدین محمد بن تقی الدین عمر بن شیرکوہ نے اس کی اطاعت کی۔ اس کے ماتحت حماۃ کے علاوہ سلمیہ المعرہ اور منبج کے علاقے بھی تھے۔

دیگر حکام: ابن محمد بن شیرکوہ نے بھی اس کی اطاعت کی۔ اس کے ماتحت رحبہ کے علاوہ حمص و تدمر کے علاقے بھی تھے۔

بعلبک میں بہرام شاہ بن فرخ شاہ بن شاہنشاہ حاکم تھا۔ اس کا لقب الامجد تھا۔ بصریٰ میں الظافر بن صلاح الدین حاکم تھا۔ اس کا لقب بھی الامجد تھا، وہ اپنے بھائی الافضل کے ساتھ تھا۔ شیزر کا حاکم سابق الدین بن عثمان بن الدایہ تھا۔

حملہ کا خطرہ: الکرک اور شوبک میں ملک عادل تھا۔ اسے جب (سلطان صلاح الدین کی وفات کی) خبر ملی تو اس نے الکرک میں قیام اختیار کیا۔ الافضل نے دمشق سے اسے بلوایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں اس کے بھتیجے العزیز حاکم مصر نے اسے حاکم موصل عز الدین کے حملے کے خطرہ سے آگاہ کیا کہ وہ موصل سے عادل کے علاقہ الجزیرہ کی طرف روانہ ہو گیا ہے اس نے اسے مدد دینے کا وعدہ کیا مگر قاصد نے اسے اس غلط فہمی میں مبتلا کیا کہ وہ افضل کے پاس دمشق جائے جو (اپنے بھائی) العزیز کے پاس مصر جانے والا ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ معاہدہ کر لے۔

افضل کی امداد: اس موقع پر ملک عادل کو شک و شبہ لاحق ہوا اور وہ افضل کے پاس دمشق پہنچا۔ افضل نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کے لیے فوج تیار کی تاکہ وہ حاکم موصل عز الدین کو اپنے الجزیرہ کے علاقہ پر حملہ کرنے سے روک سکے۔

متحدہ لشکر کشی: اس نے حمص اور حماۃ کے حکام کو بھی اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنی فوجیں اس کے لشکر کے ساتھ بھیجے۔

چنانچہ وہ ان سب کو لے کر دریائے فرات کو عبور کر گیا اور رہا کے گرد و نواح میں مقیم ہوا۔

حاکم موصل کے عزائم: ادھر جب عز الدین ابن مودود حاکم موصل کو سلطان صلاح الدین کی وفات کی خبر موصول ہوئی تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ ملک عادل کے شہروں یعنی حران اور رہا پر جو الجزیرہ میں ہیں' حملہ کر کے انہیں اس کے قبضے سے چھین لے۔ اس کا نائب مجاہد الدین قایماز اسے اس ارادہ سے روک رہا تھا اور اسے ملامت کر رہا تھا کہ اتنے میں اسے ملک عادل کے اپنے بھتیجے کے ساتھ اچھے تعلقات کی خبر موصول ہوئی ابھی وہ اس تجویز پر غور کر رہا تھا کہ یہ خبر موصول ہوئی کہ ملک عادل حران میں ہے پھر انہیں اس کا یہ خط موصول ہوا کہ الافضل سلطان صلاح الدین کے بعد بادشاہ ہو گیا ہے اور لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

حاکم موصل کی وفات: اس صورت میں عز الدین نے اپنے پڑوسی حکام مثلاً حاکم سنجار اور حاکم ماردین سے فوجی امداد طلب کی۔ اس کا بھائی جو نصیبین کا حاکم تھا فوج لے کر اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ رہا تک گیا مگر وہ راستے میں بیمار ہو گیا اور موصل لوٹ گیا۔ جہاں وہ اس سال کی یکم رجب کو فوت ہو گیا۔

اس کے بعد الجزیرہ میں ملک عادل کی حکومت مستحکم ہو گئی اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

ملک العزیز کی فوج کشی: سلطان صلاح الدین کا دوسرا فرزند العزیز عثمان مصر کا حاکم ہو گیا تھا۔ اس کے والد کے موالی (آزاد کردہ غلام) افضل کے مخالف تھے۔ اس جماعت کے سربراہ جہارکس اور قراجا تھے۔ یہ لوگ افضل کے دشمن تھے کردی سردار اور شیرکوہ کے موالی اس کے طرفدار تھے۔ چنانچہ اس کے دشمن العزیز کو اس کے حامیوں کے برخلاف بھڑکاتے تھے اور اسے اس کے بھائی افضل کے خطرات سے خوفزدہ کرتے تھے انہوں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ الافضل کے قبضے سے دمشق کا علاقہ چھین لے۔ لہٰذا وہ اس مقصد کے لیے ۵۹۰ھ میں دمشق پہنچا اور الافضل کو مقابلہ کے لیے بلوایا اس وقت وہ الجزیرہ میں تھا وہ بذات خود اپنے چچا عادل کی مدد کے لیے گیا ہوا تھا۔

ملک العزیز کی ناکامی: اس کے ساتھ الظاہر غازی بن صلاح الدین حاکم حلب' ناصر الدین محمد بن تقی الدین حاکم حماۃ اور شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ حاکم حمص تھے۔ حاکم موصل عز الدین مسعود بن مودود کی طرف سے موصل کا لشکر تھا (اب جب کہ انہیں العزیز کے حملہ کا علم ہوا تو) یہ سب الافضل کی مدد کے لیے دمشق پہنچے اس طرح العزیز کا مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔

ملکی تقسیم پر مصالحت: ان سب نے اس صلح نامہ پر اتفاق کیا کہ بیت المقدس اور فلسطین کے علاقے العزیز کے ماتحت رہیں گے اور جبلہ اور لاذقیہ حاکم حلب الظاہر کے ماتحت ہوں گے۔ دمشق' طبریہ اور غور کا علاقہ بدستور الافضل کے پاس رہے گا اور ملک عادل مصر میں رہے گا اور وہ پہلے کی طرح العزیز کی سلطنت کا انتظام کرے گا۔

یوں یہ صلح نامہ منظور ہو گیا' اس کے بعد العزیز مصر لوٹ گیا اور ہر ایک حاکم اپنے شہر کی طرف واپس چلا گیا۔

العزیز کا دوبارہ حملہ: جب العزیز مصر واپس آیا تو سلطان صلاح الدین کے موالی نے پھر اسے الافضل کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ لہٰذا وہ ۵۹۱ھ میں دوبارہ دمشق کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے الافضل دمشق سے اپنے چچا العادل کے پاس قلعہ جعبر پہنچا پھر وہ اپنے بھائی الظاہر غازی کے پاس حلب گیا تاکہ ان دونوں سے فوجی امداد طلب کرے جب وہ دمشق واپس آیا تو العادل اس سے پہلے وہاں موجود تھا ان دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مصر کا علاقہ الافضل کو دے دیا جائے اور دمشق العادل کے ماتحت رہے گا۔

افضل کی فتح: اب العزیز دمشق کے قریب پہنچ گیا تھا اس کی کردی فوج اور شیرکوہ کے موالی اس کے برخلاف تھے اور الافضل کے طرفدار تھے موالی کا سردار سیف الدین ابورکوش اور کردی فوج کا سردار ابوالہیجاء السمین تھا۔ یہ دونوں سردار پوشیدہ طور پر افضل کے پاس آئے اور اسے آمادہ کیا کہ وہ العزیز کا مقابلہ کرے۔ کیونکہ اس جنگ میں العزیز کو شکست ہو گی۔ چنانچہ جب افضل اور عادل لشکر لے کر نکلے تو موالی اور کرد فوج اس کے ساتھ شامل ہو گئی اور العزیز شکست کھا کر بھاگ گیا۔

عادل کی بدگمانی: اب افضل نے عادل کو بیت المقدس کی طرف بھیجا تا کہ وہ العزیز کے نائب سے اس کا قبضہ حاصل کرے پھر وہ العزیز کا تعاقب کرنے کے لیے مصر کی طرف روانہ ہوئے اس وقت فوجیں افضل کے ساتھ تھیں۔ اس لیے عادل کو معاملہ مشکوک نظر آیا۔ اسے یہ اندیشہ ہوا کہ افضل باہمی معاہدہ پر عمل نہیں کرے گا اور اسے دمشق کی حکومت نہیں دے گا اس لیے اس نے العزیز کو پیغام بھیجا کہ ''وہ ثابت قدم رہے اور وہ کسی چھاؤنی میں مقیم ہو جائے۔ عادل نے اسے یقین دلایا کہ وہ اس کے بھائی کے سامنے اس کی حمایت کرے گا اور اسے اس کے ساتھ جنگ کرنے سے روکے گا'' وہ بلبیس کے مقام پر اسے جنگ کرنے نہیں دے گا۔''

العزیز کی حمایت: لہٰذا العزیز نے یہاں اپنے والد کے موالی کی فوج کو فخر الدین جہارکس کی زیر قیادت مقرر کیا جب افضل نے ان سے مقابلہ کرنا چاہا تو عادل نے اسے روک دیا اس کے بعد جب اس نے مصر کی طرف پیش قدمی کرنی چاہی تو عادل نے اس سے بھی اسے روک دیا اور کہا ''اگر آپ نے مصر کو بزور شمشیر فتح کر لیا تو (مسلمانوں کا رعب) جاتا رہے گا اور دشمن کو موقع مل جائے گا لہٰذا اس (خانہ جنگی) کو ملتوی کرنا زیادہ مناسب ہے۔''

قاضی فاضل کا معاہدہ: عادل نے پوشیدہ طور پر العزیز کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ قاضی فاضل کو ان کے پاس بھیج دے کیونکہ سلطان صلاح الدین ان کی بے حد عزت کرتا تھا اس لیے ان کا فیصلہ سب تسلیم کریں گے۔ چنانچہ قاضی فاضل ان دونوں کے پاس آئے تو انہوں نے یہ معاہدہ طے کیا کہ افضل کے پاس دمشق کے علاوہ بیت المقدس، فلسطین، طبریہ اور اردن کے علاقے بھی رہیں گے اور عادل کی قدیم حیثیت برقرار رہے گی یعنی وہ مصر میں مقیم ہو کر العزیز کی سلطنت کا انتظام کرے گا۔ متعلقہ فریقوں نے اس معاہدہ پر حلف اٹھایا۔ اس کے بعد افضل دمشق آ گیا اور عادل العزیز کے پاس مصر میں رہنے لگا۔

ملک عادل کی فتوحات

دمشق کا محاصرہ: ملک العزیز نے عادل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دمشق پر حملہ کر کے اسے اس کے بھائی سے چھین لے اور اسے دیدے۔ ادھر حاکم حلب الظاہر افضل کو عادل کی دوستی سے روکتا تھا اور بہت اصرار کے ساتھ اسے اس بات پر آمادہ کرتا تھا کہ وہ اسے اپنے سے دور رکھے۔

آخر کار عادل اور العزیز مصر سے اس مقصد کے لیے روانہ ہو گئے اور ان دونوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے افضل کے امراء میں سے ابوغالب حمصی کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ حالانکہ افضل اس پر بہت بھروسہ کرتا تھا اور اس کے اس پر بڑے احسانات تھے۔ اس نے ۵۹۲ھ بتاریخ ۲۷ رجب کی شام کو ان دونوں کے لیے مشرقی دروازہ کھول دیا۔

مصالحانہ رویہ: عادل وہاں سے داخل ہو کر دمشق آ گیا اور العزیز میدان اخضر ہی میں مقیم رہا۔ اس کا بھائی افضل نکل کر اس کے پاس گیا پھر افضل شیر کوہ کے گھر میں داخل ہوا تو انہوں نے اس کی بڑی فوج کے خوف سے افضل کے ساتھ مصالحت کا اظہار کیا اور اسے قلعہ کی طرف لوٹا دیا اور خود شہر سے باہر مقیم رہے۔

قلعہ پر تسلط: افضل صبح و شام ان کے پاس جاتا تھا۔ جب ان کا معاملہ مستحکم ہو گیا تو انہوں نے اسے دمشق سے نکلنے کا حکم دیا اور یہ بھی ہدایت کی کہ وہ اپنا تمام علاقہ ان کے سپرد کر دے۔ انہوں نے (اس کے بدلے میں) اسے قلعہ صرخد دیا اور دمشق کے قلعہ پر العزیز نے قبضہ کر لیا۔

دمشق پر عادل کی حکومت: عادل کو یہ خبر ملی کہ العزیز دمشق میں آنا چاہتا ہے لہٰذا وہ اس کے پاس گیا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ قلعہ بھی اس کے سپرد کر دے چنانچہ اس نے قلعہ بھی اس کے حوالے کر دیا۔ افضل پہلے اپنی جاگیر کی طرف گیا جو شہر سے باہر تھی اور وہاں کچھ عرصہ تک مقیم رہا پھر وہاں سے قلعہ صرخد چلا گیا۔ العزیز مصر لوٹ گیا اور عادل دمشق میں رہنے لگا۔

مسلمانوں کے بحری حملے: جب سلطان صلاح الدین فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کی اولاد اس کی سلطنت کی حاکم بنی تو ملک العزیز نے شاہ فرنگ ' کند ہری ' کے ساتھ جنگ بندی کے معاہدہ کی تجدید کی اور اسی طرح معاہدہ کیا جیسا کہ اس کے والد نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ تاہم امیر اسامہ بیروت آ کر وہاں سے بحری کشتیاں فرنگیوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجتا تھا۔ فرنگیوں نے اس کی شکایت دمشق میں عادل سے کی اور مصر میں العزیز سے بھی کی۔ مگر ان دونوں حکام نے اس کی شکایت رفع نہیں کی۔

یافا کی فتح: لہٰذا انہوں نے سمندر پار کے فرنگی بادشاہوں سے فوجی امداد طلب کی تو انہوں نے اپنی فوجیں بھیجیں ان میں اکثر جرمن کی فوجیں تھیں۔ یہ فوجیں عکا میں ٹھہریں ملک عادل نے العزیز سے فوجی امداد طلب کی تو اس نے اپنے لشکر بھیجے

اس کے پاس الجزیرہ اور موصل کی فوجیں بھی پہنچ گئیں وہ سب عین جالوت میں اکٹھی ہوئیں انہوں نے ۵۹۲ھ میں رمضان المبارک کا پورا مہینہ اور شوال کے کچھ دن وہاں گذارے پھر وہ یافا پہنچے تو انہوں نے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ وہاں کی حفاظتی فوج قلعہ میں محصور ہو گئی تو ان کا محاصرہ کیا گیا اور بزور شمشیر اسے فتح کر کے اسے بھی تباہ کر دیا گیا۔

بیروت پر فرنگیوں کا تسلط: عکا سے فرنگی فوجیں اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے روانہ ہوئیں۔ جب وہ قیساریہ پہنچیں تو انہیں ان کی اور عکا کے بادشاہ کندھری کی مصالحت کی خبر ملی تو وہ واپس چلے گئے پھر انہوں نے بیروت پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو عادل بیروت کو تباہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تاکہ فرنگی اس پر نہ قبضہ کر لیں۔ مگر بیروت کے حاکم اسامہ نے اس کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری لے لی اس لیے وہ واپس چلا گیا مگر فرنگی فوجیں اسی سال کے عرفہ کے دن بیروت پہنچ گئیں اسامہ (حاکم بیروت) وہاں سے بھاگ گیا اور فرنگیوں نے بیروت کو فتح کر لیا۔

صیدا اور صور کی تباہی: عادل نے اس کے بعد اپنی فوجوں کو مختلف مقامات پر بھیجا چنانچہ انہوں نے سلطان صلاح الدین کی تباہ کاری کے بعد صیدا کا رہا سہا حصہ بھی تباہ کر دیا اور پھر وہ صور کے گردونواح میں گھس گئے اور اسے تباہ کر دیا۔ لہٰذا فرنگی صور واپس آ گئے اور مسلمان فوج قلعہ ہونین چلی گئی۔

تبنین پر ناکام حملہ: فرنگیوں نے ماہ صفر ۵۹۴ھ میں قلعہ تبنین پر حملہ کیا۔ ملک عادل نے اس کی حفاظت کے لیے فوج بھیجی مگر وہ مفید ثابت نہیں ہوئی۔ فرنگیوں نے اس کی فصیلوں میں نقب زنی کی۔ لہٰذا عادل نے حاکم مصر العزیز سے فوجی کمک طلب کی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ اپنی فوجیں لے کر روانہ ہوا اور اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں عسقلان پہنچ گیا۔

اس عرصے میں تبنین کے مسلمانوں نے فرنگیوں سے پناہ کی درخواست کی تاکہ اس کے بعد وہ قلعہ ان کے حوالے کر دیں مگر کچھ فرنگیوں نے انہیں مطلع کیا کہ ایسی صورت میں ان کے ساتھ غداری کی جائے گی۔ اس اطلاع کے بعد وہ پھر قلعہ میں محصور ہو گئے اور قلعہ حوالے کرنے سے انکار کر دیا' یہاں تک کہ العزیز عسقلان پہنچ گیا چنانچہ اس کی آمد سے فرنگیوں میں ہلچل مچ گئی۔

نیا فرنگی بادشاہ: ان فرنگیوں کا کوئی بادشاہ ان کے ساتھ نہ تھا۔ ان کے ساتھ صرف ایک بڑا پادری جنصلیر[1] تھا جو شاہ جرمنی کا خاص دوست تھا۔ نیز کندھری کی بیوی بھی ان کے ساتھ تھی۔ لہٰذا انہوں نے قبرص کے بادشاہ ہنری کو بلوایا۔ وہ اس فرنگی بادشاہ کا بھائی تھا جو جنگ حطین میں گرفتار ہوا تھا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے اپنی ملکہ کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔

فرنگیوں کی پسپائی: العزیز (حاکم مصر) عسقلان سے جبل خلیل پہنچا اور فرنگیوں سے جنگ کرنی شروع کر دی مگر فرنگی وہاں سے پیچھے ہٹ کر صور پہنچے اور وہاں سے وہ عکا آ گئے۔

---

[1] تاریخ الکامل لابن اثیر میں اس کا نام جنصلیر لکھا ہوا ہے۔ (مترجم)

امرائے مصر کی سازش: مسلمانوں کے لشکر کو سمندروں پر رہنا پڑا تو اس کی وجہ سے العزیز کے حکام بے چین ہوگئے اور ان حکام نے العزیز اور اس کے منتظم سلطنت فخر الدین چہارکس کے ساتھ غداری کی سازش کرنی چاہی ان اشخاص یہ تھے (۱) میمون القصری (۲) قراسنقر (۳) الحجاب (۴) ابن المشطوب۔

مصالحت: (یہ اطلاع پانے کے بعد) العزیز تیز رفتاری کے ساتھ مصر روانہ ہوگیا۔ اس کے بعد ملک عادل اور فرنگیوں نے مصالحت کی کوشش کی اور اسی سال ماہ شعبان میں فریقین کے درمیان صلح ہوگئی۔ صلح کے بعد عادل دمشق لوٹ آیا اور وہاں سے وہ ماردین کی طرف روانہ ہوگیا جس کا حال آگے چل کر بیان ہوگا۔

یمن کے ایوبی حکام

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سیف الاسلام طغتکین بن ایوب ۵۵۸ھ میں یمن چلا گیا تھا جبکہ اس کا بھائی شمس الدولہ توران شاہ فوت ہوگیا تھا اور یمن میں اس کے نائب حکام میں اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ یہاں آ کر اس نے یمن پر قبضہ کرلیا اور زبید میں سکونت اختیار کی اور وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ وہ ماہ شوال ۵۹۳ھ میں فوت ہوگیا۔

وہ چال چلن کا اچھا نہ تھا رعایا پر بہت ظلم کرتا تھا اور مال و دولت جمع کیا کرتا تھا جب وہاں اس کی سلطنت مستحکم ہوگئی تو اس نے مکہ معظمہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ لہٰذا عباسی خلیفہ الناصر نے اس کے بھائی سلطان صلاح الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اسے اس ارادے سے روک دے۔ چنانچہ سلطان نے اسے منع کر دیا۔

اسماعیل کی حکومت: سیف الاسلام کی وفات کے بعد اس کا فرزند اسماعیل یمن کا حاکم مقرر ہوا۔ وہ عجیب و غریب عادات کا انسان تھا وہ اپنے آپ کو بنوامیہ کے خاندان سے منسوب کرتا تھا اس نے خلافت کا دعویٰ بھی کر رکھا تھا اور اپنا لقب الہادی مقرر کیا تھا وہ سبز لباس پہنتا تھا اس کے چچا ملک عادل نے اُسے بہت ملامت کی اور زجر و توبیخ کے ساتھ خط لکھا' مگر اس نے اس کی بات بھی نہیں مانی وہ اپنی رعایا اور ارکان سلطنت کے ساتھ بہت بدسلوکی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ لہٰذا ان سب نے مل کر اس پر حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا۔ اس کے قتل کرنے کی قیادت اس کے والد کے آزاد کردہ غلام (مولیٰ) سیف الدین سنقر کے سپرد تھی۔

الناصر کا دورِ حکومت: سنقر نے اس کے بھائی الناصر کو ۵۹۸ھ میں حاکم مقرر کیا ابھی وہ چار سال حکومت کرنے پایا تھا کہ سنقر فوت ہوگیا تو سلطنت کی نگرانی کے فرائض یمن کے ایک امیر غازی بن جبریل نے سنبھالے اس نے الناصر کی والدہ سے نکاح کرلیا تھا۔ پھر جب الناصر کو زہر دے کر مار ڈالا گیا تو عربوں نے اس کا انتقام غازی جبریل سے لیا۔

سلیمان بن تقی الدین کا تقرر: اب اہل یمن کا کوئی حاکم نہ تھا اس لیے طغتان اور حضر موت کے علاقے پر محمد بن محمد الحمیری نے قبضہ کرلیا۔ تاہم الناصر کی والدہ اس عرصے میں خود مختار ہوگئی اور اس نے زبید پر قبضہ کرلیا۔ اس نے خاندان بنو ایوب کے کسی ایسے شخص کی تلاش میں آدمی بھیجے جسے وہ یمن کا بادشاہ بنا سکے۔ معلوم ہوا کہ مظفر تقی الدین عمر بن شہنشاہ کا کوئی

فرزند ہے جسے بعض اشخاص اس کے فرزند سعد الدین شاہنشاہ کا فرزند بھی بتاتے ہیں اس کا نام سلیمان ہے۔ وہ تارک الدنیا (راہب) ہو گیا تھا اور اس نے راہبانہ لباس پہن رکھا تھا لہٰذا ام الناصر کا ایک غلام حج کے موسم میں اس سے ملا۔ پھر اس نے خود آ کر نکاح کر لیا اور اسے یمن کا بادشاہ بنا دیا۔

ملک عادل کے دیگر حالات: حاکم موصل نور الدین ارسلان شاہ اور اس کے چچازاد بھائی قطب الدین محمد بن عماد الدین زنگی کے درمیان جو نصیبین خابور اور رقہ کا حاکم تھا سرحدی جھگڑوں کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے تھے حاکم موصل کے اس کے والد عماد الدین زنگی کے ساتھ بھی اسی قسم کے اختلافات تھے لہٰذا نور الدین اپنی فوج لے کر اس کے علاقے پر چڑھ آیا اور اس سے نصیبین کا علاقہ چھین لیا اور قطب الدین ملک عادل کی عملداری یعنی حران اور رہا کی طرف بھاگ کر پناہ گزین ہوا۔ اس نے ملک عادل سے جو دمشق میں تھا فوجی امداد کی درخواست کی اس نے اس مقصد کے لیے مال و دولت بھی صرف کیا۔ لہٰذا ملک عادل فوج لے کر حران کی طرف روانہ ہوا۔ (یہ خبر سنتے ہی) نور الدین نصیبین سے موصل چلا گیا اس کے جاتے ہی قطب الدین نے اس پر قبضہ کر لیا۔

ماردین کا محاصرہ: بعد ازاں اسی سال ماہ رمضان المبارک میں ملک عادل فوج لے کر ماردین کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا اس کا حاکم حسام الدین لولو ارسلان بن ابی الغازی صغیر سن لڑکا تھا۔ اس کا نگران مولیٰ نظام برنقش تھا جو اس کے والد کا آزاد کردہ غلام تھا اور اصلی حکومت اسی کی تھی۔ یہ محاصرہ طویل عرصے تک رہا۔ ملک عادل نے اس کے بیرونی حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر دوسرے سال (محاصرہ چھوڑ کر) وہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ جیسا کہ ہم نے زنگی سلطنت کے حالات میں بیان کیا ہے۔

ملک العزیز کی وفات: ملک العزیز عثمان بن صلاح الدین ۵۹۵ھ کے ماہ محرم کے آخر میں فوت ہو گیا اس کے باپ کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) فخر الدین ایاس چہارکس حکومت کا خود مختار نگران تھا۔ اس نے ملک عادل کو جبکہ وہ ماردین کا محاصرہ کر رہا تھا حکومت کرنے کے لیے بلوایا۔

افضل کا تقرر: چہارکس سلطان صلاح الدین کے موالی کا سردار تھا جو افضل کے مخالف تھے۔ البتہ شیرکوہ کے موالی اور کردی سردار اس کے طرفدار تھے چہارکس نے دونوں جماعتوں کو اکٹھا کر کے حاکم کے بارے میں مشورہ لیا۔ اس نے ملک العزیز کے فرزند کو حاکم بنانے کا مشورہ دیا مگر شیرکوہ کے موالی کے سردار سیف الدین ایاز کوش نے اس پر اعتراض کیا کہ وہ اپنی صغیر سنی کی وجہ سے حکومت کے لائق نہیں ہے بجز اس کے کہ سلطان صلاح الدین کا کوئی فرزند اس کی نگرانی کرے۔ کیونکہ فوج کی قیادت بڑا اہم کام ہے۔ آخر کار سب افضل کو حاکم مصر بنانے پر متفق ہو گئے۔ پھر وہ قاضی فاضل کے پاس گئے۔ اس نے بھی یہی مشورہ دیا۔

افضل کے خلاف بغاوت: ایاز کوش نے اسے قلعہ صرخد سے بلوایا چنانچہ وہ اس سال کے ماہ صفر میں وہاں سے روانہ ہوا اسے راستے میں بیت المقدس کے لوگوں کی اطاعت کی خبر ملی۔ جب وہ بلبیس پہنچا تو امرائے مصر نے وہاں پہنچ

اس کا استقبال کیا۔ اس کے بھائی المؤید مسعود نے اس کی مہمان داری کی۔ فخر الدین جہارکس بھی جو ملک العزیز کی سلطنت کا منتظم تھا وہاں موجود تھا۔ اس نے اپنے بھائی کو آگے کیا تو جہارکس کو کچھ شبہ پیدا ہوا' لہٰذا اس نے جانے کی اجازت طلب کی تاکہ وہ عربوں کے دو گروہ کے درمیان مصالحت کرائے جو جنگ کر رہے ہیں۔ افضل نے اجازت دے دی تو فخر الدین جہارکس سیدھا بیت المقدس پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ صلاح الدین کی موالی کی ایک جماعت بھی وہاں پہنچ گئی جن میں قراجاد کرسن اور قراسنقر (جیسے سردار بھی) شامل تھے پھر میمون القصری بھی وہاں پہنچ گیا اور اس کے شامل ہونے سے ان کی شان و شوکت مستحکم ہوگئی اور ان سب نے مل کر افضل کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

اس گروہ نے ملک عادل کو بلوایا (تاکہ وہ مصر پر حکومت کرے) مگر اس نے ان کی بات ماننے میں عجلت سے کام نہیں لیا کیونکہ اسے توقع تھی کہ وہ ماردین کو فتح کر لے گا۔

مصر میں افضل کی حکومت: (مصر پہنچ کر) افضل نے سلطان صلاح الدین کے موالی کو مشکوک قرار دیا۔ ان کی بڑی جماعت بیت المقدس پہنچ گئی تھی۔ البتہ شقیرۂ ایبک مطیش اور البکی وہاں موجود تھے۔ افضل نے ان موالی کو (جو بیت المقدس چلے گئے تھے) پیغام بھجوایا کہ وہ واپس آ جائیں ان کی خواہش کے مطابق کام ہوگا مگر وہ نہیں آئے لہٰذا وہ قاہرہ میں مقیم رہا اور اس نے اپنی سلطنت کا انتظام سنبھالا۔ اس نے ملک العزیز کے فرزند کو بادشاہ بنایا اور سیف الدین ایاز کوش کو سلطنت کا افسر اعلیٰ قرار دیا اور وہ اس کے لڑکے کی صغیر سنی کی وجہ سے اس کا نگران تھا یوں اس کے امور سلطنت کا انتظام درست ہو گیا۔

افضل کا محاصرہ دمشق: جب افضل کی سلطنت کے انتظامات درست ہو گئے تو اسے حاکم حلب الظاہر غازی اور اس کے چچازاد بھائی حاکم حمص شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ کے یہ پیغام موصول ہوئے کہ وہ دمشق فتح کر لے کیونکہ ملک عادل وہاں موجود نہیں ہے اور وہ ماردین کا محاصرہ کرنے کے لیے گیا ہوا ہے ان دونوں حکام نے اس کی فوجی امداد کا وعدہ بھی کیا لہٰذا وہ اسی سال کے درمیان میں فوج لے کر مصر سے روانہ ہوا اور وہ دمشق کے قریب پندرہویں شعبان کو پہنچا۔ ملک عادل اس سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا اس نے ماردین کا محاصرہ کرنے والے لشکر کو اپنے فرزند الکامل کی زیر نگرانی چھوڑ دیا تھا۔

دمشق سے اخراج: جب افضل دمشق کے قریب پہنچا تو اس کے ساتھ عیسیٰ ہکاری کا بھائی امیر مجدد الدین بھی تھا۔ اس نے دمشق کے فوجیوں سے یہ ساز باز کی کہ وہ اس کے لیے باب السلامت کھول دیں چنانچہ وہ (مجدد الدین) اور افضل پوشیدہ طور پر اس دروازے سے داخل ہوئے اور وہ باب البریہ تک پہنچ گئے ملک عادل کے لشکر کو ان کی تعدادی کی اور مدد نہ پہنچنے کا علم ہو گیا تھا لہٰذا انہوں نے پیچھے سے آ کر انہیں اندر سے نکال باہر کیا۔

مصری فوج میں انتشار: اب افضل نے محاصرہ کے میدان میں قیام کیا۔ اس کی طاقت کمزور ہونے لگی۔ اس کی کرد فوجوں نے بہت سختی کی جس سے دوسری فوجوں کو شک و شبہ پیدا ہوا اور وہ ان سے الگ ہو کر مرکزی محاذ میں چلی گئیں۔ حاکم حمص شیرکوہ اور حاکم حلب الظاہر غازی کی فوجیں افضل کی امداد کے لیے ماہ شعبان کے آخر اور ماہ رمضان المبارک

کے آغاز میں پہنچیں۔

مصری فوجوں کی واپسی: ملک عادل نے بیت المقدس سے موالی صلاح الدین کی فوجوں کو بھی بلوایا چنانچہ وہ سب وہاں پہنچ گئیں اور ان کی وجہ سے ان کی طاقت میں اضافہ ہوا اور افضل اور اس کے ساتھیوں کو مایوسی ہوئی۔ دمشق کی فوجیں ان پر شب خون مارنے کے لیے نکلیں تو انہیں چوکنا پایا۔ اس لیے وہ لوٹ گئیں۔ اتنے میں ملک عادل کو یہ اطلاع ملی کہ اس کا فرزند محمد الکامل حران آ گیا ہے۔ لہٰذا اس نے اسے بھی اپنے پاس بلوالیا۔ وہ وہاں ۵۹۶ھ کی پندرہ ہویں ماہ صفر کو پہنچا۔ اس کے آنے پر افضل کی فوجیں دمشق سے کوچ کر گئیں اور ہر فوج اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئی۔

الکامل کے خلاف متحدہ محاذ: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ملک عادل ماردین پر حملہ کرنے کے لیے گیا تھا اور اس کے ساتھ حاکم موصل اور الجزیرہ و دیار بکر کے دیگر حکام بھی شریک ہوئے تھے مگر ان کے دلوں میں ملک عادل کی فتوحات اور ماردین پر حملہ کرنے کی وجہ سے اس کے خلاف سخت کدورت تھی لہٰذا جب ملک عادل افضل کا مقابلہ کرنے کے لیے دمشق واپس چلا گیا اور اس نے اپنے فرزند کو ماردین کا محاصرہ کرنے کے لیے چھوڑا تو الجزیرہ اور دیار بکر کے حکام ماردین کی مدافعت کرنے پر متفق ہو گئے اسی طرح حاکم موصل نورالدین ارسلان شاہ اس کا چچازاد بھائی قطب الدین محمد بن زنگی' حاکم سنجار اور دوسرا چچازاد بھائی قطب الدین سنجار شاہ بن غازی حاکم جزیرۂ ابن عمر فوج لے کر روانہ ہوئے اور وہ سب بدلیس کے مقام پر اکٹھے ہوئے وہیں ان سب کی فوجوں نے عیدالفطر گذاری۔ اس کے بعد وہ بتاریخ ۶ شوال روانہ ہوئے اور کوہستان ماردین کے قریب پہنچ گئے۔

الکامل کی شکست: ادھر جب اہل ماردین پر محاصرہ کی سختیاں شروع ہوئیں تو اس کے حاکم نظام برتقش نے الکامل کو چند شرائط کے مطابق قلعہ حوالے کرنے کی پیش کش کی اور اس کے لیے ایک مدت مقرر کی لہٰذا الکامل نے اس مقررہ مدت کے اندر انہیں خوراک حاصل کرنے کی اجازت دیدی۔ پھر اسے خبر ملی کہ حاکم موصل اور اس کے ساتھ وہاں پہنچ گئے ہیں لہٰذا وہ ان سے ملاقات کے لیے گیا اور اپنا لشکر قلعہ کے باہر چھوڑ آیا۔ قطب الدین حاکم سنجار نے اسے پیغام دیا کہ وہ واپس چلا جائے مگر اس نے یہ بات نہیں مانی' لہٰذا فریقین میں جنگ ہونے لگی اس موقع پر حاکم موصل کی فوجوں نے جان پر کھیل کر جنگ کی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الکامل کو شکست ہوئی۔ جب وہ قلعہ کے بیرونی حصہ کے ایک ٹیلے پر چڑھا تو اسے معلوم ہوا کہ اہل ماردین نے اس کے محاصرہ کرنے والے لشکر کو شکست دے دی ہے اور ان کے تمام ساز و سامان کو لوٹ لیا ہے۔ لہٰذا الکامل شوال کی چودہ ہویں تاریخ کو بھاگ کر میافارقین پہنچ گیا ماردین کا حاکم اس کے بعد حاکم موصل سے ملنے کے لیے گیا اور پھر اپنے قلعہ میں واپس آ گیا۔

حاکم موصل کی معذرت: حاکم موصل نے راس عین کی طرف کوچ کیا تاکہ وہ ملک عادل کے مقبوضہ علاقوں یعنی حلوان' رہا اور الجزیرہ کے دیگر شہروں کو فتح کرے مگر وہاں اس کی ملاقات حاکم حلب الظاہر کے قاصد سے ہوئی جو اس سے مطالبہ کر رہا تھا کہ وہ سکہ اور خطبہ میں اس کا نام شامل کرے۔ اس مطالبہ پر اسے شک و شبہ پیدا ہوا' وہ ان لوگوں کو مدد دینے

کا ارادہ کر رہا تھا مگر اس کے بعد اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور موصل لوٹ آیا اور یہاں آ کر اس نے افضل اور الظاہر دونوں کو یہ پیغام پہنچایا کہ وہ بیماری کی وجہ سے ان کی امداد کے لیے نہیں پہنچ سکا۔ وہ دونوں اس وقت تک دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ جب الکامل میافارقین سے حران پہنچا تو اس کے والد نے اسے دمشق سے اپنے پاس بلایا اور جب وہ اپنا لشکر لے کر اس کے پاس پہنچا تو افضل اور الظاہر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

عادل کا مصر پر حملہ: جب افضل اور الظاہر اپنے علاقوں کی طرف واپس چلے گئے تو ملک عادل نے مصر پر حملہ کی تیاری کی۔ سلطان صلاح الدین کے موالی نے اسے اس بات پر آمادہ کیا تھا۔ انہوں نے اس سے اس بات کا حلف اٹھوایا کہ ملک العزیز کا فرزند مصر کا بادشاہ ہوگا اور وہ اس کی نگرانی کرے گا۔ افضل کو بھی اس بات کی اطلاع ہو گئی وہ اس وقت بلبیس میں تھا۔ لہٰذا وہ وہاں سے روانہ ہوا اور ان سے جنگ کی۔ اسے ۵۹۶ھ کے ماہ ربیع الآخر میں شکست ہوئی وہاں سے وہ رات کو قاہرہ پہنچا۔ اسی رات قاضی فاضل عبدالرحیم بیسانی فوت ہوا تھا۔ اس نے اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔

مصر پر قبضہ: ملک عادل وہاں سے قاہرہ کا محاصرہ کرنے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا اس وقت افضل کے ساتھیوں نے اس کی حمایت کرنی چھوڑ دی تھی۔ اس لیے اس نے اپنے چچا کو مصالحت کا پیغام بھیجا اور وہ اس شرط پر مصری مملکت اس کو سپرد کرنے کے لیے تیار ہوا کہ اس کے بدلے اسے دمشق یا الجزیرہ کے شہر دے دیئے جائیں وہ شہر یہ تھے حران رہا اور سروج۔ ملک عادل نے ان کے بجائے میافارقین اور جبال نور دیئے۔ فریقین نے اس پر حلف اٹھایا اس کے بعد افضل قاہرہ سے ۱۸ ماہ ربیع الآخر کو نکلا اور ملک عادل سے ملاقات کرنے کے بعد اسے شہر صرخد کی طرف روانہ ہو گیا اور ملک عادل اسی دن قاہرہ میں داخل ہو گیا۔

افضل کا اخراج: جب افضل صرخد پہنچا تو اس نے ان شہروں پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے آدمی بھیجے جو ملک عادل نے اسے معاوضہ میں دیئے تھے وہاں کا حاکم ملک عادل کا فرزند نجم الدین ایوب تھا اس نے میافارقین کے علاوہ باقی تمام شہر اس کے حوالے کر دیئے لہٰذا افضل نے اس بارے میں اپنے ایلچی ملک عادل کو بھیجے۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے فرزند نے اس کی مخالفت کی ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خود عادل کا حکم ہے۔

ملک عادل کی مستحکم حکومت: اب مصر میں ملک عادل کی حکومت مستحکم ہو گئی تھی اس لیے اس نے منصور بن العزیز کے نام کا خطبہ مساجد سے منقطع کرا دیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس نے فوج کے معاملات میں بھی مداخلت کی اور کچھ لوگوں کو الگ کیا اور کچھ کو برقرار رکھا ان باتوں سے وہ لوگ ناراض ہو گئے ملک عادل نے سلطان صلاح الدین کے موالی کے سردار فخر الدین چہارکس کو فوج دے کر بانیاس کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس کا محاصرہ کر کے اس کے لیے اسے فتح کر لے لہٰذا وہ ان موالی کی ایک جماعت کو لے کر مصر سے شام کی طرف روانہ ہوا وہاں کا حاکم امیر بشارت تھا جو ایک ترکی سپہ سالار تھا ملک عادل کو اس کی اطاعت اور وفاداری پر شک و شبہ ہوا تھا اس لیے اس نے چہارکس کے زیر قیادت اس کے خلاف فوج بھیجی تھی۔

اُمراء کی سازش: جب ملک عادل نے منصور بن العزیز کے نام کا خطبہ مصر میں بند کرا دیا تو امراء ان سے ناراض ہو گئے اس نے فوج کے کاموں میں بھی مداخلت کی تھی اس لیے انہوں نے ملک العزیز کو حلب میں اور ملک الافضل کو صرخد میں یہ پیغام بھیجا کہ وہ دونوں دمشق کا محاصرہ کر لیں ایسی حالت میں ملک عادل ان کے مقابلے کے لیے روانہ ہو گیا تو وہ امرائے مصر میں رہ کر ان دونوں کی حمایت کے لیے کوشش کریں گے۔

ملک عادل کو اطلاع: یہ خبر ملک عادل تک بھی پہنچ گئی۔ اس کی اطلاع خط کے ذریعے اسے امیر عز الدین اسامہ نے دی تھی جو حج سے فارغ ہو کر قلعہ صرخد کے راستے سے گزر رہا تھا اور اس کی ملاقات افضل سے ہوئی تھی اس وقت اس نے امیر اسامہ کو اپنی حمایت پر آمادہ کیا اور جو خطوط اس کے پاس آئے تھے ان سے اسے مطلع کیا تھا لہٰذا اس نے یہ خبر ملک عادل تک پہنچا دی۔

الظاہر کی پیش قدمی: ملک عادل نے اپنے فرزند المعظم عیسیٰ کو جو دمشق میں تھا یہ تحریر کیا کہ وہ صرخد میں افضل کا محاصرہ کر لے اس نے چہارکس کو لکھا کہ وہ بانیاس سے وہاں جائے تیز نابلس کے حاکم میمون القصری کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس کے ساتھ فوج لے کر صرخد جائے (یہ احکام سن کر) افضل اپنے بھائی الظاہر کے پاس بھاگ کر حلب پہنچا اس نے دیکھا کہ وہ (حملہ کی) تیاری کر رہا ہے۔ اس نے اپنے ایک افسر کو ملک عادل کی طرف بھیجا تھا۔ لہٰذا اس نے اس کو راستے سے لوٹا لیا پھر وہ منبج پہنچا اور اسے فتح کر لیا اسی طرح اس نے قلعہ نجم کو بھی فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ۳۰ رجب ۵۹۷ھ میں ہوا۔

باہم سخت کلامی: ادھر المعظم صرخد کا محاصرہ کرنے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا اور بصری پہنچ گیا اس نے چہارکس کو اور جو اس کے ساتھ تھے ان کو بلوا بھیجا یہ لوگ بانیاس کا محاصرہ کر رہے تھے مگر انہوں نے اسے مغالطہ میں مبتلا کیا اور اس کی تعمیل حکم نہیں کی اس لیے وہ دمشق واپس آ گیا اس نے ان کی طرف امیر اسامہ کو بھیجا تاکہ وہ انہیں (وہاں جانے پر) آمادہ کریں مگر انہوں نے اس قدر سخت کلامی کی کہ وہ رونے لگا وہ اس پر حملہ کرنے لگے تھے مگر میمون القصری نے اسے پناہ دی اور وہ دمشق لوٹ آیا۔

فتح دمشق کی کوشش: انہوں نے الظاہر اور افضل کو وہاں پہنچنے پر آمادہ کیا مگر الظاہر نے تاخیر کی وہ منبج سے حماۃ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا آخر کار اس کے حاکم ناصر الدین محمد نے تیس ہزار صوری دینار دے کر اس سے صلح کی۔ وہاں سے وہ بتاریخ ۹ رمضان حمص چلا گیا اس کے ساتھ اس کا بھائی افضل تھا وہاں سے وہ بعلبک ہوتا ہوا دمشق پہنچا وہاں اسے موالی صلاح الدین ملے وہ الظاہر خضر کے ساتھ تھے ان کے درمیان یہ متفقہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ جب وہ دمشق فتح کر لیں گے تو اس پر افضل کا قبضہ ہو گا اور جب وہ مصر فتح کر لیں گے تو وہ وہاں چلا جائے گا اور دمشق الظاہر کے ماتحت رہے گا۔ افضل نے قلعہ صرخد اپنے والد کے موالی (آزاد کردہ غلام) زین الدین قراجا کو دے دیا تھا ان دونوں نے وہاں کے باشندوں کو نکال کر شیر کوہ بن محمد بن شیر کوہ کے پاس پہنچا دیا تھا۔

افضل اور الظاہر کا اختلاف: جب ملک عادل مصر سے شام کی طرف روانہ ہوا تو وہ نابلس پہنچا۔ وہاں سے اس نے ایک لشکر دمشق کی طرف روانہ کیا وہ ان فوجوں کے پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ گئے تھے جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے ذوالقعدہ کی پندرہویں تاریخ سے دو دن تک جنگ کی اور وہ دمشق فتح کرنے ہی والے تھے کہ (دونوں بھائیوں میں جھگڑا شروع ہوگیا) الظاہر نے افضل کو پیغام بھیجا کہ دمشق اس کے ماتحت رہے گا۔ افضل نے یہ عذر پیش کیا کہ اس کے اہل وعیال کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس لیے وہ دمشق میں اس وقت تک پناہ لیں گے جب تک کہ وہ مصر فتح کر لے۔ الظاہر نے اپنے مطالبہ پر اصرار کیا۔ اس وقت موالی صلاح الدین افضل کے طرفداروں پر مشتمل تھے اس لیے اس نے انہیں اختیار دیا کہ اگر وہ رہنا چاہیں تو رہیں ورنہ وہ واپس جا سکتے ہیں۔

شامی علاقوں کی تقسیم: اتنے میں فخر الدین چہارکس اور قراجا بھی (فوج لے کر) دمشق پہنچ گئے اور (فریق مخالف کی) طاقت بڑھ گئی اور وہ دمشق فتح نہ کر سکے۔ لہٰذا وہ مجبور ہوئے کہ ملک عادل سے ان شرائط پر صلح کی تجدید کریں کہ الظاہر کے پاس منبج' افامیہ' کفر طاب اور المعرہ کے بعض دیہات رہیں گے اور افضل کے ماتحت سمیساط' سروج' راس عین اور جملین کے علاقے ہوں گے جب تمام فریقوں کے درمیان یہ معاہدہ مکمل ہوگیا تو وہ ماہ محرم ۵۹۸ھ میں دمشق سے چلے گئے۔

الظاہر حلب واپس چلا گیا اور افضل حمص آ گیا جہاں وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہنے لگا۔ جب ملک عادل دمشق پہنچا تو افضل نے جا کر دمشق سے باہر اس سے ملاقات کی۔ پھر وہ اپنے علاقے کی طرف گیا اور اس پر قبضہ کرلیا۔

عادل کے خلاف متحدہ محاذ: جب الظاہر اور افضل منبج سے دمشق کی طرف روانہ ہوئے تھے تو ان دونوں نے حاکم موصل نور الدین کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ وہ ملک عادل کے الجزیرہ میں اس کے مقبوضہ علاقوں پر حملہ کر دے جب ملک عادل نے مصر فتح کر لیا تھا تو اس وقت سے مذکورہ بالا تینوں حکام نے حاکم ماردین کے ساتھ مل کر عادل کے برخلاف معاہدہ کرلیا تھا کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ عادل کہیں ان کی عملداری پر حملہ نہ کر دے۔

الجزیرہ کی طرف اقدام: لہٰذا نور الدین نے ماہ شعبان میں اپنی فوج کے ساتھ موصل سے کوچ کیا اس کے ساتھ اس کا چچازاد قطب الدین حاکم سنجار بھی شریک تھا اور ماردین کا لشکر بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ راس عین پہنچ گئے اس وقت حران میں فائز ابن عادل اس لشکر کی قیادت کر رہا تھا اور الجزیرہ میں اپنی عملداری کی حفاظت کر رہا تھا اس نے نور الدین (حاکم موصل) کو صلح کا پیغام بھیجا اس وقت یہ خبر موصول ہوگئی کہ ملک عادل نے الظاہر اور افضل کے ساتھ صلح کرلی ہے اس لیے نور الدین نے بھی صلح کی تجویز منظور کرلی اور اس کے لیے فریقین نے حلف اٹھایا۔ اس نے اپنی طرف سے ارسلان کو عادل کے پاس بھیجا اور اس سے بھی حلف اٹھوایا۔ اس کے بعد یہاں کی حالت درست ہوگئی۔

ماردین کا محاصرہ: اس واقعہ کے بعد ملک عادل نے اپنے فرزند اشرف موسیٰ کو فوج دے کر ماردین کے محاصرہ کے لیے بھیجا چنانچہ وہ وہاں روانہ ہوا اور اس کے ساتھ موصل اور سنجار کی فوجیں بھی تھیں وہ سب ماردین کے نیچے حریم میں

اجزین ماردین کے قلعہ بازغیہ کی ایک فوج اشرف کی فوجوں سے خوراک کی رسد بند کرنے کے لیے وہاں پہنچی تو اشرف کے ایک فوجی دستہ نے اس کا مقابلہ کر کے اُسے شکست دی مگر ترکمان قوم نے فتنہ وفساد برپا کر کے اس علاقہ کا راستہ بند کر دیا تھا لہٰذا اشرف کو بہت مشکلات پیش آئیں لہٰذا الظاہر غازی نے فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کی اور یہ طے ہوا:

صلح کا معاہدہ: ''حاکم ماردین عادل کو ڈیڑھ لاکھ دینار پیش کرے گا جس کا ہر دینار گیارہ قیراط کے وزن کا ہوگا اور امیری سکہ کے مطابق ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے ملک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوائے گا اور اس کے سکہ پر اس کا نام ہو گا اور جب وہ فوجی امداد طلب کرے تو وہ اپنی فوج کا ایک حصہ اس کی مدد کے لیے بھیجے گا۔''

ملک عادل نے یہ معاہدہ منظور کر لیا اور فریقین میں صلح ہوگئی اس کے بعد اشرف ماردین کے علاقہ سے چلا گیا۔

افضل کے علاقے: یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ الظاہر اور افضل نے ملک عادل سے ۵۹۷ھ میں صلح کر لی تھی اور افضل کو سمیساط' سروج' راس عین اور حملین کے علاقے مل گئے تھے اس کے قبضہ میں قلعہ نجم بھی تھا جسے ملک الظاہر نے محاصرہ کے موقع پر صلح سے پہلے فتح کر لیا تھا۔

قلعہ نجم کا جھگڑا: ملک عادل نے ۵۹۹ھ میں افضل کے قبضہ سے یہ علاقے واپس لے لیے تھے اور صرف سمیساط اور قلعہ نجم کے علاقے باقی رکھے تھے جس کے بعد ملک الظاہر نے افضل سے قلعہ نجم کا مطالبہ کیا اور اس کے بدلے میں اس نے وعدہ کیا کہ وہ ملک عادل سے سفارش کرے گا کہ وہ اسے وہ علاقے واپس کر دے جو اس نے لے لیے تھے افضل نے اس کا مطالبہ نہیں مانا تو الظاہر نے اسے دھمکی دی۔ تاہم ان دونوں کے درمیان سفیروں کے تبادلے ہوتے رہے اور آخر کار افضل نے اسی سال ماہ شعبان میں قلعہ نجم الظاہر کے حوالے کر دیا۔

افضل کی بغاوت: اس کے بعد افضل نے اپنی والدہ کو ملک عادل کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس سے سفارش کرے کہ وہ سروج اور راس عین کے علاقے اسے واپس کر دے مگر اس نے اس کی والدہ کی سفارش بھی منظور نہیں کی۔ لہٰذا افضل نے بلاد روم کے حاکم رکن الدین سلیمان بن قلیج ارسلان کو لکھا کہ وہ اس کی اطاعت قبول کرتا ہے اور وہ اس کا خطبہ بھی (اپنی مساجد میں) پڑھوائے گا۔ اس پر اس نے افضل کو خلعت حکومت بھیجا اور افضل نے سمیساط میں ۶۰۰ھ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا اور اپنی عملداری میں اس کا نائب حاکم بن گیا۔

محمود بن العزیز کا اخراج: ملک عادل کو ۵۹۹ھ میں محمود بن العزیز (سابق حاکم مصر) سے خطرہ پیدا ہوا کیونکہ جب اس نے ۵۹۶ھ میں مصر میں اس کے نام کا خطبہ بند کرایا تو اسے اس کے باپ کے طرفداروں سے خطرہ پیدا ہوا تھا اس لیے اس نے اسے مصر سے نکال کر دمشق بھجوا دیا۔ پھر ۵۹۹ھ میں لشکر کے ساتھ اسے رہا بھجوا دیا۔ اس کے ساتھ اس کی والدہ' بہنیں اور دیگر اہل وعیال بھی وہاں منتقل ہو گئے۔

حاکم موصل کا محاصرہ: حاکم موصل نور الدین ارسلان شاہ اور اس کے چچازاد بھائی قطب الدین حاکم سنجار کے

درمیان فتنہ وفساد برپا ہوا تو ملک عادل نے قطب الدین کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس نے اپنی عملداری میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا اس پر نورالدین (حاکم موصل) بہت مشتعل ہوا اور اس نے ۶۰۰ھ کے ماہ شعبان میں نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔ قطب الدین نے ملک عادل کے فرزند اشرف موسیٰ سے فوجی مدد طلب کی جو حزان میں تھا۔ اس نے مظفر الدین حاکم اربل اور جزیرہ ابن عمر کیفا اور آمد کے حکام کو اپنا حامی اور طرفدار بنا لیا تھا۔ اس کے بعد وہ اس کی (قطب الدین) مدد کے لیے راس عین پہنچا تو (اس خبر کو سنتے ہی) نورالدین نصیبین سے رخصت ہو گیا اور اشرف وہاں پہنچ گیا۔

اشرف موسیٰ کی متحدہ فوج: حاکم میافارقین نجم الدین جو اس کا بھائی تھا اور کیفا اور الجزیرہ کے حکام بھی فوج لے کر اس کے پاس آ گئے اور وہ سب کے سب شہر البقعا کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس وقت نورالدین تل اعضر کو کفرامان تک فتح کرنے کے بعد لوٹ آیا تھا وہ جنگ کو ملتوی کرانا چاہتا تھا تاکہ وہ چلے جائیں مگر اس کے ایک آزاد کردہ غلام (مولیٰ) نے جسے ان کی مخبری کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا اسے آمادہ جنگ کیا اور ان کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی اور اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ جلد ان کا مقابلہ کرے۔ لہٰذا وہ نوشرا کے مقام کی طرف روانہ ہوا۔

حاکم موصل کی شکست: اس نے ان کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ پھر وہ سوار ہو کر ان سے جنگ کرنے کے لیے گیا اور گھمسان کی جنگ ہوئی آخرکار نورالدین کو شکست ہوئی اور وہ موصل بھاگ گیا۔

معاہدۂ صلح: اشرف اور اس کے ساتھی کفرامان میں مقیم ہوئے اور انہوں نے اس علاقے کو تباہ و برباد کر دیا پھر فریقین میں مصالحت کے لیے سفیروں کا تبادلہ ہوا اور یہ طے پایا کہ نورالدین قلعہ تل اعضر کو جسے اس نے فتح کیا تھا قطب الدین کو واپس کر دے۔ پھر یہ معاہدہ صلح ۶۰۱ھ میں تکمیل پذیر ہوا اور وہ اپنے شہر واپس چلا گیا۔

نئی صلیبی جنگیں: جب فرنگیوں نے قسطنطنیہ کو شاہ روم کے قبضے سے ۶۰۱ھ میں چھین لیا تو وہ باقی شہروں پر بھی غالب آ گئے۔ ان کی ایک جماعت شام بھی پہنچ گئی اور وہ عکا کے مقام پر لنگرانداز ہوئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے واپس لے لیں اس مقصد کے لیے وہ اردن کے علاقے میں پہنچے اور اسے تباہ کر دیا۔

عادل سے مصالحت: اس وقت عادل دمشق میں تھا اس نے شام و مصر سے فوجوں کو جہاد کے لیے بلوایا اور انہیں لے کر روانہ ہوا اس نے الطور کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جو عکا کے قریب تھا۔ فرنگی اس کے سامنے مرج عکا میں تھے وہ کفر کنا کی طرف روانہ ہوا اور اسے تباہ کیا پھر ۶۰۱ھ کا سال ختم ہو گیا تو انہوں نے جنگ بندی کا پیغام بھجوایا اور یہ شرط پیش کی کہ ملک عادل رملہ وغیرہ کے علاقوں سے دستبردار ہو جائے اور انہیں ان کے کچھ علاقے دے دے۔ آخرکار فریقین میں یہ معاہدہ ہو گیا اور عادل مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔

حاکم حماۃ کی شکست: اس کے بعد فرنگیوں نے حماۃ کا قصد کیا۔ حماۃ کے حاکم ناصر الدین محمد نے ان سے جنگ کی مگر

انہوں نے اسے شکست دیدی۔ فرنگی فوجیں چند دن وہاں رہیں پھر وہ واپس چلی گئیں۔

شاہ ارمن کے حملے

ارمنوں کے بادشاہ ابن لیون کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اس نے ۶۰۲ھ میں حلب کے علاقے پر حملہ کیا اور اسے تباہ کر دیا جب اس کے لگاتار حملے ہونے لگے تو حلب کے حاکم الظاہر غازی نے فوج اکٹھی کی اور حلب سے پانچ فرسخ کے فاصلے پر اس نے اپنا فوجی محاذ قائم کیا اس کے ہراول دستے پر میمون القصری تھا جو اس کے والد کے موالی میں سے تھا وہ مصر کے قصر الخلفاء کی طرف منسوب ہے کیونکہ اس کے باپ کا اس سے گہرا تعلق تھا۔

الظاہر کی شکست: ارمینیہ کی طرف جانے کا راستہ حلب سے بہت دشوار گذار تھا کیونکہ راستے میں پہاڑ تھے اور اس کے درے بہت تنگ تھے ابن لیون کا جنگی محاذ اس کے اپنے علاقے میں تھا جو حلب کے قریب تھا قلعہ دربساک اس کی سرحد پر تھا۔ الظاہر کو اس کے بارے میں بھی خطرہ لاحق ہوا۔ اس لیے اس نے وہاں فوجی کمک بھیجی اور میمون القصری کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اس کے ساتھ کچھ فوجی دستے بھیجے یوں وہ تھوڑی فوج کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ جب یہ خبر ابن لیون کو ملی تو اس نے القصری پر اچانک حملہ کر کے اسے اور دوسرے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ وہ اس کے سامنے شکست کھا کر بھاگے اور اس نے ان کا چھوڑا ہوا ساز و سامان لوٹ لیا۔

جب وہ واپس آیا تو اس نے اس فوجی کمک کو بھی دیکھا جو قلعہ دربساک کی طرف بھیجی گئی تھی اس نے ان کو بھی شکست دے کر ان کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ ارمنی فوج اپنے شہروں کی طرف واپس آ گئی اور اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہو گئی۔

خلاط کا محاصرہ: ملک عادل نے میافارقین فتح کر لیا تھا اور اس نے وہاں کا حاکم اپنے فرزند اوحد نجم الدین کو مقرر کیا تھا۔ پھر نجم الدین نے مملکت خلاط کے کئی قلعوں کو فتح کر لیا تھا اور پھر سن ۶۰۳ھ میں خلاط پر عام لشکر کشی کی۔ وہاں کا حاکم شاہ ارمن کا آزاد کردہ غلام بلبان تھا۔ اس نے اس سے جنگ کر کے اسے شکست دی اور پھر میافارقین کی طرف لوٹ آیا اور وہاں بھی انہیں شکست دی۔ جب ۶۰۴ھ شروع ہوا تو اس نے شہر موش وغیرہ بھی فتح کر لیا۔ اب اس کے والد ملک عادل نے اس کی مدد کے لیے فوجیں بھیجیں۔ چنانچہ انہیں لے کر اس نے خلاط کا قصد کیا۔ بلبان اس کے مقابلے کے لیے آیا لیکن نجم الدین نے اسے شکست دے کر خلاط میں اس کا محاصرہ کر لیا۔

بلبان کا قتل: اس کے بعد بلبان نے ارزن الروم کے حاکم طغرل شاہ بن قلیج ارسلان سے فوجی امداد طلب کی تو وہ اپنی فوجیں لے کر آیا اور بلبان کے ساتھ مل کر نجم الدین کو شکست دے دی۔ پھر وہ دونوں شہر تلبوس کے پاس پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا اس کے بعد طغرل شاہ نے غداری کر کے بلبان کو قتل کر دیا اور خلاط کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا مگر وہاں کے باشندوں نے اسے نکال دیا پھر وہ ملازکرد کی طرف روانہ ہوا۔ وہ بھی فتح نہیں ہو سکا۔ اس لیے وہ اپنی مملکت کی طرف واپس چلا گیا۔

فتح خلاط: اہل خلاط نے بعد ازاں نجم الدین کو حکومت کی پیش کش کی۔ چنانچہ وہ خلاط اور اس کے تمام علاقے کا حاکم ہو گیا اور آس پاس کے حکام اور الکرک کا حاکم بھی ان سے خوف کھانے لگے انہوں نے پے در پے اس کے اپنے علاقے پر چھاپے مارنے شروع کیے مگر خلاط (کے ہاتھ سے نکل جانے کے اندیشے سے) وہ ان کے مقابلے کے لیے وہاں نہیں نکلا خلاط کی فوجوں کا کچھ حصہ اس سے الگ ہو کر وہاں سے نکل گیا اور انہوں نے قلعہ ذان پر قبضہ کر لیا جو وہاں کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مستحکم قلعہ تھا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے نجم الدین کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور ایک بہت بڑی جماعت ان کے ساتھ شامل ہو گئی انہوں نے شہر ارجیش کو بھی فتح کر لیا۔

اہل خلاط کی بغاوت: نجم الدین نے خلاط اور اس کے علاقے کی حفاظت کے لیے فوجی کمک طلب کی اور اس کا بھائی اشرف اپنے حران اور رہا کے علاقوں کی طرف واپس چلا گیا اس کے بعد یہ واقعہ رونما ہوا کہ جب اوحد نجم الدین ملازکرد کی طرف روانہ ہوا کہ وہ وہاں کے حالات درست کرے تو اہل خلاط نے (اس کی غیر حاضری میں) اس کی فوجوں پر حملہ کر کے انہیں نکال دیا اور اس کے ساتھیوں کو قلعہ میں محصور کر دیا۔ پھر وہ شاہ ارمن کے حق میں نعرے لگانے لگے۔

بغاوت کی سرکوبی: جب نجم الدین واپس آیا تو اس کے پاس الجزیرہ کی فوجیں بھی پہنچ چکی تھیں جن سے اسے بہت تقویت پہنچی اور اس نے خلاط کا محاصرہ کر لیا اس کے بعد اہل خلاط میں باہمی اختلاف پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے انہیں مغلوب کر کے ان کا صفایا کیا اور ان کے بہت سے ان سرداروں اور افسروں کو گرفتار کر لیا جو وہاں سے بھاگ رہے تھے اس واقعہ کے بعد اہل خلاط ایوبی سلطنت کے آخری زمانے تک اس کے مطیع اور وفادار رہے۔

شام پر فرنگیوں کی یلغار: ۶۰۱ھ میں شام کے فرنگیوں نے بہت چھاپے مارنے شروع کر دیئے تھے۔ فرنگیوں کی نئی فوج نے آ کر قسطنطنیہ کو فتح کر لیا تھا اور ان کی سلطنت وہاں بہت مستحکم ہو گئی تھی اس لیے طرابلس اور حصن الاکراد کے فرنگیوں نے حمص اور اس کے علاقوں میں لوٹ مار شروع کر دی تھی اور حمص کا حاکم شیر کوہ بن محمد بن شیر کوہ ان علاقوں کی حفاظت کرنے سے عاجز آ گیا تھا اس نے ان کے مقابلے کے لیے فوجی کمک طلب کی چنانچہ حاکم حلب الظاہر نے اس کے پاس فوجیں بھیجیں جو وہاں اس کے علاقوں کی حفاظت کرنے کے لیے اسی کے پاس رہنے لگیں۔

بحری بیڑہ پر حملہ: اسی زمانے میں اہل قبرص نے سمندر میں مصر کے بحری بیڑہ پر حملہ کر کے ان کے چند حصوں پر قبضہ کر لیا اور جو لوگ وہاں تھے انہیں گرفتار کر لیا لہٰذا ملک عادل نے حاکم عکا کو ایک احتجاجی مراسلہ بھیجا کہ یہ صلح اور جنگ بندی کے معاہدہ کی خلاف ورزی ہے اس نے یہ معذرت پیش کی کہ اہل قبرص ان فرنگیوں کے ماتحت ہیں جن کا قسطنطنیہ پر قبضہ ہے اور وہ اس کے دائرہ حکومت سے باہر ہیں۔

ملک عادل کی پیش قدمی: (یہ جواب سن کر) ملک عادل اپنی فوجیں لے کر عکا کی طرف گیا یہاں کے حاکم نے مسلمان قیدیوں کو چھوڑ کر اس سے صلح کر لی پھر وہ حمص کی طرف روانہ ہوا اس نے بحیرہ قدس کے قریب قلعہ الاقلعفین پر حملہ کر

کے اسے فتح کرلیا اس نے اس کے حاکم کو چھوڑ دیا اور مال غنیمت حاصل کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔

طرابلس الشام کی تباہی: پھر اس نے طرابلس کے علاقہ کی طرف پیش قدمی کی اور بارہ دن تک اس کے علاقوں کو تباہ و برباد کرتا رہا اس کے بعد وہ بحیرۂ قدس واپس آ گیا فرنگیوں کے اس کے ساتھ مصالحت کرنے کی کوشش کی، مگر اس نے یہ تجویز نامنظور کر دی۔ پھر موسم سرما آ گیا تو ملک عادل نے الجزیرہ کی فوجوں کو اپنے شہروں کی طرف واپس جانے کی اجازت دے دی اور حاکم حمص کی مدد کے لیے ایک بڑا لشکر چھوڑ کر وہ خود دمشق واپس چلا گیا اور وہاں اس نے موسم سرما گذارا۔

اہل خلاط کی سرکوبی: جب اوحد نجم الدین بن عادل نے خلاط کو فتح کرلیا تو کرج قوم نے وہاں کے علاقوں پر غارت گری شروع کر دی اور انہیں تباہ کرنے لگے۔ پھر ۶۰۵ھ میں انہوں نے ارجیش کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد زبردستی اس شہر کو فتح کرلیا اور اسے تباہ و برباد کر دیا۔ نجم الدین نے ان کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا۔ (کیونکہ اہل خلاط کی بغاوت کا اندیشہ تھا' چنانچہ ایسا ہی ہوا) جب وہ خلاط سے روانہ ہوا تو اہل خلاط نے بغاوت کر دی' پھر وہ واقعات رونما ہوئے جن کا ہم تذکرہ کر چکے ہیں۔

۶۰۹ھ میں کرج قوم پھر خلاط آئی اور انہوں نے اس کا محاصرہ کرلیا مگر اس دفعہ اوحد نجم الدین نے ان سے جنگ کر کے انہیں شکست دے دی اور ان کے بادشاہ کو گرفتار کرلیا۔ بعد میں اس بادشاہ کو اس شرط پر چھوڑا گیا کہ وہ ایک لاکھ دینار زر فدیہ ادا کرے اور پانچ ہزار قیدی چھوڑے جائیں نیز مسلمانوں کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ کیا جائے اور وہ اپنی بیٹی کا نکاح اوحد کے ساتھ کر دے چنانچہ ان شرائط کے ساتھ یہ معاہدہ تکمیل پذیر ہوا۔

سنجار کی خانہ جنگیاں

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قطب الدین زنگی حاکم سنجار و خابور اور اس کے چچازاد بھائی نورالدین حاکم موصل کے درمیان سخت عداوت اور نفرت تھی۔ اسی اثناء میں ۶۰۵ھ میں حاکم موصل نورالدین نے اپنی لڑکی کا نکاح ملک عادل کے فرزند سے کر دیا تھا اور اس رشتہ کی بدولت ان دونوں حکام کے تعلقات مستحکم ہو گئے تھے لہٰذا اس کے وزراء اور ارکان سلطنت نے اسے ورغلایا کہ وہ جزیرہ ابن عمر اور اس کی عملداری کو حاصل کرنے کے لیے ملک عادل کی امداد حاصل کرے۔ یہ علاقہ اس کے چچازاد بھائی سنجار شاہ ابن غازی کے ماتحت تھا۔ اس کو فتح کرنے کے بعد الجزیرہ کا تمام علاقہ موصل میں شامل ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں ملک عادل' قطب الدین زنگی کے علاقہ سنجار کو فتح کرلے گا تو وہ بھی آخر کار اس کے پاس رہے گی۔

ملک عادل کی امداد: ملک عادل نے اس کی تجویز منظور کر لی کیونکہ وہ اسے موصل پر قبضہ کرنے کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ مگر اس نے نورالدین کو یہ توقع دلائی کہ جب قطب الدین کے علاقے پر قبضہ کرلے گا تو یہ علاقہ اس کے فرزند کے ماتحت رہے گا جو اس کا داماد ہے۔

فتح خابور: ۶۰۶ھ میں ملک عادل نے اپنی فوجوں کے ساتھ کوچ کیا اور خابور پہنچ کر اسے فتح کر لیا۔ اس موقع پر نور الدین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ملک عادل کو کوئی نہیں روک سکتا ہے۔ اسے اپنی اس تجویز پر پشیمانی ہوئی اور وہ لوٹ کر اپنے شہر کے محاصرہ کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا مگر اس کے وزراء اور افسروں نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر اس نے عادل کے خلاف بغاوت کی تو وہ سب سے پہلے اس پر حملہ کرے گا۔

سنجار کی مدافعت: ملک عادل نے خابور سے روانہ ہو کر نصیبین پر حملہ کیا اور اسے بھی فتح کر لیا اب قطب الدین کے والد کے آزاد کردہ غلام امیر احمد بن برتقش نے اس کے شہر سنجار کی حفاظت اور مدافعت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اُدھر نور الدین نے اپنے فرزند القاہر کی زیر قیادت امدادی لشکر ملک عادل کے لیے بھیجنے کی تیاریاں شروع کیں۔

سفارش نامنظور: حاکم سنجار قطب الدین نے اپنے فرزند مظفر الدین کو اپنی سفارش کرانے کے لیے ملک عادل کے پاس بھیجا کیونکہ اس کے ملک عادل کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے اور اس کا وہاں کافی اثر و رسوخ تھا۔ چنانچہ وہ (اپنے باپ کی) سفارش کے لیے اس کے پاس گیا مگر ملک عادل نے اس کی سفارش بھی قبول نہیں کی۔

ملک عادل کے خلاف اتحاد: لہٰذا قطب الدین نے حاکم موصل نور الدین سے خط و کتابت کی کہ وہ ملک عادل کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کے ساتھ متحد ہو جائے۔ نور الدین نے اس کی یہ تجویز مان لی۔

وہ اپنے لشکر لے کر موصل گیا اور شہر سے باہر اس نے نور الدین سے ملاقات کی۔ اس نے حلب کے حاکم الظاہر سے بھی فوجی امداد طلب کی نیز بلا د روم کے حاکم کیخسرو سے بھی مدد مانگی ان سب نے مل کر ملک عادل کے سامنے صلح کی تجویز پیش کی اور حاکم سنجار کو برقرار رکھنے کی سفارش کی ورنہ وہ متحدہ طور پر اس کے علاقہ میں گھس جائیں گے۔

مصالحت کی شرائط: انہوں نے خلیفہ الناصر عباسی کے پاس بھی پیغام بھیجا کہ وہ ملک عادل کو (جنگ بندی کا) حکم دیں۔ لہٰذا اس نے اپنے گھر کے استاذ ابونصر ہبۃ اللہ بن المبارک اور اپنے خاص مولیٰ (آزاد کردہ غلام) امیر قیاش کو اس مقصد کے لیے بھیجا ملک عادل نے بظاہر مصالحت کی تجویز کو منظور کر لیا مگر وہ مغالطہ دیتا رہا اور (صلح کی شرائط کے بارے میں) ٹال مٹول کرتا رہا۔ پھر اس نے صرف سنجار کے علاقے سے (جنگ بندی کرنے پر) صلح کی اور فیصلہ کیا کہ جن علاقوں پر اس نے قبضہ کیا ہے وہ اس کے پاس رہیں گے۔ چنانچہ اس پر حلف اٹھانے کے بعد ہر ایک اپنے اپنے شہر کو لوٹ گیا۔

قلعوں کی تباہی: ۶۱۰ھ میں معظم عیسیٰ نے اپنے والد ملک عادل کے حکم سے امیر اسامہ کو گرفتار کر لیا اور اس سے کوکب اور عجلون کے قلعے جو اس کی عملداری میں تھے چھین لیے۔ اس نے ان دونوں قلعوں کو اور کوکب کے قریب قلعہ اردن کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بجائے جبل الطور پر عکا کے قریب ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اسے فوج اور خوراک کے ذخیرے سے بھر دیا۔

ملک ظاہر کی وفات: حاکم حلب ملک ظاہر غازی بن صلاح الدین' جو منبج اور دیگر شامی شہروں کا حاکم بھی تھا' ماہ جمادی الاخیرہ ۶۱۳ھ میں فوت ہو گیا۔ وہ بڑا منتظم تھا اور وہ قاضیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا مگر دشمن سے سخت انتقام لیتا تھا اور مال و دولت بہت جمع کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے فرزند محمد بن ظاہر کو جو صرف تین سال کا تھا' اپنا ولی عہد بنا لیا۔ اس نے بڑے فرزند کو اس لیے نظر انداز کیا کہ اس کی والدہ اس کے چچا ملک عادل کی لڑکی تھی۔

العزیز کی جانشینی: ملک ظاہر نے (اپنے اس صغیر سن جانشین) کا لقب العزیز غیاث الدین مقرر کیا تھا اور اس کا نائب اور نگران خادم طغرلک کو مقرر کیا تھا اور اس کا لقب شہاب الدین رکھا۔ شہاب الدین طغرلک بہت نیک خصلت اور شریف انسان تھا۔ اس نے اس لڑکے کی اچھی طرح نگرانی کی اور رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیا اور علاقہ کا نظم و نسق نہایت دور اندیشی اور تدبر سے قائم رکھا۔

یمن کے حالات

سلیمان کے مظالم: جب ۵۹۹ھ میں سلیمان بن المظفر یمن کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے اپنی بیوی ام الناصر کے ساتھ جس نے اسے وہاں کا حاکم بنوایا' بہت بدسلوکی کی اس نے اس سے روگردانی کر کے اسے بہت نقصان پہنچایا اور بالکل خود مختار اور مطلق العنان حاکم بن گیا اور رعایا پر خوب ظلم ستم کیا۔ تیرہ سال تک وہ اسی طرح حکومت کرتا رہا۔ پھر وہ ملک عادل کا مخالف ہو گیا اور اس کے ساتھ بھی اس کے تعلقات خراب ہو گئے وہ بعض دفعہ اس طرح خطوط لکھا کرتا تھا (یہ قرآن کریم کی آیت ہے)

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (یعنی یہ سلیمان کی طرف سے (خط) ہے اور یہ اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے)

عادل کے لشکر کا حملہ: (اس کا گستاخانہ رویہ اور بدسلوکی دیکھ کر) ملک عادل نے اپنے فرزند کامل کو لکھا کہ وہ اپنی طرف سے ایک سپہ سالار مقرر کر کے یمن کی طرف فوجیں بھیجے۔ چنانچہ اس نے اپنے فرزند مسعود یوسف کے زیر قیادت جس کا ترکی نام اقسنس تھا ۶۱۲ھ میں یمن کی طرف فوجیں بھیجیں۔

مسعود نے جاتے ہی یمن پر قبضہ کر لیا اور (حاکم یمن) سلیمان شاہ کو گرفتار کر کے اسے نظر بندی کی حیثیت سے مصر بھیج دیا اور وہاں وہ مقیم رہا۔ یہاں تک کہ فرنگیوں کے ساتھ دمیاط کے جہاد میں وہ ۶۴۹ھ میں شہید ہو گیا۔

مسعود بن کامل کی حکومت: مسعود بن کامل طویل عرصہ تک یمن میں حکومت کرتا رہا۔ اس نے ۶۱۹ھ میں حج کیا۔ اس نے اپنے والد کے جھنڈوں کو عباسی خلیفہ الناصر کے جھنڈوں سے مقدم رکھا۔ خلیفہ الناصر نے اس کی شکایت اس کے والد کو تحریر کی تو اس کے والد الکامل نے اسے نہایت ملامت آمیز خط لکھا اور اسے آگاہ کیا کہ اس نے دین و دنیا دونوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ مسعود نے اس بارے میں معذرت پیش کی۔ اس کے بعد اس کے والد کی ناراضگی دور ہو گئی۔

فتح مکہ معظمہ: مسعود بن کامل نے ۶۲۰ھ میں حسن بن قتادہ سے مکہ معظمہ کی حکومت چھین لی۔ یہ شخص بنو اوزلیس بن مطاعن کا سردار تھا جو بنو حسن کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس نے وہاں اپنا حاکم مقرر کیا اور پھر یمن واپس آ گیا اور اسی سال فوت ہو گیا۔

اس کے بعد اس کے گھر کا استاذ علی بن رسول یمن کی سلطنت پر مسلط ہو گیا اس نے اس کے فرزند اشرف موسیٰ کو حاکم مقرر کیا اور اس کی نگرانی کرنے لگا۔ پھر موسیٰ کے فوت ہو جانے کے بعد علی بن رسول مطلق العنان حاکم بن گیا اور پھر اس کی اولاد موروثی طور پر یمن کے حکام ہوتی رہی۔ یوں اسی دور میں اس کی اپنی سلطنت بھی قائم ہو گئی۔ آگے چل کر ہم ان کے حالات بیان کریں گے۔

دمیاط کی زبردست صلیبی جنگ

رومہ کا حاکم بحیرۂ روم کے شمالی علاقے میں سب سے بڑا فرنگی حاکم تھا اور تمام فرنگی ممالک اس کی اطاعت کرتے تھے جب اسے یہ اطلاع ملی کہ ساحل شام کے فرنگیوں کے حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور مسلمان ان پر غالب آ گئے ہیں تو اس نے فرنگیوں کو ان کی امداد کی طرف متوجہ کیا اور خود بھی وہاں فوجیں بھیجنے کی تیاری کی۔ اس نے فرنگی بادشاہوں کو حکم دیا کہ یا تو وہ بذات خود لشکر لے کر روانہ ہوں یا اپنی فوجیں بھیجیں ان فرنگی بادشاہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور چاروں طرف سے عکا کے لیے ساحل شام کی طرف فوجی امداد ۶۱۴ھ میں پہنچ گئی۔

(یہ حالت دیکھ کر) ملک عادل مصر سے رملہ کی طرف (فوجیں لے کر) روانہ ہوا۔ اس وقت عکا سے فرنگی فوجوں نے کوچ کیا تاکہ وہ اس کی مزاحمت کریں۔ لہٰذا وہ نابلس کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ اپنے علاقوں میں ان سے پہلے پہنچ کر ان کی مدافعت کرے۔ مگر فرنگی اس سے پہلے پہنچ گئے تھے۔ اس لیے اس کو اردن کے مقام بیسان پر اپنا محاذ قائم کرنا پڑا۔ فرنگیوں نے ماہ شعبان میں اسی سال اس سے جنگ کرنے کے لیے پیش قدمی کی چونکہ ملک عادل کے پاس اس وقت بہت تھوڑی فوج تھی۔ اس لیے اس نے ان کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور دمشق واپس آ گیا۔ اب اس نے اپنا محاذ مرج الصفر میں قائم کیا اور مختلف فوجوں کو اس نے بلوایا تاکہ وہ وہاں جمع ہو جائیں۔

فرنگیوں کی غارت گری: فرنگیوں نے اس کے چھوڑے ہوئے مقام بیسان پر غارت گری کی اور بیسان اور بانیاس کے درمیان تمام علاقے کا صفایا کر دیا وہ تین دن بانیاس میں رہے اور ان علاقوں کو تباہ کرنے کے بعد وہ عکا کی طرف لوٹ گئے انہوں نے ان علاقوں میں خوب لوٹ مار کی تھی اور مسلمانوں کو قیدی بنا لیا تھا پھر وہ صور کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے صیدا کے شہر کو لوٹا اور شقیف میں بھی لوٹ مار کی جو بانیاس سے دو فرسخ کے فاصلے پر تھا یہ صلیبی فوجیں عید الفطر کے بعد عکا لوٹ آئیں۔ پھر انہوں نے عکا کے قریب ایک پہاڑ پر تو تعمیر شدہ قلعہ الطور کا محاصرہ کر لیا۔ اسے ملک عادل نے حال ہی میں تعمیر کرایا تھا۔ انہوں نے اس قلعہ کا سترہ دن تک محاصرہ کیا۔ چونکہ وہاں کچھ فرنگی بادشاہ مارے گئے تھے اس لیے صلیبی فوجیں وہاں سے لوٹ آئیں۔ (ان کے لوٹ آنے کے بعد) ملک عادل نے اپنے فرزند معظم عیسیٰ کو قلعہ الطور کی طرف

بھیجا۔ اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا تا کہ اس پر فرنگی قبضہ نہ کر لیں۔

دمیاط کی جنگ کا آغاز: اس کے بعد صلیبی فوجیں عکا سے بحری راستے سے دمیاط (مصر) کی طرف روانہ ہوئیں۔ انہوں نے (اس سال کے) ماہ صفر میں دمیاط کے ساحل بحر پر لنگر ڈال دیا۔ ان کے اور دمیاط کے درمیان دریائے نیل رواں تھا۔ دریائے نیل پر ایک مستحکم برج بنا ہوا تھا۔ جہاں سے دمیاط کی فصیل کی طرف لوہے کی مستحکم زنجیریں گذرتی تھیں جو کھاری پانی کے سمندر کی کشتیوں اور جہازوں کو دریائے نیل کے راستے مصر داخل ہونے سے روکتی تھیں۔ لہٰذا جب فرنگی فوجیں اس کے ساحل پر لنگر انداز ہوئیں تو انہوں نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی اور اپنے اور خندق کے درمیان ایک فصیل قائم کر لی۔ پھر انہوں نے دمیاط کا محاصرہ کرنا شروع کیا اور کثرت کے ساتھ محاصرہ کے آلات استعمال کیے۔

گھمسان کی جنگ: ملک عادل نے اپنے فرزند کامل کو جو مصر میں تھا یہ پیغام بھیجا کہ وہ فوجیں لے کر روانہ ہو جائے اور ان کے سامنے مقابلے کے لیے کھڑا ہو جائے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور مصر سے مسلمانوں کی فوجیں لے کر دمیاط کے قریب عادلیہ کے مقام پر اپنا محاذ قائم کیا فرنگی فوجیں دریائے نیل کے اس مستحکم برج پر قبضہ کرنے کے لیے چار مہینے تک گھمسان کی جنگ کرتی رہیں آخر کار انہوں نے اس برج پر قبضہ کر لیا یوں انہیں دریائے نیل میں داخل ہونے کا راستہ مل گیا تا کہ وہ دمیاط پہنچ جائیں۔

دریائی راستے کی حفاظت: (یہ حالت دیکھ کر) کامل نے لوہے کی زنجیروں کے بجائے ایک بہت بڑا پل تعمیر کرایا تا کہ انہیں دریائے نیل کے اندر داخل ہونے سے روکا جائے فرنگیوں نے (اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے) سخت جنگ کی یہاں تک کہ انہوں نے اس رکاوٹ کو بھی دور کر دیا۔ لہٰذا کامل نے حکم دیا کہ کشتیوں کو پتھروں سے بھر دیا جائے پھر انہوں نے پل کے پیچھے ان میں شگاف کر دیا تا کہ جہاز دریائے نیل کے اندر نہ جا سکیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر فرنگی فوجوں نے خلیج ازرق کا راستہ اختیار کیا۔ جہاں قدیم زمانے میں دریائے نیل بہتا تھا انہوں نے پل پر سے اسے کھود دیا اور اس میں سمندر تک پانی جاری کر دیا پھر وہ اپنے جہاز بورہ کے مقام تک لے آئے جو جیزہ کے علاقے پر تھا یہ مقام بالکل مسلمانوں کے محاذ جنگ کے سامنے تھا اس طرح وہ مسلمانوں سے جنگ کر سکتے تھے۔ تاہم دمیاط کا شہر ان کے درمیان حائل تھا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے جہاز دن میں رہ کر ان سے جنگ کی مگر انہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ کیونکہ خوراک کی رسد اور فوجی امداد مسلمانوں کو لگاتار پہنچ رہی تھی۔ اس کے علاوہ دریائے نیل فرنگیوں کے درمیان حائل تھا اس لیے مسلمانوں کو محاصرہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی تھی۔

اسلامی فوجوں میں اختلاف: اس عرصے میں مسلمانوں کو ملک عادل کی وفات کی اطلاع ملی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوجوں میں اختلاف پیدا ہو گیا چنانچہ مسلمان فوجوں کے سالار اعلیٰ عماد الدین احمد بن سیف الدین علی بن المشطوب الہکاری نے یہ کوشش کی کہ کامل کو معزول کر کے اس کے چھوٹے بھائی فائز کو بادشاہ بنایا جائے۔ یہ خبر کامل کو بھی ملی لہٰذا وہ اسی رات کو اشمون طناح کے مقام پر پہنچ گیا مسلمانوں کو دوسرے دن اس کی اطلاع ملی تو وہ محاذ جنگ سے بھاگ کر کامل کے پاس پہنچ گئے اور وہ محاذ کے

---

۱ قلعہ بعبان (بالباء الموحدہ) ہے۔ (ارشد)

علاقے کو خالی چھوڑ آئے جس پر فرنگیوں نے قبضہ کر لیا اور وہ دریائے نیل کو عبور کر کے دمیاط کے قریب ایک خشکی کے علاقے پر پہنچ گئے اور وہاں سے مصری علاقے کی طرف نقل و حرکت کرنے لگے اس کے بعد بدوؤں (کی لوٹ مار) کی وجہ سے راستے خطرناک ہو گئے اور دمیاط سے خوراک کی رسد بند ہو گئی۔ فرنگیوں نے بھی جنگ میں شدت اختیار کی۔

دمیاط پر فرنگیوں کا تسلط: دمیاط میں مدافعت کی فوج بہت کم تھی اس لیے مسلمان وہاں سے اچانک بھاگنے لگے۔ آخرکار جب مسلمان محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے اور خوراک کی رسد بند ہو گئی تو انہوں نے فرنگیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور انہوں نے اسے ماہ شعبان کے آخر میں ۶۱۶ھ میں فتح کر لیا پھر انہوں نے گرد و نواح میں اپنے فوجی دستے بھیج کر اسے ویران کر دیا۔ اس کے بعد وہ دمیاط کی تعمیر اور قلعہ بندی میں مشغول ہو گئے۔

منصورہ کی تعمیر: الکامل نے ملک کی حفاظت کے لیے ان کے قریب اپنا مرکز قائم کیا۔ اس نے دمیاط کی سمت سمندر ختم ہونے پر منصورہ تعمیر کرایا۔

ملک عادل کی وفات: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ۶۱۴ھ میں سمندر پار سے فرنگی صلیبی رضا کار شام کے ساحل پر اترے تھے اور ملک عادل سے عکا اور بیسان کے مقام پر ان کی جنگیں ہوئیں لہٰذا وہاں سے آ کر وہ دمشق کے قریب مرج الصفر میں مقیم ہوا۔ جب فرنگی فوجیں دمیاط چلی گئیں تو وہ خانقین کے مقام کی طرف منتقل ہوا اور وہاں رہنے لگا۔ پھر وہ بیمار ہوا اور ۷ جمادی الاخیرہ ۶۱۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر پچھتر سال تھی اور اس نے تیئیس سال حکومت کی۔

دمشق میں تدفین: اس کا فرزند معظم عیسیٰ اس وقت نابلس میں تھا اس نے آ کر اسے دمشق میں دفن کیا اور اس کی سلطنت اور تمام مال و متاع اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا‘ کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس نقد مال سات لاکھ دینار تھا۔

فرزندوں میں سلطنت کی تقسیم: ملک عادل بہت حلیم الطبع‘ صابر‘ صاحب الرائے‘ فیض رساں اور سیاست دان بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں اپنی تمام سلطنت اپنے فرزندوں میں تقسیم کر دی تھی چنانچہ مصر کا حاکم کامل تھا۔ دمشق‘ بیت المقدس‘ طبریہ اور الکرک کے علاقہ کا حاکم معظم عیسیٰ تھا۔ خلاط کا علاقہ اور رہا‘ نصیبین اور میافارقین کو چھوڑ کر باقی الجزیرہ کے تمام علاقہ کا حاکم اشرف موسیٰ تھا۔ رہا اور میافارقین کا حاکم شہاب الدین غازی تھا۔ قلعہ جعبر کی حکومت حافظ ارسلان شاہ کو دی گئی تھی۔

مصری بغاوت کی سرکوبی: لہٰذا جب ملک عادل فوت ہوا تو ہر فرزند اپنے علاقے کا خود مختار بادشاہ بن گیا جب ملک کامل کو اس کے فوت ہونے کی خبر ملی تو وہ اس وقت دمیاط میں فرنگی لشکر کا صفایا کر رہا تھا۔ اس خبر سے اس کی فوجوں میں بے چینی پیدا ہوئی اور جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں المشطوب (اس کے سپہ سالار) نے اسکے بھائی فائز کو بادشاہ بنانے کی کوشش کی۔ جب معظم عیسیٰ کو (اس بغاوت کی) خبر ملی تو وہ فوج لے کر تیز رفتاری کے ساتھ دمشق سے مصر پہنچ گیا اور اس نے مشطوب کو وہاں سے نکال کر شام بھیج دیا‘ جہاں سے وہ بھاگ کر ان دونوں کے بھائی اشرف کے پاس پہنچ گیا اور اس کے ملازموں میں شامل ہو گیا۔

باب : نہم

ملک کامل کا عہدِ حکومت

(مشطوب کے جانے کے بعد) کامل مصر پر اچھی طرح حکومت کرنے لگا اور معظم مصر سے لوٹ کر اسی سال کے ماہ ذوالحجہ میں بیت المقدس گیا۔ اس نے (صلیبی) فرنگیوں کے خوف سے اس کی فصیلوں کو تباہ کر دیا۔ دمیاط میں (صلیبی) فرنگیوں نے قبضہ کر رکھا تھا اور کامل ان کے بالمقابل اپنا محاذِ جنگ بنائے ہوئے تھا۔

تقی الدین کا مقبوضہ علاقہ: یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کو حماۃ کا شہر اور اس کا علاقہ دے رکھا تھا۔ پھر اس نے اسے ۵۷۷ھ میں الجزیرہ بھیجا' جہاں اس نے حران' رہا' سروج' میافارقین اور ان سے متعلقہ الجزیرہ کے علاقے فتح کر لیے تھے۔ سلطان صلاح الدین نے ان سب (مفتوحہ) علاقوں کو اس کے ماتحت کر دیا تھا۔ پھر وہ ارمینیہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگا اور اس نے خلاط کے حاکم بکتمر سے جنگ کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ پھر وہ ملازکرد کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور اسی سال وہاں فوت ہو گیا۔

منصور کی جانشینی: اس کے بعد اس کا فرزند ناصر الدین محمد اس کا جانشین ہوا جس کا لقب منصور تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اس سے الجزیرہ کے شہر چھین لیے اور ان کی حکومت اپنے بھائی عادل کو دے دی۔ البتہ حماۃ اور اس کے علاقے کی حکومت ناصر الدین محمد کے پاس رہی۔ چنانچہ وہ ان علاقوں پر حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنے چچا صلاح الدین اور ملک عادل کی وفات کے بعد ۶۱۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کی حکومت کی مدت اٹھائیس سال تھی۔ اس کا فرزند مظفر جو ولی عہد تھا مصر میں عادل کے پاس تھا اور اس کا دوسرا فرزند قلیج ارسلان اپنے ماموں معظم عیسیٰ کے پاس نظر بند تھا۔

حماۃ کا نیا حاکم: حماۃ کے ارکان سلطنت نے قلیج ارسلان کو بلوایا تو معظم عیسیٰ نے ان سے اس کا زرِ فدیہ طلب کیا۔ جب وہ ادا کر دیا گیا تو اس نے اسے رہا کر کے ان کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر وہ حماۃ کا بادشاہ بن گیا اور اس کا لقب ناصر مقرر ہوا۔ جب اس کا بھائی جو اصلی ولی عہد تھا' مصر سے آیا تو اہل حماۃ نے اس کا مقابلہ کیا (اور اس کی حکومت تسلیم نہیں کی) لہٰذا وہ معظم کے پاس دمشق چلا گیا۔ (وہاں رہ کر) وہ ان سے خط و کتابت کرتا رہا اور اہل حماۃ کو اپنی جانب راغب کرتا رہا۔ مگر انہوں نے اس کی کوئی بات نہیں مانی۔ اس لیے وہ دوبارہ مصر چلا گیا۔

چغل خوروں کی شرارت: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حاکم حلب و منبج الظاہر غازی بن صلاح الدین ۶۱۳ھ میں فوت ہو گیا تھا اور اس کا چھوٹا فرزند محمد العزیز غیاث الدین اپنے والد ظاہر کے مولیٰ اور خادم شہاب الدین طغرل کی زیر

نگرانی حاکم مقرر ہوا۔ شہاب الدین بہت نیک سیرت اور انصاف پسند تھا۔ وہ رعایا کے مال کی حفاظت کرتا تھا اور ایک دوسرے کی چغل خوری سننا پسند نہیں کرتا تھا۔ حلب میں اس وقت دو بدقماش افراد ایسے تھے جو ملک ظاہر کے پاس جا کر لوگوں کی چغل خوری کرتے تھے اور اسے لوگوں کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ ان کی ان چغل خوریوں سے لوگوں کو نقصان پہنچتا تھا۔ اس لیے جب شہاب الدین نے بُرے اور شریر لوگوں کو اپنے دربار سے دور کیا تو ان میں یہ دونوں افراد بھی شامل تھے۔ اس نے انہیں ان کی چغل خوری کی وجہ سے نکال دیا تھا۔ اس لیے ان دونوں کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی اور عوام بھی انہیں ناپسند کرنے لگے تھے۔ اس لیے یہ دونوں بلاد روم بھاگ گئے۔

حلب پر حملہ کی تجویز: ان دونوں نے بلاد روم کے حاکم کیکاؤس کو بھڑکایا کہ وہ حلب اور اس سے متعلقہ علاقوں کو فتح کر لے۔ کیکاؤس کی رائے یہ تھی کہ حلب اس وقت تک فتح نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ خاندان بنو ایوب کا کوئی فرد ان کے ساتھ شامل نہ ہوتا کہ اس کے اثر سے وہاں کا علاقہ مطیع و فرمانبردار بن سکے۔

کیکاؤس اور افضل کا اتحاد: اس وقت سلطان صلاح الدین کا ایک فرزند افضل سمیساط میں تھا۔ وہ اپنے بھائی ملک ظاہر اور اپنے چچا ملک عادل سے ناراض ہو کر کیکاؤس کا مطیع اور فرمانبردار ہو گیا تھا کیونکہ ان دونوں نے اس کے علاقے کے کچھ حصے کو چھین لیا تھا۔ لہٰذا کیکاؤس نے (اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے) اس کو بلوایا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ (حلب پر حملہ کرنے کے لیے فوج لے کر) اس کے ساتھ روانہ ہو جائے۔ اس صورت میں حلب کا جو علاقہ فتح ہو گا اس کی حکومت افضل کے ماتحت ہو گی اور وہاں خطبہ اور سکہ کیکاؤس کے نام پر ہو گا۔ پھر وہ اشرف کے علاقے الجزیرہ، حران اور رہا پر حملہ کریں گے اور ان کی حکومت کا معاملہ بھی اسی طرح ہو گا۔ چنانچہ ان شرائط کے مطابق انہوں نے حلف اٹھایا اور فوجیں اکٹھی کر کے وہ ۶۱۵ھ میں روانہ ہوئے اور انہوں نے قلعہ رعبان کو فتح کر لیا جو افضل کے ماتحت آ گیا تھا۔ پھر ان متحدہ فوجوں نے قلعہ تل باشر کو ابن بدر الدین ارزم البارو قی حاکم قلعہ سے چھین لیا۔ اس سے پیشتر انہوں نے اس قلعے کا سخت محاصرہ کیا تھا۔ یہ قلعہ کیکاؤس نے اپنے قبضہ میں رکھا۔ اس حرکت سے افضل اور اس کی فوج میں بے چینی پیدا ہوئی اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ وہ حلب کی فتح کے موقع پر بھی ایسا ہی کرے گا۔

ملک اشرف کو اطلاع: اس عرصہ میں حاکم حلب عزیز بن ظاہر کا نگران شہاب الدین حلب کے قلعہ میں مقیم رہا۔ وہ وہاں سے ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں نکلا' کیونکہ اسے (قلعہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا) اندیشہ تھا۔ تاہم ملک اشرف حاکم الجزیرہ و خلاط کے پاس بھی یہ خبر اڑتی ہوئی پہنچ گئی کہ اہل حلب کسی دوسرے کی اطاعت کریں گے اور وہاں اسی کے نام کا خطبہ اور سکہ بھی ہو گا اور وہ حلب کا جو علاقہ بھی پسند کرے گا' اس پر قبضہ کر لے گا۔

اشرف کی پیش قدمی: یہ خبر سن کر ملک اشرف نے فوجیں اکٹھی کیں اور ۶۱۵ھ میں ان کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ عرب کے قبیلہ طے وغیرہ کی فوجیں بھی تھیں' ان کا امیر مانع تھا جو اس کے خادموں میں سے تھا۔ ملک اشرف نے حلب کے باہر اپنا جنگی محاذ قائم کیا۔

کیکاؤس کو شکست: کیکاؤس اور افضل کی فوجوں نے تل باشر سے منبج کی طرف پیش قدمی کی۔ ملک اشرف بھی ان کے مقابلہ کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ہراول دستوں پر عرب قبائل کی فوجیں تھیں۔ انہوں نے کیکاؤس کے ہراول دستوں سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ جب یہ شکست خوردہ فوجیں کیکاؤس کی طرف لوٹیں تو وہ اپنے ملک کی طرف بھاگ گیا۔

مفتوحہ علاقوں کی تسخیر: اس کے بعد ملک اشرف نے آگے بڑھ کر قلعہ رعبان و تل باشر پر قبضہ کر لیا اور وہاں کیکاؤس کی جو فوجیں تھیں انہیں گرفتار کر لیا' پھر اس نے انہیں رہا کر دیا تو وہ کیکاؤس کے پاس پہنچیں تو اس نے انہیں ایک گھر میں اکٹھا کر کے آگ لگا دی جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے۔ ملک اشرف نے حلب کے جن قلعوں پر قبضہ کیا تھا وہ شہاب الدین کے حوالے کر دیئے' جو حاکم حلب عزیز کا نگران تھا۔ اس نے کیکاؤس کا اس کے ملک تک جا کر تعاقب کرنے کا ارادہ کیا تھا' مگر اس اثناء میں اسے اپنے والد (ملک عادل) کی وفات کی خبر ملی' اس لیے وہ لوٹ آیا۔

موصل میں خانہ جنگیاں

ہم نے خاندان کے زنگی کے حالات میں تحریر کیا تھا کہ حاکم موصل عزالدین مسعود ۶۱۵ھ میں فوت ہو گیا تھا اور اس کا جانشین اس کا فرزند نورالدین ارسلان شاہ ہوا' جس کی نگرانی اس کے والد کے مولی (آزاد کردہ غلام) نورالدین لولو کے سپرد ہوئی اور وہی اس کی سلطنت کا منتظم اعلیٰ مقرر ہوا۔

عمادالدین کی بغاوت: اس کے بھائی عمادالدین زنگی کے ماتحت قلعہ صغر اور سوس تھے۔ جو موصل کی عملداری میں شامل تھے۔ مگر اس کے والد کی وصیت کے مطابق اسے یہ علاقے دیئے گئے تھے۔ جب اس کا بھائی عزالدین فوت ہو گیا تو وہ خود حکومت کا طلب گار بنا اور اس نے عمادیہ پر قبضہ کر لیا۔ اربل کے حاکم مظفرالدین کو کبری نے اس کی حمایت کی۔ (یہ حالت دیکھ کر) نورالدین لولو نے ملک اشرف حاکم الجزیرہ وخلاط کو اس وقت اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا پیغام بھیجا جب وہ بلاد الروم کے حاکم کیکاؤس کی فوجوں سے حلب کے قریب مقابلہ کر رہا تھا ملک اشرف نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور وعدہ کیا کہ وہ اس کے دشمنوں کے خلاف اس کی امداد کرے گا۔

مصالحانہ کوشش: اس نے مظفرالدین کو خط لکھا اور ان کے متفقہ معاہدہ کی خلاف ورزی پر ملامت کی۔ اس نے اسے حکم دیا کہ وہ موصل کے ان علاقوں کو لوٹا دے جن پر اس نے قبضہ کیا ہے' ورنہ وہ بذات خود فوج کشی کر کے اس سے وہ علاقے واپس لے گا اور ان کے اصل حاکموں کے حوالے کر دے گا۔ ملک اشرف نے اسے یہ بھی ہدایت کی کہ وہ باہمی فتنہ و فساد کو چھوڑ کر فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے میں حصہ لے۔ مظفرالدین نے اس کی ہدایت پر عمل نہیں کیا اور بازوین کے حاکم اور کیفا و آمد کے حاکم نے بھی اس کی حمایت کی۔

فریقین میں صلح: اب نورالدین لولو نے اپنی فوجیں عمادالدین کے مقابلے کے لیے بھیجیں۔ انہوں نے اسے شکست

دے دی اور وہ بھاگ کر مظفر کے پاس اربل پہنچ گیا۔ اس کے بعد خلیفہ ناصر اور ملک اشرف کے سفیر آئے' انہوں نے فریقین میں صلح کرادی اور دونوں نے (مصالحت کے لیے) حلف اٹھایا۔

اشرف کی پیش قدمی: کچھ عرصہ کے بعد عماد الدین زنگی نے حملہ کر کے قلعہ کواشی کو فتح کر لیا۔ اس وقت لولو نے ملک اشرف کو' جبکہ وہ حلب میں تھا' پیغام بھیجا اور اس نے فوجی امداد طلب کی لہٰذا وہ دریائے فرات کو عبور کر کے حران پہنچا۔

مخالفانہ اتحاد: اس عرصے میں مظفر الدین نے گرد و نواح کے حکام کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کیکاؤس کی اطاعت قبول کر لیں اور (مساجد میں) اس کے نام کا خطبہ پڑھوائیں' وہ ملک اشرف کا سخت دشمن تھا اور منبج حاصل کرنے کے سلسلے میں اس کا مخالف تھا' جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ اس نے ان امراء و حکام کو بھی ورغلایا جو اشرف کے لشکر میں شریک تھے۔ اس نے انہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی چنانچہ ان میں سے احمد بن علی المشطوب حاکم قلعہ اور عز الدین محمد بن نور الدین الحمیری اس کے ورغلانے میں آ گئے اور وہ (اپنی فوج کے ساتھ) اشرف سے الگ ہو کر دنیسر پہنچ گئے جو ماردین کے ماتحت تھا۔ یہاں پہنچ کر وہ اس فوج کے ساتھ شریک ہو گئے جو اشرف کو (دریا) عبور کر کے موصل جانے سے روکنا چاہتی تھی۔

مخالفانہ اتحاد کا خاتمہ: ادھر اشرف نے بھی (سیاسی چال کے طور پر) کیفا و آمد کے حاکم کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور (اس مقصد کے حصول کے لئے) اس نے اسے جبنین کا شہر اور جبل جودی کا علاقہ دے دیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ جب وہ دارا فتح کر لے گا تو یہ علاقہ بھی اسے دے دے گا (لہٰذا اس سمجھوتہ کے بعد) کیفا کا حاکم اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور وہ دوسرے حکام سے جو اس کے ساتھی تھے الگ ہو گئے۔ بلکہ اس کی پیروی میں بعض دوسرے حکام بھی اشرف کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے اس طرح ان (چھوٹی سلطنتوں کا) اتحاد ختم ہو گیا اور ہر بادشاہ اپنی عملداری کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابن المشطوب کی شکست: (لاچار ہو کر) ابن المشطوب بھی (اپنی فوج لے کر) اربل کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ نصیبین کے پاس سے گذرا تو وہاں کی فوجوں نے اس سے جنگ کی اور اسے شکست ہوئی۔ اس کے بعد اس کی فوج منتشر ہو گئی اور وہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ جب وہ سنجار کے پاس سے گذرا جہاں کا حاکم فروخ شاہ عمر بن زنگی تھا تو اس نے اس کے خلاف فوج بھیجی جو اسے گرفتار کر کے لے آئی۔ چونکہ وہ اشرف کا مطیع اور فرمانبردار تھا' اس لیے اس نے اسے مقید کر دیا۔ پھر اس نے معافی مانگی تو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ فسادیوں کی ایک جماعت لے کر بقعاء کے مقام کی طرف گیا جو موصل کے علاقے میں تھا۔ وہاں اس نے لوٹ مار کی اور پھر سنجار واپس آ گیا۔

تل اعصفر کا محاصرہ: ابن المشطوب دوبارہ موصل کے علاقے پر غارت گری کے لیے روانہ ہوا تو لولو (موصل کے نگران حاکم) نے سنجار کے علاقے میں تل اعصفر کے مقام کے قریب اپنی فوج کو گھات میں بٹھا دیا۔ جب وہ وہاں سے گذرا تو اس کی فوج نے اس کے ساتھ جنگ کی تو وہ شکست کھا کر قلعہ تل اعصفر پر چڑھ گیا (اور محصور ہو گیا)۔

ابن المشطوب کی وفات: لولو نے موصل سے آ کر اس کا تقریباً ایک مہینے تک محاصرہ کیا اور بتاریخ ۱۵ ربیع الآخر ۶۱۷ھ میں اس قلعہ کو فتح کر لیا اور ابن المشطوب کو موصل میں قید رکھا۔ پھر اسے اشرف کے پاس بھیج دیا اس نے اسے حران میں مقید رکھا۔ یہاں تک کہ وہاں وہ اسی مہینے یعنی ربیع الآخر ۶۱۷ھ میں فوت ہو گیا۔

حاکم ماردین سے صلح: جب (مخالف) حکام کا اتحاد ختم ہو گیا تو اشرف حران سے روانہ ہوا تا کہ وہ ماردین کا محاصرہ کرے۔ پھر اس نے حاکم ماردین سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ راس العین کا علاقہ اسے واپس کرے جو اس نے اسے دے دیا تھا اور (تاوان جنگ کے طور پر) وہ تیس ہزار دینار ادا کرے اور حاکم کیفا و آمد کو قلعہ مور و عطا کرے۔

علاقوں کا تبادلہ: پھر اشرف وہیں سے موصل کے ارادے سے نصیبین کی طرف واپس آ رہا تھا کہ حاکم سنجار نے (تنگ آ کر) اپنے قاصد اشرف کے پاس اس مقصد کے لیے بھیجے کہ وہ سنجار کا علاقہ اسے اس شرط پر حوالے کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس کے بدلے اسے رقہ کا علاقہ دے دے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب لولو (نگران حاکم موصل) نے ان سے قلعہ تل اعفر چھین لیا تھا تو اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ کیونکہ اس نے اپنے بھائی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کی بدسلوکی کی وجہ سے وہ اس سے بدگمان ہو گئے تھے (اس لیے وہ سنجار میں رہنا نہیں چاہتا تھا) اس کے قاصد اشرف سے راستے میں ملے۔ جبکہ وہ دنیسر سے نصیبین جا رہا تھا۔ ملک اشرف نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اسے رقہ کا علاقہ دے دیا اور یکم جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں اس نے سنجار پر قبضہ کر لیا اور عمر فرخ شاہ اپنے بھائی اور تمام اہل و عیال اور مال و دولت کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

مصالحت کی تجویزیں: پھر اشرف سنجار سے موصل کی طرف روانہ ہوا اور وہاں بتاریخ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں پہنچ گیا۔ وہاں اس کے پاس خلیفہ اور مظفر الدین کے سفیر صلح کرانے کے لیے آئے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ عماد الدین عمادیہ کے علاوہ باقی تمام موصل کے قلعے جو اس نے چھین لیے تھے لولو کو واپس کر دے اس معاملے میں گفتگو دراز ہو گئی۔ یہاں تک کہ ملک اشرف نے ارادہ کیا کہ وہ اربل کی طرف فوج کشی کرے۔ پھر کیفا کے حاکم اور اس کے دوسرے گہرے دوستوں نے ان کی سفارش کی اور مصالحت پر زور دیا۔ لہٰذا اس نے اس قسم کی مصالحت کو تسلیم کر لیا اور قلعوں کو حوالے کر دینے کے بارے میں ایک مدت مقرر کی گئی۔

قلعوں کی واپسی: عماد الدین اشرف کے ساتھ گیا تا کہ باقی قلعوں کو حوالے کر دینے کا کام پورا ہو جائے۔ لہٰذا اشرف نے موصل سے بتاریخ ۲ رمضان کوچ کیا۔ لولو نے اپنے نائب حکام کو ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا مگر وہاں کی فوجوں نے ان قلعوں کو ان کے حوالے کر دینے سے انکار کیا۔ اتنے میں مقررہ مدت ختم ہو گئی۔

عماد الدین زنگی نے اشرف کے بھائی شہاب الدین غازی کو اپنی سفارش کے لیے آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی سے اس کی سفارش کی اور اس نے اسے رہا کر دیا اور اس کے قلعہ عقر اور سوس اسے واپس کر دیے۔ لولو (نگران حاکم موصل) نے بھی قلعہ تل اعفر واپس کر دیا۔ کیونکہ وہ سنجار کی عملداری میں تھا۔

دمیاط کی دوسری جنگ

جب (صلیبی) فرنگیوں نے دمیاط (مصر) کو فتح کرلیا تو ان کی قلعہ بندی شروع کردی۔ ملک کامل مصر واپس آ گیا اور اس نے مصر میں جابجا فوجی چھاؤنیاں قائم کر دیں۔ اس نے (ان کے بالمقابل) منصورہ تعمیر کرایا اور کئی سالوں تک یہی حالت رہی۔

جب سمندر پار کے فرنگیوں کو اس فتح کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ دمیاط پر قابض ہو گئے ہیں تو ان کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں اور ان (صلیبی فرنگیوں) کو ہر وقت ان کی طرف سے لگاتار امداد پہنچتی رہی' مگر کامل اپنے مقام پر برقرار رہا۔

مصر کے لیے امداد: پھر وہاں تاتاریوں کے حملوں کی خبریں بھی لگاتار پہنچنے لگیں اور یہ معلوم ہوا کہ وہ آذربیجان اور ارّان تک پہنچ گئے ہیں۔ (یہ خبر سن کر) مصر و شام کے مسلمان چاروں طرف سے خوفزدہ ہو گئے۔ لہٰذا کامل نے اپنے حاکم معظم سے فوجی امداد طلب کی جو حاکم دمشق تھا۔ اس نے دوسرے بھائی اشرف حاکم الجزیرہ و ارمینیہ سے بھی امداد مانگی۔ چنانچہ معظم اشرف کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ اسے بھی جلد (مصر) پہنچنے کے لیے آمادہ کرے' مگر اس نے اسے مذکورہ بالا فتنہ و فساد میں مشغول پایا' لہٰذا وہ وہاں سے لوٹ گیا تاکہ وہ اس فتنہ و فساد کے رفع ہونے کے بعد پھر اسی کے پاس واپس آئے۔

فرنگیوں کی پیش قدمی: اب (صلیبی) فرنگی اپنی فوجیں لے کر دمیاط سے مصر کی طرف بڑھ گئے' لہٰذا کامل (حاکم مصر) نے دوبارہ ان دونوں بھائیوں کو ۶۱۸ھ میں فوجی کمک بھیجنے کے لیے لکھا تو معظم اشرف کی طرف گیا اور اسے (لشکر کشی کے لیے) آمادہ کیا۔ چنانچہ وہ (فوجیں لے کر) اس کے ساتھ دمشق آیا اور وہاں سے مصر کی طرف روانہ ہوا' اس کے ساتھ حلب کی فوجیں بھی تھیں اور حماۃ کا حاکم الناصر اور حمص کا حاکم شیرکوہ اور بعلبک کا حاکم امجد تھا۔

مصری فوجوں سے مقابلہ: (جب یہ سب فوجیں وہاں پہنچیں تو) انہوں نے کامل کو (اپنی فوجوں کے ساتھ) بحر اشموں پر پایا۔ اس وقت فرنگی فوجیں دمیاط سے روانہ ہو چکی تھیں اور اس کے سامنے دریائے نیل کے کنارے اپنا جنگی محاذ بنائے ہوئے تھیں وہ اس کے محاذ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) پھینک رہی تھیں۔ جب مسلمانوں کو مصری علاقوں کے بارے میں فرنگیوں سے خطرہ لاحق ہوا تو کامل وہاں سے روانہ ہو گیا اور اشرف وہاں محاذ جنگ پر باقی رہ گیا۔

فرنگی کشتیوں کی تباہی: معظم (حاکم دمشق) اشرف کے بعد آیا۔ اس نے دمیاط کا قصد کیا اور فرنگیوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا مسلمانوں کی بحری کشتیاں فرنگیوں کی کشتیوں کے تین حصوں کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئیں انہوں نے جو کچھ ان میں تھا لوٹ لیا۔

صلح کی پیش کش: پھر فریقین کے درمیان میں سفیروں کا تبادلہ ہوا اور فرنگیوں کو یہ پیشکش کی گئی کہ وہ دمیاط مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ اس کے بدلے میں انہیں بیت المقدس' عسقلان' طبریہ' صیدا' جبلہ اور لاذقیہ اور وہ تمام علاقے دے

دیئے جائیں گے جنہیں سلطان صلاح الدین نے فتح کیا تھا۔ البتہ قلعہ الکرک مسلمانوں کے پاس رہے گا (اس فیاضانہ پیش کش کے باوجود) فرنگی حد سے آگے بڑھ گئے وہ الکرک اور شوبک بھی واپس لینا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے تین لاکھ دینار کا مطالبہ بھی پیش کیا تاکہ بیت المقدس کی ان فصیلوں کی تعمیر بھی کی جائے جنہیں المعظم اور کامل نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

دوبارہ جنگ: اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان دوبارہ جنگ کرنے پر مجبور ہوئے۔ اب فرنگیوں کی خوراک کی رسد ختم ہو گئی تھی کیونکہ وہ دمیاط سے خوراک کی رسد لے کر نہیں چلے تھے۔ کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ وہ بہت جلد دیہاتی علاقوں پر غالب آ جائیں گے۔ اس طرح ان کا تمام غلہ ان کے قبضے میں آ جائے گا مگر نتیجہ ان کی توقع کے برخلاف نکلا۔

سیلاب سے تباہی: پھر مسلمانوں نے دریائے نیل کے پانی کا رخ اس کنارے کی طرف (بند توڑ کر) موڑ دیا جس طرف فرنگیوں کا محاذ تھا لہٰذا وہ سیلاب میں گھر گئے اور ان (کے گزرنے) کے لیے صرف ایک نہایت تنگ راستہ باقی رہ گیا تھا۔ کامل نے بحر اشموں پر پل باندھ دیئے چنانچہ ان کی فوجوں نے وہاں سے گزر کر اس تنگ گزرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے فرنگیوں کے لیے دمیاط پہنچنے کا کوئی رستہ باقی نہیں رہا تھا۔

فرنگیوں کی نازک حالت: اس اثناء میں فرنگیوں کا ایک جہاز وہاں پہنچا جس میں خوراک کا سامان، ہتھیار اور آتش گیر آلات بھرے ہوئے تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کی کشتیوں نے وہاں پہنچ کر ان کا سارا سامان لوٹ لیا۔ اس کے بعد فرنگیوں کی اپنے جنگی محاذ میں حالت نازک ہوتی گئی کیونکہ ایسے حالات میں مسلمانوں کی فوجوں نے ان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ وہ ان سے جنگ کر رہے تھے اور ہر سمت سے ان پر حملے کر رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے خیمے اور مجانیق جلا دیں۔ پھر انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر لوٹنے کا ارادہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کا راستہ بند ہے۔

فتح دمیاط: اب انہوں نے کامل اور اشرف کو بلا معاوضہ دمیاط حوالے کرنے کا ارادہ کیا۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ حاکم دمشق دمیاط کے سمت سے وہاں پہنچ گیا (یہ حالت دیکھ کر) ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے ۶۱۸ھ کے درمیانی زمانے میں دمیاط کے شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اپنے بیس حکام اور بادشاہ یرغمال کے طور پر بھیجے انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو دمیاط بھیجا تاکہ وہ اس شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ بڑا یادگار دن تھا۔

فتح دمیاط کی اہمیت: جب فرنگیوں نے دمیاط مسلمانوں کے حوالے کر دیا تو اس کے بعد سمندر پار سے انہیں فوجی امداد پہنچی، مگر اب یہ امداد ان کے لیے بیکار تھی۔ کیونکہ شہر دمیاط میں مسلمان داخل ہو چکے تھے اور چونکہ فرنگیوں نے اس کی مستحکم قلعہ بندی کی تھی لہٰذا یہ مسلمانوں کے لیے سب سے مستحکم اور مضبوط قلعہ ثابت ہوا۔

فرزندانِ عادل کی خانہ جنگیاں

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اوحد نجم الدین بن عادل میافارقین کا حاکم تھا اور ۶۰۳ھ میں وہ خلاط اور ارمینیہ کا حاکم بھی بن گیا تھا۔ جب وہ ۶۰۷ھ میں فوت ہو گیا تو ملک عادل نے اس کے علاقے اس کے بھائی اشرف کو دے دیئے تھے۔

ظاہر غازی کی حکومت: پھر ملک عادل نے اپنے فرزند ظاہر غازی کو ۶۱۶ھ میں سروج' رُہا اور ان سے متعلقہ علاقے دیئے۔ جب عادل فوت ہو گیا اور اس کا فرزند اشرف مشرقی علاقوں کا خودمختار حاکم بنا تو اس نے اپنے بھائی ظاہر غازی کو ان علاقوں کے علاوہ جو اس کے والد نے اسے دیئے تھے' خلاط اور میافارقین کا علاقہ بھی دیا یعنی سروج اور رُہا کا علاقہ بھی اس کے دائرۂ اقتدار میں ہو گیا۔ اس نے اسے اپنا ولی عہد بھی بنایا' کیونکہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔

اشرف اپنے اس معاہدہ پر قائم رہا' مگر فرزندان عادل کے درمیان فتنہ و فساد برپا ہوا تو ظاہر غازی نے اشرف کے خلاف بغاوت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشرف نے اس کے اکثر علاقے اس سے چھین لئے' جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

باہمی اختلافات: جب ملک عادل فوت ہو گیا تھا تو اس کے فرزند کامل' اشرف اور معظم ان علاقوں کے حاکم تھے' جن پر ان کے والد نے انہیں مقرر کیا تھا۔ تاہم اشرف اور معظم (اہم معاملات میں) کامل کی طرف رجوع کرتے تھے اور اس کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ اس کے بعد معظم عیسیٰ نے حاکم حماۃ ناصر بن منصور کو مغلوب کر لیا تھا۔ وہ ۶۱۹ھ میں حماۃ کی طرف فوج لے کر گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جب اسے اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو وہ اس کے دوسرے علاقوں یعنی سلمیہ اور معرہ کی طرف روانہ ہوا اور ان پر قبضہ کر لیا۔

معظم کی عداوت: (اس کی یہ دست درازی کامل کو ناگوار معلوم ہوئی) اس نے معظم کو سرزنش اور شہر خالی کرنے کا حکم دیا۔ معظم نے اس وقت حکم کی تعمیل کی (اور شہر خالی کر دیا) مگر اس کے دل میں اس بات کا کینہ رہا۔ کامل نے سلمیہ کا شہر حاکم حماۃ کے بھائی مظفر بن منصور کو دے دیا۔

بھائیوں کے خلاف سازش: معظم اپنے اصلی روپ میں اس وقت سامنے آیا جب اس نے اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف سازش کی اور مشرق کے بادشاہوں کو خطوط لکھے کہ وہ ان دونوں کے خلاف اس کی مدد کریں۔ اس زمانے میں جلال الدین منکبرنی بن علاء الدین خوارزم شاہ ہندوستان سے واپس آ گیا تھا۔ تاتاریوں نے خوارزم' خراسان' غزنہ اور عراق عجم پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس لیے وہ ہندوستان چلا گیا تھا۔

جب جلال الدین ۶۲۱ھ میں ہندوستان سے واپس آیا تو وہ فارس' غزنی' عراق عجم اور آذربیجان پر قابض ہو گیا اور توریز میں مقیم ہو گیا تھا۔ یوں وہ ایوبی خاندان کی سلطنت کا پڑوسی بن گیا تھا۔ معظم نے خط و کتابت کر کے اس سے

مصالحت کر لی تھی اور اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف اس سے فوجی امداد طلب کی۔ جلال الدین نے اس کا مطالبہ منظور کر لیا تھا۔

ظاہر غازی کی بغاوت: معظم نے (دوسری حرکت یہ کی کہ) اس نے ظاہر غازی کو جو اشرف کا بھائی تھا اور خلاط میں اس کی طرف سے حاکم تھا' مخالفت پر آمادہ کیا۔ اس نے اربل کے حاکم مظفر کوکبری کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ ظاہر غازی نے خلاط اور ارمینیہ میں اشرف کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ اس لیے اشرف ۶۲۱ھ میں اس کے خلاف فوج لے کر روانہ ہوا اور خلاط میں اسے شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں کا حاکم حسام الدین ابوعلی کو مقرر کیا جو موصل کا رہنے والا تھا اور اشرف کی ملازمت میں رہ کر ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اشرف نے اسے خلاط کا حاکم مقرر کیا۔ (بعد میں) اشرف نے اپنے بھائی ظاہر غازی کو معاف کر دیا اور اسے میافارقین کی حکومت پر برقرار رکھا۔

محاصرۂ حمص: پھر ملک معظم بذات خود دمشق سے فوج لے کر حمص پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا' اس کا حاکم شیرکوہ بن محمد کامل کا فرمانبردار تھا۔ معظم نے حمص کا محاصرہ کیا مگر (اسے فتح کرنے میں) کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس لیے وہ دمشق واپس چلا گیا۔

صلح کی کوشش: پھر اشرف خود معظم کے پاس گیا تا کہ اس سے صلح کر لے۔ اس نے اسے اپنے پاس روکے رکھا تا کہ وہ کامل کی اطاعت سے منحرف ہو جائے پھر وہ اپنے شہر چلا گیا اور یہی حالت برقرار رہی۔

جلال الدین سے جنگ: جلال الدین ابن خوارزم شاہ حاکم آذربیجان نے ۶۲۳ھ میں خلاط پر فوج کشی کی اور بار بار اس کا محاصرہ کیا۔ جب وہ وہاں سے چلا گیا تو خلاط کے نائب حاکم حسام الدین نے جلال الدین کے شہروں پر حملہ کر کے اس کے کئی قلعے فتح کر لیے۔

مصالحت کی تکمیل: تاہم حالت نازک ہوتی گئی۔ کامل' معظم کی مخالفانہ کارروائیوں سے بہت خوفزدہ تھا' کیونکہ اس نے جلال الدین اور خوارزمی فوجوں سے ساز باز کر رکھی تھی۔ لہٰذا وہ فرنگیوں سے فوجی امداد کا طالب ہوا۔ اس نے فرنگیوں کے شہنشاہ کو بھی سمندر پار خط لکھا کہ وہ اس کی امداد کے لیے عکا آئے (اس کے بدلے میں) وہ بیت المقدس کا علاقہ اسے دے گا۔

معظم کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی اس کے انجام سے خوفزدہ ہوا۔ لہٰذا وہ فتنہ و فساد سے باز آیا اور اسے مصالحت کا خط لکھا۔

ناصر بن معظم کا عہد حکومت: دمشق کا حاکم معظم بن عادل ۶۲۴ھ میں فوت ہو گیا۔ اور اس کے بجائے اس کا فرزند داؤد حاکم دمشق ہوا اس نے اپنا لقب ناصر رکھا۔ اس کی سلطنت کا انتظام اس کے والد کے خادم عزالدین اتابک کے سپرد ہوا۔ ناصر ابتدا میں معظم کے طریقہ پر چلتا رہا اور اس نے کامل کی اطاعت قبول کی اور خطبہ بھی اسی کے نام کا برقرار رکھا۔ مگر

۶۲۵ھ میں جب کامل نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ قلعہ شوبک اس کے حوالے کر دے تو اس نے انکار کیا اور باغی ہو گیا لہٰذا کامل فوجیں لے کر (اس کی سرکوبی کے لیے) روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ پہنچا تو اس نے بیت المقدس اور نابلس اس کے قبضہ سے چھین لیا اور اپنی طرف سے اس کا حاکم مقرر کیا۔

دمشق کا محاصرہ: ناصر نے اپنے چچا اشرف سے امداد طلب کی تو وہ اس کے پاس دمشق آیا اور وہاں سے نابلس گیا پھر وہاں سے کامل کے پاس پہنچ تا کہ ناصر کی اس کے ساتھ صلح کرائے۔ کامل نے اسے ہدایت کی کہ وہ دمشق ناصر سے چھین کر خود قبضہ کر لے۔ کامل نے اسے دمشق کی حکومت عطا کر دی تھی مگر ناصر نے یہ تجویز نہیں مانی اور دمشق واپس آ گیا۔ لہٰذا اشرف نے اس کا محاصرہ کر لیا۔

بیت المقدس پر فرنگیوں کا تسلط: اب کامل نے فرنگیوں کے بادشاہ سے صلح کر لی تا کہ وہ دمشق کی مہم کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس نے بیت المقدس کی فصیل کو تباہ کر کے اسے اس حالت میں فرنگیوں کے سپرد کر دیا اور انہوں نے اسی حالت میں اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر کامل نے ۶۲۶ھ میں دمشق کی طرف فوج کشی کی اور اشرف کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کیا۔ ناصر جب محاصرہ سے خوفزدہ ہوا تو اس نے ان دونوں کے حق میں دمشق سے دستبردار ہونے کا اظہار کیا۔ بشرطیکہ اسے الکرک، قلعہ شوبک، بلقاء، غور اور نابلس کے علاقوں کا خود مختار حاکم تسلیم کیا جائے۔

اشرف کا دمشق پر قبضہ: کامل اور اشرف نے یہ علاقے اس کے سپرد کر دیئے اور ناصر وہاں چلا گیا اور دمشق پر اشرف کی حکومت قائم ہو گئی اور کامل اس کے علاقہ حران اور رُہا سے دست بردار ہو گیا۔

مسعود بن کامل کی وفات: اسی زمانے میں کامل کو اپنے فرزند مسعود حاکم یمن کی وفات کی خبر ملی اس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

فتح حماۃ: کامل نے فتح دمشق کے بعد مظفر محمود بن منصور کے لئے امداد اس کے بھائی ناصر کے خلاف فراہم کی کیونکہ حماۃ کے کچھ باشندوں نے مظفر محمود کو شہر حماۃ پر قبضہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ لہٰذا کامل نے اس کے لئے فوجیں تیار کیں۔ چنانچہ مظفر محمود ان فوجوں کو لے کر وہاں گیا اور شہر حماۃ کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے شہر کے مخبروں کو خفیہ پیغام بھجوایا۔ چنانچہ انہوں نے وعدہ کیا کہ (اگر) وہ رات کے وقت فصیل کے قریب پہنچ جائے (تو وہ اس کی مدد کریں گے) چنانچہ وہ رات کے وقت وہاں پہنچا (اور ان کی مدد سے) وہ فصیل پر چڑھ گیا اور (فوج کی مدد سے) شہر پر قبضہ کر لیا۔

علاقوں کا تبادلہ: کامل نے اسے لکھا کہ وہ ناصر (سابق حاکم) کو بارین کا قلعہ دیدے چنانچہ اس نے بارین کا قلعہ اسے دے دیا۔ کامل نے اس سے سلمیہ کا علاقہ لے کر اسے حاکم حمص شیر کوہ بن محمد بن شیر کوہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد مظفر محمود حماۃ کا مستقل حاکم بن گیا۔ اس نے اپنی سلطنت کا انتظام حسام الدین علی بن ابوعلی الہدبانی کے سپرد کر دیا اور یہ فرائض انجام دیتا رہا۔ پھر اس نے اختلاف پیدا ہوا تو وہ نجم الدین ایوب کے پاس چلا گیا۔

ناصر کا انجام: قلعہ ماردین مظفر کے بھائی ناصر کے ماتحت ۶۳۰ھ تک رہا۔ اس زمانے میں ناصر نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اسے فرنگیوں کے حوالے کر دے۔ لہٰذا مظفر نے اس کی شکایت کامل سے کی تو اس نے حکم دیا کہ یہ علاقہ اس سے چھین لیا جائے۔ پھر کامل نے اسے نظر بند کر دیا یہاں تک کہ وہ ۶۳۵ھ میں فوت ہو گیا۔

بعلبک کی حکومت: سلطان صلاح الدین نے امجد بہرام شاہ کو جو عمر تقی الدین کا بھائی تھا قلعہ بعلبک کا حاکم مقرر کیا تھا۔ بصریٰ کا علاقہ خضر کے ماتحت تھا۔ عادل کی وفات کے بعد یہ اشرف کے ماتحت ہو گیا اور اس کا حاکم اس کا بھائی اسماعیل بن عادل مقرر ہوا۔ لہٰذا اشرف نے ۶۲۶ھ میں اسے لشکر دے کر بعلبک بھیجا اس نے وہاں پہنچ کر امجد کا محاصرہ کر لیا۔ آخرکار بعلبک کو فتح کر لیا اور امجد کو دوسرا علاقہ دے دیا گیا۔ اس کے بعد اسماعیل بن عادل دمشق منتقل ہوا اور وہاں رہنے لگا۔ آخرکار اس کے موالی (آزاد کردہ غلاموں) نے اسے قتل کر دیا۔

جلال الدین خوارزم شاہ کی جنگیں

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جلال الدین خوارزم شاہ نے آذربیجان کو فتح کر لیا تھا اور ایوبی سلطنت کا پڑوسی بن گیا تھا۔ جب ملک اشرف نے خلاط کا علاقہ اپنے بھائی غازی سے ۶۲۲ھ میں چھینا تھا تو اس کا حاکم حسام الدین ابوعلی الموصلی کو مقرر کیا تھا۔ اس عرصے میں ملک معظم (حاکم دمشق) نے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ سے صلح کر لی تھی اور اسے دعوت دی تھی کہ وہ اس کے دونوں کے ساتھ جنگ کرے۔

چنانچہ جلال الدین نے خلاط کی طرف فوج کشی کی اور اس کا دو مرتبہ محاصرہ کیا اور پھر وہ لوٹ آیا۔ (اس کے جواب میں) حسام الدین (حاکم خلاط) نے بھی اس کے علاقے پر حملہ کیا اور اس کے بعض قلعے فتح کر لئے تھے۔

عورت سے ساز باز: فتح کا اصل سبب یہ ہے کہ حسام الدین نے جلال الدین کی بیوی سے ساز باز کر لی تھی۔ وہ پہلے ازبک بن پہلوان کی بیوی تھی۔ جلال الدین نے بھی اسے چھوڑ رکھا تھا اور اس سے قطع تعلق کر لیا تھا کیونکہ اس کے اپنے سابق شوہر کے ساتھ یہ طریقہ رہا تھا کہ وہ امور سلطنت میں بھی اس کی دخیل رہتی تھی اور اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی تھی۔ اس وقت وہ خوی میں مقیم تھی اس نے نائب حاکم حسام الدین کو اپنی اور اہل خوی کی طرف سے یہ خفیہ پیغام بھجوایا تھا کہ وہ وہاں آ کر ان علاقوں پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ حسام الدین نے وہاں پہنچ کر خوی اور اس کے قلعوں اور شہر قرند کو فتح کر لیا۔ اہل نقچوان نے بھی اس سے خط و کتابت کر کے اپنا شہر اس کے حوالے کر دیا چنانچہ جب حسام الدین خلاط واپس آیا تو اپنے ہمراہ زوجہ جلال الدین کو بھی لے آیا جو سلطان طغرل کی بیٹی تھی۔ اس بات سے جلال الدین کو بہت رنج ہوا۔

حسام الدین کا قتل: ملک اشرف کو بھی حسام الدین نائب حاکم (کی وفاداری) کے بارے میں شک و شبہ ہوا تو اس نے اپنے سب سے بڑے حاکم عز الدین ایبک کو بھیجا۔ وہ حسام الدین کا سخت دشمن تھا۔ اس لئے اس نے اسے گرفتار کر لیا اور پوشیدہ طور پر اچانک اسے قتل کر دیا۔ اس کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بھاگ کر جلال الدین کے پاس چلا گیا۔

خلاط پر حملہ اور فتح: اس کے بعد ماہ شوال ۶۲۶ھ میں جلال الدین نے خلاط پر فوج کشی کی اور خلاط کا محاصرہ کر کے اس پر مجانیق نصب کر دیں اور آٹھ مہینے تک وہاں سے خوراک کی رسد بند رکھی پھر گھمسان کی جنگ کر کے آخر ماہ جمادی الاول ۶۲۷ھ میں خلاط کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ عزالدین ایبک اور محافظ فوجیں قلعہ میں محصور ہو گئیں اور جان کی بازی لگا کر جنگ کرتے رہے۔ جلال الدین نے خلاط کے شہر کو اس قدر تباہ و برباد کیا کہ اس قدر تباہی کے واقعات اس سے پہلے نہیں سنے گئے تھے۔ اس کے بعد اس نے قلعہ بھی فتح کر لیا۔ خلاط کا نائب حاکم عزالدین ایبک گرفتار ہو گیا۔ جلال الدین نے اسے سابق نائب حاکم حسام الدین کے موالی (آزاد کردہ غلام) کے سپرد کیا۔ اس نے اسے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

متحدہ فوج کی روانگی: جب جلال الدین خوارزم شاہ خلاط پر قابض ہو گیا تو اشرف دمشق سے اپنے بھائی کامل کے پاس مصر پہنچا اور اس سے امداد کا طالب ہوا۔ چنانچہ کامل (فوج لے کر) اس کے ساتھ روانہ ہوا اور مصر پر اپنے فرزند عادل کو حاکم مقرر کیا۔ راستے میں حاکم الکرک ناصر بن معظم، حاکم حماۃ مظفر بن منصور اور باقی ماندہ تمام خاندان ایوب کے حاکم اس (کے لشکر میں) شامل ہو گئے۔ چنانچہ جب وہ سلمیہ پہنچا تو تمام حکام اس کے مطیع و فرمانبردار تھے۔

فتح آمد: پھر کامل آمد پہنچا تو اس نے آمد کا علاقہ خاندان ارتق کے مسعود بن محمد کے قبضے سے چھین لیا۔ یہ علاقہ اسے سلطان صلاح الدین نے دیا تھا جبکہ اس نے ابن نعسان کو شکست دی تھی۔ کامل نے جب آمد فتح کیا تو اس نے مسعود بن محمد کو نظر بند کر دیا چنانچہ اس نے کامل کی وفات کے بعد ہی قید سے رہائی پائی اور وہاں سے بھاگ کر وہ تاتاریوں کے پاس پہنچ گیا۔

صالح نجم الدین ایوب کا تقرر: اس کے بعد کامل ان مشرقی شہروں پر قابض ہو گیا جن کی حکومت سے اشرف دمشق کے بدلے میں دستبردار ہو گیا تھا۔ یہ حران، رہا اور ان سے متعلقہ علاقے تھے۔ چنانچہ قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنے ایک فرزند صالح نجم الدین ایوب کو ان کا حاکم مقرر کیا۔

علاء الدین کے لئے کمک: جب جلال الدین نے خلاط فتح کیا تھا تو اس کے ساتھ ارزن الروم کا حاکم بھی شریک تھا۔ اس کی شرکت سے بلاد الروم کے حاکم علاؤ الدین کیقباد کو بہت افسوس ہوا۔ کیونکہ اس کے اور الرزان الروم کے حاکم کے درمیان رشتہ داری کے باوجود سخت عداوت تھی۔ اسے ان دونوں (کے اتحاد) سے اپنے ملک (پر حملہ) کا اندیشہ ہوا۔ اس لئے اس نے کامل اور اشرف کے پاس جبکہ وہ حران میں تھے فوجی امداد کا پیغام بھیجا اس نے اشرف کو آمادہ کیا کہ وہ (فوراً) وہاں پہنچ جائے۔ چنانچہ اس نے الجزیرہ اور شام کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور علاؤ الدین کے پاس پہنچا۔ اس کی ملاقات سیواس کے مقام پر ہوئی۔ پھر وہاں سے وہ خلاط کی طرف روانہ ہوا۔

جلال الدین کو شکست: جلال الدین بھی ان دونوں کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ارزنکان کے علاقے میں فریقین کی جنگ ہوئی۔ سب سے پہلے حلب کا لشکر جنگ کے لئے آگے بڑھا۔ ان کا سپہ سالار عزالدین عمر بن

علی ہکاری تھا جو (اس زمانے کا) سب سے بڑا دلیر جرنیل تھا۔ لہٰذا اس کی فوج کے سامنے جلال الدین کی فوج نہیں ٹھہر سکی اور وہ شکست کھا کر خلاط چلا گیا اور وہاں سے اس نے اپنی محافظ فوج کو نکال کر آذربیجان کی طرف راہ فرار اختیار کی چنانچہ جب اشرف خلاط پہنچا تو وہ تباہ شدہ شہر تھا۔ ارزن الروم کا حاکم بھی جلال الدین کے ساتھ شریک تھا' اس نے اسے گرفتار کر کے اس کے چچازاد بھائی علاؤ الدین حاکم بلاد الروم (ایشیائے کوچک) کے پاس لایا گیا' وہ اس کے ساتھ ارزن الروم گیا اور اس نے یہ شہر اور اس سے متعلقہ قلعے اس کے حوالے کر دیئے۔

فریقین میں مصالحت: بعد ازاں ان متحدہ فوجوں اور جلال الدین کے درمیان سفیروں کا تبادلہ ہوا اور فریقین میں اس بات پر مصالحت ہوئی کہ جس کے قبضے میں جو علاقہ ہے وہ برقرار رہے گا۔ انہوں نے اس معاہدہ پر حلف اٹھایا۔ پھر اشرف سنجار کی طرف لوٹ گیا اور اس کا بھائی غازی جو میافارقین کا حاکم تھا (فوج لے کر) روانہ ہوا' اور اس نے دیار بکر کے شہر ارزن کا محاصرہ کر لیا۔ وہ ان جنگوں میں اشرف کے ساتھ شریک تھا۔ اسے جلال نے گرفتار کر لیا اور پھر اسے اس شرط پر رہا کیا کہ وہ ان کا مطیع و فرمانبردار رہے گا۔ چنانچہ شہاب الدین غازی وہاں گیا اور مصالحت کے بعد ارزن پر قبضہ کر لیا اور اس کے بدلے میں دیار بکر کا ایک اور شہر جس کا نام جانی تھا اس کو دے دیا۔

اس کا نام حسام الدین تھا۔ اس کا تعلق ایک نہایت شریف اور اعلیٰ خاندان سے تھا جو بنوالاحدب کے نام سے مشہور تھے۔ انہیں یہ علاقہ سلطان ملک شاہ نے دیا تھا۔

فتح شیرز: سابق الدین عثمان بن الدایہ سلطان نورالدین محمود زنگی کے امراء میں سے تھا۔ اس کے فرزند صالح اسماعیل نے اسے نظر بند کر دیا تھا۔ سلطان صلاح الدین کو یہ بات ناگوار گذری' اس لئے اس نے اپنے فرزندوں کے ساتھ دمشق کی طرف فوج کشی کی اور دمشق کو فتح کر کے سابق الدین کو شیرز کی حکومت عطا کی۔ چنانچہ یہ حکومت اس کے اور اس کے فرزندوں میں برقرار رہی۔ جب شہاب الدین یوسف بن مسعود بن سابق الدین کا عہد حکومت آیا تو کامل کے حکم کے مطابق حاکم حلب محمد بن العزیز نے ۶۳۰ھ میں شیرز پر فوج کشی کی اور اسے فتح کر لیا۔

محمد بن العزیز کی وفات: محمد بن العزیز ۶۳۰ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند ناصر یوسف حلب کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کی نگران اس کی دادی صفیہ خاتون بنت عادل مقرر ہوئی۔ اس کی سلطنت میں شمس الدین لولو ارمنی اور عز الدین محلی و اقبال خاتونی برسر اقتدار تھے۔ مگر سب کے سب اس خاتون کے ماتحت تھے۔

کیقباد کی فتوحات: اس زمانے میں علاؤ الدین کیقباد بن کیکاؤس شاہ بلاد الروم کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے قریب کے علاقوں پر دست درازی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ اس نے خلاط پر بھی قبضہ کر لیا حالانکہ اس سے پہلے اسی مقام کی مدافعت کے لئے اس نے اشرف کے ساتھ مل کر جلال الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کیا تھا' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا اشرف نے مقابلہ کا ارادہ کیا اور اپنے بھائی کامل سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ کامل ۶۳۱ھ میں مصر سے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے خاندان کے تمام حکام بھی شریک تھے۔ جب وہ روم کی سرحد پر شہر

ارزق کے قریب گیا تو اس نے اپنے خاندان کے ایک فرد اور حاکم حماۃ' مظفر کی قیادت میں ہراول دستوں کو بھیجا اور ان کا کیقباد کی فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ کیقباد نے انہیں شکست دی اور انہیں خرت برت پر محصور کر دیا۔ پھر مظفر حاکم حماۃ نے کیقباد کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور پناہ طلب کی۔ کیقباد نے انہیں پناہ دے کر خرت برت کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جو پہلے خاندان بنوارتق کے قبضے میں تھا۔

جب کامل اپنا لشکر لے کر ۶۳۲ھ میں مصر کی طرف لوٹا تو کیقباد نے اس کا تعاقب کیا پھر وہ حران اور رُہا کی طرف روانہ ہوا اور اس نے یہ علاقے کامل کے نائب حکام سے چھین لئے اور وہاں اپنی طرف سے حکام مقرر کیے۔ کامل مصر ۶۳۳ھ میں پہنچا۔

ملک کامل کے خلاف محاذ: ۶۳۴ھ میں اشرف (کسی وجہ سے) اپنے بھائی کامل سے ناراض ہو گیا اور اس کی اطاعت چھوڑ دی۔ اسے اس نافرمانی پر اہل حلب اور حاکم بلاد الروم کیخسرو نے آمادہ کیا تھا۔ نیز ان دونوں کے تمام رشتہ دار حکام شام نے ان کی حمایت کی البتہ ناصر بن معظم حاکم الکرک کامل کا مطیع و فرمانبردار رہا۔ بلکہ وہ مصر بھی اس کے پاس گیا اور کامل نے اس کا نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ استقبال کیا۔

اشرف کی وفات: اشرف ان اختلافات کے دوران ۶۳۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے بھائی صالح اسماعیل حاکم بصریٰ کو حکومت دمشق کا ولی عہد مقرر کیا تھا لہٰذا وہ وہاں پہنچا اور دمشق کا بادشاہ بن گیا۔ شام کے دیگر حکام نے اس کے ساتھ بھی کامل کے خلاف محاذ قائم رکھا جیسا کہ اشرف کے زمانے میں انہوں نے یہ محاذ قائم کیا تھا۔ البتہ حاکم حماۃ اس حلقہ سے نکل گیا تھا اور وہ کامل کا طرفدار بن گیا تھا۔

کامل کا دمشق پر قبضہ: اب کامل (فوج لے کر) دمشق کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے دمشق کا سخت محاصرہ کیا یہاں تک کہ مصالحت کے بعد صالح اسماعیل نے دمشق کامل کے حوالے کر دیا۔ کامل نے اس کے بجائے اسے بعلبک کا علاقہ دے دیا۔ اور خود اشرف کی باقی تمام سلطنت پر مسلط ہو گیا۔ اس کے بعد خاندان ایوب کے تمام حکام اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔

کامل بن عادل کی وفات: اشرف کی وفات کے چھ مہینے کے بعد کامل بن عادل حاکم دمشق و مصر و الجزیرہ ۶۳۵ھ میں بمقام دمشق فوت ہو گیا۔ اس کے بعد ہر حاکم اپنے اپنے علاقے چلا گیا۔ مظفر حماۃ چلا گیا اور ناصر الکرک آ گیا۔

مصر و شام کی آزاد سلطنت

مصر میں اس کے فرزند عادل ابوبکر کے ہاتھ پر حکومت کی بیعت کی گئی اور اس کی فوج نے دمشق میں اس کے چچا مودود بن عادل کے فرزند جواد یونس کو دمشق میں ان کا نائب حاکم مقرر کیا۔ اس اثناء میں ناصر داؤد فوج لے کر دمشق کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے آگے بڑھا مگر جواد یونس نے اس کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دے دی اس کے بعد وہ دمشق کا

خودمختار بادشاہ بن گیا اور اس نے (مصر کے بادشاہ) عادل بن کامل کی اطاعت ختم کر دی۔

ملک صالح کی حکومت دمشق: اس کے بعد صالح ایوب نے اس کے ساتھ یہ خط و کتابت کی کہ وہ اسے دمشق کی حکومت دیدے اس کے بدلے میں صالح اسے ان مشرقی علاقوں (الجزیرہ وغیرہ) کی حکومت حوالے کر دے گا جو اس کے والد نے اسے دی تھی (چنانچہ اس تبادلہ پر ان دونوں کا سمجھوتہ ہوگیا) اور صالح ۶۳۶ھ میں دمشق کا حاکم بن گیا۔ اس کے بعد یونس نے جا کر اس کے مشرقی شہروں کی حکومت سنبھال لی اور ان مشرقی علاقوں پر وہ حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ حاکم موصل لولؤ نے اس کے علاقوں پر حملہ کر کے انہیں فتح کر لیا۔ البتہ صالح بدستور دمشق کا حاکم رہا۔

یونس جواد کا قتل: جب یونس جواد سے لولؤ نے اس کے علاقے چھین لئے تو وہ جنگل بیابانوں میں سے گذرتا ہوا غزہ پہنچا تو صالح نے اسے وہاں داخل ہونے سے روکا تو وہ فرنگیوں کے شہر عکا میں داخل ہوگیا (فرنگیوں نے اسے پکڑ لیا اور) حاکم دمشق صالح اسماعیل کے ہاتھ اسے مقید کر کے قتل کرا دیا۔

جلال الدین خوارزم شاہ کا قتل: (اس سے پہلے) تاتاریوں نے آذربیجان پر قبضہ کر لیا تھا انہوں نے جلال الدین خوارزم شاہ کو شکست دے کر اسے ۶۲۸ھ میں قتل کر دیا تھا اس کے قتل کے بعد اس کی فوج اور اس کے افسر ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور مختلف مقامات کی طرف چلے گئے۔ ان کی اکثریت بلاد روم منتقل ہوگئی تھی اور اس کے بادشاہ علاؤ الدین کیقباد نے اپنے علاقے میں انہیں آباد کر دیا تھا۔

خوارزمی فوج کا حال: جب کیقباد فوت ہوگیا اور اس کا فرزند کیخسرو بادشاہ ہوا تو وہ ان (خوارزمی فوج) سے بدگمان ہوگیا۔ اس نے ان کے سپہ سالاروں کو گرفتار کر لیا اور باقی وہاں سے بھاگ گئے اور مختلف علاقوں میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگے۔

(یہ حالت دیکھ کر) صالح ایوب حاکم سنجار نے اپنے والد کامل حاکم مصر سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ ان (خوارزمی فوج) کو اپنے ہاں ملازم رکھ لے تاکہ ملک ان کے نقصانات (فتنہ و فساد) سے محفوظ رہے (چنانچہ اس نے اجازت دیدی) اور یہ تمام خوارزمی فوج اس کے پاس چلی گئی۔ اس نے ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔

جب کامل ۶۳۵ھ میں فوت ہوگیا تو انہوں نے صلح و امن کی زندگی کو خیر باد کہا اور باہر نکل کر فتنہ و فساد برپا کرنے لگے۔ (یہ حالت دیکھ کر) لولؤ (حاکم موصل) نے سنجار کی طرف فوج کشی کی اور صالح کا محاصرہ کر لیا۔ لہٰذا صالح نے خوارزمی فوج کو پیار و محبت سے قابو میں لیا اور انہیں حران اور رہا کا علاقہ دے دیا۔ پھر انہیں اپنی فوج میں شامل کر کے لولؤ (حاکم موصل) کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دے کر اس کے خیموں کو لوٹ لیا۔[1]

---

[1] یہ واقعات اس زمانے کے ہیں جب صالح ایوب سنجار اور مشرقی شہروں کا حاکم تھا مگر مورخ ابن خلدون نے ان کا تذکرہ اس کے دمشق کا حاکم بننے کے بعد کیا ہے۔ یہ ۶۲۸ھ کے بعد کے واقعات ہیں اس کے بعد صالح ایوب ۶۳۶ھ میں دمشق کا حاکم ہوگیا تھا۔ اسی وجہ سے یہ ترتیب غلط ہوگئی ہے۔ (مترجم)

صالح ایوب کی روانگی: جب عادل ثانی اپنے والد (کامل) کے بعد مصر کا حاکم ہوا تو وہاں کے ارکان سلطنت نے اسے پسند نہیں کیا۔ جب انہیں یہ خبر ملی کہ صالح ایوب دمشق کا حاکم ہو گیا ہے تو ارکان سلطنت نے اسے مصر کا بادشاہ بنانے کے لئے بلوایا (تو اس نے یہ بات منظور کر لی) اس نے اپنے چچا صالح اسماعیل کو بعلبک سے بلوایا تا کہ وہ بھی ان کے ساتھ روانہ ہو مگر اس نے آنے سے معذرت پیش کی۔ اس لئے صالح ایوب خود ہی (فوج لے کر) روانہ ہوا۔ اس نے دمشق پر اپنا جانشین اپنے فرزند مغیث فتح الدین عمر کو بنایا۔

صالح اسماعیل کا دمشق پر قبضہ: جب صالح ایوب دمشق سے روانہ ہوا تو اس کے بعد اس کا چچا صالح اسماعیل اس کی مخالفت میں (فوج لے کر) دمشق پہنچا اس کے ساتھ حاکم حمص شیر کوہ بھی تھا وہاں پہنچ کر اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور اس کے فرزند مغیث فتح الدین کو گرفتار کر لیا۔ جب صالح ایوب نابلس پہنچا تو اسے یہ اطلاع ملی (یہ خبر سنتے ہی) اس کی فوجیں اسے چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ جب وہ نابلس میں داخل ہوا تو ناصر داؤد نے الکرک سے آ کر اسے گرفتار کر کے مقید کر لیا۔

دوبارہ فتح بیت المقدس: اس کے بھائی عادل (حاکم مصر) نے پیغام بھیجا (کہ اسے اس کے پاس بھیج دیا جائے) مگر داؤد نے اسے اس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ناصر داؤد (فوج لے کر) بیت المقدس پہنچا اور اس نے اسے فرنگیوں کے قبضے سے چھین لیا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا۔

حاکم حمص کی وفات: (شیر کوہ اعظم کا پوتا) مجاہد کبیر شیر کوہ بن محمد بن شیر کوہ حاکم حمص ۶۳۹ھ میں فوت ہو گیا۔ وہ ۶۰۱ھ میں حمص کا حاکم ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کا فرزند ابراہیم حاکم ہوا اور منصور کے لقب سے مشہور ہوا۔

مصر کے خلاف مہم: جب ناصر داؤد بیت المقدس کی فتح سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اس نے صالح نجم الدین ایوب کو قید سے رہا کر دیا۔ رہائی کے بعد اس کے موالی اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس عرصے میں مصر میں عادل کے خلاف جب ارکان سلطنت کا اضطراب بڑھتا گیا تو انہوں نے صالح سے پھر خط و کتابت کی اور اسے بادشاہ بنانے کے لئے بلوایا لہٰذا وہ ناصر داؤد کے ساتھ (فوج لے کر) روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ کے مقام پر پہنچا تو عادل (حاکم مصر) فوج لے کر بلبیس کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اپنے چچا صالح اسماعیل کو دمشق پیغام بھجوایا کہ وہ اس کے بھائی عادل کے خلاف اس کی مدد کرے۔ چنانچہ وہ دمشق سے (فوج لے کر) غور کے مقام پر پہنچا۔

عادل ثانی کی گرفتاری: اسی زمانے میں عادل کے موالی نے اس کے خیمے میں اس پر حملہ کر دیا۔ اس گروہ کی قیادت ایبک الاسمر کر رہا تھا۔ انہوں نے عادل کو گرفتار کر لیا اور ملک صالح ایوب کو (جلد) آنے کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ وہ ناصر داؤد حاکم الکرک کے ساتھ وہاں پہنچا اور ۶۳۷ھ میں قلعہ مصر میں داخل ہو کر سلطنت کا انتظام سنبھال لیا۔ اس کے بعد ناصر داؤد کو اس کے بارے میں شک و شبہ ہوا تو وہ (اپنے علاقہ) الکرک چلا گیا۔

ملک صالح ایوب کا عہدِ حکومت

پھر صالح ایوب ان امراء سے بھی ناراض ہو گیا جنہوں نے اس کے بھائی پر حملہ کیا تھا۔ لہٰذا اس نے انہیں مقید کر لیا' ان میں ایک اسمر بھی شامل تھا۔ یہ واقعہ ۶۳۸ھ میں رونما ہوا۔ اس کے بعد اپنے بھائی عادل (سابق حاکم مصر) کو بھی جیل میں رکھا۔ یہاں تک کہ وہ جیل ہی میں ۶۴۵ھ میں فوت ہو گیا۔

صالح ایوب نے دریائے نیل کے قریب مقیاس کے سامنے ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اسی کو اس نے اپنا مسکن بنایا۔ وہاں اس نے اپنے موالی کی ایک محافظ فوج بھی رکھی جو اپنے آخری زمانے میں بحریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

خوارزمیوں کا فتنہ و فساد: اسی زمانہ میں خوارزم کی فوجوں کا مشرقی شہروں میں فتنہ و فساد بڑھ گیا۔ انہوں نے دریائے فرات کو عبور کر کے حلب کا قصد کیا تو حلب کی فوجیں معظم توران شاہ بن صلاح الدین کی قیادت میں مقابلے کے لیے نکلیں تو خوارزمی فوجوں نے حلب کی فوجوں کو شکست دی اور معظم توران شاہ کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور حاکم سمیساط صالح بن افضل کو قتل کر دیا کیونکہ وہ بھی حلب کی فوجوں میں شامل تھا انہوں نے بزور شمشیر منبج کو فتح کر لیا مگر پھر وہ واپس چلے گئے۔

خوارزمی فوجوں کو شکست: پھر انہوں نے دوبارہ حران سے کوچ کیا اور رقہ کی سمت سے انہوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور شہروں میں تباہی مچادی لہٰذا اہل حلب نے پھر فوجیں اکٹھی کیں اور دمشق سے صالح اسماعیل نے بھی حاکم حمص منصور ابراہیم کی قیادت میں لشکر بھیجا اور ان سب نے مل کر خوارزمی فوجوں کا مقابلہ کیا تو وہ حران کی طرف لوٹ گئیں پھر ان کی دوبارہ ان فوجوں سے مڈبھیڑ ہوئی تو شکست کھائی اور حلب کی فوجیں حران' رہا' سروج' رقہ' راس عین اور ان کے متعلقہ علاقوں پر قابض ہو گئیں۔ جب معظم توران شاہ رہا ہو گیا تھا تو حاکم موصل لولؤ نے اسے حلب کے لشکر کی طرف بھیجا پھر حلب کا لشکر آمد کی طرف روانہ ہوا تو انہوں نے معظم توران شاہ کا محاصرہ کیا اور اس پر غالب آ کر آمد کو فتح کر لیا۔

کیفا کی حکومت: وہ قلعہ کیفا میں مقیم رہا۔ جب ان کا والد مصر میں فوت ہوا تو اسے اس کی بادشاہت دینے کے لیے بلایا گیا۔ لہٰذا جب وہ (مصر) روانہ ہوا تو اس نے اپنے فرزند موحد عبداللہ کو کیفا کا حاکم بنایا جو وہاں اس وقت تک حکومت کرتا رہا جب کہ تاتاری شام کے شہروں پر غالب آ گئے تھے۔

دوبارہ جنگ: خوارزم کی فوجیں ۶۴۰ھ میں مظفر غازی حاکم میافارقین کے ساتھ حاکم حلب سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئیں' ان کے ساتھ حاکم حمص منصور ابراہیم بھی تھا۔ اس جنگ میں انہیں شکست ہوئی اور فوجوں نے ان کے دیہاتی علاقوں کو لوٹ لیا۔

حلب کے حکام: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ظاہر غازی اپنے والد کی وفات کے بعد حلب کا حاکم ہوگیا تھا پھر وہ بھی ۶۳۴ھ میں فوت ہوگیا۔ اس وقت وہاں کے ارکان سلطنت نے اس کے فرزند ناصر یوسف کو اس کی دادی صفیہ خاتون بنت عادل کی زیر نگرانی حاکم مقرر کیا۔ اسی خاتون کی نگرانی میں لولو ارمنی' اقبال خاتونی اور عز الدین بن مجلی' سلطنت کے منتظمین مقرر ہوئے وہ خوارزم کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے فوجیں تیار کرتی رہیں اور شہروں کو فتح کرتی رہی یہاں تک ۶۴۰ھ میں وہ فوت ہوگئی اس کے بعد ناصر یوسف خود مختار حاکم ہوگیا تاہم وہ انتظام سلطنت میں اقبال خاتونی سے مشورہ لیا کرتا تھا۔

صلیبیوں کی امداد پر علماء کا احتجاج: صالح اسماعیل بن عادل نے جب صالح ایوب مصر سے روانہ ہوا تھا دمشق پر ۶۳۶ھ میں قبضہ کر لیا تھا اس کے بعد صالح ایوب کو الکرک میں مقید کر دیا گیا تھا تاہم وہ ۶۳۷ھ میں مصر کا بادشاہ ہوگیا تھا مگر صالح اسماعیل اور صالح ایوب کے درمیان فتنہ وفساد برقرار رہا۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم دمشق صالح اسماعیل نے حاکم مصر صالح ایوب کے خلاف فرنگیوں سے امداد طلب کی اور اس کے صلے میں وہ انہیں قلعہ شقیف اور صفد دینے کے لئے رضا مند ہوگیا اور اس تجویز کو عملی جامہ بھی پہنا دیا مگر اس کے زمانے کے علماء نے اس کی تجویز کو سخت ناپسند کیا۔ چنانچہ (اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے) (مشہور عالم) عز الدین بن عبدالسلام شافعی دمشق سے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے جہاں صالح ایوب نے انہیں مصر کا قاضی مقرر کیا۔ ان کے بعد (شام کے بہت بڑے عالم اور مصنف) جمال الدین بن الحاجب المالکی بھی (دمشق سے) نکل کر الکرک چلے گئے اور وہاں سے اسکندریہ پہنچے جہاں وہ فوت ہوگئے۔

صالح ایوب کے خلاف محاذ: بعد ازاں شام کے حکام صالح ایوب کے خلاف متحد ہوگئے اس اتحاد میں اسماعیل صالح حاکم دمشق' ناصر یوسف حاکم حلب اور اس کی دادی صفیہ خاتون' ابراہیم المنصور بن شیرکوہ حاکم حمص شریک تھے۔ حاکم حماۃ مظفر ان کے خلاف تھا۔ کیونکہ وہ نجم الدین ایوب کا حامی تھا۔ یہ اتحاد کچھ عرصے تک قائم رہا۔ پھر ان حکام نے مصالحت کرنی چاہی' اس لئے یہ شرط رکھی گئی کہ حاکم دمشق نجم الدین ایوب کے فرزند فتح الدین عمر کو رہا کر دے جسے دمشق میں نظر بند کیا گیا ہے۔

مصر و شام میں جنگ: حاکم دمشق نے یہ شرط منظور نہیں کی اس لئے دوبارہ اختلافات پیدا ہوگئے۔ آخرکار ناصر داؤد حاکم الکرک نے اسماعیل صالح حاکم دمشق کے ساتھ مل کر فوج کشی کی۔ انہوں نے فرنگیوں سے بھی فوجی امداد طلب کی اور اس کے بدلے میں اسماعیل صالح نے انہیں بیت المقدس دیدیا۔ اس نے خوارزمی فوجوں سے بھی امداد طلب کی چنانچہ وہ تیار ہو کر غزہ میں اکٹھے ہوگئے۔

مصری فوجوں کی فتح: نجم الدین نے اپنے آزاد کردہ غلام بیبرس کے ساتھ فوجوں کو بھیجا چونکہ وہ بھی اس کے ساتھ مقید تھا۔ اس لئے وہ اس کا احسان مند تھا۔ وہ خوارزمی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کرتی رہیں۔ مصر کی فوجیں منصور ابراہیم بن شیرکوہ کے ساتھ پہنچیں انہوں نے عکا کے فرنگیوں کا مقابلہ بھی کیا۔ آخر میں فتح مصری فوجوں اور خوارزمیوں کو حاصل ہوئی

انہوں نے (دشمن کی) فوجوں کا دمشق تک تعاقب کیا اور وہاں پہنچ کر صالح اسماعیل کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہ محاصرہ سے تنگ آ گیا تو اس نے صلح کی درخواست پیش کی اور وہ اس بات پر تیار ہو گیا کہ وہ بعلبک' بصریٰ اور ان کے دیہاتی علاقوں کے بدلے میں دمشق ان کے حوالے کر دے گا۔

صالح اسماعیل کا اخراج: صالح ایوب نے یہ تجویز منظور کر لی چنانچہ اسماعیل ۶۴۸ھ میں دمشق سے نکل کر بعلبک چلا گیا۔ صالح ایوب نے پہلی صلح ہی میں یہ شرط رکھی تھی کہ اسماعیل حسام الدین علی بن ابوعلی الہدبانی کو جو دمشق میں اس کے پاس مقید ہے' رہا کر دے گا۔ لہٰذا اسے چھوڑ دیا گیا اور صالح ایوب نے اسے دمشق کا نائب حاکم مقرر کیا اور وہ دمشق پر حکومت کرنے لگا۔ ابراہیم المنصور حمص چلا گیا۔ حاکم حماۃ نے اس سے سلمیہ کا علاقہ چھین کر خود قبضہ کر لیا تھا۔

خوارزمیہ کا قلع قمع: خوارزمی فوج کے امراء (حاکم دمشق) علی الہدبانی سے جاگیروں اور ملازمتوں کے تقرر کے بارے میں بہت جھگڑتے اور اختلاف کرتے رہے وہ اس سے ناراض ہو گئے لہٰذا صالح اسماعیل نے انہیں دمشق پر حملہ کرنے کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس (حملہ میں) اس کے ساتھ حاکم الکرک ناصر داؤد بھی شریک تھا۔ علی ہدبانی نے ان کا خوب مقابلہ کیا۔ اس کے علاوہ نجم الدین ایوب نے (حاکم حلب) یوسف ناصر کو خوارزمیہ کے انسداد کے لئے امداد کے لئے لکھا چنانچہ وہ اپنی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حاکم حمص ابراہیم بن شیرکوہ بھی (اپنی فوجوں کے ساتھ) شریک ہوا۔ چنانچہ انہوں نے دمشق کے قریب ۶۴۴ھ میں خوارزمیہ کو شکست دی اور ان کے سردار حسام الدین برکت خاں کو قتل کر دیا۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ اپنے دوسرے سردار کشلو خاں کے ساتھ بھاگ گئے اور تاتاریوں کے پاس پہنچ کر ان کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ شام کے علاقوں سے ان کا نام ونشان مٹ گیا۔

ان خوارزمیہ کے ساتھ اسماعیل صالح (سابق حاکم دمشق) بھی تھا۔ اس نے حاکم حلب ناصر یوسف سے پناہ طلب کی چنانچہ اس نے اسے نجم الدین ایوب (کی سزا) سے بچا لیا مگر حسام الدین الہدبانی نے لشکر کشی کر کے پناہ دے کر (اس کے علاقے) بعلبک پر قبضہ کر لیا اور اسماعیل صالح کی اولاد وعیال اور اس کے وزیر ناصر الدین یغمور کو نجم الدین ایوب کے پاس بھیج دیا جس نے ان سب کو مصر میں مقید رکھا۔ پھر حاکم حلب ناصر یوسف کی فوجیں الجزیرہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ انہوں نے حاکم موصل لولو سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ ناصر نے نصیبین' دارا اور قرقیسیا کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس کی فوجیں حلب واپس چلی گئیں۔

عسقلان اور طبریہ کی فتح: صالح ایوب (حاکم مصر) نے حسام الدین الہدبانی (حاکم دمشق) کو بلا بھیجا اور اس کے بجائے جمال الدین بن مطروح کو (دمشق کا) حاکم مقرر کیا۔

پھر وہ ۶۴۵ھ میں خود دمشق روانہ ہوا اور مصر کی حکومت حسام الدین ہدبانی کے سپرد کی۔ جب وہ دمشق پہنچا تو اس نے فخر الدین بن الشیخ کی قیادت میں فوجیں عسقلان اور طبریہ بھیجیں اور کافی عرصہ تک ان دونوں شہروں کا محاصرہ کر کے اس نے انہیں فرنگیوں کے قبضے سے چھڑا لیا۔

شامی حکام سے ملاقات: جب صالح ایوب دمشق میں تھا تو اس کے پاس وفد لے کر منصور حاکم حماۃ آیا۔ اس کا والد مظفر ۶۲۳ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند منصور حاکم ہوا جس کا نام محمد تھا۔ اس کے پاس اشرف موسیٰ حاکم حمص بھی ملاقات کے لئے آیا۔ اس کا والد بھی ۶۲۲ھ میں دمشق میں فوت ہو گیا تھا جبکہ وہ مصر صالح ایوب سے ملاقات کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ اس وقت حمص میں اس کا فرزند مظفر الدین موسیٰ مقیم تھا' جس کا لقب اشرف تھا۔

حمص پر حملہ: ۶۴۶ھ میں حلب کی فوجوں نے لولو ارمنی کی قیادت میں حمص کا محاصرہ دو مہینے تک کیا اور اسے موسیٰ اشرف کے قبضہ سے چھین لیا اور اس کے معاوضہ میں اسے حلب کا ایک قلعہ تل باشر دیدیا جو رحبہ اور تدمر کے علاوہ تھا کیونکہ یہ دونوں مقامات حمص کے ساتھ موسیٰ اشرف کی عملداری میں تھے۔

صالح ایوب کا مقابلہ: (یہ خبر سن کر) صالح بہت ناراض ہوا۔ چنانچہ اس نے مصر سے دمشق کی طرف فوج کشی کی اور حسام الدین ہذبانی اور فخر الدین بن الشیخ کی قیادت میں حمص کا محاصرہ کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے کافی عرصہ تک اس شہر کا محاصرہ کیا۔ پھر خلیفہ مستعصم کا قاصد صالح ایوب کے پاس ان کی سفارش لے کر آیا لہٰذا اس نے وہاں سے اپنی فوجیں واپس بلالیں اور دمشق کا حاکم جمال الدین یغمور کو مقرر کیا اور جمال الدین بن مطروح کو معزول کر دیا۔

صلیبی جنگ میں فرانس کی شرکت

فرانسیسی فرنگیوں کی عظیم قوم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ افرنج کا لفظ اصل میں افرنس تھا جب عربوں نے اس لفظ کو معرب بنایا تو سین کے حرف کو جیم میں تبدیل کر دیا۔ اس ملک کا شہنشاہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا بادشاہ تھا' اسے ای افرنس (ریدا فرانس) کہتے تھے۔ ان کی زبان میں ری کے معنے بادشاہ کے ہیں۔

شہنشاہ فرانس کا حملہ: چنانچہ شہنشاہ فرانس نے سواحل شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور جس طرح اس سے پہلے دیگر فرنگی بادشاہوں نے فوج کشی کی تھی وہ بھی فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کی سلطنت بہت وسیع اور طاقتور ہو گئی تھی اس لئے وہ پچاس ہزار سے زیادہ جنگجو سپاہیوں کو لے کر بحری جہازوں پر سوار ہو کر روانہ ہوا پھر وہ ۶۴۷ھ میں دریا عبور کر کے دمیاط پہنچا۔ وہاں بنو کنانہ تھے جنہیں صالح ایوب نے دمیاط کی حفاظت کے لئے بسایا ہوا تھا۔ جب انہوں نے فرنگیوں کا لشکر جرار دیکھا جس کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ چنانچہ شہنشاہ فرانس نے دمیاط پر قبضہ کر لیا۔

دمیاط پر فرنگیوں کا تسلط: صالح ایوب کو یہ خبر اس وقت ملی جبکہ وہ خود تو دمشق میں تھا مگر اس کی فوجیں دمشق کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ لہٰذا اس نے مصر کی طرف واپس ہونے کا حکم دیا اور اپنے سپہ سالار کو فوج دے کر پہلے بھیجا اور وہ خود بعد میں پہنچا۔ وہ منصورہ کے مقام پر مقیم ہوا۔ راستہ میں اسے بخار ہو گیا اور وہ شدید بیمار تھا۔

الکرک کا محاصرہ: صالح ایوب اور اس کے چچازاد بھائی ناصر داؤد بن المعظم کے درمیان سخت عداوت تھی۔ ناصر داؤد نے اسے قلعہ الکرک میں ایک دفعہ اسے مقید کر دیا تھا' لہٰذا جب صالح ایوب کو دمشق کی حکومت حاصل ہوئی تو اس نے

اپنے سپہ سالار فخر الدین یوسف ابن الشیخ کی قیادت میں فوجیں الکرک کے محاصرہ کے لئے بھیجیں۔ اسے اس سے پہلے اس کے بھائی عادل نے مقید کر رکھا تھا۔ صالح ایوب نے اسے رہا کر کے اسے خانہ نشین بنا دیا تھا۔

اب اس نے اسے فوجیں دے کر الکرک کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا چنانچہ وہ ۶۴۴ھ میں وہاں پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا اور وہاں کے تمام علاقے پر قبضہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

فتح الکرک: ناصر داؤد نے اپنا ذخیرہ اور ساز و سامان خلیفہ مستعصم کے پاس (بغداد) بھیج دیا تھا اور خود حاکم حلب ناصر یوسف کے پاس پناہ گزین ہو گیا تھا۔ حلب جانے سے پہلے اس نے اپنے سب سے چھوٹے فرزند عیسیٰ کو المعظم کا لقب دے کر الکرک کا حاکم بنا دیا تھا اس تقرر پر اس کے دونوں بڑے بھائی امجد حسن اور ظاہر شادی بہت ناراض ہوئے لہٰذا انہوں نے اپنے بھائی عیسیٰ کو گرفتار کر لیا اور ۶۴۷ھ میں جبکہ صالح ایوب منصورہ کے مقام پر فرنگیوں کا مقابلہ کر رہا تھا وہ دونوں بھائی اس کے پاس آئے (اور اسے الکرک حوالے کرنے کی پیشکش کی) چنانچہ صالح نے ان سے الکرک اور شوبک کا قبضہ حاصل کر لیا اور ان دونوں قلعوں کا حاکم بدر الصوابی کو مقرر کیا اور ان دونوں بھائیوں کو مصر میں جاگیریں دیں۔

ایوبی سلطنت کا زوال

ملک صالح کی وفات: جب صالح نجم الدین ایوب بن کامل منصورہ میں فرنگیوں کے بالمقابل جنگی محاذ قائم کیے ہوئے تھا تو وہ ۶۴۷ھ میں فوت ہو گیا۔ ارکان سلطنت نے فرنگیوں کے خوف سے اس کی موت کی خبر کو چھپائے رکھا۔ اس موقع پر اس کی ام ولد شجرۃ الدر نے سلطنت کا انتظام سنبھالا اور امرائے سلطنت کو اکٹھا کر کے (ان سے مشورہ کیا اور) (مصر کے نائب حاکم) حسام الدین ہذبانی کو (صورت حال سے) مطلع کیا۔ اس نے امراء اور حکام کو اکٹھا کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا اور ان سے اطاعت کا حلف اٹھوایا۔ پھر اس نے اتابک فخر الدین بن الشیخ کے ذریعے معظم توران شاہ بن صالح کو اطلاع دی اور اسے اس کے دارالحکومت قلعہ کیفا سے بلوایا اس کے بعد صالح کی وفات کی خبر سب جگہ پھیل گئی اور فرنگیوں کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی۔

فرنگیوں کو شکست: (یہ خبر سن کر) فرنگی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر سرگرمی کے ساتھ تیار ہو گئے اور وہ بتدریج مسلمانوں کے جنگی محاذ میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اس جنگ میں اتابک فخر الدین شہید ہوا تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پلٹ کر حملہ کرنے کا موقع دیا جس کے نتیجہ میں فرنگیوں کو شکست ہو گئی۔

توران شاہ کی حکومت: اس اثناء میں معظم توران شاہ بھی قلعہ کیفا میں تین مہینے سے زیادہ حکومت کرنے کے بعد مصر پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور (اس کو حاکم تسلیم کرنے پر) متفق ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے فرنگیوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ کی اور ان کے بحری بیڑے دشمن کے بحری بیڑوں پر غالب آ گئے۔ فرنگیوں نے دمیاط سے اس شرط پر چلے جانے کا ارادہ کیا کہ انہیں اس کے بدلے میں بیت المقدس کا علاقہ دیدیا جائے۔ مسلمانوں نے یہ شرط

منظور نہیں کی بلکہ ان کے فوجی دستے ان کے محاذ پر مختلف مقامات پر حملے کرتے رہے اور جب وہ واپس جانے لگے تو مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا جس سے گھبرا کر انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

شہنشاہ فرانس کی گرفتاری: فرنگیوں کا شہنشاہ فرانس جو فرنیس کے نام سے مشہور تھا گرفتار ہو گیا اور اس کی فوج کے تیس ہزار سے زائد افراد مارے گئے۔ شہنشاہ فرانس کو ایک ایسے گھر میں مقید کیا گیا جو ''فخر الدین بن عثمان کے گھر'' کے نام سے مشہور تھا اور اس کی نگرانی کے لئے ایک خادم صبیح المعظمی مسلط تھا۔ اس کے بعد معظم توران شاہ مسلمانوں کے لشکر کو لے کر مصر (صحیح سالم) واپس آ گیا۔

توران شاہ کے موالی: معظم توران شاہ قلعہ کیفا سے ممالیک (غلاموں) کی ایک سازشی جماعت ساتھ لایا تھا جو اس کے والد کے موالی پر غالب آ گئے تھے۔ انہوں نے ان موالی کو بالکل نظر انداز کر کے ان کا رتبہ گھٹا دیا تھا۔

بحریہ موالی کا ظہور: (اس کے والد) صالح ایوب کی ایک جماعت تھی جو بحریہ کہلاتی تھی اس نے انہیں اس مقام پر آباد کیا تھا جو (دریا کے قریب) مقیاس کے بالکل مقابل اس نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ جماعت اس کی مخلص اور وفادار تھی۔ ان کا سردار بیبرس تھا۔ یہ وہ شخص تھا جسے صالح ایوب نے فوج دے کر ان خوارزمیہ کے مقابلے کے لئے بھیجا تھا جنہوں نے اس کے چچا صالح اسماعیل حاکم دمشق کے ساتھ مل کر حملہ کیا تھا۔ اس واقعہ کا پہلے ذکر آ چکا ہے۔

یہ لوگ پہلے دشمن کے ساتھ شامل تھے مگر صالح نے انہیں اپنی طرف مائل کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور انہوں نے اس کی فوجوں کے ساتھ مل کر دمشق کی فوجوں اور فرنگیوں پر حملہ کیا تھا اور ان سب کو شکست دی تھی۔ پھر انہوں نے دمشق کا محاصرہ کر کے صالح کی جانب سے اسے فتح کر لیا تھا۔

بیبرس کی شخصیت: صالح بیبرس سے ناراض ہو گیا تھا آخر کار اس نے ۶۴۴ھ میں اسے پناہ دی اور وہ مصر آ گیا۔ صالح نے اسے اس کی چند حرکتوں پر مقید کر دیا تھا اور پھر اسے رہا کر دیا تھا۔

خاص موالی کا عروج: صالح کے خاص افراد میں قلاوون صالحی بھی تھا جو عادل کے غلام علاؤ الدین قراسنقر کے موالی میں سے تھا۔ اس کا آقا ۶۴۵ھ میں فوت ہو گیا تھا لہٰذا الملک صالح نے قلاوون کو ولاء (غلامی سے آزاد ہونے کے متعلق) کے حکم کے مطابق اس کا وارث بنا دیا تھا۔

توران شاہ کے خلاف سازش: اقطائی جامدار اور ایبک ترکمانی وغیرہ بھی تک صالح کے خاص الخاص افراد تھے وہ اس بات سے سخت ناراض ہو گئے تھے کہ معظم توران شاہ نے اپنے مخصوص افراد کو ان پر مسلط کر دیا تھا اور وہ ان پر حکومت کرتے تھے لہٰذا انہوں نے علم بغاوت بلند کیا اور معظم توران شاہ کو اچانک قتل کر دینے کا منصوبہ بنایا۔

معظم توران شاہ کا قتل: معظم توران شاہ فرنگیوں کی شکست کے بعد منصورہ سے مصر واپس آ رہا تھا جب وہ برج کے قریب ہو کر بحری جہاز پر سوار ہونے والا تھا کہ (مذکورہ بالا) موالی نے اس پر حملہ کر دیا۔ بیبرس تلوار لے کر اس پر حملہ

کرنے کے لئے دوڑا تو وہ برج کی طرف بھاگا انہوں نے برج کو آگ لگا دی تو وہ سمندر کی طرف دوڑا مگر باغیوں نے اس پر تیر چلائے تو وہ سمندر کے پانی میں کود گیا اور تلوار اور پانی کی کشمکش میں وہ ہلاک ہو گیا۔ اس نے صرف دو مہینے مصر میں حکومت کی۔

ملکہ شجرۃ الدر کی حکومت: جن لوگوں نے توران شاہ کو قتل کیا تھا انہوں نے متفق ہو کر ام خلیل شجرۃ الدر کو مصر کی ملکہ مقرر کیا۔ وہ صالح ایوب کی بیوی اور اس کے فرزند خلیل کی والدہ تھی جو اس کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ لہٰذا وہ ام خلیل کے نام سے مشہور تھی۔ (جب وہ مصر کی ملکہ بن گئی تو) اس کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا جانے لگا اور اس کا نام سکہ پر بھی لکھا ہوا تھا اور سرکاری فرمانوں پر بھی اس کے نام کی علامت شامل ہو گئی۔ چنانچہ ام خلیل کا نشان ان پر مندرج ہونے لگا۔ فوج کا سپہ سالار عزالدین جاشنگیر ایبک ترکمانی کو بنایا گیا۔

دمیاط کی عظیم فتح: جب سلطنت کے کام درست ہو گئے تو (شہنشاہ فرانس) فرنیس نے مطالبہ کیا کہ دمیاط کا شہر اس سے حاصل کر کے اسے (قید سے) چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس پر ۶۴۸ھ میں قبضہ کر لیا اور فرنیس (رہا ہو کر) بحری راستے سے عکا روانہ ہو گیا۔ یہ عظیم فتح تھی (جو مسلمانوں نے فرنگیوں پر حاصل کی) چنانچہ شعراء میں اس (عظیم فتح) کے سلسلے میں منظوم مقابلے ہوئے ان میں سے جمال الدین بن مطروح (سابق) نائب حاکم دمشق کے یہ اشعار اب تک زبان زد خواص و عوام ہیں۔

فتح کی مشہور نظم کا ترجمہ: (۱) جب تم فرنیس (شاہ فرانس) کے پاس جاؤ تو تم اس فصیح البیان خوش گو (شاعر) کا پیغام پہنچا دو (۲) اللہ تمہارا بھلا کرے کہ (تمہاری وجہ سے) یسوع مسیح کی پرستش کرنے والے اس قدر افراد مارے گئے (۳) تم مصر کا ملک حاصل کرنے کے ارادے سے آئے تھے اور تم سمجھ رہے تھے کہ طبلہ میں محض ہوا بھری ہوئی ہے (۴) تمہاری اجل تمہیں ایسے اندھیرے قید خانے میں لے آئی جہاں تمہیں کشادہ دنیا بھی تنگ نظر آئی (۵) تم نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اپنے تمام ساتھیوں کو قبروں میں دفن کرا دیا (۶) وہ (تعداد میں) پچاس ہزار تھے مگر وہ سب یا تو مارے گئے یا زخمی ہو گئے اور قیدی بنا لئے گئے (۷) خدا تمہیں ایسی باتوں کی توفیق دیا کرے تاکہ ہم تمہارے شر سے (تمام فرنگیوں کو قتل کر کے) نجات حاصل کریں (۸) ان فرنگیوں سے کہہ دو کہ اگر وہ دوبارہ یہاں (مصر میں) آنے کا پوشیدہ ارادہ رکھتے ہوں۔ وہ انتقام لینے کے لئے آنا چاہیں یا کسی اور برے ارادے سے آ جائیں (۹) تو سمجھ لو کہ ابن لقمان کا گھر (جہاں فرنیس مقید تھا) ابھی تک باقی ہے اور بیڑیاں بھی باقی ہیں اور (فرنیس شاہ فرانس کی نگرانی کرنے والا) خصی خادم صبیح بھی موجود ہے۔

(آخری شعر میں) طواشی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اہل مشرق کی زبان میں یہ خصی (خواجہ سرا) کو کہتے ہیں اور اپنے خادم کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

فتح الدین عمر کی رہائی: جب معظم توران شاہ مارا گیا اور امراء نے اس کے بعد صالح ایوب کی بیوی شجرۃ الدر کو مصر کی

ملکہ بنایا تو شام میں خاندان ایوبی حکام کو یہ بات سخت ناگوار گذری۔ اس زمانے میں الکرک اور شوبک کا حاکم بدر الدین الصوابی تھا۔ اسے صالح ایوب نے حاکم مقرر کیا تھا اور اس کے پاس اپنے بھتیجے فتح الدین عمر بن عادل کو قید کر رکھا تھا۔ لہٰذا (مذکورہ بالا صورت حال کو دیکھتے ہوئے) اس نے اسے قید خانے سے رہا کر دیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ناصر کی حکومت دمشق: اس زمانے میں جمال الدین بن یغمور دمشق کا حاکم تھا۔ اس نے وہاں کے شاہی محل کے امراء کے ساتھ اتفاق کر کے حاکم حلب ناصر کو بلوانے اور اسے (دمشق کا) بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا چنانچہ (اس فیصلہ کے مطابق) ناصر الدین دمشق آیا اور وہاں کا بادشاہ ہو گیا۔ اس نے (آتے ہی) صالح ایوب کے موالی کی ایک جماعت کو مقید کر دیا۔

مصر میں موسیٰ اشرف کا تقرر: جب یہ خبر مصر پہنچی تو وہاں کے لوگوں نے ملکہ شجرۃ الدر کو معزول کر دیا اور موسیٰ اشرف بن مسعود بن الکامل کو بادشاہ مصر مقرر کیا۔ یہ وہ شخص ہے جس کا بھائی یوسف اطسنز اپنے والد مسعود کے بعد یمن کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ اہل مصر نے موسیٰ اشرف کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے مصر کے تخت شاہی پر بٹھایا اور ایک ترکمانی کو اس کا اتابک (نائب) مقرر کیا۔

غزہ میں بغاوت: پھر غزہ میں ترکوں نے بغاوت کر دی اور انہوں نے حاکم الکرک مغیث کی اطاعت کا اعلان کیا۔ اس پر مصر کے ترکوں نے خلیفہ مستعصم کی اطاعت کا اعلان کیا اور انہوں نے از سر نو اشرف اور اس کے اتابک کے ہاتھ پر بیعت کی۔

شامی فوج کا فرار: (یہ حالت دیکھ کر) ناصر یوسف (حاکم دمشق) دمشق سے اپنی فوجیں لے کر مصر کی طرف روانہ ہوا۔ لہٰذا امرائے مصر نے شام کی طرف اپنی فوجیں بحریہ جماعت کے سردار اقطائی جامدار کی قیادت میں جس کا لقب فارس الدین تھا روانہ کیں۔ شام کی فوجیں اس کا لشکر دیکھ کر بھاگ گئیں۔

ایوبی حکام کا اجتماع: ناصر یوسف حاکم دمشق کے پاس ناصر داؤد کی کوئی شکایت پہنچی تو اس نے اسے حمص میں مقید کر دیا۔ اس کے بعد اس نے خاندان بنو ایوب کے حکام کو دمشق طلب کیا چنانچہ مندرجہ ذیل حکام اس کے پاس دمشق پہنچے: (۱) موسیٰ اشرف حاکم حمص، رحبہ و تدمر (۲) صالح اسماعیل بن العادل حاکم بعلبک (۳) معظم توران شاہ بن صلاح الدین (۴) نصر الدین بن صلاح الدین (۵) امجد حسام الدین الناصر (۶) ظاہر شادی بن الناصر (۷) داؤد حاکم الکرک (۸) تقی الدین عباس بن العادل۔

مصر و شام کی جنگ: یہ سب حکام دمشق میں اکٹھے ہوئے پھر ناصر یوسف (حاکم دمشق) اپنی اگلی فوج کو اپنے مولیٰ لولو ارمنی کی قیادت میں روانہ کیا۔ اس کے مقابلے کے لئے ایک ترکمانی مصری فوجوں کو لے کر نکلا۔ اس اثناء میں صالح اسماعیل کے فرزندوں کو جو مقید تھے۔ رہا کر دیا گیا۔ انہیں ہدبانی نے بعلبک سے گرفتار کیا تھا (انہیں اس لئے رہا کیا گیا تھا

کہ) لوگ اس کے والد کو ملزم قرار دیں اور اس کے بارے میں بدگمان ہو جائیں۔

شکست و فتح: فریقین کا مقابلہ عباسیہ کے مقام پر ہوا اس میں مصری فوجوں کو شکست ہوئی۔ شام کی فوجیں ان کے تعاقب میں روانہ ہوئیں تو ایبک نے ثابت قدمی کا اظہار کیا۔ اس وقت ناصر کی فوجوں کے کچھ دستے بھاگ کر اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ پھر ایبک نے ناصر کی فوجوں پر زبردست حملہ کیا (جس سے پانسہ پلٹ گیا) اور ناصر کی فوجیں منتشر ہو گئیں اور انہوں نے شکست کھائی۔

ایوبی حکام کی گرفتاری: (شام کے سپہ سالار) لولو کو گرفتار کر کے ایبک کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ اسماعیل صالح، موسیٰ اشرف، توران شاہ معظم اور اس کے بھائی گرفتار کر لئے گئے۔ مصر کی وہ فوج جو شکست کھا کر بھاگ گئی تھی، شہر واپس آ گئی۔ ان کا تعاقب کرنے والی شام کی فوج کو جب ناصر کی شکست کی خبر ملی تو وہ بھی لوٹ گئی۔ اس کے بعد ایبک مصر واپس آ گیا اور اس نے بنو ایوب کے افراد کو قلعہ میں مقید کیا۔

صالح اسماعیل کا قتل: پھر صالح اسماعیل کے وزیر یغمور کو قتل کر دیا گیا جو اس کے فرزندوں کے ساتھ بعلبک میں مقید تھا۔ صالح اسماعیل کو بھی اس کے قید خانہ میں قتل کر دیا گیا تھا (شکست کھانے کے بعد) ناصر (حاکم دمشق) نے دوبارہ دمشق سے فوجیں اکٹھی کر کے غزہ کی طرف کوچ کیا۔ وہاں اس کا مقابلہ مصری سپہ سالار فارس الدین اقطائی سے ہوا۔ اس نے اسے شکست دے کر غزہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر ناصر اور امرائے مصر کے درمیان قاصدوں کا تبادلہ ہوا اور فریقین نے ۶۵۰ھ میں مصالحت کر لی۔ دریائے اردن ان دونوں ملکوں کے درمیان سرحد مقرر ہوئی۔

اس کے بعد ایبک نے حسام الدین ہذبانی کو رہا کر دیا تو وہ دمشق پہنچا اور ناصر کی ملازمت اختیار کی۔ خلیفہ مستعصم کی حاکم انکرک ناصر داؤد کے بارے میں سفارش ناصر کے پاس پہنچی کیونکہ اس نے اسے قید کیا ہوا تھا لہٰذا ناصر نے اسے رہا کر دیا (رہائی کے بعد) ناصر داؤد اپنے دونوں فرزندوں امجد اور ظاہر کے ساتھ بغداد پہنچا تو خلیفہ نے اسے داخل ہونے سے روک دیا۔ اس نے اپنی امانت طلب کی تو وہ بھی نہیں دی گئی لہٰذا وہ بیرونی علاقہ میں مقیم رہا۔ پھر خلیفہ مستعصم کی سفارش پر وہ دمشق لوٹا اور وہاں وہ ناصر کے پاس رہنے لگا۔

اقطائی کا قتل: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مصر کے ترکمانی حکام نے اشرف موسیٰ بن یوسف اقسیز بن الکامل کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ انہوں نے ان کے نام کا خطبہ بھی (مساجد میں) پڑھوایا اور اسے تخت شاہی پر بٹھایا جبکہ سلطنت کا انتظام ایبک کے سپرد تھا۔ ایبک خود مختار اور مطلق العنان بننا چاہتا تھا مگر بحریہ جماعت کا سردار اقطائی جاندار اس بارے میں اس کی مخالفت کرتا تھا اور رشک و حسد میں ان کے اختیارات کم کرانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس لئے اس نے تین غلاموں کو (اس کی قتل کرنے پر) مقرر کیا۔ چنانچہ انہوں نے شاہی محل کی کسی گلی میں ان پر اچانک اور پوشیدہ حملہ کر کے اسے ۶۵۲ھ میں قتل کر دیا۔ چونکہ بحریہ کی جماعت اس کے دم سے قائم تھی۔ اس لئے وہ منتشر ہو کر ناصر کے پاس دمشق بھاگ گئی۔

ایبک کی بادشاہت: اب ایبک خود مختار ہو گیا تھا' اس نے اشرف کو (بادشاہت سے) معزول کیا اور اس کے نام کا خطبہ بھی (مساجد میں پڑھائے جانے سے) موقوف کرا دیا۔ چنانچہ وہ مصر میں ایوبی خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ اب ایبک نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا پھر اس نے مصر کی سابقہ ملکہ شجرۃ الدر ام خلیل سے نکاح کر لیا۔

جب بحریہ کی جماعت ناصر کے پاس دمشق پہنچی تو انہوں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مصر فتح کرلے۔ جب انہوں نے اس پر بہت زور ڈالا تو وہ لشکر تیار کر کے غزہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایبک بھی اپنی فوجیں لے کر حباسیہ پہنچ گیا۔ کچھ سپاہی جو ایبک کے ساتھ تھے بغاوت پر آمادہ ہو گئے کیونکہ انہیں بغاوت کی غلط اطلاع ملی تھی۔ ایبک کو بھی ان کے بارے میں شک و شبہ ہوا اور وہ انہیں گرفتار کرنے ہی والا تھا کہ وہ بھاگ کر ناصر کے پاس پہنچ گئے۔ بعد ازاں ناصر اور ایبک کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت ہوئی۔ آخر کار فریقین میں مصالحت ہو گئی اور ان کی مشترکہ سرحد عریش مقرر ہوئی۔ ناصر (حاکم دمشق) نے اپنے وزیر کمال الدین بن العدیم کے ہاتھ خلیفہ مستعصم کو یہ پیغام بھجوایا کہ خلیفہ اس کے پاس خلعت بھیجے۔ اس سے پہلے ایبک (حاکم مصر) خلیفہ مستعصم کے پاس تحائف اور اپنی اطاعت کا اقرار نامہ بھجوا چکا تھا اس لئے خلیفہ مستعصم نے خلعت بھیجنے میں ٹال مٹول سے کام لیا اور ۶۵۵ھ میں اسے خلعت بھجوایا۔

ایبک کا قتل: ۶۵۵ھ میں ملکہ شجرۃ الدر نے المعز ایبک کو اچانک حمام میں قتل کر دیا۔ کیونکہ وہ حاکم موصل لولو کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے رشک و حسد اور غیرت کے جذبے سے مغلوب ہو کر یہ کام کیا۔ ارکان سلطنت نے اس کے بجائے اس کے فرزند علی کو منصور کا لقب دے کر بادشاہ مقرر کیا اور اس کے ذریعے شجرۃ الدر پر حملہ کیا۔ جیسا کہ ہم ان کے حالات میں اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

بحریہ ممالیک کا دمشق سے اخراج: اقطائی جامدار کے قتل کے بعد مصر کی بحریہ جماعت دمشق کی طرف ناصر کے پاس بھاگ گئی تھی اور وہیں مقیم ہو گئی تھی۔ ناصر کو ان (کی وفاداری) پر شک و شبہ ہوا' اس لئے اس نے ۶۵۵ھ کے آخر میں انہیں نکلوا دیا تھا۔ وہ غزہ پہنچے اور انہوں نے المغیث فتح الدین عمر بن العادل حاکم الکرک سے خط و کتابت کی۔ یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بدر الصوابی نے اسے مصر میں توران شاہ کے قتل کے بعد الکرک کے قید خانے سے رہا کر دیا تھا اور اسے اپنے علاقے کا حاکم بنا کر خود اس کی سلطنت کا منتظم بنا تھا۔

مغیث اور بحریہ موالی کی شکست: لہٰذا بحریہ کے سردار بیبرس بندقداری نے غزہ سے اسے حکومت سنبھالنے کی دعوت دی۔ یہ اطلاع ناصر کو بھی دمشق میں مل گئی۔ لہٰذا اس نے لشکر تیار کر کے غزہ بھیجا۔ وہاں فریقین میں جنگ ہوئی اور بحریہ کی جماعت شکست کھا کر الکرک پہنچ گئی۔ مغیث نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان میں مال و دولت خوب تقسیم کیا۔ انہوں نے اسے مصر کی حکومت حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے بحریہ کے ساتھ مل کر (مصر کی طرف) فوج کشی کی۔ مصری فوجیں بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایبک المعز کے مولیٰ قطز اور اس کے دیگر موالی کی قیادت میں روانہ ہوئیں۔ عباسیہ کے مقام پر فریقین کا جنگی مقابلہ ہوا جس میں مغیث اور بحریہ کی جماعت کو شکست ہوئی اور وہ الکرک کی طرف بھاگ گئے۔ لہٰذا دشمن کی فوجیں بھی مصر واپس آ گئیں۔

ناصر داؤد کا حال: اسی عرصے میں ناصر نے ناصر داؤد بن المعظم کو نکال کر اسے دمشق سے حج کے لئے بھیجا۔ اس نے حج کے زمانے میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ مستعصم کے پاس اپنی امانت حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہے (وہ حج سے فارغ ہو کر) حاجیوں کے ساتھ عراق پہنچا' وہاں خلیفہ مستعصم نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنی امانت سے دست برداری کا اعلان کرے۔ چنانچہ اس قسم کا ایک مضمون لکھا گیا اس پر شہادت بھی لی گئی۔ اس کے بعد وہ جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ پھر اس نے ناصر یوسف کے پاس رحم کی درخواست لکھی۔ اس نے اسے (وہاں قیام کرنے کی) اجازت دیدی اور وہ دمشق میں رہنے لگا۔ اس اثناء میں خلیفہ مستعصم کا قاصد ناصر کے لئے خلعت اور ناصر کی کا فرمان لے کر آیا۔ ناصر داؤد اس قاصد کے ساتھ روانہ ہو گیا اور قاصد کی اجازت تک قرقیسیا میں رہنے لگا مگر قاصد نے (ساتھ لے جانے کی) اجازت نہیں دی۔ لہٰذا وہ جنگل میں (خانہ بدوش) عرب قبیلوں کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ اسے الکرک کے قریب لے آئے جہاں مغیث نے اسے گرفتار کر کے مقید کر دیا۔

ناصر داؤد کی وفات: جب تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کر دیا تو خلیفہ مستعصم نے اسے بلا بھیجا تا کہ تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اسے اپنے لشکر کے ساتھ بھیجے۔ اس وقت تاتاری بغداد فتح کر چکے تھے لہٰذا وہ اس مقام سے واپس آیا اور دمشق کے کسی دیہات میں جا کر طاعون کی بیماری سے ۶۵۶ھ میں فوت ہو گیا۔

بحریہ جماعت کی فتح: جب مغیث اور بحریہ کی جماعت شکست کھا کر الکرک آ گئیں تو ناصر نے دمشق سے اپنی فوجیں بحریہ کی طرف بھیجیں۔ غزہ کے مقام پر فریقین کا مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں ناصر کی فوجوں کو شکست ہوئی اور بحریہ کی جماعت نے فتح حاصل کی۔ اس طرح الکرک میں ان کی طاقت مستحکم ہو گئی۔

دوبارہ حملہ: اب ناصر دوبارہ بذات خود دمشق سے فوجیں لے کر ۶۵۷ھ میں روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حماۃ کا حاکم منصور بن مظفر محمود بھی (اپنی فوجوں کے ساتھ) تھا وہ الکرک کے قریب پہنچے تو انہوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ مغیث نے ناصر کے پاس مصالحت کا پیغام پہنچایا۔

بحریہ جماعت کی گرفتاری: ناصر نے یہ شرط رکھی کہ وہ بحریہ کی جماعت کو گرفتار کر لے۔ اس نے یہ شرط منظور کر لی مگر اس کی اطلاع بحریہ کے سردار بیبرس بندقداری کو مل گئی تھی لہٰذا وہ اپنی جماعت کے ساتھ بھاگ گیا اور وہ ناصر کے پاس پہنچ گئے اس جماعت کے جو افراد باقی رہ گئے تھے انہیں مغیث نے گرفتار کر لیا اور انہیں بیڑیوں میں جکڑ کر ناصر کے پاس بھیج دیا۔ پھر وہ الکرک واپس آ گیا۔

علی بن ایبک کی معزولی: اس کے بعد ناصر نے اپنے وزیر کمال الدین بن العدیم کو امراء مصر کے پاس بھیجا جس میں تاتاریوں کے مقابلے کے لئے متحد ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ جس زمانے میں ابن العدیم مصر آیا ہوا تھا انہی دنوں میں امرائے مصر نے علی ابن المعز ایبک کو معزول کر دیا اور وہاں کے نائب حاکم (اتابک قطز) نے اس کی فوج اور اس کے

والد کے موالی کو گرفتار کر لیا اور خود وہ تخت پر بیٹھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس نے ان امراء کو بھی گرفتار کر لیا جن کے مقابلے کا اسے اندیشہ تھا۔

کمال الدین بن العدیم نے حاکم دمشق کو جس نے اسے بھیجا تھا' امرائے مصر کی رضامندی اور امداد کے وعدہ کا یقین دلایا۔



تاتاریوں کی فتوحات

اسی زمانے میں تاتاریوں اور ان کے بادشاہ ہلاکو خاں نے بغداد پر حملہ کیا اور وہ دارالخلافہ بغداد پر قابض ہو گیا۔ ان تاتاریوں نے خلیفہ مستعصم کو قتل کر دیا اور وہاں سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیا۔ یہ (ہولناک) حادثہ قیامت کی نشانی تھا جس کا حال ہم نے خلفائے عباسیہ کے حالات میں بیان کر دیا ہے اور آگے چل کر تاتاریوں کے حالات میں بھی بیان کریں گے۔

جب ناصر حاکم دمشق کو (ان واقعات کا) علم ہوا تو اس نے ہلاکو خاں سے اچھے تعلقات جلد قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے فرزند العزیز محمد کو سلطان ہلاکو خاں کے پاس تحائف دے کر بھیجا' مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

فتح میا فارقین: پھر ہلاکو خاں نے اپنی فوجیں میا فارقین کی طرف بھیجیں۔ وہاں کا حاکم الکامل محمد بن مظفر تھا۔ انہوں نے اس شہر کا دو سال تک محاصرہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے ۶۵۸ھ میں بزور شمشیر اس شہر کو فتح کر کے اس کے حاکم کو قتل کر دیا۔

فتح اربل: ہلاکو خاں نے اربل کی طرف بھی اپنی فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے چھ مہینے اس شہر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔

حکام روم کی اطاعت: جب ہلاکو خان نے بغداد کو فتح کر لیا تھا۔ تو اس کے فوراً بعد کیخسرو کے فرزند جو بلاد الروم کے بادشاہ تھے' ہلاکو خاں کے پاس پہنچے' انہوں نے اپنی اطاعت کا اظہار کر لیا اور اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

لولو کی وفات: جب ہلاکو خاں آذربیجان پہنچا تو حاکم موصل لولو وفد لے کر اس کے پاس پہنچا اور ۶۵۷ھ میں اس نے ہلاکو خاں کے مطیع ہونے کا اعلان کیا۔ واپس آتے پر وہ فوت ہو گیا۔ اور اس کے بجائے موصل کا بادشاہ اس کا فرزند صالح ہوا اور سنجار کا حاکم اس کا دوسرا فرزند علاؤ الدین ہوا۔

ناصر سے دوستانہ تعلقات: بعدازاں ناصر نے اپنے فرزند کو تحائف دے کر دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ہلاکو خاں کے پاس بھیجا اور اپنے نہ آنے کی یہ معذرت کی کہ سواحل شام پر اسے فرنگیوں سے خطرہ ہے۔ ہلاکو خان نے اس کے فرزند کا استقبال کیا اور اس کی معذرت قبول کر لی اور اسے مصالحت اور دوستانہ ماحول میں اس کے وطن لوٹا دیا۔

اہل حلب سے جنگ: بعدازاں ہلاکو حران کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اپنے فرزند کو فوج دے کر حلب بھیجا جہاں معظم توران شاہ بن صلاح الدین' ناصر یوسف کی طرف سے وہاں کا نائب حاکم تھا' وہ فوج لے کر ان سے جنگ کرنے کے لئے نکلا۔ تاتاری فوجیں ایک کمین گاہ میں چھپ گئیں اور جب مسلمانوں کی فوجیں آگے بڑھیں تو انہوں نے پلٹ کر ان پر زبردست حملہ کیا اور انہیں بہت نقصان پہنچایا۔

وہاں سے وہ قلعہ اعزاز کی طرف روانہ ہو گئیں اور اسے مصالحت کے ساتھ فتح کر لیا۔

ناصر کی مشکلات: ناصر یوسف (حاکم دمشق) کو یہ خبر اس وقت ملی جب وہ دمشق کے قریب ۶۵۸ھ کی ایک بغاوت کے خلاف صف آرا تھا۔ حاکم حماۃ ناصر بن مظفر بھی اس وقت آیا ہوا تھا اور وہ بھی ناصر کے ساتھ نتیجہ کا منتظر تھا۔

موالی کی غداری: پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ اس کے موالی کی ایک جماعت بغاوت کرنا چاہتی ہے لہٰذا وہ دمشق واپس آیا تو وہ موالی غزہ بھاگ گئے تھے۔ پھر اسے ان کی بدنیتی کا علم ہوا اور یہ پتہ چلا کہ وہ اس کے بھائی ظاہر کو تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں لہٰذا وہ ان سے سخت ناراض ہوا' اتنے میں ظاہر بھی ان کے پاس (غزہ) پہنچ گیا لہٰذا انہوں نے اسے بادشاہ مقرر کر کے کھلم کھلا ناصر کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔

بیبرس کا مصر میں استقبال: ان کے ساتھ بیبرس بندقداری بھی تھا مگر اسے ان کے ناکام ہونے کا احساس ہو گیا تھا لہٰذا اس نے مصر کے حاکم المظفر قطز سے خط و کتابت کر کے پناہ حاصل کی اور اس نے اسے پناہ دیدی تو وہ مصر پہنچ گیا۔ وہاں اس کا نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ استقبال کیا گیا اور سلطان قطز نے قلیوب کا تمام علاقہ اسے جاگیر میں دیدیا۔

فتح حلب: ہلاکو خاں نے دریائے فرات کو عبور کر کے وہاں ایک خاص تے کو فتح کر لیا۔ وہاں ناصر کا بھائی اسماعیل مقید تھا اس نے اسے رہا کر کے اس کی عملداری یعنی صبیبہ اور بانیاس کی طرف بھیج دیا اور اسے ان دونوں مقامات کا حاکم مقرر کیا۔

پھر حاکم ارزن' نائب حاکم حلب' توران شاہ کے پاس آیا اور اسے ہلاکو خاں کی اطاعت کی دعوت دی مگر اس نے انکار کیا تو اس نے اس پر فوج کشی کر کے بزور شمشیر حلب کو فتح کر لیا اور وہاں کے لوگوں کو پناہ دی۔ توران شاہ اور اس کی محافظ فوجیں قلعہ میں محصور ہو گئیں۔

اہل حماۃ کی اطاعت: اہل حماۃ نے ہلاکو خاں کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہیں لہٰذا وہ اپنی طرف سے کوئی حاکم مقرر کر کے بھیجے لہٰذا ہلاکو خان نے ایک سپہ سالار کو ان کا حاکم مقرر کر کے بھیجا' جس کا نام خسرو شاہ تھا اور عربوں میں اس کا سلسلہ نسب حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تک پہنچتا تھا۔

ناصر کا فرار: ناصر کو جب یہ اطلاع ملی کہ ہلاکو خاں نے حلب کو فتح کر لیا ہے تو وہ دمشق سے بھی بھاگ گیا اور وہاں اپنا نائب چھوڑ گیا۔ وہ غزہ پہنچا جہاں ان کے موالی اور ان کا بھائی موجود تھا۔

فتح نابلس: اب تاتاری نابلس پہنچے اور وہاں جو فوجیں تھیں ان سب کو مار ڈالا اور شہر کو فتح کر لیا۔ ناصر غزہ سے عریش پہنچا۔ وہاں سے اس نے اپنے ایلچی (حاکم مصر) سلطان قطز کی طرف بھیجے تاکہ وہ اس سے اپنے دشمن کے خلاف امداد حاصل کریں اور سب متحد ہو کر (دشمن کا) مقابلہ کریں۔

ناصر کی اہل مصر سے بدگمانی: ناصر اور اس کی فوجیں آگے بڑھیں مگر ناصر (بعض حالات کی وجہ سے) اہل مصر سے بدگمان ہو گیا' اس لئے وہ اس کا بھائی ظاہر اور صالح بن اشرف موسیٰ بن شیر کوہ جنگل اور بیابانوں میں گھس گئے۔ مگر حاکم حماۃ منصور اور اس کی فوجیں ان سے الگ ہو کر مصر پہنچ گئیں۔ سلطان قطز ان سے صالحیہ کے مقام پر ملا۔ اس نے ان کا خیر مقدم کیا اور انہیں مصر لے گیا۔



شامی سلطنت کا خاتمہ

شام پر ہلاکو کا تسلط: (ناصر کے چلے جانے کے بعد) تاتاری فوجیں دمشق اور شام کے تمام علاقوں پر غزہ تک قابض ہو گئیں اور ہر مقام پر انہوں نے اپنے حکام مقرر کر دیئے۔ پھر حلب کا قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ وہاں بحریہ کی ایک جماعت نظر بند تھی جن میں سنقر اشقر بھی شامل تھا۔ ہلاکو نے انہیں سلطان دق کے حوالے کیا جو اس کے عظیم امراء میں سے تھا۔

اشرف موسیٰ کی بحالی: پھر ہلاکو نے حلب پر عماد الدین قزوینی کو حاکم مقرر کیا۔ جب وہ حلب میں تھا تو اس کے پاس اشرف موسیٰ بن منصور سابق حاکم حمص آیا۔ ناصر نے اس سے حمص کی حکومت چھین لی تھی۔ لہٰذا ہلاکو نے اسے حمص کا حاکم مقرر کر دیا۔ وہ شام کے تمام علاقے کے انتظام میں اس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔

فصیلوں کو گرا دینے کا حکم: ہلاکو نے قلعہ حازم کو فتح کر کے اسے تباہ کر دیا تھا اور اس نے حکم دیا کہ حلب کی تمام فصیلوں اور قلعوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے اور اسی طرح حماۃ اور حمص (کی فصیلوں کو گرا دینے) کے بارے میں بھی حکم دیا۔ تاتاریوں نے طویل عرصے تک دمشق کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پھر پناہ دے کر اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے بعلبک کو فتح کر کے اس کا قلعہ منہدم کرا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے صبینہ پر فوج کشی کی وہاں کا حاکم سعید بن عبدالعزیز بن التاولی تھا۔ انہوں نے یہ مقام بھی پناہ دے کر فتح کر لیا اور وہ ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں ہلاکو خاں کے پاس دمشق کے (عالم) فخر الدین بن الزکی آئے۔ ہلاکو نے انہیں وہاں کا قاضی مقرر کیا۔

ہلاکو کی مراجعت عراق: اس کے بعد ہلاکو نے عراق کی طرف واپس جانے کا قصد کیا تو تاتاریوں نے دریائے فرات کو عبور کیا۔ اس وقت ہلاکو نے شام کے تمام علاقے کا حاکم سبخا کو مقرر کیا جو اس کے عظیم حکام میں سے تھا۔ اس نے حلب کے حاکم عماد الدین قزوینی کو منتقل کر دیا اور اس کے بجائے دوسرے شخص کو حاکم مقرر کیا۔

ناصر کی گرفتاری: ناصر جب (ہلاکو سے بچ کر) جنگل بیابانوں میں گھسا تو وہاں کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ لہٰذا اس کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ ہلاکو خاں کے پاس چلا جائے چنانچہ وہ شام کے نائب حاکم کبغا کے پاس اجازت حاصل کرنے کے لئے پہنچا۔ کتبغا اسے گرفتار کر کے اسے عجلون لے گیا (جو ابھی تک ہلاکو کے قبضہ میں تھا) وہاں (اس کی ہدایت کے مطابق) اہل عجلون نے یہ مقام بھی (تاتاریوں کے) حوالے کر دیا۔

ہلاکو سے ملاقات: پھر ناصر کو ہلاکو کے پاس بھیج دیا گیا۔ وہ پہلے دمشق گیا۔ پھر حماۃ پہنچا وہاں اشرف حاکم حمص اور خسرو شاہ نائب حاکم دونوں موجود تھے۔ یہ دونوں اس کے استقبال کے لئے نکلے۔ پھر وہ (ناصر) حلب پہنچا اور ہلاکو خاں

سے ملاقات کرنے کے لئے گیا۔ اس نے اس کا خیر مقدم کیا اور وعدہ کیا کہ وہ اس ان کے ملک لوٹا دے گا۔

کنیسہ مریم کی تباہی: اس اثناء میں (یہ ناخوشگوار) واقعہ پیش آیا کہ دمشق کے مسلمانوں نے وہاں کے ذمی عیسائیوں پر حملہ کر دیا اور انہوں نے ان کے بڑے کنیسہ مریم کو تباہ کر دیا۔

اس کی تاریخی اہمیت: دمشق کا یہ بڑا (تاریخی) کنیسہ اس حصے میں واقع تھا جسے (عہد فاروقی میں) حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ ان عیسائیوں کا دوسرا گرجا اس حصے میں واقع تھا جسے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے پناہ دے کر فتح کیا تھا۔ لہٰذا جب حضرت خالد حاکم ہوئے تو انہوں نے اس کنیسہ کا مطالبہ کیا تا کہ اسے شہر کی جامع مسجد کی تعمیر میں شامل کیا جائے۔ حضرت خالد نے اسے نہایت ہی گراں قیمت پر خریدنے کا ارادہ کیا تھا مگر عیسائیوں نے انکار کر دیا۔ لہٰذا حضرت خالد بن الولید نے اسے گرا کر جامع دمشق میں شامل کر لیا۔ کیونکہ وہ اس کے بالکل قریب تھی۔

کنیسہ کی واپسی: جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو عیسائیوں نے اس کا معاوضہ طلب کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں معاوضہ میں وہ کنیسہ دیدیا جسے مسلمانوں نے بزور شمشیر حضرت خالد بن الولید کی قیادت میں فتح کیا تھا۔ یہ واقعہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اب مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ جھگڑے میں جو ذمی تھے اس کنیسہ مریم کو بالکل تباہ و برباد کر دیا اور اس کا کوئی نام و نشان باقی نہیں چھوڑا۔

تا تاریوں کو شکست: آخر کار (تا تاریوں کی فتوحات اور مظالم کے خلاف) مسلمان فوجیں مصر میں اکٹھی ہوئیں اور تا تاریوں سے جنگ کرنے کے لئے سلطان قطز حاکم مصر کی قیادت میں شام کی طرف کوچ کیا۔ ان کے ساتھ حاکم حماۃ منصور اور اس کا بھائی افضل بھی شریک تھے۔ اس (اسلامی لشکر) کا مقابلہ کرنے کے لئے (ہلاکو خاں کا) نائب حاکم شام کتبغا آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ اشرف حاکم حمص اور ضیبہ کا حاکم سعید بن العزیز بن العادل بھی شریک تھے۔ فریقین کا مقابلہ غور کے علاقے میں جالوت کے مقام پر ہوا۔ اس (جنگ) میں تا تاریوں کو شکست ہوئی اور ان کا حاکم کتبغا مارا گیا اور (ان کا حلیف) سعید حاکم ضیبہ گرفتار ہوا اسے سلطان قطز نے قتل کر دیا اور اس کے بعد وہ شام کے تمام ملک پر قابض ہو گیا' اس نے حاکم حماۃ منصور کو حاکم برقرار رکھا۔

قطز کا قتل: اس کے بعد سلطان قطز راستے میں ہلاک ہو گیا جبکہ وہ مصر واپس جا رہا تھا۔ کیونکہ اسے بیبرس بندقداری نے قتل کر دیا تھا اور خود اس کے بجائے تخت مصر پر بیٹھ گیا تھا اور اس نے اپنا لقب الظاہر رکھا جیسا کہ آگے چل کر ہم ترکوں کی حکومت کے حالات میں بیان کریں گے۔

ناصر اور اس کے بھائیوں کا قتل: (اس شکست کے بعد) تا تاری فوجیں شام کی طرف بڑھیں مگر ہلاکو اندرونی خانہ جنگیوں کی وجہ سے اس (مہم) کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکا' تاہم اسے اپنے نائب کتبغا کے قتل اور اس کی فوجوں کی شکست سے بہت رنج ہوا۔ (یہ خبر سن کر) اس نے ناصر کو بلوایا اور اس کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا کہ

اس نے شام کے معاملہ کو آسان جتا کر (اس کی اہمیت سے) اسے غافل رکھا۔ ہلاکو نے اس پر یہ بھی الزام لگایا کہ اس نے اسے دھوکا دیا۔ ناصر نے (اس سلسلے میں) معذرت پیش کی مگر اس نے اس کی معذرت قبول نہیں کی بلکہ ہلاکو نے اس پر تیر چلا کر اسے مار ڈالا۔

ایوبی سلطنت کا خاتمہ: پھر اس کے بھائی ظاہر اور صالح بن اشرف موسیٰ حاکم حماۃ کو بھی ہلاک کر دیا۔ البتہ عزیز بن الناصر کے بارے میں ہلاکو کی بیوی نے سفارش کی اور وہ خود بھی اسے پسند کرتا تھا اس لئے اس نے اس کو زندہ رکھا۔ یوں شام کے علاقے سے خاندان بنوایوب کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس سے پہلے مصر سے اس خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور اب مصر و شام دونوں ممالک میں ترک خاندان (ممالیک) کی سلطنت قائم ہو گئی۔

حاکم حماۃ کی بحالی: شام میں خاندان بنوایوب کی صرف ایک ریاست باقی رہ گئی تھی یعنی منصور بن المظفر حماۃ کا حاکم برقرار رہا تھا کیونکہ سلطان قطز نے اسے اس شہر پر بحال رکھا اور اس کے بعد سلطان ظاہر بیبرس نے بھی اسے اپنا حاکم مقرر رکھا اور اس کے بعد اس کی اولاد بھی کچھ عرصے تک ترک خاندان (حکام مصر) کی مطیع و فرمانبردار رہی تا آنکہ اللہ عزوجل کے حکم سے ان کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اس علاقے پر بھی دوسرے حکام قابض ہو گئے جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

